قائدِ اعظم: تقاریر و بیانات

(جلد سوم)

جنوری ۱۹۴۲ء تا دسمبر ۱۹۴۵ء

ترجمہ

اقبال احمد صدیقی

بزمِ اقبال

۲۔ کلب روڈ، لاہور

قائدِ اعظم: تقاریر و بیانات

(جلد سوم)

جنوری ۱۹۴۲ء تا دسمبر ۱۹۴۵ء

ترجمہ

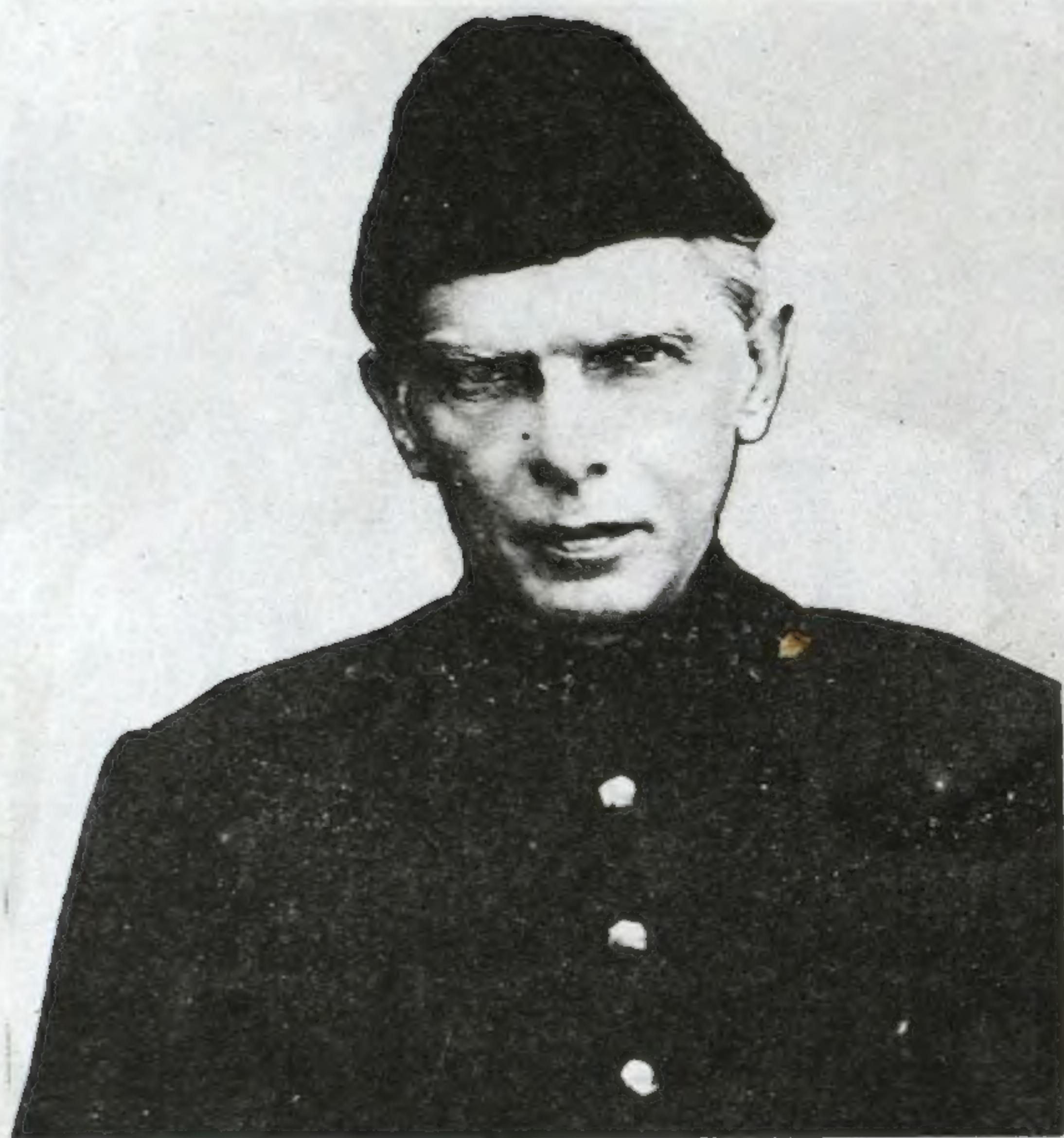
اِقبال احمد صِدّیقی

بزمِ اِقبال

۲۔کلب روڈ، لاہور

ناشر	:	پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار ناظم بزم اقبال۔ ۲ کلب روڈ، لاہور
کمپوزنگ	:	پرل کمپوزنگ سنٹر، پیسو رااما لاہور
طابع	:	ایس ایم اظہر رضوی
مطبع	:	اظہر سنز پرنٹرز، ۱۰۸ لٹن روڈ، لاہور
اشاعت اول	:	اپریل ۱۹۹۸ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
صفحات جلد سوم	:	۵۳۶
قیمت	:	۲۵۰ روپے

ISBN No 8042-06-7



قائداعظم محمد علی جناح



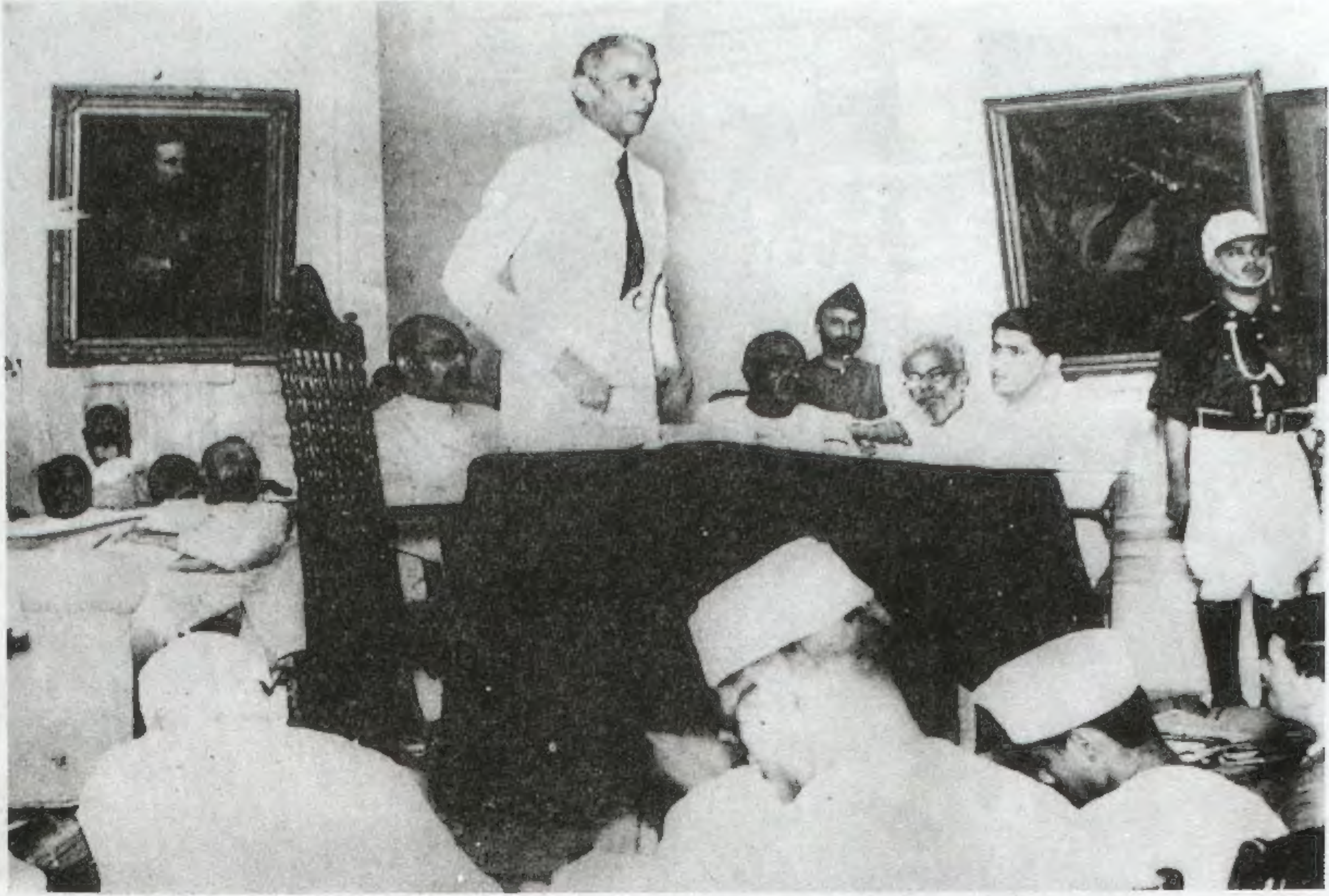
قائد اعظم محمد علی جناح اور محترمہ فاطمہ جناح



قائد اعظم محمد علی جناح خطاب فرمارہے ہیں



قائد اعظم محمد علی جناح- آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے ممبران کے ساتھ



قائد اعظم محمد علی جناح- آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی میٹنگ میں خطاب فرما رہے ہیں



قائداعظم محمد علی جناح کی آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کانفرنس میں شرکت کے لئے آمد جالندھر ریلوے اسٹیشن پر ان کا استقبال (۲۴ نومبر ۱۹۴۲ء)

فہرست

۱۹۴۳ء

۱۹۴۴ء

۱۹۴۵ء

۱۔ برطانوی حکمت عملی پر بیان
ایسوسی ایٹیڈ پریس آف انڈیا کو دیا گیا
۲ جنوری ۱۹۴۲ء

قائداعظم محمد علی جناح نے ایسوسی ایٹیڈ پریس کے ساتھ ایک ملاقات کے دوران کہا:

"اگر حکومت برطانیہ کی جانب سے کوئی نیا اعلان کیا گیا جس میں ہند کے آئندہ دستور کے بارے میں ۸ اگست ۱۹۴۰ء کے اعلان سے انحراف ہوا' یا کوئی تجویز یا کوئی تحریک جو کسی طور پر بھی مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کو مجروح کرتی ہے یا اس کے بارے میں قبل از وقت رائے قائم کرتی ہے یا کسی طرح سے اس کا بطلان کرتی ہے' جیسا کہ ہندو رہنماؤں کی اصل غرض و غایت معلوم ہوتی ہے' اس سے نہ صرف ایک ایسا سانحہ عظیم برپا ہو جائے گا جس کی نظیر نہ ہو گی بلکہ اس کا نتیجہ جنگ کے اس سنگین مرحلہ پر اور مساعی جنگ کے لئے ایک ہولناک تباہی کی شکل میں برآمد ہو گا' قطع نظر اس سے کہ یہ مسلم ہند کے ساتھ زبردست عہد شکنی کے مترادف ہو گا۔"

گفتگو جاری رکھتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا: مسلم ہند نے آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کی قرارداد (ناگپور) مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۴۱ء کے ذریعہ اپنے موقف کی وضاحت کر دی ہے۔

جہاں تک فوری مسئلہ یعنی جنگ چلانے اور مساعی جنگ کا تعلق ہے مسلم لیگ' اہم سیاسی مسائل پر اثرانداز ہوئے بغیر' شروع ہی سے ملک کے دفاع کا بار تن تنہا یا دیگر سیاسی جماعتوں کے تعاون کے ساتھ اس بنیاد پر اٹھانے کے لئے آمادہ اور تیار ہے کہ موجودہ دستور کے ڈھانچے کے اندر رہتے ہوئے مرکز اور صوبوں میں مسلم ہند کو حکومت کے اختیار میں حقیقی حصہ اور ذمہ داری تفویض کر دی جائے۔ لیکن اب تک آل انڈیا مسلم لیگ کی اس حکمت عملی کی جانب برطانوی حکومت نے سنجیدگی کے ساتھ کوئی توجہ نہیں دی۔

کانگرسی حربے

میری توجہ کانگرس کی ان قراردادوں کی طرف مبذول کرائی گئی ہے جو حال ہی میں باردولی میں منظور کی گئیں اور میرے لئے یہ سمجھنا بہت مشکل بات ہے کہ ان قراردادوں کا اصل مطلب کیا ہے' بجز اس کے جیسا کہ میں سمجھا ہوں کہ ان سے اصل مطالبہ میں سرمو بھی فرق واقع نہیں ہوا۔ یعنی ہند کی فوری اور غیر مشروط آزادی کا اعلان اور عوام کا یہ استحقاق کہ وہ حق بالغ رائے دہی کے تحت منتخب شدہ مجلس دستور ساز کے ذریعہ متحدہ اور جمہوری ہند کی بنیاد پر اپنا دستور خود وضع کر لیں۔ اس کا واضح مطلب ہندو راج کا قیام ہے' جسے مسلم ہند ہر گز قبول نہیں کرے گا۔

مسلم ہند اپنی بقا اور اپنے حق خود ارادیت کے لئے جدوجہد میں مصروف ہے جب کہ کانگرس اور دیگر ہندو جماعتیں پورے ہند میں ایک مرکزی حکومت قائم کر کے ایک کل ہند اقلیت کی حیثیت سے مسلمانوں پر اقتدار اور غلبہ کے عاجلانہ قیام کے لئے کوشاں ہیں اور اس طرح ان خطوں پر بھی غلبہ اور کنٹرول حاصل کرنا چاہتے ہیں جہاں مسلمانوں کو واضح اور بھرپور اکثریت حاصل ہے اور ان اہم اختیارات کے ذریعہ' جو مرکزی حکومت کو حاصل رہیں گے مثلاً دفاع' مواصلات' کسٹم اور مالیات اور دیگر انتظامی قوت' ان کے اندرونی معاملات میں بھی مداخلت کرنا چاہتے ہیں۔

(دی ڈان' ۱۱ جنوری ۱۹۴۲ء)

۲۔ پاکستان کا مطلب ہندوؤں سے مخاصمت نہیں

کلکتہ میں پرچم کشائی کے موقع پر تقریر

۱۲۔ فروری ۱۹۴۲ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کلکتہ کے محمد علی پارک میں پرچم کشائی کی ایک تقریب سے خطاب کیا۔ مسلم لیگ کا پرچم لہراتے ہوئے انہوں نے کہا:

"جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمیں پاکستان چاہئے' جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ان خطوں میں اپنی حکومت چاہئے جہاں ہمارے وطن ہیں اور جہاں ہم اکثریت میں ہیں' اس کے معنی کسی طرح بھی ہندوؤں کے ساتھ ناانصافی یا مخاصمت نہیں۔"

مسٹر جناح کو ہوڑہ ریلوے اسٹیشن سے پارک تک ایک میل لمبے جلوس میں لایا گیا۔

مسٹر جناح نے کہا کہ "اب تک مسلمانوں کے حوصلے بہت پست تھے۔ ہمارا لہو ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ ہمارا گوشت پوست کام کرنے کی صلاحیت سے عاری ہو گیا تھا اور ہر عملی اعتبار سے مسلمان قوم مردہ ہو چکی تھی۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے لہو کی گردش بہتر ہو رہی ہے' ہمارا گوشت پوست مضبوط تر ہو رہا ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہمارا ذہن بھی زیادہ صاف اور واضح ہو رہا ہے۔"

مسٹر جناح نے اس امر کی نشاندہی کی کہ "مطالبہ پاکستان اور مسلمانوں کے اکثریتی علاقوں میں اپنی حکومتوں کے اعلان کے باوصف اگر ہندو اب بھی یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے مطالبات کا مطلب ان کے ساتھ مخاصمت ہے تو وہ اتنی زبردست غلطی کا ارتکاب کریں گے جس کا خمیازہ انہیں مسلمانوں سے کہیں زیادہ بھگتنا پڑے گا۔

برعکس ازیں یہ بالکل عیاں ہے' ایک بچے پر بھی یہ واضح ہے کہ ان کے حربوں' ان کے عزائم اور ان کی چالوں کا مقصد سارے برصغیر میں ہندو راج قائم کرنا ہے اور بالخصوص اپنے ہم وطن مسلمانوں کو کچلنا اور اپنے جوتے تلے رکھنا ہے۔ اس میں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے اور وقت انہیں یہ بتا دے گا۔"

تقریر ختم کرنے سے قبل مسٹر جناح نے کہا "بنگالی مسلمان فرد واحد کی طرح بقیہ ہند کے ساتھ کھڑے ہو جائیں گے اور بقیہ مسلم ہند فرد واحد کی طرح بنگال کے ساتھ کھڑا ہو گا۔"

تقریب میں جشن کا سا سماں تھا' "اللہ اکبر اور "پاکستان زندہ باد" کے فلک شگاف نعروں کی گونج میں مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے مسلم لیگ کا پرچم باضابطہ طور پر لہرایا۔

۳۔ بنگال کے نام پیغام

کلکتہ' ۲ فروری ۱۹۴۲ء

"مسلمانان بنگال کے نام میرا پیغام یہ ہے کہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے پرچم تلے مضبوطی کے ساتھ اور متحد ہو کر کھڑے ہو جائیں اور اگر ضروری ہو تو جنون کی حد تک مسلم لیگ کی حکمت عملی پر کاربند ہو جائیں وگرنہ تباہی ان کا مقدر بن جائے گی۔" یہ بات قائداعظم محمد علی جناح نے مسلمانان بنگال کے نام اپنے پیغام میں کہی۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے قائداعظم نے کہا کہ "انہیں غداروں' جاسوسوں اور پانچویں کالم کے لوگوں پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے نہ ان کا اعتبار' جو اپنے خود غرضانہ مقاصد کی خاطر بے حد و حساب ناقابل یقین اور جھوٹے پروپیگنڈے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ مسلم ہند' اس برصغیر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بنگال کے پیچھے ہیں اور سارے ہند کے مسلمان بنگال میں غیرملکی مسلمانوں کے اس خطرناک بیان کے دام میں آنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اس بات سے ہرگز گمراہ نہ ہو جایئے کہ بنگالی مسلمان پوری دل جمعی کے ساتھ بقیہ مسلم ہند کا ساتھ دیئے بغیر تن تنہا اپنے پیروں پر کھڑے رہ سکتے ہیں۔

گذشتہ دو سو برسوں کے دوران مسلمانوں نے جو کچھ کھویا اور جو نقصانات برداشت کئے اس کا اگر کسی صوبے کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے تو اس کا سب سے زیادہ فائدہ بنگال کو پہنچ سکتا ہے جس کے لئے باقی ماندہ مسلمان جہاں وہ اقلیت میں ہیں نقصان اٹھانے اور ایثار کرنے کے لئے تیار ہیں۔ دوسرا صوبہ پنجاب ہے جسے بہت زیادہ فائدہ حاصل ہو گا۔

یہ وہ خطے ہیں یعنی شمال مغربی اور مشرقی خطے جو ہمارے وطن ہیں اور جہاں ہم اکثریت میں ہیں' جہاں ہم آزاد انسانوں کی طرح زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں اور اقلیتوں کے تحفظ کی مکمل ضمانت کے ساتھ اپنی حکومتیں قائم کرنا چاہتے ہیں۔

کوئی جھگڑا نہیں

ہمارا ہندوؤں کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں۔ یہ ہندو ہیں جو اس وہم میں مبتلا ہیں کہ وہ برطانوی راج کے صحیح جانشین اور وارث ہیں اور وہ نہ صرف برصغیر کے ان علاقوں پر غلبہ حاصل کر کے رہیں گے جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں بلکہ ان علاقوں پر بھی جہاں وہ اکثریت میں ہیں۔ چنانچہ وہ ہمہ وقت مختلف قسم کی تدبیریں کرنے میں مصروف رہتے ہیں' کبھی قومی حکومت قائم کرنے کی شکل میں یا متحدہ جمہوری ہند کے روپ میں۔

مسلم ہند کسی ایسی مرکزی حکومت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں خواہ وہ وحدانی ہو یا وفاقی یا کسی اور نوع کی جہاں ریاضی کی رو سے اور سروں کو گن کر دس کروڑ مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ کر دیا جائے۔ ایسا کبھی نہیں ہو گا اور وقت یہ بتا دے گا۔" (مرحبا۔ مرحبا)

(دی سٹار آف انڈیا' ۱۳ فروری ۱۹۴۲ء)

۴۔ "مسلمان ہند میں ایک قوم ہیں"

بنگال صوبائی مسلم لیگ کانفرنس میں خطبہ صدارت

سراج گنج' ۱۵ فروری ۱۹۴۲ء

خطبہ صدارت کا مکمل متن جو مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے بنگال صوبائی مسلم لیگ کانفرنس کے عام اجلاس منعقدہ ۱۵ فروری ۱۹۴۲ء سراج گنج میں ارشاد فرمایا۔

خواتین و حضرات!

میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنی صوبائی مسلم لیگ کانفرنس کی صدارت کی دعوت دے کر اعزاز بخشا۔ میں نے آپ کی دعوت ان سیاسی واقعات کی وجہ سے بھی زیادہ آمادگی کے ساتھ قبول کر لی جو حالیہ مہینوں کے دوران رونما ہوئے۔ آپ بنگال میں ایک سیاسی طوفان کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ میں آپ کو یہ بتانے کے لئے یہاں آیا ہوں کہ اس صورت حال کے بارے میں میرا کیا خیال ہے۔

خواتین و حضرات: مسلم لیگ کے بہت سے مخالف ہیں۔ ہم زندگی اور موت کی کشمکش سے

گذر رہے ہیں۔ ہم نے اس بات کو بارہا واضح کیا ہے کہ ہم اپنے عوام کو منظم کر رہے ہیں اور ہمارا ہندوؤں کے ساتھ یا اس برصغیر میں کسی اور فرقے کے ساتھ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا کوئی جھگڑا نہیں۔ ہم نے بار بار یہ اعلان کیا ہے کہ مسلم لیگ کا اساسی اصول اور مقصد مسلمانان ہند کے سیاسی حقوق اور رتبے کی حفاظت کرنا ہے۔ ہم ہمہ وقت اپنا دفاع کرتے رہے ہیں۔ ہم کیا چاہتے رہے ہیں؟ ہم اس سرزمین پر ایک آزاد اور خودمختار قوم کی حیثیت سے رہنا چاہتے ہیں کسی اور کے راج یا کسی کی حکومت کے تحت نہیں۔ غرور' منافرت اور جارحیت جس کا ہندو رہنماؤں نے مظاہرہ کیا کہ ہمیں ایک اقلیتی فرقے کی حیثیت سے ہندو اکثریت کی محکومی میں رہنا ہو گا' بالکل عیاں ہے۔ یہ وہ حکمت عملی ہے' وہ پروگرام' وہ جنگجویانہ اور وہ جارحانہ اور جتکبرانہ رویہ ہے جس کے خلاف ہم برسرپیکار ہیں۔ مسلمان' ہند میں ایک قوم ہیں۔

وہ اس ملک میں ہندو فرقے کے ساتھ بجز مکمل مساوات کے اور کوئی حیثیت تسلیم نہیں کریں گے۔ اب' جیسا کہ میں نے کہا کہ ہمارے مخالف ہیں۔ برطانوی حکومت' مسلمانوں کی کوئی خاص دوست نہیں ہے۔ ان کی اپنی حکمت عملی ہے اور ان کا اپنا پروگرام ہے بعینہ جیسا کہ ہندوؤں کا اپنا ہے اور ہمارا اپنا ہے۔ سیاسی دنیا میں نہ کوئی حقیقی عدل ہے اور نہ انصاف۔ بدقسمتی سے ہر عمل اور ہر فیصلہ ذاتی مفاد پر مبنی ہوتا ہے۔ ہم برطانوی حکومت یا کسی اور سے عدل اور انصاف کی آس نہیں لگا سکتے۔ اگر ہم اس دنیا میں کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے پیروں پر کھڑا ہونا ہو گا اور اپنی قوت پر انحصار کرنا ہو گا۔ ہمیں تن تنہا کھڑا ہونے کے لئے تیار رہنا ہو گا۔ ایثار کرنا ہو گا اگر ہم برابری کی حیثیت حاصل کرنا چاہتے ہیں' اور صرف اسی صورت میں ہم اس سرزمین پر پاکستان حاصل اور قائم کر سکیں گے۔

بنگال کا افق

آج جو سیاسی صورت حال ہے آیئے اس پر نظر ڈالیں۔ آیئے ہم بنگال کے افق پر نگاہ دوڑائیں۔ خواتین و حضرات' اول تو یہ ہے کہ یہ منحوس دستور جس کے تحت آج آپ کی مجلس قانون ساز کام کر رہی ہے ہمارا وضع کردہ نہیں ہے۔ دستور بذات خود اس صوبے کے ساڑھے تین کروڑ مسلمانوں کے ساتھ ایک زبردست ناانصافی ہے۔ بلاشبہ اگر اس کے لئے ہم کسی کو بھی مورد الزام ٹھہرائیں تو اس سے کوئی مفید مقصد حاصل نہیں ہو گا۔ ہمیں محسوس کرنا چاہئے اور ہمیں اعتراف کرنا چاہئے کہ ایک بڑی حد تک یہ ہمارا اپنا قصور ہے کہ ساڑھے تین کروڑ مسلمان ایک مسلم ریاست بنگال میں کر گئے اور اس قدر گہرے گڑھے میں گر گئے کہ مسلم بنگال کی آواز گھٹ

کر رہ گئی۔ ان خوفناک حالات میں' جو ہمارے لئے باعث شرم ہیں' اگر مجھے یہ کہنے کی اجازت دیں کہ جہاں تک مسلم ہند کا تعلق ہے موجودہ دستور کم و بیش ایک فریق کی غیر حاضری میں وضع کر دیا گیا۔

خواتین و حضرات' مجلس قانون ساز بنگال ۲۵۰ ارکان پر مشتمل ہے۔ ان میں سے خصوصی انتخابی حلقوں سمیت آپ کے پاس ایک سو بائیس یا ایک سو تئیس نشستیں ہیں۔ ان اعدادوشمار سے یہ ظاہر ہو گا کہ آغاز کار ہی سے ہم اقلیت میں ہیں۔ کس طرح اس اقلیت کے لئے کام کرنے کے لائق اور عملی اکثریت کے ساتھ حکومت چلانا ممکن ہو گا۔ ایک مسلم لیگ وزارت جو مستحکم بھی ہو ترتیب ہی نہیں دی جا سکتی اور یہی وجہ ہے کہ پنجاب میں اور سندھ میں بھی مسلم لیگی وزارت نہیں بنائی جا سکتیں۔ ریاضی کے لحاظ سے دو جمع دو چار کرنے کے شوقین حضرات (جب) یہ کہتے ہیں کہ وہ ایک مسلم اکثریتی صوبے میں ایک مسلم لیگی وزارت بنا سکتے ہیں تو وہ غلط بیانی سے کام لیتے ہیں۔

سرزمین نیلوفر

سال ۷-۱۹۳۶ء عام انتخابات کے موقع پر گل نیلوفر کی اس سرزمین پر بھی آیا تھا۔ میں نے ڈھاکہ' میمن سنگھ' کومیلا اور دیگر مقامات کا دورہ کیا اور یہ دریافت کیا کہ مسلم بنگال عملاً مردہ تھا۔ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا جو اپنی اغراض کے حصول کے لئے مجلس قانون ساز کی رکنیت حاصل کرنے کی غرض سے لوگوں کے استحصال پر تلے بیٹھے تھے۔ یہ تھی حالت بنگال کی۔ یہ مسلم لیگ تھی' جو مسلمہ طور پر اس وقت تک ایک کاغذی جماعت تھی' جس نے صورت حال کا احساس اور ادراک کیا اور مسلمانوں کو منظم کرنے اور انتخابات لڑنے کا بیڑہ اٹھایا۔ ایک صوبائی پارلیمانی بورڈ تشکیل دیا گیا اور انتخاب کے لئے مسلم لیگی امیدوار کھڑے کر دیئے گئے۔ یاد رکھیں' بنگال اپنے طور پر ہی ایک براعظم ہے۔ ایک نئی اور غریب جماعت کے ساتھ ہم نے مجلس قانون ساز کی ۶۶ سے کم نشستیں حاصل نہیں کیں اور مجلس میں منتخب ہونے والی سب سے بڑی جماعت کے طور پر ابھرے۔ کریشک پرجا پارٹی نے بھی انتخابات میں حصہ لیا تھا۔ اس وقت مسٹر فضل الحق پرجا (عوام) کے علمبردار تھے۔ ان کی پارٹی نے بھی کچھ نشستیں جیتیں۔ انتخابات کے بعد وہ نہایت آرام سے پرجا اور دوسرے لوگوں کو بھول گئے اور مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کرنے کے بعد مجلس قانون ساز میں سب سے بڑی جماعت کے رہنما بن گئے۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے پرجا اور دوسروں کو دھتا بتائی بلکہ وہ مسلم لیگ کے رکن بن گئے اور صوبے بھر میں مسلم لیگ کے منشور کا پرچار

کرتے پھرے لیکن اس کے ساتھ ساتھ پرجا کا چھوٹا سا گروہ ان کی جیب میں موجود رہا۔

سابقہ وزارت

خواتین و حضرات! جس وزارت نے حال ہی میں استعفیٰ دیا ہے وہ کبھی بھی مسلم لیگی وزارت نہیں تھی۔ اس پر مسلم لیگیوں کا غلبہ ضرور تھا۔ یہ مسلم لیگیوں کے غلبہ والی وزارت برسراقتدار تھی۔ جب ہمیں ایک نئے مسئلہ کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ کو معلوم ہے کہ جب وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں توسیع کا سوال زیر غور آیا اسے عرف عام میں ۸ اگست کی پیشکش کہا جاتا ہے۔ اس پیشکش پر آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے غور کیا جس کے مسٹر فضل الحق بھی رکن تھے۔ متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ اسے قبول نہ کیا جائے اور پیشکش کو قبول نہیں کیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل نے بھی اس پیشکش پر غور کیا اور مجلس عاملہ کے فیصلے پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ مسٹر فضل الحق کونسل کے رکن بھی تھے۔ کونسل کے فیصلے کی مزید توثیق آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس نے کر دی۔ صدر آل انڈیا مسلم لیگ سے تذکرہ کئے بغیر وائسرائے نے اپنی ایگزیکٹو کونسل میں توسیع اور نام نہاد ڈیفنس کونسل قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ اس پیشکش کے سوا کچھ نہیں تھا جسے مسلم لیگ نے مسترد کر دیا تھا۔ پیشکش کی شرائط کی رو سے مسلم لیگ کو ایگزیکٹو کونسل کے لئے اپنے دو نمائندے چننے کا اختیار ہوتا۔ جبکہ وائسرائے نے اپنے طور پر دو مسلمانوں کو چنا اور انہیں نامزد کر دیا۔ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ یہ زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف تھا۔ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا کسی خوددار جماعت یا کسی فرد کے لئے جس میں حمیت کی رمق بھی موجود ہو اس طرح کی کسی پیشکش کو قبول کرنا ممکن ہو گا؟ (حاضرین کی جانب سے نہیں۔ نہیں) مسٹر فضل الحق نے خفیہ طور پر صدر سے تذکرہ کئے بنا اور مجلس عاملہ سے مشورہ کئے بغیر نیشنل ڈیفنس کونسل کی رکنیت قبول کر لی (شرم شرم)۔ جب یہ خبر چھپی تو معلوم ہوا کہ اور لوگ بھی ہیں جنہوں نے اس طرح کی تقرریاں قبول کی ہیں۔ لیکن اوروں کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ دونوں سر سکندر حیات خان اور سر محمد سعد اللہ نے مجلس عاملہ کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور ڈیفنس کونسل سے مستعفی ہو گئے۔ (تالیاں)

مسٹر فضل حق کا محبوب کھیل

تیسرے مسلم لیگ وزیراعظم کو۔۔۔ ایک وزیراعظم جسے بنگال نے پیدا کیا۔ مجھے علم نہیں کیسے؟ لیکن دنیا کے کسی بھی خطے کے لئے ان کا مثل پیدا کرنا مشکل امر ہو گا۔۔۔ انہیں ہمت کی ضرورت تھی یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ انہیں ڈیفنس کونسل کی رکنیت سے مستعفی ہو جانا چاہئے یا

رکنیت کو برقرار رکھنا چاہئے۔ مسٹر حق کا ایک محبوب کھیل ہے جس کا ہمیں بخوبی علم ہے۔ ہمیں علم ہوتا ہے جب وہ یہ کھیل کھیلتے ہیں۔ جب مسٹر حق کو دشوار حالات کا سامنا ہوتا ہے تو یا تو انہیں مہلت کی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے یا وہ بیمار پڑ جاتے ہیں۔

مجلس عاملہ نے انہیں مہلت دینے سے انکار نہیں کیا کیونکہ مجلس عاملہ ایک سمجھدار' ذمہ دار اور محتاط ادارہ ہے۔ انہیں فیصلہ کرنے کے لئے دس دن کا وقت دے دیا گیا۔ انہیں اس امر کی اطلاع دے دی گئی کہ اگر انہوں نے دس دن کے اندر اندر استعفیٰ نہ دیا تو ان کے خلاف انضباطی کارروائی کی جائے گی۔ بہت سی چالوں اور حربوں کے بعد انہوں نے ڈیفنس کونسل سے استعفیٰ دینے کا فیصلہ کیا لیکن بعد از خرابی بسیار۔ انہوں نے ۸ ستمبر ۱۹۴۱ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے سیکرٹری کے نام جو خط لکھا اس کا متن آپ سب نے پڑھ لیا ہو گا۔ انہوں نے صدر' مجلس عاملہ اور آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے خلاف بہت سے ذلیل' اوچھے' بے سروپا اور ناروا الزمات عائد کئے۔ یاد رہے کہ اس وقت تک کونسل نے تو مسٹر فضل الحق کے اقدام کے معاملے پر غور بھی نہیں کیا تھا۔ قدرتی طور پر کسی بھی خوددار تنظیم کے لئے یہ ناممکن بات تھی کہ وہ کسی کو اپنے صدر' مجلس عاملہ اور کونسل کے خلاف ایسے اہانت اور توہین آمیز الزامات لگانے دے۔ پھر انہوں نے ملک کے ہر معزز مسلمان کا صبر آزمانے کا شغل جاری رکھا اور آخرکار' آپ کہہ سکتے ہیں' انہوں نے مسلم لیگ کے مطالبہ کی اصل نہ سہی روح کے سامنے سپر ڈال دی۔ دوبارہ اظہار وفاداری اور یقین دہانیوں کے بعد کہ ان کا مقصد صدر یا کسی اور رکن کی بے عزتی کرنا نہیں تھا' ہم سے درخواست کی کہ اس سارے واقعہ کو ختم سمجھا جائے۔ مجلس عاملہ نے اس فراخ دلی کے ساتھ جو ایک عظیم تنظیم کے شایان شان ہوتی ہے ان کی درخواست کو قبول کر لیا اور سارے معاملے کو ختم قرار دے دیا۔ ابھی اس فائل کو ایک طرف رکھا ہی گیا تھا کہ بنگال میں بے حد حیران کن واقعات رونما ہوئے۔ جن سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں تھی کہ مسٹر فضل الحق نے ان کی ان تھک اور مفصل تیاری مہینوں سے کر رکھی تھی۔

ترقی پسند

انہوں نے اپنی قیادت میں مجلس قانون ساز کے چند ارکان کا ایک ترقی پسند گروپ بنانے کی حوصلہ افزائی کی۔ خواتین و حضرات: یاد رکھئے' اس وقت مسٹر فضل الحق مسلم لیگ کے ایک رکن تھے۔ صوبائی مسلم لیگ کے صدر تھے' مجلس قانون ساز میں مسلم لیگ پارٹی کے قائد تھے اور مخلوط پارٹی کے سربراہ تھے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل اور مجلس عاملہ کے رکن تھے۔ مزید انہوں نے

بنگالی زبان میں "نوجوگ" کے نام سے ایک روزنامہ شروع کیا جس پر جلی حروف میں تحریر تھا "زیر اہتمام مسٹر اے۔ کے۔ فضل الحق" اس کی حکمت عملی مسلم لیگ اور اس سب کچھ کو جس کی وہ حامی تھی گالی دینا تھی۔

گذشتہ وزارت کے استعفیٰ کے بعد وہ دستخط جمع کرنے کی مہم پر نکل کھڑے ہوئے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ انہوں نے مجلس قانون ساز کے ۱۱۹ ارکان کے دستخط جمع کئے اور گورنر کو درخواست دی کہ "ترقی پسند مخلوط پارٹی" کے قائد کی حیثیت سے انہیں وزارت مرتب کرنے کی دعوت دی جائے۔ متفرق اور متصادم سیاسی اور اقتصادی مفادات کی ایک پارٹی' ایک پارٹی جسے مسلمانوں کی یکجہتی تباہ کرنے اور ان کی صفوں میں افراتفری پھیلانے کے لئے راتوں رات کھڑا کر دیا گیا' میں آپ سے پوچھتا ہوں—— میں نے آپ کو بہت سی تفصیلات نہیں بتائیں—— میں آپ سے آپ کا فیصلہ طلب کرتا ہوں' کیا یہ نہ صرف مسلم لیگ کے ساتھ بلکہ بنگال کے اور سارے ہند کے مسلمانوں کے ساتھ زبردست غداری نہیں ہے؟ کیا یہ اس مخلوط پارٹی کے ساتھ غداری اور بے وفائی نہیں تھی جس کے وہ ساڑھے چار برس تک قائد رہے۔ جی ہاں' یہ تھی۔

گورنر اور بحران

آیئے اب ہم اس موقف کو سمجھنے کی کوشش کریں جو ہز ایکسی لینسی گورنر نے اس بحران میں اختیار کیا۔ کیا ہم یہ باور کر سکتے ہیں کہ گورنر ان حقائق سے بے خبر تھے جو میں نے آپ کے سامنے پیش کئے ہیں' یہ کہ وہ موجودہ صورت حال کی حقیقت کے بارے اس سے کہیں زیادہ نہیں جانتے جس قدر ہم جانتے؟ ہمارے پاس کوئی خفیہ محکمہ نہیں ہے لیکن گورنر کے پاس ہے۔ گورنر نے اس روایت پر عمل کرنے کی بجائے جو برطانوی پارلیمان میں قائم ہے کہ وہ سب سے بڑی پارٹی کے رہنما کو دعوت دیتے' انہوں نے اس شخص کو دعوت دی جو حکومت بنگال کا سربراہ ہوتے ہوئے بھی سازش میں مصروف ہے' ایک شخص جو دعوت ملنے سے قبل کاسہ گدائی ہاتھ میں لے کر اپنی حمایت کی بھیک مانگتا پھر رہا ہے۔ یہ وہ عمل ہے جو میرے نزدیک اس شخص کی عزت اور وقار کے منافی اور نامناسب ہے' جو قیادت کا دعوے دار ہے۔ ایک شخص جس نے قائد بننے کے لئے گورنر کو درخواست دی' ایک شخص جس نے گورنر کو عرضداشت دی کہ اسے وزارت سازی کے لئے دعوت دی جائے۔ میں زور دے کر کہتا ہوں کہ میرے خیال میں اس طرح کے عمل کی حوصلہ افزائی سے دنیا کا کوئی بھی پارلیمانی نظام آشنا نہیں ہو گا۔ صرف کہنے سے کم از کم بیشتر' دستخط جمع نہیں ہو جاتے۔ اس کے لئے وعدے وعید کرنے پڑتے ہیں۔ کیا یہ آپ کے قانون سازوں میں

بدعنوانی کے عمل کی حوصلہ افزائی نہیں ہے؟ مخلوط پارٹی کی شکست و ریخت کے بعد ہزایکسی لینسی گورنر کو سب سے بڑی واحد جماعت کے قائد کو دعوت دینی چاہئے تھی۔ جو بلاشبہ مسلم لیگ پارٹی تھی۔ اس کے قائد سر ناظم الدین کو پہلے دعوت دی جانی چاہئے تھی۔ انہیں پہلا فرد ہونا چاہئے تھا جو گورنر کو یہ بتاتے کہ وہ وزارت ترتیب دے سکتے ہیں یا ترتیب نہیں دے سکتے۔ سر ناظم الدین ایک ذمہ دار رہنما ہیں اور ان کی شہرت بھی بے داغ ہے۔ اس دستور کے نافذ ہونے سے بہت پہلے وہ ذمہ دار عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ موجودہ دستور کے روبہ عمل آنے سے وزارت کے استعفے کے وقت تک وہ نہایت اہم قلمدان یعنی داخلہ کے نگران رہے۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ ان کا ریکارڈ بے داغ ہے' وہ ذمہ دار آدمی ہیں اور اپنے کیریئر کی اپنی ذمہ داریوں سے عزت مندانہ طریقے سے عہدہ برآ ہوئے ہیں۔ یہ فیصلہ کرنا سر ناظم الدین کا کام تھا کہ وزارت مرتب کرنے کی دعوت قبول کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر وہ غلطی کرتے اور گورنر سے کہتے کہ "ہاں میں کر لوں گا" اور اگر وہ ناکام ہو جاتے یا عدم اعتماد کی تحریک پر شکست کھا جاتے تو جنازہ لیگ کا نکلتا نہ کہ گورنر کا۔ گورنر نے انہیں جنازے کا سامنا کرنے کا موقع نہیں دیا اور جیسا کہ میں نے چند منٹ پہلے کہا اور اس شخص کو دعوت دے دی جو ۱۱۹ ارکان کے دستخطوں کے اوپر لکھی ہوئی درخواست ہاتھ میں لئے کھڑا تھا اور یہ دستخط کس طرح حاصل کئے گئے؟ یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ پھر یہ زبردست انسان بھی اپنی زبردست اکثریت کے باوصف ہزایکسی لینسی کو وزراء کی مکمل فہرست نہ دے سکا۔ نام قسطوں میں دیئے گئے۔ ہرچند کہ ان کے پاس کافی وقت تھا وہ وزراء کی مکمل فہرست کے ساتھ مجلس قانون ساز کا سامنا نہیں کر سکا۔

موجودہ وزارت

آج بنگال میں ۹ وزیر ہیں اور یقین کیجئے کہ مجھے ذرا بھی حیرت نہیں ہو گی اگر یہ نو' وقت کے ساتھ ساتھ' بڑھتے بڑھتے' آسمان کے ستاروں کی تعداد بن جائے' جب کبھی مسٹر فضل الحق اسے مناسب حال تصور کریں یا جب کبھی وہ اقتدار کو اپنے ہاتھوں میں سے پھسلتا ہوا محسوس کریں گے۔ میری کلکتہ میں آمد کے وقت وزارت کا ایک انوکھا اور مضحکہ خیز فیصلہ اخبارات میں شائع ہوا۔ بیان کیا گیا کہ حکومت تیرہ سائق (Whips) مقرر کر رہی ہے (مداخلت اور آوازیں : سترہ' سترہ) جب میں کلکتہ پہنچا تو تعداد ۱۳ تھی سراج گنج میں ۱۷ پر پہنچ گئی۔ اب خدا ہی جانتا ہے کہ اس میں بعد میں کتنا اضافہ ہو گا! میں گورنر سے کہتا ہوں کہ کیا وہ دنیا کی کسی مجلس قانون ساز کی مثال پیش کر سکتے ہیں جہاں ۲۵۰ کے ایوان کے لئے ۱۷ سائقوں کی ضرورت ہو۔ میں گورنر سے دریافت

کرتا ہوں کہ کیا ان کے اپنے ملک میں ۶۰۰ سے زیادہ ارکان پر مشتمل پارلیمان میں ۱۷ سائق ہیں؟

مجھے معلوم نہیں کہ کتنے پارلیمانی سیکرٹری مقرر کئے جائیں گے۔ ہم فرض کئے لیتے ہیں کہ ۱۷ پارلیمانی سیکرٹری مقرر کئے جائیں گے۔ پھر وزراء جمع پارلیمانی سیکرٹری جمع سائق جمع دو چار نوکریاں ادھر ادھر میزان ۵۰ پر پہنچ جائے گا اور ان لوگوں کو مجلس میں براہ راست سرپرستی کے ذریعہ یکجا رکھا جائے گا۔ لہٰذا ۱۱۹ میں سے مسٹر فضل الحق کے ساتھ تقریباً پچاس افراد ایسے ہوں گے جو صرف نوکریوں کی وجہ سے ـــ ان کے ساتھ ہوں گے۔ خواتین و حضرات' یہ ہے وزارت کی صورت حال جو آج بنگال میں برسراقتدار ہے۔

اب میں ایک اور اہم معاملہ کی طرف آتا ہوں کیونکہ اس معاملے کا صوبے کے مسلمانوں کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ مسلم لیگ پارٹی حزب اختلاف میں ہے۔ لہٰذا جب تک یہ دستور نافذ العمل ہے اسے یہ حق حاصل ہے کہ مسلمانوں تک رسائی حاصل کرے اور اپنے رائے دہندگان سے برسراقتدار حکومت کے کرتوتوں کے خلاف اپیل کرے۔ ہم ہندوؤں کے معاملے میں بالکل مداخلت نہیں کر رہے۔ ہم اپنے لوگوں کے پاس جا رہے ہیں' اور یقیناً ہمیں یہ حق حاصل ہے۔ ہم رائے دہندگان کو مسٹر فضل الحق کی بے وفائیوں سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم انہیں یہ بتا دینا چاہتے ہیں اور ان پر ثابت کر دینا چاہتے ہیں کہ کس طرح مسٹر فضل الحق بنگال کے مسلمانوں کو اور سارے ہند کے مسلمانوں کو بے اندازہ نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ہم انہیں سچ بتانا چاہتے ہیں اور مسٹر فضل الحق اس سے نفرت کرتے ہیں۔ ہم ان سے کہنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے مجلس قانون ساز میں جن نمائندوں کو بھیجا ہے' ان سے مطالبہ کریں کہ وہ ہوش میں آ جائیں۔ ہم انہیں بتانا چاہتے ہیں کہ یہ لوگ مسلم مفادات پر مہلک ضرب لگا رہے ہیں۔ یقیناً ہمیں اس حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ کسی بھی ملک میں جہاں دستوری طرز کی حکومت رو بہ عمل ہو' اس بنیادی حق سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے لوگوں پر ظلم و ستم ڈھائے جا رہے ہیں اور ان پر مقدمے چلائے جا رہے ہیں۔ ملک کے ضابطہ فوجداری کو غلط طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ قانون دفاع ہند کو جس کے استعمال کی اجازت صرف خاص معاملات اور حالات میں ہے کا کھلم کھلا ناجائز استعمال ہو رہا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہوں۔ یہ حکومت بنگال ہے یا بنگال پر غلط حکمرانی کرنے والی حکومت ہے جو گدی پر قابض ہے۔ یہ دیکھنا ہز ایکسی لینسی گورنر کی خصوصی ذمہ داری ہے کہ ان کے وزراء اقتدار کا ناجائز استعمال نہ کریں۔ گورنر جس قدر جلد اس معاملے میں اقدام کریں گے صوبے کے امن وامان کے معاملے میں اسی قدر بہتر ہو گا۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ ہمیں لوگوں کے

سامنے جانے سے روکنے کی ہر کوشش کی جا رہی ہے۔ صوبے میں کسی اور کے مقابلے میں فضل الحق زیادہ بہتر طور پر محسوس کرتے ہیں کہ بنگال کے مسلمانوں کی ۹۹ فیصد تعداد ان کے اور ان لوگوں کی مخالف ہے جنہوں نے مسلمانوں کے مفادسے غداری کی ہے۔ ان میں کھلم کھلا عوام کے سامنے جانے اور ان کے سامنے اپنا معاملہ پیش کرنے کی جرات نہیں ہے۔ وہ ہمیں باز رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم سچ بتانا چاہتے ہیں وہ غلط بیانی کرتے ہیں۔

وہ قانون دفاع ہند اور دیگر فوجداری قوانین کا بے جا استعمال کر کے دستوری تحریک کو دبانا چاہتے ہیں۔ مجھے اس پلیٹ فارم سے یہ کہنے کی اجازت دیجئے اور میں پوری ذمہ داری اور بغیر کسی پس و پیش کے کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ہز ایکسی لینسی مداخلت نہیں کرتے اور اگر یہ شرمناک حکمت عملی جاری رہی تو بنگال میں ایسی صورت حال پیدا ہو جائے گی جس کا مشاہدہ نہ کسی حکومت نے اور نہ ہی بنگال کی اس منحوس حکومت نے کبھی کیا ہو گا۔ بنگال میں ایسی صورت حال رونما ہو گی جس کی انگریزی راج کی تاریخ میں دوسری مثال نہ مل سکے گی۔ یہ منحوس وزارت نہ ہمیں دبا سکے گی' نہ کچل سکے گی اور نہ ہی خوفزدہ کر سکے گی۔ ایک وزارت جو مسلمانوں کی نمائندگی نہیں کرتی' ایک وزارت جس کے وزیراعلیٰ اور مسلمان وزیروں کو مسلمانوں کا اعتماد حاصل نہیں بلکہ وہ اسے مکمل طور پر ضبط کرا چکے ہیں۔ میں یہ بھی امید کرتا ہوں کہ جلد ہی وائسرائے کی آنکھیں کھل جائیں گی اور انہیں اس نئی صورت حال کا احساس ہو جائے گا' جو بنگال میں رونما ہوئی ہے۔

اگر کوئی جماعت ہمارے اس دعوے کو چیلنج کرنا چاہتی ہے کہ صرف ہم ہی مسلمانان بنگال کی نمائندگی کرتے ہیں تو آیئے اس اسمبلی کو توڑ دیتے ہیں اور دوبارہ انتخابات کرا لیتے ہیں۔ آئیں ہم اپنے لوگوں کے پاس جاتے ہیں اور ہم یہ ثابت کر دیں گے کہ ہمارے دعوے میں کوئی مبالغہ نہیں' بلکہ یہ بالکل درست ہے۔ میں نے اس کو اپنا فرض منصبی سمجھا اور اپنی بہت سی مصروفیات کو تج کر مسلمانوں سے اپیل کرنے کے لئے بنگال آیا ہوں۔ انہیں یہ بتانے کے لئے کہ اصلاح احوال ان کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ اتحاد کے بل پر مسلمان جو چاہتے ہیں حاصل کر سکتے ہیں۔ مسٹر حق اور ان کی وزارت کو شکست دینا اتنا ہی سہل ہے جتنا لکڑی کا ایک کندا گرانا۔ مجھے اس بات کا یقین نہیں تھا کہ مسلم بنگال نے مسٹر حق کی چال میں مضمر خطرہ کا ادراک اور احساس کر لیا ہے۔ اسی وجہ سے میں یہاں آیا اور مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ بنگال کے ۹۹ فیصد مسلمان مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اور انہوں نے اس کھیل کو سمجھ لیا ہے۔ کلکتہ کے مسلمانوں نے اور صوبے کے اطراف و اکناف سے سراج گنج میں جمع ہونے والوں نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ بنگال کے مسلمان مضبوطی کے ساتھ اور متحد ہو کر ہمارے اس عظیم پرچم تلے کھڑے ہو جائیں

گے' اور مجھے یقین ہے کہ ہم کامیاب ہوں گے۔

مسلم لیگ کا وجود وزراء اور وزارتوں کا مرہون منت نہیں۔ برعکس ازیں یہ وزراء اور وزارتیں ہیں جن کا وجود صرف اسی صورت میں برقرار رہ سکتا ہے کہ مسلم لیگ انہیں منظور کرلیتی ہے (مرحبا) میں اس بات کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم کسی کو اس امر کی اجازت نہیں دیں گے کہ وہ وزیر بننے کے لئے مسلم لیگ کا استحصال کرے' اور ذاتی اغراض کو بروئے کار لانے کے لئے لیگ کو زینے کے طور پر استعمال کرے۔ میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ یہ بات واضح ہو جانی چاہئے اس وقت' یہاں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ اس ضمن میں کوئی غلط فہمی نہیں رہنی چاہئے۔ ہم لوگوں کو دبے پاؤں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اور اس سے قبل کہ کوئی شخص اس طرح کا قدم اٹھاتا ہے ہم اس کا اہتمام کریں گے کہ اسے الٹے پاؤں واپس کر دیا جائے۔

خواتین و حضرات' میں نے آج بنگال کے معاملہ پر کافی گفتگو کر لی ہے۔ اجازت دیجئے کہ میں دیگر اہم امور کی جانب بڑھوں۔ ہمیں کل ہند گیر مسائل پر بھی غوروخوض کرنا ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں ان کے بارے میں آپ کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار نہ کروں تو اپنے فرض کی ادائیگی میں ناکام رہوں گا۔

جہاں تک کانگرس کا تعلق ہے میں دیکھتا ہوں کہ ان کی زبان اور لہجے میں کم جارحیت اور کم تکبر ہے۔ مسٹر راج گوپال اچاریہ کی حالیہ تقریروں میں میں دیکھتا ہوں—— میں ان کے خیالات کا اظہار اپنی زبان میں نہیں کروں گا بلکہ ان کا حوالہ انہیں کے الفاظ میں دوں گا—— یہ ان کی نوازش ہے کہ انہوں نے مجھے خراج تحسین پیش کیا۔ اس پر میں ان کا شکر گزار ہوں۔ "ان امور کے بارے میں' حکومت اور عوام اور اہم سیاسی جماعتوں کے درمیان کوئی تصفیہ نہ ہو سکا جو مہاتما گاندھی اور قائداعظم محمد علی جناح جیسے عالی مرتبت انسانوں کی تحویل میں ہیں۔ یہ کوئی چھوٹے افراد نہیں۔ ایک تقریباً اتنا ہی معروف ہو گیا ہے جتنا کہ دوسرا' اور دونوں کو ملک میں زبردست مقبولیت حاصل ہے۔ لوگ آنکھیں بند کر کے ان دونوں کی پیروی کرتے ہیں' اسے اسی طرح سے رہنے دیجئے' یہ سچے پیرو ہیں۔"

لفظ "سچے پیرو" پر توجہ کیجئے۔ مسٹر راج گوپال اچاریہ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کے صدر کے پیروکار سچے ہیں۔ مجھے اس پر فخر ہے اور میں اسے اپنے لئے ایک اعزاز سمجھتا ہوں۔ سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے وہ کہتے ہیں:

"پھر یہاں ہندوؤں اور مسلمانوں کی دو طاقتور اور مقبول عام تنظیمیں موجود ہیں۔ دونوں حکومت کے خلاف برسرپیکار ہیں اور لہٰذا حکومت کے جملہ اعمال کے خلاف" یہ حقائق ہیں۔

یہ پہلا موقع ہے کہ کانگرس کے صف اول کے رہنماؤں میں سے ایک کو یہ اعتراف کرنے کی جرات ہوئی اور یہ صاف گوئی تھی کہ کانگرس ایک ہندو تنظیم ہے اور اس نے صداقت کا اعلان کر دیا۔ میں مسٹر گاندھی سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ صداقت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں اور یہ اعلان کر دیں کہ کانگرس ہندوؤں کی نمائندگی کرتی ہے اور مسلم لیگ مسلم ہند کی۔ صرف اسی صورت میں یہ امید استوار کی جا سکتی ہے' یہ دو گروہ برابری کی شرط پر مل بیٹھیں اور بجز اس کے وہ کسی اور شرط پر نہیں مل سکتے۔

پاکستان

اب میں اگلے نکتے کی طرف آتا ہوں یعنی پاکستان۔ ہم نے بہت سی دلیلیں سنی ہیں لیکن پنڈت جواہر لعل نہرو جو ہمیشہ بین الاقوامی نقطہ نظر سے سوچتے ہیں ان کے تازہ ترین بیان میں ہمیں کیا ملتا ہے؟ وہ کیا کہتے ہیں؟ وہ ان منحوس دلائل کو نہیں دہراتے جو ان کے رفقائے کار اور دیگر بیشتر ہندو رہنما طوطے کی طرح رٹتے رہتے ہیں۔ وہ ہند کے نقطۂ نظر سے نہیں سوچتے۔ ان کے نزدیک ہند موجود ہی نہیں ہے۔ اجازت دیجئے کہ میں ان کی اس تقریر سے ایک اقتباس پڑھ دوں' جو ماہ رواں کی ۲ تاریخ کو اخبارات میں شائع ہوئی۔

انہیں اس بات پر حیرت ہوئی ہے کہ "مسلم لیگ کس طرح ہند کو تقسیم کرنے اور ایک علیحدہ مسلم بلاک قائم کرنے کی بات کرتی ہے' جبکہ کچھ اسلامی ممالک جو علیحدہ مسلم بلاک تھے اپنی آزادی سے محروم ہو چکے ہیں۔ جو لوگ اس طرح کی تقسیم کی بات کرتے ہیں انہوں نے دنیا میں رونما ہونے والے واقعات کی جانب سے اپنی آنکھیں موند رکھی ہیں اور کان بند کر رکھے ہیں اور جنگ سے سبق لینے سے انکاری ہیں۔" انہیں اس بات پر بھی حیرانی ہے کہ "ہند میں ایک مسلم بلاک کس طرح اپنے پیروں پر کھڑا رہ سکتا ہے جب کہ آج کی دنیا میں بڑی قومیں بھی تنہا اپنے پیروں پر کھڑی نہ رہ سکیں۔"

میں مسٹر نہرو سے صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ ہمیں آپ اپنی خبرگیری کرنے دیجئے اور ہمیں بنفس نفیس اس امر کا مشاہدہ کر لینے دیجئے کہ ہم اپنے پیروں پر کھڑے رہ سکتے ہیں یا نہیں۔ کیا میں ان سے یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ پورا ہند کیسے تنہا کھڑا رہ سکتا ہے جب کہ آج کی دنیا میں بڑی قومیں تنہا کھڑی نہ رہ سکیں؟

بحث و تمحیص

اب میں اس بحث و تمحیص سے نمٹوں گا جو ہند کے موجودہ اور آئندہ دستور کے ضمن میں ابھی تک جاری ہے۔ عملی معاملہ جس کی فوری اہمیت ہے اور جس پر زور دیا جا رہا ہے' یہ ہے کہ

فوری طور پر کیا کیا جانا چاہئے۔ اس ضمن میں مَیں آپ کو بتاؤں گا کہ آج صورت حال کیا ہے۔ ایک طرف تو برطانوی حکومت اگست کی پیشکش پر مضبوطی کے ساتھ جمی ہوئی ہے۔ ۸ اگست کا اعلانیہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک حصہ ہند کے آئندہ دستور کے بارے میں ملک معظم کی حکمت عملی پر مبنی ہے۔ دوسرا حصہ ہے بڑی سیاسی جماعتوں کو وائسرائے ایگزیکٹو کونسل میں اپنے نمائندے بھیجنے پر آمادہ کر کے گورنر جنرل کی ایگزیکٹو کونسل کو ہندوستانی بنانا ہے۔ جب نوبت قطعی پیشکش پر پہنچی اور آپ کو معلوم ہے کہ وہ پیشکش کیا تھی؟ تو کانگرس نے قطعی اور واضح طور پر اعلان کیا کہ وہ مرکز اور صوبوں میں کسی ایسی تبدیلی کے تعلق میں فریق نہیں بن سکتی جب تک کہ یہ تبدیلی موجودہ دستور کے ڈھانچے کے اندر ہو۔ انہوں نے اس اساسی اصول کو ہی مسترد کر دیا جس پر ملک معظم کی حکومت کی تجویز کی بنیاد استوار کی گئی تھی۔

تاہم دیگر ہندو تنظیمیں ہیں مثلاً ہندو مہاسبھا۔ لبرل فیڈریشن غیر جماعتی کانفرنس جسے اب سپرو کانفرنس کہا جاتا ہے' یہ تمام ہندو تنظیمیں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ وہ مختلف ناموں کی نقاب پہنتی ہیں لیکن گشت اور ہراولی جاسوسی کانگرس کی جانب سے ہی کرتی ہیں۔

ایک بھائی —— کانگرس کو سولہ آنے مطلوب ہیں۔ دوسرا کہتا ہے آغاز کار میں پندرہ آنے سے کام چل جائے گا' ایک اور کہتا ہے کہ اس کے لئے تو بارہ آنے میں بھی ترغیب و تحریص کا سامان موجود ہے۔ اور اس طرح ان کا کھیل جاری رہتا ہے۔ سب کا مقصد ایک ہی ہے۔ اگر وہ سامنے سے حملے میں کامیاب نہیں ہوتے تو وہ قومی حکومت کے قیام کے ڈھونگ کے نام پر پچھلے دروازے سے داخلے کی حکمت عملی کے ذریعہ کامیابی حاصل کرنے کا جتن کرتے ہیں۔ تجویز پاکستان کو تباہ کرنے کے ضمن میں وہ جتنے جال پھیلا سکتے ہیں پھیلانے پر تُلے بیٹھے ہیں۔

میں اعلان کرتا ہوں کہ انہیں کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہو گا۔ مسلم ہند بیدار ہے اور پُرعزم ہے۔

یہ ہندو جماعتیں بہت جوش و خروش کے ساتھ قومی کابینہ کے قیام کے خیال کی حوصلہ افزائی کر رہی ہیں' ایک قومی کابینہ جو تاج کے سامنے جوابدہ ہو' بظاہر اس بات میں بہت کم فرق نظر آتا ہے کہ ایک کابینہ تاج کے سامنے جوابدہ ہے اور ایک مجلس قانون ساز کے سامنے جوابدہ ہے۔

خواتین و حضرات یہ ایک شرارت آمیز چال ہے' درحقیقت یہ ایک باریک سی پچر لگانے کی بات ہے کیونکہ آخر وائسرائے کب تک اپنی اس کابینہ کے اکثریتی فیصلوں کو مسترد کرتے رہیں گے جو تاج کے سامنے جوابدہ سمجھی جاتی ہے؟ اور اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو پھر ہلچل پیدا ہو گی اور یہ شور برپا ہو گا کہ اکثریت کو کچلا جا رہا ہے اور یہ غوغا آسمان تک پہنچے گا کہ وائسرائے ستم ڈھا رہے

ہیں- اور یہ پروپیگنڈہ جنگل کی آگ کی طرح پھیلے گا کہ تاج کے مطلق العنان نمائندے عوام کی رائے ــــ اور یہ عوام ہندو ہوں گے ــــ سے سرتابی کر رہے ہیں- منطقی طور پر اگلا قدم یہ ہو گا کہ کابینہ کی جوابدہی کو تاج سے مجلس قانون ساز کو منتقل کر دیا جائے اور اس طرح سے تمام ملک پر غلبہ حاصل کر لیا جائے اور مسلمانوں کو ایک اقلیت کی حیثیت میں رکھا جائے- اس کھیل کو کون نہیں سمجھ سکتا؟ بادی النظر میں یہ ایک بے ضرر اور معصوم تجویز نظر آتی ہے لیکن حقیقت میں یہ ایک لطیف اور بہت ہی ناقابل اعتبار بات ہے-

جہاں تک برطانوی حکومت کا تعلق ہے آج کے دن تک وہ اگست کی تجاویز پر ڈٹی ہوئی ہے- وہ اس سے آگے نہیں جائے گی- کانگرس نے ان تجاویز کو مسترد کر دیا ہے- ہماری کیفیت یہ ہے کہ ہم نے انہیں اصولی طور پر قبول کر لیا ہے- لیکن جب تجاویز کو جامہ عمل پہنانے کا مرحلہ آتا ہے تو وہ اسے بے بضاعتی کی اس حد پر لے آتے ہیں کہ کوئی نفیس خوددار تنظیم اسے قبول نہیں کر سکتی- ہمارا موقف یہ ہے اور ہم نے اس کا ایک سے زیادہ مرتبہ اعلان کیا ہے کہ ہمیں نہ صرف مرکز میں بلکہ صوبوں میں بھی حقیقی حصہ ملنا چاہئے-

آج کانگرس ہند میں ہندو رائے عامہ کی خاصی بڑی تعداد کی نمائندگی کرتی ہے اور اگر یہ تنظیم اگست پیشکش کے اساسی اصول کو قبول نہیں کرتی تو جہاں تک ان کا تعلق ہے اگلا قدم کیسے اٹھایا جا سکتا ہے؟ پہلے وہ یہ قبول کر لیں اور مل بیٹھنے کی راہ ہموار کر لیں تب ہی تو ایک خوشگوار حل وضع کرنے کی گنجائش اور ضرورت نکلے گی- ہم اس وقت کہیں گے کہ ہمیں کیا مطلوب ہے اور وہ کہیں گے کہ انہیں کیا درکار ہے-

آخر میں مَیں بنگال کے مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ وہ مسلم لیگ کے پرچم تلے مضبوطی' اتحاد اور دل جمعی کے ساتھ کھڑے ہو جائیں- بنگال کے مسلمانو' تیار ہو جاؤ اور میں یقین دلاتا ہوں کہ فتح آپ کی ہو گی- ہمیں اعلان کر دینا چاہئے کہ جتنا چاہے ظلم و ستم ہو' جتنے چاہے مقدمے چلائے جائیں' وہ ہمیں خوفزدہ نہیں کر سکیں گے' نہ ہمیں اپنے عزم اور منزل سے ہٹا سکیں گے-

میں اس موقع پر حکام اور ان لوگوں کو جو برسراقتدار ہیں پہلے سے خبردار کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر وہ اس حکمت عملی پر کاربند رہے جو انہوں نے پچھلے مہینوں میں بنگال میں مسلم لیگ کے خلاف اختیار کر رکھی ہے تو وہ نہ صرف بنگال میں بلکہ باقی ماندہ ہند میں بھی ایسی صورت حال پیدا کر دیں گے جس کی تاریخ میں کوئی دوسری مثال نہیں ہو گی- ان کو معلوم ہو جانا چاہئے کہ ہم محض باتیں ہی نہیں کرتے بلکہ ہم ظلم کا مقابلہ کریں گے- میں انہیں انتباہ کرتا ہوں کہ وہ ہمیں

آزمائش میں نہ ڈالیں کیونکہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو پھر وہ اس دن کو روئیں گے۔

(دی ڈان' یکم مارچ ۱۹۴۲ء)

۵۔ مارشل چیانگ شیک کے پیغام پر بیان

نئی دہلی' ۲۲ فروری ۱۹۴۲ء

اخبارات کے نام ایک بیان میں قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

مجھے مارشل چیانگ شیک سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے۔ انہوں نے نہایت صاف گوئی سے مجھے بتایا کہ انہیں سیاسی مسئلہ کا کوئی علم نہیں ہے۔ البتہ انہوں نے پیغام میں برطانوی حکومت کو مشورہ دیا ہے کہ وہ ہند کو قرار واقعی سیاسی اقتدار دے دے۔ مسلم ہند بھی ہند کے تمام لوگوں کو آزادی دینے کی خواہش میں کسی فرقے سے پیچھے نہیں ہے۔ لیکن ہند قوموں کے مجموعہ پر مشتمل ہے۔ یہ کوئی ایک قومی ریاست نہیں ہے۔ اس کی دو بڑی قومیں ہندو اور مسلمان ہیں۔ علاوہ ازیں ایک تہائی ہند راجاؤں کے زیر نگیں ہے جو برطانوی ہند سے باہر ہیں اور برطانیہ عظمیٰ کے اقتدار اعلیٰ کے حوالے سے خودمختار فرمانروا ہیں۔

لہٰذا یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ مارشل نے ہند میں سیاسی صورت حال اور ہند کے دستور میں توازن کی ضرورت کو سمجھے بغیر عمومی نوعیت کی بات کی۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ان پر ان لوگوں کے خیالات حاوی ہو گئے جو ان کے ہند میں قیام کے دوران زیادہ تر انہیں گھیرے رہے اور یہ افسوسناک بات ہے کہ انہوں نے محتاط مطالعہ کئے بنا اپنے خیالات کا اظہار کر دیا جو مسلم ہند کے مفاد کے خلاف استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

درآنحالیکہ مسلم ہند اس خواہش میں کسی سے پیچھے نہیں ہے کہ ہند کے تمام لوگوں کو آزادی ملنی چاہئے۔ وہ ان لوگوں کی ریشہ دوانیوں کو قبول نہیں کر سکتا جو صرف ہندو ہند کی آزادی کی بات کرتے ہیں اور مسلمانوں کی بات نہیں کرتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ہندو بھائی آزاد ہو جائیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ وہ ہم پر حکمرانی کریں۔ ہم بھی آزاد ہونا چاہتے ہیں۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہ کون سا طریقہ ہے جس کے ذریعہ برصغیر ہند میں بسنے والی دو قوموں کو آزادی حاصل ہو جائے۔ ہم نے اس جنگ کے آغاز میں ہی بار بار یہ بات واضح کی ہے کہ یہ ہر شخص کا فریضہ ہے کہ وہ جارح کو روکے اور ہند کا دفاع کرے۔ لیکن ہم کسی ایسی تجویز کو قبول نہیں کر سکتے جس کے ذریعہ برطانوی راج کی جگہ ہندو راج لے لے۔ ہم نے یہ بات واضح کر دی

ہے کہ ہم اس بات کے لئے تیار اور آمادہ ہیں کہ جہاں جہاں ان کی اکثریت ہو وہاں ہندو ہند آزاد اور خودمختار ہو۔ اسی طرح مسلم ہند بھی اس برصغیر کے شمال مغربی اور مشرقی خطوں میں آزاد اور خودمختار ہو جہاں ہماری زبردست اکثریت ہے۔

معروضی نقطۂ نظر سے، مارشل کے الفاظ میں، ہمیں برطانوی حکومت سے یہ مطالبہ کرنا چاہئے کہ وہ فوری طور پر تجویز پاکستان کو قبول کرنے کا اعلان کر دے اور اس ملک میں ایسے حالات پیدا کر دے کہ وہ جائز طور پر ان دو عظیم قوموں کا تعاون طلب کر سکے۔ ایسے حربوں کے بغیر جن کے ذریعہ ایسا دستور معرض وجود میں آ جائے جس کی وجہ سے مسلم ہند، ہندو ہند کی ایڑی تلے آ جائے۔ اس وقت تک ہندو ہند کے رہنماؤں نے ہی مشکل پیدا کی ہے، جو یہ تدبیریں کر رہے ہیں کہ مسلم ہند، ہندو راج کے زیر نگیں آ جائے۔

اس نکتہ پر کوئی اختلاف نہیں کہ ہند کی جملہ اقوام کو آزادی مل جائے۔ لیکن ہماری خواہش یہ ہے کہ ہندو اور مسلمان دونوں قومیں مساوی طور پر اپنے اپنے اوطان اور علاقوں میں آزاد ہوں۔ اس مرحلہ پر برطانوی حکومت کی طرف سے کوئی ایسی کوشش جو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر مسلم ہند کے مطالبہ پاکستان کے لئے ضرر رساں ہو، وہ ہند میں اس سنگین موقع پر زبردست تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہو گی۔ (دی ڈان، یکم مارچ ۱۹۴۲ء)

۶۔ مسٹر سی۔ راج گوپال اچاریہ کے جواب میں بیان

نئی دہلی، ۲۳ فروری ۱۹۴۲ء

مسٹر جناح نے ایک بیان میں کہا ہے کہ "اگر مسٹر راج گوپال اچاریہ کو کانگرس کی جانب سے اختیار اور منظوری حاصل ہو جائے—— جس سے وہ اس وقت محروم ہیں—— اور وہ کسی بنیاد یا کسی مشترکہ اساس کی نشاندہی کریں اور پھر انہیں یہ پتہ چلے کہ مسلم لیگ ایک ناممکن رویہ اختیار کر رہی ہے تب انہیں یہ زیب دے گا کہ وہ ہم پر کوئی الزام دھریں۔"

قائداعظم مسٹر راج گوپال اچاریہ کی اس تقریر کا حوالہ دے رہے تھے جو جمعہ کے اخبارات میں شائع ہوئی اور جس میں مسٹر جناح کے اس خطاب کا ذکر کیا گیا تھا جو انہوں نے حال ہی میں بنگال مسلم لیگ کانفرنس منعقدہ سراج گنج سے کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ انہوں نے سراج گنج میں مسٹر راج گوپال اچاریہ کی اس تقریر سے ایک اقتباس پیش کیا تھا جو انہوں نے تمبارم کے مقام پر کی اور جو ۲۲ جنوری کے "ہندو" مدراس میں شائع ہوئی۔

اقتباس جس کا میں دوبارہ حوالہ دیتا ہوں اپنے منہ آپ بولے گا۔ اس رپورٹ کے مطابق

مسٹر راج گوپال اچاریہ نے کہا کہ ان امور کے بارے میں حکومت اور اہم سیاسی جماعتوں کے درمیان کوئی تصفیہ نہ ہو سکا جو مہاتما گاندھی اور قائداعظم محمد علی جناح جیسے عالی مرتبت انسانوں کی تحویل میں ہیں۔ یہ کوئی چھوٹے افراد نہیں ہیں۔ ایک تقریباً اتنا ہی معروف ہو گیا ہے جتنا دوسرا اور دونوں کو ملک میں زبردست مقبولیت حاصل ہے۔ لوگ آنکھیں بند کر کے ان دونوں کی پیروی کرتے ہیں' اسے اسی طرح رہنے دیجئے' یہ سچے پیرو ہیں۔ پھر یہاں ہندوؤں اور مسلمانوں کی دو طاقتور اور مقبول عام تنظیمیں موجود ہیں۔ دونوں حکومت کے خلاف اور حکومت کے جملہ اعمال کے خلاف برسرپیکار ہیں۔

بسلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے قائداعظم نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر راج گوپال اچاریہ کا مجھ پر یہ الزام لگانا کہ میں کوئی رکاوٹ ڈال رہا ہوں یا کانگرس کے ساتھ سمجھوتہ کرنے سے انکار کر رہا ہوں میرے ساتھ ان کی بہت بڑی ناانصافی ہے۔ کانگرس نے اپنے اصل موقف سے اور اس مطالبے سے انچ بھر بھی انحراف نہیں کیا کہ ہند کو فوری طور پر مکمل آزادی دینے کا اعلان کر دیا جائے اور عوام کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ حق بالغ رائے دہی کے تحت منتخب شدہ مجلس دستور ساز کے ذریعہ سے اپنا دستور خود وضع کر لیں۔ اور اس نے بار بار موجودہ دستور کے ڈھانچے کے اندر رہتے ہوئے کسی تصفیہ کی اساس کو مسترد کیا ہے۔ یہ میرے ساتھ یا مسلم لیگ کے ساتھ انصاف نہیں ہے کہ وہ ایک جلسہ عام میں کسی سوال کرنے والے کو مطمئن کرنے کے لئے ایسا بیان دیں جیسا کہ انہوں نے دیا۔ (دی ڈان' یکم مارچ ۱۹۴۲ء)

۷۔ پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے نام پیغام
سالانہ اجلاس کے موقع پر
راولپنڈی ۲۷ فروری ۱۹۴۲ء

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرا دل آپ کے ساتھ ہے اور یہ کہ میں بساط بھر مسلمانوں کی ترقی اور اس مقصد کے لئے کام کر رہا ہوں جو ہم سب کو عزیز ہے۔ مجھے توقع ہے کہ آپ بھی جو نیک کام کر رہے ہیں اسے جاری رکھیں گے۔

مجھے اس ضمن میں کوئی شک نہیں کہ چودھری خلیق الزماں کی زیر صدارت اور ان دیگر رہنماؤں کی موجودگی میں جو بلاشبہ وہاں جمع ہوں گے آپ کا سالانہ اجلاس بہت کامیاب رہے گا۔

ہمیں بہت بڑی حد تک اپنے عوام کی سخت ناپسندیدہ رجعت پسند عناصر سے گلوخلاصی کرانی ہے۔ اور یہ بھی کوئی کم تر درجہ کی بات نہیں کہ ہمیں اس مخصوص حلقے کا ناخوشگوار اثر اور خوف

بھی زائل کرنا ہے جو مولاناؤں اور مولویوں کا روپ دھارا کرتے ہیں۔ ہم نے یہ کوششیں بھی کی ہیں کہ ہم اپنی جدوجہد میں اپنی خواتین کو اپنے ساتھ لے کر چلیں اور بہت سے مقامات پر جہاں میں گیا انہوں نے زبردست دلچسپی لی اور متعدد تقریبات اور اجتماعات میں شرکت کی۔ ہمیں سیاسی سطح پر آل انڈیا مسلم لیگ کی حکمت عملی اور پروگرام کو بروئے کار لانا ہے' اور اسے چلانا ہے۔

پانچ برس کی مدت میں ہم سارے ہند میں مسلمانوں کو اس طور پر منظم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں جیسا کہ وہ گذشتہ ڈیڑھ صدی کے دوران کبھی نہیں ہوئے تھے۔ اب وہ اس انداز سے بیدار ہو گئے ہیں اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے ہیں کہ جس نے ہمارے مخالفین کو حیران اور بدحواس کر دیا ہے۔ مسلمانوں نے اپنی بے حسی' اپنی ذلیل مایوسی اور بے ہمتی کو' جس میں وہ حد درجہ ڈوبے ہوئے تھے' جھٹک دیا ہے۔ انہوں نے یہ محسوس کرنا شروع کر دیا ہے کہ وہ بھی ایک قوت ہیں۔ وہ ایک ایسی توانائی اور امکانات کے امین ہیں جس کا ابھی تک انہوں نے احساس نہیں کیا۔ اور اگر صرف وہ اپنے معاملات کو اپنے ہاتھوں میں لے لیں اور اتفاق اور اتحاد کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں تو ایسی کوئی طاقت نہیں جو ان کے عزم بالجزم کا مقابلہ کر سکے۔

فوری ضرورت

سیاسی پروگرام سے قطع نظر ہمارے لئے اہم اور فوری ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس اقتصادی' معاشرتی اور تعلیمی پروگرام کو روبہ عمل لانے کے لئے قدم اٹھائیں جس کی لکھنؤ میں آل انڈیا مسلم لیگ کی قرارداد میں نشاندہی کی گئی ہے۔ کسی قوم یا فرقے کی صحیح اساس اقتصادی اور معاشرتی ترقی اور لوگوں کی تعلیم پر ہی استوار ہوتی ہے۔ لہٰذا میں مختلف صوبوں میں صوبائی اور ضلعی مسلم لیگوں کے رہنماؤں پر زور دوں گا کہ وہ فوری طور پر ان مختلف امور پر کام شروع کر دیں جن سے ہمارے عوام کی اقتصادی اور معاشرتی ترقی ہو سکے۔

ایک بار پھر میری مسلمانوں سے یہی اپیل ہو گی: کسی پر تکیہ نہ کیجئے آپ کو اپنی ہی ذاتی طاقت پر انحصار کرنا چاہئے! مسلمانوں نے ابھی تک یہ محسوس ہی نہیں کیا کہ وہ کس قدر قوت اور طاقت کے مالک ہیں بشرطیکہ وہ صحیح طور پر ایک مضبوط قوم کی طرح سے منظم ہو جائیں۔ ہمیں بہت سا ابتدائی نوعیت کا کام کرنا ہے اور صعوبتیں اٹھانی ہیں۔ ہمارے مخالفین ہمیں دبانے کے لئے ہر ممکن حربہ استعمال کریں گے۔ وہ ہم پر ظلم و ستم بھی ڈھا سکتے ہیں۔ لیکن مجھے پورا اعتماد ہے کہ ہم اس بھٹی سے اتنا زیادہ خالص' بہتر اور طاقتور ہو کر نکلیں گے جتنے پہلے کبھی نہیں تھے۔

میں اب مسلم نوجوانوں سے خطاب کروں گا۔ یاد رکھئے کہ آج جو کچھ ہو رہا ہے کل آپ کو اس کی عنان سنبھالنی ہو گی۔ پس کیا آپ نے ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے جو

آپ کے کاندھوں پر پڑنے والی ہیں' اپنی تربیت حاصل کر لی ہے' خود کو نظم و ضبط کا خوگر بنا لیا ہے اور مناسب طور پر لیس کر لیا ہے؟ اگر نہیں' تو آگے بڑھئے اور اس کام کو آج سرانجام دے لیجئے۔ یہی مناسب وقت ہے۔ اور میں آپ کی ہر کامیابی کے لئے دعاگو ہوں۔

(دی ڈان' ۸ مارچ ۱۹۴۲ء)

۸۔ برقیہ بنام مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ

نئی دہلی ۶ مارچ ۱۹۴۲ء

قائداعظم محمد علی جناح نے حسب ذیل برقیہ مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ کے نام ارسال کیا را سے بغرض اشاعت اخبارات کو جاری کر دیا:

"مرکزی مجلس قانون ساز کی مسلم لیگ پارٹی ان اطلاعات کو گہرے اضطراب اور تشویش کی نظر سے دیکھتی ہے جن کے مطابق ملک معظم کی حکومت اور برطانوی پارلیمان کو دستوری تبدیلیوں کے بارے میں ایسا اعلان کرنے یا ایسی عبوری اسکیم کو اپنانے پر مجبور کر دیا جائے جو موجودہ یا آئندہ کے دستور کے ڈھانچے میں ہو اور آپ کے توسل سے ملک معظم کی حکومت پر یہ زور دیتی ہے کہ کوئی ایسا اعلان نہ کیا جائے جو مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کے لئے نقصان دہ یا ضرر رساں ہو جو ہند کے آئندہ آئینی مسئلہ کا واحد حل ہے۔ اور یہ کہ سپرو اسکیم کو قبول نہ کیا جائے کہ وہ مسلم مفاد کے بے حد خلاف ہے۔ اور کوئی دیگر اسکیم یا آئینی تبدیلی نہ لائی جائے مسلم لیگ کی رضامندی یا منظوری کے بغیر۔"

(اے۔ پی۔ آئی)' (اسٹار آف انڈیا' ۷ مارچ ۱۹۴۲ء)

۹۔ "ڈان" میں ایک مضمون کے ضمن میں مسٹر گاندھی کی اپیل کے جواب میں

نیو دہلی' ۱۱ مارچ ۱۹۴۲ء

میری توجہ ایک مضمون کی جانب مبذول کرائی گئی ہے جو مسٹر گاندھی نے لکھا ہے اور جو "ہریجن" کے ۸ مارچ کے شمارے میں شائع ہوا اور جسے اگلے روز اخبارات نے شائع کیا اور اسے سارے ملک میں نشر کیا گیا اس عنوان کے تحت "قائداعظم کے نام ایک اپیل"

میں کسی بحث میں نہ پڑتا لیکن دو وجوہ سے بنا پر' اول مسٹر گاندھی نے اخبارات کے ذریعہ

مجھ سے فوری نوعیت کی اپیل کی ہے' دوم یہ حقیقت کہ ان کے مضمون کا مقصد ہندو ذہن کو مسلم لیگ اور میرے خلاف مسموم کرنا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ مسٹر گاندھی نے پورے مضمون میں سے صرف چند جملے چنے اور انہی کی بنیاد پر انہوں نے تبصرے کی طرح ڈالی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اصل مضمون ایک ہندو نے سپرد قلم کیا جسے مدراس کے "سنڈے آبزرور" نے شائع کیا۔ یہ اخبار غیر برہمنوں کی ادارت اور انہیں کے زیر اہتمام شائع ہوتا ہے اور جنوبی ہند میں ان کا ترجمان ہے۔ متذکرہ مضمون مسٹر گاندھی کے بنارس میں حالیہ خطبہ تقسیم اسناد پر تبصرہ تھا۔ مسٹر گاندھی نے اپنے خطبہ میں زور دے کر کہا تھا کہ "وسیع المشربی ہندو مت کا ورثہ ہے" بلاشبہ زبان اتنی واضح اور نکھری ہوئی نہیں ہے' جتنی مسٹر گاندھی لکھنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ لیکن سیاق و سباق سے جدا کر کے ایک ٹکڑا پیش کرنا گمراہ کن ہوتا ہے۔ کوئی بھی ذہین شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ مصنف کا مقصد فی الحقیقت ہندو مذہب یا ہندو دھرم پر حملہ کرنا نہیں ہے' بلکہ ایک نظام اور ہندو معاشرے کی موجودہ ہیئت کو ہدف بنانا ہے جس کو اس طور سے چلایا جا رہا ہے گویا اسے ہندو مذہب کی آشیرباد حاصل ہے۔ مصنف اس نوع کے معاشرتی نظام اور ذات پات کے بندھن کے ڈھائے ہوئے مظالم کی تضحیک اور مذمت کرتا ہے اور درج ذیل سطور کسی بھی ذہین شخص پر اس نکتہ کو بالکل واضح کر دیں گی۔ لہٰذا میں مسٹر گاندھی کی توجہ عبارت کے دیگر حصوں کی جانب مبذول کراؤں گا۔

پیدائش کے اعتبار سے مساوی

خدا کی نظر میں دیگر مذاہب سے متعلق سب لوگ مساوی ہیں لیکن کج نظر ہندو مذہب کی رو سے لوگ غیر مساوی پیدا ہوئے اور انہیں غیر مساوی حالت میں ہی زندہ رہنا ہے۔ "پنجمہ یا اچھوت بطور خود مساوی مسرت کی تمنا نہیں کر سکتا خواہ وہ کتنے ہی پاپڑ کیوں نہ بیلے۔ اگر وہ برہمنوں کی اچھی طرح سیوا (خدمت) کرے تو اگلے جنم میں اس کی اونچے درجے میں ترقی ہو جائے گی — وہ شودر پیدا ہو جائے گا! اگر وہ اس فرقے کی نہایت عمدگی کے ساتھ خدمت کرے گا جسے خدا نے زمین پر اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے تو آئندہ وہ ویش طبقے میں ترقی پا جائے گا۔ اس کے بعد کھتری اور اخیر میں اس ذات میں جو الوہیت کی دہلیز پر براجمان ہے۔"

آگے چل کر مصنف کہتا ہے کہ "مسٹر گاندھی اس انسانیت سوز شرکی' وسیع المشربی' کا تذکرہ کرتے ہیں۔ بلاشبہ وہ مذہب جو لاکھوں انسانوں کو اچھوت (شودر) سمجھتا ہو' جو "نچلی ذات" کے آدمی کے سایہ کو عذاب گردانتا ہو' جو ہندو معاشرے کی چار ذاتوں کے درمیان کھانا پینا اور شادی بیاہ کی ممانعت کرتا ہو' اسے "وسیع المشرب" کے علاوہ کسی اور صفت سے متصف کرنا

چاہئے۔ دیوی دیوتاؤں کے مندر میں بھی ہندو ذاتوں کی برتری اور کمتری کے لحاظ سے جگہ مخصوص ہے اور ادنیٰ ذات کے لوگوں کو جن کے سروں پر تو مسٹر گاندھی نے ایک نئے نام "ہریجن" کی اذیت دھر دی ہے' بیرونی دروازے سے بھی پرے کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ "کیا خوب وسیع المشربی ہے!"

پتھر کی ثقافت

پھر مصنف رقم طراز ہے: "ہم سنتے ہیں کہ لوگ ہندو ثقافت کی عظمت اور ہندو تہذیب کی شان و شوکت کی بات کرتے ہیں۔ عظمت کی کسوٹی پتھر اور ستونوں' رنگ اور روغن اور شان و شوکت کی ثقافت نہیں بلکہ انسانیت کی ثقافت' مساوات کی ثقافت ہے۔ ذات پات کا نظام اور اچھوت پن تو مساوات کی نفی کرتے ہیں۔ وہ تو غیر رواداری اور ناانصافی کے مترادفات ہیں اور صرف وہ آدمی ہی جو انسانیت اور تہذیب کے نفیس جذبات سے عاری ہو ایسے مذہب کو ورثے کا نام دے سکتا ہے جس کی بنیاد غلبے اور استحصال پر استوار کی گئی ہو۔"

پس پورے مضمون کو پڑھنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مصنف اس معاشرتی نظام اور رسم و رواج کی مذمت کر رہا ہے جو ہندو معاشرے میں در آئے ہیں اور ایسا تو خود مسٹر گاندھی نے بارہا کیا ہے اور غیر مبہم انداز میں۔ بلاشبہ میں تو ہندو مت کی ہندو دھرم یا ہندو مذہب کے معنوں میں تعریف کرنے کی جرات نہیں کروں گا۔ مسٹر گاندھی یہ کام کرنے کی بہتر پوزیشن میں ہیں۔ میں یہ ضرور سمجھتا ہوں کہ یہ مضمون یقینی طور پر ہندودھرم یاہندو مذہب پر حملہ نہیں ہے۔

جمہوریت کے منافی

اسی طرح ڈاکٹر امبیدکر نے ۲۰ فروری ۱۹۴۲ء کو ایک بیان جاری کیا جو حسب ذیل ہے:

"کانگرس کسی عاقل شخص جسے ہند کے حالات سے کچھ بھی واقفیت ہو' سے یہ توقع نہیں کر سکتی کہ وہ اس بات سے اتفاق کرے گا کہ ملک کی عنان حکومت صرف اس بنا پر ہندو اکثریت کے حوالے کر دی جائے کہ وہ اکثریت ہے۔ کانگرس یہ فراموش کر دینا پسند کرتی ہے کہ ہندو مت بھی اسی نوع کا سیاسی نظریہ ہے جس طرح فاشیت اور نازیت کے نظریئے ہیں اور یہ مکمل طور پر جمہوریت کے منافی ہے۔ اگر کھل کھیلنے کا موقع دے دیا جائے — جو ہندو اکثریت کا مطلب ہے۔ تو یہ ہندو مت سے باہر اور ہندو مت کے مخالف دیگر لوگوں کی نشوونما کی راہ میں رکاوٹ بن جائے گا۔ یہ صرف مسلمانوں کا ہی نقطۂ نظر نہیں ہے' بلکہ یہ ادنیٰ ذات کے طبقوں اور غیر برہمنوں کا بھی نقطۂ نظر ہے۔"

یہ بیان تمام ہندو اور انگریزوں کی زیر ادارت شائع ہونے والے اخبارات میں چھپا اور نشر ہوا ہے۔ لیکن جہاں تک مجھے علم ہے مسٹر گاندھی نے ان میں سے کسی ایک پر بھی خفگی کا اظہار

نہیں کیا۔

غیر متعلق

"ڈان" نے جو مضمون نقل کیا تھا' مسٹر گاندھی نے اس کے چند حصے لے لئے جو ان کے نزدیک اہم تھے اور ان کے ذریعے پاکستان پر حملے کا بہانہ بنا لیا اور ناروا بلہ بول دیا۔ وہ کہتے ہیں : "پاکستان کے تحت ہندوؤں کا کیا حال ہو گا؟ کیا انہیں غیر مہذب ہونے کی وجہ سے کچل دیا جائے گا؟ یہ سوالات اس واقعہ سے کہ ڈان' نے یہ مضمون نقل کیا کس قدر غیر متعلق ہیں! تاہم مسٹر گاندھی کو میرا جواب یہ ہے اور میں نے یہ بات عام بیانات اور تقریروں میں بار بار دہرائی ہے کہ پاکستان میں ہندوؤں اور دیگر فرقوں کے لوگوں کے ساتھ' جو مختلف عقائد اور نظریات کے حامل ہوں گے' انسانی مساوات کی بنیاد پر سلوک کیا جائے گا۔ اسلام ہمیں اپنے ساتھی لوگوں کے ساتھ مساوات کے سلوک کا حکم دیتا ہے۔ ہندوؤں اور دیگر فرقوں کے لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف بلکہ فیاضی کا برتاؤ کیا جائے گا۔ یہ ہر ذمہ دار مسلمان کا موقف ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ یہی ہمیں سب سے بڑے مختار یعنی قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حکم ہے۔

رسوا کن

مسٹر گاندھی کے لئے جو صداقت اور آزادی تقریر کی علمبرداری کے مدعی ہیں' اس واقعہ کی بنا پر یہ تصور کر لینا۔۔۔ جیسا کہ انہوں نے کیا۔۔۔ خود انہیں کے الفاظ میں "اس اخبار نے جو حکمت عملی اختیار کی ہے وہ دونوں فرقوں کے مابین تلخی اور کشمکش کے اضافے پر منتج ہو گی" یہ ایسی ہی بات ہے گویا ایک مکھی کو مارنے کے لئے پہیئے کے نیچے کچلا جائے۔ میں چاہوں گا کہ مسٹر گاندھی ہندو اخبارات اور منظم ہندو پریس کا زیادہ احتیاط کے ساتھ مطالعہ کریں' جو روزانہ نہ صرف مجھے بلکہ مسلم لیگ اور مسلمانوں کی غلط ترجمانی اور رسوائی کرتا رہتا ہے۔

میں اس بات پر مسٹر گاندھی کا شکر گزار ہوں کہ اپنے مضمون کے اخیر میں انہوں نے یہ تسلیم کیا ہے۔ کہ میں نے اپنی تقریروں میں بارہا یہ بات دہرائی ہے کہ ایک فرقے کی حیثیت سے ہندوؤں کے ساتھ ہمارا کوئی جھگڑا نہیں اور یہ کہ ہم ان کے ساتھ صلح و آشتی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ ہمارا جھگڑا قیادت کے ساتھ ہے' اور اس حکمت عملی اور پروگرام کے ساتھ ہے جس کی ہندو رہنما تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔۔۔ پس میں "افراد اور اشیاء کا زیادہ منصفانہ اندازہ لگانے" کی اپیل میں ان کی ہمنوائی کرتا ہوں۔

(دی ڈان' ۱۵ مارچ ۱۹۴۲ء)

۱۰۔ سرمایہ کے لئے اپیل

نیو دہلی، ۲۱ مارچ ۱۹۴۲ء

آپ کو علم ہے کہ دنیا ایک عظیم اضطراب میں مبتلا ہے۔ جنگ کی آگ نے جس کا آغاز یورپ سے ہوا تھا اب پورے کرہ ارض کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور اب اس کی لپٹ ہند کے دروازوں اور اس کی سرحدوں تک پہنچ گئی ہے۔ دنیا کا حلیہ نہایت تیزی کے ساتھ تبدیل ہو رہا ہے اور ہر قوم کی طرح سے ہمیں بھی ان مہیب خطرات کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے جو ہمارے وجود کو للکار رہے ہیں۔ لہٰذا ہمیں حوصلے، سکون، خوداعتمادی اور تحمل کے ساتھ وقت کی ان جملہ نزاکتوں اور سنگین حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے پوری طرح سے تیار ہونا چاہئے جو وقتاً فوقتاً پیش آئیں یا رونما ہوں۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے پرچم تلے مسلمانان ہند کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز تقریباً پانچ برس پیشتر ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب مسلم ہند مفلوج حالت میں نہیں ہے اور آخرکار مسلک نیند سے بیدار ہو گیا ہے اور اس نے قرنوں کی کاہلی کو جھٹک دیا ہے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ اس مختصر سی مدت میں ہم نے بڑی ترقی کی ہے۔ لیکن آپ کو محسوس کرنا چاہئے کہ ابھی ہم اس عمدگی اور مکمل طور پر منظم ہونے کے مرحلے سے بہت دور ہیں جو ہمیں اپنی منزل تک پہنچا سکے۔ ابھی ہمیں اپنے منتہائے مقصود—پاکستان—کو حاصل اور قائم کرنا ہے۔

اب تک ہم نے سرمایہ جمع کرنے کا کوئی اہتمام نہیں کیا اور کسی نہ کسی طرح اپنے تھوڑے سے وسائل کے ذریعہ ہی کام چلایا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ میں پوری سنجیدگی اور متانت کے ساتھ سرمایہ کے لئے اپیل کر رہا ہوں۔ چونکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ وقت آگیا ہے جب یہ ممکن نہ رہے گا کہ ہم اس بڑھتی ہوئی طاقتور تنظیم کا جسے ہم نے بغیر کسی قابل ذکر سرمائے کے تعمیر کیا ہے درون ملک نظم و نسق اور بیرون ملک پروپیگنڈے کا کام چلا سکیں۔

لہٰذا میں نہایت خلوص کے ساتھ ہر مسلمان مرد اور عورت سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے سرمایہ میں اپنا حصہ ادا کر دے تاکہ ہم زیادہ موثر طریقے سے مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد، اس کی حکمت عملی اور پروگرام کو روبہ عمل لا سکیں، اور جو ہمیں اپنے مقدس فریضے مسلم ہند کے مفادات کے تحفظ اور ہند کے شمال مغربی اور مشرقی منطقوں میں اپنے اوطان میں پاکستان قائم کرنے کی اہلیت بخش سکے۔

میں نے سرمایہ جمع کرنے کے مختلف طریقوں پر نہایت احتیاط کے ساتھ غور کیا ہے اور پورے غوروخوض کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو لوگ مندرجہ بالا مقاصد کے لئے ہماری امداد

کرنا چاہتے ہیں' ان کے لئے بہترین طریقہ یہ ہو گا کہ وہ اپنے عطیات براہ راست مجھے بھیج دیں۔

مُیں مسلمانان ہند پر اس امر کے بارے میں اس سے زیادہ زور نہیں دے سکتا کہ موجودہ دور ہماری تاریخ کا بے حد سنگین دور ہے اور اگر ہم پوری طرح لیس' چوکنے یا سرگرم نہ ہوئے تو عین ممکن ہے کہ ہمیں ایسی زک اٹھانی پڑے جس سے ہم کبھی بھی جانبر نہ ہو سکیں۔ مجھے اعتماد ہے کہ میری اپیل ناکام نہیں ہو گی۔

اسلام توقع کرتا ہے کہ ہر مسلمان اس فریضے کو ادا کرے گا جو اس پر اس کے لوگوں اور اس کی قوم کے حوالے سے عائد ہوتا ہے۔ (دی ڈان' ۲۲ مارچ ۱۹۴۲ء)

۱۱۔ مسلم لیگ اور ملک کی آزادی

یوم پاکستان کے موقع پر تقریر

دہلی' ۲۳ مارچ ۱۹۴۲ء

"۲۳ مارچ ۱۹۴۲ء کو ہند کے طول و عرض میں یوم پاکستان منایا گیا۔ دہلی میں یوم پاکستان کی تقریب کے ضمن میں سہ پہر کو میل بھر لمبا جلوس نکالا گیا اور رات کو ساڑھے نو بجے اردو پارک میں ایک عظیم الشان جلسہ عام منعقد ہوا جس میں سامعین کی تعداد پچاس ہزار سے کسی طرح بھی کم نہ ہو گی۔ نوابزادہ لیاقت علی خاں نے جلسے کی صدارت کی۔ جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی۔"

جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے کہا کہ میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ مسلم لیگ اس ملک کی آزادی اور خودمختاری کی کسی اور پارٹی سے زیادہ حامی ہے۔ ہم عدل و انصاف طلب کر رہے ہیں۔ ہمارے اپنے برادر فرقوں کے خلاف کوئی عزائم نہیں ہیں۔ ہم اس ملک میں ایک آزاد اور خودمختار قوم کی حیثیت سے زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ایک اقلیت نہیں ہیں بلکہ ایک قوم ہیں۔

سر اسٹیفورڈ کرپس کے وفد کی ہند میں آمد کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ اس وقت تک صبر و تحمل سے کام لیں جب تک کہ ملک معظم کی حکومت کی جانب سے ان کے سامنے کوئی تجاویز پیش کی جائیں۔ انہوں نے اپنے سامعین کو یقین دلایا کہ اگر تجویز یا اسکیم مسلمانوں کے مفاد کے منافی ہوئی تو نہ صرف یہ کہ ہم اسے قبول نہیں کریں گے بلکہ اپنی پوری قوت کے ساتھ اسے روکنے کی کوشش کریں گے۔ اگر اس کوشش میں ہمیں اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے تو ہم لڑتے ہوئے جان دے دیں گے۔ انہوں نے حکومت کو انتباہ کیا کہ وہ مسلم

لیگ کو دبانے یا ہماری صفوں میں افتراق پیدا کرنے کی کسی بھی کوشش سے باز رہے۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے قائداعظم نے کہا یہ کہنا کہ ہم برطانوی سامراج کی حمایت کرنا چاہتے ہیں اہانت اور بہتان ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ نادرست ہے۔ میں نے اپنی پوری زندگی میں کبھی اس خیال کو قبول نہیں کیا کہ ہم اس ملک میں کسی غیر ملکی تسلط کے تحت رہیں۔

قائداعظم نے اس امر پر اظہار اطمینان کیا کہ سرمایہ اکٹھا کرنے کے سلسلہ میں ان کی اپیل کے جواب میں کچھ چرم فروشوں نے انہیں چار ہزار روپیہ کی تھیلی پیش کی۔

سر اسٹیفورڈ کرپس کی آمد کا حوالہ دیتے ہوئے قائداعظم نے کہا کہ یہ خوف ہے کہ وہ کانگرس کے دوست ہیں۔ وہ آنند بھون میں پنڈت جواہر لال نہرو کی میزبانی سے لطف اندوز ہوئے۔ وہ سب کچھ درست ہے لیکن ہمیں اس ضمن میں خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے' حواس باختہ نہ ہو جیئے۔ انہوں نے اس بات کی وضاحت کی کہ سر اسٹیفورڈ کرپس کی ہند میں آمد ان کی ذاتی حیثیت میں نہیں ہے بلکہ برطانوی حکومت کے نمائندے کی حیثیت سے ہے۔ لہٰذا انہوں نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ اس وقت تک صبر و تحمل سے کام لیں جب تک کہ وہ تجویز یا اسکیم ان کے سامنے پیش کی جائے جو سر اسٹیفورڈ کرپس برطانوی حکومت کی جانب سے اپنے ساتھ لائے ہیں۔ انہوں نے اپنے سامعین کو یقین دلایا کہ اگر اسکیم یا تجویز مسلمانوں کے مفاد کے منافی ہوئی تو وہ اسے ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ انہوں نے حکومت کو انتباہ کیا کہ وہ مسلم لیگ کو دبانے یا ان کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش سے باز رہے۔

درستی مقصد

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے قائداعظم نے سر اسٹیفورڈ کرپس کے اس بیان کا حوالہ دیا جو انہوں نے پریس کانفرنس میں دیا تھا اور جس میں انہوں نے اس ضرورت پر زور دیا کہ مسلمانوں اور دیگر فرقوں میں جو گہری تشویش پائی جاتی ہے اس کا مداوا ہونا چاہئے اور کہا: ہمیں ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہمیں علم ہے کہ ہمارا مقصد درست ہے۔ ہم صرف عدل اور انصاف طلب کر رہے ہیں۔ برادر فرقے کے خلاف ہمارے کوئی عزائم نہیں۔۔ ہم اس سرزمین پر ایک آزاد اور خودمختار قوم کی حیثیت سے زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ایک اقلیت نہیں ہیں بلکہ ایک قوم ہیں۔ ہم برطانوی حکومت کو ہراساں نہیں کرنا چاہتے کیونکہ ہمیں حقیقی صورت حال کا علم ہے لیکن ہم خیمہ برداروں کی حیثیت سے حکومت کی امداد نہیں کریں گے۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ جنگ جیتنے کے بعد وہ ہماری چھاتی پر بیٹھ جائیں۔ ہم نے یہ صورت قبول نہیں کی اور نہ قبول کریں گے۔

قائداعظم نے کہا: میں بلاخوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ مسلم لیگ کسی اور فرقے کے مقابلہ میں اس ملک کی آزادی اور خودمختاری کی زیادہ پرجوش حامی ہے۔ سر اسٹیفورڈ کرپس کی آمد کا دوبارہ ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا: ہمیں انتظار کرنا چاہئے اور اپنے فیصلے کو اس وقت تک محفوظ رکھنا چاہئے جب تک کہ ہمیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ سر اسٹیفورڈ کرپس نے کیا نتیجہ اخذ کیا ہے اور برطانوی حکومت کی منصفانہ اور حتمی تجاویز کیا ہیں۔

حل

اگر کوئی ایسی اسکیم یا حل، جو مسلمانوں کے مفاد کے منافی ہوا، اسے ہم پر مسلط کرنے کی کوشش کی گئی تو ہم اس کے نتائج کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم نہ صرف اس کو قبول نہیں کریں گے بلکہ اپنی پوری قوت کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کریں گے۔ اگر اس کوشش میں ہمیں اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے تو ہم لڑتے ہوئے جان دیں گے۔ (تالیاں) اگر کوئی اور چال یا سازش آزمائی گئی ہندو قیادت کی طرف سے یا برطانوی رہنماؤں کی جانب سے الگ الگ یا مشترکہ طور پر جب تک کہ ہمارے دم میں دم ہے تو ہم اس کا مقابلہ کریں گے۔

کانگرس میں موجود مسلم ایجنٹوں اور انگریزوں کے مسلم ایجنٹوں کی جانب سے مسلم لیگ میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کچھ ایسی مخلوق بھی ہے جو کانگرس میں شامل ہیں اور برطانوی سامراج کی حمایت کرتی ہے۔ کسی نہ کسی طرح ان کی ہندو اخبارات میں تشہیر ہوتی ہے۔ میں کسی ایسے مسلمان کو قبول نہیں کر سکتا جو دشمن کے کیمپ میں ہے اور وہاں سے ہمارے چھرا گھونپ رہا ہو۔

یہ ایک سعی لا حاصل ہے بلکہ فریب ہے کہ مسلمانوں اور مسلم لیگ میں اختلافات اور انتشار پیدا کر دیا جائے۔ آپ نے ساری دنیا پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد باختیار تنظیم ہے۔ (دی ڈان، ۲۹ مارچ ۱۹۴۲ء)

۱۲۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا ۲۹ واں سالانہ اجلاس، افتتاحی تقریر
الہ آباد ۳ اپریل ۱۹۴۲ء

صوبہ جات متحدہ [یو پی] نے نہ صرف اسلام بلکہ مسلم لیگ کی تاریخ میں بھی ہمیں قیادت مہیا کی ہے۔ مسلم لیگ کی بنا لکھنؤ میں استوار ہوئی۔ اس سنگین مرحلے پر بھی اس صوبے نے ہمیں دعوت دی کہ ہم اپنا سالانہ اجلاس الہ آباد میں منعقد کریں" یہ بات قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہی۔

نازک وقت

انہوں نے کہا : "گذشتہ دو سو برس کے دوران مسلمانوں کے لئے اس سے زیادہ نازک وقت کبھی نہیں آیا ماسوا گذشتہ تین چار برس کے جب انہوں نے جدوجہد شروع کی اور اب اس مرحلے پر پہنچ گئے ہیں کہ نہ انگریز اور نہ ہندو ان پر اپنا تسلط جما سکتا ہے۔" "میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ کنجی آپ کے ہاتھ میں ہے اگر ہم مسلمان مسلم لیگ کے اس پرچم تلے اور اس پلیٹ فارم سے کوئی اسکیم پیش کریں اور متحدہ طور پر اس کی حمایت کریں تو کوئی طاقت اسے مسترد نہیں کر سکتی۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی مدد سے ہم اپنا مقصد حاصل کر کے رہیں گے۔"

انہوں نے ضرب المثل کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہنوز دلی دوراست' لیکن ہم اپنی منزل پر پہنچیں گے ضرور' پس تیار ہو جائیے' لیگ کو مضبوط بنایئے' اپنی تنظیم میں اضافہ کیجئے اور اپنے حالات کو بہتر بنایئے۔"

مسٹر جناح نے اعلان کیا کہ آج مسلم لیگ سینکڑوں اور ہزاروں کی تنظیم نہیں ہے بلکہ کروڑوں کی ہے۔

ہماری منزل

سر اسٹیفورڈ کرپس کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ وہ ملک معظم کی حکومت کی جانب سے ہند میں آئے ہیں اور یہ کہ ان کی تجاویز اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں اور مسلم لیگ کی مجلس عاملہ ان پر غور کر رہی ہے۔ "مجلس عاملہ کیا فیصلہ کرنے گی اس کا تو کسی کو علم نہیں لیکن میں ایک بات کا واضح الفاظ میں اعلان کر دینا چاہتا ہوں۔ یقین رکھیے ہمارا مقصد پاکستان ہے اگر تجاویز ایسی ہیں کہ ہم پاکستان حاصل نہیں کر سکتے تو ہم انہیں ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ ہو سکتا ہے کہ تجاویز میں کچھ نقائص ہوں ـــــ لیکن ہمارا عزم بالجزم اور ہماری منزل صرف ایک ہے ـــ پاکستان۔ پاکستان۔ پاکستان۔"

مسٹر جناح نے کہا "اب سوال ان کے (پاکستان) دینے کا نہیں بلکہ ہم اسے لیں گے..." "یہ آواز ہند کے طول و عرض میں بلند ہو رہی ہے اور ہر زبان میں۔ بنگال میں' بمبئی میں یا مدارس یں یا یہ تامل تیلوگو' گجراتی یا پنجابی' اردو یا پشتو ہو ایک ہی پکار ہے ہند کے ہر گوشے سے ـــــ پاکستان زندہ باد۔"

"یہ ہمارا فیصلہ ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو گی۔"

جھوٹا پروپاگنڈا

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ یہ کہنا بالکل جھوٹ ہے کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت نہیں ہے بلکہ یہ سرمایہ داروں' نوابوں اور خطاب یافتہ لوگوں کی جماعت ہے جو محض عہدوں کے طلب گار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جھوٹا پروپاگنڈا کیا جا رہا ہے مثال کے طور پر مومن بھائی ایک دن میں چار ملین سے ۴۵ ملین بن گئے۔ [شیخ وسیم ظہیر الدین صدر آل انڈیا مومن کانفرنس اور مسٹر عبدالقیوم نے ۳ مارچ ۱۹۴۲ء کو حسب ذیل برقیہ مسٹر چرچل' سراسٹیفورڈ کرپس اور مسٹر ایمرے کو ارسال کیا:- "آل انڈیا کانفرنس ۴۵ ملین مومن [انصار] برادری کے مسلمانوں کی نیابت کرتی ہے' مسٹر جناح کی قیادت اور مسلم لیگ کے اس دعوے کو بھی مسترد کرتی ہے کہ کوئی اسے ہی مسلمانان ہند کی طرف سے بولنے کا حق حاصل ہے اور اس مطالبے کی حمایت کرتی ہے کہ ہند کی آزادی کو فوراً تسلیم کر لیا جائے۔"] برطانیہ نے اسے قبول کر لیا۔ لیکن دوسرے لوگ خود کو بے عزت اور دوسروں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ مسٹر جناح نے کہا کہ وہ انہیں چیلنج کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں میں استصواب کر لیں۔ تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ ہمیں اپنی اس اہمیت پر پورا اعتماد ہے کہ ہم اپنا مقصد حاصل کر لیں گے۔

مسٹر جناح نے اپنی نشست پر تشریف فرما ہونے سے قبل یہ اعلان کیا کہ اصل خطبہ اگلی صبح انگریزی میں دیں گے۔ وہ اردو زبان میں نہایت واضح اور پرزور لہجے میں گفتگو کر رہے تھے۔

(دی اسٹار آف انڈیا' ۴ اپریل ۱۹۴۲ء اور دی ڈان' ۱۲ اپریل ۱۹۴۲ء)

۱۳۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے ۲۹ واں سالانہ اجلاس

الہ آباد میں خطبہ صدارت

۴ اپریل ۱۹۴۲ء

"قائداعظم محمد علی جناح کا خطبہ صدارت جو انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے ۲۹ ویں سالانہ اجلاس منعقدہ "جناح پارک" کی دوسری نشست میں ہفتہ کے روز' ۴ اپریل ۱۹۴۲ء کو ارشاد فرمایا۔ مکمل متن حسب ذیل ہے:"

خواتین و حضرات: میں نہایت خلوص کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ریلوے اسٹیشن پر میرا اس قدر عظیم الشان خیرمقدم کیا۔ میں یہ دیکھ کر فخر محسوس کرتا ہوں کہ مسلم لیگ ہر ماہ اور ہر سال دن دونی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔ میں آل انڈیا مسلم لیگ کا

بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اس سال کے لئے بھی صدر منتخب کر کے اعزاز بخشا۔ میں تمام کارکنوں اور عہدہ داروں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے گذشتہ تین ماہ کے دوران سارا سارا دن سخت محنت سے کام کر کے یہ تیاریاں مکمل کیں جو آج ہم یہاں دیکھ رہے ہیں۔ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ جس قدر ہماری قوت میں اضافہ ہو رہا ہے اسی قدر ہماری اپنے معاملات کے انتظام و انصرام کی صلاحیت بھی روز بروز بہتر سے بہتر ہو رہی ہے۔

اب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں اور گفتگو کا سلسلہ وہیں سے شروع کرنا چاہتا ہوں جہاں میں نے اسے مدراس میں اپنے گذشتہ سالانہ اجلاس میں چھوڑا تھا۔ مدراس میں ہم نے اپنی حکمت عملی کی وضاحت کی تھی، اپنے نظریئے کی صراحت کی تھی اور اپنے پروگرام کی تشریح کی تھی۔ میں آپ میں سے ہر ایک سے اپیل کرتا ہوں کہ ازراہ عنایت میری اس تقریر کو دوبارہ پڑھیں اور اس کا (غور سے) مطالعہ کریں۔ نہ صرف اس کا مطالعہ کریں بلکہ میں آپ میں سے ہر ایک سے اپیل کرتا ہوں کہ کسی نہ کسی جہت میں اپنے پروگرام اور حکمت عملی کے مطابق جو ہم نے وہاں پیش کی تھی کچھ نہ کچھ کام کا آغاز کر دیں۔ میں بار بار باتوں کو دہراتے رہنا نہیں چاہتا۔ ایک وقت تھا جب بات کو دہرانا ضروری تھا تاکہ ہمارے لوگ اور ہمارے مخالفین دونوں ہماری بات سمجھ سکیں۔ لیگ کے پروپیگنڈے اور لٹریچر اور جلسوں اور کانفرنسوں نے جو سارے ہند میں منعقد ہو رہی ہیں اور ہمارے اخبارات اور ہمارے مخالفوں کے اخبارات نے بھی ہم پر پوری طرح سے واضح کر دیا ہے کہ ہمارے سامنے اصل مسائل کیا ہیں (مرحبا۔ مرحبا)

اب ہمیں باتیں کم اور کام زیادہ کرنا چاہئے۔ نہ صرف یہ بلکہ سنگین بین الاقوامی صورتحال اور جنگ جو اب ہماری سرحدوں تک پہنچ گئی ہے تقریباً ہمارے دروازوں پر—— اس کے باعث ہمیں یہ محسوس کرنا چاہئے کہ ہمارے سامنے خطرہ کس درجہ سنگین ہے اور ہمیں اس کا علم نہیں کہ کیا ہونے والا ہے۔ لیکن خواتین و حضرات مجھے پورے خلوص کے ساتھ آپ سے اپیل کرنی چاہئے۔ مسلمانو! کچھ بھی ہو، جو کچھ بھی ہونے والا ہے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو منظم کر لو! (مرحبا۔ مرحبا) یہ بدیہی صداقتیں ہیں جو میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اب مجھے ایک ایک نکتے پر زور دیتے رہنا چاہئے۔ کیونکہ میری رائے میں، محاورے کی بات کروں تو، اب آپ بچے نہیں رہے، اب آپ شعور کے سن کو پہنچ گئے ہیں اور اب حسب ضرورت عمل کر سکتے ہیں۔ اس نکتے پر میں مزید کچھ نہیں کہوں گا۔

کرپس مشن

مجھے علم ہے کہ آج اہم ترین موضوع ہے اور جو نہ صرف سارے ہند کی توجہ اپنی جانب

منعطف کئے ہوئے ہے بلکہ ساری دنیا کی توجہ اس کی طرف مبذول ہے' وہ سر اسٹیفورڈ کرپس کا مشن ہے جس پر وہ ملک معظم کی حکومت کی طرف سے آئے ہیں۔ اس کی روزمرہ کی کارروائیاں آپ کی نظر میں ہیں۔ اب میں آپ کے سامنے اعلان تجاویز کے مسودہ کی جتنا میرے لئے ممکن ہے اور جس قدر مختصرا میں بیان کر سکتا ہوں' وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ ان الفاظ پر توجہ دیجئے کہ یہ مسودہ اعلان ہے۔ یہ تجاویز ملک معظم کی حکومت کی طرف سے آئی ہیں اور وہ اس نتیجہ پر پہنچی کہ یہ "منصفانہ اور حتمی" ہیں۔ آیئے ہم ان کا جائزہ لیں۔ آیئے ہم ان کو سمجھیں۔ میں تفصیلات میں نہیں جاؤں گا۔ میں صرف اہم نکات پر گفتگو کروں گا۔

اہم نکات جو اس دستاویز سے ابھرتے ہیں' یہ ہیں : اول مقصد ایک نئی انڈین یونین کی تشکیل ہے' جو ایک قلمرو ہو گی' جس کا متحدہ بادشاہت (انگلستان) اور دیگر قلمروؤں کے ساتھ تاج سے مشترکہ وفاداری کے ذریعہ تعلق ہو گا لیکن بہرطور ان کے برابر ہو گی اور داخلی اور خارجی معاملات میں محکوم نہ ہو گی۔ یہاں فرائض منصبی اور اختیارات کے ضمن میں کچھ شکوک پیدا ہو سکتے ہیں۔ تین چیزیں ہیں۔ اول رتبہ' پھر آتے ہیں اختیارات اور اخیر میں فرائض منصبی۔ لیکن یہ ایسا معاملہ ہے جس پر اس وقت غور ہو گا جب ہم کسی ایک یا دو قلمرو کے یا زیادہ کے ساتھ معاہدہ یا معاہدوں پہ دستخط کرنے کے مرحلے پر پہنچیں گے۔

اس میں سے جو دوسرا نکتہ ابھرتا ہے' یہ ہے : اختتام جنگ کے فوراً بعد ہند میں ایک منتخب ادارہ جس کے سپرد ہند کے لئے نیا دستور وضع کرنے کا کام کیا جائے گا' قائم کرنے کے لئے اقدام کیا جائے گا' (طریقہ انتخاب کا ذکر بعد میں آئے گا)۔ پس ہمارے پاس ایک منتخب ادارہ ہو گا جس کی ذمہ داری ایک نیا دستور وضع کرنا ہو گی۔ میں اس معاملے سے اس وقت نمٹوں گا جب میں اس دفعہ پر پہنچوں گا جس میں یہ مذکور ہے کہ کس طرح یہ دستور ساز ادارہ قائم کیا جائے گا اور کس طرح اس کی تشکیل ہو گی۔

تیسرے ایک دفعہ ہے ہندی ریاستوں کے استحکام کے بارے میں۔

چوتھے ملک معظم کی حکومت اس طرح مرتب ہونے والے دستور کے فوری نفاذ کی ذمہ داری قبول کرتی ہے۔ لیکن اس کے تحت چند مستثنیات آتی ہیں۔

مستثنیات

پہلا استثناء ہے کہ برطانوی ہند کے کسی صوبے کا یہ استحقاق کہ اگر وہ نیا دستور منظور نہ کرے تو وہ اپنی موجودہ دستوری حیثیت کو برقرار رکھ سکے۔ اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ اگر وہ فیصلہ کرے تو بعد ازاں الحاق ہو سکے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دستور ساز ادارہ دستور وضع

کرنے کا کام مکمل کر لے' اور وضع کردہ دستور' دستور ساز ادارہ ایک خودمختار ادارہ ہو گا' تب کسی ایک صوبے کو یا صوبوں کو اس امر کی اجازت ہو گی کہ وہ کہے کہ "ہمیں اس دستور سے اتفاق نہیں ہے لہٰذا ہم اس دستور کے ساتھ وابستگی کے لئے تیار نہیں ہیں-" لیکن سب سے زیادہ اہم نکتہ اور جملہ نکات میں اہم ترین نکتہ' جہاں تک ہمارا تعلق ہے' یہ ہے کہ وہ صوبہ یا صوبے' اپنی رائے کا اظہار اور اپنے حق کا استعمال کس طریقے سے کریں گے- مگر اس بات کا ذکر مذکورہ دستاویز میں موجود نہیں ہے- لیکن سر اسٹیفورڈ نے ایک تجویز پیش کی ہے اور تجویز یہ ہے کہ اگر کوئی صوبہ اپنی صوبائی مجلس قانون ساز میں ۶۰ فیصد ووٹوں سے الحاق کی حمایت کرے تو معاملہ کو ختم سمجھا جائے گا- اس کے معنی یہ ہوئے کہ صوبہ الحاق پر مجبور ہو گا لیکن اگر الحاق کے حق میں ۵۹ فیصد ووٹ آئیں اور اقلیت ۴۱ فیصد ہو تب صوبے میں استصواب رائے عامہ کا اہتمام کیا جائے گا- پھر بے شک الحاق نہ کرنے والے صوبے اپنے طور پر اس طریقے سے ایک اور یونین بنا سکتے ہیں یا ایک قلمرو یا کوئی ایک صوبہ تنہا ایک قلمرو کی حیثیت سے اپنے تئیں برقرار رکھ سکتا ہے- یہ ہے اس کا بدیہی نتیجہ-

پھر معاہدہ کی دفعہ آتی ہے- معاہدہ یا معاہدے جو قلمرو یا قلمروؤں کے ساتھ کرنے ہوں گے جو قائم ہوں گی اور ہندی ریاستوں کے ساتھ الحاق کر رہی ہوں یا الحاق نہ کر رہی ہوں-

دستور سازی

میں نے کہا تھا کہ میں تجاویز کی اصل دفعات کا تذکرہ کروں گا کہ دستور ساز ادارہ کس طرح قائم کیا جائے گا یا مرتب کیا جائے گا اور وہ دفعہ یہ ہے- اختتام جنگ کے فوراً بعد دستور ساز ادارہ حسب ذیل پر مشتمل ہو گا اولاً یہ کہ بڑے فرقوں کے رہنما اختتام جنگ سے قبل کسی اور ادارے کے قیام پر متفق ہو جائیں- پس اختتام جنگ کے فوراً بعد دستور ساز ادارہ اس طریقے سے تشکیل دیا جائے گا: "جیسے ہی صوبائی انتخابات کے نتائج کا علم ہو گا' جو اختتام جنگ کے فوراً بعد لازمی طور پر منعقد ہوں گے' تمام صوبائی مجالس قانون ساز ایوان ہائے زیریں ایک حلقہ انتخاب کے طور پر متناسب طریقہ نمائندگی کے ذریعہ دستور ساز ادارے کے انتخاب کی کارروائی شروع کر دے گا- نئے ادارے کی رکنیت حلقہ انتخاب کی تعداد کے ایک بٹا دس کے برابر ہو گی-" پس میرا خیال ہے کہ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ۱۱ صوبوں کی مجالس قانون ساز کے جملہ اراکین ایک انتخابی حلقہ کی شکل میں ایک جگہ جمع ہوں گے اور یہ لوگ کم و بیش سولہ سو ممبر ہوں گے اور اپنی تعداد کا دسواں حصہ منتخب کرنے کے حقدار ہوں گے جس کا مطلب ہے کہ وہ متناسب نمائندگی کے ذریعے ایک سو ساٹھ ممبروں کو منتخب کریں گے- یہ ہے دستور ساز ادارہ-

اس کے بعد ہم آتے ہیں ہندی ریاستوں کی طرف جنہیں اپنے نمائندے بھیجنے کی دعوت دی جائے گی اور ان کی تعداد ان کی آبادی کی مناسبت سے ہو گی۔ لیکن ان کا انتخاب کس طریقے سے ہو گا اس کا دستاویز میں سرے سے کوئی تذکرہ موجود نہیں — یہ نامزدگی ہو گی یا کوئی اور طریقہ یا انتخاب۔ اب' حضرات' یہ ہے دستاویز جہاں تک مستقبل کا تعلق ہے۔

حال کے بارے میں

پھر اس میں ایک اہتمام حال کے بارے میں بھی ہے۔ وہ اہتمام یہ ہے کہ دریں اثنا کہ ہند کو سنگین صورت حال کا سامنا ہے اور جب تک کہ نیا دستور مرتب ہو ملک معظم کی حکومت کو دفاع ہند کی پوری ذمہ داری اٹھانی چاہئے' ان کی خواہش ہے اور وہ دعوت دیتی ہے کہ اہالیان ہند کے اہم طبقوں کے رہنما اپنے ملک' دولتِ مشترکہ اور اقوام متحدہ کی مشاورت میں موثر شرکت لیں۔ اس طرح وہ اس فریضہ کی ادائیگی میں سرگرم اور تعمیری امداد دے سکیں گے جو ہند کی آئندہ آزادی کے لیے اہم اور لازمی ہو گا۔ خواتین و حضرات' اہم الفاظ یہ ہیں کہ ہند کے دفاع کی ذمہ داری بدیہی طور پر ملک معظم کی حکومت کی ہو گی اور یہ کہ اہالیان ہند کے اہم طبقوں کے رہنماؤں کو ان کے ملک کی مشاورت کے لئے مدعو کیا جائے گا۔

یہ اصل عبارت تھی۔ بعد میں اس میں اس طرح ترمیم کی گئی: "اس سنگین مدت کے دوران جس کا اس وقت ہند کو سامنا ہے اور اس وقت تک جب تک کہ نیا دستور وضع ہو سکے لازماً عالم گیر مساعی جنگ میں اپنے حصے کے طور پر ہند کے دفاع کے کنٹرول کو برقرار رکھنے اور اسے جہت دینے کی ذمہ داری ملک معظم کی حکومت کو اٹھانی ہو گی۔ لیکن یہ صرف الفاظ کی تبدیلی ہے۔

ہند کے فوجی' اخلاقی اور مادی وسائل کی پوری پوری تنظیم کا کام اہالیان ہند کے تعاون سے حکومت ہند کی ذمہ داری ہونی چاہئے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ ملک معظم کی حکومت کی خواہش ہے کہ وہ "اہم طبقوں کے رہنماؤں کی اپنے ملک کی مشاورت میں موثر شرکت کے لئے دعوت دے۔"

ایک یونین

اب' خواتین و حضرات' یہ ہے دستاویز اور میں چند الفاظ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس کا کیا مطلب ہے اور میں اس سے کیا سمجھتا ہوں۔ اس کا مطلب ہے' قائم ہونے والی قلمرو یا قلمروؤں کے رتبہ اور اختیارات کے دستوری مضمرات جو بھی کچھ ہوں اصل مقصد ہند کی ایک نئی یونین قائم کرنا ہے۔ ہم اس سے آغاز کار کریں گے۔ اس مقصد کے لئے ایک دستور ساز ادارہ قائم کیا جائے گا جو خود مختار ادارہ ہو گا۔ "ایک خود مختار ادارہ ابتدا کرے گا" — سر اسٹیفورڈ کرپس کی زبان

استعمال کریں تو ــــ "جس کی ترجیح ہو گی سارے ہند کے لئے ایک یونین۔"

غور کیجئے اس ادارے کی رکنیت کیا ہو گی۔ اس ادارے کی رکنیت مشتمل ہو گی اولاً ان ارکان پر جو گیارہ مجالس قانون ساز کے ارکان ایک حلقہ انتخاب کے طور پر اپنے میں سے منتخب کریں گے، متناسب نمائندگی کے ذریعے سے جداگانہ طریقہ انتخاب کے ذریعے سے نہیں۔ جب یہ ادارہ تشکیل پا جائے گا تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ بجز ایک یونین کے کسی اور نتیجہ پر کیسے پہنچ سکتا ہے اور اسی لئے اس کی تشکیل اس ڈھنگ سے کی جا رہی ہے۔

لیکن دستور ساز ادارے کے صرف سادہ اکثریت کی بنیاد پر دستور مرتب کر لینے کے بعد یہ درست ہے کہ کوئی ایک صوبہ یا صوبے جو اس دستور کو منظور نہ کریں انہیں ایک موقع دیا گیا ہے کہ وہ ایک اور آزمائش میں سے ہو گزریں جس کی میں اس کے بعد وضاحت کروں گا۔ مگر یاد رکھئے کہ مسلمان جداگانہ طریقہ انتخاب کے ذریعے بھی دستور ساز ادارے میں ۲۵ فیصد سے زیادہ نہیں ہو سکتے، جب کہ متناسب نمائندگی سے وہ اس سے کم ہو سکتے ہیں۔ پس عظیم اکثریت غیر مسلموں کی ہو گی لہٰذا امکانات کا یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ اکثریت کی بنیاد پر دستور ایک یونین کے حق میں ہو گا۔

دوسرا نکتہ جس کا وہاں ذکر نہیں، یہ ہے کہ کیا اس دستور ساز ادارے میں فیصلے سادہ اکثریت کی بنیاد پر کئے جائیں گے یا نہیں؟ جب میں اس دستاویز کو پڑھتا ہوں، یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس کے سوا اس کا کوئی دوسرا مطلب نہیں۔ کیونکہ یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب ہم کسی دستاویز میں کسی متعینہ اکثریت کی پابندی عاید کرنا چاہتے ہیں تو اس کا ذکر کرتے ہیں۔ جب آپ اس کا تذکرہ نہیں کرتے تو اس کے معنی ہوتے ہیں سادہ اکثریت کا قاعدہ۔ مثال کے طور پر ہمارے اپنے دستور میں دفعہ موجود ہے کہ ہمارے دستور میں دو تہائی اکثریت کے بغیر کوئی تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔ پس یہ ہے دستور ساز ادارہ۔ اگر میں اس پر ذرا تبصرہ کر سکوں تو (یہ ہو گا) مسٹر گاندھی اس دستور ساز ادارے میں اس پختہ یقین کے ساتھ آئیں گے کہ اس کے ذریعہ جو دستور مرتب ہو گا وہ ایک آل انڈیا یونین کا ہو گا۔

ڈھارس

اب جب یہ ہو جائے گا تو صوبہ یا صوبے جو اس سے ناخوش ہوں گے انہیں ڈھارس دی گئی ہے۔ نہیں، نہیں، آپ کے پاس ایک موقع اور ہے۔ اس سے پیشتر کہ آپ کو قربان گاہ پر چڑھا دیا جائے (قہقہہ) اور وہ موقع کیا ہے؟ موقع یہ ہے ــــ اور یہ دستاویز میں موجود نہیں ہے بلکہ سر اسٹیفورڈ کی تجویز ہے، بے شک متعدد تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ جب وقت آئے گا تو ہم بھی

اپنی تجویزیں پیش کریں گے۔ وہ کہتے ہیں دیکھئے اگر ۴۱ فیصد اس کے مخالف ہوں گے تو استصواب کرا لیا جائے گا' کس کا استصواب؟ بلاشبہ صوبہ کا استصواب۔

حق خودارادیت کس کا دریافت کرنا چاہتے ہیں؟ خود ارادیت دو قوموں کی اکٹھا کر کے یا الگ ایک قوم کی؟ (مرحبا۔ مرحبا) جواب ہے' بلاشبہ دونوں کی اکٹھا کر کے۔

یہ ہے دوسرا موقع۔ اگر استصواب رائے کا فیصلہ آپ کے حق میں ہو جائے تو آپ قربان ہونے سے قبل مقتل میں جانے سے بچ جائیں گے (قہقہہ) جہاں تک مسلم ہند کا تعلق ہے یہ بے حد اہمیت کا حامل نکتہ ہے۔

مایوسی

جہاں تک حال کا تعلق ہے' حضرات' میں آپ کو اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکتا جو کچھ اس دستاویز میں موجود ہے چونکہ اس کا تمام انحصار حتمی تصویر کیا ہو گی اور اس پر میں کوئی روشنی نہیں ڈال سکتا۔ میں نے آپ کے سامنے وضاحت کر دی ہے' مجھے امید ہے کہ درست طور پر کی ہے' ورنہ سر اسٹیفورڈ کرپس یا کوئی اور صاحب میری اصلاح کر سکتے ہیں اور میں اپنی اصلاح کر لوں گا۔ مسودہ اعلان تجاویز کی وضاحت کرنے کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ میں آپ کے جذبات کی ترجمانی کروں گا' جب میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں کو سخت مایوسی ہوئی کہ مسلم قوم کے وجود اور اس کی کلیت کو واضح طور پر تسلیم نہیں کیا گیا (مرحبا۔ مرحبا)

اصل مسائل سے روگردانی کر کے اور صوبوں کے وجود پر ضرورت سے زیادہ زور دیتے ہوئے جو برطانوی حکمت عملی کے محض حادثات اور انتظامی تقسیم ہیں' ہند کے مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش بنیادی طور پر غلط ہے (مرحبا۔ مرحبا) مسلم ہند اس وقت تک مطمئن نہ ہو گا جب تک کہ غیر مبہم طور پر اس کا قومی خودارادیت کا حق تسلیم نہ کر لیا جائے (مرحبا مرحبا)

یہ محسوس کر لینا چاہئے کہ ہند کبھی بھی ایک ملک یا قوم نہیں تھا۔ اس برصغیر میں ہند کا مسئلہ بین الاقوامی ہے اور اختلافات' ثقافتی' معاشرتی' سیاسی اور اقتصادی اس درجہ بنیادی ہیں کہ نہ انہیں ڈھانپا جا سکتا ہے' نہ چھپایا جا سکتا ہے اور نہ انہیں خلط ملط کیا جا سکتا بلکہ سب کو حقیقت پسندوں کی طرح ان سے نمٹنا چاہئے۔

دستاویز میں علیحدگی کے ضمن میں اقلیت کی مبینہ طاقت محض سراب ہے۔ کیونکہ ہندو ہند تمام صوبوں میں ایک آل انڈیا یونین کے حق میں فیصلے پر حاوی ہو گا' اور بنگال اور پنجاب میں مسلمان ان صوبوں کی ہندو اقلیت کے رحم و کرم پر ہوں گے جو مسلمانوں کو ہندو مت کی گاڑی کے پہیہ سے باندھ رکھنے کے لئے اپنا پورا زور اور طاقت صرف کر دیں گے۔ اس طرح تمام

صوبوں میں مسلمانوں کی گردن میں غلامی کا طوق ڈال دیا جائے گا (مرحبا- مرحبا)

ہم اپنی رضامندی سے حال کی خاطر مستقبل کو داؤ پر نہیں لگا سکتے- جب کہ ہمیں غیر ملکی جارحیت کے خطرے کا پورا احساس ہے اور ہند کے دفاع کے بارے میں ہمارے اضطراب اور مساعی جنگ میں امداد کے باوصف- ایسا کرنا ہماری طرف سے لاکھوں مسلمانوں کی آنے والی نسلوں کے خلاف ایک جرم ہو گا (مرحبا- مرحبا)

ڈھانچہ

جہاں تک ان تجاویز کا تعلق ہے جو مرکزی اور صوبائی حکومتوں میں ردوبدل کے ضمن میں ہیں اور جن کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ ان پر موجودہ دستور کے ڈھانچے کے اندر رہتے ہوئے غور کیا جانا چاہئے- یہ ایک مشکل امر ہے کہ اس سلسلے میں دستاویز سے کوئی حتمی اور ٹھوس بات اخذ کی جا سکے کیونکہ اس کا تمام تر انحصار پوری تصویر پر ہو گا جب اس کا انکشاف ہو گا- ہمیں اس کا ابھی علم نہیں ہے نہ ہی یہ ابھی تک ہمارے سامنے آئی ہے- دستاویز محض تجویز کا ایک ڈھانچہ ہے- بدیہی طور پر اس میں بہت سی خالی جگہوں کو پُر کرنے کی ضرورت ہے- اس سے قبل کہ یہ قابل قبول شکل اختیار کرے- یہ ان امور میں سے ایک ہے جن میں چند اصولوں کے محض ایک بیان کے مقابلے میں تفصیلات زیادہ اہمیت اختیار کر جائیں گی-

اس نے ہمارے لئے زبردست اضطراب اور سخت خدشات کو جنم دے دیا ہے' بالخصوص پاکستان کی اسکیم کے تعلق میں جو مسلم ہند کے لئے زندگی اور موت کا معاملہ ہیں (مرحبا- مرحبا) پس ہم کوشش کریں گے کہ پاکستان کے اصول کو جو دستاویز میں ڈھکے چھپے انداز میں تسلیم کیا گیا ہے واضح اور غیر مبہم انداز میں مان لیا جائے- جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جائے گا کہ باہر رہنے یا الحاق کرنے کے بارے میں مسلمانوں کے حق کی کس طرح وضاحت کی گئی ہے وعدوں کی قیمت خون' دولت اور سازوسامان کی شکل میں ادا کرنے کے بعد فلسطین کی تاریخ کو دہرائے جاتے دیکھنے کی ہماری کوئی خواہش نہیں جیسا کہ گذشتہ جنگ کے بعد ہوا- (مرحبا- مرحبا)

ہمارے خلاف ہے

دستاویز سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کو دور از کار امکان قرار دیا گیا ہے اور ایک نئی انڈین یونین کو قطعی ترجیح دی گئی ہے جو اصل مقصد اور تجویز ہے- دستاویز میں طریقہ کار کے جن قواعد و ضوابط کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور سر اسٹیفورڈ کرپس نے اب تک صحافیوں سے جو ملاقاتیں کی ہیں اور جو وضاحتیں پیش کی ہیں وہ ہمارے خلاف ہیں اور ہمیں لگے ہوئے پتوں سے کھیلنے کے لئے کہا جا رہا ہے-

جیسا کہ آپ کو علم ہے ہماری مجلس عاملہ ۲۷ مارچ سے ان تجاویز پر بڑی احتیاط کے ساتھ مطالعہ اور جائزے میں مصروف ہے۔ مجھے بھروسہ ہے پاکستان اور مسلمانوں کے حق خودارادیت کے اصولوں کو حقیقی طور پر جامہ عمل پہنانے کے لئے ملک معظم کی حکومت اور سر اسٹیفورڈ کرپس اپنی جانب سے ضروری ردوبدل کرنے میں پس و پیش نہیں کریں گے۔ ہمیں توقع کرنی چاہئے کہ ان مذاکرات سے ایسا سمجھوتہ سامنے آئے گا جو منصفانہ' آبرومندانہ اور حتمی طور پر سب کے لئے قابل قبول ہو گا۔ (پرزور تالیاں) (دی ڈان' ۱۲ اپریل ۱۹۴۲ء)

۱۴۔ انجمن صحافیان کی دعوت میں تقریر

الہ آباد' ۵ اپریل ۱۹۴۲ء

آج شام چائے کی ایک ضیافت میں جرنلسٹس ایسوسی ایشن' الہ آباد نے ان کے اعزاز میں ترتیب دی' تقریر کرتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح' صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے کہا: "میں اتفاق کرتا ہوں کہ آج ہندوؤں اور مسلمانوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ لیکن میں نے متعدد بار یہ کہا ہے کہ اختلافات کچھ بھی کیوں نہ ہوں میرے دل میں اس عظیم فرقے ہندوؤں کے خلاف یا کسی اور فرقے کے خلاف عداوت پیدا نہیں ہوتی۔"

مسٹر جناح نے کہا کہ انہیں یہ کہنے میں کوئی پس و پیش نہیں کہ جہاں تک اخبارات کا تعلق ہے بالخصوص خبر رساں اداروں کا میرے ساتھ بنا کسی استثنیٰ کے منصفانہ اور فیاضانہ سلوک روا رکھا گیا۔ بلاشبہ جماعتی اخبارات تنازعات' مباحث' چھیڑنے میں آزاد ہیں۔ دراصل انہوں نے اخبارات کی خیر سگالی کے جذبے کو بہت سراہا اور توقع ظاہر کی کہ ان کے اور اخبارات کے درمیان ہمیشہ خوشگوار اور دوستانہ تعلقات قائم رہیں گے اور جس نیک مقصد کی بھی جستجو ہو گی وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے۔ جائزہ' تجزیہ اور انہیں عوام کے سامنے رکھنے کے بعد ہی متنازعہ امور کو ان کے صحیح تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

مسٹر جناح نے کہا: "میں اتفاق کرتا ہوں کہ آج بہت بڑا فرق ہے بالخصوص ہندوؤں اور مسلمانوں میں' آپ یہاں ہندو ہیں یا مسلمان' پارسی ہیں یا عیسائی' میں آپ سے جو کچھ کہہ سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ مجھ پر جتنی بھی چاہے تنقید کی جائے' جتنا بھی چاہے مجھ پر حملہ کیا جائے اور آج بعض حلقوں میں مجھ پر نفرت کا الزام بھی لگایا جاتا ہے۔۔۔ کہ میں اس کا قائل ہوں اور دیانتداری سے اس کا قائل کہ وہ دن آئے گا جب نہ صرف مسلمان بلکہ ہندوؤں کا یہ عظیم فرقہ میرے لئے دعائے خیر کرے گا' میری زندگی میں نہ سہی میری موت کے بعد ہی سہی ۔۔۔ میں نے بہت مرتبہ

یہ بات کہی ہے، اختلافات خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہوں وہ میرے دل میں اس عظیم فرقے ہندوؤں یا کسی اور فرقے کے خلاف عداوت پیدا نہیں کرتے۔ آج ہم ایک دوسرے سے اتفاق نہیں کرتے ۲۱ لیکن میں آپ کو ایک مثال دوں گا جب پہلا آدمی چھتری لے کر سڑک پر نکلا تو لوگوں نے اس کا مذاق اڑایا اور ہجوم نے اسے گھمنڈی کہا کیونکہ لوگوں نے اس سے قبل اپنی زندگی میں چھتری نہیں دیکھی تھی۔

چھتری اٹھائے ہوئے ہوں

میں ایک چھتری اٹھائے ہوئے ہوں، آپ میرا مذاق اڑا سکتے ہیں۔ لیکن وہ وقت اس سے جلد تر آ سکتا ہے جتنا آپ محسوس کرتے ہیں کہ آپ یہ سمجھ لیں گے کہ چھتری کیا چیز ہے، بلکہ آپ میں سے ہر ایک اپنے فائدے کی غرض سے اسے استعمال بھی کرے گا۔"

مسٹر جناح نے کہا کہ انسانی تاریخ میں اس کی بہت مثالیں ہیں کہ کچھ لوگوں کو جو نادیدہ راہ پر گامزن ہوئے تضحیک کا نشانہ بنایا گیا، ان کا مذاق اڑایا گیا، انہیں دبایا گیا، ان کی غلط ترجمانی کی گئی، اور ان کے ساتھ ہتک آمیز سلوک کیا گیا۔ اس کی ایک مثال جو معروف ہے وہ ڈسرائیلی ہے۔ ایک اور مثال چیمبرلین ہے۔ جب چیمبرلین نے محصول اور تحفظ کی چھتری کے ساتھ ابتدا کی تو ان کے ساتھ کیا ہوا؟ انہیں ایوان میں اپنی نشست بدلنی پڑی.اور وہ تن تنہا رہ گئے۔ ان کے فرزند ان کے جانشین ہوئے اور انہوں نے وہی حکمت عملی، یعنی تحفظ اور محصول، پارلیمان کی متفقہ رائے سے اپنائی۔

مسٹر جناح نے توقع ظاہر کی کہ وہ اپنی زندگی میں دیکھ لیں گے اور اگر وہ شاید نہ دیکھ سکے تو ان کی جانشینی کے لئے ان کا تو کوئی فرزند نہیں، لیکن ان کے تصور کے ضمن میں ان کا جو جانشین ہو گا وہ دیکھے گا کہ آج وہ جس نظریے کے لئے لڑ رہے ہیں، اور جو ہر شخص کے بہترین مفاد میں ہے، وہ ایک زندہ حقیقت ہے۔ [اے۔ پی۔ آئی] (دی اسٹار آف انڈیا، ۶ اپریل ۱۹۴۲ء)

۱۵۔ کانگرس کا باطل دعویٰ

پریس کانفرنس میں سر اسٹیفورڈ کرپس کی تجاویز پر بیان

نئی دہلی، ۱۳ اپریل ۱۹۴۲ء

"قائداعظم محمد علی جناح نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کانگرس کے اس دعوے کی موثر طریقے سے نفی کی کہ وہ سارے ہند کی نمائندہ جماعت ہے۔

انہوں نے اس دعوے کی مکمل طور پر قلعی کھول کر رکھ دی۔"

اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہ مسلم لیگ کو ملک معظم کی حکومت کی ان تجاویز کو کیوں مسترد کرنا پڑا جو سر اسٹیفورڈ کرپس لائے تھے؟ قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا: "ملک معظم کی حکومت کی تجاویز اپنی اساس کے لحاظ سے ناقابل تغیر و تبدل تھیں۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ انہیں کلی طور پر قبول کیا جا سکتا ہے' جزوی طور پر نہیں۔ ملک معظم کی حکومت نے سر اسٹیفورڈ کرپس کو یہ اختیار بھی نہیں دیا تھا کہ حال یا مستقبل کے بارے میں کسی متبادل تجویز پر غور کر سکیں۔ ہمارے لئے یہ راہ بھی کھلی نہیں تھی کہ ہم حال کے ضمن میں کوئی متبادل تجویز پیش کر سکیں کیونکہ ہمیں یا تو تجاویز کو من و عن قبول کرنا تھا یا نہیں کرنا تھا۔ لہٰذا ہم حال کی خاطر مستقبل کو خیرباد نہ کہہ سکے۔ حاصل یہ تھا کہ غیر مبہم انداز میں پاکستان کو تسلیم نہیں کیا گیا تھا اور مسلمانوں کے حق خود ارادیت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا ہم نے مستقبل کے بارے میں تجاویز کو قبول نہیں کیا۔"

پنڈت جواہر لال نہرو کے ایک حالیہ بیان کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا: "میں دیکھتا ہوں کہ پنڈت جواہر لال نہرو نے اب بھی اخباری نمائندوں سے باتیں کرتے ہوئے کہا ہے کہ کانگرس ہند کی نمائندگی کرتی ہے اور ہند کی نیابت کرتی ہے۔ اس دعوے کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ مسلم ہند نے اس دعوے کی نفی کر دی ہے۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ کانگرس نہ صرف ہند کے مسلمانوں کی نمائندگی نہیں کرتی بلکہ بہت سے ہندوؤں' پست اقوام' غیر برہمنوں اور دیگر اقلیتوں کی ترجمانی بھی نہیں کرتی۔"

کرپس تجاویز کا حوالہ دیتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے کہا کہ "اساس کے لحاظ سے ملک معظم کی حکومت کی تجاویز ناقابل تغیر تھیں۔ پس سر اسٹیفورڈ کرپس کی وضاحت کے بعد مسلم لیگ نے کمال احتیاط کے ساتھ ان پر غور کیا۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ انہیں کلی طور پر قبول کیا جانا چاہئے' جزوی طور پر نہیں۔ لہٰذا ہم مستقبل کو خیرباد کہہ کر حال سے نہیں نمٹ سکتے تھے۔ مزید برآں حال کے بارے میں صرف اسی صورت میں غور کیا جا سکتا تھا اگر مستقبل کے متعلق اتفاق رائے ہو جائے اور ملک معظم کی حکومت نے سر اسٹیفورڈ کرپس کو یہ اختیار نہیں دیا تھا کہ وہ حال یا مستقبل کے ضمن میں کسی متبادل تجویز پر غور کر سکیں۔ اس صورت حال کی موجودگی میں ہم نے تجاویز پر ایک دستاویز کی حیثیت سے غور کیا اور یہ نتیجہ اخذ کیا جہاں تک مستقبل کا تعلق ہے تقسیم (پاکستان) کے اصول کو تسلیم نہیں کیا گیا' لیکن ایک صوبے یا صوبوں کے باہر رہنے کا امکان موجود تھا۔ اس مقصد کے لئے جو طریقہ کار تجویز کیا گیا' وہ ایسا تھا کہ ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلم

اکثریت کے دو صوبوں میں اسلوب کار کے جو قواعد و ضوابط منضبط کئے گئے ہیں وہ اس ڈھنگ کے ہیں کہ نو کروڑ مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ صوبائی مجالس قانون ساز میں چند ووٹوں سے ہو جائے گا' جہاں مسلمان' جیسا کہ بنگال اور پنجاب ہیں' ان مجالس میں اقلیت میں ہیں۔ یہ بڑے مسلم صوبے ہیں۔ اسی طرح مسلم اکثریت کے صوبے سرحد اور سندھ میں غیر مسلموں کو بطور تحفظ جو زائد نمائندگی دی گئی ہے اس کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے اپنی منزل کا حصول بہت مشکل ہو جائے گا۔ عملاً پاکستان کو غیر مبہم انداز میں تسلیم نہیں کیا گیا' اور مسلمانوں کے حق خودارادیت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا گیا۔ پس ہم نے مستقبل کے بارے میں تجاویز کو منظور نہیں کیا۔ تاہم ہم نے یہ بات تسلیم کی کہ وہ ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت سے برطانوی حکمت عملی کی اساس بن سکتی ہے۔

البتہ تقسیم کے اصول کو تسلیم کرنے کی مسلم ہند نے بہت تعریف کی۔

حال

جہاں تک حال کا تعلق ہے ہمارے لئے کوئی متبادل تجویز کرنے کی راہ کھلی ہوئی نہیں تھی۔ کیونکہ ہمیں تجویز کو من و عن قبول کرنا تھا' یا نہیں کرنا تھا۔ مستقبل کے بارے میں فیصلہ کر لینے کے بعد ہم نے سوچا کہ حال کے متعلق بحث و تمحیص کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ مزید ہم نے یہ بھی سوچا کہ جب تک مکمل تصویر دستیاب نہ ہو' اس سے نمٹنا ہمارے لئے ممکن نہ ہو گا۔ حال کے بارے میں تفصیلات بہت زیادہ اہمیت کی حامل تھیں' اور اس معاملے میں وہ اصولوں کے مقابلے میں زیادہ اہم تھیں۔ تاہم موجودہ زمانہ کے متعلق میرے اور سر اسٹیفورڈ کرپس کے درمیان کوئی تبادلہ خیال نہیں ہوا' بجز اس کے کہ تفصیلات وائسرائے متعلقہ جماعتوں کے ساتھ طے کریں گے۔

اب مجھے خط و کتابت اور بیانات کے ایک ڈھیر سے معلوم ہوا ہے کہ کانگرسی زعماء مبینہ طور پر سر اسٹیفورڈ کرپس کے ساتھ ان کی متبادل تجاویز پر تبادلہ خیال کر رہے تھے۔ سر اسٹیفورڈ کرپس نے اس واقعہ کی تردید کی ہے۔ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ سر اسٹیفورڈ اور کانگرس کے درمیان کیا صلاح مشورے ہوئے۔ لیکن میں یہاں اس بات کا اضافہ کر دوں کہ اگر کانگرس کی متبادل تجاویز قبول کر لی گئیں' یعنی ہند کی فوری آزادی اور خودمختاری' بڑی جماعتیں کابینہ نامزد کریں جس کی اجتماعی ذمہ داری ہو۔ وائسرائے دستوری گورنر جنرل کا کردار ادا کریں اور وزیر ہند اور ملک معظم کی حکومت کو مداخلت کا کوئی اختیار نہ ہو' تو اس کے معنی ہوں گے ایسی کابینہ کا قیام جسے ہٹایا نہ جا سکے اور جو بجز اکثریت کے کسی کے سامنے جواب دہ نہ ہو گی' جو کابینہ میں کانگرس کے حکم کے تابع ہو گی۔ اگر یہ بندوبست کیا گیا تو یہ ایک آمرانہ اعلیٰ مجلس فاشٹ گرینڈ کونسل ہو

گی اور مسلمان اور دیگر اقلیتیں کانگرس راج کے رحم و کرم پر ہوں گی۔

پھر یہ کہنا کہ مستقبل پر جنگ کے بعد غور کیا جائے گا' میری دانست میں ایک لغو بات ہے کیونکہ تفصیلات کے سوا مستقبل کے بارے میں بحث و تمحیص کے لئے باقی کچھ نہ رہ جائے گا۔

کانگرس کا کھیل

ہم آزادی اور خودمختاری کے حامی ہیں اور اس باب میں کسی سے پیچھے نہیں۔ لیکن کانگرس کی اسکیم سے ہند کے مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کو آزادی میسر نہیں آئے گی جو پورے طور پر ایک کٹھ پتلی کابینہ کے رحم و کرم پر ہوں گے۔ پس ہمارا موقف یہ ہے کہ کانگرس قومی حکومت کے نام پر اصل اور اہم مسائل سے پہلوتہی کر رہی ہے۔ یہ ابتدا ہے اور ہم اسے ہی روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

کانگرس نے یہ تسلیم کیا ہے کہ ان کی اسکیم کے تحت جو کابینہ مرتب ہو گی وہ ایک مخلوط کابینہ ہو گی جسے مختلف گروہوں سے ترتیب دیا جائے گا اور جو ملک میں موجود مختلف نظریات کی نمائندگی کرے گی۔ کچھ کانگرس سے آئیں گے' کچھ ہندو مہاسبھا سے' مسلم لیگ اور سکھ۔ میں نے یہ بات نوٹ کی ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو نے اس بات کو بالکل واضح کر دیا ہے جب انہوں نے یہ کہا کہ فرض کیجئے کہ پندرہ ارکان پر مشتمل ایک کابینہ میں کانگرس کی اکثریت ہو گی آٹھ نو ارکان۔ کانگرس کی اکثریت میں اضافہ کر لیجئے۔ ہندو مہاسبھا اور سکھوں کا اور مسلمان بہت ہی تھوڑی اور غیر موثر اقلیت میں رہ جائیں گے۔ پنڈت نہرو تسلی کی جو ایک بات کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر مسلمانوں نے اتفاق نہ کیا تو وہ استعفیٰ دے سکتے ہیں۔ اگر یہ پہلے سے —— سوچا سمجھا اکثریت کا جانا ہوا منصوبہ نہیں تو کیا ہے۔

مجھے پنڈت جواہر لال نہرو کا یہ بیان پڑھ کر حیرت ہوئی کہ میں قومی حکومت کے بارے میں کانگرس کے مطالبہ پر کوئی اعتراض نہیں کروں گا۔ میں زور دے کر کہتا ہوں کہ اگر کانگرس کا مطالبہ منظور کر لیا گیا تو یہ مسلمانان ہند کے لئے موت کا پیغام ہو گا۔

ختم کرنے سے قبل قائداعظم نے کہا کہ کانگرس نے سر اسٹیفورڈ کے ساتھ مذاکرات دیگر تمام جماعتوں کے علی الرغم کئے ہیں' جنہیں اس نے پوری طرح نظرانداز کیا ہے۔

سوالات

س : پھر لیگ کا موقف کیا ہے؟

ج : اگر تمام جماعتیں مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان یا تقسیم اور مسلمانوں کے حق خودارادیت کو تسلیم کر لیں تب ہم حال کے بارے میں کسی معقول سمجھوتے پر اتفاق کرنے کے لئے تیار ہوں

گے۔ جب تک مطالبہ پاکستان کو تسلیم نہیں کر لیا جاتا تو زمانہ حال کے بارے میں ہم کسی ردوبدل پر اتفاق نہیں کریں گے جو کسی طرح بھی پاکستان کے مطالبہ کے خلاف ہو یا اس کے متعلق پہلے سے کوئی فیصلہ صادر کر دے۔

کانگرس کا مطالبہ جس کی پنڈت جواہر لال نہرو نے پریس کانفرنس میں وضاحت کی ہے اور جس کا سر اسٹیفورڈ کرپس کے ساتھ منکشف ہونے والی خط و کتابت میں ذکر ہے قطعی طور پر مطالبہ پاکستان کے منافی ہے اور اس کے بارے میں پہلے سے رائے قائم کرنے کے مترادف ہے لہٰذا یہ ہمارے لئے ناقابل قبول ہے۔

س : پھر کیا یہ رہنماؤں کا کام نہیں کہ وہ آپس میں مل بیٹھیں اور معاملہ پر تبادلہ خیال کر لیں۔

ج : یہ رہنماؤں کا کام ہے کہ وہ ایسا کرنے کے لئے طریقے طے کر لیں۔

(دی ڈان' ۱۹ اپریل ۱۹۴۲ء)

۱۶۔ برطانیہ' کانگرس اور سیاسی بلیک میل

اگر برطانیہ جھک گیا تو نتیجہ ملک میں افراتفری ہو گا

نمائندہ انٹرنیشنل نیوز سروس آف امریکہ کو دیا گیا انٹرویو

بمبئی' ۲۱ مئی ۱۹۴۲ء

"اگر لڑنے کے لئے انہیں حصول منزل مقصود کی یقین دہانی کرا دی جائے یعنی بعد از جنگ ہند میں آزاد مسلم ریاستوں کا قیام اور لڑائی کے لئے اسلحہ فراہم کر دیا جائے تو ہند کے دس کروڑ مسلمان جارحیت کا مقابلہ کریں گے اور ناقابل تسخیر قوت کے بل بوتے پر دشمن کو اٹھا کر ہند سے باہر پھینک دیں گے۔" یہ اعلان قائداعظم محمد علی جناح نے مسٹر ڈبلیو۔ ڈبلیو۔ چیپ مین نامہ نگار "انٹرنیشنل نیوز سروس آف امریکہ" کے ساتھ ایک ملاقات میں کیا۔

ہند کی آزادی کے ساتھ امریکہ کی ہمدردی کو سراہتے ہوئے کہا حقیقی خودمختاری اس وقت آئے گی جب ہند کے شمال مغربی اور مشرقی خطوں میں' علیحدہ مسلم ریاستیں وجود میں آ جائیں جہاں کی آبادی میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اگر برطانیہ کانگرس کے سیاسی بلیک میل کے سامنے جھک گیا اور ایک قومی حکومت کی منظوری دے دی جس میں ہندوؤں کا غلبہ ہوا تو نتیجہ فوری طور پر خوفناک افراتفری ہو گا۔

مسٹر جناح نے عہد کیا کہ ہند کے دس کروڑ مسلمان مرد' عورتیں اور بچے اپنی پوری قوت کے ساتھ جاپانی جارحیت کا مقابلہ کریں گے۔ تاہم انہوں نے پیش گوئی کی کہ جارح کی مسلح افواج کا

یہ مقابلہ غیر موثر ہو گا' انہوں نے اپنے وعدہ کو' بعد از جنگ ہند میں خودمختار مسلم ریاستوں کے قیام کے مطالبہ کی تجدید کرتے ہوئے اس بات سے مشروط کیا کہ فوجی خدمت سر انجام دینے کے لائق مسلمان مردوں کو مسلح کر دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اگر لڑنے کے لئے حصول منزل کی یقین دہانی اور لڑائی کے لئے ہتھیار مہیا کر دیئے جائیں تو ہم برطانوی افواج کے شانہ بشانہ کھڑے ہو جائیں گے اور دشمن کو ناقابل تسخیر قوت کے بل بوتے پر اٹھا کر ہند سے باہر پھینک دیں گے۔

کانگرس کے اقدام کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے ان کے لہجے میں تلخی آ گئی۔ انہوں نے کہا کہ کانگرس سیاسی بلیک میل میں مصروف ہے' اس حقیقت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کہ زبردست دشمن دروازے پر پہنچا ہی چاہتا ہے' انگریزوں کو مجبور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ نام نہاد قومی حکومت قائم کرنے پر رضامند ہو جائے جس میں مسلمانوں کی تعداد تین کے مقابلے میں ایک ہو گی' اور جن پر ہندو اسی طرح حکومت کریں گے جس طرح آج انگریز حکمران ہیں۔ مسلمان اس نوع کے انتظام کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ وہ آزادی پر اصرار کرتے ہیں' انگریزوں سے' جاپانی جارح سے اور ہندوؤں سے۔ اگر انگریزوں نے ایک قومی ریاست کا' جس میں ہندوؤں کا غلبہ ہو' مطالبہ منظور کر لیا تو فوری اور زبردست افراتفری رونما ہو جائے گی۔

قائداعظم نے کہا کہ وہ امریکہ کی اصول آزادی ہند کے ساتھ ہمدردی کو پوری طرح سراہتے ہیں لیکن حقیقی آزادی تو پاکستان کے ذریعے ہی آ سکتی ہے جب شمال مغربی اور مشرقی خطوں میں مسلم ریاست یا ریاستیں قائم ہو جائیں' جہاں مسلمان کل آبادی کا ۷۵ فیصد ہیں۔ انہوں نے کہا یہ یقینی طور پر جائز ہے۔ اس طرح مسلمانوں کو ہند کا ایک چوتھائی رقبہ مل جائے گا۔ ہندوؤں کے پاس تین چوتھائی رقبہ رہ جائے گا جو ملک کا سب سے دولتمند علاقہ ہو گا اور انہیں چین اور شاید روس کے بعد دنیا کی سب سے بڑی آبادی کا علاقہ مل جائے گا۔ اگر میں ہندو رہنما ہوتا تو میں کہتا "آیئے ہم اس شخص جناح سے اس کی تجویز پر جلدی سے دستخط کرا لیں' پھر ہم ایک زبردست ہندو ملک بن جائیں گے جس میں اقلیت کا کوئی مسئلہ نہ ہو گا' جو بصورت دیگر ہمیشہ قومی اتحاد کی راہ میں رکاوٹ بنا رہتا ہے۔"

قائداعظم محمد علی جناح نے کانگرس پر بدنیتی کا الزام لگایا جو ایک تنظیم کو مسلمانوں اور ہندوؤں کے مفادات کے نمائندے کی حیثیت سے آگے بڑھاتی رہتی ہے۔ یہ "کلیتا" باقی ماندہ دنیا کو الجھن میں مبتلا کرتا ہے تاکہ ان کی ہمدردی حاصل کی جا سکے۔ مولانا آزاد ایک کٹھ پتلی صدر ہیں جنہوں نے خود کو استعمال کئے جانے کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے' وگرنہ انہیں کانگرس میں کوئی اختیار حاصل نہیں' جو فکر اور عمل کے اعتبار سے مکمل طور پر ایک ہندو جماعت ہے۔

انہیں یقین ہے کہ آخرکار برطانیہ اور ہندو دونوں ان کی تجویز کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کیونکہ یہ ہند کے مسئلہ کا واحد عملی حل ہے۔ جب یہ ہو جائے گا تو انہوں نے کہا کہ وہ مسلم علاقوں میں بسنے والی چھوٹی سی ہندو اقلیت کے حقوق کے محافظ بن جائیں گے اور اصرار کریں گے کہ دستور انہیں پورے حقوق عطا کرے۔ اگر ہندو اپنے تین چوتھائی ہند میں مسلمانوں سے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں گے تو دونوں ملک اسی طرح اچھے ہمسایوں کی طرح خوش اسلوبی سے ساتھ رہ سکیں گے جس طرح کینیڈا اور متحدہ ریاستیں، میکسیکو اور شمالی امریکہ رہتے ہیں۔ اور جن کے بارے میں کوئی بھی یہ تجویز پیش نہیں کرتا کہ صرف اس وجہ سے کہ یہ لوگ ایک ہی براعظم میں آباد ہیں لہٰذا ایک حکومت کے زیرنگیں ہونے چاہئیں۔

ہندو ہند کے تین چوتھائی علاقے میں جس میں دشمن کے ساتھ عدم تعاون اور عدم تشدد کا سکہ رواں ہے دو اہم بندرگاہیں مدراس اور بمبئی ہیں۔ انہوں نے کہا مسلم آبادی کے علاقے میں، کراچی، چاٹگاؤں اور کلکتہ ہیں جو برما سے نزدیک ترین ہیں جہاں جاپانی مجتمع ہیں۔ یہاں لوگ مناسب ہتھیاروں کے ساتھ بہترین طریقے سے نبرد آزما ہوں گے اگر ہتھیار نہ ہوئے تو وہ ننگے ہاتھ جائیں گے۔ (دی ڈان، ۲۴ مئی ۱۹۴۲ء)

۱۷۔ مسلم نیشنل گارڈز کی تنظیم میں شامل ہو جائیے

مسلمان نوجوانوں سے اپیل

بمبئی ۲۸ مئی ۱۹۴۲ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے مسلمانان بمبئی سے اپیل کی کہ وہ خوف سے متاثر نہ ہوں اور بالخصوص مسلم نوجوانوں سے اپیل کی کہ وہ مسلم نیشنل گارڈز کی تنظیم میں ہزاروں کی تعداد میں بھرتی ہو جائیں تاکہ ہنگامی صورت حال کے موقع پر وہ خود اپنے گھر بار کی حفاظت کر سکیں۔

مسٹر جناح بمبئی صوبہ مسلم لیگ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے ایک پرہجوم جلسہ عام سے خطاب کر رہے تھے۔ قائداعظم نے کہا کہ ملک کی کثیر آبادی کے پیش نظر آپ کی حفاظت کے لئے جو کچھ بھی حکومت کرتی ہے صرف وہی کافی نہیں ہو گا۔ شہری دفاع کا پروگرام صرف ممکنہ دشمن کے اقدام کے خلاف ہی نہیں ہے بلکہ وہ ممکنہ داخلی ہنگاموں کے خلاف آپ کے جان و مال کے تحفظ کے لئے بھی ہے۔ لہٰذا یہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے بھائیوں کی مدد کرے۔

پاکستان

قائداعظم نے کہا: جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے اب اس دعوے کو زیادہ سے زیادہ تسلیم کیا

جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا اب تو برطانوی حکومت نے بھی ہند کے آئندہ دستور کے بارے میں اپنی ایک صدی پرانی حکمت عملی کو تبدیل کر دیا ہے۔ اب وہ ایک 'قلمرو' کی بجائے 'قلمروؤں' اور وفاق کی بجائے یونینوں کی بات کرنے لگے ہیں۔" مسٹر سی۔ راجہ گوپال اچاریہ نے جو گزشتہ تیس برس سے اعلیٰ مراتب پر فائز ہیں' کہا ہے کہ اب قائداعظم ایک اور ہی کہانی سنا رہے ہیں اور وہ پاکستان کا مطلب ہند کے دو ٹکڑے کرنا یا گائے یا ایک بچے کو دو حصوں میں تقسیم کرنا نہیں بتاتے۔ قائداعظم ہندوؤں کو یہ سمجھانا چاہتے ہیں محض پاکستان میں ہی دونوں فرقوں کی فلاح و بہبود مضمر ہے۔" (دی ڈان' ۷ جون ۱۹۴۲ء)

۱۸۔ مسٹر گاندھی کی بڑی چال پر تبصرہ

بمبئی ۲۲ جون ۱۹۴۲ء

"مجھے مسرت ہے کہ آخرکار مسٹر گاندھی نے کھلم کھلا یہ اعلان کر دیا ہے کہ اتحاد اور ہندو مسلم سمجھوتہ صرف ہند کی آزادی کے حصول کے بعد ہی ہو سکتا ہے اور اس طرح انہوں نے اس چولے کو نوچ کر پھینک دیا ہے جو انہوں نے گزشتہ بائیس برس سے پہن رکھا تھا۔ انہوں نے نہایت عمدہ طریقے سے مسلمانوں کو بے وقوف بنانے کی کوشش کی' لیکن آخرکار انہوں نے خود کو اپنے اصل رنگ میں ظاہر کر دیا ہے۔

میں اس خیال کا قائل رہا ہوں کہ مسٹر گاندھی کبھی بھی ہندو مسلم مسئلہ کو حل کرنا نہیں چاہتے' بجز اس کے کہ وہ ان کی اپنی شرط— ہندو غلبہ— پر ہو۔ یہ وہ اور صرف وہ ہی تھے جنہوں نے ہر اس موقع پر جب کبھی سمجھوتے کا کوئی امکان پیدا ہوا کسی نہ کسی طرح ہماری امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ اب انہوں نے ہمارے سامنے ایک نیا فارمولہ پیش کر دیا ہے "ہند کو چھوڑ دو۔" لیکن یہ کہنے کے بعد کہ انگریز واپس چلے جائیں' انہوں نے اس میں اضافہ کیا— وہ ہمیشہ کوئی سقم چھوڑ دیتے ہیں— "باقاعدگی کے ساتھ"!

اپنے پہلے اعلان کے بعد سے وہ وضاحت پر وضاحت کرنے میں مصروف رہے۔ ان لوگوں پر یہ بات بالکل عیاں رہی ہے جو مسٹر گاندھی کی زبان سمجھتے ہیں کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ برطانوی حکومت یہ قبول کر لے کہ کانگرس کے معنی ہیں ہند اور گاندھی کے معنی ہیں کانگرس۔ اور خود ساختہ انڈین نیشنل کانگرس کو حکومت کے اختیارات کے انتقال کے ضمن میں کل ہند کے ترجمان کی حیثیت سے ان کے ساتھ معاملہ کر لیا جائے اور انہیں برطانوی سنگینوں کے زیر سایہ طاقت اور اختیار کے سنگھاسن پر بٹھا دیا جائے۔ تاکہ ہندو کانگرس راج مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں پر مسلط کیا جا

سکے۔

وہ ہند کی آزادی کا حصول نہیں چاہتے۔ وہ اور پنڈت جواہر لال نہرو نعرے لگانے اور دلفریب باتیں کرنے میں مصروف ہیں۔ اگر وہ برطانوی حکومت کو اس بات پر رضامند کر لیں کہ وہ فوری طور پر واپس چلے جائیں خواہ مسٹر گاندھی کی شرط "باقاعدگی کے ساتھ" کے بغیر تب بھی مسلم لیگ اسے خوش آمدید کہے گی۔ یہ کتنا توہین آمیز بات ہے کہ مسلم لیگ اس ملک میں برطانوی راج کے جاری رہنے کے حق میں ہے۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ وہ پاکستان کے مسئلہ پر گفت و شنید کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ نہ ہی وہ فرقہ وارانہ مسئلہ پر کسی شکل یا صورت میں بات کرنے کے لئے آمادہ ہیں' جب تک کہ ہند کو آزادی حاصل نہیں ہو جاتی اور غیر ملکی تسلط ختم نہیں ہو جاتا۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ "جہاں تک میرا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ کانگرس مسٹر جناح سے بخوشی ملنے کے لئے آمادہ ہے اگر اس سے وہ مقصد حاصل ہوتا ہے جو ہمیں دل سے عزیز ہے۔ لیکن وہ اس مقصد پر غور کرنے کے لئے آمادہ نہیں جو ہمیں دل سے عزیز ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ اصل نکتہ تک محدود رہیں اور اس بات پر تبادلہ خیال کریں کہ ہند کی آزادی کس طریقے سے حاصل کی جا سکتی ہے یا دوسرے الفاظ میں اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ ہند سے پہلے کس ڈھب سے غیر ملکی تسلط ختم کیا جا سکتا ہے اور پھر دوسرے سوالات پر غور کیا جا سکتا ہے'۔

ہوا میں اس طرح باتیں کرنا کہ ہند کی آزادی چاہتے ہیں' بے سود ہے جب کہ آپ کی اس سے یہ مراد نہیں ہے۔ 'ہند کے لئے آزادی' 'خودمختاری' 'قومی حکومت' جیسے نعرے لگانے سے کیا حاصل۔ برصغیر کا خیال کرنا چاہئے نہ صرف غیر ملکی تسلط یا حکومت کے خاتمہ کے انداز میں جس کا نتیجہ طوائف الملوکی اور افراتفری کی شکل میں ظاہر ہو جیسا کہ مسٹر گاندھی وعدہ کرتے ہیں۔ بلکہ یہ ایک قطعی اور مثبت انداز میں ہونا چاہئے کہ ایک دستور ہو اور حکومت کا قیام عمل میں آئے جسے برطانوی حکومت کا اختیار منتقل کیا جا سکے اور وہ اس غیر ملکی تسلط کی جگہ لے سکے جسے مسٹر گاندھی آج ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ایسی حکومت ان مختلف قوموں اور مفادات کا اعتماد اور ان کی وفاداری حاصل کر سکے گی جو اس وسیع برصغیر میں آباد ہیں۔

جب تک کانگرس موجودہ فریب اور جھوٹا پروپیگنڈہ جاری رکھے گی ہند کی ترقی جوکھوں میں پڑی رہے گی۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ ایک بڑی چال چلی جانے والی ہے۔ اس دھمکی کا مقصد یہ ہے کہ ایک ستم رسیدہ اور پریشان حال برطانیہ پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ مسٹر گاندھی کا مطالبہ منظور کر لے۔ میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ برطانیہ عظیم ترین غلطی کا ارتکاب کرے گا اگر اس نے کانگرس

کے سامنے اس انداز سے سر تسلیم خم کر دیا جو مسلم انڈیا کے مفادات کے لئے ضرر رساں ہوا۔
ہمیں علم نہیں کہ یہ 'بڑی چال' کیا ہو گی۔ لیکن کوئی چیز ہمیں ہمارے متعینہ مقصد یعنی حصول پاکستان سے باز نہیں رکھ سکتی۔ جب وقت آئے گا تو مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم لیگ فیصلہ کرے گی کہ نئی صورت حال کا' اگر وہ پیدا ہوتی ہے' کس طرح سامنا کیا جائے۔ اور جیسے ہی موقع آیا میں مجلس عاملہ کا جلسہ طلب کر لوں گا۔ (اے۔ پی' دی ڈان' ۲۸ جون ۱۹۴۲ء)

۱۹۔ امریکی نامہ نگار سے گفتگو

بمبئی یکم جولائی ۱۹۴۲ء

"برطانیہ کے لئے انصاف کرنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ مسلم اوطان مسلمانوں کے حوالے کر دے اور ہندو اوطان ہندوؤں کے۔ یہ ایک عملی تجویز ہے اور اس سے کم سے کم گڑبڑ اور مزاحمت ہو گی۔ اس تعلق میں برطانیہ جس قدر جلد اپنا فیصلہ دے دے گا اتنا ہی تمام فریقوں کے لئے بہتر ہو گا۔ تقسیم ہند کی پاکستان اسکیم ہند کے ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لئے منصفانہ اور معقول ہے۔" ان خیالات کا اظہار قائداعظم محمد علی جناح نے یکم جولائی کو ایسوسی ایٹیڈ پریس آف امریکہ کے نامہ نگار مسٹر پی۔ گرودر کے ساتھ ایک اخباری ملاقات کے دوران کیا۔

انہوں نے مسٹر راج گوپال اچاریہ کے ساتھ اپنی حالیہ گفت و شنید کے بارے میں کوئی تبصرہ کرنے سے اس لئے انکار کر دیا کہ ایسا کرنا قبل از وقت ہو گا۔

قائداعظم نے ہندو کانگرس کی سارے ہند کے لئے ایک متحدہ اور جمہوری حکومت کی تجویز کا مطلب عملاً ہندو راج قرار دیا اور دس کروڑ مسلمانوں پر ہندو غلبہ۔ اگر انگریزوں نے اس طرح کا دستور ہند پر مسلط کیا یا انہوں نے اس جہت میں امریکہ کا اثر قبول کیا تو فوراً ہی اس ملک میں بدترین درجہ کی تباہی پھیل جائے گی۔ مسلم ہند کبھی بھی ہند کو ایک وحدت تصور کرتے ہوئے پورے ہند کی ایک وحدانی یا متحدہ حکومت خود اختیاری کو تسلیم نہیں کرے گا کیونکہ اس طرح سے شمال مغربی اور مشرقی منطقے (مسلم اوطان جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے) فی الفور ہندوؤں کی غلامی میں چلے جائیں گے۔

انہوں نے کہا: "مسلمان ایک قوم ہیں اور وہ ایک قوم کی حیثیت سے اپنے حقوق پر اصرار کرتے ہیں' ہندوؤں سے علیحدہ' اور مجھے بھروسہ ہے کہ اگر برطانیہ ہمت اور حوصلے سے کام لے کر تقسیم کے حق میں اپنا فیصلہ دے دے تو ہندو چند مہینوں کے اندر اندر مان جائیں گے کیونکہ بدیہی طور پر یہ ان کے زیادہ موافق ہے کیونکہ ہند کا تین چوتھائی حصہ ان کے ہاتھ آئے گا بلکہ

مسلمانوں کے پاس ہند کا صرف ایک چوتھائی حصہ رہے گا۔ لیکن بدقسمتی سے ان کا کھیل یہ ہے کہ وہ سارے کا سارا طلب کرتے ہیں جو کبھی نہیں ہو گا۔

'قومی حکومت' 'خودمختاری' اور 'آزادی' کی تراکیب محض دلفریب باتیں اور نعرے ہیں۔ کانگرس نے کبھی بھی کل ہند متحدہ مرکزی حکومت کے لئے دستور کی کوئی ایسی ٹھوس شکل پیش نہیں کی جسے وہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔

تلخ تجربہ

ہمیں ۲۷ ماہ تک صوبائی دستور کا کافی تلخ تجربہ ہے جب کانگرس کی ہندو اکثریت کو ۱۹۳۵ء کے دستور کے تحت کچھ قانون سازی' انتظامی اور نظم و نسق کے اختیارات حاصل تھے۔ اگرچہ یہ صوبے پورے طور پر خودمختار نہیں تھے کیونکہ حتمی طور پر حرف آخر گورنر' گورنر جنرل' وزیر ہند اور پارلیمان کے ہاتھ میں تھا اور اقلیتوں کے لئے بہت سے تحفظات موجود تھے اور برطانیہ نے اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کے تحفظ کی آئینی ذمہ داری قبول کر رکھی تھی۔

"اس کے باوجود' ہندو کانگرس نے ان ستائیس مہینوں کے دوران ٦ صوبوں میں مسلمانوں کی زبان' رسم و رواج اور ثقافت کو کچلنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ تعلیمی اداروں میں جو "کیتا" مسلمانوں کے لئے تھے طلباء کو ہندو کانگرس کی حکومت کے منظور کردہ نصاب کو پڑھنے پر مجبور کیا گیا جس میں ہندو ثقافت اور روایات پر زور دیا گیا تھا اور مسلمانوں کی ثقافت اور روایات کو جو تھوڑی بہت شامل کی گئیں کمتر کر کے دکھایا گیا تھا۔ مسلمانوں کے بنیادی حقوق کو جس طرح پامال کیا گیا اس کی سینکڑوں مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

"ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف بہت گہرا ہے اور اسے ختم نہیں کیا جا سکتا۔ ہم ایک قوم ہیں ہماری نمایاں ثقافت اور تہذیب' زبان اور ادب' فن اور تعمیرات' نام اور نام رکھنے کا نظام ہے۔ نسبت اور تناسب کا شعور' قانون اور اخلاقی ضابطے' رواج اور جنتری' تاریخ اور روایات' میلان طبع اور امنگوں کے اعتبار سے۔ مختصراً زندگی اور زندگی کے متعلق ہمارا اپنا نمایاں نقطہ نظر ہے بین الاقوامی قانون کے جملہ ضابطوں کے لحاظ سے ہم ایک قوم ہیں۔

امداد کے لئے آمادگی

قائداعظم نے کہا کہ جس وقت ہند کو جنگ میں ایک فریق بنا دیا گیا تھا میں نے تبھی کہا تھا کہ ہمیں اپنے مفاد میں اور اپنے گھربار کے دفاع کی خاطر جنگ جاری رکھنے کے لئے انگلستان کی امداد کرنی چاہئے۔ بشرطیکہ انگلستان خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک بااعتماد دوست اور مساوی شریک کار کی حیثیت سے ہمارے دست تعاون کو قبول کرے' بشرطیکہ موجودہ دستور کے ڈھانچے

کے اندر رہتے ہوئے ہمیں مرکزی اور صوبائی حکومتوں میں حقیقی حصہ اور اختیار دیا جائے۔ لیکن انگلستان نے ابھی تک ہمارا ہاتھ نہیں تھاما اور وہ ہندو کانگرس کو آمادہ کرنے کے انتظار میں ہے۔

وائسرائے نے پہلی تجویز نومبر ۱۹۳۹ء میں پیش کی تھی۔ بعد ازاں اسے کچھ بہتر بنایا گیا جو اعلان اگست ۱۹۴۰ء کے نام سے موسوم ہے اور آخر میں اپریل ۱۹۴۲ء میں کرپس تجاویز آئیں۔ انگلستان ہندو کانگرس کو مطمئن کرنے کے لئے کوشاں ہے لیکن ہندو کانگرس دس کروڑ مسلمانوں اور لگ بھگ اتنی ہی تعداد میں دیگر اقلیتوں کی قیمت پر فوری طور پر پونڈ میں سے بیس شلنگ طلب کرتی ہے۔ میں نے کہا ہے کہ وہ جو کچھ طلب کر رہے ہیں وہ ہے سارے پر فوقیت' بالادستی اور ہندو غلبہ' اور یہ کہ وہ یہ سب کچھ برطانوی امداد اور اغلباً" ان کی سنگینوں کی حتمی منظوری کے ساتھ قائم کرنا چاہتے ہیں۔

انگلستان کو مسلمانان ہند کو قربان کرنے اور ان کے ساتھ بے وفائی کی جرات نہیں کرنی چاہئے۔ لیکن دریں اثناء انگلستان وقت گذار رہا ہے' انتظار کر رہا ہے اور غور کر رہا ہے کہ ہندو ہند کو کس طرح مطمئن کیا جا سکتا ہے۔ دوسری طرف ہندو ہند کی' مسلسل پیشکشوں کے ذریعہ' جو ہر بار پہلے سے بہتر ہوتی ہے' حوصلہ افزائی ہو رہی ہے اور ان کی توقعات برقرار رکھی جا رہی ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ انہوں نے عدم تعاون کی حکمت عملی کا فیصلہ کر لیا ہے' سروں پر ڈیموکلس کی تلوار لٹکا رکھی ہے یا سول نافرمانی پر اترے ہوئے ہیں' اور اس طرح وہ سمجھتے ہیں کہ وہ سودا بازی کرنے کے لئے بہتر پوزیشن میں ہوں گے۔

"ہم نے ابھی تک برطانوی حکومت کی حکمت عملی اور ان کی کانگرس کی چاپلوسی کرنے کی غلطیوں کی پُرزور مذمت کرنے کے سوا یہ مناسب نہیں سمجھا کہ کانگرس کی حکمت عملی اور پروگرام کی طرح مسائی جنگ کی راہ میں رکاوٹ ڈالی جائے یا اس جہت میں ان کی ترقی کا راستہ روکا جائے۔ لیکن اگر برطانیہ نے' خواہ ایسا امریکہ کی مدد سے ہی کیوں نہ کیا جائے' ایسی تدابیر اختیار کیں جو ہمارے مطالبہ پاکستان کے لئے ضرر رساں ہوئیں تو میرا پختہ یقین ہے کہ وہ زبردست افراتفری اور تباہی پر منتج ہوں گی۔ کیونکہ ہند کے دس کروڑ مسلمان اگر ان کے ساتھ بے وفائی کی گئی تو انگلستان کو ہرگز معاف نہیں کریں گے۔

"کانگرس کا مطالبہ ایسا ہے کہ اسے موجودہ دستور کے ڈھانچے میں پورا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کانگرس کی منشا کے مطابق "متحدہ اور جمہوری ہند کی قومی حکومت" قائم کرنے کے لئے موجودہ دستور میں فوراً بنیادی اور انقلابی نوعیت کی تبدیلیاں کر دی جائیں۔ ہم حصول پاکستان کی غرض سے دستور میں انقلابی تبدیلیاں کرنے یا

اسے یک قلم منسوخ کرنے کے خلاف نہیں ہیں۔ لیکن اگر کانگرس کے تصور کے مطابق قومی حکومت قائم کر دی گئی تو یہ نہ صرف خودبخود پاکستان کی اسکیم کو تارپیڈو مار دے گی بلکہ بعد ازاں کسی طور پر بھی تقسیم ہند کا سوال نہیں اٹھ سکے گا۔ لہٰذا برطانیہ کے سامنے واحد منصفانہ راستہ یہ ہے کہ وہ اصول پاکستان کے حق میں فیصلہ کرے اور اس کے مطابق دستور سازی کی راہ پر گامزن ہو جائے۔" (دی سٹار آف انڈیا' ۳ جولائی ۱۹۴۲ء)

۲۰۔ اخبارات سے ملاقات

بمبئی ۲ جولائی ۱۹۴۲ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے اخباری نمائندوں کے ساتھ ایک ملاقات کے دوران مسٹر راجہ گوپال اچاریہ کے ساتھ اپنی حالیہ بات چیت پر یہ کہتے ہوئے تبصرہ کرنے سے انکار کر دیا کہ ایسا کرنا قبل از وقت ہو گا۔

انہوں نے محسوس کیا کہ "برطانیہ صرف ایک ہی طریقے سے انصاف کر سکتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے وطن مسلمانوں کے' ہندوؤں کے وطن ہندوؤں کے حوالے کر دے۔" انہوں نے کہا کہ یہ ایک عملی تجویز ہے جس سے کم سے کم گڑ بڑ اور ٹکراؤ ہو گا۔ پاکستان اسکیم ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لئے منصفانہ اور معقول ہے۔

انہوں نے "پورے ہند کے لئے ایک متحدہ اور جمہوری حکومت کی کانگرس کی تجویز کے بارے میں یہ تعبیر کی کہ اس کا مطلب ہو گا' بہر نوع اور بہ ہر اعتبار' سو ملین مسلمانوں پر ہندو راج اور ہندو تسلط۔ اگر ایسا آئین ہند پر مسلط کیا گیا تو اس کے جلو میں تباہی آئے گی۔ مسلم ہند' سارے ہند کے لئے ایک وحدت کے طور سے وحدانی یا متحدہ خود مختار حکومت ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ کیونکہ یہ فوری طور پر شمال مغربی اور مشرقی منطقوں(مسلمانوں کے اوطان جہاں وہ اکثریت میں ہیں) ہندوؤں کے زیرنگیں لے آئے گا۔ مسلمان ایک قوم ہیں اور بحیثیت ایک قوم کے یہ اصرار کرتے ہیں کہ ان کے حقوق کا احترام کیا جائے۔ مقرر نے محسوس کیا کہ اگر برطانیہ نے تقسیم کے حق میں فیصلہ کیا تو ہندو صرف چند مہینوں میں اس فیصلے سے مفاہمت کر لیں گے کیونکہ صریحاً یہ بات ان کے موافق ہو گی کہ ان کے ہاتھوں میں تین چوتھائی ملے گا۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا تاہم ہندو پورا چاہتے ہیں یا کچھ نہیں' ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ "قومی حکومت" "خود مختاری" اور "آزادی" محض دلفریب لفظ اور نعرے ہیں۔ کانگر ۔ نے کبھی بھی ٹھوس شکل میں وہ آئین پیش نہیں کیا جیسا کہ وہ ایک کل ہند متحدہ

مرکزی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

صوبوں میں

ہمیں صوبائی آئین کا ایک ۲۸ ماہ کا تجربہ ہے جب کانگرس کی ہندو اکثریت کو ۱۹۳۵ء کے آئین کے تحت کچھ قانون سازی، حکمرانی اور انتظامی اختیارات حاصل تھے ــــ اگرچہ یہ صوبے قطعی طور پر خود مختار نہیں تھے کہ حرف آخر گورنروں، گورنر جنرل اور وزیر ہند کے پاس تھا اور اقلیتوں کے لئے بہت سے تحفظات کا اہتمام موجود تھا تاہم کانگرس نے ۶ صوبوں میں ۲۷ ماہ کے دوران مسلمانوں کی زبان، ان کے رسم و رواج اور ثقافت کو کچلنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ ان تعلیمی اداروں کو جو کلیتا" مسلمانوں کے تھے وہاں بھی طلباء کو مجبور کیا گیا کہ وہ اس نصاب کا مطالعہ کریں جو کانگرسی حکومت نے تیار کرایا اور لگایا تھا جس میں ہندو ثقافت پر زور دیا گیا تھا اور مسلمانوں کی روایات کی تذلیل کی گئی تھی۔

"ہندوؤں اور مسلمانوں میں فرق بہت گہرا ہے اور اسے ختم نہیں کیا جا سکتا۔ ہم ایک قوم ہیں جس کا علیحدہ تمدن اور الگ تہذیب، زبان، ادب، فن تعمیر، نام اور نام رکھنے کا طریقہ، اقدار اور تناسب کا شعور، قوانین اور ضابطہ اخلاق، رسوم و رواج اور جنتری، تاریخ اور روایات، رویے اور امنگیں ہیں۔ مختصرا ہمارا زندگی پر اور زندگی کے بارے میں جدا نقطۂ نظر ہے۔ بین الاقوامی قانون کے جملہ اصولوں کے مطابق ہم ایک قوم ہیں۔"

مسلم رویہ

میں نے آغاز جنگ ہی سے یہ بات کہی کہ ہند کے شریک جنگ ہونے کا اعلان کیا جائے اور ہمارا اپنے مفاد میں اور اپنے گھر بار کے تحفظ کے لئے ہمیں جنگ کو چلانے کے لئے برطانیہ کی اعانت کرنی چاہیے بشرطیکہ برطانیہ ہمارا ہاتھ ایک دوست اور مساوی شریک کار کی حیثیت سے خطرات کا سامنا کرنے کے لئے قبول کر لے، بشرطیکہ ہمیں حکومت کے اختیارات میں موجودہ آئین کے ڈھانچے میں حقیقی حصہ دیا جائے مرکز میں بھی اور صوبوں میں بھی دونوں جگہ۔ لیکن برطانیہ نے ابھی تک ان کی پیش کش قبول نہیں کی اور کانگرس کو منانے کی منتظر ہے۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ پہلی آئینی تجویز وائسرائے نے نومبر ۱۹۳۹ء میں پیش کی تھی بعد ازاں اگست ۱۹۴۰ء کے اعلانیے کے ذریعہ بہتر بنا دیا گیا اور آخر میں گذشتہ اپریل میں کرپس تجاویز آئیں۔ برطانیہ کانگرس کو منانے کی کوشش میں مصروف رہا لیکن کانگرس پاؤنڈ میں سے بیس شلنگ طلب کرتی رہی اور وہ بھی سو ملین مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کی

قیمت پر جن کا میزان بھی مزید ایک سو ملین بنتا ہے۔ کانگرس جو کچھ چاہتی تھی وہ تھی اپنی اجارہ داری' بالادستی اور اپنا تسلط' اور وہ یہ سب کچھ برطانیہ کی اعانت اور اس کی منظوری سے قائم کرنا چاہتی تھی۔

مسٹر جناح نے کہا کہ ہندو ہند اس پوزیشن میں ہے کہ اس کی حوصلہ افزائی کی جائے اور مسلسل رسائی کے ذریعہ سے اس کی امیدوں کو برقرار رکھا جائے اور ہر بار ذرا کچھ بہتر نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے عدم تعاون کی حکمت عملی اپنانے کا فیصلہ کیا اور سول نافرمانی کی دھمکی دے ڈالی' یہ سوچتے ہوئے کہ سودے بازی کے ضمن میں وہ بہتر پوزیشن میں ہیں۔

اس کے برعکس مسلمانوں نے برطانیہ کی حکمت عملی اور اس کی کانگرس کے نخرے اٹھانے کی غلطیوں پر سخت تنقید کرنے کے علاوہ ایسا کوئی کام نہیں کیا جس سے' جہاں تک جنگ چلانے کا تعلق ہے' اس میں کوئی خلل ڈالنا مناسب نہ سمجھا۔ لیکن اگر برطانیہ نے ایسی کوئی تدبیر اختیار کی جس سے ان کے مطالبہ پاکستان کو ضرر پہنچے تو وہ فرقے سے غداری کو ہرگز معاف نہ کریں گے۔

گفتگو ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ "کانگرس کا مطالبہ ایسا ہے جسے موجودہ دستور کے ڈھانچے میں پورا نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا حصول صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ موجودہ آئین میں انقلابی تبدیلیاں کر دی جائیں' اسی صورت میں' جو کانگرس کا تخیل ہے' ایک متحدہ ہند میں قومی حکومت قائم کی جا سکتی ہے۔ ہم موجودہ آئین میں کسی بھی انقلابی تبدیلی کے خلاف نہیں ہیں یا فوری طور پر اس کی مکمل منسوخی کرے تاکہ ہمارا مطالبہ پاکستان حاصل ہو سکے۔ لیکن اگر کانگرس کے تصور کی قومی حکومت قائم کر دی گئی تو نہ صرف یہ خود بخود پاکستان اسکیم تباہ ہو جائے گی بلکہ اس کے بعد تو ہند کی کسی طرح کی تقسیم کا سوال بھی پیدا نہ ہو سکے گا۔ لہٰذا برطانیہ کے لیے واحد منصفانہ راہ یہ ہے کہ وہ اصول پاکستان کے حق میں فیصلہ کرے اور پھر اس کے مطابق آئین کو ترتیب دینے کا کام کرے۔" (اے۔ پی۔ آئی) (دی اسٹار آف انڈیا' ۳ جولائی ۱۹۴۲ء)

۲۱۔ "مسلمان مراسلہ نگاروں کے نام"

ہریجن میں مسٹر گاندھی کے مضمون کے جواب میں بیان

۱۴ جولائی ۱۹۴۲ء

"مسٹر گاندھی نے ۱۲ جولائی ۱۹۴۲ء کے "ہریجن" میں شائع ہونے والے اپنے ایک مضمون میں تازہ ترین دام پھینکا ہے کہ وہ اپنی رائے تبدیل کرنے کے لئے تیار ہیں۔ وہ کہتے ہیں "کیا پاکستان کے حامیوں نے کبھی مخالفین کو دوستانہ انداز میں ہم خیال بنانے کی کوشش کی ہے؟" ——

اگرچہ وہ اس کے ساتھ ساتھ ایک بڑی تحریک چلانے کی دھمکی بھی دے رہے ہیں۔— میں سمجھتا ہوں ایک عوامی تحریک سول نافرمانی جس کے ذریعہ برطانوی حکومت سے کہا جائے گا "ہند چھوڑ دو" اور اسی سانس میں اس سے اتفاق کیا جائے گا کہ انگریز فوجیں ہند کے دفاع کی غرض سے یہاں رہ سکتی ہیں! آیئے ہم مسٹر گاندھی اور کانگرس کی تحریروں کی روشنی میں حقائق کا جائزہ لیں۔

"ملک معظم کی حکومت کی جانب سے سر اسٹیفورڈ کرپس اعلان کا جو مسودہ لائے اس میں کھینچ تان کر پاکستان کو تسلیم کرنے کی جو ڈھکی چھپی بات کی گئی اسے مسٹر گاندھی نے "بدی" کا نام دے دیا تھا۔ اور جہاں تک ان کا تعلق ہے اس سے کبھی بھی ان کا کوئی سروکار نہیں ہو گا۔ ہریجن میں انہوں نے زیادہ زوردار رویہ اختیار کیا ہے جب مسٹر راج گوپال اچاریہ نے ان کے پچھلے مضامین پر تکیہ کرنے کا عندیہ ظاہر کیا۔ انہوں نے کہا کہ مدراس کے رہنما نے انہیں غلط سمجھا ہے اور غیر مبہم انداز میں اعلان کیا کہ ان کے خیال میں پاکستان نہ صرف ایک جرم ہے بلکہ اس سے بھی بدتر، یعنی ایک گناہ ہے۔ اس طرح انہوں نے ہر اس شخص کو ملعون قرار دے دیا جو پاکستان کا طرف دار ہے، نہ صرف اس دنیا میں بلکہ عقبیٰ میں بھی۔

الہ آباد میں آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے نہ صرف پاکستان کی موافقت میں مسٹر راج گوپال اچاریہ کی تجویز کو مسترد کر دیا بلکہ اس کے برعکس مسٹر جگت نرائن لال کی پیش کردہ قرارداد کو منظور کر لیا جس میں پاکستان کے تصور کو نامنظور کرتے ہوئے خود کو قطعی طور پر اور پُر زور طریقے سے "اکھنڈ ہندوستان" کا حامی قرار دیا۔ ہندو مہاسبھا اور کانگرس کے مابین کیا فرق باقی رہتا ہے؟ ہندو مہاسبھا کافی عرصے سے برملا یہ کہہ رہی ہے "ہند کی آزادی اور خودمختاری کا حصول پہلے اور فرقہ وارانہ سمجھوتہ بعد میں" اس بنیاد پر کہ مسلمان ہند میں ایک اقلیت ہیں اور دیگر اقلیتوں میں شامل ہیں اور اس اساسی اصول کی بنا پر کہ 'اکھنڈ ہندوستان' اور ہندو مملکت قائم کی جائے۔ مسٹر گاندھی بھی اسی کلی پر گھوم رہے ہیں۔ حال ہی میں پنڈت جواہر لال نہرو نے نہایت واضح طور پر یہ بات کہی ہے کہ وہ تو پاکستان کی اسکیم پر گفتگو کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں اور اسے "مسخرہ پن" قرار دیا۔

مسٹر راج گوپال اچاریہ

مسٹر راج گوپال اچاریہ نے تقسیم کے تصور کی حمایت کر کے نہ صرف ایک جرم بلکہ ایک گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ چنانچہ محض گاندھی اور کانگرسیوں کو دوستانہ طریقے سے اپنا ہم خیال بنانے کی پاداش میں انہیں واقعتاً تنظیم سے خارج کر دیا گیا۔ مندرجہ بالا حقیقت کی روشنی میں کیا مسٹر گاندھی حقیقتاً اس بارے میں مخلص ہیں کہ وہ اپنی رائے تبدیل کر سکتے ہیں یا یہ محض لوگوں

کو گمراہ کرنے کا ایک نیا ڈھنگ ہے؟

"۱۳ جولائی کے "ہریجن" میں اس کے پہلو بہ پہلو ایک اور مضمون بھی چھپا ہے جس میں آندھرا کی علیحدگی کے سوال پر گفتگو کرتے ہوئے مسٹر گاندھی کہتے ہیں "آندھرا کے باشندے یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ وہ ایک علیحدہ قوم ہیں جن کی باقی ماندہ ہند کے ساتھ کوئی چیز مشترک نہیں۔ اس کے برعکس پاکستان ایک مطالبہ ہے جس کے مطابق ہند سے ایک ٹکڑا علیحدہ کر دیا جائے اور جسے ایک آزاد اور خودمختار ملک کا درجہ دے دیا جائے" اور اس کے باوجود زیر بحث مضمون میں وہ کہتے ہیں "صرف سربرآوردہ لوگ ہی جانتے ہیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں اور ان کا کیا مطلب ہے؟ میں چاہتا ہوں کہ اس کی توضیح کر دی جائے۔ کسی نے مجھے اس کے مضمرات سے آگاہ نہیں کیا" یقینی طور پر مسٹر گاندھی کو اس سے بہتر توضیح کی ضرورت نہیں ہے جو انہوں نے خود کی ہے۔ انہوں نے خود مسلمانوں کے مطالبہ کا لب لباب بیان کر دیا ہے۔

"ان کی تحریر کی سطور سے اور اس انداز سے جس طرح ان کا ذہن کام کر رہا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی فانی انسان تو مسٹر گاندھی کو مسلمانوں کے مطالبہ کی درستی کا قائل نہیں کر سکتا بجز شاید ان کے بھگوان کی 'اندر کی آواز' کے!

"اپنی تحریک کے نتیجہ کی جو تصویر وہ کھینچتے ہیں' اس کی ایک غرض ہے اور ان کا ایک مقصد ہے' برطانوی اقتدار کو ہند سے بے دخل کرنا جس کا ان کے اپنے بقول مطلب ہے کہ اس کے بعد ملک میں جنگل کے قانون کا دور دورہ ہو گا۔ لیکن انہیں علم ہے کہ ان کا یہ مطلب نہیں ہے۔ یہ تو صرف ایک حیلہ ہے برطانوی حکومت کو دبانے اور ہراساں کرنے کے لئے' تاکہ وہ اس برصغیر میں ہندو راج کے قیام کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔

"میں تو تصور بھی نہیں کر سکتا کہ کوئی بھی ہندی کس طرح سکون قلب کے ساتھ اس بھیانک تصویر کو متشکل کر سکتا ہے جو وہ کھینچتے ہیں۔ ان کے اپنے الفاظ میں لیجئے: "اس طرح فرض کر لیجئے کہ انگریز رخصت ہو جاتے ہیں۔ نہ کوئی حکومت رہتی ہے اور نہ دستور' برطانوی یا کوئی اور۔ اس کے بعد کوئی مرکزی حکومت نہیں ہے۔ فوجی اعتبار سے' سب سے طاقتور جماعت اپنی حکومت قائم کر لیتی ہے اور اسے ہند پر مسلط کر دیتی ہے' اگر لوگ اسے تسلیم کر لیں۔ مسلمان پاکستان کا اعلان کر دیتے ہیں اور انہیں کوئی نہیں روکتا۔ ہندو بھی یہی کچھ کر سکتے ہیں۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ ان کا مطلب ہندو مملکت قائم کرنا ہے۔ وہ آگے چل کر کہتے ہیں "سکھ ان علاقوں میں جہاں وہ آباد ہیں اپنی حکومت قائم کر سکتے ہیں۔ امکانات کی تو کوئی حد نہیں" یقینی طور پر یہ بات ایک ناراض اور مایوس ذہنیت کی آئینہ دار ہے۔ کیا یہ بہترین عطیہ ہے جو مسٹر

گاندھی اپنی زندگی کی شام کے دھندلکے میں ہند کو پیش کرنا چاہتے ہیں؟

آزاد ہند

پھر مضمون کا اختتام آتا ہے جہاں وہ نہایت بھول پن کے ساتھ کہتے ہیں "وہ مسلمان جو 'آزاد ہند' کے قائل ہیں ایسی جدوجہد میں شریک کیوں نہیں ہوتے اگر وہ برعکس ازیں' انگریزوں کی امداد سے پاکستان کے خواہاں ہیں تو یہ الگ کہانی ہے اور میرے پاس اس کی کوئی گنجائش نہیں۔" مسٹر گاندھی کے "آزاد ہند" کے تصور سے ہمارا تصور بنیادی طور پر مختلف ہے۔ ہم جو کچھ طلب کرتے ہیں وہ ہے ہندوؤں' مسلمانوں اور دیگر لوگوں کی آزادی۔ مسٹر گاندھی کا آزادی سے مطلب ہے کانگرس راج۔ ہم انگریزوں کی امداد کے ذریعہ یا انگریزوں کے زیر اہتمام پاکستان کے قائل نہیں۔ پاکستان' مسلم ہند کے عقیدہ کا جزو ہے اور اپنی منزل کے حصول کے سلسلہ میں ہم اپنے سوا کسی اور پر انحصار نہیں کرتے اور مسلم ہند مخالفت اور رکاوٹوں کا سامنا کرنے کے لئے آمادہ ہے خواہ وہ کسی حلقے کی طرف سے آئیں۔

"میں مسٹر گاندھی سے کہتا ہوں کہ وہ یہ الزام لگا کر کہ ہم اپنی منزل پاکستان کے حصول کے لئے انگریزوں پر انحصار کرتے ہیں مسلمانوں کو بے وقوف بنانے کے کھیل کو خیرباد کہہ دیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ وہ اس بات کو چھوڑ دیں جو وہ کہتے ہیں "وہ چند مسلمان دوست جو ابھی تک باقی ہیں۔" مسلمانوں سے دور ہٹو اور ہندو ہند کے صف اول کے رہنما ہونے کے ناتے اور ایک حقیقت پسند ہونے کے تعلق سے وہ ایک آبرومندانہ سمجھوتے کے لئے اپنے خلوص اور صاف گوئی کا مظاہرہ کریں۔ تب مسٹر گاندھی نہ صرف دو عظیم قوموں کی —— اپنی اور میری —— بلکہ اس ملک کی دیگر اقلیتوں کے لاکھوں افراد اور مفادات کی عظیم خدمت سرانجام دیں گے جو اس سے متعلق ہیں۔

(دی ڈان' ۱۹ جولائی ۱۹۴۲ء)

۲۲- سرمایہ کی اپیل اور اسلامیان ہند کا ایثار

بمبئی میں میمن تاجروں کے استقبالیے میں تقریر

بمبئی ۲۲ جولائی ۱۹۴۲ء

مسلم لیگ نیشنل فنڈ کے لئے فراہمی سرمایہ کے ضمن میں ان کی اپیل پر مسلمانان ہند نے جس ردعمل کا مظاہرہ کیا اس پر مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے اطمینان کا اظہار کیا۔ وہ بدھ کے روز ۲۲ جولائی کو قیصر باغ ڈونگری بمبئی میں ایک استقبالیہ میں میمن ایوان تجارت اور انجمن میمن تاجران

کے ایک مشترکہ سپاسنامے کا جواب دے رہے تھے۔ دونوں تنظیموں کی طرف سے انہیں سترہ ہزار پانچ سو روپے کی ایک تھیلی بھی پیش کی گئی۔ اس تقریب میں مسلمانان مالیگاؤں کی جانب سے بھی ایک ہزار ایک سو سات روپے کی ایک تھیلی مسٹر جناح کی خدمت میں پیش کی گئی۔

سپاسنامے میں مسٹر جناح کو یقین دلایا گیا کہ جب کبھی بھی اور جس شکل میں ان کی محبوب منزل پاکستان کے حصول کے لئے قربانی طلب کی گئی میمن برادری ہرگز پیچھے نہ رہے گی۔

تھیلی کے پیش کئے جانے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ اگرچہ گذشتہ پانچ برس کے دوران مسلم ہند نے بہت ترقی کی ہے اور ان میں سیاسی شعور پیدا ہوا ہے تاہم ان میں اب بھی ایسے لوگ ہیں جنہیں اس جدوجہد کی سنگینی کا ادراک نہیں ہے جو اس وقت کی جا رہی ہے۔

امیروں سے اپیل

مسٹر جناح نے امیروں سے اپیل کی کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں۔ انہوں نے انہیں انتباہ کیا کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ چونکہ وہ آسودہ حال زندگی بسر کر رہے ہیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ کیا کرتے ہیں اور کیا نہیں کرتے۔ ان پر زیادہ ابتلا آئے گی۔ یہ ان کی املاک ہیں جنہیں خطرہ لاحق ہے۔ ان کو اس امر کا احساس کرنا چاہئے کہ روپے پیسے کی قیمت تبدیل ہو رہی ہے اور انہیں اپنے بنک کے کھاتوں کو نہیں تکتے رہنا چاہئے۔

انہوں نے پانچ برس کے بعد مسلمان عوام سے سرمایہ فراہم کرنے کی اپیل کی تھی اور یہ ثابت کرنے کے بعد کہ ایک منظم کوشش کیا کچھ کر سکتی ہے۔ گذشتہ مارچ میں اپیل کے بعد سے اب تک تین لاکھ روپیہ جمع ہو چکا ہے۔ مسٹر جناح نے کہا جب دس لاکھ روپیہ کا ہدف' جس کے لئے اپیل کی گئی تھی' پورا ہو جائے گا تو وہ اپنی سرگرمیوں کے دوسرے مرحلے میں داخل ہو جائیں گے۔

(دی ڈان' ۲۶ جولائی ۱۹۴۲ء)

۲۳۔ غیر ملکی اخبارات کے لئے بیان

بمبئی ۳۰ جولائی ۱۹۴۲ء

"کانگرس کی مجلس عاملہ کا یہ فیصلہ کہ اگر انگریز ہند سے فوری طور پر واپس نہیں چلے جاتے تو عوامی تحریک شروع کر دی جائے۔ مسٹر گاندھی اور ان کی ہندو کانگرس کی اس حکمت عملی اور پروگرام کا حرف آخر ہے جس کا مقصد انگریزوں کو بلیک میل کر کے ایسا نظام دینے پر مجبور کرنا ہے جس سے اقتدار منتقل کر کے برطانوی سنگینوں کے زیر سایہ فوری طور پر ہندو راج قائم ہو سکے' اور

اس طرح مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کو کانگرس راج کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔

"مسٹر گاندھی نے انگریزوں کی چاپلوسی کرنے کے لئے ستمبر ۱۹۳۹ء میں وائسرائے کے ساتھ اپنی پہلی ملاقات کے دوران جنگ جاری رکھنے کے لئے غیر مشروط امداد کی پیشکش کی تھی اور یہ کہتے ہوئے تقریباً رو پڑے تھے کہ "اگر انگلستان کا تیا پانچہ ہو گیا تو ہند کی آزادی کس کام کی؟" جب ان کی چشم تصور نے ویسٹ منسٹر ایبے اور پارلیمان کے ایوانوں پر بمباری دیکھی تو انہوں نے مگر مچھ کے آنسوے بہائے۔ اور اس کے بعد انہوں نے کانگرس کی اعلیٰ قیادت میں ڈاکٹر جیکل اور مسٹر ہائیڈ کا روپ دھار لیا اور اس پناہ گاہ میں جا چھپے کہ مجلس عاملہ نے انہیں مسترد کر دیا ہے۔ انہوں نے نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ ملک کی متعدد اقلیتوں کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے عجیب و غریب قسم کی تجاویز پیش کیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ ہند کے لئے فوراً خودمختاری اور آزادی کا اعلان کر دیا جائے اور لوگوں کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر منتخبہ مجلس دستور ساز کے ذریعہ خود اپنے لئے دستور وضع کر سکیں۔ جس کا مطلب ہے ۷۵ فیصد ہندو اکثریت۔ وہ مسلسل لکھتے رہے کہ وہ انگریز قوم کے دوست ہیں اور یہ کہ ان کے اور انگریزوں کے درمیان اٹوٹ رشتے موجود ہیں!

"جب وہ انگریزوں کے دوست اور مشیر کے دعویدار کی حیثیت سے ناکام ہو گئے تو وہ جابر بن گئے۔ انہوں نے مرکزی مجلس قانون ساز کے اراکین سے مطالبہ کیا وہ مجلس سے غیر حاضر ہو جائیں۔ نومبر ۱۹۳۹ء میں انہوں نے سات بڑے ہندو صوبوں کی کانگرس وزارتوں سے مستعفی ہو جانے کے لئے کہا اور اس طرح دستور پر عمل درآمد کو ناممکن بنا دیا۔ حالانکہ ان کے اپنے بقول انہوں نے کہا اور کانگرس نے 'تاج' برطانیہ کے تحت' دستور کو روبہ عمل لانے کے لئے معاہدہ شرفاء کے مطابق' اتفاق رائے کیا تھا۔

نئی اسکیم

یہ دھمکی اور دہشت انگیزی اور رکاوٹ ڈالنے والا رویہ' برطانوی حکومت کو کچھ زیادہ متاثر نہ کر سکا۔ پھر انہوں نے ایک اور حربہ اختیار کیا۔ وہ بھی اس جبر کے طریقے پر مبنی تھا۔ یہ دعویٰ اور اعلان کرتے ہوئے کہ جنگ جاری رکھنے کے سلسلے میں برطانوی حکومت کو ہراساں کرنے کی انہیں کوئی خواہش نہیں اور یہ کہ وہ سول نافرمانی کی کوئی عوامی تحریک بھی اس وقت تک شروع کرنے کے خواہاں نہیں ہیں جب تک کہ مسلم لیگ اس کی مخالف ہے۔ لیکن 'آزادی تقریر' کے نعرے کے پس پردہ انہوں نے اگست ۱۹۴۰ء کے اعلان کے بعد انفرادی ستیہ گرہ کی ایک تحریک شروع کر دی۔ وہ سیواگرام آشرم میں فروکش ہو گئے اور برطانوی حکومت کی زیر حفاظت اور مکمل

آزادی سے ہر اس قانون کی زد سے پوری طرح جو ان کے خلاف استعمال ہو سکتا ہو مامون رہتے ہوئے اس مہم کی منصوبہ بندی اور تنظیم میں لگ گئے جسے انہوں نے انفرادی سول نافرمانی کا نام دیا۔ انہوں نے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کانگرسیوں کو بھیجا جو ایسے نعرے لگاتے تھے جن کا مقصد مساعی جنگ میں روڑے اٹکانا تھا۔ یہ لوگ گرفتار ہوئے اور قید کی مختلف سزاؤں کے مستوجب گردانے گئے اور چودہ ماہ کے بعد جب یہ مضحکہ خیز ڈرامہ ختم ہونے والا تھا تو اچانک ان پر اور کانگرس کی تنظیم پر یہ انکشاف ہوا کہ وہ یہ پروگرام غلط اختیار کی بنا پر روبہ عمل لائے۔

"اس کے تھوڑا عرصہ بعد سر اسٹیفورڈ کرپس تشریف لے آئے اور اس مدت کے دوران برطانوی حکومت کی حکمت عملی ایسی تھی جس سے مسٹر گاندھی کی واضح طور پر حوصلہ افزائی ہوئی۔ کیونکہ تمام وقت برطانوی حکومت کی نظر کانگرس پر مرکوز رہی تاکہ ان کی دلجوئی اور چاپلوسی کی کوشش ہوتی رہے۔ مسلمانوں اور دیگر مفادات کو نظرانداز کر کے بھی ایسا کیا گیا۔ کرپس تجاویز کے انکشاف کے بعد کانگرس اور بالخصوص مسٹر گاندھی، علیحدگی کے اس دور دراز خیال کو بھی برداشت نہ کر سکے جس کی طرف ان (تجاویز) میں اشارہ کیا گیا تھا کیونکہ انہیں پوری امید تھی کہ اعلان کے مسودہ میں پاکستان کی اسکیم کو نہ صرف خارج از بحث رکھا جائے گا بلکہ اسے قطعی اور واضح طور پر مسترد کر دیا جائے گا۔ یہ بات الٰہ آباد کانگرس کی قرارداد اور مسٹر گاندھی کی بعد کی تحریروں سے بین طور پر ثابت ہو جاتی ہے جو ناقابل تقسیم ہند کو اپنے عقیدے کا جزو اور علیحدگی کی کسی تجویز کے بارے میں گفتگو کو گناہ تصور کرتے ہیں۔

"اس کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ کانگرس کی صف اول کے ایک ممتاز رہنما (مسٹر سی راج گوپال اچاریہ) کو جو علیحدگی کی موافقت کرتے تھے، کانگرس کی تنظیم سے خارج کر دیا گیا اور متعدد دیگر مستعفی ہو گئے۔ پس اپنی تلخ کامی اور گہری مایوسی کے عالم میں مسٹر گاندھی نے اب اپنی نئی بڑی چال کا سہارا لیا ہے۔

مسلم عزم

"یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ دو وجوہ کی بنا پر برطانوی حکومت مسٹر گاندھی کے مطالبات کے سامنے سپرانداز نہیں ہو سکتی: اول یہ ہند کے دس کروڑ مسلمانوں کے اس عزم بالجزم کے خلاف ہو گا کہ وہ ہند میں پاکستان کے حامی ہیں۔ اور وہ ہندو راج کو یا ہندو اکثریت کی وحدانی مرکزی حکومت کو کبھی بھی تسلیم نہیں کریں گے۔ دوم یہ مسلمانوں کے ساتھ بدترین قسم کی بدعہدی ہو گی اگر وہ اپنے تمام اعلانات کو نظرانداز کر دیں جن میں سب سے آخری اگست ۱۹۴۰ء کا اعلان تھا جو حسب ذیل ہے:

"ملک معظم کی حکومت' یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں' کہ ہند کے امن و امان اور فلاح و بہبود کے ضمن میں اپنی موجودہ ذمہ داریاں کسی ایسے نظام حکومت کو منتقل کرنے پر غور نہیں کر سکتی جس کے اختیار کو ہند کی قومی زندگی کے بڑے اور طاقتور عناصر تسلیم کرنے سے براہ راست انکار کر دیں۔ نہ ہی وہ کسی ایسے جبر میں فریق بن سکتے ہیں جو ان عناصر پر ایسی حکومت کو تسلیم کرانے کے لئے روا رکھا جائے۔"

"یہ حالات تھے جن کی وجہ سے انہوں نے "ہند چھوڑ دو" کا نعرہ بلند کیا۔ مسٹر گاندھی اور کانگرس کو بخوبی علم ہے کہ غیر مسلح ہند غیر آمادہ برطانیہ کے خلاف یہ کارنامہ سرانجام نہیں دے سکتا۔ میں یہ یقین کرنے سے انکار کرتا ہوں کہ مسٹر گاندھی ایک لمحہ کے لئے بھی یہ سوچ سکتے ہیں کہ انگریز ان کی درخواست پر خوشدلی کے ساتھ فوراً واپس چلے جائیں گے اور مسٹر گاندھی خود یہ اعتراف کرتے ہیں کہ اگر حکومت خودمختاری یا کسی ایسے دستور کی غیرموجودگی میں جس کے تحت کوئی حکومت قائم ہو سکے' ایسا واقعہ رونما ہو گیا تو اس کا نتیجہ افراتفری اور خون خرابہ ہونا ہی ہو گا۔

مسٹر گاندھی یہ بھی باور نہیں کر سکتے کہ جیسے ہی انگریزوں کی واپسی ہو گی مختلف جماعتوں اور مفادات کے نمائندے اس برصغیر میں ایک عبوری حکومت کے قیام پر متفق ہو جائیں گے۔ اب انہیں اتفاق کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ یہ بالکل طفلانہ بات ہے کہ جب تک انگریز یہاں ہیں کوئی تصفیہ نہیں ہو سکتا۔ البتہ ایک بات یقینی ہے کہ ان شرائط کی بنیاد پر جو مسٹر گاندھی مسلمانوں اور باقی ماندہ کے سامنے رکھتے ہیں کوئی تصفیہ نہیں ہو سکتا اور ان شرائط پر' انگریزوں کی سنگینوں اور ان کے اہتمام کے بغیر' کوئی نظام حکومت معرض وجود میں نہیں آ سکتا اور برطانیہ یہ کام سرانجام نہیں دے سکتا کیونکہ یہ بے حد ذلیل کام ہو گا۔ اگر ایسا کر بھی لیا جائے تو ایسا نظام حکومت چند ماہ کا مہمان ہو گا۔

"مسلمانوں کو اس پر کوئی اعتراض نہیں کہ انگریز آج ہند سے واپس چلے جائیں۔ مسلم ہند کو جو خدشہ ہے وہ یہ ہے کہ اپنی پریشانی میں انگریز مسلم ہند' دیگر اقلیتوں اور مفادات کو قربان کر کے کانگرس کی چاپلوسی کرنے کی زبردست غلطی کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں۔ مسٹر گاندھی کانگرس کی اور دوسروں کی' جنہیں ان کے پیچھے چلنے کی ترغیب دی جا سکتی ہے' اس راہ پر رہنمائی کر رہے ہیں جس کی منزل تباہی ہو گی۔ ابھی وقت ہے کہ وہ رک جائیں۔

"اولاً تو یہ برطانوی حکومت کے لئے ایک چیلنج ہے اور وہ اپنی خبرگیری کرنے کے خاصے اہل ہیں۔ لیکن یہ مسلم ہند کے لئے بھی ایک چیلنج ہے کیونکہ نہ صرف مسٹر گاندھی نے ان کے

مطالبات کی نفی کر دی ہے بلکہ ان سے صلاح مشورہ کئے بغیر ایک ایسی تحریک شروع کر رہے ہیں جس کا ایک ہی مقصد ہو سکتا ہے کہ کسی نہ کسی حیلے بہانے سے ایسی صورت حال پیدا کر دی جائے جو پاکستان اسکیم کو تباہ کر دے۔

"مسلم ہند محض تماشائی بنا نہیں رہ سکتا۔ میں جلد ہی مجلس عاملہ کا اجلاس طلب کر رہا ہوں اور ہمیں یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ اس خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے؟" (اے۔ پی۔ آئی) (دی ڈان ۲ اگست ۱۹۴۲ء)

۲۴۔ مجلس عاملہ کانگرس کی قرارداد پر بیان

بمبئی، ۸ اگست ۱۹۴۲ء

"کانگرس کی مجلس عاملہ کی حالیہ قرارداد اگرچہ مختلف الفاظ میں مرتب کی گئی ہے لیکن مفہوم کے اعتبار سے یہ وہی ہے جو ستمبر ۱۹۳۹ء میں منظور کی گئی تھی۔

ستمبر ۱۹۳۹ء میں جو قرارداد منظور کی گئی تھی اس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ ہند کی خودمختاری اور آزادی کا فی الفور اعلان کیا جائے، بشمول ایک عبوری حکومت کے جسے حکومت ہند کے جملہ اختیارات منتقل کر دیئے جائیں۔ اور دوم عوام کا حق کہ وہ اپنے لئے بالغ رائے دہی کے اصول کے تحت منتخبہ مجلس دستور ساز کے ذریعہ اپنا دستور خود مرتب کر لیں۔ پس دونوں قراردادوں میں جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ پہلی قرارداد میں جو کچھ اعلان کے ذریعہ طلب کیا گیا تھا اب اسے "ہند چھوڑ دو" کے نعرے میں ملفوف کر دیا گیا ہے۔

"مسلم ہند، جیسا کہ میں نے بار بار کہا ہے، ہند کے تمام لوگوں کی مکمل آزادی کا حامی ہے۔ لیکن ہم نے کانگرس کی تجاویز کو اس لئے مسترد کر دیا تھا کہ فوری طور پر ایک قومی حکومت کے قیام کے مطالبے کا مطلب ہوتا ہندو راج یا ہندو اکثریت کی حکومت۔

"جہاں تک دوسری شق کا تعلق ہے یعنی اپنا دستور خود وضع کرنے کے بارے میں لوگوں کا استحقاق، تو مجلس دستور ساز کی نوعیت ایسی ہوتی کہ اس میں ہندوؤں کی عظیم اکثریت ہوتی اور اگر یہ بالغ رائے دہی کے اصول کے تحت منتخب کی جاتی تو اس میں مسلمان ۲۵ فیصد بھی نہ ہوتے۔ اس کے بارے میں یہ اندازہ لگانا چنداں دشوار امر نہیں کہ اس کے فیصلے کس طرح کے ہوتے!

ہندو اکثریت

"نہ صرف یہ بلکہ ستمبر ۱۹۳۹ء کی قرارداد میں یہ بنیادی اصول بھی بیان کر دیا گیا تھا کہ دستور ایک کل ہند وفاقی حکومت کی اساس پر ہو اور جس کی وحدتیں جس حد تک ممکن ہو خودمختار ہوں۔

اس کے صاف معنی یہ تھے کہ وہ خطے بھی جو مسلمانوں کے اوطان ہیں اور جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے' اہم امور کے سلسلے میں مرکزی حکومت کے تابع ہوتے جس میں ہندوؤں کی اکثریت ہوتی۔

"مسلمان اس صورت حال کو اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ کیونکہ اس کا واضح مطلب تھا ان کے مطالبہ پاکستان کا استرداد اور ان کا ایک قوم کی بجائے جو وہ درحقیقت ہیں' بحیثیت ایک قومیت کے ہندو راج کی غلامی کو تسلیم کرنا' ہند کے ان حصوں میں بھی جہاں ان کی ۷۵ فیصد سے زیادہ اکثریت ہے جیسا کہ شمال مغربی خطے میں اور ستر فیصد سے زیادہ جیسا کہ مشرقی خطے میں۔ لیکن دس کروڑ مسلمانوں' اور دیگر اقلیتوں اور مفادات کو نظرانداز کرتے ہوئے کانگرس نے عوامی سول نافرمانی کی تحریک کا پروگرام قبول کر لیا' اگرچہ انگریزوں نے ان کا عجیب و غریب مطالبہ فورا منظور نہ کیا۔

"اب کانگرسی رہنماؤں نے بیرون ملک پروپیگنڈہ شروع کر دیا ہے ۔ کانگرس تو خالصتاً بے نفسی کے جذبہ کے تحت لڑ رہی ہے اور اسے حکومت کے اختیار اور اس کی قوت میں کوئی حصہ لینے کی بھی خواہش نہیں ہے۔ ہند کی حکومت مسلم لیگ کے حوالے کر دی جائے اور انگریزی راج کی بجائے مسلم راج خوشدلی کے ساتھ قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ بہت حیرت کی جو بات ہے وہ یہ حقیقت ہے کہ مسٹر گاندھی نے ایسے انفرادی بیانات پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

کچھ زیادہ ہی اچھی ہے

"پہلی بات تو یہ ہے کہ کوئی سمجھدار آدمی ایسی خواہش کے خلوص پر اعتبار نہیں کر سکتا کیونکہ یہ اتنی زیادہ اچھی ہے کہ سچ نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر وہ مخلص ہیں تو مجھے اسے خوش آمدید کہنا چاہئے اگر برطانوی حکومت مسٹر گاندھی کی باضابطہ سفارش کو قبول کر لے اور ایک انتظام کے ساتھ ملک کی حکومت کو مسلم لیگ کے حوالے کر دے تو مجھے یقین ہے کہ مسلم راج میں غیر مسلموں کے ساتھ جائز' منصفانہ بلکہ فیاضانہ سلوک کیا جائے گا۔ مزید یہ کہ جن سے حکومت لی انہیں کو واپس کر کے انگریز مسلمانوں کے ساتھ تلافی مافات کر سکیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مسلمان برطانوی حکومت کے اس طرح کے فیصلے کا خیرمقدم کریں گے۔

"پروپیگنڈے کا دوسرا ٹکڑا یہ ہے کہ کانگرس مسلم لیگ کے ساتھ تصفیے کے لئے آمادہ ہے۔ یہ تجویز بھی زمانہ سازی پر مبنی ہے کیونکہ اس تصفیہ کی بنیاد وحدانی وفاقی حکومت کو قرار دے دیا گیا ہے' یہ بات بخوبی جانتے ہوئے کہ مسلم لیگ ایسی بنیاد کی مخالف ہے۔

"یہ بالکل عیاں ہے کہ کانگرس نے آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی یکم مئی کی سرکاری قرارداد

منظور کر کے قطعی طور پر مسلم تجویز برائے تقسیم ہند یا پاکستان اسکیم پر گفت و شنید کو مسترد کر دیا ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے حال ہی میں یہ بات واضح کی ہے کہ وہ تقسیم کی تجویز پر گفتگو بھی نہیں کریں گے' کیونکہ یہ مسخرہ پن ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ کانگرسی اخبارات میں ایک نام نہاد مسلمان کی صدر کانگرس کے ساتھ پہلے سے تیار کردہ خط و کتابت شائع ہوئی ہے۔ یہ صاحب ابھی حال ہی میں حیدر آباد سے بمبئی میں نازل ہوئے ہیں۔ اس نے میرے ذہن میں کوئی شبہ نہیں چھوڑا کہ انہوں نے بے حد متضاد بیانات دیئے ہیں اور یکم مئی کی کانگرس کی سرکاری قرارداد کی اس ڈھب سے تعبیر کی ہے جو بہت گمراہ کن ہے۔

گمراہ کن

"کیا کوئی سوچ سکتا ہے جب کانگرسی رہنما ایسا طریقہ کار اختیار کریں اور اس کی اس انداز سے تشہیر کریں بجائے اس کے کہ ان کے پاس اگر کوئی تجویز ہے تو مجھے ارسال کر دیں یا آل انڈیا مسلم لیگ کے سیکرٹری کو بھیج دیں؟ اس کا صرف یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اس کا مقصد ملک کے اندر عوام کی تہذیب اور بیرون ملک پروپیگنڈہ۔ اور ایک ذمہ دار تنظیم کے لئے ایسے طریقے اختیار کرنا بمشکل ہی اس کی شان کے شایان اور شہرت کے مطابق ہو سکتا ہے' اِلاّ ارادہ یہ ہو کہ مسلمانوں میں افتراق پھیلایا جائے اور انہیں گمراہ کیا جائے۔ مجھے اعتماد ہے کہ یہ باتیں مسلمانان ہند کو ذرا سا بھی گمراہ نہیں کر سکتیں اب ان کے ساتھ بچوں کا سا سلوک نہیں کیا جا سکتا۔

"میرے لئے یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ میں ایسی چالوں کو فاش کروں۔ لیکن میرے پاس اس شرارت آمیز پروپیگنڈہ سے' جس میں کانگرس نے مہارت حاصل کر لی ہے' نمٹنے کا اور کوئی طریقہ بھی نہیں ہے۔ مجھے علم ہے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ میرے کچھ بیانات تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ لیکن اگر سچ کہنے سے' جو ہمیشہ تلخ ہوتا ہے اور اپنے مخالفین کی چالوں کو فاش کرنے سے' انہیں دکھ پہنچتا ہے تو میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں۔ اس کا واحد علاج یہ ہے کہ وہ اپنے طور طریقوں پر نظرثانی کریں۔"

(اے۔ پی۔ آئی)' دی ڈان ۱۶ اگست ۱۹۴۲ء)

۲۵۔ "ہندوستان چھوڑ دو!" کانگرس کی تحریک پر بیان

بمبئی ۹ اگست ۱۹۴۲ء

"مجھے اس بات کا بہت دکھ ہے کہ کانگرس نے آخرکار اعلان جنگ کر دیا ہے اور بہت ہی خطرناک عوامی تحریک شروع کر دی ہے' اس امر کے باوصف کہ اس ملک میں مختلف افراد' جماعتوں اور تنظیموں نے متعدد بار انہیں متنبہ کیا تھا۔

"اس بات کا اعتبار کرنا ناممکن ہے کہ کانگرسی رہنماؤں کو یہ احساس نہیں ہے کہ ایسی تحریک نہ صرف تشدد بلکہ خون خرابے اور معصوم زندگیوں کی تباہی پر منتج ہو گی- اس کی اور بھی زیادہ مذمّت کرنے کی اس لئے ضرورت ہے کہ یہ تحریک اس سنگین مرحلے پر اس مقصد کے پیش نظر شروع کی گئی ہے کہ سنگین کی نوک پر جبراً اپنے مطالبات تسلیم کرا لئے جائیں' جو اگر' منظور ہو گئے تو مطلب یہ ہو گا تمام دیگر مفادات بالخصوص مسلمانان ہند کے مفادات قربان کر دیئے گئے ہیں-

"جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ میں نے آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا اجلاس طلب کیا ہے جو ۱۶ اگست کو بمبئی میں منعقد ہو گا- جب تک کہ مجلس عاملہ کوئی فیصلہ کرے' میں مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس تحریک سے "کلیتا" الگ رہیں اور کانگرس کے کارکنوں کی دھمکیوں اور دہشت انگیزیوں کو خاطر میں نہ لائیں- بلکہ اپنے معمول کے کام کاج پُرامن طریقے سے جاری رکھیں- میں کانگرس کے کارکنوں کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ اپنے احکام پر زبردستی عملدرآمد کرانے کے لئے مسلمانوں کو پریشان یا ہراساں نہ کریں- مسلمانوں کو مجبور کرنے کی کوشش سے نہایت خطرناک صورت حال رونما ہو سکتی ہے اور کانگرس کے کارکن برآمد ہونے والے نتائج کے ذمہ دار خود ہوں گے-

"میں اب بھی ہندو عوام سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس ہلاکت آفریں خانہ جنگی کو بند کر دیں قبل اس سے کہ زیادہ تاخیر ہو جائے- جن حالات میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں پُرامن حل ہی واحد راستہ ہے- میں سمجھتا ہوں کہ ذمہ دار ہندو رہنما آگے بڑھیں گے اور اس ناعاقبت اندیش اور ناقابل فہم پروگرام کو روک دیں گے-

پنڈت نہرو کو جواب

""آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے اجلاس میں پنڈت جواہر لال نہرو کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے' جس میں انہوں نے اپنی اطلاع کا ذریعہ ظاہر کئے بغیر یہ کہا تھا کہ انہیں اطلاع ملی ہے کہ سر اسٹیفورڈ کرپس کو مسلم لیگ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ وائسرائے کا ویٹو برقرار رکھا جائے اور اسے کسی طرح سے بھی مشروط نہ کیا جائے' مسٹر جناح نے کہا کہ یہ بالکل نادرست اور بے بنیاد ہے- ان کی باقی ماندہ تقریر بھی غلط بیانیوں سے بھری پڑی ہے اور میں جو کچھ پہلے کہہ چکا ہوں اسے دُہرانا نہیں چاہتا- وہ کہتے ہیں کہ مسلم عوام رجعت پسند نہیں اور وہ کانگرس کے ساتھ ہیں- مطلب اس کا یہ ہوا کہ مسلم لیگ ایک رجعت پسند تنظیم ہے- یہ ہمارے خلاف اہانت آمیز الزام ہے- لیکن اگر عوام' جیسا کہ وہ کہتے ہیں' کانگرس کے ساتھ ہیں اور مجلس عاملہ ہند کی رائے عامہ کی ترجمان ہے تو پھر مسلم لیگ کی طرف سے کیوں پریشان ہیں- وہ تو مسلمانان ہند کی نمائندگی نہیں

کرتی؟ پنڈت نہرو کہتے ہیں کہ کانگرس ہر قیمت ادا کرنے کے لئے تیار ہے (گویا کہ ہند کانگرس کی ملکیت ہے) بجز آزادی اور وقار کی قیمت کے- یہ کون کہتا ہے کہ اہالیان ہند کی آزادی کا سودا کر لیجئے؟ ہماری یہ پختہ رائے ہے کہ ہند کی آزادی کے جلد سے جلد حصول کا راستہ یہ ہے کہ سمجھوتے کے ذریعہ پاکستان اسکیم کو قبول کر لیا جائے- میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر ہندو ہند دس کروڑ مسلمانوں کا حق خودارادیت تسلیم کر لے اور بجائے اس کے کہ انہیں ایک مصنوعی اور غیر قدرتی اتحاد میں رہنے پر مجبور کرے، جس کے بے حد تباہ کُن اور خطرناک نتائج یقیناً برآمد ہوں گے اور اگر یہ راستہ اختیار کیا گیا تو اس میں وقار کی قربانی کا سوال کہاں سے در آتا ہے؟

(دی ڈان، ۱۶ اگست ۱۹۴۲ء)

۲۶- عبوری حکومت اور مسلم لیگ کی شرط

لندن کے روزنامہ "ڈیلی ہیرالڈ" سے خصوصی ملاقات

بمبئی ۱۳ اگست ۱۹۴۲ء

[لندن کے ایک روزنامہ "ڈیلی ہیرالڈ" کو جمعرات کی شب ایک خصوصی ملاقات کے دوران قائداعظم محمد علی جناح نے کہا کہ مسلم لیگ زمانہ جنگ کی عبوری حکومت میں شمولیت کے لئے آمادہ ہو گی بشرطیکہ اس کی ہندوؤں کے مساوی آواز ہو اور بعد از جنگ پاکستان کی ضمانت- وہ کسی بااختیار ذریعہ کی جانب سے کسی بھی حل کی تجویز پر غور کرے گی-

ان کی حسین و جمیل رہائش گاہ کے بے عیب وسیع و عریض لان کے اس پار بمبئی کے ساحل سمندر پر نظریں جماتے ہوئے "ڈیلی ہیرالڈ" کے جنگی نامہ نگار کپتان وکٹر تھامسن نے مسٹر جناح سے ایک طویل انٹرویو کیا-

مسٹر تھامسن رقمطراز ہیں: مسٹر جناح اپنے گھر کی طرح تروتازہ تھے، ان کا دیدہ زیب سلیٹی رنگ کا سوٹ ان کے چھریرے جسم پر نہایت موزوں تھا- ان کی ٹائی اور موزے شوخ تھے لیکن بے عیب، اپنی یک چشمی عینک، لمبوترے چہرے، عقابی نظروں اور سیاہی مائل سفید سفید بالوں کے ساتھ وہ جارج آرلس کے حسین و جمیل برادر خورد نظر آ رہے تھے- وہ صراحت کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں جو انہیں برسوں کی وکالت سے حاصل ہوئی- میرے سوال کے جواب میں انہوں نے جو کچھ مجھے بتایا، اسے ایک اہم اعلان کے طور پر ٹھیک ٹھیک قلمبند کر لیا گیا ہے-"]

مسٹر جناح نے کہا: ''آزادی ہند؟ جی ہاں' لیکن پہلے اتحادیوں کا جنگ جیتنا ضروری ہے۔ بصورت دیگر کسی کے لئے بھی آزادی نہیں ہو گی۔ یہ وہ چیز ہے جو ہندو اکثریت کی کانگرس پارٹی دیکھنے سے انکار کرتی ہے۔ خطرے کی طرف سے آنکھیں موندتے ہوئے کانگرسی رہنماؤں نے وہ مطالبات پیش کر دیئے ہیں جن پر مذاکرات بھی نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے عوامی سول نافرمانی کی دھمکی کے ساتھ الٹی میٹم دیا۔ حکومت کے پاس جس نے ماضی میں غلطیوں کا ارتکاب کیا تھا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ انہوں نے وہی کچھ کیا جو کر سکتے تھے۔ حکومت کو' قانونی زبان میں' زبردست غداری کا سامنا تھا۔''

مسٹر جناح نے حکومت کی جانب سے کانگرسی رہنماؤں کی گرفتاری اور فسادات کو فرو کرنے کے لئے سخت اقدامات کو پوری پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔

مذاکرات کا امکان

مسٹر جناح نے آگے چل کر کہا اب مسلم لیگ اور حکومت سے کہا جا رہا ہے کہ کچھ مراعات دیں' خیرسگالی کا کوئی اشارہ' کسی نوع کے مذاکرات شروع کئے جائیں۔ مذاکرات کس کے ساتھ' جب تک کہ کانگرس پارٹی کے رہنما اپنا ذہن تبدیل نہ کریں اور اپنی تحریک کو ختم نہ کریں' مذاکرات نہیں ہو سکتے۔ کانگرس کی تمام تر حکمت عملی یہ رہی ہے کہ اقتدار انگریزی راج سے ہندو راج کو منتقل کر دیا جائے۔ یہ کہتی ہے اسے ایک قومی حکومت مطلوب ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ اس میں ہندوؤں کی عظیم اکثریت ہو گی۔ کیونکہ وسطی اور جنوبی ہند میں ان کی بڑی غالب اکثریت ہے۔ انگریزوں کی سنگینوں کے سایہ تلے وہ شمال مغربی اور شمال مشرقی ہند کے مسلمانوں پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ہم ہندوؤں کی غلامی کا طوق نہیں پہنیں گے۔ ہمیں اس کا صوبائی حکومتوں میں تجربہ ہو چکا ہے۔ مقامی امور میں ہندوؤں کے غلبہ کے معنی ہیں مسلمانوں پر ظلم و ستم۔ وہ ہم پر اپنے خیالات اور اپنی ثقافت مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ہمارے اسکولوں میں اپنی نصابی کتب نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ سرکاری اہلکاروں کی حیثیت سے وہ ہمیشہ ہندوؤں کی موافقت کرتے ہیں۔ نہیں! ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اختلافات کی خلیج اس قدر وسیع ہے کہ اسے پاٹا نہیں جا سکتا۔ آپ ان لوگوں کے ساتھ کیسے مل بیٹھ سکتے ہیں جو ایک چھت کے نیچے کھا بھی نہیں سکتے؟ کیا آپ بیٹھ سکتے ہیں؟ یا مجھے اسے اس انداز میں کہنے دیجئے۔ ہندو گائے کو پوجنا چاہتے ہیں اور مسلمان اسے کھانا چاہتے ہیں۔ مفاہمت کیسے ہو سکتی ہے؟ ہندو دکانوں کے مالک مسلمان گاہکوں کے ہاتھوں سے پیسے نہیں پکڑتے۔ انہیں کاؤنٹر پر چھوڑ دیا جائے۔ تجوری میں رکھنے سے پہلے انہیں دھویا جاتا ہے۔ ایک بہت گندہ ہندو بھی میرے ہاتھوں سے پانی نہیں پئے گا۔ ممکن ہے کچھ

مسلمانوں میں بھی اسی قسم کی ممنوعات ہوں گی' لیکن ہندوؤں میں بے پناہ زیادہ ہیں۔ خود ان میں بھی ذات پات کے زبردست بندھن ہیں اور چونکہ اتحاد کا کوئی راستہ نہیں ہے' اسی لئے پاکستان کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ جس کی تقسیم سے بھی تعبیر کی جا سکتی ہے۔ یہی ہند کی حقیقی آزادی کا واحد راستہ ہے۔

پاکستان جنگ جیتنے کے بعد

ہم چاہتے ہیں کہ برطانوی حکومت اب اعلان کرے کہ جنگ جیتنے کے بعد پاکستان قائم ہو جائے گا۔ ہمارا منشائے مقصود یہ ہے کہ ان علاقوں میں جہاں مسلمان تعداد میں ہندوؤں سے بہت زیادہ ہیں ایک علیحدہ قلمرو یا زیادہ قلمرو بھی بن سکتی ہیں۔ ویسے انگریزوں کی آمد سے قبل ہند کبھی بھی ایک حکمران کے تابع نہیں رہا۔ ہند میں یوروپ کے مقابلے میں زیادہ قسمتیں ہیں۔ پس ہم چاہتے ہیں کہ ہم خود حکومت کریں اور انہیں حکومت کرنے دیں۔ بلاشبہ دونوں طرف اقلیتوں کے مسائل ہوں گے۔ لیکن وہ چھوٹے چھوٹے مسئلے ہوں گے جن کا بندوبست ممکن ہو گا' اور وہ بتدریج ختم ہو جائیں گے۔ تاہم پہلے فتح ہونی چاہئے۔ (دی ایسٹرن ٹائمز' ۱۸ اگست ۱۹۴۲ء)

۲۷۔ جدوجہد آزادی میں سب سے پہلے وہ اپنی گرفتاری پیش کریں گے

بمبئی ۱۶ اگست ۱۹۴۲ء

مسٹر ایم' اے جناح نے بمبئی کے ایک کانگرسی رہنما کے ساتھ ملک کی موجودہ سیاسی صورت حال پر تبادلہ خیال کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ہند کی آزادی کی تحریک کی وہ خود رہنمائی کریں گے اور وہ پہلے شخص ہوں گے جو مہاتما گاندھی کے ساتھ خود کو گرفتاری کے لیے پیش کریں گے اگر کانگرس فوری طور پر مسلم لیگ کے ساتھ مفاہمت کر لے اور اس طرح سے ایک دیرپا ہندو مسلم اتحاد بھی حاصل ہو جائے گا۔

مسٹر جناح نے اس امر کا اعادہ کیا کہ لیگ فوری آزادی کے حق میں ہے لیکن کانگرس اس کی راہ میں حائل ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہند کی آزادی کی کسی بھی تحریک کی کامیابی کی واحد ناگزیر شرط اتحاد ہے۔ یہ کہ اتحاد صرف اسی وقت ممکن ہو گا جب کانگرس مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کو قبول کر لے گی۔

سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا جب ایک بار اتحاد حاصل ہو گیا' مسلمان کانگرس کے ساتھ اس کے مکمل آزادی کے مطالبے میں شامل ہو جائیں گے۔ برطانیہ اس سے انکار نہیں

کر سکتا۔ ہم ۲۴ گھنٹے میں اسے حاصل کر لیں گے' ورنہ آپ مجھے دیگر مسلمان رہنماؤں کے ہمراہ تحریک آزادی کے ہراول دستے میں پائیں گے۔

تاہم' مسٹر جناح نے کہا کہ وہ اس امر کے لئے آمادہ ہوں گے کہ آئین وضع کرتے وقت پاکستان کے مسئلہ پر مسلمانان ہند میں استصواب رائے عامہ کرا لیا جائے۔

"لیکن پہلے کانگرس واضح اور دو ٹوک الفاظ میں متذکرہ بالا اعلان کرے اور مسلمانوں کے شکوک دور کرے۔"

"میں ہندو یا مسلم سرمایہ دار کے حق میں نہیں کہ وہ چند لاکھ روپے اور بنا لے۔ میں قطعی طور پر عوام کی اقتصادی بہتری کے حق میں ہوں وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔ اس وقت ہندو۔ مسلم اتحاد کے بغیر یہ ممکن نہیں۔

مسٹر جناح نے مسٹر راج گوپال اچاریہ کی قائل ہونے کی ہمت اور مسئلہ کو حقیقی طور پر پہنچنے پر زبردست خراج تحسین پیش کیا اور کہا: "مسٹر راج گوپال اچاریہ نے ایک قرن سے زیادہ کانگرس کی خدمت کی ہے اور کوئی شخص ان کی کانگرس سے وفاداری پر شک نہیں کر سکتا۔ لیکن ان کی گاندھی جی کے ساتھ وفاداری کہیں زیادہ ہے۔"

(انڈین پریس سروس)(ایسٹرن ٹائمز' ۲۰ اگست ۱۹۴۲ء)

۲۸- اجتماعی جرمانوں پر بیان

بمبئی' ۶ ستمبر ۱۹۴۲ء

"میرے لئے یہ بڑے اطمینان کا باعث ہے اور ان لوگوں کے لئے بھی جو عظیم مسلم تنظیم کے لئے کام کر رہے ہیں کہ مسلمانوں نے' میرے اس مشورے پر عمل پیرا ہونے کے ضمن میں' جس کی بعد میں آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے بھی ۲۰ اگست کو تصدیق کر دی تھی' کانگرس کی چلائی ہوئی عوامی سول نافرمانی کی تحریک سے من حیث المجموع الگ رہ کر قابل تعریف نظم و ضبط' یکجہتی اور اتحاد کا مظاہرہ کیا۔

میں ان سب لوگوں کا شکر گزار ہوں بالخصوص سارے ملک میں مسلم لیگ کی تنظیموں کا جنہوں نے ہماری قرارداد کو جامہ عمل پہنانے میں ہماری مدد کی۔ میں ایک بار پھر مسلمانوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ وہ حسب معمول اپنا کاروبار حیات پُرامن طریقے سے جاری رکھیں اور ان وجوہ کی بنا پر' جو میں پہلے ہی بیان کر چکا ہوں اور جو نہایت جامع طریقے سے مجلس عاملہ کی ۲۰ اگست کی قرارداد میں پوری طرح سے مذکور ہیں' خود کو کانگرس کی تحریک سے الگ رکھیں۔

میں نے اخباری خبروں میں بھی یہ دیکھا اور نجی ذرائع سے جو اطلاعات مجھ تک پہنچی ہیں ان سے بھی معلوم ہوا ہے کہ مختلف صوبوں کی حکومتیں بعض اضلاع اور علاقوں میں اجتماعی جرمانے عائد کرنا چاہتی ہیں- میں صوبوں کے گورنروں اور ہزایکسی لینسی وائسرائے اور گورنر جنرل کی توجہ اس زبردست خدشہ کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں جو مسلمانوں کو لاحق ہے کہ اگر وہ جرمانے علاقائی اصول پر عائد کئے گئے تو معصوم مسلمان بھی اس کا شکار ہو جائیں گے' اگرچہ وہ "کیلتا" اس (گڑ بڑ) سے علیحدہ رہے ہیں- صوبائی اور مرکزی حکومتوں کو یہ بات واضح کر دینی چاہئے کہ مسلمان ان اجتماعی جرمانوں سے مستثنیٰ رہیں گے جو متعلقہ اضلاع اور علاقوں پر عائد کئے گئے ہوں گے یا بعد ازاں عائد کئے جائیں گے- یہ ازبس ضروری ہے کہ یہ غلط فہمی جس سے ناجائز فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے رفع کرنے کی خاطر اور مسلمانوں کے خوف اور خدشات کو دُور کرنے کے لئے جلد سے جلد اعلان کر دیا جائے-

(دی ایسٹرن ٹائمز ۸ ستمبر ۱۹۴۲ء)

۲۹- مسلم لیگ کے موقف کی وضاحت

نئی دہلی میں پریس کانفرنس سے خطاب

۱۳ ستمبر ۱۹۴۲ء

[قائداعظم محمد علی جناح نے اتوار کے روز ۱۳ ستمبر کو ایک پریس کانفرنس میں کانگرس کے عبوری حکومت کے مطالبہ کے تناظر میں مسلم لیگ کے موقف کی نہایت صراحت سے وضاحت کی- تقریباً تمام برطانوی' امریکی' چینی اور ہندی اخبارات کے نمائندے اس پریس کانفرنس میں موجود تھے جو مسٹر جناح کی نئی دہلی کی قیام گاہ پر منعقد ہوئی-")

قائداعظم نہایت عمدہ فارم میں تھے' اور انہوں نے نہایت وضاحت کے ساتھ مسلم لیگ کا موقف بیان کیا- انہوں نے کہا ایسے سمجھوتوں اور ردوبدل کے ساتھ جو ہمارے لئے تسلّی بخش ہوں' میں انتقال اقتدار کے ضمن میں کسی حد کی پابندی عائد کرنا نہیں چاہتا لیکن یہ اس لازمی اور ناگزیر شرط سے مشروط ہے کہ تمام جماعتیں مسلمانوں کے حق خودارادیت کو قبول کر لیں اور اس بات کی ضمانت دیں کہ مسلمانوں کے استصواب رائے کو جامہ عمل پہنا دیا جائے گا اور اس کے مطابق ہند کو تقسیم کر دیا جائے گا- اگر اس شرط کو قبول نہیں کیا جاتا اور عبوری حکومت موجودہ دستور کے ڈھانچے سے باہر اور ان خطوط پر تشکیل دی جاتی ہے جیسا کہ بعض اہم حلقوں میں مطالبہ کیا جا رہا ہے' تب اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم مکھی کی طرح برضا و رغبت مکڑی کے دیوان

خانے میں داخل ہو جائیں۔ اگر عبوری حکومت موجودہ دستوری ڈھانچے کے باہر تشکیل دی گئی تو اس کے لئے اس میں انقلابی اور بنیادی دستوری تبدیلیوں کی ضرورت ہو گی۔ اور جب ایک بار یہ تبدیلیاں وقوع پذیر ہو جائیں گی تو جنگ کے بعد ان کو ختم کرنا دشوار ہی نہیں ناممکن بھی ہو گا اور ہم اس اہتمام اور ضمانت سے محروم رہ جائیں گے' جس پر ہم اس قدر اصرار کر رہے ہیں۔

میرا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہم جنگ کی ہنگامی حالت کے دباؤ کے تحت ایسی عبوری حکومت کی تشکیل دے لیں جس کی نوعیت اور رکنیت مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کے منافی یا اس کے لئے ضرر رساں ہو۔

خانہ جنگی کا خطرہ

جب ان سے دریافت کیا گیا کہ مسٹر چرچل کی تقریر کے بارے میں ان کا کیا خیال ہے۔ تو قائداعظم نے کہا کہ مسٹر چرچل یہ کہنے میں حق بجانب تھے کہ کانگرس ہند کی نمائندگی نہیں کرتی اور نو کروڑ مسلمان بنیادی طور پر اس کے خلاف ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں کانگرس کی تحریک کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار پہلے ہی کر چکا ہوں۔ ناقابل دفاع کا دفاع کرنا ممکن نہیں۔ میں خصوصیت کے ساتھ اس بات پر زور دینا چاہتا ہوں کہ یہ نہ صرف انگریزوں اور حکومت کے خلاف اعلان جنگ ہے بلکہ یہ مسلم لیگ کے خلاف بھی جنگ ہے۔ جس کا مطلب ہے مسلم ہند' اور غیر کانگرسی تنظیموں کے خلاف بھی جنگ' جن سے نہ صلاح مشورہ کیا گیا' نہ کوئی ذکر کیا گیا لیکن جن کی نامنظوری کے باوجود اور جنہیں "کلیتا" نظرانداز کرتے ہوئے اپنے مطالبات منوانے کے لئے' مجبور کرنے کی غرض سے' سول نافرمانی کی تحریک شروع کر دی گئی۔ جس کی مسلم لیگ پوری شدت کے ساتھ مخالفت کر رہی ہے اور ملک کی دیگر اقلیتیں اور ملک کے دیگر مفادات بھی کچھ کم مخالف نہیں ہیں۔ قوم پرستی کے نقاب کے پیچھے کانگرس کا مطالبہ' مختصرا یہ ہے کہ' انگریز اسے اقتدار سونپ دے تاکہ وہ اس ملک میں ہندو راج قائم کر سکے۔ اس کا انگریزوں سے یہ مطالبہ کہ خصوصیت کے ساتھ مسلم لیگ کے خلاف اور دیگر غیر کانگرسی مفادات کے خلاف پابندیاں عائد کی جائیں' اس وجہ سے ہے کہ ہم نے مسلم قوم کے حق خودارادیت کے بارے میں اپنے مطالبہ کو واپس لینے سے انکار کر دیا ہے۔ یہ کہنا تو ایک مسلّمہ امر ہے کہ کانگرس کی تحریک خلاف قانون اور خلاف دستور ہے کیونکہ اس کا تسلیم شدہ مقصد قانون کے تحت قائم شدہ حکومت کا تختہ الٹنا ہے۔ لیکن اس سے بھی بڑا اعتراض یہ ہے کہ یہ ایک ہلاکت آفریں خانہ جنگی کا اعلان ہے۔

جھوٹا دعویٰ

قائداعظم نے ایک نامہ نگار کی اس تعبیر سے اتفاق نہیں کیا کہ مسٹر چرچل کی تقریر میں کہا

گیا ہے کہ کانگرس اہم نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: تقریر کا صحیح مطلب' جیسا کہ میں سمجھتا ہوں یہ ہے کہ کانگرس نے یکسر جھوٹا دعویٰ کیا ہے کہ وہ کل ہند کی واحد ترجمان ہے اور تنہا اس کی نمائندہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کوئی شخص بھی جس میں انصاف کی ذرا سی بھی رمق ہو ممکنہ طور پر یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ یہ ایسا دعویٰ ہے جس کی کوئی بنیاد ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ وہ دعویٰ ہے جو مسٹر گاندھی نے آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے اجلاس منعقدہ بمبئی کی آخری نشست میں کیا تھا اور ایسا ہی دعویٰ پنڈت نہرو کی تقریر میں کیا گیا۔ مسٹر گاندھی نے اپنی آخری تقریر میں پُرزور طریقے سے کہا کہ کانگرس تنہا ہند کی نمائندگی کرتی ہے۔ ایسا ہی پنڈت نہرو نے کہا بلکہ وہ تو اس سے بھی آگے گئے اور کہا کہ آل انڈیا مسلم لیگ ایک رجعت پسند جماعت ہے اور یہ کہ مسلمان عوام کانگرس کے ساتھ ہیں اور کانگرس سارے ہند کی نمائندگی کرتی ہے۔

یہ بات نہ صرف یہاں نشر کی گئی بلکہ ساری دنیا میں نشر کی گئی۔ بیرون ملک کے لوگوں نے' قدرتی طور پر' ہند کے حالات کے حقائق سے بے خبر ہوتے ہوئے اس کا یقین کر لیا۔ یہ خطرناک اور باقاعدہ پروپیگنڈہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کیا جا رہا ہے۔ اور اگر آپ مسٹر چرچل کی تقریر کو درست طریقے سے پڑھیں تو انہوں نے بجا طور پر اس دعوے کو مسترد کیا۔

ایک نامہ نگار نے یہ کہنے کی کوشش کی کہ کانگرس کا دعویٰ یہ نہیں تھا کہ وہ سارے ہند کی نمائندگی کرتی ہے۔ مسٹر جناح نے یہ کہہ کر اسے خاموش کر دیا کہ وہ کسی بحث میں الجھنا نہیں چاہتے۔

کوئی امکان نہیں

قائداعظم نے آگے چل کر کہا کہ میں حقیقتاً سمجھتا ہوں کہ جب تک کانگرس اور دیگر ہندو رہنما جو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اس ناقابل برداشت موقف کی حمایت کرتے ہیں' یہ نقاب زیب بدن کئے رکھیں گے' باور کیجئے کہ کسی عزت مندانہ تصفیے کا کوئی امکان نہیں۔

ایک امریکی نامہ نگار: کیا آپ یہ توقع کرتے ہیں کہ ہند پر کوئی غیر عزتمندانہ سمجھوتہ مسلط کیا جا . ہے؟

. اعظم: جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے مجھے یہی خدشہ دامن گیر رہا ہے۔ ہمیں تاریخ میں بہت سی مثالیں ملتی ہیں (جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ) دنیا میں بہت ہی مہذب قوم نے ذلّت آمیز اقدام

.ب ان سے ہندو مہاسبھا کے بارے میں سوال کیا گیا تو قائداعظم نے کہا: اگر میں ایسا کہہ سکوں' یہ بھی وہی ہے جو کانگرس ہے۔ درحقیقت میں سمجھتا ہوں کہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق

ہے یہ اپنی مخالفت میں بہت سخت ہے- یہ بات ان کے حق میں کہی جا سکتی ہے کہ وہ اسے راز بھی نہیں رکھتے- نہ ہی وہ کانگرس کی طرح ڈھک ڈھانپ کر اور پُر تکلف انداز میں بات کرتے ہیں- وہ کُھلم کھلا کہتے ہیں کہ وہ اس برصغیر میں ہندو راج قائم کرنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کو اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا چاہئے اور اگر مسلمان سیدھے نہ ہوئے تو ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو جرمنی میں یہودیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے-

جب ایک اخبارنویس نے یہ دریافت کیا کہ ان کے اس بیان سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ کل کے مسٹر جناح ،گر جی مذاکرات زیادہ کامیاب نہیں رہے؟ قائداعظم نے کہا کہ میں مذاکرات تو ظاہر نہیں کر سکتا لیکن جب حالات مجبور کر دیں تو ایک آتش زیرپا اور ایک لامحدود خواہشات کا حامل بھی معقولیت اختیار کر لیتا ہے-

مسلمانوں کا مطالبہ

جب ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا مسلمان اپنے مطالبے کو کچھ کم و بیش کر سکتے ہیں- قائداعظم نے جواب دیا اگر آپ اپنا مطالبہ روپے میں سولہ آنے سے شروع کریں تو سودے بازی کی گنجائش ہوتی ہے- مسلم لیگ نے ایسا کوئی مطالبہ پیش نہیں کیا جسے کوئی معقول انسان غیر معقول قرار دے سکے- مسلم لیگ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی آزادی کی حامی ہے- ہماری تجاویز کے مطابق ہندو کی جیب میں تین چوتھائی ہند موجود ہے اور یہ ہندو ہند ہے جو باقی ماندہ ایک چوتھائی بھی حاصل کرنے کے لئے سودے بازی کر رہا ہے کہ کسی طرح ہمیں دھتا بتا دے-

ایک قوم کے حق خودارادیت پر کیا مفاہمت ہو سکتی ہے- یہ ان کا پیدائشی اور بنیادی حق ہے اور اس سے انکار کرنا خود ان کے وجود سے انکار کرنا ہے-

برطانیہ آمادہ نہیں ہے

مسٹر چرچل کی تقریر کا دوبارہ حوالہ دیتے ہوئے قائداعظم نے کہا کہ اس تقریر سے مسلم لیگ کے موقف کی تائید ہوتی ہے کہ برطانوی حکومت کو مسلم لیگ کا تعاون مطلوب نہیں- کیونکہ اس کی نظر میں اس کی کوئی قدروقیمت نہیں ہے- مسٹر چرچل نے حوالہ دیا کہ نو کروڑ مسلمان بنیادی طور پر کانگرس کی مخالفت کرتے ہیں- گفتگو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ انہیں اپنے جذبات کے اظہار کا حق ہے- صرف یہ ایک فیاضانہ حوالہ ہے جو برطانوی وزیراعظم نے مسلم لیگ کی قرارداد کے بارے میں دیا جو گذشتہ ۲۰ اگست کو بمبئی میں منظور کی گئی- کیا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہمارا تعاون حاصل کرنے کی کوئی خواہش موجود ہے؟ کیا مسلمانوں اور مسلم لیگ کی صرف اتنی ہی قدروقیمت ہے کہ وہ کانگرس کی مخالفت کرتے ہیں! جو ایک حقیقت ہے اور یہ کہ

انہیں اپنے جذبات کے اظہار کی ترجمانی کا حق حاصل ہے جو ایک بدیہی صداقت ہے؟ کیا انہیں صرف اتنا ہی کہنا ہے؟

ایک امریکی نامہ نگار نے دریافت کیا: کیا آپ ان لوگوں کو ساتھ ملا کر جو شمولیت پر آمادہ ہوں ایک قومی حکومت بنا سکتے ہیں؟

قائداعظم نے اس سوال کا جواب الٹا سوال پوچھ کر دیا: کیا اس میں یہ مفروضہ شامل نہیں کہ یہ بات میرے اختیار میں ہے کہ میں جب چاہوں نمبر ۱۰ اورنگزیب روڈ (نئی دہلی میں قائداعظم کی رہائش گاہ) سے وائسریگل لاج میں منتقل ہو جاؤں اور کہوں کہ میں ایک قومی حکومت بنانا چاہتا ہوں؟ یہ کس طرح تشکیل دی جائے گی اور کون تشکیل دے گا؟

جب ان سے تفصیل بیان کرنے پر اصرار کیا گیا تو قائداعظم نے کہا کہ برطانوی حکومت نے کانگرس پارٹی کے سوا ہر پارٹی کو مکمل طور پر نظرانداز کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر "دی ٹائمز" نے حال ہی میں کہا ہے کہ ایسا کوئی تصفیہ نہیں ہو سکتا جس میں کانگرس کو نظرانداز کر دیا جائے۔ میں اس بیان سے بالکل اتفاق نہیں کرتا۔ ان چیزوں کو پڑھنے کے بعد میرے ذہن میں جو تاثر پیدا ہوتا ہے' وہ یہ ہے کہ برطانوی پالیسی تا حال یہی ہے' احتجاج کرتے ہوئے اور اس پر زور دیتے ہوئے کہ کانگرس کا رویہ بالکل ناممکن ہے' تاہم جب تک آپ کانگرس کو ہمراہ نہ لائیں کچھ نہیں ہو سکتا۔ مجھے اس پر بہت سخت اعتراض ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اس پارٹی کے تابع ہو گئے جس کے مطالبے کو مسلّمہ طور پر ناممکن سمجھا جاتا ہے۔

عبوری حکومت

جب عبوری حکومت کے تصور کی وضاحت کرنے کے لئے کہا گیا تو قائداعظم نے کہا: اس کا مطلب ہے ایک ایسی حکومت جو زمانہ جنگ کے دوران ایک خاص مقصد کے لئے تشکیل دی جائے۔ انہوں نے کہا میں اس سے کسی کو خارج نہیں سمجھتا' اِلاّ کوئی خود اپنے آپ کو اس سے خارج نہ کر لے۔ میں اس مفروضہ پر کام نہیں کرتا کہ یہ پارٹی یا وہ پارٹی باہر رہے گی' اگر ہمیں ذمہ داری قبول کرنی ہے۔ یں سمجھتا ہوں کہ یہ بدیہی امر ہے کہ جو لوگ ذمہ داری قبول کرنا چاہتے ہیں وہ قدرتی طور پر لوگوں کے ہر طبقے کی امداد' اعانت اور تعاون حاصل کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کریں گے'اِلاّ وہ جماعت' فرد یا تنظیم خود کو بالکل ناممکن بنا دے۔

ایک امریکی نامہ نگار کے سوال کے جواب پر مسٹر جناح نے کہا کہ مسلم لیگ مساعی جنگ کی تائید نہیں کر رہی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ مسلم لیگ کو کوئی ضد یا مخاصمت ہے۔ یہ جنگ جاری رکھنے کے لئے اس وقت تک دل و جان اور پورے جوش و خروش کے ساتھ حمایت اور تعاون نہیں کر

سکتی جب تک کہ لوگ یہ محسوس نہ کریں کہ ملک کی حکومت میں ان کی حقیقی آواز اور ان کا حصہ ہے۔

حوصلہ

لیکن خواہ ہم گذشتہ تین برس کے دوران برطانوی حکومت کی حکمت عملی کو کتنا ہی بُرا کہیں اور کتنی ہی مذمت کریں، ہماری اپنی صورت حال خربوزے سے مشابہ ہے۔ خربوزہ چھُری پر گرے یا چھُری خربوزے پر، کٹتا خربوزہ ہی ہے۔ فرض کیجئے برطانوی حکمت عملی کے خلاف تلخی یا ناراضگی کی وجہ سے کل میں کہتا ہوں کہ "برطانوی حکومت کو ہراساں کرو اور اس کے ساتھ تعاون نہ کرو" باور کیجئے کہ آج جن پریشانیوں کا سامنا ہے ان سے ۵ سو گنا زیادہ پیدا ہو جائیں گی۔

مزید سوالات کے جواب میں قائداعظم نے کہا کہ یہ بندوقوں کا سوال نہیں۔ مسلمانوں کا حوصلہ پانچ سو گنا زیادہ ہے۔ ہند میں کوئی بھی سمجھدار آدمی آپ کو یہ بتا دے گا۔ میں ہندوؤں کو رُسوا کرنا نہیں چاہتا۔ یہ میلان طبع اور اس طریقے کی بات ہے جس کے مطابق ایک مسلمان کی پرورش اور پرداخت ہوتی ہے۔

قائداعظم کے یہ بیان کرنے پر کہ اگر وہ چاہے تو مسلم لیگ میں مساعی جنگ میں رخنہ ڈالنے کی کتنی طاقت ہے ایک انگریز نامہ نگار نے دریافت کیا کہ کیا یہ فوج اور مشرق وسطیٰ کے مسلمانوں کو متاثر کرے گی؟

قائداعظم نے کہا کہ چونکہ یہ مخصوص سوال دریافت کیا گیا ہے انہیں اس کا جواب ضرور دینا چاہئے اور کہا کہ میں خون منجمد کرنے والی بات نہیں کرنا چاہتا اور میرا فوج کے ساتھ کوئی رابطہ بھی نہیں ہے۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ چونکہ فوج کا ۶۵ فیصد حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے تو لیگ نے اگر کوئی مہم شروع کی تو فوج کے ایک بڑے حصے کو متاثر کرے گی۔ اس کے علاوہ سارے سرحد میں آگ لگ جائے گی اور یہ کہ مختلف مسلم ممالک کے اخبارات (جیسے کہ افغانستان، ایران، عراق، ترکی اور مصر) سے میں نے یہ تاثر لیا ہے کہ وہاں لوگ مسلم ہند کے مطالبے سے پوری پوری ہمدردی رکھتے ہیں اور یہ کہ ان ممالک کے اخبارات مسلم ہند کے مطالبہ پاکستان کی پُرزور حمایت کرتے ہیں اور پس میرا خیال ہے کہ اگر مسلمانوں اور برطانوی حکومت میں تصادم ہوا تو لازمی طور پر وہ متاثر ہوں گے۔

نتیجہ کیا ہو گا

اس نکتے سے رجوع کرتے ہوئے قائداعظم نے کہا: لیکن میں اپنے آپ سے کہتا ہوں: درست، ہم پانچ سو گنا زیادہ پریشانی کھڑی کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟ میں صرف یہ

دیکھتا ہوں کہ اس کے دو نتیجے نکل سکتے ہیں- غیرملکی جارح اس ملک پر قبضہ کر سکتا ہے- ہو سکتا ہے کہ یہ مشرق سے ہو' مغرب سے' جنوب سے' یا شمال سے' اگر ایسا ہو جائے تو میری جملہ قربانیوں کے باوصف مجھے حاصل کیا ہوا؟ آقاؤں کی تبدیلی! اور اگر دوسری پارٹیاں ہمارے ساتھ نہ ہوں تو اس کا مطلب ہے ہلاکت آفریں خانہ جنگی- دوسرا نتیجہ یہ ہو گا کہ اگر یہ انقلاب مسلمان برپا کرتے ہیں اور اگر یہ برطانوی اقتدار کو مفلوج کرنے میں کامیاب بھی ہو جائے تو اس کا نتیجہ ہو گا' اس کی فوری اور اچانک تباہی- اور اس کا حاصل یہ ہو گا کہ ہند ریزہ ریزہ ہو جائے گا- جب میں ان دو نتائج پر غور کرتا ہوں تو خواہ میں برطانوی حکمت عملی کی کتنی بھی مذمت کیوں نہ کروں اور میرے احساسات کتنے بھی شدید کیوں نہ ہوں' میں کہتا ہوں کہ میری کیفیت خربوزے والی ہے-

قلابازی

قائداعظم نے آگے چل کر کہا: برعکس ازیں کانگرس نے ایک قطعی فیصلہ کیا اور انگریزوں سے مطالبہ کیا "ہند چھوڑ دو" اور کہا کہ ہندو مسلم مسئلہ کے تصفیہ کے سوال پر بھی اس وقت تک غور نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ انگریز یہاں سے واپس نہیں چلے جاتے- یہ تازہ ترین موقف ہے جو کانگرس نے اختیار کیا ہے اور جو کانگرس کے اس بنیادی موقف کی بالکل ضد ہے جس کا گذشتہ بائیس برس کے دوران اعلان کیا گیا کہ ہندو مسلم مسئلہ کے تصفیے اور اتحاد کے بغیر باشندگان ہند کے لئے کوئی آزادی اور خودمختاری نہیں ہو سکتی-

قائداعظم نے کہا کہ جب تک یہ بنیاد برقرار ہے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان سمجھوتے کی خاطر مذاکرات کی گنجائش کیسے نکل سکتی ہے- اور اس کے باوجود رات دن اس بات پر زور دیا جا رہا ہے' بالخصوص ہندوؤں کی جانب سے کہ مسلم لیگ کو کانگرس کے ساتھ تصفیہ کرنے کی تحریک کرنی چاہئے اور اپیلوں کا طوفان اٹھایا جا رہا ہے کہ کانگرس سے تعاون کے ساتھ اس جمود کا حل نکالنا چاہئے- (دی ایسٹرن ٹائمز' ۱۷ ستمبر ۱۹۴۲ء)

۳۰- ڈان کے نام پیغام

۹ اکتوبر ۱۹۴۲ء

ایک سال قبل اکتوبر ۱۹۴۱ء میں ہفت روزہ 'ڈان' نے مسلم ہند کے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بننے کی چھوٹی سی ابتدا کی تھی ہند- روزنامہ ڈان کے پہلے شمارے کے لئے اپنا پیغام دیتے ہوئے میں نے اس توقع کا اظہار کیا تھا- اپنے دوستوں کی حمایت سے ہم ہفت روزہ ڈان کو بہت

جلد ایک اول درجہ کا انگریزی روز نامہ بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ایک برس گزر گیا اجازت دیجئے کہ میں ان تمام لوگوں کا شکریہ ادا کر دوں جنہوں نے ہماری دلی حمایت کی کیونکہ آج ساری دنیا میں ہفت روزہ 'ڈان' کو مسلم ہند کا صحیح ترجمان تصور کیا جاتا ہے۔ وسیع حمایت سے حوصلہ پا کر جو ہمیں اس ادارے کی ترقی کے دوران حاصل ہوئی اور مختلف حلقوں کی جانب سے اپیلوں کے پیش نظر ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ 'ڈان' کو ایک حقیقی اول درجے کا روزنامہ بنا دیا جائے۔ میں زمانہ جنگ کی نیوز پرنٹ کی فراہمی اور خبروں کی ترسیل وغیرہ کی پابندیوں سے باخبر ہوں لیکن ہم اس اعتماد پر یہ قدم اٹھا رہے ہیں کہ ہمیں ان تمام لوگوں کی حمایت حاصل ہو گی جنہیں ہند کے سارے برصغیر کی فلاح و بہبود اور آزادی دل سے عزیز ہے۔ اس امر میں شک و شبہ کا شائبہ تک نہیں کہ آج مسلم قوم آل انڈیا مسلم لیگ کے پرچم تلے اس انداز سے منظم ہے جس سے وہ برطانوی ہند کی دو سو برس کی تاریخ میں پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ لیکن ان گذشتہ دو صدیوں کے دوران کبھی بھی ایک اول درجہ کا انگریزی روز نامہ نہ ہوا جو مسلم ہند کے پورے جذبات اور آراء کی ترجمانی کر سکے۔

روز نامہ 'ڈان' کا مقصد جو مسلمانوں کے نہایت مبارک دن یعنی عیدالفطر کے روز ہو رہا ہے' وفا شعاری' بے خوفی اور آزادی کے ساتھ مسلم ہند کے خیالات کا ان کی جملہ سرگرمیوں اقتصادی' تعلیمی' سماجی وغیرہ کا اظہار کرے گا— بلاشبہ اس کی حکمت عملی اور زیادہ تر مسلمانان ہند کے مقصد کی وکالت ہو گی ان کی یک جہتی کا فروغ اور لہٰذا یہ آل انڈیا مسلم لیگ کی حکمت عملی اور پروگرام کی تشہیر کرے گا۔ یہ عام طور سے اس برصغیر کی اقوام کے کاز اور بہبود کو نظر انداز نہیں کرے گا اور نہ ہی اسے سب کی آزادی کے لئے لڑنے میں کوئی پس وپیش ہو گا۔

میں اس امر کی وضاحت کر دوں کہ 'ڈان' کو آل انڈیا مسلم لیگ سے نہ کوئی سروکار ہو گا اور نہ ہی کسی طرح سے بھی آل انڈیا مسلم لیگ کے فنڈز سے اس کی مالی اعانت کی جائے گی۔ یہ ایک بالکل آزاد کاروبار ہے جو چند لوگوں کی کوششوں سے شروع ہوا اور سب سے زیادہ مدد جو مجھے ملی وہ دو محب وطن اور عوامی جذبہ رکھنے والوں سے ملی۔ مجھے امید ہے کہ 'ڈان' ہند میں اخبارات کے ایک ایسے سلسلے کا نقطہ آغاز ہو گا جس کا مقصد ہند کے لوگوں کی آزادی کے حقوق کو سراہنے اور مسلمانوں کے کاز کے مبنی برانصاف ہونے کے لئے ان کی تعلیم کرنا ہو گا جو اب تک کے ہند اور بیرون ہند بہت ہی غلط ترجمانی کا موضوع رہا۔ ہمیں اپنی کسی کوتاہی کی وجہ سے وطن میں اور وطن سے باہر ہارنا نہیں چاہیے۔

جہاں تک 'ڈان' کا تعلق ہے جسے چند افراد نے شائع کرنا شروع کیا ہے جلد ہی ایک جائنٹ

اسٹاک کمپنی کے تحت دے دیا جائے گا جب' مجھے بھروسہ ہے کہ عوام بھی اس جائنٹ اسٹاک کمپنی لمیٹیڈ میں سرمایہ کاری کریں گے' درایں اثناء میں خلوص کے ساتھ بھروسہ کرتا ہوں کہ اس پیش قدمی کی اہمیت کو محسوس کریں گے جو ہم نے ایک اوّل درجے کے انگریزی روزنامے کی اشاعت کی ذمہ داریوں کو اٹھانے اور اس ضمن میں جو مالی ذمہ داریاں عائد ہوں گی انہیں پورا کرنے کی غرض سے رقوم کی بروقت فراہمی کا اہتمام کیا ہے۔

میں پورے اعتماد کے ساتھ توقع کرتا ہوں کہ عوام اور بالخصوص مسلم عوام اس ادارے کے ساتھ دلی اعانت کریں گے۔ (دی "ڈان" ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۲ء)

۳۱۔ عید الفطر' اتحاد اور اُخوّت کی علامت ہے

۱۱ اکتوبر ۱۹۴۲ء

مسلمانوں کو میری جانب سے پُرمسرت عید سعید مبارک ہو۔ مسلمانوں کے دیگر تمام تہوار بھی اسلام کے عالمی تہوار ہیں جو دنیا کے تمام ممالک اور آب و ہوا میں منائے جاتے ہیں۔ عیدالفطر روحانی اور مادی اتحاد اور اخوت کی علامت ہے۔ آیئے' ہم اس عظیم اور مبارک دن عہد کریں کہ ہم دنیا کے موجودہ اور مستقبل کے نئے نظام میں اسلامی ورثہ کی روشنی کے مطابق اپنا حقیقی مقام حاصل کر کے رہیں گے۔

مسلمان فاتح' تاجر' مبلغ اور استاد کی حیثیت سے ہند میں وارد ہوئے اور اپنی تہذیب ہمراہ لائے۔ یہاں زبردست سلطنتیں قائم کیں اور عظیم تہذیبیں تعمیر کیں۔ انہوں نے برصغیر کی اصلاح کی اور اسے نئے سانچے میں ڈھال دیا۔

آج ہند کے دس کروڑ مسلمان دنیا کے کسی حصے میں بھی مسلم آبادی کے مقابلے میں سب سے بڑے مربوط جسد کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان کی اپنی قومی ثقافت اور تہذیب ہے جو دوسروں سے ممیز و ممتاز ہے۔ وہ جملہ اقوام اور لوگوں کی مکمل آزادی اور مساوات کے قائل ہیں۔ مسلم ہند کا یہ مقدر ہے کہ وہ اس وقت کائنات کے طول و عرض میں جو جدوجہد جاری ہے اور مستقبل کے نئے نظام میں دنیا کے بعد از جنگ امن اور سمجھوتے میں ایک طاقت ور عنصر کا کردار ادا کرے۔

قومی آزادی

اس کے ساتھ ساتھ ہم' ہند کے مسلمانوں' نے یہ عزم کر رکھا ہے کہ اس برصغیر کے شمال مغربی اور مشرقی حصوں میں جہاں ہم سات کروڑ افراد سے کم نہیں' جو ہمارے اوطان ہیں اور جہاں

ہم اکثریت میں ہیں' اپنی آزاد اور خودمختار ریاستیں قائم کر کے قومی آزادی اور خودمختاری حاصل کریں گے۔ پس میں ہر مسلمان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی منزل مراد— پاکستان— کی مضبوطی کے ساتھ حمایت کرے کیونکہ یہ ہمارے لئے اور مسلم ہند کی آئندہ نسلوں کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ یا ہم پاکستان حاصل کریں گے یا فنا ہو جائیں گے۔

آیئے آج ہم جذبہ و ذہن کے اعتبار سے ایک ہو جائیں۔ آیئے ہم ایک مستحکم قوم کی طرح متحد ہو جائیں اور آل انڈیا مسلم لیگ کے پرچم کے نیچے آجائیں اور اپنی تنظیم کی مزید نشوونما کریں اور اسے توانائی بخشیں جس نے ہمیں پہلے ہی سے اس انداز سے مجتمع اور مستحکم کر رکھا ہے جس سے برطانوی ہند کی تاریخ بالکل ناآشنا ہے۔

دنیا آج تاریخ کے عظیم ترین بحران سے گزر رہی ہے۔ اسلام اور مسلمان بھی اس زبردست عالمی جنگ میں کسی اور قوم کے مقابلے میں کم اہم کردار ادا نہیں کر رہے ہیں۔ آیئے آج ہم عہد کریں کہ آنے والے عالمی امن کے ضمن میں بھی متحد ہو کر ہی اپنا کردار ادا کریں گے۔

جنگ کے دوسرے میدانوں کی طرح مسلم علاقوں میں بھی کم لڑائیاں نہیں لڑی جا رہی ہیں۔ جنگی نقطۂ نظر سے بعض بے حد اہم مقامات بھی مسلم ممالک میں واقع ہیں۔ خود ہند میں شمال مغربی اور مشرقی خطوں کو فوری خطرے کا سامنا ہے جو مسلمانوں کے اوطان ہیں۔ ہم بیرون ملک اور اندروں ملک رونما ہونے والے سنگین اور خطرناک مراحل سے گزر رہے ہیں۔ پس ہماری سب سے بڑی تشویش نہ صرف اپنی آزادی اور سالمیت کا حصول ہے بلکہ ہماری دلی ہمدردی اور اخلاقی حمایت ان ملکوں بالخصوص مسلم ممالک کے ساتھ ہے جو اپنی آزادی اور خودمختاری کے لئے برسرپیکار ہیں۔

مسلم ممالک

ہمارے لئے یہ امر کچھ کم اطمینان کا باعث نہیں ہے' جیسا کہ ہم نے مسلم ملکوں مثلاً ترکی' عرب' مصر' عراق' ایران' افغانستان اور دیگر ممالک کی آزادی اور خوشحالی سے ہمیشہ اپنی دلچسپی قائم رکھی ہے اور ہماری ہمدردیاں ہمیشہ ان کے لئے وقف رہی ہیں' اسی طرح میں دیکھتا ہوں کہ مسلم ممالک کے عوام نے بھی ہماری پاکستان کی خاطر جدوجہد کے ساتھ اپنی تشویش اور ہمدردی کا مظاہرہ کیا ہے۔ پس جب ہم اپنی آزادی اور خودمختاری کی جدوجہد میں مصروف ہیں تو ہمیں اپنے ان بھائیوں کو فراموش نہیں کرنا چاہئے جو دنیا کے دیگر علاقوں میں یہی کچھ کر رہے ہیں۔ آیئے ہم ان کی کامیابی کے لئے دعا کریں۔ ہمیں ان مسلم ممالک کے لئے بھی دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو نصرت عطا فرمائے کہ وہ اپنی آزادی اور خودمختاری کو برقرار رکھ سکیں۔

کوئی مہذب قوم موجودہ تصادم' ہتھیاروں کا ٹکراؤ' انسانیت کا مجنونانہ قتل عام' اور صدیوں پرانی تہذیبوں کی تباہی کو سکون قلب کے ساتھ اور شدید ترین اضطراب کے بغیر نہیں دیکھ سکتی۔ ہمیں امید اور دعا کرنی چاہئے کہ وہ دن دُور نہ ہو جو ایسا عالمی امن و امان لے آئے جس میں کسی قوم کے لئے دوسری قوم پر حکمرانی اور اس کا استحصال کرنا ممکن نہ رہے۔ بلکہ ہر قوم اپنے پورے قد کاٹھ کے مطابق ابھرے اور اسے آزاد اور خودمختار قوم کی حیثیت سے اپنی ترقی' نشوونما کے لئے مساوی حقوق اور مواقع میسر ہوں۔ (دی ڈان' ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۲ء)

۳۲- بے پَر کی اُڑانا بند کر دیجئے

اخبارات کے نام بیان

۳۱ اکتوبر ۱۹۴۲ء

"آج کل ہند اور بیرون ملک میں افواہوں کا بازار گرم ہے۔ ہند کے تعطّل کو حل کرنے کے لئے ہر روز کسی نہ کسی کی طرف سے نت نئی اسکیم اخبارات کی زینت بنتی ہے۔

پس میرے لئے یہ بہت مشکل ہے کہ میں ہر اسکیم کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ چونکہ ہر اسکیم دوسری سے مختلف ہے اور ہر اسکیم ایک مبسوط جائزے اور چیر پھاڑ کا تقاضا کرتی ہے' اور یہ ایسا عمل ہے جو اخبارات کے ذریعہ سر انجام نہیں دیا جا سکتا' صرف یہ ثابت کرنے کے لئے کہ انہیں مسترد کر دیا جائے۔

پاکستان

آل انڈیا مسلم لیگ ایک سے زیادہ مرتبہ اپنے موقف کی بہت صراحت کے ساتھ وضاحت کر چکی ہے۔ تاہم آج جو صورت حال ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان' کانگرس یا ہندو ہند کے لئے ایک نفرت انگیز شے ہے۔ مسلم ہند کے لئے یہ جزو عقیدہ ہے۔ یہ ہندو ہند کو مساوی آزادی اور خود مختاری عطا کرتا ہے جہاں کہیں بھی وہ اکثریت میں ہیں۔ جب تک کہ مبادیات پر اتفاق رائے نہ ہو جائے' تفصیلات کو نہیں نمٹایا جا سکتا اور نہ کوئی تصفیہ ہو سکتا ہے یا بحران حل ہو سکتا ہے۔ مبادیات یہ ہیں کہ تمام جماعتیں بشمول برطانوی حکومت مسلمانوں کے حق خود ارادیت کو تسلیم کر لیں' اور یہ وعدہ کریں کہ شمال مغربی اور مشرقی خطوں میں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں مسلمانوں کے استصواب رائے عامہ کے فیصلے کو قبول کر لیں گی اور اسے جامہ عمل پہنا دیں گی۔ اس اساس پر دوران جنگ کے لئے عبوری حکومت تشکیل دی جا سکتی ہے تاکہ اپنے کل وسائل کو مجتمع کر کے

جارح کا مقابلہ کیا جا سکے' بشرطیکہ مسلم ہند کو اس نوع کی حکومت کی تشکیل میں مساوی حیثیت حاصل ہو۔

میں ایک بار پھر دُہراتا ہوں کہ "کوئی ایسی اسکیم جو ہند کے موجود دستور یا مروجہ قوانین میں بنیادی تبدیلیوں کا باعث بن جائے یا کسی بھی طور پر مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کے لیے ضرر رساں ہو یا اس کے منافی ہو یا اس کے بارے میں قبل از وقت فیصلہ صادر کرے' ہمارے لئے ہرگز قابل قبول نہ ہو گی۔ نہ ہی ہمارے لئے ایسی کوئی اسکیم قابل قبول ہو گی جو غیر ملکی سنگینوں کے سایہ تلے ہندو حکمرانی یا بالادستی قائم کر دے۔

جھُوٹا پروپیگنڈہ

مجھے افسوس ہے کہ کچھ عرصے سے انگلستان اور امریکہ دونوں میں رائے عامہ کا ایک طبقہ جسے ان سنگین مسائل کے حقائق کا علم نہیں اور جن کا اس برصغیر میں آباد دو بڑی قوموں کے دستوری مسائل سے تعلق ہے' جنگ' اور جنگ کی اہم ضروریات اور جنگ کی ہنگامی ضرورتوں کے بوجھ تلے ہر قسم کے مشورے اور ہر قسم کی تجاویز پیش کر رہے ہیں تاکہ وہ مساعی جنگ کی تائید میں کانگرس کی دلی اور سرگرم حمایت حاصل کر سکیں۔ یہ سمجھے بغیر کہ مسئلہ کی جڑ اور بنیاد کیا ہے وہ اس جھوٹے پروپیگنڈہ سے متاثر ہو رہے ہیں جو آج کل جاری ہے۔ جب یہ بیانات' تبصرے اور تجاویز یہاں پڑھی جاتی ہیں تو حقائق کی روشنی میں مضحکہ خیز نظر آتی ہیں۔

کانگرس کی چاپلوسی کرنے کا مطلب ہے مسلم ہند کو قربان کر دینا جس کے تباہ کن نتائج برآمد ہوں گے۔ ہمارا دس کروڑ مسلمانوں سے اور ان کے مستقبل اور ان کے مقدر سے تعلق ہے اور یہ زیادہ پسندیدہ بات ہو گی اگر لوگ ان افواہ طرازیوں سے اجتناب کریں۔ اس سے نقصان زیادہ ہو رہا ہے' فائدہ کم۔" (اے۔ پی۔ آئی' دی ڈان' یکم نومبر ۱۹۴۲ء)

۳۳۔ غریب مسلمانوں کا جذبہ ایثار

مسلم یونیورسٹی یونین کے زیر اہتمام جلسہ سے خطاب

۴ نومبر ۱۹۴۲ء

طلباء کی جانب سے زبردست استقبال کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مسٹر ایم اے جناح نے کہا کہ جس انداز سے طلبا نے ان کا استقبال کیا ہے وہ اس ملک میں یا کسی اور ملک میں کوئی بھی شخص اپنے لئے ایک اعزاز تصور کرے گا۔ ان کی ہفت روزہ ڈان کی خریداری کا حوالہ دیتے ہوئے مسٹر

جناح نے کہا کہ اس کے پیچھے جو جذبہ کارفرما ہے وہ اسے بہت سراہتے ہیں اس لیے بھی کہ اس کا اظہار دانشوروں کے طبقے کی جانب سے ہوا ہے۔ انہوں نے طلباء کا مسلم لیگ فنڈ میں چندہ دینے پر بھی شکریہ ادا کیا اور کہا یہ ان کے لئے حوصلہ افزائی کے پیغام کے مصداق ہے۔ نوجوان طلباء سے پیسہ کے تعلق میں کوئی توقع بھی کیا کر سکتا ہے؟ اصل چیز تو وہ جذبہ ہے جو اس پیشکش کے پیچھے کارفرما ہے۔ بڑی رقمیں تو موٹے اور امیر لوگ ہی دے سکتے ہیں اور انہیں ابھی تک ان لوگوں کو کامیابی کے ساتھ رام کرنا نہیں آیا۔ (قہقہہ) لیکن، مسٹر جناح نے کہا، میں آپ کو بتا دوں کہ بہت سے امیر لوگوں نے بھی مجھے چندہ دیا ہے اور بہت عمدہ جذبے کا مظاہرہ کیا ہے۔ ابھی تک صرف چار لاکھ روپیہ کی رقم جمع ہوئی ہے۔ شاید سرمایہ جمع کرنے کا جو طریقہ انہوں نے اختیار کیا ہے وہ غیر معمولی ہے۔ جن لوگوں کے پاس دولت ہے یہ توقع کرتے ہیں کہ رقم ڈھیلی کرنے سے پہلے کچھ ان کی خوشامد بھی ہو جائے۔ گذشتہ چھ برس کے دوران ہم نے مسلمانوں سے کبھی چندہ دینے کی اپیل نہیں کی، اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم نے اب تک بغیر کسی سرمائے کے اس جدوجہد کو کیسے چلایا ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ مسلم لیگ اس قدر بڑھ گئی ہے اور اتنی بڑی تنظیم ہو گئی ہے کہ اب اس کے نظم و نسق کا مالی بار ایک یا دو شخص نہیں اٹھا سکتے۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے یہ اپیل کی جس پر جملہ طبقوں نے لبیک کہا۔ آپ کو یہ جان کر حیرت ہو گی کہ میں نے دو دو آنے اور چار چار آنے کے منی آرڈر وصول کئے۔ غریب سے غریب لوگ بھی اپنا چندہ بھیج رہے ہیں اور دل ہلا دینے والے خط لکھ رہے ہیں۔ اگر میں ان سے کچھ خطوط آپ کو سناؤں تو آپ کو علم ہو گا کہ ان کے دلوں میں کس طرح کے جذبہ ایثار کی آگ فروزاں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ غریب ہونے کے ناتے سے وہ نقدی تو نہیں دے سکتے لیکن وہ نقد حیات کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لاکھوں روپے کے مقابلہ میں یہ چھوٹی چھوٹی رقمیں مجھے زیادہ مسرت بخشتی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اب مسلم لیگ سینکڑوں اور ہزاروں نہیں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کی نمائندگی کرتی ہے (تالیاں) میں آپ کو یاد دلاؤں کہ کانگرس کی مجلس عاملہ کے گذشتہ اجلاس میں پنڈت نہرو نے یہ بڑ ہانکی تھی کہ مسلم لیگ تو برطانوی سامراج کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے اور مسلم عوام کانگرس کے ساتھ ہیں۔ مسلمانوں نے کانگرس سے بالکل علیحدہ رہ کر شک و شبہ کی گنجائش چھوڑے بغیر یہ ثابت کر دیا ہے کہ انہوں نے مسلم لیگ کے مینڈیٹ کی تعمیل کی ہے۔ ذرہ برابر شبہ کے بغیر یہ مظاہرہ کیا ہے کہ مسلمان عوام کانگرس کے ساتھ نہیں ہیں اور اب تو ہم استصواب رائے کی بیخ بھی اُڑا سکتے ہیں۔

میں ہر سال آپ کے پاس آتا ہوں اور میں نے روئیداد پیش کرنے والے کا کردار اپنا لیا ہے۔ آیئے میں آپ کو گذشتہ چند برسوں کی کہانی ذرا روانی سے سنا دوں۔ ۱۹۳۵ء میں قانون حکومت ہند منظور ہوا۔ کانگرس اور مسلم لیگ دونوں اس کی مخالف تھیں۔ مسلم لیگ خصوصیت کے ساتھ قانون کے وفاق والے جزو کے خلاف تھی۔ لیکن وہ اسکیم کے صوبائی جزو پر عملدرآمد کرنے کے لئے آمادہ تھی' کہ اس سے جو بھی تھوڑے بہت فوائد حاصل ہوں' ہو جائیں۔ اگرچہ اس میں بھی بہت سے قابل اعتراض پہلو تھے۔ کانگرس نے برعکس ازیں فیصلہ کیا کہ وہ قانون کو فنا کے گھاٹ اتار دیں گے اور دستور کو تباہ کر دیں گے۔ لیکن تباہ کرنے کے بلند بانگ دعویٰ کے باوصف صوبائی انتخابات کے بعد ہوا کیا؟ انہوں نے مختلف صوبوں میں وزارتیں تشکیل دیں' چونکہ مسٹر گاندھی فی الحقیقت برطانوی حکومت کے ساتھ "معاہدہ شرفا" طے کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اور اس نعرے کے پیچھے پناہ لے لی کہ پارلیمانی ذہنیت پیدا ہو گئی ہے۔ اس وقت مسلم ہند ایسا مُردہ تھا جیسا بکرے کا گوشت۔ جہاں تک دستور کے صوبائی جزو کا تعلق تھا' مسلم ہند کو ہندو کانگرس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا۔ گورنر صاحبان تیار کھڑے تھے۔ وائسرائے صاحب تیار کھڑے تھے۔ درآں حالیکہ کانگرس کے زیر نگیں صوبوں میں مسلمانوں کو معاشرتی اور سیاسی زندگی کے ہر شعبے میں کچلا جا رہا تھا' ان کے خلاف ہر طرح کی ناانصافی' بدسلوکی اور ستم رانی روا رکھی جا رہی تھی۔ مسلم لیگ ان کے لئے ایک نفرت انگیز شے تھی اور اسے کچلنے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی تھی۔ تب وائسرائے کہاں تھے اور گورنر صاحبان کہاں تھے؟ وہ بدعہدی کے بدترین مجرم تھے۔ وہ اقلیتوں کے مفادات کی حفاظت نہ کرنے کے اور اپنی دستوری ذمہ داریوں کو سرانجام نہ دینے کے مجرم تھے۔ ہم پر ڈھائی برس تک یہ کابوس سوار رہا۔ اگر وفاقی جزو پر بھی عملدرآمد ہو جاتا تو یہ مسلم ہند کے لئے پیام موت ہوتا۔ پھر جنگ آ گئی۔ شر میں سے خیر برآمد ہوتا ہے۔ ستمبر ۱۹۳۹ء تک مسلم لیگ نے اپنی قوت کو خاصا مستحکم کر لیا تھا' یہاں تک کہ حکومت ہند اور برطانوی حکومت اسے نظرانداز نہ کر سکے۔ پہلی بار جنگ جیسے بحران میں مسٹر گاندھی کے ساتھ صدر آل انڈیا مسلم لیگ کو وائسرائے سے ملاقات کی دعوت دی گئی۔ کیا آپ کو اس سے قبل کوئی ایسا موقع یاد ہے کہ کانگرس کے رہنما کے ساتھ مسلم ہند کا بھی کوئی مسلّمہ رہنما مدعو کیا گیا ہو؟ اس دن سے مسٹر گاندھی اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں کہ مسلم ہند کی جانب سے صدر آل انڈیا مسلم لیگ کو جو مرتبہ ملا ـــــ کانگرسی رہنماؤں کے مساوی مرتبہ۔ اس سے اُسے محروم کر دیں۔ انہوں نے ایک رُوپ کے بعد دوسرا روپ بھرا۔ وائسرائے کے ساتھ اپنی پہلی ملاقات کے دوران وہ رو پڑے' جب ان کی چشم تصور نے پارلیمان کے ایوانوں اور ویسٹ منسٹر ایبے کو تباہ ہوتے دیکھا۔ اور

کہا "اگر انگلستان شکست کھا جائے تو ہند کی آزادی کس کام کی ہو گی!" اور انہوں نے ہند کو مشورہ دیا کہ وہ برطانیہ عظمیٰ کو غیر مشروط امداد بہم پہنچائیں۔ پھر وہ کانگرس کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں گئے' خیال رہے کہ' وہ کانگرس کے چونّی کے ممبر بھی نہیں تھے۔ انہوں نے کہا "میں کیا کر سکتا ہوں؟ مجلس عاملہ نے اپنا فیصلہ کر لیا ہے اور یہ ہیں اس کے مطالبات—— فوری آزادی بشمول عوام (توجہ کیجئے لفظ عوام پر) کا یہ حق کہ وہ حق بالغ رائے دہی کے تحت منتخبہ مجلس دستور ساز کے ذریعہ اپنا دستور خود مرتب کریں اور ضمانت کے طور پر مرکز میں فی الفور قومی حکومت قائم کر دی جائے جسے فوراً اصل اقتدار منتقل کر دیا جائے۔" دریں اثناء جب یہ مطالبات منظور کئے جا رہے تھے' وائسرائے نے اعلان کیا کہ وفاقی اسکیم کو معطّل کیا جاتا ہے۔ حقیقت پسند لوگوں کی طرح ہم نے اس اعلان کو اس کی حقیقت کی حد تک خوش آمدید کہا۔ لیکن ہم نے کہا کہ اسے کلیتاً" تج دیا جائے۔ آخرکار برطانوی حکومت کو وفاقی اسکیم کو مکمل طور پر تج دینا پڑا۔ ہمیں اس سے خاصا اطمینان حاصل ہوا اور حتمی طور پر اگست ۱۹۴۰ء میں ملک معظم کی حکومت نے ایک اعلان کے ذریعہ یہ واضح کر دیا کہ ہند پر کوئی ایسا دستور مسلّط نہیں کیا جائے گا جسے ہند کی زندگی کے بڑے عناصر منظور نہ کر لیں اور مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کو کوئی ایسا دستور قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا جسے وہ منظور نہ کریں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب مسٹر گاندھی نے جبر کا کھیل شروع کر دیا۔ ۱۹۳۹ء میں دستور کو مفلوج کرنے کے پیش نظر پہلے ہی مسٹر گاندھی اور کانگرس نے وزارتوں کو استعفےٰ دینے کا حکم دے دیا تھا۔ انہوں نے اس حربے کو آزمایا اور پہلے مدراس کی وزارت مستعفی ہوئی۔ انہوں نے آس لگائی کہ وائسرائے انہیں پھر بلائیں گے۔ لیکن اس کی بجائے وائسرائے نے فوراً ہی استعفےٰ منظور کر لئے اور اس کے بعد ہر کانگرسی وزارت کا یہی حشر ہوا۔ کانگرس کے تابع صوبوں کا نظم و نسق دفعہ ۹۳ کے تحت سنبھال لیا گیا۔ اب یاد رکھئے کہ اس طریقہ جبر کا مقصد کیا تھا؟ مسٹر گاندھی کا واحد مقصد یہ تھا کہ ہندو ہند کا احیاء کیا جائے' سارے برصغیر ہند میں انگریزی راج کے جانشین کے طور پر ہندو راج قائم کیا جائے اور مسلمانوں کے گلے میں اپنی غلامی کا طوق ڈال دیا جائے۔ اس جبر کا واحد مقصد—— اگر یہ کامیاب ہو جاتا—— تو یہ ہوتا کہ مسلمانوں کے ساتھ بے وفائی ہوتی۔ اس وقت تک وہ اس بات کے قائل تھے کہ سول نافرمانی کی کوئی تحریک نہیں چلائی جا سکتی۔ چونکہ مسلم لیگ اس کی مخالف ہے اور یہ کہ وہ برطانوی حکومت کو ہراساں نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن انہوں نے جبر کے طریقے کو جاری رکھا اور "آزادی تقریر" کا نعرہ دریافت کر لیا۔ آزادی تقریر کی نقاب پہن کر وہ مساعی جنگ کے ضمن میں اپنی مخالفت کی تشہیر کرنا چاہتے تھے۔ یہ منصوبہ ان کے ہاتھ لگ گیا۔ بدیہی طور پر اس کا مطلب

حکومت کو مجبور اور ہراساں کرنا تھا' اور ان کا گھیراؤ کرنا تھا تاکہ وہ ان کے مطالبے کے سامنے سپرانداز ہو جائے۔ چودہ مہینے کے بعد جب انہوں نے یہ دیکھا کہ انفرادی ستیہ گرہ مرجھانے والی ہے' تو مسٹر گاندھی نے اور ان کے ساتھ کانگرس نے یہ دریافت کیا کہ کانگرس کی قرارداد میں مسٹر گاندھی کو یہ اختیار ہی نہیں دیا گیا کہ وہ اس راہ پر گامزن ہو جائیں اور اس تحریک کو ختم کر دیا گیا۔ (قہقہہ)

پھر مارچ ۱۹۴۲ء میں سر اسٹیفورڈ کرپس ہند تشریف لے آئے۔ قدرتی طور پر برطانوی حکومت اس بارے میں مضطرب تھی کہ اگر وہ اپنے مفاد میں ہند کے دو بڑے فریقوں میں مصالحت کرا دے' تو یہ اچھا ہو گا کہ اس طرح وہ مساعی جنگ کے سلسلے میں ان کا تعاون حاصل کر لے گی۔ پس انہوں نے سر اسٹیفورڈ کرپس کے توسّل سے تجاویز کا ایک مسوّدہ ارسال کر دیا۔ آیئے میں آپکو بتا دوں کہ اس کا مطلب کیا تھا۔ اولاً اس میں وعدہ کیا گیا تھا کہ اختتام جنگ کے بعد برطانوی حکومت ہند کو مکمل طور پر خودمختار حکومت کا نظام دے دے گی' جیسا کہ کسی قلمرو میں ہے' بلکہ جس طرح کا خود انگلستان میں موجود ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ انہوں نے یہ بھی واضح کر دیا کہ اگر اس کی خواہش ہو تو ہند برطانوی دولت مشترکہ سے بھی علیحدہ ہو سکتا ہے۔ مسودہ اعلان میں مجلس دستور ساز کا اہتمام بھی تھا جس کے ارکان کی تعداد صوبائی مجالس قانون ساز کے ارکان کی تعداد کا دسواں حصہ ہوتی اور وہی ان ارکان کو منتخب کرتیں۔ اس طریقے کے مطابق مسلم ہند کو ۲۵ فیصد نشستیں بھی نہ ملتیں۔ یہ ادارہ متحد ہند کے لئے "یونین" کے طور پر جمہوری خطوط پر دستور مرتب کرے گا۔ اس کا مقصد کانگرس کی چاپلوسی کرنا تھا۔ لیکن برطانوی حکومت کو اس بات کا احساس تھا کہ اگر وہ یہیں پر رُک گئے تو اس سے مسلمان خفا ہو جائیں گے جن کا شمار بھی ملک میں ایک طاقت کے طور پر ہوتا ہے۔ انہیں یہ سوچنا تھا کہ وہ ان کے مطالبہ پاکستان کے تعلق میں مسلم ہند کا کس طرح سامنا کریں گے۔ اس مقصد کے لئے مسودہ اعلان میں یہ شامل کیا گیا کہ بطور "یونین" سارے ہند کے لئے دستور مرتب ہو جانے کے بعد اسے ہر صوبائی مجلس قانون ساز کے سامنے پیش کیا جائے کہ وہ اس سے الحاق کرے یا نہ کرے۔ اس نوع کے ادارے میں کل ہند کی ایک یونین کے لئے دستور تیار ہونا تو بالکل یقینی بات تھی۔ تاہم مسلم ہند کی اشک شوئی کر دی گئی کہ وہ یونین سے باہر رہ سکتے ہیں۔ جو طریقہ کار طے کیا گیا تھا وہ ایسا تھا گویا پتے لگا کر مخالف کے ہاتھ میں تھما دیئے ہوں۔ دو بڑے مسلمان صوبوں پنجاب اور بنگال میں اگرچہ مسلمان آبادی کے لحاظ سے اکثریت میں ہیں لیکن صوبائی مجالس قانون ساز میں واقعتاً وہ اقلیت میں ہیں۔ ہمیں جو کام سونپا گیا وہ یہ تھا کہ اگر ہمیں مجلس قانون ساز میں یونین قائم کرنے والے دستور کے خلاف ۶۰ فیصد

ووٹ مل جائیں تو ہم سارے صوبے میں استصواب رائے عامہ منعقد کرا سکتے ہیں۔ پس آپ دیکھیں کہ مجلس دستور ساز میں جہاں ہم کسی شمار قطار میں نہ ہوتے رکاوٹ نمبرا تھی۔ صوبائی مجلس قانون جو یہ فیصلہ کرتی کہ الحاق کرے یا نہ کرے رکاوٹ نمبر ۲' اگر ہم کامیابی کے ساتھ ان دونوں رکاوٹوں کو عبور کر جائیں تو ہمارے سامنے رکاوٹ نمبر ۳ آئے گی اور معاملہ استصواب رائے کے حوالے کر دیا جائے گا۔ لیکن کس کا استصواب؟ استصواب سارے صوبے کا۔ اعلان میں جو طریقہ کار تجویز کیا گیا تھا وہ ہمارے لئے صرف اشک شوئی کے سوا کچھ نہ تھا۔ مسلمانوں کا حق خودارادیت تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔ پس ہمارے لئے اسے قبول کرنا ناممکن امر تھا۔ لیکن مسٹر گاندھی نے کرپس کی تجاویز کو کیوں مسترد کیا؟ انہوں نے یہ سوچا کہ اگر کانگرس نے ایک مرتبہ علیحدگی کے اصول کو تسلیم کر لیا' تو انہیں طریقہ کار کے ضمن میں ہتھیار ڈالنے پڑ جائیں گے۔ کیونکہ واضح طور پر وہ غیر منصفانہ تھا۔ چونکہ اس میں پاکستان کے قیام کا امکان نظر آتا تھا اس لئے مسٹر گاندھی نے اس پیشکش کو مسترد کر دیا۔ پھر انہوں نے پاکستان کے مسئلہ سے کنی کاٹنے کے لئے کسی دوسرے فریق سے مشورہ کئے بغیر "ہند چھوڑ دو" کا نعرہ ایجاد کیا۔ گذشتہ بیس برس کے دوران وہ اس نظریئے کا ڈھنڈورا پیٹتے رہے کہ ہندو مسلم اتحاد کے بغیر سوراج نہیں مل سکتا۔ لیکن انہوں نے سوچا کہ اس بارے میں انہوں نے بہت باتیں کر لی ہیں۔ وہ خود اتحاد کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھے۔ انہوں نے سول نافرمانی کی عوامی تحریک شروع کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اعلان کر دیا کہ ہندو مسلم اتحاد کو انگریزوں کے ہند سے واپس چلے جانے تک انتظار کرنا چاہئے۔ یہ ہند چھوڑ دو کا نعرہ بھی دریا برد ہو جاتا اگر انگریز مسٹر گاندھی کی خواہشات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے۔ کانگرس کی خوشامد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو قربان کر دیا جائے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ برطانوی حکومت نے کانگرس کے سامنے اس لئے جھکنے سے انکار کر دیا کہ انہیں ہم سے کوئی محبت ہے۔ انہوں نے ایسا صرف اس لئے کیا کہ یہ ان کے بھی مناسب حال تھا۔ ایسے موقع بھی ہوتے ہیں کہ جب دو شخصوں کے سامنے جن کے درمیان آپس میں کوئی محبت نہیں ہوتی' ایک راہ پر چل پڑنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں انہوں نے یہ محسوس کیا کہ مسلم لیگ اتنی طاقتور ہے کہ اگر زیادہ بڑا نہیں تو کم سے کم کانگرس جتنا بڑا فساد تو کھڑا کر ہی دے گی۔ وہ ہم سے خوفزدہ تھے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ مسٹر گاندھی کی یہ مہم جواری کی آخری چال تھی۔ آپ کیا توقع کرتے ہیں کہ مسلم لیگ کو اس تحریک کے بارے میں کیا کرنا چاہئے؟ کیا آپ یہ امید کرتے ہیں کہ مسلم لیگ کو کانگرس کی تمام چالوں اور حربوں سے واقف ہوتے ہوئے بھی سول نافرمانی کی عوامی تحریک میں ان کی مدد کرنی چاہئے تھی؟ یہ صرف انگریزوں کے خلاف ہی جنگ نہیں ہے بلکہ

یہ خانہ جنگی بھی ہے۔ کیونکہ یہ کانگرس کے مطالبات کے حق میں لڑائی ہے جو مسلمانوں کے حقوق کے منافی اور ان کے لئے تباہ کُن ہیں۔ کانگرس کی چاپلوسی کرنے سے برطانوی حکومت کے کیا ہاتھ آئے گا؟

اس سے دیگر عناصر کی مخاصمت بڑھ جاتی اور زیادہ مشکلات پیدا ہو جاتیں۔ اگر مسلمان آزادی اور خودمختاری کے نام پر کانگرس کی تحریک میں شامل ہو جاتے تو وہ انگلستان اور امریکہ سے یہ کہتے کہ وہ تنہا سارے ہند کی نمائندگی کرتے ہیں، کہ مسلم ہند بھی ان کے مطالبے کی حمایت کرتا ہے۔ اگر وہ اس جال میں پھنس جاتے تو اس سے بڑی حماقت اور غلطی مسلمانوں سے سرزد ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ قدرتی لائحہ عمل تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ اگر ہمیں انگریزوں کی حقیقت اور دیانت کا اعتبار ہوتا تو ہم اس تحریک کو کچلنے کے لئے ان کے شانہ بشانہ کھڑے ہو جاتے کیونکہ یہ ہمارے بھی اتنی ہی خلاف تھی۔ لیکن مجھے یہ کہتے ہوئے دکھ ہوتا ہے کہ ہم انگریزوں پر بھی اعتماد نہیں کر سکتے۔ وہ اپنا کھیل کھیل رہے ہیں۔ اس لئے ہم نے مسلمانوں سے صرف یہ کہا کہ وہ اس تحریک سے الگ رہیں۔ انہیں اس کا مقابلہ کر لینے دیجئے۔ یہ ایسا معاملہ ہے کہ جس میں غیر جانبداری ہمارے حق میں بہترین حکمت عملی ہو گی۔

اب ہند چھوڑ دو کے نعرے کا کیا بنا۔ ۸ اگست سے ہندو تنظیمیں کیا مانگ رہی ہیں اور کس سے؟ اپنے ابنائے وطن — ۱۰ کروڑ مسلمانوں سے — معاملات طے کرنے کی بجائے وہ انگلستان، امریکہ اور چین اور اب روس کو اپیلیں بھیج رہے ہیں کہ وہ پیش رفت کریں اور ان کی مدد کریں۔ مسٹر جناح نے پھر کانگرس اور ہندو ہند سے دریافت کیا کہ آپ نے انگلستان سے کہا تھا کہ "ہند چھوڑ دو" اب تم ان سے پیش رفت کرنے کی بات کیوں کرتے ہو؟ آپ ان قوموں سے یا ان کی حکومتوں سے اس معاملے میں کس طرح کی پیش رفت کی توقع رکھتے ہیں؟ کیا آپ کی یہ خواہش ہے کہ اتحادی قومیں دس کروڑ مسلمانوں کی مرضی کے خلاف اور ان کی مخالفت کے باوصف ہند پر کوئی دستور مسلط کر دیں؟ اگر ہندو ہند کی مسلم ہند کے ساتھ تصفیہ کرنے کی ذرا سی بھی خواہش ہوتی تو کیا یہ طریقہ کار ہونا چاہئے جس پر انہیں عمل کرنا چاہئے تھا؟ دوسری طرف انگریزوں کا کیا رویّہ ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ کانگرس ہندو تنظیم ہے اور من جملہ دیگر فریقوں کے ایک فریق ہے۔ درست! کانگرس ہند کے باشندوں کی اکثریت کی نمائندگی نہیں کرتی۔ درست ! لیکن جب میں ان سے دریافت کرتا ہوں کہ دس کروڑ مسلمانوں اور لاکھوں دیگر ہندیوں کے بارے میں کیا خیال ہے جو کانگرس کی حمایت نہیں کرتے؟ تو ان کا جواب بڑا عجیب و غریب ہوتا ہے۔ وہ اس دلیل کا سہارا لیتے ہیں کہ کانگرس کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن یہ بات تسلیم کی جاتی ہے کہ کانگرس نے خود

کو نامکمن بنا دیا ہے- اور تاہم دفاع اور اپنے ملک کے وسائل کو مجتمع کرنے کے معاملے میں باقی سب کو اتنا ہی نظرانداز کیا جاتا ہے-

میں کسی بھی دیانتدار مخص سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا پاکستان کی تجویز جس کی اساس ہندو ہند اور مسلم ہند کی خودمختاری اور آزادی کے مفروضے پر استوار ہے اور جس کے تحت تین چوتھائی ہند' ہندو اور ایک چوتھائی مسلمانوں کو ملتا ہے' نامنصفانہ ہے؟ میں کہتا ہوں کہ ہم اچھے ہمسایوں کی طرح رہیں اور عہد کریں کہ آپ اپنے خطے میں ہماری اقلیتوں کی حفاظت اور نگہداشت کریں گے اور ہم اپنے علاقوں میں آپ کی اقلیتوں کا تحفظ اور ان کی پاسبانی کریں گے- (تالیاں) سارے فریق بشمول حکومت مسلمانوں کے حق خودارادیت اور مسلم استصواب رائے کے فیصلے کو قبول کرنے پر اتفاق رائے کر لیں اور پاکستان اسکیم کو جامہ عمل پہنانے کی ضمانت دے دیں اور عہد کر لیں تب عبوری حکومت کے سوال کو آسانی کے ساتھ نمٹایا جا سکتا ہے- حال ہی میں مجھے بہت سے ہندو رہنماؤں سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے جو ازراہ عنایت مجھ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے- اور میں نے ان سے' دل آزاری کئے بغیر' یہ دریافت کیا کہ آخری مرتبہ ہندوؤں نے ہند پر کب حکمرانی کی اور اس کے کس حصہ پر؟ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ کم و بیش ایک ہزار برس سے ہندوؤں نے ہند کے کسی قابل ذکر حصہ پر حکومت نہیں کی- ہماری تجویز سے انہیں ہند کا تین چوتھائی حصہ مل جاتا ہے- اور ہماری تجویز کے مطابق وہ ہندو خطوں کی حکومت کا کنٹرول سنبھال سکتے ہیں- میں ان سے اپیل کر سکتا ہوں کہ وہ لالچ نہ کریں چونکہ مجھے یہ نظر آتا ہے کہ ہندو یہ سوچتے ہیں کہ تین چوتھائی تو ہم نے چھوڑ ہی دیا اور ہماری تجویز کے مطابق تین چوتھائی تو ان کی جیب میں ہوا' پھر کوئی ایسی چال کیوں نہ چلیں کہ باقی ماندہ ایک چوتھائی بھی جھپٹ لیں اور سارے برصغیر پر ہندو راج قائم کر دیا جائے- میں کہتا ہوں کہ تین چوتھائی لے لیں اور میرے ایک چوتھائی پر بُری نظر نہ ڈالیں- مجھے اسلام کی روشنی میں اپنی تاریخ' اپنی روایات' ثقافت اور زبان کے مطابق زندگی بسر کرنے دیں اور آپ اپنے خطوں میں ایسا ہی کریں- (تالیاں) آیئے' ہم امن و امان سے زندگی بسر کریں- لیکن بدقسمتی سے ہندو قیادت کا مقصد یہ ہے کہ ہم ان کے سامنے سپر ڈال دیں اور سارے ہند میں ایک اقلیت کی حیثیت سے ہندو راج کے تحت زندگی بسر کرنے پر آمادگی کا اظہار کر دیں- ہم اس صورت حال کو ہرگز قبول نہیں کریں گے- جب ہم مسلمانوں کے استصواب رائے کی تجویز پیش کرتے ہیں تو اس کی بنیاد یہ ہے کہ مسلمانان ہند کسی بھی تعریف کے لحاظ سے ایک قوم ہیں (تالیاں) دنیا میں کسی جگہ بھی دس کروڑ انسانوں کو اقلیت نہیں سمجھا جا سکتا- اس طرح یہ رعایت یا مفاہمت' حفاظت یا تحفظات کا سوال نہیں ہے- یہ ایک

سوال ہے مسلمانوں کے بنیادی اور پیدائشی حق خود ارادیت کا کہ وہ اس برصغیر کے ان خطوں میں ایک قومی گروہ کی حیثیت سے جہاں آباد ہیں اور اکثریت میں ہیں اپنی ریاستیں قائم کریں (تالیاں)۔ ہم اس مسئلہ پر کوئی مفاہمت نہیں کر سکتے۔ یہ ہمارے اپنے وجود کے ساتھ مفاہمت کرنا ہو گا۔ اگر آپ مجھ سے ایک اقلیت کی حیثیت سے بات کرنا چاہتے ہیں تو پھر کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم ایک قوم ہیں تو اپنے مستقبل کا فیصلہ صرف مسلمان ہی کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم آپ سے کہتے ہیں کہ آپ مسلمانوں کے استصواب رائے کے فیصلے کو جامہ عمل پہنانے پر اتفاق کریں۔ دریں اثناء ہمیں اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کہ ہند کے جملہ وسائل کو اس کے دفاع کی غرض سے مجتمع کرنے کے لئے عبوری حکومت قائم ہو جائے۔ ہمیں ہند کے دفاع سے زیادہ گہرا تعلق ہے کیونکہ ہمارے گھربار یہیں ہیں۔ امریکی، امریکہ جا سکتے ہیں، چینی، چین اور انگریز، انگلستان لیکن میرا گھر تو یہیں ہے۔ لہذا مجھے اپنے گھر کے دفاع کے بارے میں زیادہ تشویش ہے۔ تاہم مسلم ہند عبوری حکومت میں محض ایک اقلیت کی حیثیت سے شمولیت نہیں کر سکتا بلکہ صرف مساوی سطح کی بنیاد پر۔ ہماری تجاویز کے جواب میں بے پر کی اڑائی جاتی ہے۔ کبھی جوڑ توڑ، اور کبھی اس ملک سے، کبھی اس ملک سے اپیل کی جاتی ہے۔

لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں، فرض کیجئے انگریز اور کانگرس اپنے اختلافات رفع کر لیتے ہیں اور اول الذکر کانگرس کے سامنے جھک جاتے ہیں اور اس کا مطالبہ تسلیم کر لیتے ہیں پھر ہمارا کیا بنے گا؟ جواب یہ ہے کہ اگر برطانوی حکومت اپنے عہد کے باوصف ہمیں قربان کر دینے کی کوشش کرتی ہے، ہم سے بے وفائی کرتی ہے اور ہمیں کانگرس راج کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتی ہے تو باور کیجئے کہ دونوں متحد ہو کر بھی کامیاب نہیں ہو سکتے، اگر ہم متحد اور منظم ہوں۔ (تالیاں) اس وقت ہم اتنی اہلیت رکھتے ہیں کہ ہم کھڑے ہو جائیں اور اس نوع کی حکومت کو ناممکن بنا دیں۔ چین اور امریکہ کی مشترکہ قوتیں مل کر بھی ہم پر ایسا دستور مسلط نہیں کر سکتیں جو مسلم ہند کو قربانی کی بھینٹ چڑھا دے۔ لیکن اگر ایسی مجنونانہ غلطی کا ارتکاب کیا گیا تو یاد رکھئے ایک کیڑا بھی مقابل آجاتا ہے اور کانگرس راج کی پشت پناہ غیر ملکی سنگینوں کی پرواہ کئے بغیر ہم ملک کے انتظام و انصرام کو ناممکن بنا دیں گے (پرزور تالیاں) کیونکہ یہ ہمارے لئے اس درجہ سنگین مسئلہ ہو گا کہ اس کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا جا سکے گا۔ یہ ایسی خبیث چال ہے جس کا تعلق اس ملک کے دس کروڑ مسلمانوں کی آئندہ تقدیر اور خوشحالی سے ہو گا۔ میں نے پچھلی مرتبہ آپ پر زور دیا تھا کہ ایمان، اتحاد اور نظم و ضبط آپ کا موٹو ہونا چاہئے۔ اگر آپ زندہ رہنا چاہتے ہیں اور اس سب کچھ کو سربلند رکھنا چاہتے ہیں جو آپ کو عزیز ہے، یعنی اسلام کا بیش قیمت سرمایہ، تو اب عہد کر

لیجئے اور کام شروع کر دیجئے اور کام کیجئے اور مسلم لیگ کی تنظیم کیجئے۔ یہ آپ کی حتمی ضمانت ہے اور یہی آپ کا آخری ہتھیار ہے جو آپ ڈھال سکتے ہیں۔ (تالیاں) مزید یہ کہ مسلم ہند میں ایک عمدہ تبدیلی آئی ہے۔ اشتراک عمل' بے لوثی' تعاون' مدد اور خدمت' اگر آپ ان صفات سے متصف ہو جائیں تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کو دبا نہ سکے گی۔ (مسلسل نعرہ ہائے تحسین)

(دی سٹار آف انڈیا' ۱۲ نومبر ۱۹۴۲ء)

۳۴۔ آزادی اور مسلمان!

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل سے خطاب

دہلی' ۹ نومبر ۱۹۴۲ء

"اپریل کے گذشتہ اجلاس کے بعد ہم آج جمع ہو رہے ہیں۔ اپریل سے اب تک ملک میں اور بیرون ملک مختلف واقعات رونما ہوئے ہیں اور حال ہی میں میں نے علی گڑھ میں موجودہ سیاسی صورت حال کا بالخصوص ہند کی سیاسی صورت حال کا ایک مکمل اور جامع تجزیہ پیش کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ لوگ ہند میں ہونے والے واقعات کا احتیاط کے ساتھ مطالعہ کر رہے ہوں گے۔

ہند کا ایک حلقہ ـــ ایک بہت ہی منظم حلقہ ـــ جس کا اہم کام یہ ہے کہ وہ بیرون ملک ہمیں غلط طور پر پیش کرے اور امریکہ' چین اور انگلستان اور دنیا کے دیگر علاقوں میں رائے عامہ کو گمراہ کرے' اپنا پروپیگنڈہ کر رہا ہے۔ قدرتی طور پر امریکی عوام ہند کے بارے میں بہت کم جانتے ہیں۔

مسلم لیگ کی غلط تصویر پیش کرنے کے لئے باقاعدگی کے ساتھ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔ یا تو ہمیں غلط سمجھا جاتا ہے یا ہماری غلط تاویل کی جاتی ہے یا بڑے دلیرانہ طریقے سے ہمیں غلط طور پر ہند میں برطانوی سامراج کا اتحادی بتایا جاتا ہے' جو اس ملک کی آزادی اور خودمختاری کی راہ میں روڑے اٹکا رہا ہے۔

ان لوگوں کے نزدیک جو ہند میں رونما ہونے والے واقعات پر صحیح نظر رکھے ہوئے ہیں' **آزادی کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کا الزام نہ صرف شرمناک ہے بلکہ جھوٹا بھی ہے۔** آج کل کے زمانے میں پروپیگنڈے کے خبیث طریقے کے ذریعے سمجھدار لوگوں کو بھی گمراہ کیا جا سکتا ہے۔

مسلم لیگ کا موقف یہ ہے جو سہل ترین زبان میں قرارداد بمبئی میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اس میں مطلق کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان ایک قوم ہیں۔ ایک قومی گروہ کی حیثیت سے اپنے اوطان'

شمال مغربی اور مشرقی خطوں میں وہ تعداد میں سات کروڑ سے کم نہیں ہیں۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ ان خطوں میں ہم اپنی آزاد ریاستیں قائم کرنا چاہتے ہیں اور ہم ہند میں جمہوری مرکزی حکومت کی بنیاد پر کوئی دستور قبول نہیں کریں گے۔

ہم کہتے ہیں کہ ہمیں حق خودارادیت حاصل ہے۔ اور ان خطوں میں جہاں ہم اکثریت میں ہیں ان علاقوں کو آزاد ریاستیں بنا دیا جائے۔ یہ ہمارا بنیادی اور پیدائشی حق ہے۔ (مرحبا۔ مرحبا)

انگریزوں کی تخلیق

ہند کبھی ایک نہیں تھا' کبھی ایک قوم نہیں تھا' کبھی ایک ملک نہیں تھا جس پر ایک طاقت کی حکمرانی ہو خواہ وہ بزور شمشیر ہی ہو۔ یہ مختلف قومیتوں اور لوگوں کا ایک برصغیر ہے۔ تاریخ میں اس پر کبھی ایک طاقت کی حکمرانی نہیں ہوئی۔ آج بھی جب دستوری اور قانونی اعتبار سے برطانیہ ہند پر فرمانروائی کر رہا ہے' ایک تہائی برطانوی (عملداری میں) نہیں ہے۔ یہ انتظامی یکتائی کیلتا" انگریزوں کی تخلیق ہے۔ یہ حکومت جو برصغیر میں ۱۵۰ یا ۱۶۰ برس سے قائم ہے اس حکومت کو عوام کی منظوری حاصل نہیں (مرحبا۔ مرحبا)

یہ ایک جمہوری نظام ہے جو مغلیہ نظام پر نافذ کر دیا گیا ہے۔ اس کی پشت پناہ انگریزوں کی سنگینیں ہیں' قوموں کی حمایت نہیں (مرحبا۔ مرحبا) لوگوں میں زبردست سیاسی شعور پیدا ہو گیا ہے اور ہمیں اپنی آزادی مطلوب ہے۔ ہم اپنی سرزمین کے خود آقا بننا چاہتے ہیں اور اس سرزمین پر برطانوی غلبے کو خدا حافظ اور الوداع کہنا چاہتے ہیں۔ (مرحبا۔ مرحبا) پاکستان کے بارے میں ہماری تجویز میں ہند کی آزادی اور خودمختاری مضمر ہے۔ (پرزور تالیاں)

یہ بدیہی بات ہے — میں نہیں جانتا کہ کوئی بھی اسے کس طرح غلط سمجھ سکتا ہے — کہ ہماری تجویز کے مطابق : ہمیں اپنے علاقوں میں حکومت کرنے دیجئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندو قیادت یہ سوچتی ہے کہ "تین چوتھائی تو ہماری جیب میں ہے ہی' کوشش کرتے ہیں کہ ایک چوتھائی بھی ان سے ٹھگ لیں۔" اب تک جو تجاویز ہمارے سامنے آئی ہیں' ان کے پیچھے یہی جذبہ اور حربہ کارفرما ہے۔

ان سب کا ماحصل یہی ہے : "قومی" حکومت' کس کی "قومی" حکومت؟ ہندو قومی حکومت! دوسری' اکثریتی حکومت جو مجلس قانون ساز کے سامنے جوابدہ ہو۔ یہ آج کی نہایت عمدہ تراکیب ہیں۔ حاصل اس کا یہ ہے مسلمان ایک اقلیت کی حیثیت سے ہندو راج کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ یہ وہ صورت ہے جسے مسلمان ہرگز قبول نہیں کریں گے۔

ہم زمانہ قدیم میں زندگی بسر نہیں کر رہے ہیں۔ حیات اور موت کی ایک کشمکش جاری ہے۔

سنگین خطرے ہند کی سرحدوں پر دستک دے رہے ہیں۔ قدرتی طور پر ہر سمجھدار ہندی جارح کو روکنے کے لئے اپنے جملہ وسائل مجتمع کرنے کی غرض سے جو کچھ بھی اس سے بن پڑے گا' کرے گا۔ ہمارے امریکی دوست واپس امریکہ جا سکتے ہیں' ہمارے انگریز دوست واپس انگلستان جا سکتے ہیں۔ میں کہاں جاؤں گا؟ پس میرا اس سرزمین کی حفاظت اور تحفظ سے کسی اور کے مقابلے میں زیادہ گہرا تعلق ہے۔ (مرحبا۔ مرحبا) اسی وجہ سے ہم نے کہا ہے کہ ہم برطانوی حکومت اور اس سرزمین کے دوسرے فریقوں سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے حق خودارادیت کو تسلیم کر لیں اور مسلمانوں کے استصواب کے فیصلہ کے پابند ہو جائیں۔ اگر وہ فیصلہ تقسیم ہند' آزاد مسلم خطوں کی تشکیل کے حق میں ہو تو جملہ فریقوں کو اس امر پر اتفاق کرنا چاہئے اور اسے جامہ عمل پہنانے کا عہد کر لینا چاہئے۔

ایک باقاعدہ اور عزت مندانہ سمجھوتے کے ذریعے ایک بار ہمیں اس کی ضمانت مل جائے تو ہم نے بار بار یہ بات کہی ہے کہ عبوری حکومت کی تشکیل میں ہم' ایک اقلیت کی حیثیت سے نہیں بلکہ مساویانہ حیثیت میں' نہ صرف کوئی رکاوٹ نہیں ڈالیں گے بلکہ حتی الامکان کوشش کریں گے کہ اس عبوری حکومت کو جملہ ضروری اقتدار منتقل ہو جائے۔

سوال از آسماں جواب از ریسماں

اب تک ہر حلقہ کی جانب سے جو جواب آتا ہے' میرا مطلب ہے ہندو قیادت کی طرف سے' وہ سوال از آسماں جواب از ریسماں کے مصداق ہوتا ہے۔ اور کبھی اس غیر قوم سے اپیل ہوتی ہے اور کبھی اس غیر قوم سے۔ کسی غیر قوم سے اپیل کا کیا فائدہ؟ کیا وہ غیر قوم اس برصغیر کی حکومت چلائے گی؟

اس سرزمین کی حکومت اصولاً دو بڑے فریق ہندو اور مسلمان ہی چلائیں گے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اقلیتوں کے مفاد نظرانداز کر دیئے جائیں گے۔ جس اسکیم پر اتفاق رائے ہو گا اس میں ان کا بھی خیال رکھا جائے گا۔

نیا جذبہ

یہ ہے صورت حال۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہندوؤں کے بامروت طبقوں کے خیالات میں کچھ تبدیلی آ رہی ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ محسوس کریں گے کہ ہمیں مل بیٹھنا چاہئے اور دوستوں کی طرح اپنے پتے کھول کر میز پر رکھ دینے چاہئیں اور اس بات کا اہتمام کرنا چاہئے کہ دونوں کے ساتھ انصاف ہو۔ (مرحبا۔ مرحبا) ہمیں توقع کرنی چاہئے کہ یہ جذبہ جلد ابھرے گا۔ دریں اثناء ہم اس سے آگے نہیں جا سکتے۔

جہاں تک برطانوی حکومت کا تعلق ہے ہم ممکنہ طور پر کانگرس کے موقف کا دفاع نہیں کر سکتے۔ نہ صرف اس لئے کہ یہ مسلم مفاد کے منافی ہے بلکہ اس لئے بھی کہ انہوں نے حکومت کو اس امر پر مجبور کرنے کے لئے تحریک شروع کی ہے کہ وہ کانگرس کے سامنے ہتھیار ڈال دے اور ان کے مطالبات منظور کر لے۔ جس کا مطلب ہے مسلم مفادات کا خاتمہ۔ مجھے امید ہے کہ ہندو رائے عامہ کو اس کا احساس ہو جائے گا اور وہ اس حکمت عملی پر نظرثانی کر لیں گے۔

انگریزوں کا رویہ

انگریزوں کا رویہ بھی ناقابل فہم اور عجیب و غریب ہے۔ چونکہ ایک فریق نے یہ راہ اختیار کی ہے جو بے معنی اور ناممکن ہے۔ برطانوی حکومت وقت گزار رہی ہے اور ایسکویتھ کی اس حکمت عملی پر عمل پیرا ہے کہ "تیل دیکھو اور تیل کی دھار دیکھو"! یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ آپ نہ تیل دیکھ سکتے ہیں نہ تیل کی دھار۔ وقت نہایت تیزی سے گزر رہا ہے۔ ہماری سرحدیں محفوظ نہیں ہیں۔ ہمارے میدان کارزار خطرے سے باہر نہیں ہیں اور یہ تیل دیکھو اور تیل کی دھار دیکھنے کی حکمت عملی عظیم ترین غلطی ہے جس کی برطانوی حکومت مرتکب ہو سکتی ہے۔

مجھے کہنا چاہئے' تیار ہو جایئے' تیار ہو جایئے اور مجتمع کیجئے۔ اگر آپ صد فی صد مجتمع نہیں کر سکتے تو ۹۰ فیصد مجتمع کیجئے۔ اگر ۹۰ فیصد نہیں تو ۸۰ فیصد مجتمع کیجئے' لیکن مجتمع کیجئے۔ کیسے؟ جس قدر جلد وہ غور کریں گے' دوبارہ غور کریں گے اور اپنی حکمت عملی پر نظرثانی کریں گے' اتنا ہی بہتر ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہیں بغیر مزید تاخیر کے مسلمانوں کا مطالبہ منظور کر لینا چاہئے جو ہندوؤں کے لئے منصفانہ اور ہمارے لئے عادلانہ ہے۔ اس مطالبے کو منظور کر لیجئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر برطانوی حکومت ایسا کر لے تو وہ نہ صرف ہند کی رائے عامہ کے سامنے بلکہ ساری دنیا کے سامنے یہ ثابت کر دے گی کہ وہ ہند کی قوموں کو جس قدر جلد ممکن ہو سکتا ہے آزادی دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔

میں محسوس کرتا ہوں کہ ہندو ہند اس ملک میں یا کہیں اور رائے عامہ کے سامنے اس موقف کی مذمت نہیں کر سکتا چونکہ یہ ان کے لئے منصفانہ اور عادلانہ سے کچھ زیادہ ہی ہے۔

ہم نے اجتماعی جرمانوں کے بارے میں ایک قرارداد منظور کی ہے۔ کچھ مثالیں میرے نوٹس میں لائی گئی ہیں جن کے مطابق مسلمانوں پر بھی اجتماعی جرمانے عائد کئے گئے۔ اس امر کے باوصف کہ حکومت ہند اور برطانوی حکومت نے خود یہ اعتراف کیا کہ مسلمان اس تحریک سے کلیتاً الگ رہے۔ جس پر میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کو مبارکباد دینا چاہتا ہوں کہ انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کی ہدایات پر عمل کیا۔ درحقیقت اس نے بغیر کسی شک شبہ کے یہ ثابت

کر دیا ہے۔ کیا اس کے بعد بھی مسلمانوں کے استصواب رائے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ کہ مسلمان کانگرس کے ساتھ نہیں ہیں اور اس کی حکمت عملی اور پروگرام کو قبول نہیں کرتے۔ (مرحبا۔ مرحبا)

ہم جانتے ہیں کہ حکومت ہند کی انتظامی مشنری کا اپنا ہی طریقہ ہے۔ میں اس پلیٹ فارم سے ایک بار پھر گورنروں اور حکومت ہند کی توجہ اس جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں' اور ان سے مطالبہ کرتا ہوں کہ پوری احتیاط سے کام لیں کہ یہ جرمانے مسلمانوں سے جو معصوم ہیں وصول نہ کئے جائیں اور ان کا شکریہ ادا کیا جانا چاہئے اور انہیں سزا نہ دی جائے۔

کشمیر سے جو اطلاعات موصول ہو رہی ہیں وہ خاصی تشویشناک ہیں۔ کشمیر کے بارے میں ایک قرارداد ہے جہاں تک قازقوں (اہالیان قازقستان) کا تعلق ہے یہ ممکن نہیں ہو سکا کہ حکومت سے کوئی قطعی اور حتمی فیصلہ کرایا جا سکے۔ مجھے امید ہے کہ حکومت اس امر کا بندوبست کرے گی کہ یہ مسئلہ تسلی بخش طور پر طے ہو جائے۔

حج کا سوال بھی مسلمانوں میں زبردست اضطراب پیدا کر رہا ہے۔ حکومت نے اعلانات اور وضاحتیں جاری کی ہیں کہ راستے کے تحفظ کو کیوں برقرار نہیں رکھا جا سکتا۔ حج کمیٹی کے ارکان ہمارے درمیان موجود ہیں اور وہ اس ضمن میں تفصیلات پیش کریں گے۔ اگلا سوال ہے سندھ کی صورت حال کے بارے میں۔ مجلس عاملہ نے کل اس سارے معاملہ کا جائزہ لیا ہے اور اس سارے مسئلہ کو ایک ذمہ دار کمیٹی کے سپرد کر دیا ہے۔ مجلس عاملہ ان کے فیصلے کا انتظار کرے گی۔

جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے اپریل سے جب ہمارا پچھلا جلسہ ہوا' میں کہہ سکتا ہوں کہ لیگ کی تنظیم حقیقی سارے ہند میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔ ہم نے شہری دفاع کی ایک کمیٹی مقرر کی تھی جس نے دو ماہ کی مدت میں ۱۴ ہزار میل کا دورہ کیا۔ مقصد یہ تھا کہ ہر جگہ مسلمانوں کو منظم کیا جائے۔ کوئی فتنہ و فساد برپا کرنے کے لئے نہیں' بلکہ کسی اندرونی گڑبڑ کے پیش نظر جو رونما ہو جائے یا کچھ بیرونی عناصر جو کوئی گڑبڑ پیدا کر دیں۔ مسلمانوں سے کہا گیا کہ خالصتاً دفاعی اور انسانی خدمت کے نقطۂ نظر سے خود کو منظم کریں' تاکہ اپنی جان' عزت اور املاک کا تحفظ کیا جا سکے۔ اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اگر ان کے مقدور میں ہو تو وہ غیر مسلموں کو کوئی امداد یا اعانت بہم نہ پہنچائیں۔

ہمارا پنج سالہ منصوبہ ختم ہو گیا ہے۔ یہ بغیر کسی سرمائے اور مسلمانوں سے اپیل کئے بنا پورا کیا گیا۔ آپ اتفاق کریں گے کہ ہمارا پنج سالہ منصوبہ کامیاب رہا۔ آج مسلم لیگ کے پرچم تلے ہزاروں اور لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں مسلمان جمع ہیں۔ میں نے غیر ملکی اخبار نویسوں اور انگریزوں

کے منہ سے، جو ادھر اُدھر گھوم رہے ہیں، یہ سنا ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی گئے مسلمان پوری مضبوطی کے ساتھ مسلم لیگ کی پشت پر تھے۔ میں کہتا ہوں کہ مسلم لیگ کے ساتھ کروڑوں مسلمان ہیں۔ آپ نے مسلم لیگ کو اس انداز سے منظم کیا ہے جس سے ہند کی تاریخ ناآشنا ہے۔ آپ کے سامنے راستہ صاف ہے۔ اب یہ ناخواندہ لوگوں کے لئے بھی صاف کر دیا گیا ہے۔ ہمارے سامنے ایک قطعی منزل ہے، جس کے بارے میں ذرا سا بھی شبہ نہیں اور ہم اپنی منزل حاصل کرنے کا عزم کر چکے ہیں۔

میں نے سرمایہ فراہم کرنے کے لئے جو اپیل کی تھی وہ بھی ایک زبردست تنظیم کو چلانے کے لئے ضروری ہے۔ یہ ایک کھرا طریقہ تھا—— ایسا طریقہ جو بہت سوں کے لئے بہت مشکل تھا۔ میں نے کسی کو پیسے جمع کرنے کا اختیار نہیں دیا، بلکہ میں نے معطی حضرات سے کہا کہ وہ عطیات براہ راست مجھے ارسال کریں۔ اس طریقے کے باوجود مجھے مسرت ہے کہ مجھے چار لاکھ روپے وصول ہوئے۔ نہ کسی پر زور ڈالا گیا اور نہ کسی کو مائل کیا گیا۔

یہ بھی پہلا موقع ہے کہ ہم نے ایک اعلیٰ درجہ کا انگریزی اخبار نکالا۔ اس کی ابھی صرف چند ہفتے عمر ہے۔ یہ ابھی وہ کچھ تو نہیں جو ہم چاہتے ہیں کہ وہ ہو۔ تاہم اب بھی اس کا ہند کے ان اخبارات کے ساتھ مقابلہ کیا جا سکتا ہے جو گذشتہ پانچ برس کے دوران نکلے۔ جوں جوں وقت گزرتا جائے گا، ہو سکتا ہے کہ ہم ہند کے ممتاز اخبارات سے بھی آگے نکل جائیں۔ اس کے سرمائے کا مسلم لیگ کے سرمائے سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ دو تین افراد کی کوششوں کا ثمر ہے۔ اخبار زندہ رہے گا۔ (زوردار اور مسلسل تالیاں)

۳۵۔ کونسل کی قرارداد کشمیر پر تقریر

نیو دہلی ۹ نومبر ۱۹۴۲ء

"اگر لوگ خواب دیکھنا پسند کرتے ہیں تو ہم لوگوں کو خواب دیکھنے سے کیسے منع کر سکتے ہیں۔" مسٹر جناح نے ہندی ریاستوں کے اندرونی معاملات میں آل انڈیا مسلم لیگ کی عدم مداخلت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ "جب وہ کہیں نہایت بدانتظامی اور ظلم و ستم ہوتا دیکھتے ہیں تو انہیں اپنے دینی بھائیوں کی مدد کے لیے آنا پڑتا ہے، اس حقیقت سے قطع نظر کہ وہ کشمیر میں ہوں یا چین میں۔ کشمیر میں مسلمانوں کو نہ تقریر کرنے کی اجازت ہے، نہ انجمن سازی کی آزادی ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ان کے بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ ہوتا ہے یا نہیں اور ان کی شکایات رفع ہوتی ہیں یا نہیں۔"

(دی سٹار آف انڈیا، ۱۰ نومبر ۱۹۴۲)

۳۶- پرچم کشائی کی تقریب پر تقریر

جالندھر' ۱۴ نومبر ۱۹۴۲ء

مسٹر' ایم' اے جناح نے برٹن پارک میں مسلم لیگ کا پرچم لہرایا- انہوں نے مسلمانان جالندھر کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے ان کے لئے شاہانہ استقبال ترتیب دیا اور انہیں ان کے جوش و خروش پر مبارکباد پیش کی-

پرچم کی اہمیت پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ اس کی عزت اور وقار کی حفاظت کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہ کریں کیونکہ یہ اسلام کا پرچم ہے-

مسٹر جناح نے ان مساعی کا تذکرہ کیا جو مسلم لیگ نے گذشتہ پانچ برسوں کے دوران ہند کے طول و عرض میں مسلمانوں کو منظم کرنے کے ضمن میں کیں اور کہا کہ اگر وہ کاندھے سے کاندھا جوڑ کر کھڑے ہو گئے تو کوئی طاقت بھی ان کے مطالبے کی مزاحمت نہ کر سکے گی-

انہوں نے کہا کہ "پاکستان کی کلید آپ کے" ہاتھوں میں ہے اگر آپ اسے صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں تو آپ اپنی منزل پاکستان حاصل کر لیں گے- ('ڈان' ۱۵ نومبر ۱۹۴۲ء)

۳۷- سیاسی جدوجہد اور مسلمانان پنجاب

اسلامیہ کالج جالندھر کی افتتاحی تقریب میں مسلم نوجوانوں کو مشورہ

۱۴ نومبر ۱۹۴۲ء

"ملک کی موجودہ سیاسی تحریک میں حصہ لئے بنا یہ دیکھیں کہ آپ مسلمانان پنجاب میں انقلاب برپا کرنے کے لئے کیا کچھ کر سکتے ہیں-" یہ ہے وہ مشورہ جو مسٹر ایم' اے جناح نے مسلم نوجوانوں کو دیا- وہ اسلامیہ کالج جالندھر کا افتتاح کر رہے تھے- مسٹر جناح کی خدمت میں دو سپاسنامے پیش کئے گئے' ایک کالج کی جانب سے دوسرا کالج یونین کی طرف سے-

سپاسناموں کا مشترکہ جواب دیتے ہوئے مسٹر جناح نے اس بات پر زور دیا کہ "مسلم نوجوانوں کے لئے صحیح قسم کی تعلیم ہونی چاہئے کیونکہ یہی کسی بھی قوم کی بنیاد ہوتی ہے- اور انہیں یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ جالندھر کے مسلمانوں کو اس ضرورت کا احساس ہے-"

خصوصیت کے ساتھ مسلمان نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے جنہیں انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے مشن کو عام کرنے میں اولین کارکنوں کے خطاب سے نوازا' مسٹر جناح نے کہا کہ

"انہیں عوامی زندگی کے پیش رو دستے میں شامل ہونا پڑے گا' لیکن اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد۔" انہوں نے یاد دلایا کہ ۱۹۴۱ء میں جب وہ پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس کانفرنس کی صدارت کرنے کے لئے لاہور آئے تھے تو اس وقت مسلمانوں کی سیاسی حالت بالکل تسلی بخش نہیں تھی۔ لیکن انہیں یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ اس وقت سے اب تک انہوں نے پنجاب کے مسلمانوں کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا ہے اور ان میں برقی لہر دوڑا دی ہے اور آج ۹۹ فیصد مسلمان لیگ کے ساتھ ہیں۔

انہوں نے مسلمان نوجوانوں کو مشورہ دیا کہ "وہ یہ دیکھیں کہ موجودہ سیاسی تحریک میں حصہ لئے بغیر مسلم لیگ کے مقصد کو کس طرح آگے بڑھا سکتے ہیں۔"

پرچم کشائی کی تقریب کے موقع پر انہوں نے مسلمانان جالندھر کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے ان کے اعزاز میں شاہانہ استقبال کا اہتمام کیا اور ان کے جوش و خروش پر انہیں مبارکباد دی۔

مسٹر جناح نے لیگ کی وہ مساعی یاد دلائیں جو اس نے گذشتہ پانچ برس کے دوران ہند کے طول و عرض میں مسلمانوں کو منظم کرنے کے سلسلہ میں کیں اور کہا کہ "اگر وہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کر لیں تو کوئی طاقت ان کے مطالبے کو روک نہیں سکتی۔"

"پاکستان کی کلید آپ کے ہاتھوں میں ہے اگر آپ نے اسے صحیح طریقے سے استعمال کیا تو آپ اپنی منزل پاکستان حاصل کر سکتے ہیں۔" (دی ڈان' ۱۵ نومبر ۱۹۴۲ء)

۳۸۔ آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن

سالانہ اجلاس (جالندھر) سے خطاب

۱۵ نومبر ۱۹۴۲ء

مسٹر محمد علی جناح نے مسلم لیگ کی اس پیشکش کا اعادہ کیا کہ وہ ہند کی سرحدوں سے دشمن کو دور رکھنے کے لئے مسلمانوں کو مجتمع کرنے اور ایک عبوری حکومت کی تشکیل کے لئے آمادہ ہے' جسے حقیقی اقتدار منتقل کر دیا جائے۔ بشرطیکہ برطانوی حکومت یہ اعلان کرے اور دیگر فریق مسلمانوں کے حق خودارادیت کو قبول کر لیں' اس امر کی ضمانت دیں اور عہد کریں کہ وہ پاکستان اسکیم کے بارے میں مسلمانوں کے استصواب رائے کے فیصلے کو جامہ عمل پہنا دیں گے۔ وہ جالندھر میں آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس کانفرنس کے دوسرے کھلے اجلاس سے خطاب کر رہے تھے۔

مسٹر جناح نے آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے اراکین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ

"آپ نے مجھے اس اجلاس کی صدارت کی دعوت دے کر ایک اعزاز بخشا ہے جس میں وہ امور زیر غور آئیں گے جو آج کل مسلم طلباء کو درپیش ہیں۔ انہوں نے فیڈریشن کے اغراض و مقاصد کی تصدیق کی اور انہیں تلقین کی کہ وہ فیڈریشن کے دستور کی پہلی دفعہ پر' یعنی مسلم طلباء میں سیاسی شعور پیدا کرنا اور انہیں حصول پاکستان کی جدوجہد میں مناسب حصہ لینے کے لئے تیار کرنا' پرخلوص اور وفاداری کے ساتھ عمل پیرا ہوں۔"

تاہم انہوں نے انہیں خبردار کیا کہ "جب تک وہ طالب علم ہیں انہیں خود کو تیار کرنا چاہئے۔ لیکن اس سیاسی تحریک میں جو آج کل ملک میں جاری ہے' سرگرم حصہ نہیں لینا چاہئے۔ انہیں ہند کے مسلم طلباء کو ایک مربوط تنظیم کی حیثیت سے منظم کرنا چاہئے تاکہ اپنے مفادات کا تحفظ کر سکیں' مسلم فرقے کی معاشرتی' اقتصادی اور تعلیمی ترقی کے لئے تعمیری پروگرام کو روبہ عمل لانا چاہئے' اسلامی ثقافت اور مطالعہ کو عام کرنا چاہئے اور ہند کی مختلف قوموں کے مابین بہتر مفاہمت اور خیرسگالی کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔ انہیں ہند کے مسلم طلباء اور اسلامی ممالک اور دنیا کے باقی ماندہ طلباء کے درمیان رابطے اور تعاون کو بھی فروغ دینا چاہئے۔"

احتیاط کی ضرورت

مسٹر جناح نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا "میں نہیں چاہتا کہ آپ مجھے غلط سمجھیں جب میں یہ کہتا ہوں کہ آپ سرگرم سیاست میں حصہ نہ لیں تو میں چاہتا ہوں کہ آپ خود کو تیار کریں' لیس کریں اور اہلیت حاصل کریں۔ پہلی اور سب سے مقدم ضرورت ہے مطالعہ کرنا' مطالعہ اور مطالعہ۔ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ زبردست بیداری ہوئی ہے' جوش و خروش ہے' قومی احساس اور جذبہ ہے' بلکہ دلفریب نعرے ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ ہند کا مسئلہ بے حد پیچیدہ اور دشوار ہے جس کی تاریخ عالم میں اور کوئی مثال موجود نہیں ہے۔ مناسب سمجھ بوجھ کے ساتھ آپ کے اپنے ذہن صاف ہوں تو آپ دوسروں کو ہم خیال بنا سکتے ہیں۔ بالخصوص آج کے منظم پروپیگنڈے کے زمانے میں جو بدقسمتی سے پستی کی اس قدر گہرائی میں چلا جاتا ہے اور اس قدر غلط عکاسی کرتا ہے۔"

مسٹر جناح نے پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کو مبارکباد دی کہ انہوں نے مارچ ۱۹۴۱ء سے اب تک لیگ کا پیغام اور پروگرام ایک ضلع سے دوسرے ضلع تک پہنچانے کے ضمن میں اتنا عمدہ کام کیا۔

موجودہ بحران

مسٹر جناح نے ملک کی سیاسی صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا کہ "اس وقت ایک بحران

ہے۔ مئی ۱۹۴۲ء میں مسٹر راج گوپال اچاریہ نے پاکستان کے تخیل کی موافقت کی۔ (طویل تالیاں) وہ ایک عظیم ہندو رہنما ہیں' ایک قابل انسان ہیں اور کانگرس کے ممتاز رہنماؤں کی صف میں شامل ہیں۔ نہ صرف یہ کہ یہ تجویز —— جو ہماری تجویز سے مختلف ہے —— آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے اجلاس الہ آباد میں سرسری طور پر بھاری اکثریت سے مسترد کر دی گئی بلکہ ایک اور تجویز' جس میں کہا گیا کہ کانگرس کو پاکستان کے مسئلے یا تقسیم ہند سے کوئی سروکار نہیں ہو گا۔ اکھنڈ ہند کی تجویز بھی دوبارہ بھاری اکثریت سے منظور کر لی گئی۔ اس طرح انہوں نے دروازہ بند کر دیا۔ کیونکہ وہ مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان پر تبادلہ خیال کے لئے بھی تیار نہیں تھے۔"

مسٹر جناح نے زور دے کر کہا کہ اس میں ذرا سا بھی شبہ نہیں کہ مسلم لیگ مسلم ہند کی نمائندگی کرتی ہے لیکن اس کو مکمل طور پر نظرانداز کیا گیا اور اس کے ساتھ حد درجہ اہانت آمیز سلوک روا رکھا گیا۔

مسٹر جناح نے کہا "اس کے بعد ایک عجیب و غریب فارمولا مسٹر گاندھی کے ہاتھ لگ گیا' جو یہ تھا کہ انگریزوں کو واپس چلا جانا چاہئے۔ مجھے بڑی مسرت ہو گی اگر وہ کل چلے جائیں۔ ہم اپنے معاملات ٹھیک ٹھاک طریقے سے طے کر لیں گے۔ (پرزور اور طویل نعرہ ہائے تحسین)

"اب مسٹر گاندھی کہتے ہیں کہ جب تک انگریز ہند نہ چھوڑیں' ہندو مسلم سمجھوتے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ تقریباً ایک عقیدہ اور ایمان تھا' جس کا مسٹر گاندھی نے بار بار اعلان کیا کہ ہندو مسلم سمجھوتے کے بغیر ہند کو کوئی آزادی اور خودمختاری نہیں مل سکتی۔ اس کی رات دن تشہیر کی جاتی تھی اور ہند کی آزادی کے حصول کی چار ستونوں اور شرائط میں سے ایک یہ تھی۔ لیکن راتوں رات اسے خیرباد کہہ دیا گیا۔

برطانوی حکومت کو الٹی میٹم دے دیا گیا کہ وہ ہند چھوڑ دیں۔ اب یہ اچانک ایسا کیوں ہوا؟ اس وقت جب مسٹر گاندھی جزوی طور پر مذاکرات کر رہے ہیں' جزوی طور پر چاپلوسی کر رہے ہیں اور جزوی طور پر جبر کر رہے ہیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے آنسو بہائے اور یہ تک کہا کہ "ہند کی آزادی کس کام کی اگر ویسٹ منسٹر ایبے اور پارلیمان پر بمباری ہو جائے؟" جب یہ طریقے ختم ہو گئے تو مسٹر گاندھی اس قدر ناراض ہوئے کہ انہوں نے انگریزوں سے کہا ہند چھوڑ دو۔ کیوں؟ وجہ ظاہر ہے۔ ان کا وہ مطلب نہیں ہوتا' جو وہ کہتے ہیں' اور وہ نہیں کہتے جو ان کا مطلب ہوتا ہے۔

"کوئی سمجھدار آدمی بھی یہ دیکھ سکتا ہے کہ جب انہوں نے سول نافرمانی کی عوامی تحریک شروع کی تو ان کا واحد مقصد برطانوی حکومت کو مجبور اور ہراساں کرنا تھا' جو پہلے ہی جنگ کی وجہ سے مصیبت میں گرفتار تھی' کہ وہ ان کے مطالبات کو مراعات سے نوازے جس کے معنی ہیں

مسلمانوں کی بربادی- یہ ہے وہ موقف جو کانگرس نے اختیار کیا- انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ سول نافرمانی کی عوامی تحریک چلائیں- الٹی میٹم خود فیصلے میں موجود تھا لیکن وہ وقت متعین نہیں کیا گیا کہ فائر کھولنے اور قدم آگے بڑھانے کا حکم کب دیا جائے گا؟ تاہم حکم دینے سے پہلے برطانوی حکومت نے سب کو سپرد زنداں کر دیا- اب میں ہر مسلمان اور منصف مزاج ہندوؤں سے کہتا ہوں کہ وہ کیا توقع کرتے ہیں کہ اب مسلم لیگ کیا کرے؟ یہ وہ مقام ہے جہاں میں رک جاؤں گا-

جان بُل کا موقف

اس کے بعد مسٹر جناح نے جان بل کے موقف کا تجزیہ کیا جنہوں نے کہا تھا کہ وہ آخیر تک کانگرس سے لڑیں گے- انہوں نے ساری دنیا کو بتایا کہ کانگرس صرف ایک جماعت ہے- اس ملک کی اکثریت تو دُور کی بات ہے وہ تو سارے ہندوؤں کی نمائندگی بھی نہیں کرتی- مسٹر جناح نے دریافت کیا کہ اگر کانگرس نے لایعنی اور ناممکن موقف اختیار کر لیا ہے تو باقی ماندہ ہند کے بارے میں کیا خیال ہے؟ انہوں نے ان اعدادوشمار کا حوالہ دیا جو برطانوی مدبرین نے مسلمانوں' سکھوں' عیسائیوں' پست اقوام اور ان ہندوؤں کے بارے میں دیئے تھے جو کانگرس کے ساتھ نہیں تھے اور دریافت کیا کہ برطانوی حکومت کا مسلمانوں کے لئے کیا جواب ہے؟

مسٹر جناح نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ "بلاشبہ مجھے یہ کہتے ہوئے مسرت ہوتی ہے اور میں مسلمانوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ وہ ایک جمیعت کے طور پر ہند کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کانگرس کی سول نافرمانی کی تحریک سے کلیتاً" علیحدہ رہے (تالیاں) اس کا المیہ یہ ہے کہ یہ اس ملک میں ایک تباہ کن خانہ جنگی ہے اور بجز اس کے کچھ نہیں- مجھے یہ بھی مسرت ہے کہ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے ان کانگرسی رہنماؤں نے جو اس تحریک کی حمایت کر رہے ہیں' اپنی پوری کوشش کی کہ وہ مسلمانوں سے تعرض نہ کریں اور انہیں یہ علم تھا کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو یہ ان پر الٹا پڑے گا-

مسٹر جناح نے کہا "جو ہوا سو ہوا' لیکن برطانوی حکومت نے جو موقف اختیار کیا ہے وہ ناقابل فہم ہے- وہ کہتے ہیں کہ وہ کیا کر سکتے ہیں؟ وہ کانگرس کو نظرانداز کر کے کس طرح کوئی عبوری حکومت تشکیل دے سکتے ہیں؟ یہ بہت ہی ناقابل فہم ہے- اگر وہ واقعی مخلص ہیں اور ہمارے تعاون اور دوستی کا ہاتھ طلب کرتے ہیں' جو ایک سے زیادہ مرتبہ ان کی طرف بڑھایا گیا' اگر انہیں سو فیصد حمایت حاصل نہیں ہوتی تو انہیں سو ملین (دس کروڑ) مسلمانوں سے تو آغاز کر دینا چاہئے-"

قرارداد بمبئی

پھر مسٹر جناح نے قرارداد بمبئی کی وضاحت کی جس کی ۹ نومبر کو کونسل نے بھی توثیق کر دی تھی۔ انہوں نے کہا "ہم نے اپنے موقف کو واضح کر دیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ برطانوی حکومت ایک اعلان کرے اور چاہتے ہیں کہ دوسرا فریق مسلمانوں کے حق خودارادیت کو قبول کر لے اور ضمانت دے اور یہ عہد کرے کہ مسلمانوں کے استصواب رائے کے فیصلے کو جامہ عمل پہنا دیا جائے گا اور پاکستان کی اسکیم کو روبہ عمل لایا جائے گا جس کے بنیادی خطوط کی ۱۹۴۰ء کی قرارداد لاہور میں نشاندہی کی گئی تھی۔

"اگر یہ کر دیا جائے تو ہم کسی اور کے مقابلے میں زیادہ آمادہ ہوں گے۔ کیونکہ ہم اپنے گھر بار کا دفاع کرنا چاہتے ہیں اور دشمن کو اپنے دروازے سے باہر رکھنے کے لئے اپنی قوتوں کو مجتمع کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم ضمانت اور عہد کی بنیاد پر ایک عبوری حکومت مرتب کرنے کے لئے تیار ہیں' جسے جنگ کے زمانے میں حقیقی اقتدار منتقل کر دینا چاہئے۔ یہ ہے ایک واضح تعمیری پروگرام جس کی اساس بنیادی اصولوں پر استوار ہے۔ اس کا کیا جواب ہے؟"

مسٹر جناح نے پھر پنجاب بالمیک اچھوت فیڈریشن لدھیانہ کی جانب سے پیش کردہ سپاسنامہ کا جواب دیا اور کہا کہ میں جہاں بھی ہوں' آپ کے فرقے کے مفادات کو ہرگز فراموش نہیں کروں گا۔ آپ میں سے جو لوگ ہمارے پاکستان میں رہتے ہوں گے ان کے ساتھ انسانی مساوات کی بنیاد پر سلوک کیا جائے گا۔ نہ صرف مہذب حکومت کے بارے میں ہمارے تصور کے مطابق بلکہ اس لئے بھی کہ ہماری مذہبی تعلیمات کا یہ تقاضا ہے کہ ایک مسلم حکومت کے تحت ہر غیر مسلم اقلیت کے ساتھ عادلانہ اور منصفانہ سلوک کیا جائے۔ (طویل تالیاں)

سکھوں کے بارے میں

مسٹر جناح نے کہا کہ "جہاں تک سکھوں کا تعلق ہے' چونکہ میں سرزمین پنجاب پر موجود ہوں' میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین مسئلہ ایک ہندگیر مسئلہ ہے' اور سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان مسئلہ پاکستان کا مسئلہ ہے۔ عملاً یہ پنجاب میں سکھوں اور مسلمانوں کا مسئلہ ہے۔ اگر ہمارے سکھ دوست چاہتے ہیں — ہم چاہتے ہیں — کہ ان کے اور ہمارے درمیان مفاہمت اور سمجھوتہ ہو' تو میں انہیں بتاتا ہوں کہ ہمیں ایک دوسرے کے گلے نہیں پڑنا چاہئے بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ بات چیت کرنی چاہئے۔"

"ہمارے اپنے سکھ دوستوں کے خلاف کوئی عزائم نہیں۔ میں صرف ان سے اپیل کرتا ہوں کہ خارجی اثرات سے چھٹکارا پالیں' ہمارے ساتھ مل بیٹھیں' اور مجھے بھروسہ ہے کہ ہم کسی ایسے

سمجھوتے پر پہنچ جائیں گے جو معقول طور پر ہمارے سکھ دوستوں کو مطمئن کر دے گا۔" (تالیاں)

مسٹر جناح نے کہا کہ "ان کی سکھوں سے ملاقات ہوئی ہے اور ان کے ساتھ غیر رسمی طور پر گفتگو ہوئی ہے۔ ان میں سے بعض نے انہیں بہت ہی مخلصانہ دعوت دی ہے اور وہ ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں۔ جب تک سکھ اپنے فرقے کے مفاد میں ان خطوط پر چلتے رہیں گے' میں ان سے اپیل کروں گا' آیئے ہم مل بیٹھیں اور میں خدائے تبارک و تعالٰی سے دعا کرتا ہوں کہ ہم کسی سمجھوتہ پر پہنچ جائیں گے۔"

پنجاب کے مذاکرات

ان مذاکرات کا ذکر کرتے ہوئے جو فرقہ وارانہ تصفیے کے لئے ایک فارمولے کی بنیاد پر جاری تھے' مسٹر جناح نے دریافت کیا "اس فارمولے کا مصنف کون ہے؟ یا تو یہ زبردست عدم واقفیت ہے یا ان لوگوں کا معاملہ ہے جو یہ دیکھتے ہیں' یہ جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں لیکن نہ یہ دیکھیں گے اور نہ اسے سمجھنا چاہتے ہیں۔

انہوں نے پاکستان کی اسکیم کے خلاف مختلف قسم کی تنقیدوں کا تذکرہ کیا جن کی اب کوئی وقعت باقی نہیں رہی' اور کہا "اب تازہ ترین چال --- میں اسے چال کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتا' جس کا مقصد ناواقف کو الجھانا اور گمراہ کرنا ہے' اور جو یہ کھیل کھیل رہے ہیں وہ اسے سمجھتے ہیں --- یہ ہے کہ حق خودارادیت صرف مسلمانوں تک ہی کیوں محدود رہے اور اسے دوسرے فرقوں تک کیوں نہ بڑھا دیا جائے۔ یہ کہنے کے بعد کہ سب کو حق خودارادیت دے دیا جائے' وہ کہتے ہیں کہ پنجاب کو اتنے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا جائے' اسی طرح صوبہ سرحد اور سندھ کو' اس طرح سینکڑوں پاکستان وجود میں آ جائیں گے!

اس نئے فارمولے کا مصنف کون ہے؟ کہ ہند کے طول و عرض میں ہر فرقے کو حق خودارادیت کا استحقاق ہے۔ مجھے انہیں جواب دینے کی اجازت دیجئے۔ مسلمان اس بنا پر حق خودارادیت کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایک مخصوص سرزمین پر جو ان کا وطن ہے اور ان خطوں میں ہے جہاں ان کی اکثریت ہے ایک قومی گروہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کیا آپ کو تاریخ میں کسی ایسی مثال کا علم ہے کہ جہاں ذیلی قومی گروہوں کو جو چاروں طرف منتشر ہوں ایک ریاست دے دی گئی ہو؟ ان کے لئے آپ ایک ریاست کہاں سے لا کر دیں گے؟ اس طرح سے تو صوبہ یوپی میں ۱۴ فیصد مسلمان آباد ہیں۔ ان کے لئے ایک ریاست کیوں نہ ہو؟ یوپی میں مسلمان ایک قومی گروہ نہیں ہیں' وہ منتشر ہیں لہٰذا دستوری زبان میں انہیں ایک ذیلی قومی گروہ کہا جائے گا۔ ان کے لئے ہم اس سے زیادہ کی توقع نہیں کرتے جو ایک مہذب حکومت کی طرف سے ایک اقلیت کو ملنا

چاہئے۔ مسلمان ذیلی قومی گروہ نہیں ہیں یہ ان کا پیدائشی حق ہے کہ حق خودارادیت طلب کریں اور اسے استعمال کریں۔ (دی سٹار آف انڈیا' ۲۰ نومبر ۱۹۴۲ء)

۳۹۔ پنجاب مسلم لیگ کانفرنس لائل پور
تقریب پرچم کشائی میں تقریر

۱۷ نومبر ۱۹۴۲ء

اردو میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ لائل پور نہ صرف پنجاب کا ایک بڑا شہر ہے بلکہ یہ پاکستان کا بھی بڑا شہر ہو گا۔ [اور اب پاکستان کے اس بڑے صنعتی و تجارتی شہر کا نام فیصل آباد ہے۔] آج میں نے مسلم لیگ کا پرچم لہرایا ہے اور مجھے امید ہے کہ سارے مسلمان قدم جما کر اس پرچم تلے کھڑے ہو جائیں گے۔ میں نے بہت سی تقریریں کی ہیں اور ہر شخص یہ جانتا ہے کہ اس پرچم کا مطلب کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہر مسلمان اس پر سے اپنی جان نثار کر دے گا۔ میرے پاس اتنے کافی لفظ نہیں کہ آپ لوگوں نے جیسا کہ میرا استقبال کیا ہے اس کا شکریہ ادا کر سکوں۔

"اگرچہ میرا خیرمقدم بادشاہ کی طرح کیا گیا' لیکن میرے پاس بادشاہ کے وسائل نہیں ہیں کہ اس کے عوض میں آپ کو کچھ دے سکوں۔ تاہم ایک چیز ہے جو میں دے سکتا ہوں اور وہ ہے قوم کے لئے میری پوری دلجمعی کے ساتھ غیر منقسم خدمت۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ بھی ایسا ہی کریں گے اور اس طرح پاکستان کے مقصد کو قریب تر لے آئیں گے۔ جب میں اس پلیٹ فارم پر بیٹھے ہوئے' جو پرچم لہرانے کے لئے تعمیر کیا گیا تھا' یہ آوازیں اور پاکستان کے لئے زوردار نعرے سنتا ہوں تو مجھے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ کوئی شے مسلمانوں کو پاکستان کی جانب گامزن ہونے سے نہیں روک سکتی۔" [قائداعظم تقاریر و بیانات و پیغامات (انگریزی) صفحہ ۱۶۵۰]

۴۰۔ نظریہ حق خودارادیت کیا ہے؟
پنجاب مسلم لیگ کانفرنس لائل پور سے خطاب

۱۸ نومبر ۱۹۴۲ء

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی جالندھر کی تقریر میں سارے فرقوں کو حق خودارادیت عطا کرنے کے فارمولہ کا جو عام سا حوالہ دیا تھا انہوں نے اس کی مزید وضاحت کی۔ انہوں نے کہا

نظریہ حق خودارادیت محتاط مطالعہ کا متقاضی ہے اور جو لوگ اس شرارت کے ذمہ دار ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ وہ دیدہ دانستہ لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے غیر مبہم انداز میں کہا کہ جب انہوں نے جالندھر میں اس فارمولے کا ذکر کیا تو انہوں نے اس فارمولے کا تذکرہ نہیں کیا تھا جو حال ہی میں پنجاب میں چلایا گیا ہے اور جس کا انہوں نے ابھی تک مطالعہ نہیں کیا۔ وہ اس "شرارت آمیز تخیل" کا ذکر کر رہے تھے جو مخالفین پاکستان کا آخری حربہ ہے۔ اگر اس نظریہ کی تبلیغ کی جائے تو دستوری تاریخ کا سارا خیال اور نظریہ حق خود ارادیت مہمل چیز بن کر رہ جائے گی۔ یہ نظریہ اس مفروضے پر قائم ہے کہ وہ ایک قومی گروہ ہیں --- ذیلی قومی گروہ نہیں ہیں --- مخصوص علاقے میں آباد ہیں۔ جہاں ان کی اکثریت ہے اور ایک آزاد ریاست قائم کر سکتے ہیں۔

اس سے قبل انہیں میونسپل کمیٹی کی جانب سے ایک سپاسنامہ پیش کیا گیا جس میں انہیں "ہر فرقے کے لئے حق خودارادیت کے نظریئے کا پیغامبر" قرار دیا گیا۔ اور اس توقع کا اظہار کیا گیا کہ وہ اپنے دور اندیش تدبر، وسیع النظری اور دل و دماغ کی بہترین صلاحیتوں کے ذریعے سے موجودہ بحران کو حل کر کے اپنے ابنائے وطن کی امید کو پورا کریں گے اور اپنے ہم وطنوں کی ترقی اور خوشحالی کی راہ پر رہنمائی کریں گے۔" [قائداعظم : تقاریر و بیانات (انگریزی) صفحہ ۱۶۵۱]

۴۱۔ پنجاب مسلم لیگ کانفرنس لائل پور

اختتامی اجلاس سے اردو میں خطاب

۱۹ نومبر ۱۹۴۲ء

کانفرنس کے اختتام سے قبل مسٹر جناح نے اردو میں خطاب کرتے ہوئے مسلمانان لائل پور کو کانفرنس کی کامیابی اور ان کے جوش و خروش پر مبارکباد دی اور امید ظاہر کی کہ یہ جوش ان کی روانگی کے ساتھ ٹھنڈا نہیں پڑ جائے گا۔ انہوں نے مسلمانوں کی تعلیمی اور اقتصادی ترقی کی ضرورت پر زور دیا اور لیگ کی مالی مشکلات کا ذکر کیا جس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں نہ برلا ہیں نہ ڈالمیا۔

انہوں نے کہا کہ ممکن ہے کہ انہیں ان کے حقوق پر چھاپہ مارنے والوں کو روکنے کے لئے شمشیر کی ضرورت لاحق ہو جائے۔ اور انہوں نے تدریجی پیش رفت کی اہمیت پر زور دیا تاکہ آگے بڑھے ہوئے قدم کو پیچھے ہٹانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ انہوں نے تلقین کی کہ وہ متحد ہو جائیں اس لیے کہ اگر وہ کافی طاقت ور ہو گئے تو وہ وزارتیں بنانے اور بگاڑنے کے لئے اہل ہو جائیں گے۔

انہوں نے اعلان کیا کہ وزیروں کو یہ بات سمجھنی چاہئے کہ وہ ہماری منظوری کے بغیر وزارت میں نہیں رہ سکتے۔ مسٹر جناح نے اس بات پر مسرت کا اظہار کیا کہ پنجاب میں بیداری پیدا ہوئی ہے اور تلقین کی کہ وہ مسلم لیگ کا پیغام صوبے کے ہر گوشے تک پہنچا دیں اور دیہات میں مسلم لیگ کی ابتدائی شاخیں قائم کر دیں۔ اگر انہوں نے ان کے مشورے پر عمل کیا تو انہیں اعتماد ہے کہ وہ پاکستان قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

مسٹر جناح نے خاکساروں کے ساتھ اپنی پوری ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے وہ مساعی یاد دلائیں جو لیگ نے خاکسار تنظیم پر سے پابندیاں ہٹانے کے ضمن میں کیں اور جو کانفرنس کے کھلے اجلاس میں سر سکندر کے اس اعلان پر منتج ہوئیں کہ حکومت پنجاب کو پابندی ہٹانے پر کوئی اعتراض نہیں۔ انہوں نے توقع ظاہر کی کہ پابندی ہٹ جائے گی اور علامہ مشرقی مستقبل قریب میں ایک آزاد انسان ہوں گے۔ انہوں نے یہ امید ظاہر کی کہ خاکسار مسلم لیگ کے پرچم تلے آ جائیں گے اور اس کے ساتھ مل جل کر کام کریں گے کیوں کہ وہ نازک زمانے سے گزر رہے ہیں اور مسلمانوں کے مابین اتحاد ازبس ضروری ہے۔

تقریر ختم کرتے ہوئے انہوں نے کہا "ہم اس ملک میں آبرومندانہ طریقے سے زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ ہم کسی ایسی حکومت کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے جس میں ہمیں محکوموں کی حیثیت دے دی جائے۔

قائداعظم جناح نے مسیحی اور (اچھوتوں) ادھرم انجمنوں کو یقین دلایا کہ ان کے اپنے اپنے مفادات کا پورا پورا تحفظ کیا جائے گا۔ اعلیٰ ترین حاکم یعنی قرآن کریم کے احکام کے عین مطابق کہ اقلیت کے ساتھ عادلانہ اور منصفانہ سلوک روا رکھا جائے۔

(دی اینول رجسٹر ۱۹۴۲ء' حصہ دوم' صفحہ ۲۹۵)

۴۲- پریس کی طاقت شمشیر سے عظیم تر ہے
لاہور کے جلسہ عام سے خطاب

۲۰ نومبر ۱۹۴۲ء

مسٹر جناح نے آج شام لاہور میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے زور دیا کہ ہند میں مضبوط مسلم پریس کا قیام وقت کا تقاضا ہے' کیونکہ پریس کی طاقت شمشیر سے عظیم تر ہے۔ انہیں لاہور سٹی مسلم لیگ کی جانب سے ایک سپاسنامے اور تین ہزار ایک روپے کی تھیلی پیش کی گئی۔ ایک اور سپاسنامہ انجمن پست اقوام پنجاب کی طرف سے پیش کیا گیا۔

مسٹر جناح نے دولتمند مسلمانوں سے مطالبہ کیا کہ وہ ہند میں اپنے ہم مذہبوں کی اقتصادی اور سیاسی ترقی کے لئے دل کھول کر عطیات دیں کیونکہ ان کی دانست میں اس سے زیادہ نیک مقصد اور کوئی ہو ہی نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے مسلم لیگ کی کامیابیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس نے ایک مرتبہ حاصل کر لیا ہے جسے نہ صرف ہند میں۔ بلکہ دنیا بھر میں ہر شخص کو تسلیم کرنا ہو گا۔

مسٹر جناح نے یاد دلایا کہ جب انہوں نے چار پانچ برس قبل یہ کہا تھا کہ جمہوری پارلیمانی نظام حکومت ہمارے لوگوں کے حالات اور ان کی ضروریات کے لئے سازگار نہیں ہے تو سارے ملک میں شوروغوغا برپا ہو گیا تھا۔ لیکن اب بیشتر لوگ اس موقف کو قبول کرنے لگے ہیں کہ جمہوری پارلیمانی نظام ہند کے لئے مناسب نہیں۔ اسی طرح کا ایک شور ہندو اخبارات میں اس وقت برپا ہوا جب انہوں نے کہا کہ مسلمان ایک اقلیت نہیں بلکہ ایک قوم ہیں۔ اس وقت انہیں دیوانہ کہا گیا۔ لیکن اب وہ اس کے عادی ہوتے جا رہے ہیں۔ اور اب تو انہوں نے دو قومی نظریئے پر گفتگو شروع کر دی ہے۔ مسٹر جناح نے کہا ایک بار پھر شور اٹھا جب مسلم لیگ نے لاہور میں ایک قرارداد منظور کی جس میں تقسیم ہند کا مطالبہ پیش کیا گیا۔ اب بہت سے لوگ ہیں جو علی الاعلان کہتے ہیں کہ اس مسئلہ پر غور ہونا چاہئے۔ جبکہ ایسے لوگ بھی بہت سے ہیں جو اتفاق تو کرتے ہیں لیکن ان میں بات کرنے کی جرات نہیں۔

مسٹر جناح نے کہا کہ وہ وقت زیادہ دور نہیں جب ہمارے مخالفین سازشیں' ریشہ دوانیاں' چال بازیاں ترک کر دیں گے۔ اگر وہ پاکستان کی تجویز کا دیانتداری' غیرجانبداری' عادلانہ اور منصفانہ طریقے سے جائزہ لیں تو انہیں کوئی شک نہیں کہ وہ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یہ ہند کے پیچیدہ مسئلہ کا واحد حل ہے اور یہ واحد طریقہ ہے جس کے ذریعہ دو بڑی قومیں خوشگوار' پُرامن اور دوستانہ ماحول میں زندگی بسر کر سکتی ہیں۔

انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ ہندو کبھی بھی مسلمانوں پر حکمرانی نہیں کر سکیں گے۔ انہیں اس خواب کو ترک کر دینا چاہئے۔ تقریر ختم کرتے ہوئے انہوں نے کہا "اگر آپ وہ کچھ لینا نہیں چاہتے ہیں جو آپ کا حق بنتا ہے تو مجھے وہ لے لینے دیجئے جو میرا حق ہے۔ اگر آپ نہیں لیتے میں تو لوں گا۔"

انجمن پست اقوام پنجاب کے سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے مسٹر جناح نے اس بات کا اعادہ کیا کہ ان کی ہمدردیاں ان کے ساتھ ہیں کیونکہ ان کا حال دنیا بھر میں سب سے زیادہ خراب ہے۔

(اے' پی' آئی۔ دی ڈان ۲۲ نومبر ۱۹۴۲ء)

۴۳- لاہور میں پریس کانفرنس سے خطاب

۲۰ نومبر ۱۹۴۲ء

"اگر مولانا آزاد جیل سے سندھ میں وزارت سازی کے بارے میں سندھ کانگرس پارٹی کو ہدایات جاری کر سکتے ہیں تو ایسی کوئی چیز موجود نہیں ہے جو یہ ظاہر کرے کہ مسٹر گاندھی کو جیل سے یہ اعلان کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ سول نافرمانی کی تحریک ختم کرتے ہیں۔" یہ بات مسٹر ایم' اے جناح نے آج لاہور میں ایک پریس کانفرنس میں کہی جب ان کے سامنے یہ تجویز پیش کی گئی کہ تحریک کی ناکامی سے ممکن ہے کہ کانگرس کے رہنماؤں کے ذہنوں میں بھی تبدیلی پیدا ہوئی ہو اور جب تک انہیں اپنی حکمت عملی میں تبدیلی کے اظہار کا ایک موقع نہ دیا جائے بحران کو حل کرنا ممکن نہیں۔

انہوں نے مزید کہا "ہم سمجھتے ہیں کہ کانگرس کا فیصلہ نہ صرف برطانوی حکومت کے خلاف اعلان بغاوت ہے بلکہ یہ ایک ہلاکت آفریں خانہ جنگی ہے اور یہ تحریک برطانوی حکومت کو اس امر پر مجبور کرنے کے لئے شروع کی گئی ہے کہ وہ کانگرس کی خواہشات کے سامنے جھک جائے جسے ہم اپنے مطالبات کی تباہی گردانتے ہیں۔ کانگرس کا فیصلہ بے معنی اور ناممکن ہے' اور جب تک ان کی حکمت عملی میں تبدیلی نہ آئے تعطل کو حل کرنے کا کوئی راستہ نہیں۔ جب تک کانگرس اور مسٹر گاندھی ہاتھ سے پستول نہیں پھینک دیں گے مذاکرات کا کوئی امکان نہیں۔"

پاکستان

مسٹر جناح سے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ مسئلہ پاکستان کو اختتام جنگ تک ملتوی کر دیں گے' اگر کانگرس ان کے ساتھ مل کر فی الفور ایک عبوری حکومت بنانے کے لئے برطانوی حکومت سے مکمل اختیار حاصل کر لے اور اقتدار منتقل کر دے؟

انہوں نے جواب دیا "جب ہم یہ چاہتے ہیں اقتدار منتقل کر دیا جائے تو یہ کسی نظام حکومت کو ہی ہو سکتا ہے' جسے فوراً قائم کر دیا جائے۔ پھر پاکستان کے سوال کو کیوں ملتوی کیا جائے؟ اگر نظام حکومت میں اتنی بنیادی تبدیلی لانی ہے تو مسئلہ پاکستان کو کیوں ملتوی کیا جائے؟

مسٹر جناح نے وضاحت کی کہ وہ کسی عبوری حکومت کو انتقال اقتدار کی حد پر کوئی پابندی عائد کرنا نہیں چاہتے۔ یہ دو بڑے فریقوں کے مابین مساوی سطح پر سمجھوتے اور ردوبدل کا معاملہ ہو گا۔ تاکہ اپنے گھر بار کے دفاع کے لئے اپنے جملہ وسائل کو مجتمع کیا جا سکے بشرطیکہ اس کے ساتھ ساتھ اس بات پر اتفاق ہو جائے کہ ہر دو فریق مسلمانوں کے حق خودارادیت کو قبول کرتے ہیں

اور یہ عہد کرتے ہیں کہ وہ ان کے فیصلے کو جامہ عمل پہنا دیں گے اور ہند کو تقسیم کر دیں گے۔ اس وقت انہوں نے یہ پیشکش کی ہے مسلمانوں کے استصواب رائے کا فیصلہ قبول کر لیا جائے —— بلاشبہ استصواب رائے مسلمانوں تک ان علاقوں میں محدود ہو گا جہاں ان کی اکثریت ہے۔

مسٹر جناح سے اگلا سوال یہ کیا گیا کہ "اس طرح کے سمجھوتے کی عدم موجودگی میں آپ کیا کریں گے؟" انہوں نے کہا "میرا جواب یہ ہے کہ اگر میں کانگرس کا مطالبہ قبول کر لوں تو میں اپنی موت کے پروانے پر خود دستخط کروں گا۔"

ایک اور سوال کے جواب میں مسٹر جناح نے کہا کہ وہ اس بات کو توہین سمجھتے ہیں کہ وہ انگریزوں کی حکمرانی کو ترجیح دیتے ہیں۔

مسٹر سی، آر کے ساتھ مذاکرات

مسٹر راج گوپال اچاریہ کے ساتھ اپنے حالیہ مذاکرات کا حوالہ دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا مسٹر راج گوپال اچاریہ کے ساتھ مسلم لیگ کا کوئی سمجھوتہ نہیں ہوا۔ مسٹر راج گوپال اچاریہ اختیار سے تہی دامن تھے اور اس طرح وہ کوئی معاملہ نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ایک عظیم انسان ہیں اور میرا ان کے ساتھ تبادلہ خیال ہوا ہے۔

جب ایک اخبار نویس نے ان سے دریافت کیا "جب آپ مسلمانوں کے لئے حق خود ارادیت کی بات کرتے ہیں تو کیا آپ کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ پنجاب میں سرحدوں کی ازسرنو تعین کرنی ہو گی" مسٹر جناح نے کہا "پہلا سوال یہ ہے کہ کیا آپ قرارداد لاہور میں مذکور بنیادی اصول کے مطابق ہند کی تقسیم پر آمادہ ہیں۔ ایک بار بنیادی اصول تسلیم ہو جائے تو پوری اسکیم پر غور ہو سکتا ہے۔"

مسٹر جناح نے وضاحت کی تاریخ میں یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ علاقے تقسیم ہو رہے ہیں۔ ایسا پہلے بھی ہوا ہے۔ انہوں نے کہا "اگر آپ دیکھتے ہیں کہ ایک قومی گروہ ایک بڑے خطہ ارض پر آباد ہے، جہاں وہ اکثریت میں ہے اور اگر وہ چاہتا ہے کہ اس کی علیحدہ خودمختار مملکت ہو تب اس خطہ ارض کو خودمختار ریاست کی تراش خراش کرنی پڑتی ہے۔" انہوں نے مزید تفصیلات پر گفتگو کرنے سے انکار کر دیا۔

جہاں تک پنجاب میں تازہ ترین فارمولے کا تعلق ہے، انہوں نے کہا "میں نے اس کی ایک نقل تو حاصل کر لی ہے۔ لیکن ابھی تک اس کا مطالعہ نہیں کیا۔ تاہم میں یہ ضرور کہوں گا کہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے کسی سمجھوتے کی اتنی وقعت بھی نہیں جتنی کاغذ کے اس پرزے کی قیمت ہو گی جس پر وہ تحریر کیا گیا۔ یہ پنجاب میں ہو یا کسی اور جگہ، بجز اس کے کہ یہ سمجھوتہ

مسلم لیگ کے ساتھ ہو۔ [قائداعظم : تقاریر و بیانات (انگریزی' صفحہ ۱۶۵۴-۱۶۵۶)]

۴۴۔ مسلمان اقلیت نہیں' ایک قوم ہیں

جناح اسلامیہ کالج برائے طالبات کے زیر اہتمام خواتین سے خطاب

لاہور' ۲۲ نومبر ۱۹۴۲ء

جناح اسلامیہ کالج برائے طالبات کے زیر اہتمام مسلم خواتین کے ایک پر ہجوم جلسے سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا:

"دنیا پر شفاف بلور کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ ہند کے مسلمان ایک اقلیت نہیں ہیں' بلکہ وہ ایک قوم ہیں اور ایک قوم کی حیثیت سے وہ ان علاقوں میں جہاں ان کی عظیم اکثریت ہے اپنی خودمختار ریاستیں قائم کرنا چاہتے ہیں۔ مسلمان قومی مرکزی حکومت نہیں چاہتے کیونکہ کوئی ہندوستانی قوم موجود ہی نہیں ہے۔ ہمارے بعض ہم وطن ہماری راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر رہے ہیں لیکن وہ اپنی ریشہ دوانیوں میں کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔"

مسٹر جناح نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا "مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی ہے کہ نہ صرف مسلمان مردوں نے بلکہ مسلم خواتین اور بچوں نے بھی تجویز پاکستان کو سمجھ لیا ہے۔ کوئی قوم اپنی خواتین کے تعاون کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی۔ اگر مسلم خواتین نے اپنے مردوں کی اسی طرح حمایت کی جس طرح انہوں نے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانے میں کی تھی تو ہم جلد ہی اپنی منزل حاصل کر لیں گے۔ (دی ایسٹرن ٹائمز' ۲۳ نومبر ۱۹۴۲ء)

۴۵۔ کوئی حکومت ہمیں اپنی منزل' پاکستان سے نہیں ہٹا سکتی

اپنی سالگرہ کے موقع پر دہلی میں استقبالیے سے خطاب

۲۵ دسمبر ۱۹۴۲ء

"نہ حکومت ہند اور نہ حکومت برطانیہ ہمیں اپنی منزل — پاکستان سے ہٹا سکتی ہیں۔ جو اب ہمارے عقیدے کا جزو بن گیا ہے۔" اس امر کا اعلان مسٹر ایم' اے' جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک استقبالیے میں پر زور تالیوں کی گونج میں کیا۔ ان کے اعزاز میں یہ استقبالیہ ان کی سالگرہ کی تقریب منانے کے سلسلے میں دہلی کے ممتاز مسلمان شہریوں نے ترتیب دیا تھا۔

مسٹر جناح آج سہ پہر ویلنگڈن پویلین میں ایک استقبالیے میں مہمان خصوصی تھے جہاں

انہیں دہلی کے مسلمان شہریوں کی جانب سے ایک سپاسنامہ پیش کیا گیا۔

اردو کی نظمیں بھی پڑھی گئیں، جن میں ان کی قائدانہ صلاحیتوں اور ان کی نمایاں کامیابیوں پر انہیں زبردست خراج عقیدت پیش کیا گیا۔

انہوں نے اپنی تقریر کا آغاز مزاحیہ انداز میں ان شعراء کے تخیل کی آزادی کے حوالے سے کیا جنہوں نے نظمیں پڑھی تھیں۔ مسٹر جناح نے کہا کہ شاعروں کی آزادی خیال پر تو کوئی پابندی نہیں لیکن ان کی اپنی صورت حال کافی مختلف ہے۔ ہر بار جب وہ منہ کھولتے ہیں تو کچھ بولنے سے پہلے بات کو سو بار تولتے ہیں۔

ان کی سالگرہ کی تقریب پر مسلمانان دہلی کی جانب سے استقبالیے کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ ان کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی اور مسرت کی بات کیا ہو سکتی ہے کہ وہ ایسے اجتماع میں موجود ہیں جو شفقت بھرے انداز میں انہیں مبارکباد کہہ رہا ہے۔ وہ اسے ایک عظیم اعزاز تصور کرتے ہیں۔ سینکڑوں نہیں بلکہ لاکھوں مسلمان ان کی ان خدمات کی ستائش کر رہے ہیں جو انہوں نے قوم کے لئے کی ہیں۔

ایک نظم کا حوالہ دیتے ہوئے جس میں کہا گیا تھا کہ قائداعظم جوان ہو رہے ہیں، انہوں نے کہا "اگر میں جوان ہو رہا ہوں---- اور میں باور کرتا ہوں کہ میں ہو رہا ہوں---- تو یہ ہند کے لوگوں کی طرف سے انسیت اور شفقت کے انداز میں برتاؤ کی مسرت کا احساس ہے۔ مسرت طاقت بخش دوا ہے۔

مسٹر جناح نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا "جب سپاسنامے اور نظمیں پڑھی جا رہی تھیں تو ایک خیال میرے ذہن میں گردش کر رہا تھا کہ گذشتہ دو صدیوں کے دوران مسلمانوں کی حالت اس جہاز کی طرح تھی جو بغیر دنبالے اور بنا ناخدا، چٹانوں سے پُر گہرے سمندر میں تیر رہا ہو۔ یہ دو سو برس تک تیرتا رہا۔ شکستہ، غیر منظم، مایوس، پھر بھی تیرتا رہا۔ ۱۹۳۶ء میں بہت سے لوگوں کے تعاون سے ہم نے اس جہاز کو بچا لیا۔ آج اس جہاز میں ایک عمدہ دنبالہ ہے اور ایک ناخدا ہے جو خدمت پر آمادہ ہے، اور ہمیشہ خدمت کرنے کے لئے (تیار)۔ اس کے انجن نہایت عمدہ حالت میں ہیں اور اسے وفادار ملاح اور افسر میسّر ہیں۔ گذشتہ پانچ برسوں کے دوران یہ ایک جنگی جہاز بن گیا ہے۔

ان لوگوں کو کیا اجر ملنا چاہئے جنہوں نے مسلمانوں کے لئے انتھک کام کیا؟ مسٹر جناح نے اس حوالے سے کہا "سب سے بڑا اجر یہ ہے کہ آج مسلمانوں میں اتحاد اور یکجہتی موجود ہے۔ آج مسلمان ایک آواز سے بولتے ہیں۔ آپ کے پاس نہ صرف ایک پرچم اور ایک منزل ہے بلکہ ایک

پلیٹ فارم بھی ہے۔ میں جرات سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ آج اس برصغیر میں کوئی دوسرا فرقہ ایسا موجود نہیں جو مسلمانوں سے زیادہ منظم ہو۔ ہمیں اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

"ہمیں خود اپنا منشور ترتیب دینا ہے—— منشور اطلا تک نہیں' بلکہ یہ 'پاکستان ہے۔ پاکستان موجود ہے' ہمیں صرف اسے لینا ہے۔ ہمیں خود کو ہر قربانی کے لئے تیار کرنا ہے۔ ہم نے ابھی تک صرف پانچ برس کام کیا ہے۔ اگر ہم اسی جذبے سے کام کرتے رہے تو مجھے اس میں کوئی کلام نہیں کہ پاکستان ہمارے اندازے سے پہلے حاصل ہو جائے گا۔ آج مسلم ہند اس سے بالکل مختلف ہے جیسا وہ پانچ برس قبل تھا۔" (تالیاں)

ان کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے جو مسلمانوں کو ان کی محبوب منزل سے منحرف کرنے کے سلسلے میں کی جا رہی ہیں' مسٹر جناح نے کہا: "میں آپ کو بتا دوں کہ ہمیں اس سے ذرا سا بھی فرق نہیں پڑے گا۔ نہ حکومت ہند اور نہ حکومت برطانیہ ہمیں اپنی منزل یعنی پاکستان کے حصول کے عزم سے منحرف کر سکتی ہیں' جو اب ہمارے عقیدے کا جزو بن چکا ہے۔ (تالیاں) میرے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مسرت کی بات نہیں ہو گی' اگر میں اپنی زندگی میں اسے قائم ہوتا دیکھ لوں۔

"میں آپ کو کوئی معاوضہ نہیں دے سکتا۔ نہ کوئی عہدہ نہ کوئی خطاب۔ جو مسلمان مجھ سے ملتا ہے میں اس سے کچھ قربانی کی بات کرتا ہوں' کچھ سخت کام کی۔ اس امر کے باوصف کہ میں آپ کو کچھ نہیں دے سکتا' مسلم ہند میرے ساتھ بہت انسیت اور شفقت کا اظہار کر رہا ہے۔ یہ کیا اسرار ہے؟ یہ بدیہی بات ہے کہ میں نے وہ بات دلیری سے کی ہے جو لاکھوں مسلمانوں کے دلوں میں تھی۔ وفاداری کے ساتھ آپ کی خدمت کی اور سچائی کے ساتھ آپ کی قیادت کی۔ میں آپ کو اپنی خدمت کے سوا کچھ نہیں دے سکتا۔ میں مسلمانوں اور اسلام کیلئے اپنی خدمت جاری رکھوں گا۔" (مسلسل تالیاں) (دی ڈان' ۲۷ دسمبر ۱۹۴۲ء)

۴۶۔ مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کے متعلق بیان

بمبئی ۱۳ جنوری ۱۹۴۳ء

"آل انڈیا مسلم لیگ کا آئندہ سالانہ اجلاس ایسٹر کی تعطیلات کے دوران دہلی میں منعقد ہو گا۔" یہ ہے وہ اعلان جو قائداعظم محمد علی جناح نے ایک اخباری بیان کے دوران کیا۔ انہوں نے اپنے بیان میں مزید کہا:

"ان ہدایات کے مطابق جو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل نے اپنی ۹ نومبر ۱۹۴۲ء کی قرارداد میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اگلے سالانہ اجلاس کے انعقاد کے انتظامات کے ضمن میں مجھے دی تھیں'

میں نے اس بارے میں مختلف صوبوں سے مشورہ کیا۔ مختلف صوبوں کی جانب سے مجھے دعوت ے موصول ہوئے جن کے لئے میں ان کا شکر گزار ہوں۔ لیکن محتاط غور و خوض کے بعد اور ان حالات اور اسباب کے پیش نظر جو آج کل ہند میں پھیلے ہوئے ہیں میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ آئندہ سالانہ اجلاس اگلے ایسٹر کی تعطیلات کے دوران دہلی میں منعقد ہونا چاہئے۔ لہذا میں نے دہلی صوبہ مسلم لیگ کے اس دعوت نامے کو قبول کر لیا جس میں انہوں نے دہلی میں انعقاد اجلاس کی دعوت دی تھی۔

مجھے یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ میں دہلی صوبہ مسلم لیگ کی جانب سے آل انڈیا مسلم لیگ کو دی گئی اس نہایت مخلصانہ دعوت کو سراہتا ہوں اور ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کی کامیابی کے لئے دعاگو ہوں کہ انہوں نے آئندہ اجلاس کے انتظامات کی ذمہ داری قبول کی۔

اجلاس کی تاریخوں اور ایجنڈا کا اعلان سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ جس قدر جلد سے جلد ممکن ہو گا کر دیں گے۔ [اے۔ پی] (دی مارننگ نیوز' ۱۵ جنوری ۱۹۴۳ء)

۴۷۔ موجودہ بحران کے حل کی کلید مسٹر گاندھی کے ہاتھ میں ہے
مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن بمبئی کے جلسہ سے خطاب

۲۴ جنوری ۱۹۴۳ء

"موجودہ بحران کے حل کی کلید بنیادی طور پر مسٹر گاندھی اور کانگرس قیادت کے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ حقیقی اور بے میل خواہش کا اظہار کریں تو اس مسئلہ کو حل کرنا ممکن ہے" اس امر کا اعلان مسٹر ایم۔ اے جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ان متعدد تجاویز کے جواب میں کیا جن میں کہا گیا تھا کہ موجودہ بحران کے حل کی کنجی مسٹر جناح کے پاس ہے۔

مسٹر جناح مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے ایک جلسے سے خطاب کر رہے تھے۔ مسٹر جناح نے کہا کہ "یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ مسلم لیگ اور مجھے اس کے صدر کی حیثیت سے کانگرس رہنماؤں کو جیل سے رہا کرانے کے ضمن میں پہل کرنی چاہیے۔ یہ ستائش اور تعریف کی بات ہے جو میرے لئے کہی گئی لیکن ہمیں اس صورت حال کا تجزیہ کرنا چاہیے جو ملک میں موجود ہے۔

مسٹر جناح نے کانگرس کی ۸ اگست کی قرارداد کا تذکرہ کیا اور کانگرس کے اس رویہ کا حوالہ دیا جو اس نے گذشتہ عشروں کے درمیان آزادی ہند کے بارے میں اختیار کیا۔ آخری بات مسٹر گاندھی کی طرف سے ۱۹۴۲ء میں یہ کہی گئی کہ جب تک مسلم لیگ کے ساتھ کوئی قابل عمل انتظام نہیں ہو جاتا سول نافرمانی تحریک کے معنی مسلم لیگ کے خلاف تحریک کے ہوں گے۔ کوئی کانگرسی

اس میں فریق نہیں بن سکتا۔

ایک اور موقع پر مسٹر گاندھی نے کہا فرقہ وارانہ مسئلہ پر سمجھوتے کے بغیر جنگ کے دوران عوامی تحریک خانہ جنگی پر منتج ہو گی اور یہ خود کشی کی دعوت ہو گی۔ مسٹر گاندھی نے اس بات پر زور دیا کہ ہندو مسلم مفاہمت کے بغیر آزادی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔"

ہند چھوڑ دو کا نعرہ

مسٹر جناح نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اگلا سوال یہ ہے کہ مسٹر گاندھی اور کانگرس نے وہ حکمت عملی کیوں اختیار کی جو ۸ اگست ۱۹۴۲ء کی قرارداد پر منتج ہوئی۔ آزادی پہلے اور ہندو مسلم تصفیہ بعد میں کی حکمت عملی اور انگریزوں کے خلاف "ہند چھوڑ دو" کا نعرہ اپنانا اچانک، مکمل طور پر، اور عدیم المثال قلابازی تھی۔ قدرتی طور پر اس حکمت عملی کا نتیجہ یہ نکلا کہ برطانوی حکومت نے کانگرس کی سول نافرمانی کی تحریک کے خلاف اپنی حکمت عملی اختیار کی۔

"کیا کانگرس یا مسٹر گاندھی یا دیگر ہندو رہنما یہ سمجھتے ہیں کہ وہ مسلم لیگ سے کوئی تصفیہ کئے بغیر ہند کی آزادی حاصل کر سکتے ہیں؟" مسٹر جناح نے یہ سوال کرتے ہوئے کہا "جو حکمت، عملی اختیار کر لی گئی بقول مسٹر گاندھی وہ خودکشی کی حکمت عملی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مسلمان تعداد کے لحاظ سے ایک چوتھائی ہوں۔ لیکن آپ ہمیشہ سروں کی گنتی کا سہارا بھی تو نہیں لے سکتے۔ اس برصغیر میں مسلمان ایک بہت طاقت ور قوم ہیں۔

"کانگرس کے رہنماؤں کا رویہ بالکل ظاہر ہے۔ مسٹر گاندھی اور کانگرس کی سوچ یہ ہے کہ وہ اتنے قوی ہیں کہ وہ مسلم ہند کے نہایت اہم اور بنیادی مفادات کو بھینٹ چڑھا کر برطانوی حکومت کو اپنے مطالبات تسلیم کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ مسلم لیگ کو نظر انداز کرنے کے اور کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔"

اس ضمن میں مسٹر جناح نے حالیہ قرار داد کا حوالہ دیا جو ہندو مہاسبھا نے کانپور میں منظور کی اور کہا کہ ہندو مہاسبھا جو کانگرس کا بغل بچہ ہے اور بات لگی لپٹی نہیں رکھتی۔ وہ کہتے ہیں "ہم ہند کی آزادی اور خود مختاری حاصل کریں گے آپ کے ساتھ اگر آپ پسند کریں' اور آپ کے بغیر اگر آپ نہیں آتے۔"

آگے چل کر مسٹر جناح نے کہا کہ متعلقہ جماعتیں مسلم لیگ کو نظر انداز کرنے کے علاوہ برطانوی حکومت کو مجبور کر رہی ہیں اور اسے سنگین نتائج کی دھمکی دے رہی ہیں۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ بلاشبہ دس کروڑ مسلمان علم بغاوت بلند کر دیں گے اور ہندو راج کے رحم و کرم پر رہنا گوارا نہیں کریں گے۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "برعکس ازیں ہندو مہاسبھا کے فیصلے سے انگریز قدامت پسندوں کو یہ حربہ ہاتھ آجائے گا کہ وہ یہ لاجواب دلیل استعمال کر سکیں کہ اگر بڑی جماعتوں میں کوئی سمجھوتہ نہیں ہوتا تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔" فرض کیجئے کانگرس کامیاب ہو جاتی ہے یا برطانوی حکومت ہند چھوڑ کر چلی جاتی ہے اور کانگرس کے تصور کے مطابق ہند آزاد ہو جاتا ہے۔ مسٹر جناح نے دریافت کیا کہ کیا کانگرس اس برصغیر کی آزادی کو برقرار رکھ سکے گی؟ یہ بالکل واضح ہے کہ مسلم ہند کبھی بھی ہندو راج کو تسلیم نہیں کرے گا اور اس کا نتیجہ ہو گا بدنظمی اور ابتری۔

مسٹر گاندھی، نے خود کہا ہے کہ انگریزوں کے جانے کے بعد وہ سمجھوتہ کر سکتے ہیں اور نہیں بھی کر سکتے اور مزید کہا کہ ہو سکتا ہے کہ خون خرابہ ہو اور خانہ جنگی۔

مسٹر جناح نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا لہٰذا میرے لئے کانگرس یا ہندو مہاسبھا کی حکمت عملی کو سمجھنا مشکل امر ہے۔ لیکن کچھ اخبار ہیں جو مسلسل لکھتے رہتے ہیں اور تجاویز پیش کرتے رہتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی مفاہمت ہو جانی چاہیے۔ کچھ مشورے اور تجاویز متعدد دیگر حلقوں سے بھی آئیں۔ ان سے واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ "ہند چھوڑ دو" کی حکمت عملی کے قائل نہیں ہیں - وہ جو کچھ چاہتے ہیں مفاہمت وہ ہے' مفاہمت مسلمانوں کے ساتھ نہیں بلکہ مفاہمت برطانوی حکومت کے ساتھ۔ وہ چاہتے ہیں کہ انگریز اس ملک میں رہیں جو ان کی سرکاری حکمت عملی نہیں ہے۔ وہ فی الفور آزادی یا ہند چھوڑ دو کے حامی ہیں بلکہ چاہتے ہیں کچھ ایسی حکومت قائم ہو جائے جو ہندوؤں کو اس قابل بنا دے کہ وہ بتدریج انگریزوں کے زیر اہتمام مسلمانوں پر غلبہ حاصل کر سکیں اور انہیں کچل سکیں۔

خیالی پلاؤ

مسٹر جناح نے ایسے خوابوں کو محض "خیالی پلاؤ" سے تعبیر کیا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کیا برطانوی حکومت اس برصغیر کی حکومت کی گدی پر مسٹر گاندھی اور نہرو کو بٹھا دے گی تاکہ وہ برطانوی سنگینوں کی مدد سے مسلمانوں اور دوسروں پر غلبہ حاصل کر سکیں۔ اگر کانگرس اور ہندو رہنما دونوں قوموں—— ہندوؤں اور مسلمانوں کی خلوص سے آزادی چاہتے ہیں پھر تو پاکستان کی اسکیم کو قبول کرنے کے سوا اور کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔ یا ہم دوستوں اور اچھے ہمسایوں کی طرح رہیں یا پھر اگر کانگرس نے اکھنڈ ہندوستان اور متحدہ ہند کی بات کرنے کا سلسلہ جاری رکھا تو پھر سب کے لئے غلامی کا سلسلہ جاری رہنے کا امکان ہے۔

مسٹر جناح نے زور دے کر کہا کہ اکھنڈ ہندوستان' کا مطلب جیسا کہ ہندو مہاسبھا کی قرارداد

کانپور سے واضح ہوتا ہے ہندوؤں کا مکمل غلبہ۔

انگریزوں کا رد عمل

ایک بار پھر اس کا ذکر کرتے ہوئے کہ ہند میں تعطل کو حل کرنے کے لئے لیگ کو پیش رفت کرنی چاہیے مسٹر جناح نے کہا اس سلسلے میں اس مسئلہ پر انگریزوں کے رد عمل کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

انہوں نے مسٹر ایمرے کی حالیہ تقریر کے اقتباسات پڑھ کر سنائے۔ ایمرے نے ایک تاریخی نوعیت کا انکشاف کیا ہے اور مابعد جنگ ہند کی تعمیر نو کے ضمن میں وہ اکبر کی طرز حکومت کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ہند میں برطانوی حکومت کی تشکیل بھی اکبر کی حکومت کی طرز پر ہوئی ہے۔ اس کا زیادہ تر تعلق اپنی مطلق العنان حکمرانی سے تھا اور وہ کوئی حکمرانی نہیں تھی۔ اس کی جہاں تک کوشش ہو سکتی تھی وہ ہندوؤں کو سر پر چڑھاتا کبھی مسلمانوں کو۔ وہ خود مختلف قوموں سے فوجی اور غیر فوجی انتظام انصرام کے لئے اپنے وزیر مقرر کرتا۔ ہندوؤں نے کبھی اس کی حکمرانی کو قبول نہ کیا۔ جب کبھی ہندوؤں یا مسلمانوں کی طرف سے کوئی گڑبڑ ہوتی تو اکبر اپنا کام ہندو وزیروں سے نکلوا لیتا یا مسلمان وزیروں سے۔ یہ طرز حکومت ہے جو ہند پر مسلط کرنے پر غور کیا جا رہا ہے۔ متحدہ ہند کا مطلب ہے کہ جہاں تک عوام کا تعلق ہے ان کی کوئی آواز نہیں ہوگی اور یہ حکمران ہوں گے جو اکبری حربوں کے ذریعے حکمرانی کریں گے۔ اس طرح کا نظام ہے جو برطانوی حکومت نے ہند میں قائم کر رکھا ہے اور اسے جاری رکھنا چاہتی ہے۔

وائسرائے کی موجودہ ایگزیکٹو کونسل اکبر کی حکومت کی طرز پر ہی قائم ہے۔ اس میں مسلمان ہیں' ہندو ہیں' پارسی اور سکھ ہیں سب کو وائسرائے نے اپنا کام نکالنے کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔

جغرافیائی طور پر ایک

ایسوسی ایٹیڈ چیمبرز آف کامرس کلکتہ میں ہزایکسی لینسی وائسرائے کی ایک حالیہ تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "جبکہ ایمرے تاریخ ہند کی تحقیق میں مصروف ہیں اور متحدہ ہند کی تبلیغ کر رہے ہیں' ہم دیکھتے ہیں وائسرائے لارڈ لنلتھ گو نے یہاں اپنے سات سالہ قیام کے بعد اچانک یہ دریافت کر لیا کہ ہند جغرافیائی طور پر ایک ہے۔ ایک سمجھدار آدمی سے کیا انداز لگایا جائے گا؟ ہندو مہاسبھا نے کانپور میں اکھنڈ ہندوستان کی قرارداد منظور کر کے قدامت پسند انگریزوں کو نئے سال کا تحفہ پیش کر دیا۔

ان حالات میں مسٹر جناح نے دریافت کیا کہ میں کیسے اس بحران کو حل کر سکتا ہوں۔ ۸ اگست سے لے کر اب تک کانگرس کے رویئے میں تبدیلی کی کوئی شہادت نہیں ملتی۔ اگرچہ بہت

سے کانگری جیل میں ہیں تاہم تمام کانگری تو جیل میں نہیں اور ہندو پریس تو جیل میں نہیں ہے۔"

ابھی تک ایسی کوئی نشانی ظاہر نہیں ہوئی کہ ان کے دل بدل گئے ہیں۔ ایسی کوئی بڑی تجویز بھی سامنے نہیں آئی بجز اس کے کہ کانگرس نے ۸ اگست کو جو موقف اختیار کیا تھا اس پر سختی کے ساتھ کاربند ہیں اور جس کی ہندو مہاسبھا نے نہایت جارحانہ انداز میں توثیق کر دی ہے۔

واضح فکر کی ضرورت

کیا انسانوں کی ایسی کوئی تنظیم موجود نہیں جس کی سوچ واضح ہو۔ ہندو رائے عامہ کی ایک ایسی تنظیم جو اختیار سے لیس ہو اور جس کے پاس موجودہ بحران کو حل کرنے کی کوئی تجویز ہو؟ مسٹر جناح نے دریافت کیا کہ کیا رائے عامہ کی کوئی ایسی جماعت ہے جو اس بات کی یقین دہانی کرا سکے اور تجویز پیش کر سکے جس کے پیچھے منظوری۔اور اختیار ہو اور جو دل بدل دے اور رویہ میں تبدیلی لائے اور مسلم ہند اور مسلم لیگ کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کے لئے مذاکرات کی خواہش کا اظہار کر سکے۔"

انہوں نے کہا کہ "اگر آپ پوری صورت حال کا تجزیہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ موجودہ بحران کو حل کرنے کی کلید مسٹر گاندھی اور کانگرس کے ہاتھوں میں ہے۔ صرف حقیقی تبدیلی کی خواہش کا اظہار کر دیں۔ دوسری صورت میں عظیم اختیار کی جس صفت سے مجھے متصف کیا گیا وہ محض ستائش ہے۔ میرے پاس انہیں پس زنداں بھیجنے کا اختیار نہیں تھا اور زندان کے دروازے وا کرنے کا اختیار میرے پاس کیسے ہو سکتا ہے؟"

مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کا اعادہ کرتے ہوئے مسٹر جناح نے مسلم طلباء کو تلقین کی کہ وہ اپنی تعلیم کو کسی طرح بھی قربان کئے بغیر اپنی تعطیلات کے دوران مسلمانوں میں سماجی بھلائی کے کام کریں۔ انہوں نے انہیں یہ مشورہ بھی دیا کہ وہ اندرون ہند اور بیرون ملک حالات کا مطالعہ کریں۔

(دی مارننگ نیوز' ۲۷ جنوری ۱۹۴۳ء)

۴۸۔ ضلع بمبئی مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن سے خطاب

۲۵ جنوری ۱۹۴۳ء

ضلع بمبئی مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن نے کل شام مسٹر ایم۔ اے جناح کی خدمت میں ایک ہزار پانچ سو روپے کی تھیلی پیش کی۔ طلباء کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ روپے پیسے کی اتنی زیادہ اہمیت نہیں ہے جتنی اس ٹھوس ثبوت کی ہے کہ مسلم لیگ جو خدمت سرانجام دے

رہی ہے اسے سراہا جا رہا ہے۔

سرمائے کے لئے اپیل کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ اس ملک کے مسلمانوں میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو تن تنہا مسلم لیگ کے نظم و نسق اور اس کی ضروریات کا مالی بوجھ اٹھا سکے۔ گذشتہ مارچ میں انہوں نے دس لاکھ روپیہ کے لئے ایک اپیل جاری کی تھی۔ انہیں معلوم تھا کہ اگر مناسب طریقے سے رسائی کی جاتی تو بہت سے لوگ بڑے بڑے عطیے دے سکتے تھے اور پوری رقم جمع ہو جاتی۔ اب تک سرمایہ جمع کرنے کے لئے کوئی منظم کوشش نہیں کی گئی اور تمام عطیات انہیں براہ راست ارسال کئے گئے۔ مسٹر جناح نے توقع ظاہر کی کہ مطلوبہ رقم جلد جمع ہو جائے گی۔ مسٹر جناح نے مسلم طلباء کو تلقین کی کہ وہ داخلی اور بین الاقوامی امور کا مطالعہ کریں محض کتابی علم کافی نہیں ہو گا۔ اس وقت دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اس سے ہند کے مسئلے کو الگ تھلگ نہیں رکھا جا سکتا۔ مسلم لیگ کی حکمت عملی اور اس کے پروگرام کے گہرے مطالعے کے بعد اور خود لیگ کی افادیت اور اس کی منزل کا قائل ہونے کے بعد طلباء ہی لیگ کے مبلغ بن سکتے ہیں اور اس کے پیغام کو عوام تک پہنچا سکتے ہیں۔ **(قائداعظم : تقاریر و بیانات' جلد ۳ صفحہ ۲۷۹)**

۴۹۔ اسماعیل کالج بمبئی کے طلباء سے خطاب

یکم فروری ۱۹۴۳ء

ملک میں موجودہ بحران کے تناظر میں مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان پر زور دیتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے اسماعیل کالج کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ معمولی سوجھ بوجھ کی بات ہے کہ اگر ملک کی دونوں جماعتیں مشترکہ طور پر کوشش کریں تو برطانوی حکومت ہتھیار ڈال دے گی۔ اس وقت تک برطانوی حکومت کی پوزیشن یہ ہے کہ وہ بحران کو پائیدار اور مضبوط کرنا چاہتی ہے۔" انہوں نے اعلان کیا ہے کہ وہ انتقال اقتدار کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ اتحاد ہو۔ کچھ لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا وہ مخلص ہیں اور ان کا جواب یہ تھا: برطانوی حکومت کو اس دلیل کے ہتھیار سے غیر مسلح کیوں نہیں کر دیتے جو وہ ملک اور بیرون ملک دونوں جگہ استعمال کرتی ہے۔ انہیں بتا دیجئے کہ ہم متفق ہو گئے ہیں اب اقتدار منتقل کر دیجئے۔ مسٹر جناح نے کہا پھر جدوجہد کے لئے ہمارا زمانہ ہو گا جس کی ایک آواز ہو گی ایک مقتدر کے تحت اور ملک کے جملہ عوام کی ایک متحدہ کمان ہو گی۔ ایسی صورت حال کیوں پیدا نہیں کرتے؟"

مسٹر جناح نے کہا کہ پارلیمانی نظام حکومت اس ملک کے مزاج کے لیے موزوں نہیں اور ہندو فلاسفی کے لیے اجنبی ہے۔ اب ہندو یکدم جمہوریت سے محبت کرنے لگے ہیں کیونکہ اس

طرح وہ مسلمانوں پر حکومت کر سکتے ہیں- اس لا محدود خواہش اور خواب و خیال کا نتیجہ یہ ہے کہ برصغیر کی تاریخ کے انتہائی نازک موڑ پر تعطل پیدا ہو گیا ہے- ہمیں کہا جاتا ہے کہ اسے لازماً حل کیا جائے- اس کا حل صرف یہ ہے کہ ہندو لیڈر شپ کے اس خواب و خیال کو ختم کیا جائے- اب یہاں ایک عوامی تحریک ہے' توڑ پھوڑ کی مہم' جان ومال کی تباہی جس میں کئی معصوم جانیں ضائع ہو گئیں- سیاسی جدوجہد میں عوامی تحریک سے کوئی لوگ بھی کامیاب نہیں ہو سکتے جبکہ ہمارے اپنے ملک میں عوام کے متعدد طبقے اور پھر دس کروڑ مسلمان ہیں جو اسے محض گھریلو اختلاف نہیں سمجھتے- بلکہ اسے اپنے خلاف اعلان جنگ سمجھتے ہیں-

اس سے قبل مسٹر جناح نے اس بات کی تردید کی کہ مسلم لیگ مذہبی حقوق کے لئے لڑ رہی ہے یا یہ ایک فرقہ وارانہ تنظیم ہے ان معنی میں جن معنی میں ہندو اسے سمجھتے ہیں- مسلمانوں کے مذہبی حقوق تو ان کی روح اور جسم پر مرتسم ہیں اور انہیں کوئی نہیں چھین سکتا-

مذہب کیا ہے

انہوں نے دریافت کیا "کون سی حکومت ہے جو مہذب حکومت ہونے کی دعویدار بھی ہو اور ہماری مسجد کو منہدم کر سکتی ہے؟ اور کون سی حکومت مذہب میں مداخلت کر سکتی ہے جو قطعی طور پر خدا اور آدمی کے درمیان معاملہ ہے- مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان ایک قوم ہیں جو ہندوؤں سے ممیز و ممتاز ہیں-

مسلمانوں نے اس ملک پر آٹھ سو برس کے لگ بھگ حکومت کی ہے اور گذشتہ دو صدیوں سے ہندو اور مسلمان دونوں پر انگریز حکمران ہیں- گذشتہ نصف صدی کے دوران لوگوں نے یہ سوچنا شروع کیا اور کوشش کی کہ کوئی بھی حکومت ہو اسے آخر کار عوام کے سامنے جواب دہ ہونا چاہیے-

"یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں' لہٰذا ہماری اپنی ریاستیں ہونی چاہئیں-" مسٹر جناح نے زور دے کر کہا جتنی جلد ہندوؤں کے لئے بہترین چیز ہے کہ وہ ہند کے تین چوتھائی علاقے کو اپنی زبردست آبادی سمیت تحویل میں لیں' اپنا وطن قائم کریں اور اپنی معاشرت کے مطابق بود و باش اختیار کریں اور اپنی اقلیتوں کے ساتھ وہ سلوک روا رکھیں جو ایک مہذب حکومت کر سکتی ہے-

مسٹر جناح نے کہا"جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم یہ اعلان کرتے ہیں اور یہ ضمانت دیتے ہیں کہ نہ صرف ہم تمہاری اقلیتوں کے ساتھ اس طرح سلوک کریں گے جس طرح کا سلوک ایک مہذب حکومت کو کرنا چاہیے بلکہ اس سے بہتر کیونکہ یہ قرآن کریم کا حکم ہے کہ اقلیتوں کے

ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ (دی مارننگ نیوز' ۲ فروری ۱۹۴۳ء)

۵۰۔ مسٹر اے۔ کے فضل الحق کے ساتھ مراسلت کے اجراء پر بیان

بمبئی ۱۶ فروری ۱۹۴۳ء

چونکہ مجھے مسٹر اے۔ کے فضل الحق کی جانب سے اپنے ۱۱ فروری ۱۹۴۳ء کے برقیہ کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا اور چونکہ بنگال کی سیاست میں مختلف النوع واقعات رونما ہو رہے ہیں' میں چاہتا ہوں کہ اس خط و کتابت کو شائع کر دیا جائے جو مسٹر اے۔ کے۔ فضل الحق اور میرے مابین ہوئی تاکہ عامتہ الناس کو درست حقائق کا علم ہو سکے۔

مکتوب منجانب مسٹر اے۔ کے۔ فضل الحق محررہ ۱۳ نومبر ۱۹۴۲ء از دہلی بنام مسٹر جناح:

ڈیر مسٹر جناح' گذشتہ گیارہ ماہ کے دوران جو کچھ ہوا اس کی وجہ سے میں آپ کو لکھتے ہوئے ہچکچا رہا تھا لیکن جو کچھ میں نے قاضی صاحب کی زبانی سنا اس نے مجھے یہ چند سطور آپ کو لکھنے کا حوصلہ بخشا۔ آپ مجھے تیس برس سے زیادہ عرصے سے جانتے ہیں۔ آپ نہایت آسانی سے یہ محسوس کر سکتے ہیں کہ میں آپ کے ساتھ ملاقات کا متمنی ہوں اور آپ کو آپ کے اور مسلم لیگ کے ساتھ اپنی وابستگی کا یقین دلانا چاہتا ہوں۔

یہ ایک بدنصیبی کی بات ہے کہ ربع صدی سے زیادہ مدت کے دوران گہرے تعاون کے بعد آپ کے اور میرے درمیان اختلاف پیدا ہوا۔ تاہم اب میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ماضی میں جو کچھ ہوا اسے دفن کر دینے کی اجازت دیجئے اور گذشتہ چند ماہ کے دوران جو کچھ ہوا اس پر فراموشی کا پردہ ڈال دیجئے۔ مجھ پر اور میرے حامیوں کے خلاف پابندی ہٹا دیجئے اور ہمیں لیگ کی صفوں میں شامل ہونے کی سہولت فراہم کر دیجئے۔ میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ میں جماعتی نظم و ضبط اور صدر مسلم لیگ کی ہدایات کی پابندی کروں گا۔ جہاں تک ترقی پسند مسلم لیگ کا تعلق ہے اب تک اس کا وجود ختم ہو جائے گا۔ مجھے اس امر پر زور دینے کی چنداں ضرورت نہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کی یک جہتی کی خاطر میں ہر قربانی دینے اور اپنے ذاتی مفادات اور خواہشات کو مسلم قوم کے اعلیٰ و ارفع تقاضوں کے تابع کرنے کے لئے آمادہ ہوں۔ میں اس بات کے لئے بہت فکر مند ہوں کہ اس دراڑ کو پاٹ دیا جائے جو مسلمانوں کی صفوں میں پڑ گئی ہے اور کوشش کرنی چاہیے کہ کوئی مسلمان بھی لیگ کی صفوں سے باہر نہ رہنے پائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج رات آپ دہلی سے روانہ ہو رہے ہیں لیکن اگر آپ مجھے چند منٹ کا وقت دے سکیں تاکہ میں آپ سے منہ در منہ بات کر سکوں اور ہر بات کی صاف گوئی سے وضاحت کر سکوں تو میں

اسے بہت سراہوں گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے بعد میں مسلمانان بنگال کا مفاد آپ کے ہاتھوں میں چھوڑتا ہوں۔ آپ کا مخلص [دستخط] اے۔ کے فضل الحق

مکتوب منجانب مسٹر اے۔ کے۔ فضل الحق مرقومہ ۵ فروری ۱۹۴۳ء از کلکتہ بنام مسٹر جناح:

ڈیر مسٹر جناح،

میں بنگال کے قضیئے کو نمٹانے کا عزم کر چکا ہوں اور اس بے معنی جھگڑے کو ختم کرنے کا بھی جو بنگال میں مسلمانوں پر سخت ناپسندیدہ اثرات مرتب کر رہا ہے۔

اللہ کے فضل و کرم سے مجھے مجلس قانون ساز بنگال میں مستحکم پوزیشن حاصل ہے۔ اور میں غیر معینہ مدت، تا اختتام جنگ اور اس کے ایک برس بعد تک کام چلا سکتا ہوں۔

لیکن میں اپنے ملک اور فرقے کی خاطر وہ سب قربان کر دینا چاہوں گا جو آج کل میرے قبضے میں ہے۔ میں جو قدم اٹھانے والا ہوں وہ بھی یہ ظاہر کر دے گا کہ بنگال میں گذشتہ ۱۵ ماہ کے دوران جو افسوسناک واقعات رونما ہوئے ان کے لئے میں نے کسی کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا اور یہ کہ مجھ سے اتنے گناہ سرزد نہیں ہوئے جتنے گناہوں کا ارتکاب میرے خلاف ہوا۔ تاہم میری ایسی کوئی خواہش نہیں کہ میں ناخوشگوار ماضی کو کریدوں بلکہ میں تو اپنی تمام تر توجہ مستقبل پر مرکوز کر دینا چاہتا ہوں۔

میری آپ کے ساتھ آخری ملاقات کے دوران آپ کے آخری الفاظ سے جو آپ نے مجھ سے کہے میں نے یہ تأثر لیا ہے کہ اگر میں ترقی پسند جماعت توڑ دوں اور وزیراعظم کے عہدے سے مستعفی ہو جاؤں تو آپ اس پابندی کو ہٹا لیں گے جو مجھ پر عائد ہے۔ میں نے بکمال احتیاط اس صورت حال پر غور کیا ہے اور لیگ میں واپس آنے کی سہولت حاصل کرنے کی خاطر میں استعفیٰ دینے کے لئے تیار ہوں جس کا مطلب ترقی پسند مخلوط پارٹی کی از خود تحلیل ہے۔ کیا میں آپ کی جانب سے یک سطری جواب کی توقع کر سکتا ہوں کہ میں نے آپ کو درست سمجھا ہے اور یہ کہ جیسے ہی میں وزیراعظم کے عہدے سے استعفیٰ دوں گا مجھ پر جو پابندی عائد ہے ہٹا لی جائے گی؟ اگر ایسا ہے تو میں وہ قدم اٹھا لوں گا جس کا میں نے اظہار کیا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ جیسے ہی آپ کی شرائط پوری ہو جائیں گی آپ مجھے لیگ میں واپس لے کر میرے ساتھ بھی انصاف کر دیں گے۔ آداب و تکریم کے ساتھ میں ہوں آپ کا مخلص

[دستخط] اے۔ کے۔ فضل الحق

مکتوب منجانب مسٹر جناح مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۴۳ء بنام مسٹر فضل الحق

ڈیر مسٹر حق،

مجھے آپ کا ۵ فروری ۱۹۴۳ء والا خط موصول ہو گیا ہے۔ اس ملاقات کے دوران جو آپ کی مجھ سے آپ کے مکتوب مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۴۲ء کے نتیجے میں ہوئی میں اس نقطۂ نظر پر قائم تھا کہ ہمارا فیصلہ آپ کے "کلیتاً" غلط رویے اور عمل کے باعث تھا اور آپ نے پہلے ہی مسلم کاز کو زبردست نقصان پہنچایا جس کا کسی اور کے مقابلے میں آپ کو بہتر علم ہے۔ میں نے آپ کو یہ یقین دلایا تھا کہ اس معاملے میں نہ میرے کوئی ذاتی احساسات تھے نہ ہی میں کسی خارجی ادارے یا کسی خاص فرد سے متاثر ہوا تھا یا ہوں۔

میں نے آپ کے مسلم لیگ سے اخراج کا فیصلہ اس لئے کیا تھا کہ آپ کا رویہ اور عمل آل انڈیا مسلم لیگ کی تنظیم کے نظم و ضبط' بنیادی اصولوں اور حکمت عملی کی زبردست خلاف ورزی تھی۔ اس پر آپ نے تاسف کا اظہار کیا اور مجھے اپنے پچھتاوے کا یقین دلایا اور اس امر پر آمادگی ظاہر کی کہ جو تجاویز میں مناسب تصور کروں گا آپ ان پر عمل پیرا ہوں گے۔ آپ نے مجھے بتایا کہ آپ صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ پر سے پابندی ہٹا لی جائے اور یہ کہ آپ لیگ کے ایک معمولی رکن کی حیثیت سے کام کرنے کے لئے آمادہ و تیار ہیں اور تنظیم جو بھی خدمت آپ کو تفویض کرے آپ اسے بجا لائیں گے۔ آپ نے اپنے مکتوب مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۴۲ء میں بھی' ملاقات کا وقت دینے سے قبل یہ کہا کہ "میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ میں تنظیم کے نظم و ضبط اور صدر مسلم لیگ کی ہدایات کی پابندی کروں گا۔ اس پر میں نے آپ کے سامنے حسب ذیل تجاویز پیش کیں' بشرطیکہ مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم لیگ انہیں اپنی قطعی منظوری عطا کر دے۔

[۱]یہ کہ آپ نے جو کچھ کیا اس پر اظہار افسوس کریں۔

اگر آپ اب اس نتیجے پر پہنچ گئے ہیں کہ آپ کو دوبارہ رکنیت عطا کر دی جائے تو پھر یہ اس تنظیم کا حق بنتا ہے جس کی رکنیت کی آپ اتنی قدر کرتے ہیں کہ آپ اپنے پچھتاوے کا اظہار کر دیں۔ ورنہ اگر اراکین کو خارج کیا جائے اور انہیں دوبارہ رکنیت دے دی جائے کہ گویا کچھ ہوا ہی نہ تھا تو تنظیم کے وقار کے منافی ہو گا بلکہ نظم و ضبط کے ابتدائی اصولوں کے لئے تباہ کن بھی۔

[۲]یہ کہ آپ کو ترقی پسند مخلوط پارٹی کو یا تو توڑ دینا چاہیے یا آپ اس سے "کلیتاً" علیحدگی اختیار کر لیں اور وزیراعظم کی حیثیت سے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیں۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ اس کے بعد ہی میں اس پر آمادہ ہو سکتا ہوں کہ آپ پر جو پابندی عائد ہے اسے ہٹا لیا جائے اور آپ پر اور دیگر مسلمانوں پر جنہیں خارج کر دیا گیا تھا مسلم لیگ اور بنگال کی مجلس قانون ساز میں مسلم لیگ پارٹی کی رکنیت کا در وا کر دیا جائے۔ اس کے بعد بنگال کی مجلس قانون ساز میں مسلم لیگ پارٹی وقتاً" فوقتاً" مقننہ اور حکومت بنگال سے متعلق پیدا ہونے والے امور کے بارے میں فیصلے

کرے جو آل انڈیا مسلم لیگ کے بنیادی اصولوں اور حکمت عملی سے مطابقت رکھیں اور بلاشبہ مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم لیگ کی قرار داد نمبر۲ منظور شدہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۹ء اور جس کی آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی قرار داد نمبرا منظور شدہ ۲۵ فروری ۱۹۴۰ء سے توثیق ہوتی ہے کے تابع ہو۔ یہ قرارداد جسب ذیل ہے:

"کہ مجلس عاملہ اچانک ہنگامی حالات کے رونما ہونے کی صورت میں صدر کو اختیار دیتی ہے کہ وہ مختلف صوبائی مجالس قانون ساز میں مسلم لیگ پارٹیوں کو مشورہ دیں' ان کی رہنمائی کریں اور انہیں ہدایات جاری کریں اور مسلم لیگ پارٹیاں صدر کی ان ہدایات پر عمل کریں۔"

۱۳ نومبر کی اس ملاقات کے دوران آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ پندرہ روز کے اندر اندر ان ہدایات کی تعمیل کر دیں گے۔ لیکن تادم تحریر مجھے آپ کی طرف سے کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔

خط ختم کرنے سے پہلے مجھے یہ ضرور کہہ دینا چاہیے کہ میں اس لہجے' زبان اور ان جذبات کو نہیں سراہ سکتا جن کا اظہار آپ نے اپنے مکتوب کے پہلے پیرے میں کیا اگرچہ اس کے باوجود کہ آپ نے اس پیرے کا اختتام ان الفاظ پر کیا "تاہم میری ایسی کوئی خواہش نہیں کہ میں ناخوشگوار ماضی کو کریدوں بلکہ میں تو اپنی تمام تر توجہ مستقبل پر مرکوز کر دینا چاہتا ہوں۔" آپ نے کافی حد تک ماضی کو کریدا۔ آپ نے اس پیراگراف میں جو کچھ کہا مجھے اسے بھی رد کر دینا چاہیے کہ میں اس سے اتفاق نہیں کر سکتا کیونکہ یہ اصل حقائق کے برعکس ہے۔ میں ایسا کہنے پر اس لئے مجبور ہوا کہ آپ حقیقتاً ناخوشگوار ماضی کو دفن کر دینا اور پوری توجہ مستقبل پر مرکوز کر دینا چاہتے ہیں تو آپ کو اپنے خط کا آغاز اس تمہید سے نہیں کرنا چاہیے تھا جس سے آپ نے کیا۔ نہ ہی میں آپ کے آخری پیراگراف کو سمجھا ہوں بالخصوص جب آپ یہ کہتے ہیں "مجھے امید ہے کہ آپ ان اقدامات پر اپنے فیصلے مسلط نہیں کریں گے جو ہم بنگال میں ملک کے فرقوں کے لئے ممکنہ طور پر بہترین نظم و نسق کے حصول کی خاطر کریں گے۔ شاید یہ ایک غلطی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ (ملک سے) آپ کی مراد بنگال سے ہے۔

تاہم میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ آپ کے مکتوب کے آخری پیراگراف پر مزید بحث کی ضرورت نہیں' اس امر کے پیش نظر کہ میں نے جو کچھ اوپر وضاحت کی ہے یعنی ان شرائط کو پورا کر دیا جائے تاکہ تنظیم مسلم لیگ میں آپ کی دوبارہ شمولیت کی سہولت کا اہتمام ہو سکے۔

جونہی آپ مذکورہ بالا شرائط کو پوری کر دیں گے میں اس معاملے میں سلسلہ جنبانی شروع کر

دوں گا۔ مشفقانہ احترامات کے ساتھ
آپ کا مخلص
[دستخط] ایم۔ اے۔ جناح

برقیہ منجانب مسٹر جناح مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۴۳ء بنام مسٹر فضل الحق

بحوالہ آپ کا ٹیلی فون اور ہماری گفتگو۔ آپ کے مکتوب مورخہ ۵ فروری ۱۹۴۳ء کا جواب پہلے ہی ڈاک کے حوالے کیا جا چکا ہے۔ میرا خط موصول ہوتے ہی فوراً جواب دیجئے۔ میں اس مراسلت کی بغرض اشاعت اجرا کی تجویز کرتا ہوں تاکہ نادرست اور گمراہ کن بیانات کی تشہیر سے بچا جا سکے۔(اے۔ پی) [دی مارننگ نیوز' ۱۷ فروری ۱۹۴۳ء)]

۵۱۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل سے خطاب

نئی دہلی' ۷ مارچ ۱۹۴۳ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح' صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے کونسل سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

آپ نے ملک خضر حیات کا بیان سنا۔ قرارداد کا اصل مقصد یہ ہے کہ مجلس قانون ساز پنجاب میں مسلم لیگ پارٹی کا قیام عمل میں لایا جائے۔ جیسا کہ ملک خضر حیات خان نے وضاحت کی ہے' مسلم لیگ پارٹی پہلے ہی سے موجود ہے۔ یہ پارٹی بطریق احسن کام کر رہی ہے یا نہیں' یہ ایک علیحدہ سوال ہے۔ لیکن اب یہ قطعی یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ اب اس پارٹی کو مسلمانوں کی واحد باختیار اور نمائندہ تنظیم یعنی مسلم لیگ کے شایان شان بنانے کے لئے کوششیں رو بہ عمل لائی جائیں گی۔ لہٰذا کیا ہمیں انتظار کرنا اور یہ دیکھنا نہیں چاہیے کہ حقیقتاً کیا کوششیں کی جاتی ہیں؟

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے سکندر جناح میثاق کی شرائط یاد دلائیں اور کہا کہ اس سارے اہتمام کا مقصد یہ تھا کہ یونینسٹ پارٹی کے مسلمان اراکین ایک علیحدہ پارٹی کے طور پر کام کریں۔ درحقیقت ۸۶ ارکان نے عہد ناموں پر دستخط ثبت کئے اور میرے حوالے کر دیے۔ آئینی اعتبار سے پارٹی معرض وجود میں آ گئی۔ لیکن اس نے مناسب طریقے سے کام نہیں کیا جس طور سے اسے کرنا چاہیے تھا۔ حقیقی طور سے اسے کارکردگی کے لحاظ سے مستعد اور مضبوط بنانے کے لئے بہت کچھ کرنا ہو گا۔

مسٹر جناح نے اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ مسلم لیگ سول ڈیفنس کمیٹی چودہ ہزار میل کے پہلے دورے میں جو اس نے ہند کے ہر صوبے کا کیا' اپنے اولین فریضے کو نبھانے کے علاوہ کہ مسلمانوں کو بیرونی اور اندرونی خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے منظم کیا جائے' وہ بہت سا ایسا مواد بھی ساتھ لائے ہیں جس پر اس قرارداد کی اساس استوار کی گئی ہے۔ کمیٹی دوبارہ دورے پر جا رہی

ہے اور اس طرح اسے ایک موقع اور مہیا ہو جائے گا کہ وہ اسی موضوع پر مزید تحقیق کر سکے۔ ان کی واپسی کا انتظار کرنا بہتر ہو گا۔ اسی اثناء میں قرارداد آل انڈیا مسلم لیگ کے آئندہ سالانہ اجلاس تک ایجنڈے پر موجود رہے گی۔ چنانچہ قرارداد پر مزید غور و خوض آئندہ اجلاس کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔

تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے اس واقعہ پر اظہار مسرت کیا کہ گذشتہ چند ماہ کے دوران مسلم ہند نے پوری یک جہتی کے ساتھ مسلم لیگ کی حمایت کی اور ایک آواز میں بات کی۔ انہوں نے کہا کہ وہ آئندہ اپریل میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں پوری سیاسی صورت حال پر تبصرہ کریں گے۔ [اے۔ پی۔ آئی] (اسٹار آف انڈیا' ۸ مارچ ۱۹۴۳ء)۔

۵۲۔ پٹنہ کے مسلمان طلباء کے نام پیغام

۱۳ مارچ ۱۹۴۳ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح' صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے پٹنہ کے مسلم طلباء کے نام ایک پیغام میں کہا:

"آپ کے صوبے میں جو کچھ ہو رہا ہے اسے میں گہری نظر سے دیکھ رہا ہوں۔ وہاں آپ کو بلا شبہ زبردست دشواریوں اور رکاوٹوں کا سامنا ہے۔ میری توجہ ڈان' میں شائع شدہ ایک مضمون کی جانب مبذول کرائی گئی ہے جس میں آپ کے کالج میگزین کا نام بدل کر موریان رکھنے کا ذکر ہے۔ وہ جارحانہ رویہ جس کا ہندو' ہند کے مختلف حصوں میں مظاہرہ کر رہے ہیں نہ صرف بے حد قابل اعتراض ہے بلکہ آخر کار مسلمانوں کے مقابلے میں خود ان کے لئے زیادہ مضرت رساں ثابت ہو گا۔ مجھے آپ کے ساتھ پوری ہمدردی ہے اور آپ کی کامیابی کے لئے دعا گو ہوں۔"

(اے۔ ایف۔ ایم/ کے یو/کیو۔ اے/کلپ ۱۲ صفحہ ۵۲)

۵۳۔ یوم اقبال کی تقریب (لاہور) پر پیغام

۲۰ مارچ ۱۹۴۳ء

یوم اقبال کی تقریب پر مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے حسب ذیل پیغام جاری کیا:

"حوصلہ دکھاؤ اور زندہ رہو" یہ ہے اقبال کا پیغام۔ رجائیت' محنت' یقین۔ خود اعتمادی اور جسارت وہ اصول ہیں جن پر اقبال اپنے فلسفے کی بنا استوار کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ انسانی روح کی پاکیزگی اور انسانی کردار کی رفعت کے ناگزیر عناصر ہیں۔ ان کے نزدیک زندگی میں رکاوٹیں

اور پسپائیاں ہی زندگی کو بسر کرنے کے لائق بناتی ہیں۔ ایک درست مقصد اور بلند مقاصد کی خاطر جو قربانیاں دی جاتی ہیں اور جو نقصانات برداشت کئے جاتے ہیں وہی ایک قوم کو بام رفعت پر لے جاتے ہیں اور زندگی کو زیادہ پُرشکوہ اور بسر کرنے کے قابل بناتے ہیں۔

اقبال نے کبھی بھی ناکامی [مایوسی] پر یقین نہ کیا وہ باور کرتے تھے کہ خالق کائنات نے جو کچھ تخلیق کیا اس میں بنی نوع انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ حاصل ہے۔ انہیں یقین تھا کہ اس عالم کون و مکاں میں جو کچھ ہے انسان اس کے بہترین عناصر کا مجموعہ ہے۔ صرف انسان خود آگاہ نہیں ہے کہ ابھی اسے اپنی عظیم قوتوں کو استعمال میں لانا ہے اور وہ بھی درست جہت میں۔ اس خودی کو حاصل کرنے کے لئے جو اپنے آپ کو پروردگار کے اس قدر قریب پاتی ہے اور اسلام وہ ضابطہ (حیات) ہے جس نے اس حصول کے لئے نہایت سہل راستے اور ذرائع تجویز کر دیئے ہیں۔

"اقبال نہ صرف ایک فلسفی تھے بلکہ ایک عملی سیاستدان بھی تھے وہ ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے پہلی بار ہند کے سیاسی مسئلہ کا واحد حل قومی خطوط پر ہند کی تقسیم کو لائق عمل تجویز کے طور پر سوچا۔ وہ ان طاقتور ترین لوگوں میں شامل تھے جو ہرچند کہ کم گو تھے لیکن انہیں مسلم ہند کے جدید سیاسی ارتقا کے نقیب اور پیش رو کہا جا سکتا ہے۔

لہٰذا اقبال متوسط درجے کے فلسفی سے بلند تر تھے کہ ان کی تعلیمات کا ماحصل فکر اور عمل کا ایک حسین آمیزہ تھا۔ ان کی ذات میں ایک شاعر کی مثالیت پسندی اور اس شخص کی حقیقت پسندی جمع ہو گئی تھیں جو حالات کا عملی نقطہ نظر سے مشاہدہ کرتا ہے۔ اقبال میں یہ مفاہمت عین اسلامی تھی۔ درحقیقت یہ اسلام کے سوا کچھ نہیں۔ لہٰذا ان کا نظریہ ہے کہ زندگی تعلیمات اسلامی کے مطابق ہو جس کا موٹو ہو "حوصلہ دکھاؤ اور زندہ رہو۔"

"میں پوری دلجمعی کے ساتھ ان مساعی میں شریک ہوں جو یوم اقبال کمیٹی ان کی سالگرہ کے دن یوم شاعر منانے کے ضمن میں کر رہی ہے اور میں توقع اور دعا کرتا ہوں کہ ہم میں سے ہر ایک اقبال کے ان نظریات کے مطابق روبہ عمل رہے جن کا ان کی خوبصورت نظمیں پرچار کرتی رہیں اور جواب نظریہ پاکستان بن کر مسلم ہند کے دل اور روح میں جاگزیں ہو گیا ہے جو اس وقت نہایت درخشندہ طریق سے روشن ہے جو کبھی گل نہ ہو گا۔

(ڈی ڈان' ۲۱ مارچ ۱۹۴۳ء)

۵۴۔ یوم پاکستان کی تقریب کے موقع پر پیغام

دہلی۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۳ء

آج ۲۳ مارچ مسلم ہند کے لئے عظیم اہمیت کا حامل ہے۔ اس مبارک دن تین برس قبل

لاہور میں بااختیار طریقے سے آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے مسلم ہند کی قومی منزل کے تعین کا اعلان کیا گیا تھا جو بعد میں پاکستان اسکیم کے نام سے معروف ہوا۔

ان تین برسوں کے دوران مسلمانوں نے من حیث القوم جو ترقی کی وہ ایک قابل ذکر واقعہ ہے۔ دنیا کی تاریخ میں اس سے قبل کوئی قوم ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر ایک مشترکہ منتہائے مقصود کی خاطر اتنے تھوڑے سے عرصے میں اکٹھی نہیں ہوئی جتنی قلیل مدت میں اس وسیع و عریض برصغیر میں مسلم قوم اکٹھی ہو گئی۔ کبھی اس سے قبل ایک قوم نے جسے غلط طور پر اقلیت کہا گیا اس قدر سرعت کے ساتھ اور اتنے موثر طریقے سے اپنا لوہا نہیں منوایا۔ کبھی اس سے قبل کسی قوم میں اتنے اچانک طور پر وحدت فکر پیدا نہیں ہوئی۔ کبھی اس سے قبل کروڑوں کی آبادی نے اپنی یک جہتی نہ قائم کی اور نہ اس کا مظاہرہ کیا' اتنی محدود مدت میں ایسے مخصوص حالات میں' جیسے کہ ہند میں پائے جاتے ہیں۔ تین برس قبل پاکستان ایک قرارداد تھی۔ آج یہ مسلم ہند کے لئے عقیدے کا جزو ہے' زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔

یہ کوئی محض جذبے یا پروپیگنڈے کی بات نہیں تھی جس نے ہماری قومی یک جہتی کے قیام میں ہماری امداد کی۔ فی الحقیقت یہ ہمارے مقصد کا مبنی بر انصاف ہونا' ہمارے مطالبے کا مبنی بر عدل ہونا اور حق خود ارادیت کے لئے ہمارا پیدائشی استحقاق تھا جس کی وجہ سے ہم زندہ رہنے پر فخر کرتے ہیں اور جس کے لئے ہم مرنے کو تیار ہیں۔

ہم نے آل انڈیا مسلم لیگ کی شہرہ آفاق قرارداد لاہور میں اپنی منزل مقصود کو ہند کے مسئلہ کے واحد حل کے طور پر رقم کر دیا ہے۔ یہ ایک تجویز ہے جو امن عامہ کی نوید لائے گی اور اس برصغیر میں بسنے والے عوام کے مختلف طبقوں کے وقار اور ان کی عظمت کو برقرار رکھے گی۔

ہم نے رائے میں یک جہتی' ذہن اور فکر میں اتحاد پیدا کیا۔ اب ہمیں اپنے عوام کی تعلیمی' سیاسی' اقتصادی' معاشرتی ترقی اور اخلاقی فلاح پر اپنی توجہ مرکوز کر دینی چاہیے۔ ہمیں اپنے رہنماؤں سے تعاون کرنا چاہیے اور اجتماعی بہبود کے کام میں ان کا ہاتھ بٹانا چاہیے۔ ہمیں اپنی تنظیم کو مضبوط تر بنانا چاہیے اور اسے حسن کارکردگی کی نہایت عمدہ سطح پر استوار کر دینا چاہیے۔ اس تمام کام میں حتمی منظوری اور تنقید اور ہمارے عوام کے فیصلے پر منحصر ہے ہم مسلمانوں کو مستقبل کا سامنا کرنے کے لئے اپنی بنیادی صفات' اپنی قدرتی صلاحیتوں' اپنی داخلی یک جہتی اور اپنے متحدہ عزم پر انحصار کرنا ہو گا۔

میں بالخصوص اپنے دانشوروں اور مسلم طلباء سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ آگے بڑھیں اور موقع و محل کی مناسبت سے ہمت کریں۔ اپنی تربیت کیجئے' خود کو لیس کیجئے اس فریضہ کی ادائیگی کے

لئے جو ہمارے سامنے ہے۔ آخری فتح کا انحصار آپ پر ہے اور وہ ہماری پہنچ میں ہے۔ ماضی میں آپ نے حیرت انگیز کارنامے سر انجام دیئے ہیں اور اب بھی آپ میں تاریخ کو دہرانے کی صلاحیت موجود ہے۔ دوسری قوموں کے مقابلے میں آپ میں عظیم صفات اور خصوصیات کی کمی نہیں۔ صرف آپ کو اس حقیقت کا پورا احساس ہونا چاہیے اور حوصلے، ایمان اور اتحاد کے ساتھ عمل کرنا چاہیے۔ (قائداعظم تقاریر و بیانات (انگریزی) جلد ۳، صفحہ ۱۶۸۴)

۵۵۔ صوبہ سرحد مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے نام پیغام

۴ اپریل ۱۹۴۳ء

یہ بات فی الواقعی قابل اطمینان ہے کہ آپ کے صوبے میں مسلمان دانشور اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور کام شروع کر دیا ہے اور مسلمانوں کے قومی مقصد کے ضمن میں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہیں، جس کو سربلند رکھنا ہم میں سے ہر ایک کی ذمہ داری ہے۔ ماضی قریب میں جو حالات رونما ہوئے ہیں ان سے بغیر کسی شک و شبہے کے یہ بات آشکارا ہو گئی ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ لازماً ہمارے عوام کی جماعت ہے اور اس کے پس پشت سارے مسلم ہند کی منظوری، تائید، خیر سگالی اور اعتماد موجود ہے۔

آپ کا صوبہ اپنے منفرد محل وقوع کی بنا پر ایک بہت اہم صوبہ ہے۔ ہمارے قومی اوطان پاکستان کے قیام کے بعد جس کے لئے ہم آج کل جدوجہد کر رہے ہیں اس کی اہمیت میں اور بھی اضافہ ہو جائے گا۔ یہ بات میرے لئے بہت حوصلہ افزا ہے کہ آپ کے صوبے میں ہمارے لوگوں نے خود کو منظم کرنا شروع کر دیا ہے۔ اپنے آپ کو مستحکم کرنے کے معنی فی الحقیقت پاکستان کی سرحدوں کو مستحکم کرنا ہے۔ یہ ایسی چیز ہے جو ہمارے مقصد کے حصول میں ممد و معاون ثابت ہو گی اور اس طرح ہم اپنی آزادی، عزت، وقار، اور عظمت اسلام کو، جس کے لئے ہم آج کل جدوجہد کر رہے ہیں، برقرار رکھ سکیں گے۔

قرآن کا پیغام

آپ نے مجھ سے کہا ہے کہ میں آپ کو ایک پیغام دوں۔ میں آپ کو کیا پیغام دے سکتا ہوں۔ ہماری رہنمائی اور بصیرت کے لئے عظیم ترین پیغام تو قرآن کریم میں موجود ہے۔ ہمیں جو کچھ کرنا ہے وہ یہ ہے کہ ہم خود کو پہچانیں اور ان عظیم صفات، خوبیوں اور قوتوں کو بھی جن کے ہم حامل ہیں۔ آیئے ہم اپنے عظیم مقصد کے لئے کام کریں۔ ہمیں اپنی عظیم صلاحیتوں کو صحیح سمت میں روبہ عمل لانا چاہیے۔ ہمیں اپنے ذاتی مفادات اور سہولت کو اپنے لئے اجتماعی بہبود

اور ایک بلند تر اور بہتر مقصد پر قربان کر دینا چاہیے۔ پاکستان کا یہی مقصد ہے اور اگر ہم متحد' منظم اور اپنے مقصد کے وفا شعار رہے تو وہ وقت دور نہیں جب ہم اپنی منزل پا لیں گے اور خود کو اپنے حیرت انگیز اور شاندار ماضی کا اہل ثابت کر دیں گے۔

میں صوبہ سرحد کے اپنے مسلمان بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کی حکمت عملی اور پروگرام کو سمجھیں اور اس کھیل کا احتیاط کے ساتھ مطالعہ کریں جو ہمارے مخالفین کھیل رہے ہیں۔ محض نعروں اور دلفریب الفاظ کے چکر میں نہ آیئے۔ حرف ظواہر سے گمراہ نہ ہو جایئے اپنے اصولوں پر کاربند رہیے اور آپ کسی چیز سے خوف نہیں کھائیں گے بلکہ کامیابی [آپ کامقدر ہو گی] ہمیں دوبارہ میدان کو حاصل کرنا ہو گا یہ کہ ہمیں ایک بار پھر اپنے آپ میں واپس آنا ہو گا۔ ہمارے سامنے جو کام ہے وہ مشکل ہے لیکن اس کا صرف ہم پر انحصار ہے۔ اور اگر ہم مستعدی کے ساتھ ہمت و حوصلہ' خوش امیدی' خود اعتمادی' نظم و ضبط اور اتحاد سے کام کریں گے تو انشاء اللہ بہت جلد جنگ جیت لیں گے۔ دس کروڑ مسلمان حصول پاکستان کا عزم کر چکے ہیں جہاں ہمارے وطن ہیں اور ایسی کوئی طاقت نہیں جو ہمیں روک سکے۔

اپنے کام میں پیش قدمی کیجئے اور میں آپ کی کامیابی کے لئے دعاگو ہوں۔

(قائداعظم تقاریر و بیانات' جلد ۳' صفحہ ۱۶۸۶)

۵۶- جنوبی افریقہ میں صورت حال پر بیان

نئی دہلی' ۱۵ اپریل ۱۹۴۳ء

[سوامی بھوانی دیال اور مسٹر محمد احمد جدوت پر مشتمل ایک وفد مسٹر ایم۔ اے جناح' صدر آل انڈیا مسلم لیگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں جنوبی افریقہ کی صورت حال سے آگاہ کیا اور ان کے سامنے [ہند مخالفت]مسودہ قانون کے بارے میں حقائق پیش کئے۔ یہ مسودہ قانون یونین پارلیمان میں پیش کیا جا چکا ہے۔]مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

''میں اس کی نہایت پُرزور الفاظ میں مذمت کرتا ہوں اور یہ کہ اگر جنوبی افریقہ کی مجلس قانون ساز نے اس مسودہ قانون کو منظور کر لیا تو اس کے باعث ہند اور جنوبی افریقہ کے لوگوں کے درمیان اختلاف کی عمیق ترین خلیج حائل ہو جائے گی جو دولت مشترکہ کے مستقبل کی بنیادوں کو تباہ کر دے گی۔

جنوبی افریقہ اس دن کو روئے گا جس دن یہ مسودہ قانون' قانون کا روپ دھار لے گا اور

اسے قوانین میں شامل کر دیا جائے گا۔ نہ صرف یہ کہ یہ انصاف اور عدل کے سراسر منافی ہے بلکہ ہمارے ان لوگوں کی پیشانی اور ہندی نیک نام پر کالک کا ایسا ٹیکہ ہے جسے کسی طور بھی مٹایا نہ جا سکے گا۔ میں یہ باور نہیں کر سکتا کہ جنرل اسمٹس جیسا مدبر اپنی دوراندیشی اور دانشمندی کے باوصف ہند کے لوگوں کے ساتھ اتنی بڑی زیادتی کی اجازت دے دیں گے اور ایسے نازک لمحے میں اتنا زبردست بحران پیدا کرنے دیں گے۔"

(دی مارننگ نیوز' ۱۶ اپریل ۱۹۴۳ء)

۵۷۔ تقریب پرچم کشائی کے موقع پر تقریر

دہلی' ۲۳ اپریل ۱۹۴۳ء

آل انڈیا مسلم لیگ کے پنڈال پر مسلم لیگ کا پرچم لہراتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے مسلمانان ہند کے مطالبہ پاکستان کا اعادہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس پرچم تلے اور مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر مسلمان مرد' عورت اور بچہ متحد ہے اور اپنی منزل مقصود کے حصول کی خاطر ہر قربانی پیش کرنے کے لئے آمادہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہ صرف مسلمانان ہند بلکہ ساری دنیا کے مسلمان اپنے وجود کو محسوس کرا دینے کا عزم کر چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے مفادات کے تحفظ کے ضمن میں جس جوش و جذبے کا اظہار کیا ہے اس پر مسلمانوں کو ہدیہ تبریک پیش کیا۔

(دی مارننگ نیوز' ۲۴ اپریل ۱۹۴۳ء)

۵۸۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا تیسواں سالانہ اجلاس

منعقدہ دہلی میں خطبہ صدارت جو فی البدیہہ دیا گیا

۲۴ اپریل ۱۹۴۳ء

آل انڈیا مسلم لیگ کے مندوبین صاحبان' خواتین و حضرات! میں صمیم قلب کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ایک بار پھر مجھے آل انڈیا مسلم لیگ کا صدر منتخب کیا۔ یہ ایک ایسا اعزاز ہے جس پر آج کوئی بھی شخص رشک کرے گا اور اس کی تمنا کرے گا۔ مجھے امید ہے کہ میں آئندہ برس کے دوران آپ کے تعاون اور آپ کی تائید کے ساتھ آل انڈیا مسلم لیگ کی روش' حکمت عملی اور پروگرام کی رہنمائی کر سکوں گا۔ اور میں آپ کے سامنے رپورٹ پیش کروں گا اور آپ کو بتاؤں گا کہ جہاں تک آل انڈیا مسلم لیگ کے داخلی معاملات کا تعلق ہے کون کون سے مختلف واقعات رونما ہوئے۔

امور بنگال

خواتین و حضرات! اس ایک برس کے دوران یعنی گذشتہ اجلاس الہ آباد سے لے کر اب تک مسلم لیگ سارے ہند میں قوی سے قوی تر ہوئی [تالیاں] بنگال میں آپ حضرات کو علم ہے کہ گذشتہ ۱۶ ماہ کا عرصہ ہمارے لئے ابتلا کا زمانہ تھا۔ یہ ہماری بدقسمتی تھی کہ ہماری اپنی صفوں سے' ہمارے اپنے لوگوں کے ہاتھ میں غداری کا علم تھما دیا گیا جنہوں نے مسلم مفادات سے بے وفائی کی [مرحبا۔ مرحبا] میں سمجھتا ہوں کہ اب یہ بات بغیر کسی شبے کے طے ہو گئی ہے کہ گذشتہ پندرہ ماہ کے دوران مسلمانان بنگال نے خود کو اس انداز سے منظم کیا جیسا کہ انہوں نے بنگال کی تاریخ میں اس سے پہلے کبھی نہیں کیا تھا [تالیاں] وہ ایک چیف منسٹر کے تحت ستم رانیوں کا شکار ہوئے جس کے بارے میں مجھے یہ کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ وہ ایک مسلمان تھا[شرم شرم کی آوازیں]خواتین و حضرات! اگر میں آپ کے سامنے یہ روئیداد بیان کروں کہ فضل الحق کی سربراہی میں یہ وزارت کس قدر پستی میں گری ـــــ کوئی شریف النفس انسان کبھی اتنی پستی میں نہیں گر سکتا جس قدر گھٹیا طریقے انہوں نے استعمال کئے [شرم شرم] لیکن میں مسلمانان بنگال کو مبارکباد دیتا ہوں [مرحبا مرحبا] اور اس کا سہرا بنگال کے مسلمان نوجوانوں کے سر باندھتا ہوں جنہوں نے بڑی حد تک اس حربے کا مقابلہ کیا [مرحبا مرحبا کی آوازیں اور تالیاں] چند ماہ قبل ہمیں نیٹور کے انتخاب میں اندازہ ہو گیا تھا۔ ہمارے مخالفین نے ہمارے امیدوار کے خلاف جو امیدوار کھڑا کیا مجھے یہ کہتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ وہ اپنی ضمانت ضبط کرا بیٹھا اور ہر ضمنی انتخاب ہم نے جیتا اور آخر میں ایوان بالا کے انتخاب میں تو ہم نے سو فی صد کامیابی حاصل کی۔ یہ ظلم' یہ ستم رانیاں یہ حربے اور یہ ریشہ دوانیاں عدل اور انصاف کے اصولوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ایک منظم حکومت نے مسٹر فضل الحق کی سربراہی میں روا رکھے۔ اس طرح بنگال میں ہم آگ کی بھٹی میں سے ہو گذرے اور آج فضل الحق کا کہیں پتہ نہیں اور مجھے توقع ہے کہ باقی ماندہ زندگی میں بھی ان کا کہیں پتہ نہیں چلے گا[مرحبا۔ مرحبا کی آوازیں اور پر زور تالیاں] انہوں نے اکثر کہا کہ اگر وہ رکاوٹ ہیں تو وہ جانے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن گئے کبھی نہیں [قہقہہ] میں نہایت سوچ سمجھ کر اور پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ نہ صرف ایک رکاوٹ تھے بلکہ بنگال کی سیاست کے لئے ایک لعنت تھے۔ وہ مسلمانوں کے لئے ایک لعنت تھے کیونکہ انہوں نے ہمارے ساتھ بے وفائی کی۔ وہ ہندوؤں کے لئے ایک لعنت تھے کیونکہ انہوں نے ایک کٹھ پتلی اور ان کی تخلیق کی حیثیت سے ان کی خدمت کی۔ آخر کار انہیں نپولین کی طرح فیصلہ کن شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ [قہقہہ] اب وہ سینٹ ہیلنا میں قیام کریں' باقی ماندہ زندگی کف افسوس ملیں اور اللہ سے دعا کریں

کہ وہ ان کے گناہوں کو معاف کر دے۔

لہٰذا بنگال نے ثابت کر دیا ہے کہ وہاں منافقت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بنگال نے ایک مثال قائم کر کے جس سے دوسرے لوگ سبق حاصل کر سکتے ہیں [مرحبا۔ مرحبا کی آوازیں اور پرزور تالیاں] اب لیگ کی آواز ہے' عوام کی آواز ہے' اب ملت کا اقتدار ہے جس کے سامنے آپ کو سر تسلیم خم کرنا ہے خواہ آپ مسلم دنیا کے دراز ترین کونے پر ہوں۔ [دوبارہ تالیاں]

مجھے مسرت ہے۔ اگرچہ ہمیں اس پر زیادہ بغلیں نہیں بجانا چاہئیں کہ مسلم لیگ پارٹی آسام میں وزارت چلا رہی ہے۔ صدر مجلس استقبالیہ نے بجا طور پر کہا ہے کہ مسلم لیگ وزارت یا غالب اکثریت والی مسلم لیگ پارٹی آسام میں وزارت چلا رہی ہے۔ اسی طرح لیگ نے بنگال میں وزارت تشکیل دے دی ہے اور اس طرح سندھ میں اور پنجاب میں۔ لیکن اب جبکہ ہم اس کی توثیق کرتے ہیں تو اس خیال میں مگن نہ ہو جائیں کہ ہم جیت گئے ہیں اور صرف یہی کچھ ہماری طلب تھی۔ یہ تو صرف آغاز کار ہے [تالیاں] یہ بات نہیں ہے کہ تمام تر قربانیاں ہم وزارتوں کی خاطر دینے کے لئے تیار اور آمادہ تھے۔ ہم توقع کرتے ہیں وزارتیں ہمارے لئے ساری قربانیاں پیش کریں [پرزور تالیاں] جب تک وزارتیں لیگ کے بنیادی اصولوں اور حکمت عملی کے محور میں رہیں گی انہیں یقیناً ہماری حمایت حاصل رہے گی۔ لیکن میں ایک بار پھر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ ہمیں کسی ایسی وزارت کی حمایت سے دست کش ہونے میں کوئی پس و پیش نہیں ہو گی جو لیگ کے اصولوں پر کار بند نہیں ہو گی [تالیاں] میں بنگال کے بارے میں آپ کو بتا چکا ہوں۔

سندھ اور سرحد

اب میں آپ کو بتاؤں کہ آپ دیکھیں گے کہ سندھ میں آج ---- باور کیجئے میں مبالغہ نہیں کر رہا ہوں ---- ۹۹ فی صد مسلمان لیگ کے ساتھ ہیں [تالیاں] اور وہاں لیگ اس انداز سے منظم کی جا رہی ہے کہ اگر آپ اس پر دھیان دیں تو آپ کو یقین آجائے گا کہ اتنی ترقی کیسے کی ہے۔ شمال مغربی سرحدی صوبے میں۔ یہ واحد مسلم صوبہ ہے جو ابھی تک دفعہ ۹۳ [گورنر راج] کے تحت ہے۔ میری اطلاع یہ ہے اور یہ نہایت باوثوق ذرائع پر مبنی ہے کہ پچھلے ۱۶ یا ۱۸ مہینوں میں مسلم عوام بالکل مسلم لیگ کے ساتھ چلی گئی ہے' یہ اطلاع ہمارے ایجنٹوں یا دوسرے لوگوں پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کے بارے میں ان اخبار نویسوں کی مزید شہادت ملی ہے جو وہاں ہو کر آئے اور جنہوں نے صورت حال کا تجزیہ کیا۔

پاکستان کا اہم گوشہ، پنجاب

ایسی ہی صورت حال پنجاب میں ہے مگر مجھے یہ کہتے ہوئے دکھ ہوتا ہے کہ پنجاب نے ابھی تک وہ کردار ادا نہیں کیا جو اسے کرنا چاہیے تھا اور جو اس کا حق تھا۔ کیونکہ یاد رکھیے، پنجاب پاکستان کا اہم گوشہ ہے۔ اور میں خصوصیت کے ساتھ پنجاب کے مندوبین سے اپیل کرتا ہوں —— پنجاب کے لوگ ٹھیک ٹھاک ہیں۔ جب آپ لوگ واپس جائیں تو ازراہ عنایت —— میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا —— ازراہ عنایت، طبقاتی مفادات، بغض و حسد، قبائلی نظریات اور خود غرضی کی بجائے اسلام اور اپنی قوم سے محبت جاری و ساری کر دیجئے [تالیاں] کیونکہ ان برائیوں نے آپ کو مغلوب کر لیا ہے اور گذشتہ دو سو برسوں سے آپ کی پیٹھ زمین سے لگ گئی ہے۔ لیکن مجھے روشنی نظر آتی ہے۔ ایک بہت تابناک روشنی۔ کیونکہ، میں کہتا ہوں کہ جب میں گذشتہ نومبر میں پنجاب گیا تو مجھے اپنے پورے دورے میں یہ دیکھ کر حقیقتاً مسرت ہوئی کہ لوگوں کی بڑی تعداد بالکل ٹھیک ٹھاک اور کھری ہے۔ میری اپیل رہنماؤں سے ہے، اور ہمارے پاس بہت قابل لوگ ہیں بہت باصلاحیت لوگ۔ اگر وہ اپنے ذہن تیار کر لیں مجھے بھروسہ ہے کہ چھ ماہ کے اندر اندر پنجاب کا چہرہ بدل جائے گا۔ پس میں نے آپ کو اندازاً اور کسی نہ کسی طرح سے بتا دیا ہے کہ ان اکثریتی صوبوں میں لیگ کی صورت حال کیا ہے۔

اقلیتی صوبے

اقلیتی صوبوں کو فراموش نہ کیجئے۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے اس وقت روشنی پھیلائی جب اکثریتی صوبوں میں تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ وہ ہیں جو پیش رو دستے میں شامل تھے اور جنہیں کانگرس نے مسلم اقلیتی صوبوں میں اپنی بھاری اکثریت کے بل پر کچلنے کی کوشش کی۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے آپ، اکثریتی صوبوں کے لوگوں کے لئے ظلم و ستم سہے، آپ کی خاطر، آپ کے سود و بہبود اور آپ کے فائدے کے لئے۔ لیکن پرواہ نہ کیجئے، ستم سہنا ہی اقلیت کے کردار کا جزو ہے۔ ہم اقلیتی صوبوں کے لوگوں نے ظلم سہا اور جملہ نتائج و عواقب کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہیں اگر ہم اپنے شمال مغربی اور مشرقی خطوں کے ساڑھے سات کروڑ بھائیوں کو آزاد کرا سکیں۔

ہمیں ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ بلاشبہ یہ بات اب واضح ہو گئی ہے کہ ہم کس چیز کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ جو کوئی اب یہ بیان کرتا ہے کہ وہ نہیں سمجھتا، میں کیا کہوں؟ وہ بے وقوف ہے یا —— بددیانت آدمی ہے۔ یہ ہے ہماری منزل اور ہمارے مطالبات واضح ہیں۔ ہم کیا طلب کرتے ہیں یا ہم ان خطوں میں خود مختار ریاستیں قائم کرنا چاہتے ہیں جو ہمارے وطن ہیں اور جہاں ہماری اکثریت ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم ان خطوں کے ساتھ اتحاد نہیں چاہتے جہاں ہندو

اکثریت میں ہیں اور مسلمان اقلیت میں۔ اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کو آزادی ہند کے لئے ہند میں تحریک کا پس منظر بتادوں۔

احوال گذشتہ

خواتین و حضرات! اولاً' قانون مجریہ ۱۸۶۱ء اور قانون مجریہ ۱۸۸۴ء میں گورنر جنرل کی نام نہاد کونسل میں بہت تھوڑی سی نمائندگی دی گئی تھی' اگر آپ کو یاد ہو کہ منتخب نمائندے امپیریل لیجسلیٹو کونسل میں' جیسا کہ وہ اس وقت موسوم تھی' یا ملک کے مقامی بلدیاتی اداروں میں بھیج کر ایک چھوٹی سی ابتدا کی گئی' اس قانون پر عملدر آمد کا نتیجہ یہ تھا۔۔۔میں مبالغہ نہیں کر رہا۔ کہ کسی مسلمان کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ منتخب ہو سکے۔ پھر ۱۹۰۷ء میں منٹو مارلے تجاویز آئیں۔ یہ پہلا موقع تھا جب سنجیدگی کے ساتھ اس اصول انتخاب میں توسیع ہونی تھی یا اسے بڑھایا جانا تھا۔ اس وقت مسلمانوں نے' ۱۸۸۴ء سے ۱۹۰۷ کے تجربے سے کچھ سیکھ لیا تھا' جداگانہ انتخاب کا مطالبہ کیا۔ مسٹر گوکھلے جو ایک عظیم ہندو تھے—— اور میں اس وقت ایک نوجوان تھا—— اور جس نے اس مرد عظیم دادا بھائی نورو جی کے قدموں میں بیٹھ کر سیکھا تھا—— قدرتی طور پر کچھ اصول جذب کر لئے تھے جن میں سے ایک یہ تھا کہ اس سرزمین پر ان دو بڑے فرقوں میں منصفانہ تصفیہ ہونا چاہیے۔ مسٹر گوکھلے نے اس وقت مسلمانوں کے کاز کی حمایت کی۔ اپنی آزاد خیالی' وسیع القلب تدبر—— وہ دانش کا مینار تھے—— انہوں نے ۱۹۰۷ء میں جو کچھ کہا' وہ یہ تھا:

"بھاری ہندو اکثریت کے مد مقابل مسلمان قدرتی طور پر اس بات سے خوف زدہ ہیں کہ انگریزوں کی غلامی کا جوا کاندھوں سے اترنے کا معاملہ ان کے لئے ہندو کی غلامی بن جائے۔(یہ ایسا خوف ہے جس کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے) تعداد اور دیگر معاملات کے لحاظ سے اگر ہندو اس حال میں ہوتے جس میں مسلمان ہیں تو کیا انہیں اسی قسم کے خدشات لاحق نہ ہوتے؟ بلاشبہ ہمیں بھی یہ اندیشے محسوس ہوتے اور ہم بھی اسی نوع کی حکمت عملی اختیار کرتے جو مسلمان آج اختیار کر رہے ہیں۔"

ہندو قوم پرستی

یہ عظیم دادا بھائی نورو جی کے سے اخلاق کے لوگوں کی وجہ سے ہمیں منصفانہ تصفیہ کی امید بندھی۔ لیکن' یاد رکھیے' اس وقت بھی اس کے شواہد موجود تھے کہ ایک طبقہ ہندو راج کے خواب دیکھ رہا ہے۔ میں ایک ممتاز ہندو رہنما مسٹر بپن چندر پال کا ایک قول آپ کو سناتا ہوں آپ دیکھیں گے کہ ۱۹۱۳ء میں بھی ہندوؤں کے ایک بہت بڑے طبقے کا یہ قطعی مقصد تھا۔ مسٹر پال مئی ۱۹۱۳ء میں کہتے ہیں:

"لہٰذا ہمارے درمیان قومی امتیاز کی بنیاد صرف علاقائی تقسیم یا سیاسی یا اقتصادی مقابلے اور تصادم پر ہی نہیں ہے بلکہ یہ ثقافتی اختلافات پر مبنی ہے۔ مسلمانوں کی فرمانروائی میں ہندوؤں کی ہو یا مسلمانوں کی ایک مشترکہ حکومت تھی لیکن اس نے ہندو ثقافت کی سالمیت کو تباہ کیا۔ ہم نے مسلمان ہمسایوں سے بہت کچھ لیا اور اپنا بھی انہیں کچھ نہ کچھ دیا لیکن اس خیالات اور اداروں کے تبادلے سے ہمارا خصوصی کردار یا خصوصی ثقافت تباہ نہیں ہوئی اور وہ خصوصی کردار اور ثقافت اب اس شے کی روح یا جوہر ہے جسے ہم قوم پرستی کے نام سے جانتے ہیں۔ یہ محض ایک سیاسی خیال یا تخیل نہیں ہے۔ یہ ایسی چیز ہے جو ہماری اجتماعی زندگی اور سرگرمی کے ہر شعبے کو مس کرتی ہے' یہ ہماری داخلی' ہماری فرقہ وارانہ' ہماری معاشرتی اور عمرانیاتی معیشی اداروں کے تانے بانے میں شامل ہے۔ درحقیقت' بعض نقطہ ہائے نظر کے مطابق ہمارے اس تخیل میں سیاست سب سے کم اہم جزو ہے۔ یورپ کے نام نہاد آزاد سیاسی ادارے فی الحقیقت ہماری حقیقی قومی زندگی کی نشوونما میں ممد و معاون ہونے کی بجائے رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ قابل فہم حالات کے تحت محض سیاسی تسلط اس زندگی کے بالکل باہر کے کناروں کو بھی نہ چھو سکے۔"

آگے چل کر وہ کہتے ہیں :

"ہند میں قوم پرست تحریک اب تک ایک ہندو تحریک ہے جو قائل ہے :

۱۔ بہترین طور پر [الف] ہندو قوم پرستی [ب]وفاقی بین الاقوامیت [ج] عالمی وفاق

۲۔ عملاً [ا] اس کے لئے ہندو ثقافت اور تہذیب کے امتیازی کردار کو برقرار رکھنا۔

[ب] دیگر عالمی ثقافتوں مثلاً عیسائیت اور اسلام جو جدید ہند کے مرکب کی نمائندگی کرتے ہیں' کا ہمدردانہ اور مودبانہ مطالعہ اور ان کے ساتھ باہمی مفاہمت اور ممد تعاون کے جذبے کو فروغ دینا [ج] موجودہ انجمن موسوم بہ سلطنت برطانیہ کے لئے ایک وفاقی دستور تشکیل دے کر انگریزوں کے ساتھ تعلق جاری رکھنا۔ ایک وفاق جس میں ہند اور مصر برطانیہ کے دو مساوی رتبہ کے شریک کار ہوں اور برطانیہ میں آئرلینڈ اور برطانوی نو آبادیات شامل ہوں [د] عالمی وفاق کی جانب پیش رفت۔"

وہ کس چیز کے قائل ہیں؟ ہندو قوم پرستی کے۔ لیکن جیسا کہ میں کہتا ہوں' بے خوف' میرے قلب و روح میں تقریباً ہمیشہ رہنے والی امید پیدا ہوئی جسے میں نے دادا بھائی نورو جی سے اخذ کیا۔ میں اسے تج دینا نہیں بلکہ اس کی پرورش کرنی چاہتا تھا۔ ۱۹۱۳ء میں کانگرس کے اجلاس

کراچی کے بعد میں نے اپنی کوششوں کو دو چند کر دیا۔ کیا ہوا؟ آپ میں سے جن کو یاد ہے وہ جانتے ہیں کہ ہمارا اصل کام یہ تھا کہ اس غلط فہمی کو رفع کیا جائے۔ بہت سے اور لوگ بھی تھے جو طاقت کے ستون تھے، مسلمانوں میں بھی اور ہندوؤں میں بھی، اس مشن میں میں سب سے بڑا مجرم تھا۔ لہٰذا میں نے سعی کی اور میں اس میں کامیاب رہا کہ ان دونوں تنظیموں کے اجلاس کم سے کم ایک شہر میں تو منعقد ہو جائیں۔ یہ ۱۹۱۵ء میں ہوا۔ ان تھک کوششوں کے بعد میں نے ان دونوں کو بمبئی شہر میں اکٹھا کر دیا۔ اس وقت بھی جنگ جاری تھی اور یہ توقع کی جا رہی تھی کہ حکومت اس ملک میں دستوری اصلاحات کے ضمن میں حکمت عملی کے بارے میں کوئی اعلان کرنے والی ہے۔ ہمارے دوست انگریز اس وقت، آج بھی میں نہیں سمجھتا کہ انہوں نے یہ کھیل ترک کر دیا ہے—— یہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ دو تنظیمیں ایک چھت کے نیچے تو درکنار ایک شہر میں بھی جلسہ کریں۔ خواتین و حضرات! آپ کو علم ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس کی پہلی نشست کو پولیس کی عین ناک کے نیچے تہہ و بالا کر دیا گیا۔ ہم نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اس کی تحقیقات کرائے کیونکہ ہمیں اس کا احساس تھا کہ مسلم لیگ کا جلسہ پولیس کی مدد اور نوکر شاہی کی اعانت سے درہم برہم کیا گیا۔ میں اس تفصیل میں جانا نہیں چاہتا ہوں۔ انہوں نے اندازہ لگا لیا تھا اور ہم بھی کچھ زیادہ غلط نہیں تھے۔ اگلے سال کے آخر میں یعنی ۱۹۱۶ء میں کانگرس اور لیگ کے اجلاس دوبارہ لکھنؤ میں منعقد ہوئے اور وہاں ہم نے میثاق لکھنؤ پر دستخط کئے، اسے سربمہر کیا اور ارسال کر دیا۔ میثاق لکھنؤ کو ہندو مسلم لکھنؤ معاہدے کا نام دیا گیا۔ لیکن برطانوی پارلیمان نے متعدد طریقوں سے اس میثاق کا حلیہ مسخ کیا۔ اس کے بعد مانٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات کا اعلان آیا۔

مسٹر گاندھی نمودار ہوتے ہیں

یہ سال ۱۷-۱۹۱۶ء تھا جب یہ کچھ ہو رہا تھا کہ افق پر مسٹر گاندھی نمودار ہوئے۔ انہوں نے ۱۲ مئی ۱۹۲۰ء کو "ینگ انڈیا" میں اپنا اعلان شائع کیا۔ آپ کو یاد ہو گا کہ سات برس قبل مئی کے مہینے میں ہی مسٹر بی سی۔ پال نے اپنا اعلان کیا تھا۔ اور مسٹر گاندھی کیا کہتے ہیں؟

"یہ دیکھا جائے گا کہ میرے لئے سیاست نہیں بلکہ مذہب ہے۔ وہ مذہب کے تابع خدمت گار ہیں"

آپ بعد میں دیکھیں گے کہ مسٹر گاندھی نے اس اعلان کو رو بہ عمل لانے کے لئے کیا کیا۔ وہ مزید کہتے ہیں۔

> "میرے اندر جو سیاستدان ہے وہ میرے ایک فیصلے پر بھی حاوی نہیں ہوا۔ اور اگر میں سیاست میں حصہ لیتا ہوں تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ سیاست نے ہمیں سانپ کی

طرح کنڈلی میں جکڑ رکھا ہے جس میں سے کوئی باہر نہیں نکل سکتا۔ اس سانپ سے کشتی کرنے کے لئے میں سیاست میں مذہب کو داخل کر کے خود اپنے ساتھ اور اپنے دوستوں کے ساتھ تجربے کر رہا ہوں۔"

خواتین و حضرات: میں آپ کو بتاؤں کہ ایسا انہوں نے انتقاماً کیا۔ یہ بات آپ کی سمجھ میں اس وقت آجائے گی جب میں آگے بڑھوں گا۔ ۱۹۲۱ء میں ناگپور میں کانگرس کو فتح کر لینے کے بعد انہوں نے ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۱ء کے "ینگ انڈیا" میں کہا:

"میں خود کو سناتنی ہندو (قدامت پسند) کہاتا ہوں چونکہ اولاً میں ویدوں' اپنشد' پران اور ان تمام کتابوں پر ایمان رکھتا ہوں جو ہندوؤں کی مقدس کتابیں کہلاتی ہیں۔ لہٰذا اوتاروں اور تناسخ کا قائل ہوں۔ آخر کار وہ خود ایک اوتار بن گئے۔ (قہقہہ اور مرحبا)

"دوم میں ورن آشرم دھرم (ذات پات کا نظام) میں یقین رکھتا ہوں ویدوں کی بتائی ہوئی شکل میں۔

"سوم گائے کا تحفظ (گئو رکھشا) میرے ایمان کا جزو ہے۔ اور چہارم میں بت پرستی سے انکار نہیں کرتا" وہ ذرا نرم انداز میں کہتے ہیں کہ میں بت پرستی سے انکار نہیں کرتا۔

ان اعلانات کے باوصف جو اس قدر واضح اور غیر مبہم ہیں' ہندو قوم پرست قدرے مضطرب ہو گئے۔ انہیں علم نہیں تھا کہ یہ ایک شخص ہے دور اندیش اور چالاک شخص۔ تھوڑا سا وسوسہ اور اضطرب تھا' چنانچہ ان کو مطمئن کرنے کے لئے انہوں نے ۱۹۲۴ء میں لکھا:۔

"یہ سرگوشیاں کی جاتی ہیں کہ مسلمان دوستوں کے ساتھ اس قدر رہنے کی وجہ سے میں ہندو ذہن کو سمجھنے کے ناقابل ہو گیا ہوں۔ ہندو ذہن تو میں خود ہوں۔ یقیناً میں ہندو ذہن کو سمجھنے کے لئے ہندوؤں کے درمیان نہیں رہتا' جب میرے وجود کا ریشہ ریشہ ہندو ہے۔ "میرا ہندو مت بہت کمزور شے ہو گی اگر وہ بہت مخالف اثرات کے تحت نشوونما نہ پائے۔"

خواتین و حضرات: آپ کو یاد ہو گا کہ اس کے باوجود جب میں نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں ان سے ایک ہندو رہنما کی حیثیت سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں تو انہیں بہت غصہ آیا۔ اور اس کے باوصف وہ کہتے ہیں کہ "میرے وجود کا ہر ریشہ ہندو ہے" جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ہندو ذہن کو کوئی چیز متاثر نہیں کر سکتی۔ یہ تھا ۱۹۲۴ء میں (مرحبا۔ مرحبا)

۱۹۲۵ء اور اس کے بعد

خواتین و حضرات: جیسا کہ آپ کو علم ہے ۱۹۲۵ء کے بعد سے ہندو مسلم اختلافات کے

تصفیہ کے ضمن میں بہت سی کوششیں ہوئیں۔ ہر بار ہم درخواست گذار تھے۔ سائل کی حیثیت سے مسٹر گاندھی اور کانگرس کے دروازے پر اپنی تجاویز در دست۔ کسی نہ کسی وجہ کی بنا پر جواب نفی میں ملتا۔ انہوں نے کبھی جوابی تجاویز پیش نہیں کیں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ۱۹۲۷ء میں ہم نے دہلی میں کچھ تجاویز مرتب کیں۔ کسی نہ کسی طرح ۱۹۲۷ء کے اخیر میں مدراس میں کانگرس نے ان تجاویز کو کافی حد تک قبول کر لیا۔ لہٰذا فرقہ وارانہ مسئلے کا تصفیہ ہو گیا۔ چنانچہ مسلم لیگ اور کانگرس کی جانب سے دو کمیٹیاں مقرر کر دی گئیں جن کے ذمے ایک مشترکہ سیاسی مطالبہ مرتب کرنے کا کام لگایا گیا۔ میں آپ کو بتاؤں کہ جب ان دونوں کمیٹیوں کا اجلاس ہوا تو یہ مسٹر گاندھی تھے جنہوں نے انہیں درہم برہم کر دیا اور دونوں جماعتوں کی قراردادوں کے برعکس نہرو رپورٹ کی داغ بیل ڈال دی گئی۔ یہ دونوں کمیٹیوں کے اجلاس کے بعد اور ان کی برطرفی کے بعد ہوا۔ چنانچہ ہم نے مجبور ہو کر اپنی تجاویز واپس لے لیں۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ پھر نہرو رپورٹ آئی۔ اس کی تاریخ کا آپ کو علم ہے۔ میں صرف آپ کو یہ بتاؤں گا کہ مولانا محمد علی نے نہرو رپورٹ کے بارے میں کیا کہا۔ وہ آزاد منش انسان تھے اور بعض مسلمانوں نے کانگرس میں دوسروں کے مقابلے میں زیادہ جور و ستم سہے۔ مولانا محمد علی نے کہا:

"برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانے میں سرکاری منادی والا ہند پر دو طاقتوں کی فرمانروائی کا اعلان کرنے کے بعد کوئی سرکاری اعلان سناتا۔ اعلان کا فارمولا اس طرح ہوتا۔ خلق خدا کی۔ ملک ملکہ کا' حکم کمپنی بہادر کا [قہقہہ] لیکن مسٹر گاندھی کی نہرو اسکیم کے تحت مجوزہ سرکار کے تحت منادی کرنے والا ہند پر دو طاقتوں کی حکمرانی کا اظہار اس طرح کرے گا: خلق خدا کی' ملک برٹش کا' حکم مہاسبھا بہادر کا [زبردست نعرہ ہائے تحسین]

۱۹۳۰ء میں بمبئی میں ایک جلسہ عام کی صدارت کرتے ہوئے مولانا محمد علی جنہوں نے کانگرسیوں کے ساتھ کام کیا۔ ظلم و ستم برداشت کئے اور قربانیاں پیش کیں' کہتے ہیں:

"مسٹر گاندھی فرقہ پرست ہندو مہاسبھا کے زیر اثر کام کر رہے ہیں۔ وہ ہندو مت کی برتری اور مسلمانوں کی محکومی کے لئے کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے سول نافرمانی کی تحریک شروع کرنے کے مسئلہ پر مسلم فرقے سے کبھی مشورہ نہیں کیا۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلم فرقے کے سروں پر سے ایک فاتح کی حیثیت سے گزر جائیں۔ ہم نے کوئی عہد' سمجھوتہ یا معاہدہ نہیں توڑا۔ ہم ہند کے غدار نہیں ہیں۔ گذشتہ دس برسوں کے دوران ہندو اکثریت نے مسلمانوں پر ظلم ڈھائے اور ستم توڑے لیکن مسٹر گاندھی نے کبھی اصلاح احوال کی کوشش نہیں کی یا مسلمانوں کے خلاف ہندو دہشت گردی کی

مذمت نہیں کی- انہوں نے کبھی شدھی اور سنگٹھن کی تحریکوں کو برا نہیں کہا جن کا برملا اور واضح مقصد ہند میں مسلمانوں اور اسلام کو تباہ و برباد کرنا تھا- انہوں نے مدراس کے ہندو مسلم سمجھوتے کو مسترد کیا اور اسے توڑا- اب ہمارے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم قرآنی تعلیم پر عمل پیرا ہو جائیں- یعنی اگر تمہیں کسی فرقے کی طرف سے غداری یا عہد شکنی کا خدشہ ہو تو ان کے ساتھ طے شدہ معاہدہ ان کے منہ پر مار دو- اللہ غداروں اور عہد شکنوں کے اعمال کو پسند نہیں کرتا-" [نعرہ ہائے تحسین]

اب ہم دوسری گول میز کانفرنس پر آتے ہیں جس میں مسٹر گاندھی کانگرس کے واحد نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوئے- وہاں کیا ہوا؟ تصفیے کی جملہ کوششوں کو انہوں نے نہایت واضح طور پر کسی نہ کسی سبب کی بنا پر ناکام بنا دیا- آپ ڈاکٹر امبیدکر کی کتاب میں دیکھیں گے کہ مسٹر گاندھی نے لندن میں مسلم وفد پر جو شرائط عائد کیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ وہ ہماری تجاویز کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں' صرف ایک شرط پر کہ ہم مسلمان اچھوتوں کے جداگانہ انتخاب یا کسی خصوصی برتاؤ کے مطالبے کی مخالفت کریں- دوسرے لفظوں میں مسٹر گاندھی نہیں چاہتے تھے کہ اچھوتوں کے ساتھ کوئی خصوصی برتاؤ روا رکھا جائے- خواتین و حضرات 'اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کسی بھی شخص کے لئے جس میں وقار' دیانت' عدل اور انصاف کا ذرا سا شائبہ بھی ہو' کس طرح ممکن ہو گا کہ وہ اس شرط کو تسلیم کر لے- یہ کہ یہ ۶ کروڑ اچھوتوں کو' جو ہند کی روشن پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ ہیں' اچھوت رکھا جائے اور انہیں سناتن دھرمیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے' جن میں مسٹر گاندھی شامل ہیں- میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انسانیت کے نام پر مجھے مسلمانوں سے زیادہ ان کا خیال ہے [آوازیں مرحبا مرحبا اور تالیاں] آخر کار ہم مسلمان لین دین کی اہلیت رکھتے ہیں [تالیاں] اس طرح کی مکروہ اور بے ہودہ شرط سے بدتر بھی کوئی شرط ہو سکتی ہے جو مسٹر گاندھی نے پیش کی؟ ہم اسے کیسے قبول کر سکتے تھے- دوسری شرط یہ تھی کہ تم مسلمان مانتے ہو کہ تم ملک کی آزادی کے لئے لڑو گے- کیا میں اس قدر گرا ہوا ہوں کہ میں ایسی شرط کو قبول کر لوں؟ میں اس ملک کے عوام کی آزادی کسی اور کے مقابلے میں زیادہ ہی چاہتا ہوں [تالیاں] ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اس ملک کی محبت اور آزادی کا ٹھیکہ مسٹر گاندھی نے لے رکھا ہے- قدرتی طور پر معاملہ ختم ہو گیا- جب گول میز کانفرنس کی اقلیتی کمیٹی کا اجلاس ہوا تو مسٹر گاندھی نے کہا—— اور اصلی بات جو ان کے تحت الشعور میں ہوتی ہے ہمیشہ کسی سنگین لمحے میں گول مول انداز میں باہر آ جاتی ہے- وہ اقلیتی کمیٹی سے خطاب کر

رہے تھے اور مسٹر میکڈانلڈ (وزیراعظم برطانیہ) کرسی صدارت پر متمکن تھے۔ گاندھی نے کہا:

"مزید' آپ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیں گے کہ یہ وقت اقلیتی کمیٹی کا اجلاس طلب کرنے کا نہیں تھا۔ فرقہ وارانہ گتھی سلجھانا سوراج کے دستور کا تاج تو ہو سکتا ہے' اس کی اساس نہیں۔ اگر غیر ملکی تسلط کے باعث ہمارے اختلافات پیدا نہیں ہوئے تو سخت ضرور ہوئے ہیں۔ مجھے اس باب میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں کہ فرقہ وارانہ اختلافات کا تودۂ برف آفتاب حریت کی حرارت سے پگھل جائے گا۔"

مسٹر میکڈانلڈ نے کیا کہا؟ وزیراعظم بھی اس پر اس درجہ مشتعل ہوئے کہ وہ بول پڑے۔ مسٹر میکڈانلڈ کے بارے میں کچھ بھی کہا جائے' فی الحقیقت ان کے دل میں ہند کی امنگوں کے لئے ایک بہت ہی نرم گوشہ تھا۔ انہوں نے مسٹر گاندھی سے یہ کہا:

"راست باز بنو اور حقائق کا سامنا کرو۔ فرقہ وارانہ مسئلہ حقیقت کا مسئلہ ہے۔ کیا یہ مسئلہ ہند میں موجود ہے یا موجود نہیں ہے؟ میں جواب نہیں دیتا۔ میں چھوڑتا ہوں' آپ دیانتداری سے اس کا جواب دیں' اپنے لئے اور اپنے تئیں۔ پھر اگر فرقہ وارانہ مسئلہ واقعی موجود ہے تو اس کے تصفیے کے لئے کس طرح بحث و تمحیص ہونی چاہیے' ہند میں یا یہاں؟ ہند کی دستوری ترقی کی کسی بھی بنیاد میں فرقہ وارانہ نمائندگی کا مسئلہ موجود ہے' فرقے کے حقوق' فرقے کے تحفظ اور وغیرہ وغیرہ..."

یہاں گول میز کانفرنس کا باب ختم ہو گیا۔ پھر کیا ہوا؟ میں آپ کو نہایت مختصر طور پر بتاؤں گا۔ مسٹر گاندھی نے حسب ذیل ادارے قائم کئے :

گاندھی کے ادارے

۱۔ "گاندھی آشرم" سیواگرام میں۔ واردھا کو گاندھی مت کا ویٹی کن اور کانگرس کا دارالحکومت بنا دیا گیا۔

۲۔ "گاندھی سیوا سنگ" [ایک چھوٹی سی تنظیم جو گاندھی مت کے اسنتوں پر مشتمل ہے' جو گاندھی اور گاندھی مت کی مستقل داخلی کابینہ ہے]

۳۔ "گاندھی ہریجن سیوا سنگ" [جو پست اقوام کو ہندو مت کا اٹوٹ انگ بنائے رکھنے اور انہیں اسلام یا عیسائیت قبول کرنے سے روکنے کے لئے]

۴۔ "گاندھی ہندی پرچار سنگ" [سنسکرت سے بوجھل ہندی کو ہند کی ملکی اور قومی زبان کے طور پر فروغ دینے اور اردو کو اس کے اولیت اور ہر دلعزیزی کے مقام سے ہٹانے کے لئے]

۵۔ "گاندھی ناگری پرچار سبھا" [اس امر کی تشہیر کہ ہند کی زبانیں ہندی دیو ناگری' رسم الخط

میں تحریر کی جائیں اور اردو رسم الخط کو ہٹانے کے لئے]

۶- "گاندھی گرام سدھار سبھا" [دیہات میں گاندھی کے اصولوں کی تشہیر اور تبلیغ کے لئے]

۷- "گاندھی کھادی پراتھستان" [چرخہ کاتنے اور ہاتھ سے کپڑا بننے کے فروغ کے لئے جس کی ایک عقیدے کے طور پر پرستش کی جاتی ہے۔]

۸- گاندھی واردھا تعلیمی سنگ" بھی بعد ازاں منظم کیا گیا تاکہ گاندھی کے مذہبی اصولوں' روحانیت' قومی اقتصادیات اور قوم پرستی کو ریاستی کنٹرول میں لازمی ابتدائی تعلیمی نظام کے طور پر فروغ دیا جا سکے۔ واردھا اسکیم کے تحت ملک کے سارے تعلیمی نظام کو گاندھی مت کی تشہیر کے تابع لانا تھا۔[جو ہندو مت کی ایک نئی شکل تھا اور جس سے دیگر تمام مذاہب کو باہر رکھنا مقصود تھا]

۹- "گاندھی گاؤ رکھشا سبھا" [ہند میں گائے کا تحفظ اور مسلمانوں کو گائے کی قربانی اور اسے ذبح سے باز رکھنا]۔ گاندھی ہندوؤں کے اس مذہبی عقیدے کے زبردست حامی ہیں کہ گائے کی حفاظت کی جائے اور اس کی خدمت اور پرستش کی جائے لہٰذا انہوں نے گاؤ رکھشا سبھا اور گائے کی نمائش کو کانگرس کا تتمہ بنا دیا۔

گاندھی سیوا سنگ ان تمام انجمنوں کی مادر اعلیٰ ہے [قہقہہ] مسٹر گاندھی' گاندھی سیوا سنگ سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں :

"ان تمام انجمنوں کے کام کے دائرے محدود ہیں۔ آپ کی انجمن ایک زبردست تناور درخت ہے۔ اور یہ تمام انجمنیں اس کی شاخیں کہی جا سکتی ہیں۔"

اس طرح انہوں نے مادر اعلیٰ سے خطاب کیا۔ نہ صرف یہ بلکہ آپ دیکھیں گے کہ انہوں نے اپنے نائبین کو بھی مقرر کیا۔ علاوہ ازیں ہند کے سارے برصغیر کو تین قطعی پارلیمانی خطوں میں تقسیم کرتے ہوئے تین پارلیمانی خطوں کے آمر مقرر کئے' بالکل اپنے نازی ہم منصبوں' ضلعی آمروں کی طرح۔ بتدریج تمام صوبوں اور خطوں میں مستقل نائب مہاتما پیدا ہو گئے۔ یہ نائب مہاتما گاندھی مت کے مستقل اسقف ہیں۔ گاندھی مت کے اصولوں اور گاندھی مت کی آمریت پر یقین رکھتے ہیں۔ اس کے پیام پر اس کے احکام کی تعمیل کرانے والے۔ مثال کے طور پر آل انڈیا کانگرس کے صدر دفتر کے مستقل سیکرٹری' اچاریہ کرپلانی ہیں۔ وہ زبردست شارح اور گاندھی مت کو نظریہ کی شکل بخشنے والے ہیں' اور مشہور مقالے "گاندھی کی راہ" کے مصنف ہیں۔ "کاکا" کالیکر' گاندھی کے ہندی اور ناگری کے پروگرام کے ناظم ہیں۔ مسٹر مشرو والا گاندھی مت کی اسقف صاحبان کی مجلس اعلیٰ' گاندھی سیوا سنگھ کے مدار المہام ہیں۔ مسٹر آریہ نیاکام اور مسٹر کمار

آپا واردھا تعلیمی اسکیم کے ناظم ہیں۔ ڈاکٹر پرافلا چندر گھوش' نائب مہاتما بنگال' بنگال میں کھادی پرا تستھان اور گاندھی آشرم کے ناظم ہیں۔ بہار کے نائب مہاتما ڈاکٹر راجندر پرشاد بہار میں صداقت آشرموں کے ناظم ہیں۔ سرحدی گاندھی عبدالغفار خاں ہندویت کے اثرات کو فروغ دینے اور جنگجو پٹھانوں کو آختہ کرنے کے ذمہ دار ہیں —— ہندو راج کا خواب دیکھنے والوں کے لو لو [تالیاں] وہ صوبہ سرحد میں گاندھی آشرم کے ناظم ہیں۔ سردار پٹیل گجرات اور بمبئی میں نائب مہاتما ہیں۔ شنکر راؤ دیو مہاراشٹر میں نائب مہاتما ہیں۔ ڈاکٹر پٹا بھائی سیتارامیہ ایک اور نظریہ باز اور گاندھی مت کے شارح صوبہ اندھرا میں نائب مہاتما ہیں اور وغیرہ وغیرہ۔

گاندھی' ہٹلر اور مسولینی

یہ میرا بیان نہیں ہے بلکہ آل انڈیا نیشنل کانگرس کے اجلاس تری پورہ کی مجلس استقبالیہ کے چیئرمین کی شہادت ہے۔ اس وقت تک تنظیم کافی حد تک ترقی پا چکی تھی۔ میں چاہتا ہوں کہ لوگ حقائق کو سمجھیں اور خود نتائج اخذ کریں۔ سیٹھ گووند داس چیئرمین مجلس استقبالیہ نے کہا:

"ہماری تنظیم کانگرس کا مقابلہ اٹلی کی فاشسٹ پارٹی سے' جرمنی کی نازی پارٹی سے اور روس کی کیمونسٹ پارٹی سے کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ انہوں نے تشدد کو گلے لگا رکھا ہے اور ہم عقیدہ عدم تشدد کے پرستار ہیں۔ اٹلی کے تمام باشندے فاشی نہیں ہیں۔ جرمنی کے تمام عوام نازی نہیں ہیں' نہ ہی تمام روسی اشتراکی ہیں۔ ہر ہندی کانگرس کا چار آنے کا ممبر نہیں ہے۔ تاہم تمام ہندی کانگرس کے ساتھ ہیں۔ مہاتما گاندھی کو کانگرسیوں میں وہی مقام حاصل ہے جو مسولینی کو فاشیوں میں' ہٹلر کو نازیوں میں اور اسٹالین کو اشتراکیوں میں حاصل ہے۔ کانگرس اپنی موجودہ تشکیل کے اعتبار سے مہاتما گاندھی کی تخلیق ہے۔"

اب ہمیں بار بار یہ بات بتائی جاتی ہے کہ ہند میں مسلم لیگ ایک فرقہ وارانہ تنظیم ہے۔ یہ ہندو رہنما ہیں جنہوں نے دانستہ طور پر' ایک خاص مقصد کے تحت ان دو فرقوں کے مابین تصفیے کا کوئی بھی موقع عمدہ منصوبہ بندی اور باقاعدہ چالوں اور خود کو منظم کر کے تباہ کر دیا۔ اور پھر وہ اسے کہتے ہیں قوم پرستی' قوم پرستی' جمہوریت' جمہوریت۔

میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا یہ قوم پرستی ہے۔ کیا یہ جمہوریت ہے [تمام گوشوں سے آوازیں : نہیں۔ نہیں] جب ہم نہیں' کہتے ہیں تو ہمارے پیچھے ربع صدی کا تجربہ ہوتا ہے اور ناقابل تردید شہادت۔ لیکن ہم نے سنا اور ہمیں دکھ ہوا جب انہوں نے بے بنیاد طور پر کہا "تم نے اسے تباہ کر دیا ہے۔" آپ قوم پرستی اور جمہوریت کی بات کرتے ہیں۔ یا وہ سمجھ نہیں سکتے یا وہ بددیانت ہیں۔ کیا وہ یہ بات نہیں سمجھتے جب ہم کہتے ہیں کہ جمہوریت کا پارلیمانی نظام اس ملک

کے مزاج کے مناسب نہیں ہے؟ یقیناً یہ بدیہی بات ہے یہ عوامی نمائندہ دستوری حکومت کی بنیاد کے طور پر جمہوریت کا سوال نہیں ہے۔

اس انداز کو چھوڑ دیجئے

ہم نے یہ بات واضح کر دی ہے جب ایک قوم ان خطوں پر کام کر رہی ہو تو جمہوریت کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ نہ صرف یہ کہ ہمارے پاس شہادت ہے بلکہ ہم اس ابتلا سے گزرے ہیں' اور ہم نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ جب آپ جمہوریت کی بات کرتے ہو تو آپ اول درجے کے بددیانت ہوتے ہیں۔ جب آپ جمہوریت کی بات کرتے ہو تو آپ کی مراد ہوتی ہے ہندو راج' مسلمانوں پر غلبہ پانے کے لئے' ایک بالکل مختلف قوم' ثقافت میں مختلف' ہر شے میں مختلف! آپ خود ہندو قوم پرستی اور ہندو راج کے لئے کام کر رہے ہیں۔

خواتین و حضرات' ہم نے تیرہ سو برس پیشتر جمہوریت کا درس سیکھا تھا (تالیاں) یہ ہمارے خون میں ہے اور اس سے ہندو معاشرہ اتنا ہی دور ہے جتنا قطب شمالی کے علاقے۔ (دوبارہ تالیاں) تم ہمیں بتاتے ہو کہ ہم جمہوری نہیں ہیں۔ یہ ہم ہیں جنھوں نے انسانوں کی مساوات اور اخوت کا سبق پڑھا ہے۔ تمہارے ہاں تو ایک ذات کا آدمی دوسری ذات والے سے پانی کا گلاس نہیں لے گا۔ کیا یہ جمہوریت ہے؟ کیا یہ دیانتداری ہے؟ ہم جمہوریت کے ہمنوا ہیں۔ لیکن آپ کے تصور کی جمہوریت کے نہیں' جو سارے ہند کو گاندھی آشرم بنا دے گی۔ (تالیاں) یا ایک معاشرہ اور ایک قوم اس دائمی اکثریت کے بل پر ایک معاشرے اور ایک قوم کو جو دائمی طور پر اقلیت میں ہے تباہ اور برباد کر دے گی اور اس سب کچھ کو بھی جو اقلیت کو عزیز ہے۔

میں یہ حقائق آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ میں کہتا ہوں چھوڑ دیجئے' اس انداز کو چھوڑ دیجئے۔ آپ نے اپنا بستر تیار کر لیا ہے۔ آپ اس پر استراحت فرما سکتے ہیں۔ آپ اپنی ہندو قوم پرستی سنبھالیں۔ اپنی جمہوریت سے جی بھر کے لطف اندوز ہوں۔ اگر آپ لے سکتے ہیں تو اپنا ہندوستان بھی لے لیں۔ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ لیکن جب تک ایک مسلمان میں بھی زندگی کی رمق باقی ہے میں اس ہندو راج کو نہیں آنے دوں گا۔ آئرلینڈ کے قوم پرست رہنما ریڈمونڈ کی السٹر کے رہنما کارسن سے ملاقات ہوئی۔ ریڈمونڈ نے کارسن سے کہا سنئے کیا ہم کوئی تصفیہ نہیں کر سکتے؟ آخر آپ آئرلینڈ سے علیحدہ کیوں ہونا چاہتے ہو؟ السٹر اور آئرلینڈ کے لوگوں میں شمہ برابر بھی فرق نہیں۔ کارسن کا کیا جواب تھا "میں نہیں چاہتا کہ آپ مجھ پر حکمرانی کریں"۔

میرا مسٹر گاندھی کو جواب ہے۔ "میں نہیں چاہتا کہ آپ مجھ پر حکمرانی کریں۔" (تالیاں)

اعلان جنگ بندی کر دیجئے

یہ ہے صورت حال۔ میں صرف اپیل کرتا ہوں۔ اگر میری نحیف آواز ہندو ہند تک پہنچ سکتی ہے۔ میں ان سے اپیل کرتا ہوں : "اس انداز کو ترک دیجئے" آپ اس سرزمین کے لوگوں کے لئے آزادی طلب کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں صرف میرے ہی لئے نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے۔ وہ جو کچھ ہندو رہنماؤں کے لڑکپن کا خواب تھا اسے ترک کر دیجئے اور جو ان کی جوانی کا مقصد تھا۔ آپ ناکام ہو گئے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ ناکام ہو گئے ہیں۔ آیئے ہم اس باب کو ختم کر دیں۔ وہ قومیں بھی جنہوں نے ایک دوسرے کے لاکھوں انسانوں کو تہہ تیغ کر ڈالا ___ جو ہم نے ابھی تک نہیں کیا ___ جو آج ایک دوسری کی بدترین دشمن ہیں کل دوست بن سکتی ہیں' یہ سیاست ہے۔ اگر آپ کے رہنما اس راہ پر گامزن ہیں جیسا کہ میں کہتا ہوں کہ ہیں اور آپ اس کو پسند نہیں کرتے تو یہ آپ کی ذمہ داری ہے' ہندو عوام کی ذمہ داری ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور کہیں کہ "اس ہلاکت آفریں جنگ کو ختم کر دیجئے' اعلان جنگ بندی کر دیجئے۔ آیئے ہم برابری کی حیثیت سے مل بیٹھیں اور کوئی تصفیہ کر لیں۔" اب مسئلہ یہ ہے۔ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں ___ ممکن ہے کہ میں غلط ہوں۔ آپ یہ بات کب تک کہتے رہیں گے کہ یہ برطانوی حکومت ہے جس نے ہمیں الگ الگ کر رکھا ہے۔ آپ ایک ہی راگ کب تک الاپتے رہیں گے۔ میں برطانوی حکومت کی وکالت نہیں کر رہا ہوں [آفریں۔ آفریں] مجھے کچھ ان کے بارے میں بھی' ابھی کہنا ہے جب میں اس نکتہ پر پہنچوں گا۔

میں اس سرزمین پر اپنے لوگوں کو دلیل سے قائل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اس بات کا کوئی فائدہ نہیں کہ انگریز یہ نہیں چاہتے کہ ہم میں کوئی تصفیہ ہو۔ بلاشبہ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ انگریز ہماری حماقت کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لیکن ہمارے پاس اپنی ترکیبیں ہیں جو انگریز کی ان ترکیبوں سے بہتر ہیں جو وہ ہمیں غیر متحد رکھنے کے لئے وضع کرتے ہیں۔ جب ہم نے یہ بات لاکھوں بار سنی ہے کہ ہند میں انگریزوں کی حکمت عملی یہ ہے کہ تقسیم کرو اور حکومت کرو' تو ہم متحد کیوں نہیں ہو جاتے اور کیوں انگریزوں کو نکال باہر نہیں کرتے؟ ہم ان کے باوجود ایسا کیوں نہیں کر سکتے؟ لہذا میں کہتا ہوں کہ دنیا کی دیگر قوموں سے اپیلیں کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

دنیا کی دیگر قومیں ہماری آزادی اور خود مختاری کے ضمن میں ہم سے صرف ہمدردی ہی کر سکتی ہیں۔ بلاشبہ وہ جو کچھ کر سکتی ہیں کریں گی۔ لیکن ہمارے معاملات کو طے کرانے کے سلسلے میں دوسری قوموں سے اپیل کرنے سے کیا حاصل؟ یہ کوئی کیسے کرا سکتا ہے؟ کیا وہ یہاں حکومت چلا سکتے ہیں؟ کیا امریکہ سے آپ کی پارلیمان میں نمائندے بھیجے جائیں گے یہ دیکھنے کے لئے کہ آپ

کی پارلیمان میں کام ٹھیک طرح سے ہو رہے ہیں؟ کیا کوئی اور ملک آپ کی مجلس قانون ساز میں ممبر بھیجے گا اور دیکھے گا کہ آپ کی مجلس قانون ساز صحیح طرح سے کام کر رہی؟ اگر وہ ایسا کریں گے تو ہم بالکل اسی مقام پر ہوں گے جہاں ہم ہیں- یہ آپ کے نمائندے ہوں گے- یہ آپ کی کابینہ ہو گی جو کام کرے گی- پس میں کہتا ہوں کہ آپ کی تقدیر آپ کے اپنے ہاتھوں میں ہے- خاص طور پر جب ہمارے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کی جا رہی ہوں تو یہ وجہ بن جاتی ہے کہ کیوں نہ ہم ان کے باوصف تصفیہ کر لیں-

نہرو کا دوہرا کردار

اب ہم حالیہ واقعات کی جانب آتے ہیں- ملک معظم کی حکومت کی طرف سے سر اسٹیفورڈ کرپس جو تجاویز لائے ان کے بارے میں اپنی قرارداد میں کوئی اضافہ کرنا نہیں چاہتا- اگرچہ لیگ نے حتمی فیصلہ اجلاس الہ آباد کے بعد کیا- آپ کو وجوہ اور اسباب کا علم ہے- میں انہیں دُہرا کر آپ کا وقت نہیں لوں گا- کرپس تجاویز مختلف وجوہات کی بنا پر نہ ہمیں قبول تھیں اور نہ کانگرس کو- جہاں تک کانگرس کا تعلق ہے مسٹر گاندھی نے جو آخری تقریر کی اس سے بھی یہ بات واضح ہے کہ وہ نہ صرف پاکستان اسکیم کے خلاف ہیں بلکہ اسے ایک گناہ سمجھتے ہیں- اگر آپ مسٹر گاندھی سے واقف ہیں تو سمجھ لیجئے کہ وہ اس سے زیادہ سخت لفظ استعمال نہیں کر سکتے تھے- خیال کیجئے' یہ جرم نہیں ہے' یہ گناہ ہے یعنی اگر آپ پاکستان کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو آپ اس دنیا میں بھی مردود اور عقبیٰ میں بھی- کہا یہ گیا کہ کرپس تجاویز کانگرس کے لئے قابل قبول نہیں ـــ مجھے معلوم نہیں کہ کرپس اور کانگرس کے درمیان واقعتاً کیا ہوا- کہا یہ گیا کہ تجاویز کو ان وجوہ کی بنا پر مسترد کیا گیا' اول : ویٹو' دوم قلمدان وزارت دفاع- دریں اثناء کہ سر اسٹیفورڈ کرپس اور کانگرس کے مابین یہ بحث مباحثہ جاری تھا' پنڈت جواہر لال نہرو نے وائرلیس کے ذریعہ ایک مضمون امریکہ بھیجا جو ۱۹ جولائی ۱۹۴۲ء کے نیویارک ٹائمز میں شائع ہوا- اس میں کہا جاتا ہے :

''تیس برس قبل برطانوی حکومت نے ہند میں جداگانہ مذہبی انتخاب کا اصول رائج کیا' ایک مہلک چیز جو سیاسی جماعتوں کی نشوونما کی راہ میں رکاوٹ بن گئی- اب انہوں نے ہند کو تقسیم کرنے کا خیال پیش کیا ہے' نہ صرف دو حصوں میں بلکہ ممکنہ طور پر بہت سے الگ الگ حصوں میں' ایک یہ بھی وجہ تھی جو کرپس تجاویز کے خلاف تلخ مزاحمت پر منتج ہوئی- آل انڈیا کانگرس اسے قبول نہ کر سکی-''

کیا وجہ ویٹو تھی یا سبب قلمدان وزارت دفاع تھا؟ یا وجہ یہ تھی کہ آل انڈیا کانگرس پاکستان کے کسی خیال کو قبول نہیں کرے گی- اس ملک کو ایک طرح کا بیان اور امریکہ کو دوسری طرح کا

امریکی خود بھی پروپاگنڈا باز ہیں- لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہیں یہ محسوس کرنا چاہیے اور پوری طرح سے محسوس کرنا چاہیے کہ وہ انڈین نیشنل کانگرس سے بہتر پروپاگنڈا باز نہیں ہیں-

سول نافرمانی

پس، اس کے بعد آجاتے ہیں انفرادی سول نافرمانی پر- اس کا کوئی سیاسی مقصد نہیں تھا بلکہ یہ صرف آزادی تقریر کی خاطر تھی- اب آپ کو تقریر کی کون سی آزادی مطلوب ہے؟ سعی جنگ کو روکنے کے لئے ہر ممکن طریقے سے تبلیغ اور وکالت کی خاطر تقریر کی آزادی؟ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہماری اپنی حکومت ہوتی اور مجھے اس میں کوئی اختیار ہوتا، اور اگر کوئی تنظیم، ملک کی سب سے زیادہ طاقتور جماعت اپنے جملہ وسائل کے ساتھ یہ چاہتی کہ اسے سعی جنگ کے خلاف بات کرنے کی کھلی چھٹی دے دی جائے تو میں اسے برداشت نہ کرتا- میں انہیں جیل میں ڈال دیتا- لیکن اگر کوئی اپنے ضمیر کی آواز پر معترض ہوتا تو میں اس بات کو سمجھتا- آپ کس طرح یہ توقع کر سکتے ہیں کہ کوئی حکومت بالخصوص غیر ملکی حکومت اس کو جاری رکھنے کی اجازت دے دے گی- آیئے ہم اسے عام سوجھ بوجھ کے نقطۂ نظر سے دیکھیں- کیا یہ فی الواقع آزادی تقریر کے حق کے حصول کا ارادہ تھا- یا کیا اس کا مقصد نہ صرف سعی جنگ کو روکنا بلکہ برطانوی حکومت کو ہراساں اور مجبور کر کے اپنا مطالبہ منظور کرانا تھا؟ دریں اثناء مسٹر گاندھی یہ بھی کہتے رہے کہ وہ سول نافرمانی کی تحریک ہرگز شروع نہیں کریں گے کیونکہ یہ خودکشی کے مترادف ہو گی- لیکن خیال رہے کہ مسٹر گاندھی نے کہا تھا کہ وہ سول نافرمانی کی تحریک ہرگز شروع نہیں کریں گے کیونکہ یہ مسلم لیگ کی خواہشات کے خلاف ہو گی- وہ گذشتہ بائیس برس سے یہ کہہ رہے تھے کہ وہ ہندو مسلم اتحاد کے لئے زندہ ہیں اور یہ کہ یہ ان کی زندگی کا واحد مقصد ہے- اور وہ بغیر ہندو مسلم اتحاد کے کبھی بھی آزادی حاصل نہیں کر سکیں گے- گذشتہ برس جولائی میں جب ایک نئی تیکنیک ان کے ہاتھ لگی، ایک بالکل نئی تکنیک، تو پھر مسلم لیگ کو نظرانداز کرنا خودکشی کے مترادف نہیں رہا- اور یہ کہ مسلم لیگ آئے یا نہ آئے- انہوں نے اپنے بائیس سالہ پرانے اعلان پر نظرثانی کر لی کہ بغیر ہندو مسلم اتحاد کے نہ سوراج مل سکتا ہے اور نہ آزادی- یہ سب کچھ اچانک خیرباد کہہ دیا گیا، جب مسٹر گاندھی نے ۸ اگست کی مشہور قرارداد میں اپنی حکمت عملی اور پروگرام کا اعلان کیا- وہ کیا ہے؟ "ہند چھوڑ دو" ذرا اس زیادتی کا خیال کیجئے! کوئی پرواہ نہ کیجئے، کوئی پرواہ نہ کیجئے کہ اس ملک کے دس کروڑ باشندے کیا کہتے ہیں! میں اس حکومت کو جھکا کر رہوں گا تاکہ وہ میری خواہش کے سامنے ہتھیار ڈال دے- انگریزوں نے کہا اور خیال رہے کہ میں ہر اس بات کو جو وہ کہتے ہیں درست نہیں سمجھتا- انہوں نے کہا "کانگرس کی مزاحمت کر کے دراصل ہم آپ کا تحفظ کر رہے

ہیں۔ آپ کے مفادات کی حفاظت کر رہے ہیں کیونکہ اگر ہم کانگرس کے مطالبات کے سامنے سپرانداز ہو جائیں تو ایسا آپ کو خطرہ میں ڈال کر اور آپ کو قربان کر کے ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن مسلمان کہتے ہیں "ہم یقین نہیں کرتے کہ آپ ہم سے اتنی محبت کرتے ہیں۔" ہم جانتے ہیں کہ یہ ان کے حسب حال بھی ہے اور وہ صورت حال کا پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ کیونکہ اگر ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین کوئی تصفیہ ہو جائے تو انہیں علم ہے کہ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ انہیں اقتدار سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ تو اقتدار منتقل کرنے کے لئے بے چین ہیں لیکن ہم متحد ہونے پر اتفاق نہیں کرتے۔ اگر ہم متحدہ ہند کی شکل میں اقتدار حاصل نہیں کر سکتے ہیں تو ہمیں یہ منقسم ہند کی صورت میں لے لینے دیجئے۔

فساد کی آماجگاہ

خواتین و حضرات : اجازت دیجئے کہ میں آپ کو بتاؤں---- اور لیجئے میں آپ کو بتاتا ہوں' اگر میری نحیف آواز ہندو عوام تک پہنچ سکے تو وہ اس پر احتیاط کے ساتھ غور کریں کہ میں درست کہہ رہا ہوں یا غلط' میں ممکنہ طور پر صاف گوئی سے بات کروں گا۔ اس برصغیر میں کم و بیش گذشتہ سو برس سے انگریزوں کی حکمت عملی ان کی اس پختہ رائے پر قائم ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں کبھی سمجھوتہ نہیں ہو سکے گا۔ اور اگر کسی نہ کسی طرح سمجھوتہ ہو ہی گیا تو ان [انگریزوں] کے اثر یا دباؤ کے تحت فساد کی آماجگاہ کے سوا کچھ نہ ہو گا' جس پر متحدہ ہند کا چھاتہ محیط ہو گا' جس کی پھننگ پر انگریز براجمان ہو گا۔ لہذا انگریز اپنی دور اندیشی سے ایسی حکمت عملی پر کار بند رہا جس نے ہمیں متحدہ جمہوری پارلیمانی نظام حکومت کی راہ پر ڈال دیا۔ انگریز جانتے ہیں کہ اگر ہم اس راہ پر لگے رہے اور ہمیں جمہوری متحدہ ہند کا دستور بنانے کی اجازت بھی مل گئی' ہم ان کی ثالثی کے بغیر کبھی کوئی سمجھوتہ نہیں کر سکیں گے۔ یہ طریقہ ہے ان کے اقتدار کی اجارہ داری کو طول دینے کا۔ جب آپ آپس میں لڑتے رہیں اور ایک دوسرے کا سر پھوڑتے رہیں تو دو بلیوں کے درمیان انصاف کرنے کے لئے بندر آ ہی جائے گا [قہقہہ] یہی سبب ہے کہ کٹر انگریزوں [قدامت پسندوں] کا ایک مکتب فکر موجود ہے۔ ہمارے دوست جو اتفاق سے اس وقت حکومت ہند کی سربراہی کر رہے ہیں---- مرد عظیم لارڈ لنلتھ گو وائسرائے اور مسٹر ایمرے وزیر ہند جو پکے قدامت پسند قسم کے ہیں---- اب بھی گدھے کے سامنے گاجر لہرا رہے ہیں یہ کہہ کر کہ جغرافیائی اعتبار سے ہند ایک ہے۔ دوسرے عظیم انسان نے لندن میں اچانک یہ دریافت کر لیا کہ تاریخی طور پر اکبر کے عہد میں ہند متحد تھا [قہقہہ]

میرے دوستو! مجھے ہندوؤں کے ساتھ کوئی مخاصمت نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو یہ معلوم

ہو جائے کہ اگر معجزاتی طور پر آپ دستوری لحاظ سے جمہوری ہند تک پہنچ گئے تو ہم ایسا صرف برطانوی ہند کی حد تک کر سکیں گے۔

آزادی کی راہ

میں آپ کو بتادوں کہ انگریز جانتے ہیں کہ ہمیں ایک اور رُکاوٹ کو بھی عبور کرنا پڑے گا۔ سب سے بڑی رکاوٹ—— یعنی ہندی ریاستیں۔ بہت سی رکاوٹیں آپ کی راہ میں آئیں گی —— ایک' دو' تین اور چار۔ آپ سے کہا جاتا ہے کہ آپ ان رکاوٹوں کو عبور کریں اور آخری رکاوٹ کو عبور کرنا بہت ہی مشکل کام ہو گا۔ آپ جتنا چاہیں سوچ لیں۔ برطانوی حکومت جس حکمت عملی پر سو برس سے کار بند ہے یہ اس کا نتیجہ ہے۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے کسی نہ کسی طرح آپ کی بس چھڑوا دی بلکہ آپ کو غلط بس میں سوار کرا دیا[قہقہہ] اب آپ خود کو مزید بے وقوف نہ بننے دیں۔ یہ قریباً ایک صدی ہوئی۔ میں ہندوؤں سے کہتا ہوں—— اور انگریز کسی اور کے مقابلے میں زیادہ بہتر جانتے ہیں—— کہ عوام' ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی آزادی کا مختصر ترین راستہ ہے پاکستان۔ یہ میری زندگی میں آئے یا نہ آئے' [ہر طرف آوازیں سنائی دیں۔ یہ آئے گا یہ آئے گا] آپ میرے ان الفاظ کو یاد رکھیے گا۔ میں یہ کسی کی برائی یا دل آزاری کے لئے نہیں کہتا۔ بعض قوموں نے ایک دوسرے کے لکھوکھا انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ یہ کوئی دائمی بات نہیں۔ آج کا دشمن کل کا دوست ہوتا ہے۔ یہی زندگی ہے۔ یہ ہی تاریخ ہے۔

پس' میں یہ صاف ضمیر کے ساتھ کہتا ہوں۔ میرا گہرا دکھ یہ ہے کہ یہ کانگرس اور اس کی ہندو قیادت ہے جو ہندوؤں اور مسلمانوں کی آزادی کے حصول کو روکے ہوئے ہے۔ ہمارا ضمیر بالکل صاف ہے۔ میں ہندو عوام اور ہندو رہنماؤں سے اپیل کرتا ہوں : اپنی حکمت عملی کا دوبارہ جائزہ لیجئے اور اس پر نظرثانی کیجئے۔ کانگرس کی طرف سے بہت پروپاگنڈہ' جھوٹا پروپاگنڈا کیا جا رہا ہے۔ یہ پروپاگنڈہ آج کل زیادہ تر کمیونسٹ پارٹی کی طرف سے کیا جا رہا ہے' انہوں نے جو اپیلیں اور بیانات شائع کئے ہیں وہ بنیادی طور پر غلط ہیں۔

کانگرس کا موقف شروع سے لے کر ۸ اگست تک یہ ہے کہ پاکستان کے بارے میں حکمت عملی اور مطالبہ جھوٹ ہے۔ وائسرائے کے ساتھ اپنی مراسلت میں مسٹر گاندھی اس نکتے کا تذکرہ سرے سے ہی بھول گئے تھے۔ چنانچہ وہ اس عبارت کا بعد میں تذکرہ کرتے ہیں : "حکومت نے صریحاً اور اہم حقیقت کو مسترد یا نظر انداز کر دیا کہ کانگرس نے اپنی اگست کی قرارداد کے ذریعہ اپنے لئے تو کچھ طلب نہیں کیا۔ اس کے جملہ مطالبات سب لوگوں کے لئے تھے۔ جیسا کہ آپ کو علم ہونا چاہیے کانگرس اس بات کے لئے آمادہ اور تیار تھی کہ حکومت قائداعظم مسٹر جناح کو ایک

قومی حکومت کی تشکیل کی دعوت دے دے' صرف اس شرط کے ساتھ کہ یہ ایسے متفقہ سمجھوتے کے تحت ہو جو زمانہ جنگ کے دوران ضروری ہو۔ ایسی حکومت باقاعدہ منتخبہ مجلس قانون ساز کے سامنے جواب دہ ہو۔"

کیا میں غلط کہتا ہوں

یہ مسٹر گاندھی کے الفاظ ہیں۔ اس تجویز کا لب لباب یہ ہے کہ اس نوع کی حکومت باقاعدہ منتخبہ مجلس قانون ساز کے سامنے جواب دہ ہو گی۔ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں۔ اگر یہ ہو جائے تو باقی رہ کیا گیا۔ کیا اس میں کوئی شبہ ہے کہ لارڈ لنلتھگو فوری طور پر ایک دستوری گورنر جنرل بن جائیں گے یا انہیں ٹھوکر مار دی جائے گی؟ انڈیا آفس بند کر دیا جائے گا۔ وزیر ہند کا دفتر ختم کر دیا جائے گا۔ اور ہند میں برطانوی پارلیمان کا کوئی عمل دخل باقی نہیں رہے گا۔ یہ مرکزی دستور صرف اسی صورت میں رو بہ عمل لایا جا سکتا ہے جب موجودہ دستور منسوخ کر دیا جائے اور اس کی جگہ دوسرا لے لے۔ اگر میں غلط کہتا ہوں تو میں اپنی اصلاح کر لوں گا۔ جب مرکزی بنیاد ختم ہو جائے گی تو صوبائی حصار کرنے والا ڈھانچہ برقرار نہیں رہ سکتا۔ صوبوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا وہ گورنر کے ماتحت رہیں گے؟ کیا وہ موجودہ دستور کے تحت برقرار رہیں گے؟ لہٰذا آپ کو موجودہ دستور کو کھنگالنا اور منسوخ کرنا پڑے گا اور پورے ہند کے لئے بشمول ہندی ریاستوں کے ایک بالکل نیا دستور مرتب کرنا پڑے گا۔ ہم سے کہا جاتا ہے: اس میں خرابی کیا ہے؟ پاکستان کو صرف ملتوی کرنا پڑے گا۔ جواب یہ ہے کہ جیسے ہی آپ مسٹر گاندھی کی تجویز کی بنا پر یہ موقف قبول کر لیں گے اور اس کو رو بہ عمل لے آئیں گے پاکستان کا مطالبہ ہماری رضامندی سے تارپیڈو ہو جائے گا اور مسٹر گاندھی کے تجویز کردہ خطوط پر نئے دستور کی ترتیب نہایت تلخ تنازعات پر منتج ہو گی' اگر ایسی کوئی کوشش کی گئی—— یہ کہے بغیر کہ ایسے دستور کو مرتب کرنے کا اختیار کس کی طرف سے دیا جائے گا۔ لہٰذا کانگرس کا موقف ہمیشہ وہی ہے جو پہلے تھا۔ صرف اس کا اظہار مختلف الفاظ اور مختلف زبان میں کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے معنی اکھنڈ ہندوستان کی بنیاد پر ہندو راج ہی ہیں۔ اس صورت کو ہم کبھی قبول نہیں کر سکتے۔

مسٹر گاندھی اور سمجھوتہ

کوئی بھی مجھ سے زیادہ اس بات کا خیر مقدم نہیں کرے گا اگر اب بھی مسٹر گاندھی پاکستان کی بنیاد پر مسلم لیگ کے ساتھ تصفیہ کرنے کے لئے واقعی تیار ہوں۔ میں آپ کو بتا دوں کہ یہ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لئے عظیم ترین دن ہو گا۔ اگر وہ ذہنی طور پر آمادہ ہو جائیں تو مجھے براہ راست خط لکھنے سے مسٹر گاندھی کو کونسی چیز باز رکھ سکتی ہے؟ وہ وائسرائے کو خطوط لکھ

ہو جائے کہ اگر معجزاتی طور پر آپ دستوری لحاظ سے جمہوری ہند تک پہنچ گئے تو ہم ایسا صرف برطانوی ہند کی حد تک کر سکیں گے۔

آزادی کی راہ

میں آپ کو بتادوں کہ انگریز جانتے ہیں کہ ہمیں ایک اور رُکاوٹ کو بھی عبور کرنا پڑے گا۔ سب سے بڑی رکاوٹ ـــــ یعنی ہندی ریاستیں۔ بہت سی رکاوٹیں آپ کی راہ میں آئیں گی ـــــ ایک' دو' تین اور چار۔ آپ سے کہا جاتا ہے کہ آپ ان رکاوٹوں کو عبور کریں اور آخری رکاوٹ کو عبور کرنا بہت ہی مشکل کام ہو گا۔ آپ جتنا چاہیں سوچ لیں۔ برطانوی حکومت جس حکمت عملی پر سو برس سے کار بند ہے یہ اس کا نتیجہ ہے۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے کسی نہ کسی طرح آپ کی بس چھڑوا دی بلکہ آپ کو غلط بس میں سوار کرا دیا[قہقہہ] اب آپ خود کو مزید بے وقوف نہ بننے دیں۔ یہ قریباً ایک صدی ہوئی۔ میں ہندوؤں سے کہتا ہوں ـــــ اور انگریز کسی اور کے مقابلے میں زیادہ بہتر جانتے ہیں ـــــ کہ عوام' ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی آزادی کا مختصر ترین راستہ ہے پاکستان۔ یہ میری زندگی میں آئے یا نہ آئے' [ہر طرف آوازیں سنائی دیں۔ یہ آئے گا یہ آئے گا] آپ میرے ان الفاظ کو یاد رکھیے گا۔ میں یہ کسی کی برائی یا دل آزاری کے لئے نہیں کہتا۔ بعض قوموں نے ایک دوسرے کے لکھوکھا انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ یہ کوئی دائمی بات نہیں۔ آج کا دشمن کل کا دوست ہوتا ہے۔ یہی زندگی ہے۔ یہ ہی تاریخ ہے۔

پس' میں یہ صاف ضمیر کے ساتھ کہتا ہوں۔ میرا گہرا دکھ یہ ہے کہ یہ کانگرس اور اس کی ہندو قیادت ہے جو ہندوؤں اور مسلمانوں کی آزادی کے حصول کو روکے ہوئے ہے۔ ہمارا ضمیر بالکل صاف ہے۔ میں ہندو عوام اور ہندو رہنماؤں سے اپیل کرتا ہوں : اپنی حکمت عملی کا دوبارہ جائزہ لیجئے اور اس پر نظرثانی کیجئے۔ کانگرس کی طرف سے بہت پروپاگنڈہ' جھوٹا پروپاگنڈا کیا جا رہا ہے۔ یہ پروپاگنڈہ آج کل زیادہ تر کمیونسٹ پارٹی کی طرف سے کیا جا رہا ہے' انہوں نے جو اپیلیں اور بیانات شائع کئے ہیں وہ بنیادی طور پر غلط ہیں۔

کانگرس کا موقف شروع سے لے کر ۸ اگست تک یہ ہے کہ پاکستان کے بارے میں حکمت عملی اور مطالبہ جھوٹ ہے۔ وائسرائے کے ساتھ اپنی مراسلت میں مسٹر گاندھی اس نکتے کا تذکرہ سرے سے ہی بھول گئے تھے۔ چنانچہ وہ اس عبارت کا بعد میں تذکرہ کرتے ہیں : "حکومت نے صریحاً اور اہم حقیقت کو مسترد یا نظر انداز کر دیا کہ کانگرس نے اپنی اگست کی قرارداد کے ذریعہ اپنے لئے تو کچھ طلب نہیں کیا۔ اس کے جملہ مطالبات سب لوگوں کے لئے تھے۔ جیسا کہ آپ کو علم ہونا چاہیے کانگرس اس بات کے لئے آمادہ اور تیار تھی کہ حکومت قائداعظم مسٹر جناح کو ایک

قومی حکومت کی تشکیل کی دعوت دے دے' صرف اس شرط کے ساتھ کہ یہ ایسے متفقہ سمجھوتے کے تحت ہو جو زمانہ جنگ کے دوران ضروری ہو۔ ایسی حکومت باقاعدہ منتخبہ مجلس قانون ساز کے سامنے جواب دہ ہو۔"

کیا میں غلط کہتا ہوں

یہ مسٹر گاندھی کے الفاظ ہیں۔ اس تجویز کا لب لباب یہ ہے کہ اس نوع کی حکومت باقاعدہ منتخبہ مجلس قانون ساز کے سامنے جواب دہ ہو گی۔ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں۔ اگر یہ ہو جائے تو باقی رہ کیا گیا۔ کیا اس میں کوئی شبہ ہے کہ لارڈ لنلتھگو فوری طور پر ایک دستوری گورنر جنرل بن جائیں گے یا انہیں ٹھوکر مار دی جائے گی؟ انڈیا آفس بند کر دیا جائے گا۔ وزیر ہند کا دفتر ختم کر دیا جائے گا۔ اور ہند میں برطانوی پارلیمان کا کوئی عمل دخل باقی نہیں رہے گا۔ یہ مرکزی دستور صرف اسی صورت میں رو بہ عمل لایا جا سکتا ہے جب موجودہ دستور منسوخ کر دیا جائے اور اس کی جگہ دوسرا لے لے۔ اگر میں غلط کہتا ہوں تو میں اپنی اصلاح کر لوں گا۔ جب مرکزی بنیاد ختم ہو جائے گی تو صوبائی حصار کرنے والا ڈھانچہ برقرار نہیں رہ سکتا۔ صوبوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا وہ گورنر کے ماتحت رہیں گے؟ کیا وہ موجودہ دستور کے تحت برقرار رہیں گے؟ لہٰذا آپ کو موجودہ دستور کو کھنگالنا اور منسوخ کرنا پڑے گا اور پورے ہند کے لئے بشمول ہندی ریاستوں کے ایک بالکل نیا دستور مرتب کرنا پڑے گا۔ ہم سے کہا جاتا ہے: اس میں خرابی کیا ہے؟ پاکستان کو صرف ملتوی کرنا پڑے گا۔ جواب یہ ہے کہ جیسے ہی آپ مسٹر گاندھی کی تجویز کی بنا پر یہ موقف قبول کر لیں گے اور اس کو رو بہ عمل لے آئیں گے پاکستان کا مطالبہ ہماری رضامندی سے تارپیڈو ہو جائے گا اور مسٹر گاندھی کے تجویز کردہ خطوط پر نئے دستور کی ترتیب نہایت تلخ تنازعات پر منتج ہو گی' اگر ایسی کوئی کوشش کی گئی —— یہ کہے بغیر کہ ایسے دستور کو مرتب کرنے کا اختیار کس کی طرف سے دیا جائے گا۔ لہٰذا کانگرس کا موقف ہمیشہ وہی ہے جو پہلے تھا۔ صرف اس کا اظہار مختلف الفاظ اور مختلف زبان میں کیا گیا ہے۔ لیکن اُس کے معنی اکھنڈ ہندوستان کی بنیاد پر ہندو راج ہی ہیں۔ اس صورت کو ہم کبھی قبول نہیں کر سکتے۔

مسٹر گاندھی اور سمجھوتہ

کوئی بھی مجھ سے زیادہ اس بات کا خیر مقدم نہیں کرے گا اگر اب بھی مسٹر گاندھی پاکستان کی بنیاد پر مسلم لیگ کے ساتھ تصفیہ کرنے کے لئے واقعی تیار ہوں۔ میں آپ کو بتا دوں کہ یہ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لئے عظیم ترین دن ہو گا۔ اگر وہ ذہنی طور پر آمادہ ہو جائیں تو مجھے براہ راست خط لکھنے سے مسٹر گاندھی کو کونسی چیز باز رکھ سکتی ہے؟ وہ وائسرائے کو خطوط لکھ

رہے ہیں۔ وہ مجھے براہ راست کیوں نہیں لکھتے؟ وہ کون ہے جو انہیں ایسا کرنے سے روک سکتا ہے؟ وائسرائے کے پاس جانے' ان کے پاس لے جانے کے لئے وفد کی قیادت کرنے اور ان کے ساتھ خط و کتابت کرنے سے کیا حاصل؟ آج مسٹر گاندھی کو کون روک سکتا ہے؟ میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ باور نہیں کر سکتا — اس ملک میں یہ حکومت خواہ کتنی بھی مضبوط کیوں نہ ہو۔ آپ اس حکومت کو جو چاہیں سو کہیں' میں اس بات کا یقین نہیں کر سکتا کہ اگر اس طرح کا خط مجھے ارسال کیا جائے تو ان میں اتنی جرات ہو گی کہ وہ اسے روک لیں۔ (پرزور تالیاں اور آفریں۔ آفریں)

اگر حکومت کوئی ایسا اقدام کرتی ہے تو فی الحقیقت یہ بہت ہی سنگین معاملہ ہو گا۔ لیکن مجھے ایسی کوئی شہادت نظر نہیں آتی کہ مسٹر گاندھی کانگرس یا ہندو قیادت کی حکمت عملی میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہو۔

مجھ سے کہا جاتا ہے کہ ہمیں کچھ کرنا چاہیے۔ جہاں تک میری اطلاعات کا تعلق ہے کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ ہم کیا کریں؟ جب مجھے نام نہاد غیر جماعتی کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی تو میں نے سی۔ راج گوپال اچاریہ سے کہا کہ میں کانفرنس میں شرکت کرنا نہیں چاہتا اور میں نے اپنی وجوہ ان کے سامنے رکھیں۔ میں ان پر کسی طرح کا حملہ کرنا نہیں چاہتا۔ میں کوئی غیر ضروری تلخی بھی پیدا نہیں کرنی چاہتا۔ بلاشبہ ہمیں اس کا علم ہے کہ ان کے کوئی پیروکار نہیں ہیں — لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جن کا زندگی میں کوئی مقام ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا کوئی تجربہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے سیاسی مخالفین ہی ہوں۔ لیکن جب وہ ایک بار آگے آ گئے اور ملک کی سیاسی تحریک کے پیش رو دستے میں شامل ہو گئے تو ان شرفاء کو اس مسئلہ کو حل کرنے کا زیادہ موثر طریقہ اختیار کرنا چاہیے تھا بجائے اس قرارداد کے جو انہوں نے منظور کی اور جو طریق کار انہوں نے اختیار کیا۔ لیکن عظیم افراد بھی غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مسٹر گاندھی کو تمام اطلاعات ملتی رہتی ہیں۔ تمام اخبارات ملتے رہتے ہیں وہ جانتے اور سمجھتے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ اگر ان کے قلب میں ذرا سی بھی تبدیلی آئے تو انہیں صرف مجھے دو سطریں لکھنے کی ضرورت ہو گی اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ماضی میں ہمارے تنازعات خواہ کچھ بھی ہوں مسلم لیگ ناکام نہیں ہو گی۔ (تحسین کے زبردست نعرے اور تالیاں)

مشکل ترین معاملے

اب میں انگریزوں کی طرف آتا ہوں۔ یہ بہت بے ڈھب لوگ ہیں۔ ان کا موقف کیا ہے؟ ان کا موقف یہ ہے — کانگرس ایک باغی تنظیم ہے۔ یہ غداری کی مجرم ہے۔ وہ حکومت اور تاج

کے دشمن ہمیں۔ لہٰذا ان سے کوئی علاقہ نہیں ہو گا۔ وہ صرف ایک فریق ہیں۔ لیکن ہند کے عوام کی عظیم اکثریت ان کے ساتھ نہیں ہے بلکہ برطانوی حکومت کے ساتھ ہے۔ وزیراعظم کے حالیہ بیانات کیا کہتے ہیں؟ لندن میں اخبارات کیا کہتے ہیں؟ "دی سنڈے کرانیکل" ایک اداریے میں کہتا ہے "وزیراعظم کے اس پیغام کی گونج برطانوی قوم کے قلوب میں سنی جائے گی جس میں انہوں نے ہند کے فوجی جوانوں کی شجاعت کی داد دی۔" گونج کہاں ہے؟ مسٹر چرچل نے امداد و شمار سے حساب لگایا اور کہا کہ ہند کے عوام کی بھاری اکثریت کانگرس کے ساتھ نہیں تھی۔ جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے اس میں ذرا سا بھی شبہ نہیں کہ ہم اس سے الگ رہے اور خدا کا شکر ہے کہ ہم الگ رہے کیونکہ ہم تو شیطان اور گہرے سمندر کے درمیان ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ میں ان انگریزوں سے مطمئن نہیں ہوں جو یہ کہتے ہیں کہ وہ اقلیتوں کے مفاد اور ہمارے تحفظ کی خاطر کانگرس سے لڑ رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ آمادہ اور تیار ہیں اور درحقیقت وہ تو اقتدار چھوڑنے کے لئے مرے جا رہے ہیں۔ وائسرائے نے اس نوع کے حوالے کرسمس کے ہفتے کے دوران کلکتہ میں دیئے۔ کانگرس کو باغی اور خلاف قانون قرار دینے کے بعد انگریز دوسروں سے کیا کہتے ہیں؟ وہ کہتے ہیں "ہم کانگرس کو نظرانداز کس طرح کر سکتے ہیں؟" اس صورت میں کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ نہ صرف کوئی آپ کا اعتبار نہیں کرے گا بلکہ خود آپ کے اپنے اعتراف کے مطابق آپ کی خواہش' آپ کی پرجوش خواہش کو کہ آپ عبوری طور پر انتقال اقتدار کی سمت بڑھیں' ایک باغی تنظیم۔ کانگرس نے نہایت کامیابی کے ساتھ روک رکھا ہے۔ یہ ان کی طرف سے اعتراف ناکامی ہے۔ یا تو ہند کے عوام کانگرس کے پیچھے ہیں یا نہیں ہیں۔ اگر بھاری اکثریت کانگرس کے پیچھے نہیں ہے جیسا کہ دس کروڑ مسلمان یقیناً نہیں' تب باقی ماندہ ہند کو کیا جواب ہے؟ وہ کہتے ہیں "ہم کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ اس باغی تنظیم نے ہمیں مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ ہم صرف آپ کی خدمات کی تعریف کر سکتے ہیں جب آپ میدان جنگ میں جان دے دیں اور اس سے زیادہ نہیں۔" کیا یہ ایک دیانتدارانہ رویہ ہے؟

کیا اس رویہ سے کوئی شخص یہ باور کر سکتا ہے کہ انتقال اقتدار کی ایماندارانہ خواہش موجود ہے؟ ہم نے بے شمار مرتبہ یہ بات واضح کی ہے۔ لیکن ہمیں نظرانداز کیا جاتا ہے' ہماری جماعت کو نظرانداز کیا جاتا ہے کیونکہ یہ ان کے مناسب حال ہے۔ اس کے برعکس ہم پر الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم سعی جنگ میں اعانت نہیں کرتے اور اکثر ہمیں اس حکومت کی طرف سے یہ دھمکی دی جاتی ہے کہ جو "ہمارے ساتھ نہیں وہ ہمارے خلاف ہیں۔" خواتین و حضرات' اب میں کہتا ہوں کہ جہاں تک مسلم ہند کا تعلق ہے' جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ہماری تلخی کا پیمانہ کناروں

تک پہنچ گیا ہے۔

اگر ان کے نمائندے ایماندار اور لائق ہیں تو انہیں لندن میں مطلع ہونا چاہیے۔ میں ایک بار پھر برطانوی حکومت کی توجہ اس حقیقت کی جانب مبذول کرانی چاہتا ہوں۔ درحقیقت یہ بہت ہی سنگین صورت حال ہے اور میں انہیں اس پلیٹ فارم سے اطلاع دیتا ہوں کہ تلخیوں اور مایوسیوں کا پیالہ (لبریز ہو گیا ہے) — میں زیادہ سخت زبان استعمال کرنا نہیں چاہتا— یہ ذلیل برتاؤ جو مسلم ہند کے ساتھ روا رکھا گیا ہے ان کے لئے خطرے کا باعث ہے' آپ اس طرح [صورت حال کو] جاری نہیں رکھ سکتے۔ لہٰذا آپ اپنے موقف پر نظرثانی کیجئے۔ ہمارا مطالبہ کیا ہے؟ اعلان کر دیجئے۔ مسلم لیگ برطانوی حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ آگے بڑھے اور مزید تاخیر کے بغیر اور غیر مبہم انداز میں اعلان کرے جس میں مسلمانوں کے حق خودارادیت کی ضمانت دی جائے اور عہد کرے کہ مسلم لیگ کے اجلاس لاہور ۱۹۴۰ء میں منظور کردہ قرارداد کے خطوط پر مسلمانوں کے استصواب رائے کے فیصلہ پر عملدر آمد کیا جائے گا۔

جنگ سے متعلق رویہ

مسلم لیگ تیار تھی اور اب بھی آمادہ ہے کہ کسی تجویز پر غور کرے اور مساویانہ سطح پر کسی بھی جماعت کے ساتھ مذاکرات کرے تاکہ ہند کے دفاع اور کامیاب مساعی جنگ کی خاطر ملکی وسائل کو مجتمع کرنے کے لئے مرکز میں ایک عبوری حکومت قائم کی جا سکے۔ یہ قرارداد ۲۰ اگست ۱۹۴۲ء کو بمبئی میں منظور کی گئی تھی جسے ابتک کلیتاً" نظرانداز کیا گیا۔ اب اس جنگ میں ہمیں محض تماشائی کی حیثیت دی گئی ہے۔ میں نے ایک بار پہلے بھی یہ بات کہی ہے اور اس موقع پر دوبارہ کہتا ہوں کہ ہمارے خیالات اور ہماری آراء خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہوں اس باب میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں کہ— حقیقت' حقیقت ہے— ہند جنگ میں شریک ہے۔ جنگ میں ملوث ہونے کے بعد اب کس کا مفاد بالاتر ہے؟ کیا یہ زیادہ انگریزوں کے مفاد میں ہے یا زیادہ اتحادیوں کے مفاد میں ہے جو جنگ میں شامل ہیں' جیسے امریکہ' یا زیادہ ہمارے مفاد میں کہ ہمیں محض لاچار تماشائی نہ بنا کر چھوڑ دیا جائے کسی ایک ترکیب سے یا دوسری سے' کسی ایک حربے سے یا دوسرے سے' کسی ایک بہانے سے یا دوسرے کے ذریعے اور اسے دس کروڑ مسلمانوں کے تعاون کے بنا جاری رکھا جائے؟ وہ ایک بڑی غلطی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ وہ ابھی خطرے سے باہر نہیں نکلے۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں جیسا کہ میں نے اکثر کہا ہے: اگر انہیں شکست ہو جائے تو ہمارے امریکی دوست نیویارک یا شکاگو جا سکتے ہیں۔ اور انگریز لندن جا سکتے ہیں اور مزید میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ان کے ملک پر ہٹلر' مسولینی یا میکاڈو کی فرمانروائی نہیں ہو گی۔ میرا ذہن اسے قبول نہیں

کرتا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ جنگ کے بعد امریکہ دوسرے درجے کی طاقت ہو کر رہ جائے۔ یہ خطرہ موجود ہے۔ لیکن ان کا خطرہ اس حد تک نہیں جاتا کہ ان کے ملک پر کسی غیر ملکی طاقت کا تسلط ہو جائے۔ لیکن میری صورت حال کیا ہے؟ وہ یہ ہے۔ اگر اس جنگ میں شکست ہو جائے تو پھر کوئی طاقت موجود نہیں ہے' اس ملک میں یا جاپان آئے گا یا ہٹلر اور ہم ہٹلر یا توجو کے بوٹ کی ایڑی تلے آجائیں گے۔ میرے پاس تو جانے کے لئے نہ شکاگو ہے نہ لندن۔

ہمارا کیا ہو گا؟ اس ملک کے دفاع اور اس جنگ کو چلانے میں کسے زیادہ دلچسپی ہے ---- یہ کوئی جذباتی بات نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کسی کو ہم سے زیادہ دلچسپی نہیں ہو سکتی (تالیاں) یہ ہم ہیں جو جنگ کی تباہ کاریوں کا شکار ہوں گے' اور مشرق اور مغرب کے مسلمان ملک اور خطوں میں ہمارے گھر بار برباد ہو جائیں گے۔ کیونکہ یہ علاقے ہی دشمن کا فوری ہدف ہیں۔ کس کے نقصان اٹھانے کا زیادہ امکان ہے۔ ہم سے زیادہ مصیبت میں مبتلا ہونے کا امکان اور کس کا ہو سکتا ہے؟ ہند کے دفاع میں کس کو زیادہ دلچسپی ہو سکتی ہے؟ انگریزوں کا یہ کہنا کہ ہم عدم تعاون کر رہے ہیں بالکل بددیانتی کی بات ہے اور یہ کہنا کہ ہم تعاون نہیں کرتے اور زیادہ بددیانتی ہے۔ مسلم لیگ کہتی ہے کہ "ہم اس لئے تعاون نہیں کر سکتے کہ آپ چاہتے ہیں کہ ہم محض خیمہ برداروں کی حیثیت سے آجائیں۔ ہمارے لئے کیا امکانات ہیں؟ ہمارے لئے فتح کا کیا ثمر ہو گا جبکہ ہم نے اپنا روپیہ پیسہ' اپنا خون اور سب کچھ نچھاور کر دیا ہو گا؟ اگر ہمیں شکست ہو گئی تو جاپان یا جرمنی آجائے گا۔ اگر ہم جیت گئے تو ہم محض خیمہ بردار ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ہمیں آخر میں بخشش مل جائے۔ کیا تعاون کا یہ میوہ ہے؟ کیا کوئی معزز' خوددار شخص یا منظم قوم اس صورت حال کو قبول کر سکتی ہے؟ یہ ہے تصویر۔ لہٰذا یا تو انہوں نے غلطی کا ارتکاب کیا ہے اور اب بھی غلطی کر رہے ہیں یا واقعتاً وہ اقتدار سے دست کش ہونا نہیں چاہتے۔ وہ ایک جواری کی طرح سے ایک چانس لے رہے ہیں اور اپنے تئیں کہتے ہیں "اگر ہم جیت گئے تو ہم انہیں وہیں رکھیں گے جہاں وہ ہیں۔ اگر ہم ہار جاتے ہیں تو ہمارے بعد طوفان ہے" "ہمارے بعد شدید طوفان" (فرانسیسی ضرب المثل)

انگریز اور پاکستان

میں پاکستان کے بارے میں مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ پاکستان کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں۔ غیر ملکیوں نے بھی اسے سمجھ لیا ہے۔ مجھے دوبارہ گوکھلے یاد آتے ہیں جب میجر ییٹس براؤن (Yeats Brown) اپنی نئی کتاب میں کہتے ہیں: "آیئے ہم خود مسلمانوں کی جگہ لے لیں" [Let us put ourselves in Muslim slippers.] یہ ہے ان کی کتاب سے متعلقہ اقتباس:

"آیئے ہم خود مسلمانوں کی جگہ لے لیں۔ ہم انگریز خود کو ستم رسیدہ تصور کریں گے اگر کوئی مصلح عالم مافوق الانسان یا کوئی مافوق الحکومت یہ اعلان کر دے کہ ہم پر کوئی کُل یوروپ حکومت (بلاشبہ تحفظات کے ساتھ) فرمانروائی کرے گی۔ نیوٹن غالب نسل ہو گی یا سلاوی' اگر آپ ترجیح دیں --- چونکہ ہم یوروپ میں اقلیت میں ہیں"

پھر وہ آگے چل کر کہتے ہیں کہ:

"..... اگر یہ مافوقی حکومت ایسے مافوق الانسانوں پر مشتمل ہو جو حد و حساب طاقت اور دانش کے مالک ہوں تب ہم اس کی اطاعت اس وقت تک کریں گے جب تک کہ ہم میں اس کی غلامی کا جوا اتار پھینکنے کی طاقت پیدا نہ ہو اور اگر ان فوقی انسانوں میں اپنے فیصلوں کی صحت پر شک و شبہ کی علامات ظاہر ہونے لگیں پھر بھی وہ دنیا کے سامنے یہ دعوے کرتے ہیں کہ انہوں نے تو سارے یوروپ کو آزادی کی پیش کش کر رکھی ہے اور یہ کہ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اگر کوئی دشواری ہے تو ہم اس کا علاج معلوم کریں' تو ہم وہی جواب دینا چاہیں گے جو مسلم لیگ نے دیا ہے کہ اس طرح کی آزادی ایک ڈھکوسلہ ہے"

میں اس میں یہ اضافہ کر سکتا ہوں کہ مافوقی انسان۔ مسٹر گاندھی من و عن اکھنڈ ہندوستان کے حامی ہیں اور مسلم ہند ہرگز اسے قبول نہیں کرے گا۔ انگریز کیا کہے گا؟ کیا وہ یہ کہے گا: "چھوٹی قومیں زندہ نہیں رہ سکتیں؟ ہم ایک چھوٹے سے جزیرے میں ہیں: صرف ساڑھے تین کروڑ لوگ۔ وہ ٹیوٹن بھائی ہیں' جرمن آٹھ کروڑ ہیں۔" اگر ایسی کوئی تجویز پیش کی جائے کہ ان کی ایک حکومت ہونی چاہیے تو کیا انگریز اسے قبول کر لیں گے؟ ایک جرمن اور انگریز میں کیا فرق ہے؟ ابتدا وہ سب اینگلو سیکسن نسل سے ہیں اور سب عیسائی ہیں۔ ان کے لباس مختلف نہیں ہیں۔ ان کی تقویم مختلف نہیں ہے۔ ان کی زبان اور قوانین اور ثقافت بہت مختلف نہیں ہیں۔ ان کی تعمیرات' فنون لطیفہ اور موسیقی اور تہذیب مختلف نہیں ہیں۔ لیکن ایک انگریز کیا کہے گا؟ کینیڈا کیا کہے گا' اگر کل یہ تجویز پیش کر دی جائے کہ کینیڈا اور امریکہ ایک وفاق بنا دیئے جائیں اور کینیڈا وفاق کی اکائیوں میں سے ایک اکائی بن جائے۔ پھر شمالی امریکہ اور جنوبی امریکہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ جغرافیائی طور سے امریکہ ایک ہے' اسی طرح یوروپ' اسی طرح ایشیا--- اگر یہ سوال اٹھایا جائے تو وہ کیا کہیں گے؟ لہذا میجر جیمس براؤن بجا طور پر کہتے ہیں کہ "خود کو مسلمانوں کی جگہ کھڑا کر کے دیکھیں" اگر مافوقی انسان بے پناہ طاقت اور دانش کے مالک کی اطاعت ہمیں قبول کرنی نہیں چاہیے تاآنکہ ہم میں ان کی بیڑیاں کاٹ کر پھینک دینے کی طاقت نہ ہو'

تاہم مسلم لیگ ایسی آزادی کو ڈھکوسلہ ہی تصور کرے گی۔ (تحسین و آفرین کے نعرے)

عوام کی حکومت

یہ وہ بات ہے جس پر ہندو رہنماؤں کو غور کرنا چاہیے۔ جو آزادی وہ ہمیں پیش کر رہے ہیں وہ ان کے تصور کی آزادی ہے' وہ ان کے عزم کی آزادی ہے' وہ ان کی حکمرانی کی آزادی ہے' جو ایک ڈھکوسلہ ہے۔ لہٰذا سمجھنے میں کوئی دشواری کی بات نہیں۔ سب سے پہلے ہمیں بنیاد طے کرنی ہو گی۔ کیا آپ واقعی کوئی الجھاؤ پیدا کرنا چاہتے ہیں اور پروپاگنڈے کی غرض سے کچھ مواد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ میرے ذہن میں اس بارے میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم میں سے زیادہ تر لوگ پاکستان کو عوام کی حکومت کے رنگ میں دیکھتے ہیں۔ یا آپ اسے بزور بازو حاصل کر سکتے ہیں یا تصفیہ کے ذریعے سے لے سکتے ہیں۔ لیکن جب تک کہ آپ اسے لے نہ لیں' اجنبی قوم سے یا اپنی حکومت سے' دستور اور طرز حکومت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فرانس کے حل کو لے لیں' پارٹی جو حکومت کو توڑنا چاہتی تھی' ملک پر قبضے کے بعد اسے دستور ساز اسمبلی بنانی پڑی۔ آسٹریلیا کی مثال لے لیجئے' وہاں تصفیہ کے ذریعے سے ہوا۔ پہلے ہمیں اس پر اتفاق کرنا ہو گا کہ دو ہند ہوں گے۔ پھر مجلس دستور ساز کو عوام میں سے کسی نظام کے تحت منتخب کرنا ہو گا جو اپنے نمائندے منتخب کریں گے جو مجلس دستور ساز میں جائیں گے۔ لہٰذا میں تصور کرتا ہوں کہ مجلس دستور ساز بہت ہی مختصر حق رائے دہی کی بنیاد پر قائم کی جائے گی۔ یہ روپے میں دو آنے ہو یا پاکستان میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ہو۔ آپ مجلس دستور ساز کے لئے اپنے نمائندے منتخب کریں گے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کو اپنے اختیارات کا علم نہ ہو۔ ممکن ہے آپ کو اس کے استعمال کا پتہ نہ ہو۔ یہ آپ کا قصور ہو گا۔ لیکن مجھے ایک بات کا یقین ہے کہ جمہوریت ہمارے خون میں ہے۔ یہ ہمارے مغز میں ہے' صرف صدیوں کے مخالفانہ حالات کے باعث اس خون کی گردش ٹھنڈی پڑ گئی ہے۔ یہ منجمد ہو گیا ہے اور آپ کی رگوں نے بھی کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ لہو ایک بار پھر رگوں میں دوڑنے پھرنے لگا ہے۔ مسلم لیگ کی مساعی کا شکریہ' یہ عوام کی حکومت ہو گی۔

یہاں میں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو انتباہ کر دینا چاہتا ہوں جو ہمارا خون چوس کر ایسے نظام کے تحت پلے بڑھے جو اس قدر خبیث اور اس قدر فاسد ہے جو انہیں اس درجہ خود غرض بنا دیتا ہے کہ ان کے ساتھ معقول بات کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ [تحسین کے زبردست نعرے] عوام کا استحصال ان کی رگ و پے میں داخل ہو گیا ہے' وہ اسلام کی تعلیم کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔ ان لوگوں کی حرص اور خود غرضی نے دوسروں کے مفادات کو اپنے تابع کر لیا ہے تاکہ وہ موٹے ہوتے

رہیں۔ یہ درست ہے کہ آج ہم اقتدار میں نہیں ہیں۔ آپ کہیں بھی دیہات کی طرف نکل جائیں۔ میں گاؤں میں گیا ہوں۔ ہمارے لوگوں میں لاکھوں ایسے ہیں جنہیں نان شبینہ بھی میسر نہیں۔ کیا یہ تہذیب ہے؟ کیا پاکستان کا یہ مقصد ہے؟[آوازیں نہیں' نہیں] کیا آپ یہ تصور کر سکتے ہیں کہ لاکھوں کا استحصال کیا گیا اور انہیں دن میں ایک بار بھی روٹی نہیں ملتی۔ اگر پاکستان کا تخیل یہ ہے تو میں ایسا پاکستان نہیں لوں گا۔ [تالیاں]اگر ان میں عقل ہے تو انہیں خود کو زندگی کے سنئے اور جدید حالات سے ہم آہنگ کرنا ہو گا۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو پھر اللہ ہی ان کی مدد کرے توکرے ہم توان کی کوئی مدد نہیں کریں گے۔ [تحسین و آفریں کے دوبارہ نعرے اور تالیاں] لہٰذا ہمیں خود پر اعتماد ہونا چاہیے۔ ہمیں ڈگمگانا چاہیے اور نہ ہچکچانا' یہ ہماری منزل ہے جسے ہمیں حاصل کرنا ہے۔ پاکستان کا دستور صرف ملت اور عوام نے بنانا ہے۔ اپنے آپ کو تیار کیجئے—— اور دیکھیے کہ آپ ایسا دستور وضع کرتے ہیں جو آپ کا دل پسند ہو۔ بہت سی غلط فہمیاں ہیں۔ بہت شرارت کی جا رہی ہے۔ کیا یہ اسلامی حکومت ہو گی؟ کیا یہ ناقابل بیان سوال نہیں ہے؟ کیا یہ خود آپ کے اپنے خلاف اظہار ملامت نہیں ہے؟ دستور اور حکومت وہیٔ ہو گی جس کے بارے میں عوام فیصلہ کریں گے۔ سوال صرف اقلیتوں کا ہے۔

اقلیتوں کا استغاثہ

اقلیتوں کا یہ استحقاق ہے کہ انہیں واضح ضمانت ہو۔ وہ دریافت کرتے ہیں کہ "آپ کے ذہن میں پاکستان کا جو تصور ہے اس میں ہماری کیا صورت ہو گی؟ یہ ایسا معاملہ ہے جس میں اقلیتوں کو قطعی اور واضح ضمانت ملنی چاہیے۔ ہم ایسا کر چکے ہیں' ہم نے ایک قرارداد منظور کی ہے کہ اقلیتوں کو پوری پوری حفاظت اور تحفظ ملنا چاہیے۔ہم جیسا کہ میں نے پہلے کہا کوئی مہذب حکومت بھی یہ کرے گی اور اسے کرنا چاہیے' جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہماری تاریخ اور ہمارے پیغمبر [صلی اللہ علیہ وسلم] نے اس کا واضح ترین ثبوت پیش کر دیا کہ غیر مسلموں کے ساتھ نہ صرف عادلانہ اور منصفانہ بلکہ فیاضانہ سلوک روا رکھا گیا [تالیاں اور تحسین کے نعرے]

پاکستان کی ابتداء

اب میں پاکستان کے بارے میں ایک اور بات کہنا چاہتا ہوں۔ اب ایک نیا پروپاگنڈا ہو رہا ہے۔ اب تک ہم بہت سے خبیث پروپاگنڈوں کا سامنا کر چکے ہیں۔ جیسے گئو ماتا کے دو ٹکڑے کرنا' مادر ہند کے ٹکڑے کرنا اور باقی دیگر۔ تازہ ترین دلیل جسے میں سمجھتا ہوں واقعی بہت ہی خبیث ہے ان سب میں خبیث ترین دلیل یہ ہے: مسٹر جناح شمال مغربی اور مشرقی خطوں میں ان علاقوں کے حصول کے لئے کام کر رہے ہیں جو "پاک" ہوں گے اور باقی "ناپاک"۔ میں نے یہ بات منفرد

حلقوں سے سنی ہے اور میں ششدر رہ گیا- میں سمجھتا ہوں کہ آپ میری تصدیق کریں گے- جب ہم نے قرارداد لاہور منظور کی ہم نے لفظ "پاکستان" استعمال نہیں کیا- یہ لفظ ہمیں کس نے دیا؟ [آوازیں : ہندوؤں نے] میں آپ کو بتاؤں کہ یہ ان کا قصور ہے- انہوں نے اس قرارداد کی اس بنا پر مذمت کرنی شروع کی کہ یہ پاکستان ہے- واقعتاً وہ مسلم تحریک سے نابلد ہیں- انہوں نے یہ لفظ تخلیق کیا اور ہم پر جڑ دیا' گویا "کتے کا برا نام رکھ دو اور پھر اسے سولی چڑھا دو" وہ چلائے اتحاد عالم اسلام' جب یہ نقش ہو گیا تب یہ شور اٹھا کہ "پاکستان" کا مطلب ہے دیگر مسلم ممالک — افغانستان' عراق' ایران اور ترکیہ — کے ساتھ اتحاد اور یہ ہندو انڈیا کو پیس کر رکھ دیں گے- یہ بہت گہری چال ہے جو ہندو چل رہے ہیں- آپ کو بخوبی علم ہے کہ واقعتاً پاکستان ایک لفظ ہے جو ہم پر مسلط کیا گیا- ہندو اخبارات کا ایک حصہ اور برطانوی اخبارات یہ نام دینے کے ذمہ دار ہیں- ہماری قرارداد بہت عرصے تک قرارداد لاہور کے نام سے موسوم رہی اور پاکستان کے نام سے معروف- آخر کب تک ہم اس طویل ترکیب کو چمٹائے رکھتے؟ اب میں اپنے ہندو اور انگریز دوستوں سے کہتا ہوں : ہم آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہمیں ایک لفظ عطا کیا- [تحسین و آفریں کے نعرے]

لفظ پاکستان کی ابتداء کیا ہے؟ یہ مسلم لیگ یا قائداعظم نہیں تھے جنہوں نے یہ اختراع کیا- لندن میں کچھ نوجوان تھے جو شمال مغرب کے ایک مخصوص حصے کو باقی ماندہ ہند سے علیحدہ کرنا چاہتے تھے- انہوں نے ۳۰' ۱۹۲۹ء میں ایک نام وضع کیا- ایک خیال کا آغاز کیا اور ایک خطے کو پاکستان کا نام دیا' انہوں نے 'پ' پنجاب سے لی "الف" افغان سے' جیسا کہ آج بھی شمال مغربی سرحدی صوبے کو افغان کے نام سے موسوم کیا جا رہا ہے' 'ک' کشمیر سے 'س' سندھ سے اور 'تان' بلوچستان سے لیا- ایک نام وضع کر لیا گیا- پس اس وقت اس لفظ کے جو بھی معنی ہوں یہ بدیہی بات ہے کہ مہذب ملک کی زبان نئے لفظ اختراع کرتی رہتی ہے- لفظ پاکستان کے معنی قرارداد لاہور ہو گئے ہیں- ہمیں ایک لفظ کی طلب تھی اور یہ ہم پر مسلط کر دیا گیا- ہم نے اس کا استعمال قرارداد لاہور کے مترادف کے طور پر سہل سمجھا-

ڈھیلا ڈھالا وفاق

بعض دستوری پنڈتوں کی طرف سے ہمیں بتایا جاتا ہے کہ کیوں نہ کسی قسم کا ڈھیلا ڈھالا وفاق یا نیم وفاق (کانفیڈریشن) بن جائے- لوگ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں- میں نے اس نکتے پر کیا لکھا ہے وہ میں آپ کو پڑھ کر سناؤں گا کیونکہ یہ ایک اہم بات ہے-

کچھ لوگ ہیں جو کسی بھی قسم کے ڈھیلے ڈھالے وفاق کی بات کرتے ہیں- کچھ لوگ ہیں جو

وفاق کی اکائیوں کو زیادہ سے زیادہ آزادی اور اکائیوں کو ہی باقی ماندہ اختیارات تفویض کرنے کی گفتگو کرتے ہیں۔ لیکن وہ دنیا کے مختلف علاقوں کی دستوری تاریخ کو فراموش کر دیتے ہیں۔ وفاق اسے کسی طرح بیان کیجئے اور چاہے جن الفاظ میں اس کا ذکر کیجئے' آخر کار جملہ اہم امور میں وفاقی اکائیوں کو اختیار سے محروم کر دے گا۔ اکائیوں کو' اپنے وجود کے باوصف' مجبور کر دیا جائے گا کہ وہ مرکزی اقتدار اعلیٰ کو زیادہ سے زیادہ اختیارات تفویض کر دیں۔ تاآنکہ مرکز میں ایک مضبوط حکومت قائم ہو جائے۔ اور یہ خود اکائیوں کی جانب سے ہو گا اور انہیں اشد ضرورت کے تحت ایسا کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اگر ایک وفاقی حکومت کی اساس کو قبول کر لیا جائے' مثال کے طور پر ریاستہائے متحدہ امریکہ اور اس کی تاریخ کو لے لیجئے۔ کینیڈا اور آسٹریلیا کی قلمروؤں کو لے لیجئے۔ متحدہ جنوبی افریقہ اور جرمنی کو لے لیجئے اور دیگر علاقوں کو جہاں وفاق اور نیم وفاقی کانفیڈرل نظام موجود ہیں۔ ضرورت ہانکتی اور مجبور کرتی ہے کہ ارکان خود اپنی طاقت اور اختیار کو منسلک کرنے والی کڑی یعنی مرکزی حکومت کو منتقل کر دیں اور اس کی طاقت میں اضافہ کر دیں۔

ان خیالات کی بنا بالکل غلط بنیاد پر استوار کی جاتی ہے۔ وجہ صحیح طور سے وفاق کے اصلی معنی اور اس کے مضمرات کو سمجھنے کا فقدان ہے' یہ کوئی زیادہ اہم بات نہیں کہ نظریے کے اعتبار سے باقی ماندہ اختیارات اکائیوں کے پاس ہیں یا مرکز کے پاس' لیکن ایک بار اکائیاں وفاقی مرکزی حکومت کی بنیاد کو قبول کر لیں' نتیجہ یہ ہو گا کہ ناگزیر طور پر اور محض ضرورت کے تحت وہ نہایت طاقتور مرکزی حکومت بن جائے گی اور وفاقی اکائیاں زیادہ سے زیادہ اختیارات مرکز کو تفویض کرنے پر مجبور ہو جائیں گی جو ان اکائیوں کو باہم مربوط رکھ سکیں گے جیسے کونٹی کونسل' یا پرشکوہ بلدیاتی ادارے یا مرکز کے زیر نگیں جاگیردارانہ ریاستیں۔

ہم ہر اسکیم کے مخالف ہیں اور نہ ہی ہم کسی ایسی تجویز کو قبول کر سکتے ہیں جو کسی بھی تصور یا تخیل کے مطابق مرکزی حکومت' وفاقی یا نیم وفاقی پر مبنی ہو' کیونکہ یہ آخر کار پوری مسلم قوم کو اقتصادی' معاشرتی' تعلیمی' ثقافتی یا سیاسی طور پر مخنث بنا دینے اور اس برصغیر میں ہندو اکثریت کا راج قائم کر دینے پر منتج ہو گی۔

ہندا آپ اپنے دماغ سے کسی بھی ڈھیلے ڈھالے وفاق کے خیال کو جھٹک دیجئے۔ ڈھیلے ڈھالے وفاق کے نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ جب مرکزی حکومت ہو گی اور صوبائی حکومتیں ہوں گی' پھر وہ کستے جائیں گے' کستے جائیں گے اور کستے جائیں گے' تاآنکہ آپ اکائیوں کی حیثیت سے جہاں تک آپ کے اختیارات کا تعلق ہے' سرحد بن جائیں۔

جنوبی افریقہ کا مخالف ہند قانون

پس' حضرات' میں سمجھتا ہوں کہ میں نے زیادہ تر نکات پر سیر حاصل گفتگو کر لی۔ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ جنوبی افریقہ میں حال ہی میں ہندیوں کے خلاف جو فرقہ وارانہ قانون وضع کیا گیا ہے وہ سیاہ ترین قانون ہے۔ یہ افسوس کا مقام ہے کہ یہ ایسے نازک موقع پر بنایا گیا ہے کہ جب ایک طرف سلطنت کی ہر اکائی سے کہا جا رہا ہے کہ وہ مساعی جنگ میں حصہ لے' اور ہندیوں کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اپنا خون بہانے میں' سفید فام لوگوں کے شانہ بہ شانہ کھڑے ہونے میں یا جب وہ میدان کار زار میں گر جائیں تو انہیں اٹھانے اور ان کی جان بچانے میں بہت خوب ہیں۔ لیکن دوسری طرف رنگ کی بنیاد پر پابندی کا یہ خوفناک تمغہ دولت مشترکہ کے ایک رکن کو انعام کے طور پر دیا جاتا ہے جو خون بہانے میں اپنا حصہ ادا کر رہا ہے' جس کا باقاعدہ اعتراف بھی کیا جاتا ہے اور ستائش بھی کی جاتی ہے۔

مجھے اس بات پر حیرت ہوئی کہ جب وزیر ہند سے پارلیمان میں دریافت کیا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ انہیں کوئی بیان نہیں دینا۔ جبکہ سارے ہند میں اس بل کی مذمت کی جا رہی ہے' بشمول حکومت ہند کے جو برطانوی حکومت کی ایجنٹ ہے۔ کیا ہم اپنے داخلی سیاسی تنازعات کے تعلق میں اس سے کوئی سبق نہیں لے سکتے۔

ہندی ریاستیں

ایک اور نکتہ ہے۔ حال ہی میں ایک بد نصیبی کی بات میرے علم میں آئی۔ ہندی ریاستوں میں حالات درست نہیں ہیں۔ میں صرف چند ریاستوں کے نام لوں گا: کشمیر' گوالیار اور کوٹہ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت ہی بد قسمتی کی بات ہے اور میں ان ریاستوں سے اپیل کروں گا جہاں ہندو اکثریت میں ہیں اور جہاں واقعی ہندو اختیار ہے کہ وہ بہتر مثال قائم کریں۔ اسی طرح میں ان مسلم ریاستوں کو مشورہ دوں گا جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں کہ وہ اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ سلوک کریں اور ان کی جائز شکایات کا مناسب طریقے سے ازالہ کریں۔ مسئلہ ہند کو نمٹانے کا یہ کوئی طریقہ نہیں کہ جہاں کہیں آپ اکثریت میں ہوں وہاں انتقامی کارروائی کریں یا اقلیت پر ستم توڑیں۔ اگر آپ اقلیتوں کی حفاظت کریں گے تو آپ مسئلہ کے حل کے قریب تر پہنچ جائیں گے۔ میں امید کرتا ہوں کہ کوئی اطمینان بخش حل نکل آئے گا۔ اگر مسلم طاقت یا مسلم اکثریت ہندو اقلیت کے ساتھ برا سلوک کرے گی تو مجھے اس کا بھی اتنا ہی دکھ ہو گا۔

حرف آخر

اخیر میں صرف ایک چیز رہ گئی ہے۔ میں مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ ہم کم و بیش سات برس

نشیب و فراز سے گزرے ہیں اور ہم اس مرحلے پر پہنچ گئے ہیں جہاں اس بات میں ذرہ برابر بھی شبہ باقی نہیں رہا کہ دس کروڑ مسلمان ہمارے ساتھ ہیں۔ جب میں دس کروڑ مسلمان کہتا ہوں تو میرا مطلب ہوتا ہے کہ ننانوے فی صد ہمارے ساتھ ہیں۔ ان کو چھوڑ کر جو غدار ہیں' خبطی' مافوق انسان' یا پاگل ہیں' ایسی لعنت جس سے کوئی معاشرہ یا قوم مبّرا نہیں۔ جس طرح سے میں ہند کے مسلمانوں کی حیات ثانیہ کو دیکھتا ہوں کہ اٹھارویں اور انیسویں صدیوں کے دوران ہند میں زبردست تباہی کے بعد اسی خاکستر سے ان کا ققنس کی طرح بلند ہونا ایک معجزہ ہے۔ [تالیاں] وہ لوگ جو اپنا سب کچھ لٹا بیٹھے تھے اور جنہیں قدرت نے چکی کے دو پاٹوں کے درمیان دھر دیا تھا' بہت ہی قلیل مدت میں نہ صرف اپنے مقام پر آگئے بلکہ انگریزوں کے بعد معاشرتی طور پر بہت مضبوط' فوجی اعتبار سے نہایت جاندار اور سیاسی لحاظ سے جدید ہند میں بے حد فیصلہ کن عنصر بن گئے [پرزور تالیاں]

آگے قدم بڑھایئے

اب یہ وقت ہے کہ ہم اس قوم کی تعمیر کے لئے تعمیری پروگرام شروع کر دیں تاکہ یہ ہماری منزل مقصود پاکستان کی جانب رواں دواں ہو سکے۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ سرجوڑ کر بیٹھیں' آپ کی آل انڈیا مسلم لیگ کونسل ایک اور مناسب اور باقاعدہ منصوبہ مرتب کر لیں' میں ایک بار پھر یہ دُہرا سکتا ہوں' قوم کی تعلیمی ترقی' معاشرتی ترقی' اقتصادی ترقی' سیاسی ترقی اور ثقافتی ترقی کے لئے ہمیں بحیثیت ایک قوم کے اس تعمیری پروگرام کے لئے کوشش کرنا ہو گی۔ مجھے امید ہے کہ آپ لوگ یہ کر سکیں گے۔ دریں اثناء میں صرف یہ کہتے ہوئے بات ختم کروں گا۔ منزل نزدیک ہے۔ متحد رہیے۔ مستقل مزاجی سے کام لیجئے اور آگے قدم بڑھایئے۔ [پُرزور اور طویل تالیاں اور قائداعظم زندہ باد' پاکستان زندہ باد اور مسلم لیگ زندہ باد کے نعرے]

[قائداعظم : تقاریر و بیانات (انگریزی) جلد ۳ صفحہ ۱۶۸۹-۱۷۲۵]

۵۹۔ مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم لیگ سے قائداعظم کا خطاب

دہلی' ۲۵ اپریل ۱۹۴۳ء

آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس جو ۲۴ تا ۲۶ اپریل ۱۹۴۳ء کو دہلی میں منعقد ہوا اس کے دوران مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کی ایک نشست بند کمرے میں ہوئی۔ اس میں اراکین مجلس کو خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا :

''مستقبل کے بارے میں دو تجزیئے ہیں۔ اولاً یہ کہ برطانیہ کو مسلم مطالبات منظور کرنے

کے لئے ابھی اور اسی وقت راست اقدام کیا جائے۔ اور ثانیاً یہ کہ انتظار کیا جائے اور دیکھا جائے۔ انتہا پسندوں کی خواہش تو یہ ہو گی کہ فی الفور برطانیہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا جائے۔ اب ان میں سے ایک مسٹر جی ایم سید نے تو یہ سفارش بھی کر دی ہے کہ مسلمانوں کی ناراضگی کے اظہار کی علامت کے طور پر مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے ارکان گرفتاریاں پیش کریں اور اس کے ساتھ ہی مسلم لیگیوں سے یہ کہا جائے کہ وہ وار کمیٹیوں سے علیحدگی اختیار کر لیں۔ پھر اعتدال پسند ہیں جن کا موقف یہ ہے کہ لیگ کو بنگال' سندھ' آسام اور پنجاب میں (مسلم) وزارتوں کے قیام سے مطمئن ہو جانا چاہیے۔ لیکن کوئی بھی صورت حال کے بارے میں متوازن اور حقیقت پسندانہ نقطہ نظر اختیار نہیں کرتا۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ کانگریس مسلمانوں سے مبارزت پر تلی ہوئی ہے لیکن اب اسے خمیازہ بھگتنا پڑ رہا ہے۔ اس کو کچل دیا گیا اور اس نے اب یہ دعویٰ کرنا چھوڑ دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کی بھی نمائندگی کرتی ہے۔ کانگرس ہماری خواہشات کے مطابق عمل نہ کر سکی لیکن یہ اب ہمیں کوئی خاص نقصان پہنچانے کے قابل بھی نہیں رہی۔ اس نے جو زخم کھائے ہیں انہیں مندمل ہونے میں کچھ وقت لگے گا۔ لہٰذا سردست ہم اس کی دہشت سے آزاد ہیں۔ اس کے علاوہ موجودہ حالات میں یہ ہمیں کچھ دینے کی پوزیشن میں نہیں۔ ہم پاکستان مانگتے ہیں' اور یہ جنس کانگرس کی منڈی میں نہیں بلکہ برطانیہ کی منڈی میں دستیاب ہے۔ دوسرے لفظوں میں سردست کانگرس کا خطرہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہمیں اس کی زیادہ پرواہ نہیں کرنی چاہیے بلکہ ہمیں چوکسی اور ہوشیاری کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ کانگرس کے بعد ہمارا حریف انگریز ہے۔ ہم اس کے مقابلے میں کہاں کھڑے ہیں؟ وہ بھی ہمارے مقصد کے لئے بے کار ہے۔ کیونکہ کانگرس اور وہ دونوں اتنے سنگدل اور منہ زور ہیں جتنا کہ کوئی دشمن ہو سکتا ہے۔ اسے ہمیشہ کانگرس کو خوش رکھنے کی فکر دامن گیر رہی ہے۔ انگریز سمجھتا ہے کہ اس کے استعماری مفادات کا تقاضا یہ ہے کہ وہ مستقل طور پر مسلمانوں کو دبائے رکھے۔ وہ مسلمانوں کو انتہائی شکوک و شبہات کی نظروں سے دیکھتا ہے۔ مسلم طاقت کے عروج میں اسے مشرق میں اپنی بالادستی کا خاتمہ نظر آتا ہے۔ لہٰذا مسلمان انگریزوں سے نرم الفاظ کے سوا کسی چیز کی توقع نہیں کر سکتے۔ نہ ہی مسلمان جنگ کے بعد کے نام نہاد نئے بین الاقوامی نظام سے کوئی زیادہ امیدیں وابستہ کر سکتے ہیں۔ جنگ کے بعد انگریز اپنے ہر اتحادی سے اتنا زیادہ طاقتور ہو گا کہ بین الاقوامی رائے عامہ جہاں کہیں اس کے استعماری عزائم سے متصادم ہو اسے نظرانداز کر دے گا۔ خاتمہ جنگ کے بعد وہ اپنے اتحادیوں سے زیادہ طاقتور ہو گا اور اگر واقعی ایسا ہوا اور اُس نے یہ طاقت اپنے اتحادیوں کے بل پر حاصل کی تو پھر وہ اپنے کمزور اتحادیوں بلکہ دُنیا کے مشوروں پر بھی کان کیوں دھرے گا؟ وہ یہ جنگ اس لئے نہیں لڑ رہا ہے کہ

وہ تخیل پرستوں کو یہ مشورہ دینے کی صلاحیت سے بہرہ ور کر دے کہ اسے خود اپنی طاقت کیسے ختم کرنی چاہیے۔ لہٰذا اب یا آئندہ اس امر کا کوئی امکان نہیں کہ انگریز خوشی سے ہمیں پاکستان کا تحفہ عطا کر دے۔ اس کے برعکس جنگ کے بعد کے زمانہ میں انگریزوں اور مسلمانوں میں وسیع پیمانے پر تصادم کا قوی امکان ہے۔ ایسے کئی مسائل ہیں جو اس قسم کی آویزش کا باعث بن سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر فلسطین، شام یا ایران، مصر اور بغداد سے برطانیہ کے انخلاء کے مسائل ہیں۔ اجتماعی طور پر یہ مسائل ایک عمومی بین الاقوامی مسئلہ کے حصہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور جب یہ نوبت آئے گی تو مختلف ممالک کے مسلمانوں کے سامنے "ساتھ مریں گے، ساتھ جئیں گے" کا انداز اختیار کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہو گا۔ برطانوی سامراج کے ذریعے ان مسائل و معاملات کے بارے میں مسلم رائے عامہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ممکن نہیں۔ ان میں سے کوئی نہ کوئی مسئلہ کھلے تصادم کا باعث بنے گا۔ لہٰذا ہمیں اس بڑے تصادم میں اپنا کردار ادا کرنے کی تیاری کرنی چاہیے۔ قدرتی طور پر ہمیں اس کے تفصیلی انتظامات کی ضرورت ہو گی۔

حال ہی میں سندھ یا بنگال کے گورنروں نے ہمیں جن چھوٹی چھوٹی عنایات سے نوازا ہے وہ ہمیں تحفظ کے کسی جھوٹے احساس کی لوریاں نہیں سنا سکتیں۔ یہ مہربانیاں اس لئے روا نہیں رکھی گئیں کہ انگریزوں کو ہم سے محبت ہے۔ ان کا مقصد ہمیں ان عوام کی نظروں میں بے نقاب کرنا ہے جن سے ہم وعدے کرتے رہیں کہ ہم پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ کانگرس کو بھی یہی جُل دیا گیا تھا۔ جب انہیں سُولی پر چڑھنے کے لئے وزارتوں کی صورت میں لمبی رسّی مہیا کر دی گئی تھی۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو ایسی ہندو مسلم تلخی پیدا نہ ہوتی جو آج موجود ہے۔ اگر کانگرس عہدے قبول نہ کرتی تو اس کی زرعی اور محنت کش آبادیوں پر گرفت قائم رہتی۔ یا مسلمانوں کے بعض طبقوں میں اس کی سابقہ مقبولیت برقرار رہتی۔ وہی جُل مسلمانوں کو دیا جا رہا ہے۔ انگریز نے لیگ کی وزارتیں اسی لئے قائم کی ہیں تاکہ ہمارے عوام کے ساتھ وعدوں کی آزمائش ہو سکے، تاکہ ہم محسوس کریں اور اپنے آپ کو لعن طعن کریں، اور تاکہ مسلم لیگ میں مقامی اور داخلی پیچیدگیاں پیدا ہوں۔ میں واقعی یہ خدشہ محسوس کرتا ہوں کہ انگریز مسلم لیگ کو مسلم عوام کی خاطر کوئی معقول اقدام نہیں کرنے دیں گے تاکہ ہم اپنے عوام کی نظروں میں بدنام ٹھہریں۔ لہٰذا ہمیں محض اپنے ہتھیار رکھ کر نہیں بیٹھ جانا چاہیے۔ صرف اس لئے کہ ہمارے سترہ یا بیس آدمیوں کو صوبائی وزارتوں میں نشستیں مہیا کر دی گئی ہیں۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ کیا ہم خاموش ہو کر بیٹھ جائیں یا لڑیں؟ جہاں تک میرا تعلق ہے یہ ناگزیر نتیجہ ہے کہ ہمیں لڑنا چاہیے۔ سوال یہ ہے کہ کب اور کیسے؟ ہم اس وقت تک نہیں لڑ سکتے جب تک ہر معاملہ سے جنگی بنیادوں پر عہدہ برآ ہونے کا

اہتمام نہ کر لیا جائے۔ ہمیں وزارتیں دے کر حریف یہ سمجھتا ہے کہ اس نے ہماری تقدیر پر مُہر لگا دی ہے لیکن آیئے ہم اس کی تقدیر پر انہیں آلات سے مُہرثبت کر دیں۔ آیئے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم صوبوں میں اپنی پوزیشن مستحکم کریں۔ وزارتوں کو اس انداز سے کام کرنے دیجئے کہ وہ اپنا وقار کھونے کی بجائے عوام میں مسلم لیگ کو مقبول بنائیں' جن سے محاذ آرائی کا راستہ اختیار کرتے وقت امداد و اعانت حاصل کرنی ہے۔ فنڈز جمع کیجئے' نیشنل گارڈز کو مضبوط بنایئے۔ اس بارے میں غور کیجئے کہ ہمیں حملہ کس سمت سے کرنا ہے۔ آیئے ہم ان وزارتوں سے استفادہ کریں تاکہ جب حملہ کریں تو محض یہ حقیقت ہمارے وقار میں اضافے کا موجب بنے کہ ہم حملہ کرنے کی غرض سے اپنی وزارتوں سے مستعفی ہو رہے ہیں۔ ہمیں کب حملہ کرنا چاہیے؟ میرے خیال میں اس بارے میں اپنا منصوبہ مَیں دسمبر تک مکمل کر لوں گا۔ دریں اثنا صوبائی وزارتیں اور لیگیں صوبوں میں اپنا تنظیمی کام مکمل کر کے اپنے آپ کو لڑائی کے لئے تیار کر لیں گی۔ ہم یہ بھی دیکھ لیں گے کہ موسم گرما میں جنگ کیا صورت اختیار کرتی ہے۔ دسمبر میں ہمارا اجلاس سندھ میں ہو گا۔ اپریل میں ہم پنجاب میں پھر اکٹھے ہوں گے۔ وہاں ہم فیصلہ کریں گے کہ کب حملہ کرنا ہے' کہاں حملہ کرنا ہے اور کیسے حملہ کرنا ہے؟ ذاتی طور پر میرا خیال ہے کہ اگر غیر متوقع حالات نے کوئی قدم اٹھانے پر مجبور نہ کیا تو جنگ کے خاتمے کے فوراً بعد پیش قدمی کر دینی چاہیے۔ اس وقت تک ہر کوئی تھک کر چُور ہو چکا ہو گا اور کسی نئی کڑی آزمائش کا سامنا کرنے کے لئے تیار نہیں ہو گا۔ یہ درست ہے کہ اس وقت انگریز کسی اور کے مقابلے میں زیادہ طاقتور ہوں گے۔ یہ قوت ارادی محض اس حد تک محدود ہو گی کہ وہ اپنے اتحادیوں کا کوئی حکم ماننے کو تیار نہیں ہوں گے۔ یہ اتحادی بھی انگریز کے مقابلے میں نسبتاً کمزور ہوں گے۔ لیکن انگریز محض اس وجہ سے وسیع پیمانے پر کسی تازہ گڑبڑ کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں کرے گا۔ نارضامند ہاتھوں سے اپنا گوہر مقصود چھیننے کے لئے ہمیں وسیع پیمانے پر گڑبڑ کرنی ہے اور اس طرح اسے سپر انداز ہونے پر مجبور کرنا ہے۔ افغانستان نے اپنی آزادی کس طرح حاصل کی تھی؟ اس نے عین اس وقت اعلان جنگ کر دیا جب جنگ عظیم ابھی ختم ہوئی تھی۔ انگلستان تھکا ماندہ تھا اور اس کے تعیش پرست عوام نئی جنگیں لڑنے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے۔ ہمیں بھی اگر ضرورت محسوس ہو اور معاملات میں اس وقت تاخیر کر دی گئی ہو تو افغانستان کی تقلید کرنی چاہیے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر اس سے پہلے ہمیں مشتعل کیا جائے تو ہم ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔ ایسی صورت میں ہمیں پہل کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ ہم نے کانگرس کو پہلے ہی مار دیا ہے۔ اب انگریز کی باری ہے۔ میرے خیال میں جنگ مزید تین سال تک جاری رہ سکتی ہے۔ اس عرصہ میں ہمیں

اپنا گھر درست کر لینا چاہیے۔ اس سلسلے میں کچھ امور پیش نظر رہنے چاہئیں۔

۱۔ اب جبکہ ہم وزارتوں میں آ گئے ہیں تو جب تک ممکن ہو ہمیں انہیں برقرار رکھنا چاہیے تاکہ ہم انہیں آنے والی جنگ میں صوبوں میں اپنی پوزیشن کے استحکام کے حربہ کے طور پر استعمال کر سکیں۔

۲۔ اگر ممکن ہو تو اس وقت تک انگریز سے نہیں الجھنا چاہیے جب تک نفسیاتی لمحہ آ نہیں جاتا اور ہماری تیاریاں مکمل نہیں ہو جاتیں۔

۳۔ لیگ کو عوام میں مقبول بنانے کی غرض سے ہمیں ان صوبوں میں جہاں وزارتیں کام کر رہی ہیں کچھ اچھے قوانین منظور کرنے چاہئیں۔ یہ چیز وقت پر کام آئے گی۔

۴۔ دریں اثنا ایسی ہر چیز کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے جو مسلمانوں کی صفوں میں افتراق پیدا کرے۔ مثال کے طور پر پاکستان میں شہریوں کے بنیادی حقوق کا تعین یا اس سلسلے میں بحث و تمحیص یا پاکستان کے بارے میں نئی ایسی سکیم زیر غور لانے سے اجتناب کرنا چاہیے جو رائے عامہ میں اختلاف پیدا کرنے کا موجب بن سکتی ہو۔

۵۔ جنگ چونکہ ناگزیر ہے لہذا ہماری تیاری سہو و خطا سے مبرا ہونی چاہیے۔

(دی ٹرانسفر آف پاور' صفحہ ۹۱۹۔۹۲۱)

۶۰۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے اختتامی اجلاس سے خطاب

دہلی' ۲۶ اپریل ۱۹۴۳ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ دہلی کے اختتامی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ پاکستان کا ایسا کوئی نقشہ موجود نہیں ہے جس کی مسلم لیگ بالواسطہ یا بلاواسطہ پابند ہو۔ یہ افراد کی مساعی ہیں جن کی مسلم لیگ پابند نہیں۔

اسی طرح سے پاکستان کی کوئی اسکیم معرض وجود میں نہیں ہے جس کی مسلم لیگ کسی طور سے بھی پابند ہو ماسوا قرارداد لاہور کے۔ مسٹر جناح نے کہا کہ "مجھے علم ہے کہ ہمارے مخالفین کوئی اسکیم یا نقشہ تخلیق کرتے ہیں اور پھر ہمارے سر تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے پہلے کتے کا گندہ نام رکھ دو پھر اس گندے نام کی وجہ سے اسے سولی پر لٹکا دو۔"

ایوان کی منظوری سے مسٹر جناح نے اعلان کیا کہ لیگ کا آئندہ اجلاس سندھ میں بڑے دن کی تعطیلات کے دوران منعقد ہو گا۔

مسٹر جناح نے کہا کہ اجلاس دہلی ایک تاریخی اجلاس تھا جو ایک تاریخی شہر میں منعقد ہوا اور

اس میں ایک قرارداد منظور کی گئی جو ہماری تاریخ میں ایک موڑ ثابت ہو گی۔ انہیں یہ کہتے ہوئے بڑی خوشی ہوتی ہے کہ حاضرین کے اعتبار سے مسلم لیگ کے کسی بھی اجلاس کے مقابلہ میں یہ سب سے بڑا اجتماع تھا۔

مسٹرجناح نے اجلاس غیرمعینہ مدت کیلئے ملتوی کردیا۔ (دی اسٹار آف انڈیا' ۲۷ اپریل ۱۹۴۳ء)

۶۱۔ برطانوی اخبارات کے رد عمل پر بیان

دہلی ۳ مئی ۱۹۴۳ء

میں نے برطانوی اخبارات کے کچھ تراشے دیکھے جن میں مسلم لیگ کے حال ہی میں یہاں منعقد ہونے والے اجلاس پر رد عمل کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ واضح ہے کہ انہوں نے اپنے تبصروں اور تنقیدوں کی اساس ان انمل بے جوڑ اعلانات پر استوار کی جو ان کے نامہ نگاروں نے انہیں ارسال کیں۔ یہ نہایت افسوسناک بات ہے کہ برطانیہ عظمیٰ میں اخبارات نے "ٹائمز" کی سربراہی مٰیں معاملہ کو نہایت سرسری طور پر لیا۔

ہند میں وائسرائے اپنی سکڑی ہوئی کونسل کو توسیع دینے میں مصروف ہیں اور ایسی چال چلنے پر مصر ہیں جو مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ کاش برطانیہ کے اخبارات کے مدیروں نے میری تقریر کا پورا متن اور قراردادیں پڑھی ہوتیں تب انہیں یہ احساس ہوتا کہ ان کے تبصرے نہ صرف بے محل ہیں بلکہ ہند کی حقیقی صورت حال سے پوری ناواقفیت پر مبنی ہیں۔

برطانوی حکومت کی موجودہ حکمت عملی' کہ ہر ایک کو نظر انداز کرو' جنگ جیتنے کا کوئی طریقہ نہیں اور جس قدر جلد اس کا احساس ہو جائے گا اتنا ہی ہر ایک کے لئے بہتر ہو گا۔ اگر ہم یہ جنگ ہار جاتے ہیں تو اس کی صرف ایک وجہ ہو گی برطانوی حکومت کی غلط کار حکمت عملی جس پر اس ملک میں عملدرآمد کیا گیا۔ اس ملک میں خوراک کی صورت حال' اقتصادی حالت' اور خزانے اور کرنسی کے معاملات کو چلانے کا انداز بے حد سنگین مرحلے پر پہنچ گئے ہیں اور اس معاملہ میں جو تساہل آسا رویہ اختیار کیا گیا ہے' وہ پوری سعی کے لئے جو جنگ جیتنے کے لئے از بس ضروری ہے عدیم المثال خطرہ پیدا کر دے گا۔

مسلم لیگ کا موقف حقیقت پسندانہ ہے اور مجھے حیرت ہوئی کہ برطانیہ عظمیٰ کے اخبارات نے "جماعتی حربوں" اور "اخبارات کی توجہ حاصل کرنے" والی فرسودہ تراکیب کا سہارا لیا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ برطانیہ ہند کی صورت حال سے کس قدر بے بہرہ ہے۔

(قائداعظم : تقاریر و بیانات (انگریزی) جلد ۳' صفحہ ۱۷۲۷)

۶۲۔ مسٹر گاندھی کے مکتوب کے بارے میں سرکاری اعلامیہ پر بیان

مجریہ بمبئی ۲۸ مئی ۱۹۴۳ء

مجھے سیکرٹری محکمہ داخلہ، حکومت ہند کی جانب سے ایک مراسلہ مورخہ ۲۴ مئی موصول ہوا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ مسٹر گاندھی کے مکتوب میں مجھ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا گیا ہے اور حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ مکتوب مجھے ارسال نہیں کیا جا سکتا۔

مسٹر گاندھی کے مکتوب کا یہی مطلب سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ مسٹر گاندھی کی ایک چال ہے جس کا مقصد مسلم لیگ کا برطانوی حکومت سے تصادم کرانا ہے تاکہ ان کی رہائی میں مدد دی جا سکے کہ وہ اس کے بعد جو چاہے سو کرنے کے لیے آزاد ہوں۔

واقعتاً مسٹر گاندھی کی حکمت عملی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور میں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ دہلی میں اپنی تقریر کے دوران جو تجاویز پیش کی تھیں انہیں منظور کرنے کی کوئی حقیقی خواہش موجود نہیں۔ اگرچہ میں مسٹر گاندھی یا کسی اور ہندو رہنما سے ملاقات کے لئے ہمیشہ آمادہ رہا ہوں اور اب بھی مجھے ان سے مل کر بڑی مسرت ہو گی' تاہم یہ سریع الذوال مکتوب جس میں محض مجھ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا گیا اس نوع کا مکتوب نہیں ہے جس کی میں نے اپنی تقریر میں تجویز پیش کی تھی کہ مسٹر گاندھی مجھے لکھیں اور جسے اب حکومت نے روک لیا ہے۔

کوئی تبدیلی نہیں

میری تقریر دراصل ان اپیلوں کا جواب تھی جو ہندو رہنماؤں کی جانب سے مجھے کی گئیں اور اب بھی کی جا رہی ہیں کہ مسلم لیگ کو اس تعطل کو حل کرنے کے لئے کچھ کرنا چاہیے۔ میری تجویز کہ مسٹر گاندھی کو مجھے خط لکھنا چاہیے ان اپیلوں کے جواب میں تھی۔ مسٹر گاندھی یا ہندو قیادت کی طرف سے حکمت عملی میں تبدیلی کی کوئی شہادت موجود نہیں اور میں نے اس حالیہ مراسلت کا حوالہ دیا تھا جو مسٹر گاندھی اور وائسرائے کے مابین ہوئی۔ جس سے اس کے برعکس یہ ظاہر ہوا کہ مسٹر گاندھی اپنے ۸ اگست ۱۹۴۲ء کے موقف کو درست قرار دیتے ہیں۔

لیکن بایں ہمہ کچھ ذمہ دار ہندو رہنماؤں نے مجھ پر یہ زور دیا کہ مسٹر گاندھی نے اب یہ محسوس کر لیا ہے کہ انہوں نے غلطی کی تھی اور اگر انہیں موقع مل جائے تو وہ اپنی غلطی کے ازالے کے لئے غور پر بھی آمادہ ہیں' اور یہ کہ انہوں نے پاکستان کے بارے میں بھی اپنا رویہ تبدیل کر لیا ہے اور پاکستان کی بنیاد پر تصفیہ کرنے پر تیار ہوں گے' لیکن برطانوی حکومت اہم

شخصیتوں کو مجھ سے رابطہ قائم کرنے سے روک کر ہندو مسلم تصفیے کی راہ میں رکاوٹ ڈال رہی ہے۔ لہٰذا میں نے یہ تجویز پیش کی کہ اگر مسٹر گاندھی مجھے ایسا خط لکھیں جس میں غلطی کے ازالے، اور اس حکمت عملی اور پروگرام کو ترک کر دینے کی نشاندھی کی جائے جو آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی ۸ اگست ۱۹۴۲ء کی قرارداد پر منتج ہوئی اور اس امر پر آمادگی کا اظہار کیا جائے کہ وہ پاکستان کی بنیاد پر تصفیے پر تیار ہیں تو ہم ماضی کو دفن کرنے اور اسے فراموش کرنے پر تیار ہیں۔ مجھے اب بھی یقین ہے کہ اگر اس قسم کا مکتوب مسٹر گاندھی کی جانب سے آیا تو حکومت اسے روکنے کی جرات نہ کرے گی۔

مجھے افسوس ہے کہ کانگرس پریس نے میری تقریر کے بعض مسخ شدہ حصوں کی اشاعت پر جن میں سے بھی اہم الفاظ کو حذف کر دیا گیا، مبنی لایعنی باتوں اور نعرہ زنی میں مصروف ہے۔ یہ گمراہ کن اور مخاصمانہ پروپاگنڈا کا کام تو دے سکتا ہے لیکن اس سے وہ دوستانہ ماحول پیدا نہیں ہو سکتا جو از بس ضروری ہے۔ میرے خیال میں اخبارات اور جو لوگ مختلف ناعاقبت اندیش قسم کے بیانات دینے میں مصروف ہیں بڑی بدخدمتی سرانجام دے رہے ہیں۔

(دی مارننگ نیوز ۲۹، مئی ۱۹۴۳ء)

۶۳۔ کراچی پریس کانفرنس میں بیان

۴ جون ۱۹۴۳ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کراچی میں اخبار نویسوں کے سامنے اس موقف کی وضاحت کی جو انہوں نے حکومت ہند کی جانب سے مسٹر گاندھی کے مکتوب کو روک لینے پر اختیار کیا۔

مسٹر جناح نے کہا کہ کانگرس کی گذشتہ ۸ اگست کی قرارداد کے دن سے لے کر آج تک انہوں نے بار بار یہ بات کہی ہے کہ کانگرس کی ۸ اگست کی قرارداد نہ صرف برطانوی حکومت کے خلاف بغاوت ہے بلکہ ایک ہلاکت خیز جنگ، مسلم لیگ اور مسلم ہند کے خلاف بھی ایک اعلان جنگ ہے، اور یہ کہ جب تک کانگرس پستول ہاتھ سے نہ ڈال دے تصفیے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ مسٹر جناح نے دریافت کیا "کانگرس کی ۸ اگست کی قرارداد کیا ہے؟ اور خود ہی جواب دیتے ہوئے کہا: اس میں فوری آزادی کا مطالبہ کر دیا گیا ہے کہ قومی عبوری حکومت قائم کی جائے۔ کہ سارے ہند کے لئے وفاقی دستور مرتب کیا جائے۔ کہ برطانوی حکومت ہند چھوڑ دے، اور یہ کہ قومی حکومت دستور وضع کرے گی۔ اور اگر یہ مطالبہ منظور نہ کیا جائے تو کانگرس نے سول نافرمانی کی تحریک شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ اگر اس طرح کا مطالبہ منظور کر لیا جائے تو یہ مسلم لیگ کے

مطالبہ پاکستان کے لئے تباہ کن ہو گا۔

اپریل میں مسلم لیگ سے اپنے خطاب کے اقتباسات پیش کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ جس نوع کا خط میرے ذہن میں تھا اور جس کے بارے میں مَیں نے کہا تھا کہ "حکومت میں وہ خط روکنے کی جرات نہ ہو گی" اور یہ کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو صورت حال بڑی سنگین ہو جائے گی۔

مسٹر جناح نے شکایت کی کہ ان کی اپریل کی تقریر کو اخبارات کے ایک طبقے نے مکمل طور پر توڑ مروڑ دیا اور اس کے بعد جو بیانات جاری کئے گئے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ منظم ہندو پریس کسی ایسے شخص کو منصفانہ موقع نہیں دے گا یا اس کے ساتھ منصفانہ سلوک نہیں کرے گا جو کانگرس اور مسٹر گاندھی کی خواہشات کے سامنے سر تسلیم خم نہ کر دے۔ میرا موقف روز روشن کی طرح عیاں ہے آپ اس کا مقاطعہ کرنا چاہیں تو کریں۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ کم سے کم دو ہندو رہنماؤں میں اتنی صاف دلی تھی کہ انہوں نے میرے نقطہ نظر کو سراہا۔ وہ تھے مسٹر پی سی۔ جوشی سیکرٹری آل انڈیا کمیونسٹ پارٹی' جنہوں نے کہا کہ مسٹر گاندھی کے اپنے مکتوب میں یہ سقم رہ گیا کہ اس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ مسلم لیگ کے نقطہ نظر کو قبول کر لیں گے' اور مسٹر سی۔ راج گوپال اچاریہ جنہوں نے اپنے حالیہ بیان میں یہ اعتراف کیا کہ ان (مسٹر جناح) کی پیش کش کو قبول نہیں کیا گیا' چنانچہ معمول کے مطابق یہ ختم ہو جائے گی —— اگرچہ مسٹر راج گوپال اچاریہ سے بصد عزت و احترام میں یہ کہوں گا کہ مجھے وہ فرق نظر نہیں آتا جو انہوں نے قومی اور دیگر امور میں روا رکھا ہے۔ ایک سوال کرنے والے کو جنہوں نے کہا کہ مسٹر جناح کو مسٹر گاندھی کے پورے مندرجات کا علم نہیں ہو سکتا' انہوں نے کہا کہ بظاہر تو مسٹر گاندھی نے خواہش ملاقات کا اظہار کیا ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ مسٹر جناح نے کہا کہ فی الوقت میرے پاس اطلاع پر شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

کانگرس لیگ سمجھوتے کے بارے میں سوالات کے مسٹر جناح کی طرف سے جوابات اس بیان سے آگے نہ جا سکے جو انہوں نے ابتداء میں دے دیا تھا۔ اور جب ایک نامہ نگار نے دریافت کیا کہ کیا تعطل جنگ کے دوران جاری رہے گا؟" تو مسٹر جناح نے اس تعلق میں اشارے سے اپنی بے چارگی کا اظہار کیا۔

مسٹر جناح نے ایک اور نامہ نگار کو اس کے سوال پر بتایا کہ سندھ کی ایک ممتاز شخصیت کے نیشنل وار فرنٹ میں ایک ہزار روپیہ ماہانہ کے اعزازیہ پر ایک عہدہ قبول کرنے کے مسئلے سے

مسلم لیگ کا تعلق ہے اور کسی کا نہیں۔

جب ان سے کہا گیا کہ وہ پنجاب کے وزیراعظم کے اس بیان پر کچھ کہیں کہ سکندر۔ جناح معاہدہ علیٰ حالہ نافذ ہے تو مسٹر جناح نے کہا کہ اس معاملے کا تعلق پنجاب اور مسلم لیگ سے ہے "آپ اس بارے میں کیوں پریشان ہیں؟" اور بہت سی چیزیں جو اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں ہمیشہ درست بھی نہیں ہوتیں۔

جب مسٹر گاندھی کے مکتوب کے بارے میں اور سوال دریافت کئے گئے تو مسٹر جناح نے کہا کہ میں اس وقت مسٹر گاندھی پر الزام لگانا نہیں چاہتا"اس وقت میرا مقصد صرف اپنی دہلی کی تقریر کی غلط ترجمانیوں کا جواب دینا ہے۔" انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں صورت حال کو زیادہ تلخ بنانا نہیں چاہتا اور نہ ہی میں ہندو اخبارات کے ایک طبقے کی مسخ ذہنیت کی مثال کا تتبع کرنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا میں وہ باتیں کہنے سے بھی اجتناب کر رہا ہوں جو میں بصورت دیگر کہہ دیتا۔

(دی ڈان' ۶ جون ۱۹۴۳ء)

۶۴۔ صوبائی مسلم لیگ سندھ کے سالانہ اجلاس سے خطاب

کراچی' ۱۳ جون ۱۹۴۳ء

"مسلمانوں کی بالکل وہی صورت حال ہو گی جو اس وقت برطانوی حکمرانی کے تحت ہندی ریاستوں کی ہے اور مسلمانوں کے لئے اس کا مطلب ہو گا محض آقاؤں کی تبدیلی اگر برطانوی حکومت نے مسلم اکثریتی صوبوں میں مسلمانوں کے حصول پاکستان کے بغیر کانگرس کے مطالبہ آزادی کو تسلیم کر لیا۔" یہ بات مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے خطاب کرتے ہوئے کہی۔

جلسے سے اردو میں خطاب کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ "جب میں ۱۹۳۶ء میں سندھ آیا تھا تو یہ تقریباً وہ وقت تھا جب ملک میں صوبائی خود مختاری کا افتتاح ہو رہا تھا۔ دولت اور تعلیم کے اعتبار سے مسلمان یہاں پس منظر میں تھے۔ ۱۹۳۸ء اور ۱۹۴۰ء میں جب میں دوسری اور تیسری بار یہاں آیا تو میں نے یہاں کچھ روشن خیال لوگوں کو دیکھا۔ لیکن اب میں نے دیکھا ہے کہ یہاں عظیم سیاسی بیداری اور سیاسی شعور ہے۔

مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ مجلس قانون ساز کے ۳۴ مسلمان اراکین میں سے ۳۱ مسلم لیگ کے پرچم تلے موجود ہیں اور مجھے اعتماد ہے کہ وہ دن دور نہیں جب باقی اراکین بھی مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں گے۔

مطالبہ پاکستان

مسلمانان ہند کے پاکستان کے لئے جوش و خروش کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اب تو ہندو دوستوں اور دشمنوں دونوں نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں میں سیاسی شعور پیدا کر دیا ہے جو ایک بلند سطح پر پہنچ گیا ہے۔ سات برس پہلے مسلمان ایک ہجوم تھے اب وہ ایک قوم ہیں۔ لیکن انہوں نے مسلمانوں کو انتباہ کیا کہ وہ صرف صوبائی خود مختاری سے مطمئن ہو کر نہ بیٹھ رہیں وہ اس میں مگن نہ ہو جائیں کہ چند مسلم لیگی وزارتیں موجود ہیں۔ جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے اس کا انہیں فائدہ اٹھانا چاہیے لیکن حصول پاکستان کے لئے اپنی مساعی ضرور جاری رکھیں۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانو کا مطالبہ پاکستان حد درجہ معقول ہے۔ ہند میں مسلمان دس کروڑ ہیں اور اگر وہ اپنے اکثریتی صوبوں میں اپنے مذہب اور اپنی ثقافت کی بنیاد پر آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں تو اس میں ایسی کون سی غلط بات ہے۔ ایسی ہی بنیاد پر وہ تین چوتھائی ہند میں ہندوؤں کی خود مختار حکومت کے قیام کا حق بھی تسلیم کرتے ہیں۔

اگر مسلمانوں کو آقاؤں کی تبدیلی پر مجبور کیا گیا —— انگریزوں کی بجائے کانگرسیوں کی' تو ان کی صورت حال وہی ہو جائے گی جو اس وقت ہندی ریاستوں کی ہے۔ انہوں نے کہا بڑے سے بڑا اور قوی ترین مہاراجہ بھی وائسرائے کے حکم سے سرتابی کا تصور نہیں کر سکتا۔

تقریر ختم کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہندوؤں اور کانگرس نے ہند کی فرمانروائی کے امکانات کے نشے سے سرشار ہو کر مسلمانوں کے حق خودارادیت اور خود مختاری کی جانب سے اپنی آنکھیں موند لی ہیں' لیکن وہ وقت بھی دور نہیں جب انہیں مسلمانوں کا مطالبہ منظور کرنا پڑے گا کیونکہ پاکستان کی منزل حاصل کرنے کی خاطر کوئی قربانی بھی زیادہ عظیم تصور نہیں کی جائے گی۔

[قائداعظم : تقاریر و بیانات (انگریزی) جلد ۳' صفحہ ۱۷۳۴]

۶۵۔ سندھ صوبائی مسلم لیگ کونسل سے خطاب

کراچی' ۱۷ جون ۱۹۴۳ء

سندھ صوبائی مسلم لیگ کونسل سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے اس امر کی وضاحت کی کہ مسلمان پاکستان کے حق میں کیوں ہیں؟ انہوں نے کہا اگر ایسا موقع آیا اور انگریز ہند سے واپس گئے تو اکھنڈ ہندوستان میں مرکز پر ہندوؤں کا غلبہ ہو گا اور صوبائی خود مختاری' جہاں تک کہ صوبوں کا تعلق ہے' ایک سراب کی سی حیثیت اختیار کر لے گی جیسا کہ ظاہر ہے کہ وہ مرکز میں قائم حکومت کے احکام بجا لانے پر مجبور کر دیئے جائیں گے۔ انہوں نے کہا: تب مسلم

اکثریتی صوبوں کی حالت کا موجودہ ہندی ریاستوں کے ساتھ موازنہ کیا جا سکے گا جو بظاہر تو آزاد ہیں لیکن درحقیقت ان کے پاس کوئی اختیار نہیں۔ موخرالذکر صورت میں وائسرائے اور ان کا پولٹیکل ڈیپارٹمنٹ ہی سب کچھ ہے۔ انہوں نے کہا وہ انگریز آقاؤں کی جگہ ہندوؤں کو آقا قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں۔

انہوں نے مزید کہا کہ اگر ہندو آزادی کے حصول کے بارے میں فکر مند ہیں تو مسلمان کسی طرح سے بھی ان سے پیچھے نہیں۔ لیکن مسلمانوں کو حقیقی آزادی مطلوب ہے اور وہ کسی خارجی مداخلت کو گوارا نہیں کریں گے۔ یہ صرف پاکستان کے تحت ممکن ہو سکے گا جو مسلمانوں کو صرف ایک چوتھائی ہند عطا کرتا ہے' وہ ہندوؤں کے پاس تین چوتھائی ہند رہ جانے سے ہندوؤں کے ساتھ کوئی کد نہیں رکھیں گے۔

سندھ کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے اس امر پر اظہار اطمینان کیا کہ لیگ نے مسلم عوام میں سیاسی شعور بیدار کر دیا ہے' انہوں نے زور دے کر کہا کہ مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد مقصد پیدا کیا جائے۔ انہوں نے یہ تاثر دیا کہ مسلم لیگ کا بڑا مقصد مسلم عوام کی حالت کو بہتر بنانا ہے۔

(دی اسٹار آف انڈیا' ۱۸ جون ۱۹۴۳ء)

۶۶- سندھ مدرسہ کالج کی افتتاحی تقریب میں سپاسنامے کا جواب

کراچی' ۲۰ جون ۱۹۴۳ء

سندھ مدرسہ کالج کی افتتاحی تقریب میں قائداعظم کو جو سپاسنامہ پیش کیا گیا اس کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے ان دنوں کو یاد کیا جو انہوں نے ایک چھوٹے سے سندھ مدرسہ اسکول میں ایک طالب علم کی حیثیت سے گذارے تھے۔ یہ ساٹھ برس قبل کی بات ہے۔ "اس میدان میں مَیں نے بہت سے کھیل کھیلے اور مجھے اس کا چپہ چپہ یاد ہے۔" انہوں نے کہا کہ اگرچہ وہ جذبات سے مغلوب نہیں ہوتے لیکن اس موقع پر قدرتی طور پر جذبات انہیں متاثر کر رہے ہیں۔

مسٹر جناح نے کہا کہ اداروں کا آغاز ایک یا دو آدمیوں کی کوششوں سے ہو جاتا ہے لیکن ان کی نشوونما اور ارتقا میں تسلسل ان لوگوں کی وجہ سے آنا چاہیے جو بانیوں کے جلو میں آتے ہیں۔

اگر کسی ادارے کو عمدہ نتائج دکھانے ہیں تو اس کا انتظام مناسب طریقے سے ہونا چاہیے۔ ایک عملی انسان کی حیثیت سے وہ مسلم عوام سے کہے گا کہ وہ کالج کی زیادہ سے زیادہ امداد کریں' پیسے ہی سے میلے کی رونق دوبالا ہوتی ہے۔ فنڈز کے لئے اپیل کرتے ہوئے انہوں نے کہا میلے کی رونق بڑھانے کے لئے اپنی اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈالئے اور دل کھول کر عطیات دیجئے۔"

۶۷- سرحد مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے نام پیغام

کراچی' ۲۰ جون ۱۹۴۳ء

"میرے لئے یہ بڑی حوصلہ افزا بات ہے کہ آپ کے صوبے میں ہمارے لوگوں نے خود کو منظم کرنا شروع کر دیا ہے جب آپ خود کو مستحکم کرتے ہیں تو حقیقتاً آپ پاکستان کی سرحدوں کو مضبوط کرتے ہیں- یہ ایسی چیز ہے جو ہمارے لئے اپنی منزل مقصود کے حصول میں ممد و معاون ثابت ہو گی اور اس طرح ہم اپنی آزادی' عزت و آبرو' وقار اور اسلام کی شان و شوکت کو برقرار رکھ سکیں گے جس کے لئے ہم آج کل لڑ رہے ہیں-" یہ بات مسٹر ایم- اے- جناح نے سرحد مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن (پشاور) کے نام ایک پیغام میں کہی- جس کے زیر اہتمام تقریب یوم اقبال منائی گئی-
(دی مارننگ نیوز' ۲۴ جنوری ۱۹۴۳ء)

۶۸- سندھ کے عوام کو پیغام

کراچی' ۲۴ جون ۱۹۴۳ء

"سندھ کے عوام کو میرا پیغام ہے : متحد ہو کر ایک ٹیم کی مانند سب کی بھلائی کے لیے کام کرو- ماضی کو بھلا دو- اختلافات کو دفن کر دو' اور صوبے کی بہتری اور فلاح کے لیے کوشش کرو-"
(دی مارننگ نیوز' جون ۲۶' ۱۹۴۳ء)

۶۹- کوئٹہ پہنچنے پر تقریر

۲۶ جون ۱۹۴۳ء

مسٹر جناح آج صبح کوئٹہ تشریف لائے- ریلوے اسٹیشن پر ان کا نہایت والہانہ استقبال کیا گیا اور پھر انہیں ایک جلوس کی شکل میں شہر کی آراستہ پیراستہ گلیوں میں سے لے کر گزرے- راستے میں متعدد آرائشی محرابیں استادہ کی گئیں تھیں- جلوس میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی جو صوبائی مسلم لیگ کے دفتر پر ختم ہوا-

صوبائی مسلم لیگ کے دفتر کی شہ نشین سے ایک زبردست اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ میں آپ لوگوں کا انتہائی شکرگزار ہوں کہ آپ نے میرا ایسا شاہانہ استقبال کیا- میں دیکھتا ہوں کہ آپ لوگ کسی طرح سے بھی ہند کے دوسرے صوبوں سے پیچھے نہیں- میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ متحد رہیں اور اپنی محبوب منزل ـــــ جو پاکستان ہے' کے حصول

کے لئے تگ و دو کرتے رہیں۔ صفحہ ہستی پر ایسی کوئی طاقت نہیں جو آپ کو آپ کے حق سے محروم رکھ سکے۔ میں نے آج جو کچھ جوش و خروش کوئٹہ میں دیکھا میں ہمیشہ اسے یاد رکھوں گا۔ میں آج آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مسلمانان ہند بیدار ہو گئے ہیں اور ان کے ساتھ مسلمانان بلوچستان بھی۔ (اے۔ پی۔ آئی) (دی ڈان' ۲۷ جون ۱۹۴۳ء)

۷۰۔ پرچم کشائی کی تقریب پر تقریر

کوئٹہ ۲ جولائی ۱۹۴۳ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر' آل انڈیا مسلم لیگ نے قومی پرچم لہراتے ہوئے کہا: "میں اسے اپنے لئے ایک زبردست اعزاز تصور کرتا ہوں کہ میں آج اپنا قومی پرچم بلوچستان کی سرزمین پر لہرا رہا ہوں۔ دنیا میں ہر قوم کا اپنا قومی پرچم ہوتا ہے۔ بہت عرصے تک ہند میں مسلم قوم کا اپنا کوئی پرچم نہ تھا لیکن اب اللہ کے فضل و کرم سے ہمارا اپنا پرچم ہے۔

اس قومی پرچم کا وقار آپ کے ہاتھوں میں ہے اور یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ اس پرچم کا وقار برقرار رکھیں۔ اس پرچم تلے متحد ہو جایئے اور اپنی منزل مقصود کے حصول کی خاطر اپنی قربانیاں پیش کر دیجئے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی کوششیں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ دیگر اقوام کی طرح جن کا اپنے علاقے میں اپنا پرچم ہوتا ہے جب ہمیں پاکستان حاصل ہو جائے گا تو ہم اس پرچم کو اپنے پاکستان میں لہرائیں گے۔ میں توقع کرتا ہوں کہ آپ اس پرچم تلے جملہ مطلوبہ قربانیاں پیش کر دیں گے۔ میں دیکھتا ہوں کہ بلوچستان میں کافی سیاسی بیداری آ گئی ہے اور جب میں اگلی بار یہاں آؤں گا تو مجھے یقین ہے کہ میں یہ دیکھوں گا کہ آپ دوسرے صوبوں سے آگے نکل گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ بلوچستان چھوٹا سا صوبہ ہو لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ پاکستان کا اہم ترین حصہ ہے اور جب ہمیں پاکستان حاصل ہو جائے گا تو آپ محسوس کریں گے کہ آپ کا صوبہ اسلامی مملکت میں کسقدر اہم کردار ادا کرے گا۔" (دی مارننگ نیوز' ۴ جولائی ۱۹۴۳ء)

۷۱۔ بلوچستان مسلم لیگ کانفرنس سے خطاب

کوئٹہ ۳ جولائی ۱۹۴۳ء

قائداعظم محمد علی جناح کی افتتاحی تقریر کا پورا متن۔ بلوچستان صوبہ مسلم لیگ کے تیسرے سالانہ اجلاس منعقدہ ۳ جولائی ۱۹۴۳ء بمقام اسلامیہ ہائی اسکول' کوئٹہ زیر صدارت قاضی محمد عیسیٰ' فی البدیہہ ارشاد فرمائی تھی:

جناب صدر، اراکین کانفرنس، خواتین و حضرات!

میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے یہ دعوت دے کر مجھے زبردست اعزاز سے نوازا کہ میں بلوچستان صوبہ مسلم لیگ کی تیسری سالانہ کانفرنس کا افتتاح کروں۔ آپ کو یہ علم ہے کہ ۱۹۴۱ء میں مَیں نے بلوچستان آنے کا قصد کر لیا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے بمبئی سے روانگی سے چند روز قبل علالت نے مجھے آن گھیرا اور مجھے بڑی مایوسی ہوئی۔ لیکن مجھے مسرت ہے کہ میں آج آپ کے درمیان موجود ہوں۔ خواتین و حضرات، ۱۹۳۶ء، ۳۷، اور ۱۹۳۸ء میں۔ ۱۹۴۰ء میں ہم نے لاہور میں پاکستان، اپنی منزل مقرر کی۔ ۱۹۴۰ء سے اب تک لیگ نے کیا کیا یہ میں آپ کو بتاتا ہوں لیکن مجھے ۱۹۴۰ء تک جو ابتدائی کام کیا گیا اس کی تفصیل بتا کر آپ کو پریشان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں مسلم لیگ نے ہند کے مسلمانوں کو ایک دو صوبوں میں نہیں بلکہ سارے ملک میں ایک ہجوم سے ایک قوم میں تبدیل کر دیا۔ آج کل ہم مسلمانوں کو ایک ملت بنانے کے عمل سے گزر رہے ہیں۔ ہمارا ایک اللہ ہے، ایک کتاب (قرآن مجید)، اور ایک رسول ﷺ آج آپ کے پاس ایک پرچم ہے، ایک پلیٹ فارم اور لیگ کے توسل سے ہمارے لوگوں کی ایک آواز ہے اور اب تو مسلم لیگ نے آپ کو دہلی میں ایک اول درجہ کا روزانہ اخبار بھی دے دیا ہے جس کا مثل آپ کو مسلم ہند کی دو صد سالہ تاریخ میں کبھی میسر نہیں آیا۔ مسلم لیگ نے جہاں جہاں ہماری اکثریت ہے وہاں غالب مسلم لیگی وزارتیں قائم کیں۔ یعنی بنگال میں، پنجاب میں، سندھ اور صوبہ سرحد میں۔ آپ جانتے ہیں کہ موجودہ آئین کے تحت اختیارات محدود ہیں لیکن ان حدود کے اندر بھی ایسے اختیارات موجود ہیں جن سے ہم بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں اور ایسے قانون سازی اور انتظامی اقدامات کر سکتے ہیں جن سے ہم اپنے لوگوں کی معاشرتی ترقی اور تعلیمی، اقتصادی اور سیاسی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے فلاحی اور تعمیری پروگرام مضبوط کر سکتے ہیں۔

بلوچستان

ہم آسام میں اکثریت میں نہیں ہیں۔ لیکن وہاں مسلمان غالب پوزیشن میں ہیں۔ چنانچہ وہاں بھی ایسی وزارت موجود ہے جس میں مسلم لیگ کو غلبہ حاصل ہے۔ مسلم لیگ نے آپ کے سامنے پاکستان کی واضح منزل رکھ دی ہے۔ مسلم لیگ نے اپنے لوگوں کی معاشرتی، اقتصادی، ثقافتی اور سیاسی فلاح و بہبود کا بھی نہایت واضح پروگرام پیش کر دیا ہے۔ یہ کام گذشتہ تین چار برسوں کے دوران پایہ تکمیل کو پہنچایا اور ہمارے مخالفین بھی یہ اعتراف کرتے ہیں کہ ایسا قابل تعریف کام مسلم ہند کی پچھلی دو سو سالہ تاریخ میں کبھی نہیں ہوا۔ لیکن خواتین و حضرات، ابھی ہمیں بہت طے جانا ہے اور اپنی منزل پاکستان کے حصول کے ضمن میں ہمارے سامنے ایک طویل سفر موجود

ہے۔ لیکن تعمیر کے ان سارے کاموں کے درمیان میں نے بلوچستان کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ اس سے قبل کہ آپ یہ سوچتے کہ آپ خود کو گذشتہ دو تین برس میں اس حد تک منظم کر لیں گے' بلوچستان ہمارے دائرہ غور و فکر سے باہر نہیں رہا' بلوچستان ہماری توجہ سے محروم نہیں ہوا۔ ۱۹۲۷ء اور ۱۹۲۸ء میں ہم نے ۱۴ نکات ترتیب دیئے۔ ان میں سے ایک نکتہ یہ تھا کہ بلوچستان کو وہی درجہ دیا جائے اور اسی سطح پر لایا جائے جس پر ہند کے دیگر صوبے ہیں۔ میرے دوستو: میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ بلوچستان ایک تاریخی علاقہ ہے اور اس کی تاریخ بہت خوبصورت ہے۔ لیکن میں آپ سے معذرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ اسی زندگی پر قانع رہے۔ آپ نے دنیا کے ساتھ بلکہ ہند کے ساتھ بھی کوئی ترقی نہ کی۔ آپ کا اپنا ہی نظام ہے۔ دنیا میں کیا ہو رہا ہے' آپ اس سے لاتعلق رہے۔ آپ اپنی تعمیر و ترقی بیرونی امداد کے سہارے سے کرنے کی توقع نہیں کر سکتے۔ ہند کے دیگر حصوں میں آپ کے بھائی آپ کے لئے کتنے بھی متفکر کیوں نہ ہوں لیکن اصل بنیاد تو یہاں ہے اور آپ کو اسی بنیاد پر تعمیر کرنا ہو گی۔ جس کا مطلب ہے بلوچستان کے عوام الناس۔ لیکن ہم حیران و سرگرداں تھے۔ عام طور سے ہم الجھن میں تھے۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ آپ سے رابطہ ہو تو کیسے ہو۔

قاضی محمد عیسیٰ

میں آپ کو آپ کے خواب گراں سے جگانا چاہتا تھا اور پھر خوش قسمتی سے ایک واقعہ پیش آگیا' میری آپ کے صدر قاضی محمد عیسیٰ سے بمبئی کے گھڑ دوڑ کے میدان میں ملاقات ہو گئی۔ میں شاذ و نادر گھڑ دوڑ دیکھنے جاتا ہوں۔ میں تو سال میں ایک مرتبہ بھی نہیں جاتا اور بسا اوقات بالکل نہیں جاتا۔ لیکن مجھے معلوم نہیں یہ کیا چیز تھی کہ میں نے کہا چلو گھڑ دوڑ دیکھنے چلیں۔ گھڑ دوڑ کے میدان میں میری اپنے نوجوان دوست قاضی محمد عیسیٰ میں زیادہ دلچسپی محسوس ہوئی۔ اس کے بعد ہماری پھر ملاقات ہوئی تو میں نے ان پر جرح کی۔ یاد رہے کہ میں ایک وکیل ہوں اور میں نے چالیس برس وکالت کی ہے۔ اور میں نے خود سے کہا کہ یہ آدمی ہے' مجھے مسرت ہے کہ قاضی محمد عیسیٰ نے فوراً ہی میرے خیالات کو اپنا لیا اور وعدہ کیا کہ وہ بلوچستان واپس جاتے ہیں اور وہاں اپنے لوگوں کو منظم کریں گے۔ خواتین و حضرات' لوگوں کی تعریف کرنا میری عادت میں شامل نہیں' یہ ۱۹۳۹ء کی بات ہے اور اب ہم جولائی ۱۹۴۳ء میں ہیں۔ میں نے ان کا بغور مشاہدہ کیا اور بلوچستان کے حوالے سے میرا قاضی محمد عیسیٰ کے ساتھ گہرا رابطہ قائم ہو گیا اور میں سمجھتا ہوں کہ نہ میں مبالغہ آرائی کر رہا ہوں اور نہ ہی کسی کی ناجائز مدح سرائی' لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان چند برسوں میں انہوں نے آپ کی خدمت کی ہے۔ اپنے لوگوں کے مقاصد کی خاطر کسی قربانی سے

دریغ نہیں کیا اور اس کا نتیجہ آپ کے سامنے دیکھ رہا ہوں۔ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا بلوچستان کی تاریخ میں آپ نے پہلے کبھی ایسا اجتماع دیکھا تھا' جیسا آج آپ کے سامنے موجود ہے؟ [آوازیں: کبھی نہیں کبھی نہیں]یہاں مسلمان ہر طرح سے پسماندہ ہیں۔ تعلیمی' اقتصادی' معاشرتی اور ثقافتی اعتبار سے اور آج ہزاروں کی تعداد میں یہاں جمع ہیں اور میری انگریزی کی تقریر سن رہے ہیں۔ یہ ایک قابل تعریف بات ہے کہ آپ نے یہ سیاسی جذبہ حاصل کر لیا ہے۔ بلکہ مجھے کہنا چاہیے کہ بیداری آگئی ہے۔ آپ نے یہ محسوس کرنا شروع کر دیا ہے اور خود اعتمادی کا مطلب کیا ہے اور خود داری کے معنی کیا ہیں۔

مسلم لیگ

آج میں دیکھتا ہوں کہ ہر صوبے میں مسلمان تن کر کھڑا ہوتا ہے۔ مسلم لیگ مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی ہے۔ ہم نے ہر مسلمان کو اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ اپنی قوم پر فخر کرے اور اس عظیم تنظیم سے وابستگی کو اپنے لئے سعادت اور وقار کا باعث تصور کرے۔ اپنے لوگوں کو قوم بنانے کے ضمن میں پہلی بنیاد' جیسا کہ آپ جانتے ہیں' یہ ہے کہ آپ صحت مند معاشرتی حالات پیدا کریں اور آپ اپنے لوگوں میں وقار اور افتخار پیدا کریں کہ اس قوم سے وابستگی ایک عظیم بات ہے اور اس قوم کے لئے قربانی پیش کرنا عظیم بات ہے اور اس قوم کی خاطر متاع حیات کو قربان کر دینا عظیم تر۔ اب آپ دیگر صوبوں کے شانہ بشانہ آ رہے ہیں جو آپ سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ ہم اس پلیٹ فارم پر اور اس پرچم تلے اکٹھے کھڑے ہیں اور رفقائے کار کی طرح ساتھ کام کریں' نظم و ضبط کے ایسے پابند ہوں جیسے ایک فوج کے سپاہی۔ اپنی ذاتی آسائشوں اور مفادات کو اجتماعی بھلائی کی خاطر تج دیجئے۔ حسد اور اختلافات کو خیرباد کہہ دیجئے۔ آپ صرف ایک ہی قاعدے کو اپنا لیجئے کہ انفرادی سہولتوں یا مفادات کو قوم کی اجتماعی بہبود کی خاطر ترک کر دیں۔ اگر آپ بلوچستان میں ان خطوں پر اپنی تنظیم استوار کریں تو میں آپ کو بتاتا ہوں کہ آپ پاکستان کی اسکیم میں اہم کردار ادا کریں گے جس کے لئے ہم لڑ رہے ہیں' اور جسے ہم حاصل کر کے رہیں گے۔

فرائض

جناب صدر اب جو میں اگلی بات کہنی چاہتا ہوں اس بارے میں مجھے توقع ہے کہ مجھے غلط نہیں سمجھا جائے گا۔ آپ کا نظام بہت پرانا ہے' جسے میں جاگیردارانہ نظام ہی کہہ سکتا ہوں جو نقائص سے پُر ہے۔ میں سرداروں' نوابوں اور چیف صاحبان سے ایک بات کہنی چاہتا ہوں: آپ کو محسوس کرنا چاہیے کہ ہند تیزی سے حرکت کر رہا ہے۔ دنیا اس تیزی سے حرکت کر رہی ہے کہ

آپ اس سے نبرد آزما نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا آپ کو اس زمانے کا احساس کرنا چاہیے جس میں آپ رہ رہے ہیں۔ اگر آپ اپنے لوگوں کی خدمت کرنا چاہتے ہیں' اگر آپ اپنی قوم کی خدمت کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو اس زمانے کے طور طریقے اختیار کرنا ہوں گے جس میں آپ زندگی بسر کر رہے ہیں' اور اس زمانے کے بھی جو اس کے بعد آنے والا ہے۔ مسلم لیگ کی کوئی خواہش نہیں' نہ ہی یہ مسلم لیگ کی حکمت عملی ہے کہ وہ ایسا کوئی کام کرے جس سے سرداروں' نوابوں اور چیف صاحبان کو کوئی نقصان پہنچے۔ ہم آپ سے صرف یہ کہتے ہیں کہ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں' اپنے فرائض کو پہچانیں اور اپنے لوگوں کے ساتھ آئیں اپنی قوم کے ساتھ آئیں جس کی ہم آج کل تشکیل و تعمیر میں مصروف ہیں' نہ صرف بلوچستان میں بلکہ پورے ہند کے طول و عرض میں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ احتیاط سے غور کریں گے تو آپ مجھ سے اتفاق کریں گے اور پچھلے چند روز سے جو میں یہاں ہوں تو میری بہت سے سرداروں اور ممتاز لوگوں سے ملاقات ہوئی اور میں جانتا ہوں کہ ان کے دل ہمارے ساتھ میں اور مسلم لیگ اور مسلم قوم کے حق میں ہیں۔

ہندو کانگرس

جناب صدر ایک اور چیز جس کی جانب مجھے آپ کی توجہ مبذول کرانی چاہیے اور وہ یہ ہے۔ اس ہندو کانگرس نے گذشتہ چھ برسوں کے دوران اپنی پوری کوشش کی کہ وہ ہمارے لوگوں کو بدعنوانی میں ملوث کر دیں' انہیں گمراہ کر دیں اپنے منظم اخباری پروپاگنڈے کے ذریعہ' نہیں نہیں جھوٹے پروپاگنڈے کے ذریعے سے' تاکہ وہ مسلمانوں میں انتشار پیدا کر سکیں اور لاکھوں روپیہ ضائع کیا۔ کانگرس کے کیمپ میں کانگرس قوم پرست مسلمان ہیں' لیکن اب ان کی تعداد اتنی کم ہو گئی ہے کہ ہم انہیں انگلیوں پر گن سکتے ہیں۔ جمعیتہ العلماء میں انہیں مختلف حربوں سے اپنے دام میں پھنسایا گیا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب ان کا کوئی اثر و رسوخ باقی نہیں رہا۔ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ رابطے کی مہم شروع کی۔ انہوں نے ضمنی انتخابات میں اپنے امیدوار کھڑے کئے' اللہ کے فضل سے وہ تقریباً ہر انتخاب اور ضمنی انتخاب میں شکست سے دوچار ہوئے اور بہت مرتبہ تو ان کے امیدواروں کی ضمانت بھی ضبط ہوئی۔ ہر شخص کی جس کی انہوں نے تخلیق کی اور اسے ہمارے مدمقابل لا کھڑا کیا وہ اپنے اثر و رسوخ یا اختیار سے ہاتھ دھو بیٹھا اور مسلمان انہیں سننے کے لئے آمادہ نہیں تھے اور نہ ہی ان سے مزید گمراہ ہونے کے لئے تیار تھے۔

مومن حضرات

کچھ عرصہ قبل انہوں نے ایک نئی تنظیم کو جنم دیا جسے آزاد مسلم کانفرنس کہا جاتا تھا۔ اس پر بھی انہوں روپے خرچ کئے گئے لیکن وہ بھی کہیں جا کر سو گئے۔ کچھ مسلمانوں نے جو مومن

ہونے کے مدعی تھے' جس سے مراد ہے جولاہے' بہار کے انتخابات لڑنے کے لئے لیگ ٹکٹ کے واسطے درخواستیں دیں۔ ہم نے ٹکٹ دینے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ موزوں امیدوار نہیں تھے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو آپ کے دشمن ہو جاتے ہیں' کیونکہ آپ انہیں خوش نہیں کر سکتے یا آپ انہیں اس مقام پر نہیں پہنچا سکتے جہاں وہ پہنچنا چاہتے ہیں۔ پس ذاتی دشمنی شروع ہو جاتی ہے۔ اب یہ چند شرفاء اتفاق سے مومن برادری سے وابستہ ہیں۔ مومنوں کی اس لحاظ سے کوئی سیاسی تنظیم موجود نہیں۔ ہزاروں مومن مسلم لیگ کے ساتھ ہیں۔ انتخابات کے معاملے کو ہی لے لیجئے۔ ہمارے اجتماعات کو دیکھ لیں اور آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ہزاروں مومن حضرات مسلم لیگ کے پرچم کے گرد جوق در جوق جمع ہیں۔ لیکن منظم ہندو پریس بھی تو ہے اور یہ ان لوگوں کو مومنوں کے نمائندوں کے طور پر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مومن مسلم لیگ کے ساتھ نہیں ہیں۔ کہا گیا کہ ۴۵ ملین مومن مسلمان ہیں اور اسی طرح گمراہ کن بیانات دیئے گئے اور جھوٹا پروپاگنڈا کیا گیا۔ دارالعوام میں سوالات دریافت کئے گئے کہ مسلمان پاکستان کے خلاف ہیں۔ چونکہ یہ چند مہم جو مومن برادری کے نام پر قراردادیں منظور کر رہے تھے اور کانگرس پریس اس کی زبردست تشہیر کر رہا تھا۔ غلطی صرف اتنی سی تھی کہ یہ ۴۵ ملین کی بجائے سارے ہند میں صرف ۵ ملین ہوں گے۔ میں آپ کو یہ حقائق صرف اس لئے بتا رہا ہوں تاکہ آپ یہ اندازہ کر سکیں کہ کانگرس کس طرح مسلمانوں کو تقسیم کرنے اور ان میں تفرقہ پھیلانے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ کھیل ابھی ختم نہیں ہوا اور مجھے علم نہیں کہ آپ اس سے کماحقہ واقف ہیں یا نہیں۔ اس کی چنگاریاں آپ کے اپنے صوبہ بلوچستان میں بھی سلگ رہی ہیں' لیکن مجھے امید ہے کہ آپ اسے مکمل طور پر ختم کر دیں گے۔ ہم ہندوؤں کو تقسیم کرنا نہیں چاہتے۔ ہم ہندوؤں میں انتشار پھیلانا نہیں چاہتے۔ اس کے برعکس ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمیں صرف مسلمانوں سے سروکار ہے۔ مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد بااختیار اور نمائندہ تنظیم ہے۔ ہم ان میں مداخلت نہیں کرتے نہ ہم انہیں بدنام کرتے ہیں اور نہ ان کی غلط ترجمانی کرتے ہیں۔ میں اس پلیٹ فارم سے ایک بار پھر کانگرسیوں سے کہتا ہوں کہ یہ بے ایمانی اور بے اصولی کے حربے ترک کر دیجئے۔ اپنے بدعنوانی' جھوٹے پروپاگنڈے اور منافقت کے طریقوں کو خیرباد کہہ دیجئے۔

مجرمانہ تغافل

اگلی بات جو میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ اب جب آپ بیدار ہو گئے ہیں اور آپ نے اشیاء کو دیکھنا شروع کر دیا ہے' آپ بجا طور سے یہ محسوس کرتے ہیں' کیونکہ روشنی آپ تک پہنچ رہی ہے' اور آپ کو بالکل قدرتی طور پر یہ احساس ہوتا ہے کہ جہاں تک اس

انتظامیہ کا تعلق ہے آپ کی ترقی اور اس صوبے کے لوگوں میں فروغ تعلیم کے ضمن میں آپ کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کی مجلس مضامین نے ایک قرارداد منظور کی ہے جس میں ان دشواریوں کے تعلق میں جو ترقی اور فروغ تعلیم کی راہ میں پیدا کی جاتی ہیں آپ کے خیالات پیش کئے گئے ہیں۔ یہ نظر انداز کی جا رہی ہے اور مجھے توقع ہے کہ وہ وقت آگیا ہے جب آپ کے صوبے کی انتظامیہ کے سربراہ کو یہ دیکھنا ہو گا کہ اس صوبے کے لوگوں کی تعلیم کے معاملے میں مجرمانہ تغافل برتا گیا۔ یہ کوئی چھوٹا شہر نہیں ہے۔ میں نے ہند کے ہر حصے میں بہت سے دوسرے شہر دیکھے ہیں۔ حتیٰ کے بعض چھوٹے گاؤں میں بھی حالات اس سے بہت بہتر ہیں۔ بہرکیف اب آپ نے یہ محسوس کر لیا ہے کہ اس کے لئے آپ کو لڑنا پڑے گا اور تعلیم کے فروغ اور اس صوبے میں تعلیم کی ترقی کی خاطر آپ کی لڑائی میں' باور کیجئے' آل انڈیا مسلم لیگ آپ کے ساتھ ہو گی۔ میں نے جو کچھ یہاں دیکھا ہے میں اس کی مفصل روئیداد مرکزی مجلس قانون ساز کی مسلم لیگ پارٹی کو پیش کروں گا کیونکہ آخر کار حکومت ہند بلوچستان کا کنٹرول اور اپنے ایک ادارے کے ذریعہ اس پر حکمرانی کرتی ہے اور وہی اس کا نظم و نسق چلانے کی ذمہ دار ہے۔ وہاں ہم اس مسئلہ کی اچھی طرح سے چھان پھٹک کریں گے۔ لیکن اس اثناء میں مجھے امید ہے یہاں بھی لوگ ان جائز شکایات اور مطالبات پر توجہ دیں گے جو اس قرارداد میں شامل ہیں جو آپ کے سامنے پیش کی گئی ہے اور مقامی انتظامیہ پر زور ڈالیں گے کہ وہ ان پر غور کریں۔

کوئٹہ

جناب صدر' ہند کے دیگر حصوں میں ایسے قصبات موجود ہیں جو کوئٹہ کے مقابلے میں بدترین ہیں۔ تاہم وہ بھی شہری زندگی کی کچھ سہولتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ شہری زندگی کی سہولتوں میں ترقی اور کوئٹہ کے بلدیاتی ادارے نے کیا ترقی کی ہے؟ یہ بالکل کوئی ترقی نہیں ہے۔ یقیناً اس شہر کے باسیوں کا شہری سہولتوں اور بلدیاتی ادارے سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس شہر کو جاں بلب حالت میں کیوں رکھا گیا ہے جب کہ دوسرے صوبوں میں شہروں کو ڈسٹرکٹ بورڈ' لوکل بورڈ بلدیاتی اداروں کی سہولتیں میسر ہیں۔ تاریخ میں یہ بہت تعجب انگیز شے ہو گی کہ اس شہر میں شہری سہولتوں اور بلدیاتی زندگی کو کیوں ترقی نہ کرنے دی گئی۔

بلوچستان میں اقلیتیں

اب میں بلوچستان کی اقلیتوں کے بارے میں چند لفظ کہنا چاہتا ہوں۔ یہاں سکھ ہیں ہندو اور دیگر غیر مسلم اور عیسائی وغیرہ وغیرہ ہیں۔ جناب صدر' ہماری یہ عادت نہیں کہ ہم وہ بات کریں جو

ہماری مراد نہ ہو یا مطلب ایک بات سے ہو اور کہیں دوسری۔ ہم نے اپنے موقف کی وضاحت کر دی ہے' اب میں یہاں ہوں' میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ ضروری ہو اور اگر یقین دہانی کی احتیاج ہو تو میں صدر آل انڈیا مسلم لیگ کی حیثیت سے اپنا موقف دہراتا ہوں۔ میں بلوچستان میں اقلیتوں سے کہتا ہوں کہ ہم دیکھیں گے کہ اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ اور عادلانہ سلوک کیا جائے۔ ہم اس کا اہتمام کریں گے کہ اقلیتوں میں تحفظ اور اعتماد کا شعور پیدا ہو جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی بھی مہذب حکومت کا بنیادی فریضہ ہے۔ ہمارے پیچھے ارفع ترین روایات موجود ہیں اور اس امر کی شہادت مورخین نے دی ہے۔ مسلمان مورخوں نے نہیں بلکہ غیر مسلم مورخوں نے کہ عام طور سے جہاں کہیں بھی مسلم حکمرانی تھی وہاں اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ اور عادلانہ سلوک روا رکھا گیا۔ تازہ ترین مثال مصر کی ہے۔ مصر میں قبطی صرف ۵ فی صد ہیں جب کہ مسلمانوں کی ۹۴ فی صد کی غالب اکثریت ہے۔ لیکن آپ وہاں جا کر دیکھ لیں کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا ہے۔ مصری حکومت کے تحت ان کے پاس اعلیٰ ترین عہدہ موجود ہے اور ملازمتوں میں ان کا حصہ اب اور اس وقت تیس فی صد سے زیادہ ہے۔ لہٰذا یہ تمام جھوٹا پروپاگنڈا جسے کانگرس کی طرف سے تخلیق کیا گیا اس کا مقصد صرف اقلیتوں کو خوف زدہ کرنا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر مسلم اکثریتی حکومت قائم ہو گئی تو اقلیتوں کا کیا ہو گا؟ اس طرح وہ ہر طرح کی دہشت کا تاثر دیتے ہیں۔ یہ کانگرس کے پروپاگنڈے کا ایک اور ڈھب ہے کہ وہ اقلیتوں کو کان سے پکڑ کر مسلمانوں کے خلاف کھڑا کر دیں۔

سکھ

میں اقلیتوں سے دریافت کرتا ہوں' ماسوا اعلیٰ ذات ہندوؤں کے' اگر ہندو راج قائم ہو گیا تو آپ کی کیا صورت حال ہو گی؟ ہمارے سکھ دوستوں کا کیا بنے گا؟ وہ تو سمندر میں ایک قطرے کی مثال ہوں گے۔ عیسائیوں کا کیا ہو گا جن کی کل تعداد پانچ یا چھ ملین ہو گی۔ اچھوتوں کا کیا ہو گا جو ۶۰ ملین ہیں۔ یہ وہ حقائق ہیں جن پر میں چاہتا ہوں کہ آپ غور کریں۔ بلاشبہ اعلیٰ ذات کے ہندو ٹھیک ٹھاک ہوں گے کہ یہ اعلیٰ ذات کا ہندو راج ہو گا۔

پاکستان

ایک بات اور ہے جو میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں اور یہ ہے پاکستان سے متعلق۔ جناب صدر' ہمارے مخالفین نے اس قدر الجھنیں پھیلائی ہیں کیونکہ ان کے پاس طاقتور تشہیری ہے' دولت ہے اور اخبارات اور چند شکی لوگ۔ میں خود یہ سوچتا ہوں کہ مسلمانوں کی غالب اکثریت یہ سمجھ چکی ہے کہ پاکستان کا مطلب کیا ہے۔ اس باب میں کوئی شبہ نہیں۔ لیکن اور دوسرے لوگ

بھی ہیں جو ہمارے مخالفین کے ایجنٹوں سے گمراہ ہو جاتے ہیں جو (ایجنٹ) دیدہ و دانستہ طور پر کوئز لنگ کا کردار ادا کرتے ہیں اور ہمارے کچھ لوگوں کو الجھن میں ڈال دیتے ہیں۔ اب میں اس معاملے کو آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اس کے لئے کسی عظیم وکیل یا کسی زبردست ماہر آئین کی ضرورت نہیں اگر آپ خوداس پر غور کریں گے تو بہت تھوڑے سے عرصے میں آپ سمجھ لیں گے کہ پاکستان سے مراد کیا ہے۔ میں نے اپنے لوگوں سے سوال کئے ہیں' دیہی علاقوں کے مسلمانوں سے مختلف اجتماعات سے' ریلوے اسٹیشنوں پر۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میں کسانوں اور ریلوے مزدوروں کے جواب سن کر حیران رہ گیا۔ یہ معمولی عقل کا جواب' لیکن بہت اچھا' ایک ریلوے اسٹیشن پر میں نے ایک اجتماع سے سوال کیا' یہ کوئی پانچ سو آدمیوں کا مجمع ہو گا' پاکستان سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ ان میں سےایک آدمی نے جواب دیا کہ "پاکستان سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں سارے ہند کے لئے ایک مرکزی حکومت نہیں چاہتا۔ اس کا مطلب ہے ہندو راج اور ان صوبوں میں بھی جہاں ہم اکثریت میں ہیں ہندوؤں کی غلامی کا جوا ہمارے کندھوں پر ہو گا۔" جب میں نے کہا کہ پھر آپ کیا چاہتے ہیں؟ اس نے کہا "میں چاہتا ہوں کہ پہلے تو جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں ہماری آزاد حکومت ہو جس کا مرکز یا ہندو ہند سے کوئی تعلق نہ ہو۔" میں نے کہا وہ کون سے علاقے ہیں؟ اس نے کہا شمال مغربی منطقے۔ اس نے نام لئے اور کہا سندھ' بلوچستان' پنجاب' شمال مغربی صوبہ سرحد اور بنگال۔ پھر میں نے اس سے پوچھا' کیونکہ وہ تو سی۔ پی میں تھا جہاں مسلمانوں کی آبادی صرف چار فی صد ہے۔ تمہارا کیا بنے گا تم لوگ تو یہاں صرف چار فی صد ہو۔ اس نے کہا کہ یہ میری بدقسمتی ہے کہ میں یہاں پیدا ہوا۔ میرے بھائیوں کی تو اپنی حکومت ہو' کم سے کم وہ تو آزاد ہو جائیں' یہاں اللہ ہماری حفاظت کرے گا۔ ہم ہندوؤں کا برا نہیں چاہتے۔ ہم کیا چاہتے ہیں؟ ہم کہتے ہیں یہاں برطانوی حکومت ہے اس نے اعلانات کئے ہیں اور یقین دہانیاں کرائی ہیں کہ وہ انتقال اقتدار کے لئے آمادہ ہیں' ایک ہند کو یا دو کو یا دو سے زیادہ قلمروؤں کو اگر آپ آپس میں اتفاق رائے کر لیں۔ ہم ایک یا ایک سے زیادہ قلمروؤں کو دستور دینے کے لئے تیار ہیں جس پر آپ رضامند ہوں۔ ہر ایک قلمرو دوسری قلمرو کے مساوی سطح پر ہو گی بشمول انگلستان' اور آپ کے وہی حقوق ہوں گے۔ مزید برآں اس طرح جو قلمروئیں تشکیل پائیں گی انہیں علیحدگی کا حق بھی ہو گا اگر وہ یہ فیصلہ کریں۔ پاکستان کا مطلب ہے کہ ہندو' ہندو ہند میں حکومت کریں اور مسلمان مسلم ہند میں' حکومت کرنے دیجئے اور دونوں کو آزاد ہونے دیجئے۔ ہندوؤں کا جواب ہے نہیں نہیں' ہمیں تو سارے کا سارا چاہیے۔ آپ سارے (ہند) پر حکومت کیوں کرنا چاہتے ہیں؟ ہندو مہاسبھا صاف زبان میں بات کرتی ہے لیکن ہندو مہاسبھا اور

کانگرس میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ ہندو مہاسبھا بالکل کھلم کھلا بات کرتی جب کہ کانگرس بالواسطہ طور پر بات کرتی ہے۔ ہندو مہاسبھا کہتی ہے کہ مجھے ہند چاہیے تاکہ میں مسلمانوں کو اپنی ایڑی تلے دبا کر رکھ سکوں۔ آپ کو میرے راج کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہو گا اگر آپ مطمئن نہیں ہیں تو مکہ اور مدینہ چلے جائیں۔ اب جناب صدر میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کس کو کس سے عناد ہے۔ کس کے عزائم ہیں۔ کون ایک دوسری قوم کو اپنی ایڑی تلے رکھنا چاہتا ہے۔ ہم نہیں بلکہ وہ۔ لہٰذا جب ہم ان معاملات کا جائزہ لینا شروع کرتے ہیں تو یہ کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں رہتا۔ اصول اتنا واضح ہے جتنا ایک روشن دن۔ یقیناً یہ بالکل واضح ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں کیا چیز مشترک ہے۔ یہ محض مذہبوں کا فرق نہیں' کیا تمہاری ثقافت مشترک ہے' کیا تمہارا فن مشترک ہے' کیا تمہاری موسیقی مشترک ہے' کیا تمہاری زبان مشترک ہے' کیا تمہاری معاشرتی زندگی مشترک ہے؟ بلوچستان میں' مجھے بتایا گیا ہے' مسلم علاقہ ہے اور ہندو علاقہ ہے جیسا کہ سارے ہند میں ہے۔ کیا تمہارا قانون اور اصول قانون مشترک ہے؟ کیا تمہاری تقویم مشترک ہے' کیا تمہارے نام مشترک ہیں؟ یا لباس مشترک ہیں۔ آخر ہندوؤں اور مسلمانوں میں کیا چیز مشترک ہے؟ پھر آپ کیوں ان دو مختلف تہذیبوں کو زبردستی اور مصنوعی طریقے سے یکجا کرنا چاہتے ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ یہ ایک کل ہند مقننہ اور انتظامیہ کو چلائیں گی۔ ہندو میرے ہاتھوں سے پانی تک نہیں لے گا اور پھر بھی وہ جمہوریت کی بات کرتا ہے۔ برطانوی حکمرانی کی دو صدیاں بھی ہندوؤں اور مسلمانوں کو قریب تر نہ لا سکیں' نہ وہ اس سے قبل کبھی قریب تر تھے اور نہ آئندہ کبھی قریب تر آ سکیں گے۔ ہند کی وحدت برطانوی ساخت کی انتظامیہ ہے اور اسے برطانوی شمشیروں نے یکجا رکھا' یہ ایک طرح کے یک جہتی لوگوں کا اتحاد نہیں جن کی ثقافت مشترک ہو اور جو زندگی میں اہمیت رکھنے والے امور میں ایک ہوں۔ پس اب انگریز کہتے ہیں کہ ہم اقتدار منتقل کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ یہ اقتدار کسے منتقل کیا جائے؟ ہم کانگرس سے کہتے ہیں کہ تم ہندوؤں کی نیابت کرتی ہو' جو ایک حقیقت ہے' تم اپنا ہندوستان لے لو اور ہمیں اپنا مسلم ہند پاکستان لے لینے دو۔ ہمیں اچھے ہمسایوں کی طرح زندگی بسر کرنے دو۔ امریکہ' یورپ اور ایشیا میں کتنی ریاستیں ہیں۔ براعظم امریکہ میں ایک حکومت کیوں نہیں؟ اور یہ امر پیش رہے کہ جنوبی امریکہ کی ریاستوں مثلاً کینیڈا اور دیگر مملکتوں میں فرق بہت کم ہے۔ ایک آئرش [آئرلینڈ کا باسی] اور ایک انگریز میں کیا فرق ہے؟ اور پھر آئرلینڈ نے اپنے ملک کی تقسیم کا خطرہ مول لیتے ہوئے خود انگلستان سے علیحدگی اختیار کی۔ حالانکہ ان دونوں میں صدیوں سے اتحاد قائم تھا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ایک بھیانک شے ہو گی اگر کوئی یہ تجویز کر لے کہ ایشیا' افریقہ' یوروپ اور امریکہ کے ان وسیع و عریض براعظموں کی

ایک مرکزی حکومت ہونی چاہیے۔ ان مختلف اقوام کو یکجا کرنا کیلتا" غیر فطری عمل ہو گا کیونکہ یہ گاڑی ہرگز نہ چل سکے گی۔ بلکہ یہ تو مستقل جھگڑوں کی آماجگاہ بن جائے گی اور اس سے کہیں زیادہ اس طرح کا معاملہ ہند میں ہو گا۔ میں ہندوؤں اور کانگرس سے کہوں گا کہ آپ کو اس بات کا جتنا جلد احساس ہو جائے گا اتنا ہی بہتر ہو گا۔ جس قدر جلد آپ یہ محسوس کر لیں گے اسی قدر جلد ہم ترقی کی راہ پر گامزن ہو جائیں گے۔ یہ کانگرس ہی ہے جو ہند کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی بڑی حد تک ذمہ دار ہے۔ تمام تر ذمہ داری انہیں پر عائد ہوتی ہے اور جب تک وہ لڑکپن کا یہ خواب دیکھتے رہیں گے اور اسے جوان عمری تک اپنے مقصد کی حیثیت سے برقرار رکھیں گے کہ وہ ہندو راج قائم کریں گے اور سو ملین مسلمانوں کے گلوں میں اپنی غلامی کا طوق ڈال دیں گے' اس وقت تک وہ اس برصغیر کی ترقی اور آزادی کو موخر کرتے رہیں گے۔

(دی آنورڈ' ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۳ء)

۷۲- کانفرنس کی دوسری نشست سے خطاب

۲ جولائی ۱۹۴۳ء

قراردادوں کی منظوری کے بعد ایک تاریخی تلوار مسٹر جناح کی خدمت میں پیش کی گئی جس کے بارے میں اعلان کیا گیا کہ وہ دفاع اسلام کے ضمن میں متعدد جنگوں میں استعمال کی گئی۔

ہدیہ قبول کرتے ہوئے مسٹر جناح نے اس بیداری پر مسرت کا اظہار کیا جو بلوچوں میں پیدا ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا آپ کی قراردادوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اپنی مشکلات اور ذمہ داریوں کو سمجھنے لگے ہیں۔ آپ مکمل تاریکی میں گھرے ہوئے تھے۔ مسلم لیگ آپ کے پاس روشنی لائی۔ اور آپ لوگوں کو جن کی صدیوں سے ہند کے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ سوچنے سمجھنے کی قوت ختم ہو چکی تھی مکمل حقائق سے باخبر کیا گیا۔ اگر آپ سب کے سب مسلم لیگ کے پرچم تلے اکٹھے ہو جائیں تو نہ صرف آپ اپنی دشواریوں پر قابو پا لیں گے بلکہ آپ مسلم ہند کے لئے بھی حقیقی قوت کا منبع بن جائیں گے۔ یہ پرچم آپ کو تحفظ بھی عطا کرے گا اور طاقت بھی۔

اس تلوار کا حوالہ دیتے ہوئے جو انہیں تحفے کے طور پر پیش کی گئی انہوں نے کہا "یہ صرف دفاع میں اٹھے گی۔ لیکن اس وقت سب سے زیادہ اہم چیز تعلیم ہے۔ علم تلوار سے زیادہ طاقت ور ہوتا ہے" جائیے اور اسے حاصل کیجئے۔ مجھے معلوم ہے کہ اگر وقت آتا ہے تو ہم اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیں گے لیکن پہلے لیس ہو جائیے۔ ہم نہیں چاہتے کہ آپ کی جانیں ضائع ہوں۔ دوسری بہت اہم چیز تجارت اور سوداگری ہے۔ جب تک کوئی قوم اقتصادی اعتبار سے

کمزور ہے وہ زندگی کی جنگ میں فتح پانے کی توقع نہیں کر سکتی۔ پس اقتصادی زندگی کو منظم کیجئے اور اسے ترقی دیجئے۔ جب آپ کامیابی کے ساتھ یہ کچھ کر لیں تب تلوار کی باری آئے گی جسے ہم پچھلے تیرہ سو برسوں سے چلا رہے ہیں۔" (قائداعظم: تقاریر و بیانات' جلد ۳' صفحہ ۱۷۵۲ء)

۷۳۔ انٹر کالج کوئٹہ میں پیش کردہ سپاسنامے کا جواب

کوئٹہ ۶ جولائی' ۱۹۴۳ء

سپاسنامے کے جواب میں مسٹر جناح نے طلباء کو مشورہ دیا کہ وہ عملی سیاست میں سرگرم حصہ نہ لیں۔لیکن اس کے ساتھ ہی ہند اور دنیا میں رونما ہونے والے واقعات سے خود کو پوری طرح سے باخبر رکھیں۔ انہوں نے کہا "خود کو مستقبل کے لئے لیس کریں۔ چونکہ آپ کو ایک زبردست کردار سر انجام دینا ہے۔ تمام توجہ اپنے مطالعے پر مرکوز رکھیں۔ کوشش کریں کہ آپ کے صوبے میں تعلیم عام ہو جائے کیونکہ اس پہلو سے آپ کا صوبہ دیگر صوبوں سے بہت پیچھے ہے۔"

تقریر ختم ہوئے انہوں نے اس توقع کا اظہار کیا کہ ان کی کوئٹہ میں آئندہ آمد سے قبل اس کالج کو ڈگری کالج کے درجے پر ترقی مل چکی ہو گی۔ (دی اسٹار آف انڈیا' ۸ جولائی ۱۹۴۳ء)

۷۴۔ مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی ضیافت میں تقریر

کوئٹہ ۷ جولائی ۱۹۴۳ء

"جب تک آپ طالب علم ہیں عملی سیاست میں حصہ نہ لیجئے' سستے نعروں کے پیچھے مت دوڑیئے' اپنی تمام تر توجہ تعلیم پر مرکوز رکھئے۔ خود کو لیس کیجئے اور عمل کے لئے اپنے اندر اہلیت پیدا کیجئے۔ یہ ہے آپ کا اولین فریضہ خود آپ کی اپنی جانب' اپنے والدین کی جانب اور سب سے بڑی بات یہ کہ اپنی قوم کی جانب۔ آپ جتنا بہتر طور پر خود کو لیس کریں گے کامیابی کے لئے اتنے ہی روشن امکانات ہوں گے۔" یہ ہے وہ تلقین جو مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے مسلمان طلباء کو کی۔ وہ چائے کی ایک ضیافت میں تقریر کر رہے تھے جس کا اہتمام مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن نے ان کے اعزاز میں کیا تھا۔

مسٹر جناح نے کہا "حالات حاضرہ اور ان قوتوں اور تحریکوں کا مطالعہ جو اس وقت ہند اور باقی ماندہ دنیا میں رو بہ عمل ہیں' آپ کی تعلیم کا جزو ہے۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ اپنی قومی تنظیم آل انڈیا مسلم لیگ کی حکمت عملی اور پروگرام کا بھی مطالعہ کیجئے۔

مسٹر جناح نے طلباء کو اس امر پر اکسایا کہ وہ اپنی پرانی کاہلی کو خیرباد کہہ دیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی سرزمین کی ایک تاریخ ہے۔ یہ بہت سے نشیب و فراز سے گزری ہے لیکن آپ لوگ کم و بیش متعدد صدیوں سے انہیں خطوط پر زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ لوگ اس سے قطعی لاتعلق تھے کہ آپ کے پڑوس میں یا اردگرد کیا ہو رہا ہے۔ یہ صدیوں پرانی بات ہے لیکن آج بھی اگر آپ بلوچستان پر نظر ڈالیں تو آپ دیکھیں گے کہ آپ نے کوئی حقیقی ترقی نہیں کی۔

ایک اور بیان

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہا "کیا آپ اب یہ محسوس کرتے ہیں کہ گذشتہ دس دن کے دوران آپ کے مسلسل تنظیمی کام کی وجہ سے بلوچستان نے نقشہ ہند پر ایک مقام حاصل کر لیا ہے؟ صرف یہی نہیں بلکہ اس نے دنیا کے نقشے پر بھی ایک قدم دھر دیا ہے کہ غیر ملکی ریڈیو اسٹیشنوں سے بھی اب آپ کی سرگرمیوں کی خبروں کا ذکر ہو رہا ہے۔ مسٹر جناح نے یہ بات اس وقت کہی جب بلوچستان مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی جانب سے انہیں کشیدہ کاری کے ذریعہ تیار کردہ ہند کا ایک نقشہ پیش کیا گیا جس میں پاکستان نمایاں طور پر دکھایا گیا تھا اور حسب ذیل مصرع خاص طور سے کاڑھا گیا تھا۔

ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "آپ نے اپنے کام کا نتیجہ دیکھ لیا اور ابھی اور دیکھیں گے۔ مستقبل قریب میں بلوچستان ہند کے امور میں اہم کردار ادا کرنے والا ہے۔ اپنی کاہلی کو خیرباد کہہ دیجئے' اپنے ذہن سے کام لیجئے اور خوب محنت کیجئے کیونکہ جانفشانی اور محنت کامیابی کے لئے ناگزیر ہیں اور مستقل مزاجی اور تحمل مقصد کی خاطر کام کرنے والوں کے لئے ناگزیر' میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ نہ صرف خود آپ کے لئے بلکہ پورے ہند کے لئے ایک زبردست قوت ہو گی۔

اس سے قبل اس تحفے کے لئے جو ان کی طرف سے انہیں پیش کیا گیا طلباء کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مسٹر جناح نے ایک واقعہ سنایا کہ ۱۹۴۰ء میں جب آل انڈیا مسلم لیگ نے پاکستان کو اپنا مطمح نظر بنا لیا تھا تو انہیں روہیل کھنڈ جانے کا اتفاق ہوا۔ یہ مسلم تاریخ کے نقطہ نظر سے اہم علاقہ ہے۔ ان کی روانگی سے قبل ایک نوجوان خاتون نے انہیں پاکستان کا ایک نقشہ پیش جس کی کشیدہ کاری اس نے خود اپنے ہاتھ سے کی تھی۔ یہ ایک نیک شگون تھا۔ اس سے اس امر کا اظہار بھی ہوتا ہے کہ وہ کافی عرصے سے پاکستان کے تخیل کو اپنے دلوں میں پروان چڑھا رہے تھے۔

مسلم لیگ نے صرف اسے ایک حتمی شکل دے دی تھی۔ (دی اسٹار آف انڈیا' ۱۰ جولائی ۱۹۴۳ء)

۷۵۔ پشین میں تقریر

۸ جولائی ۱۹۴۳ء

[مسٹر ایم۔ اے۔ جناح کی تشریف آوری پر سارے ضلع کے ہزاروں پٹھانوں نے ان کا والہانہ استقبال کیا۔ مسلم لیگ پشین کے صدر سردار غلام محمد خاں نے انہیں خوش آمدید کہا۔ بعد ازاں مسٹر جناح کو قصبے کی بڑی بڑی گزر گاہوں پر جلوس کی شکل میں گھمایا گیا۔ جلوس کے اختتام پر قاضی محمد عیسیٰ نے پشتو میں ایک مختصر سی تقریر کی جس میں انہوں نے اپنے مولد و مسکن میں مسٹر جناح کا خیر مقدم کرتے ہوئے لوگوں کو تلقین کی کہ وہ اپنے قومی وطن پاکستان کے حصول کی خاطر کسی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ لیگ کے دروازے سب مسلمانوں کے لئے کھلے ہیں وہ امیر ہوں یا غریب' خواندہ ہو یا ناخواندہ' مرد ہو یا عورت' سردار ہوں یا ان کے افراد قبیلہ۔]

پھر مسٹر جناح نے اردو زبان میں حاضرین سے مختصر سے خطاب میں کہا کہ انہیں پاکستان کے اس دور دراز علاقے میں پٹھانوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی جنہوں نے صرف تین برس کی قلیل مدت میں حیرت انگیز کام کر دکھایا۔ یعنی اس وقت سے جب یہاں صوبائی مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا اور خود کو منظم کرنا شروع کیا۔ انہوں نے کہا "اگر آپ اسی جذبے سے کام کرتے رہے تو وہ دن زیادہ دور نہیں ہو گا جب ہم اپنا وطن پاکستان قائم کر لیں گے۔" [اے۔ پی۔ آئی]

(دی اسٹار آف انڈیا' ۱۰ جولائی ۱۹۴۳ء دی ڈان' ۱۱ جولائی ۱۹۴۳ء)

ایک اور بیان

مسٹر جناح نے اس والہانہ خیر مقدم پر جو انہیں دیا گیا اپنے میزبان اور عوام کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اردو میں کہا کہ بلوچستان ہمیشہ ان کے دل میں بسا رہتا تھا اور جب کبھی کسی نے بلوچستان کے بارے میں انہیں کچھ بتایا یا اس بدنصیب صوبے کے متعلق کہیں کچھ پڑھا تو اس کے حال زار پر ہمیشہ ان کا دل کڑھتا۔ جب ۱۹۳۷ء میں مسلم لیگ کا احیاء ہوا تو ہم نے بلوچستان کے لئے کچھ کرنے کا عزم کیا لیکن ہم ۱۹۴۰ء تک اس صوبے میں مسلم لیگ کو تشکیل نہ دے سکے۔

"اس وقت سے لے کر آج تک ہم نے بلوچستان سے مسلسل رابطہ رکھا ہے اور اب اس کا نتیجہ آپ دیکھ سکتے ہیں۔ بلوچستان کی آواز نہ صرف ہند میں گونج رہی ہے بلکہ ساری دنیا میں۔

بیرونی ممالک کے ریڈیو اسٹیشن آپ کی اہمیت کو محسوس کر رہے ہیں اور آپ ساری دنیا میں جانے پہچانے جا رہے ہیں۔ آپ کا نقشہ عالم پر ایک مقام ہے۔

"لہٰذا میں آپ سے اپیل کروں گا کہ آپ لیگ کے پرچم تلے آجائیں اور متحد ہو جائیں۔ رہنما آپ کے پاس پہلے سے موجود ہیں۔ آپ ان کی اعانت کیجئے اور وہ آپ کی مدد کریں گے۔ اگر آپ لیگ کے سبز پرچم تلے آ گئے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ دن دور نہیں ہو گا جب ہم پاکستان حاصل کر لیں گے۔ اخیر میں میں آپ کی فلاح و بہبود اور ترقی کے لئے دعا کرتا ہوں۔

(دی ایسٹرن ٹائمز' ۱۱ جولائی ۱۹۴۳ء)

۷۶۔ زیارت سے واپسی پر بیان

کوئٹہ' ۱۹ جولائی ۱۹۴۳ء

زیارت کے دورے میں مجھے گورنر جنرل کے ایجنٹ (اے۔ جی۔ جی) کی توجہ مسلمانان برطانوی بلوچستان کے مختلف امور اور مطالبات کی جانب مبذول کرانے کا موقع ملا۔ اور مجھے توقع ہے کہ وہ ان کی اور حکومت ہند کی نہایت محتاط غور و خوض حاصل کر سکیں گے کہ موخرالذکر ہی وہ آخری حاکم ہے جو بلوچستان کے نظم و نسق اور حکومت کا ذمہ دار ہے۔ مجھے یہ ضرور کہنا چاہیے کہ سر آبرے میٹکاف نے زبردست ہمدردی کا اظہار کیا اور میرے ساتھ مختلف امور پر نہایت درجہ اخلاق اور دوستانہ جذبے کے ساتھ تبادلہ خیال کیا۔" (دی ایسٹرن ٹائمز' ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء)

۷۷۔ انجمن اسلامیہ کی چائے کی ضیافت میں تقریر

کوئٹہ' ۱۹ جولائی ۱۹۴۳ء

"گذشتہ تین برس کے دوران باشندگان بلوچستان نے جس قدر ترقی حاصل کی ہے وہ گذشتہ نصف صدی کے دوران حاصل ہونے والی ترقی سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کی بڑی وجہ بلوچستان کے لوگوں پر اس حقیقت کا منکشف ہو جانا ہے کہ دیگر صوبوں کے ساتھ چلنا وقت کی ضرورت ہے" یہ بات مسٹر جناح نے چائے کی اس ضیافت میں کہی جس کا اہتمام انجمن اسلامیہ کوئٹہ نے ان کے اعزاز میں کیا تھا۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "جہاں تک مسلم لیگ کا اور میرا تعلق ہے اگرچہ ہم پاکستان کے عظیم مسئلہ کے لئے لڑ رہے ہیں لیکن ساتھ ساتھ ہم لوگوں کی تعلیمی اور اقتصادی ترقی کے لئے بھی کوشاں ہیں۔ لیگ نے اس مقصد کے لئے ایک جامع پروگرام ترتیب دیا

ہے۔ ہم اس پر غور و خوض کے ساتھ ساتھ اسے جامہ عمل بھی پہناتے جا رہے ہیں۔ او۔ پی
(دی ایسٹرن ٹائمز' ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء)

۷۸۔ علامہ مشرقی سے ملاقات کے ضمن میں اخباری اطلاعات کی تردید

کوئٹہ ۱۹ جولائی

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے ان اخباری اطلاعات کی تردید کی ہے کہ وہ (مسٹر جناح) خاکساروں کی تحریک جناح گاندھی ملاقات کے ضمن میں علامہ مشرقی سے ملاقات کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اخباری اطلاعات میں کہا گیا تھا کہ خاکسار رہنما نے بلوچستان میں مسٹر جناح سے ملاقات کی۔ مسٹر جناح نے اس خبر کو بدنیتی پر مبنی افترا پردازی قرار دیا۔ (دی اسٹار آف انڈیا' ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء)

۷۹۔ صوبہ سرحد کے مسلمانوں کے نام خصوصی پیغام

ضمنی انتخاب کے موقع پر نواب محمد اسماعیل خاں صاحب کے توسل سے ارسال کیا گیا۔

۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء

"ہند کے جملہ مسلمانوں کی نظریں آج آپ پر لگی ہوئی ہیں۔ اگر آپ اپنے فریضے کی ادائیگی میں ناکام ہو گئے تو آپ ہند کے سارے مسلمانوں کو صدمہ پہنچائیں گے۔ ہند کے مسلمانوں کو آپ پر بڑا بھروسہ اور مان ہے اور یقین کرتے ہیں کہ آپ کے توسل سے اسلام ہند میں اپنی عظمت رفتہ کو پا سکے گا۔"

(قائداعظم : تقاریر و بیانات (انگریزی) جلد ۳' ص ۱۷۵۹)

۸۰۔ سکندر۔ جناح معاہدے کے بارے میں بیان

نئی دہلی' ۲۴ جولائی ۱۹۴۳ء

"اس باب میں ذرا سے بھی شبہ کی گنجائش نہیں' سکندر۔ جناح معاہدے کے بعد یونینسٹ پارٹی پنجاب میں باقی نہیں رہی۔" ٹری بیون کے نامہ نگار متعینہ نئی دہلی کے مطابق اس رائے کا

اظہار مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے سر محمد نواز خان رکن پنجاب اسمبلی کے ایک مراسلے کے جواب میں کیا۔

سر محمد نواز نے پنجاب میں وزارت کی پوزیشن کے بارے میں موجودہ تنازعہ کے سلسلے میں مسٹر جناح سے درخواست کی تھی کہ وہ مرحوم وزیراعظم پنجاب کے ساتھ اپنے معاہدے کی وضاحت کر دیں۔

مسٹر جناح کہتے ہیں: "اس معاہدے کے تحت مجلس قانون ساز پنجاب میں ایک مسلم لیگ پارٹی کا قیام عمل میں آ گیا اور وہ پارٹی آل انڈیا مسلم لیگ اور صوبائی مسلم لیگ کے کنٹرول اور نگہداشت میں آ گئی۔ ملک خضر حیات خاں نے مسلم لیگ وزارت مرتب کر لی ہے۔

(دی اسٹار آف انڈیا، ۲۶ جولائی ۱۹۴۳ء)

۸۱۔ مسٹر جناح پر بزدلانہ قاتلانہ حملہ

۲۶ جولائی ۱۹۴۳ء

["لاہور کے ایک شرپسند کے قائداعظم پر بزدلانہ قاتلانہ حملے کی تشویشناک خبر نے تمام مسلم ہند اور فی الحقیقت ہند کے ہر صحیح الخیال شخص کو ششدر کر دیا۔ تاہم ہولناکی کا احساس اس وقت کسی قدر کم ہو گیا جب اس خبر کے فوراً بعد یہ اطلاع موصول ہوئی کہ قائداعظم کی زندگی بچ گئی اور وہ سنگین نوعیت کی ضربات سے بھی محفوظ رہے۔ اس شیطانی حملے نے عام مذمت کی لہر دوڑا دی اور ہند اور بیرون ہند ہر شخص نے اسے گہری نفرت اور غم و غصے کی نظر سے دیکھا۔ اس واقعہ سے مسلمان مسٹر جناح کے قریب تر آ گئے اور محبت، وفا کیشی اور انسیت کا وہ رشتہ مضبوط تر ہو گیا جس سے مسلمانان ہند اپنے عظیم قائد کے ساتھ منسلک ہیں۔ اطمینان اور تشکر کے ان جذبات کا اظہار، جو مسلمانوں کے دلوں میں موجزن ہیں، ۱۳ اگست ۱۹۴۳ء کو ہوا جب ہند کے طول و عرض میں اللہ تعالیٰ کے حضور شکرانہ پیش کیا گیا کہ اس نے اس شخص کی زندگی کی حفاظت فرمائی جو ان کی امیدوں اور امنگوں کا مظہر ہے"]

مسٹر جناح کا بیان

ایسوی ایٹیڈ پریس کو ایک بیان دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "اگرچہ حملہ سنگین اور سوچے سمجھے منصوبے کے تحت تھا لیکن اللہ کے فضل وکرم سے مجھے کوئی شدید ضرب نہیں آئی۔ میں اس وقت کچھ کہنا نہیں چاہتا لیکن میں مسلمانوں سے اپیل کرونگا کہ خاطر جمعی اور سکون سے رہیں اور

آیئے ہم سب اس معجزاتی طور سے بچ جانے پر اللہ جل شانہ کا شکر بجا لائیں۔ مجھے اس بات کا دکھ ہے کہ یہ بزدلانہ حملہ جس شخص نے کیا' میں سمجھتا ہوں' کہ وہ مسلمان ہے۔"

سیکرٹری کا بیان

مسٹر جناح کے سیکرٹری مسٹر سید نے جو واحد شخص تھے جو مسٹر جناح پر حملہ کے وقت وہاں موجود تھے' مسٹر جناح پر قاتلانہ حملے کے بارے میں ایسوسی ایٹڈ پریس کو حسب ذیل بیان دیا :

"محمد رفیق' مبینہ طور پر ایک خاکسار' آج ڈیڑھ بجے کے قریب مسٹر جناح کی قیام گاہ پر آیا۔ پٹھان چوکیدار نے اس سے دریافت کیا کہ وہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔ جب چوکیدار کو بتایا گیا کہ وہ مسٹر جناح سے ملاقات کرنی چاہتا ہے تو وہ اسے میرے کمرے میں لے آیا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ وہ مسٹر جناح سے کیوں ملاقات کرنی چاہتا ہے تو اس نے کہا کہ وہ لاہور سے آیا ہے اور مسٹر جناح سے لیگ اور دیگر امور پر گفتگو کرنی چاہتا ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ مسٹر جناح مصروف ہیں اور ان سے ملاقات کے لئے اسے وقت لینا چاہیے۔ ملاقاتی نے ایک کاغذ لیا اور اس پر اردو میں لکھا کہ وہ کچھ اہم امور پر گفتگو کے لئے مسٹر جناح سے ملاقات کرنی چاہتا ہے اور اگر انہوں نے اس سے ملاقات کی تو وہ ان کا شکر گزار ہو گا۔ ابھی ہم مسٹر جناح سے فوری ملاقات کے امکان پر بات چیت ہی کر رہے تھے کہ اتفاقاً مسٹر جناح ایک فائل لینے کے لئے کمرے میں آ گئے۔ مسٹر جناح نے مجھ سے دریافت کیا کہ نووارد کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔ میں نے مسٹر جناح کو بتایا کہ نووارد کس مقصد کے لئے آیا ہے۔

"مسٹر جناح نے ملاقاتی کو بتایا کہ وہ مصروف ہیں اور یہ کہ وہ ملاقات کا وقت لے لے۔ ملاقاتی اس بات کے لئے تیار نہیں تھا اور وہ مسٹر جناح سے جھگڑ پڑا۔ اسی دوران اس نے چاقو نکال لیا اور گردن پر وار کرنے کی کوشش کی۔ مسٹر جناح نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور گردن پر چاقو لگنے سے روک دیا۔

"تاہم حملہ آور ان کی ٹھوڑی اور بائیں ہاتھ پر خفیف سی ضرب لگانے میں کامیاب ہو گیا۔ پٹھان چوکیدار اور میں نے حملہ آور پر قابو پا لیا اور بڑی مشکل سے ہم نے اس کے ہاتھوں سے چاقو چھینا۔ پولیس کو فوراً طلب کر لیا گیا اور حملہ آور کو ان کے حوالے کر دیا گیا۔ مسٹر جناح کے چہرے اور بائیں ہاتھ سے خون بہا۔ زخم معمولی ہیں اور مسٹر جناح آرام کر رہے ہیں۔"

(دی مارننگ نیوز' ۲۷ جولائی ۱۹۴۳ء)

۸۲۔ مسلمانان صوبہ سرحد کے نام پیغام

۲۸ جولائی ۱۹۴۳ء

"میں بالکل ٹھیک ہوں آپ فکر نہ کیجئے" یہ وہ ذاتی یقین دہانی تھی جو قاضی عیسیٰ رکن مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم لیگ کو قائداعظم مسٹر جناح کی طرف سے ٹیلی فون پر موصول ہوئی۔

قائداعظم کی ذاتی یقین دہانی سننے کے لئے ایک مجمع نے وزیراعظم کے گھر کے باہر گھنٹوں انتظار کیا۔ قائداعظم نے انتخاب سے متعلق کام کے بارے میں دریافت کیا اور مسلمانان صوبہ سرحد کے نام ایک پیغام دیا جس میں کہا گیا کہ "میرے ساتھ جو کچھ ہوا اسے بھول جائیے۔ اپنی پوری توانیاں انتخاب جیتنے پر مرکوز کر دیجئے جو ہم پاکستان کی بنیاد پر لڑ رہے ہیں۔"

(قائداعظم : تقاریر و بیانات' جلد ۳' صفحہ ۱۷۶۱)

۸۳۔ مسلمانان کشمیر کے نام پیغام

بمبئی ۱۲ اگست ۱۹۴۳ء

مسٹر جناح نے مسلم کانفرنس کے سالانہ اجلاس کے موقع پر مسلمانان جموں اور کشمیر کے نام اپنے پیغام میں کہا: "میں کانفرنس کی کامیابی کے لئے دعاگو ہوں۔ مسلمانان جموں و کشمیر کے لئے میری مخلصانہ اپیل یہ ہے کہ ایک تنظیم کے تحت متحد ہو جائیے اور ریاستی مسلمانوں کے لئے تعلیمی' اقتصادی' معاشرتی اور سیاسی شعبوں میں فلاح و بہبود اور ترقی کی خاطر کام کیجئے۔ مجھے بھروسہ ہے کہ آپ کی کانفرنس مسلمانوں کی ترقی کی صحیح راہ پر رہنمائی کرے گی اور آپ کے محبوب مقاصد اور امنگیں حاصل کرے گی۔ اتحاد' نظم و ضبط اور یقین آپ کو مکمل کامیابی کی منزل پر پہنچا دیں گے۔"

(دی ایسٹرن ٹائمز ۱۴ اگست ۱۹۴۳ء)

۸۴۔ مسلمانان سرحد کے نام پیغام

بمبئی' ۱۳ اگست ۱۹۴۳ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے سردار اورنگزیب خاں صدر صوبہ سرحد مسلم لیگ اور بخت جمال خاں کے نام مسلم لیگی امیدواروں کی حالیہ انتخابات میں کامیابی پر حسب ذیل برقیہ ارسال کیا ہے:

"سو فی صد کامیابی پر دلی مبارکباد۔ اس عظیم کامیابی پر اپنے جملہ کارکنوں کی خدمت میں گرم جوشی سے میری تہ دل سے تشکر' اور صوبہ سرحد کے رائے دہندگان اور مسلمانوں

کے لئے ممونیت کے ساتھ شکریہ کہ انہوں نے قابل تعریف یک جہتی کا مظاہرہ کیا اور پاکستان کے مسئلہ پر یہ فیصلہ کن فتح حاصل کی۔ صوبہ سرحد نے اپنے فیصلے سے لیگ کی عزت، وقار اور شہرت میں چار چاند لگا دیئے۔ میں ہر مسلمان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ذاتی جھگڑے کو تج دنے اور ہماری جدوجہد کے اس نازک مرحلے میں لیگ کے پرچم تلے متحد ہو جائے۔ انشاء اللہ ہم اپنی منزل پاکستان بہت جلد حاصل کر لیں گے۔"

("دی ڈان" ۱۵ اگست ۱۹۴۳ء)

۸۵۔ مصیبت زدگان بنگال کے لئے

بنگال میں غذا کی کم یابی کی وجہ سے پریشانی پر دکھ کا اظہار

۳۱ اگست ۱۹۴۳ء

مجھے غذا کی قلت کی وجہ سے بنگال کے لوگوں کے حال زار اور صوبے میں پھیلی ہوئی پریشانی کے بارے میں سن کر بہت دکھ ہوا۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ بنگال کی وزارت اس مشکل صورت حال سے نمٹنے کے لئے اپنی بہترین کوشش میں مصروف ہے لیکن فاقہ زدہ لوگوں کو خوراک فراہم کرنے کے لئے افراد اور تنظیموں کے تعاون کی ضرورت ہے۔

لہٰذا میں سارے ہندو مسلمانوں سے بالعموم اور بنگال کے مسلمانوں سے بالخصوص اپیل کرتا ہوں کہ وہ بنگال کے لوگوں کی اعانت کے لئے کلکتہ مسلم چیمبر آف کامرس کے امدادی فنڈ میں زیادہ سے زیادہ عطیات دیں۔ میں صدر چیمبر کی وساطت سے کلکتہ مسلم چیمبر آف کامرس کے نام ذاتی چندے کی ایک ہزار روپیہ کی رقم بھیج رہا ہوں۔

میں نہایت خلوص سے امید کرتا ہوں کہ مسلمان، بنگال کے عوام کی مصیبتوں کو دور کرنے کے سلسلے میں عطیات دینے کے معاملے میں مایوس نہیں کریں گے اور کھلے دل کے ساتھ ان کی امداد کو پہنچیں گے۔ ("دی مارننگ نیوز" یکم ستمبر ۱۹۴۳ء)

۸۶۔ غیر ملکی اخبار نویسوں سے ملاقات

بمبئی ۲۴ ستمبر ۱۹۴۳ء

"ہند میں کسی بھی تصفیے کے لئے پاکستان ایک ناگزیر شرط ہے" یہ بات مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے غیر ملکی اخبار نویسوں سے ایک ملاقات کے دوران کہی۔

انہوں نے کہا کہ انہیں ہند کے ۹۹ فی صد مسلمانوں کی حمایت حاصل ہے جیسا کہ حالیہ ضمنی

انتخابات سے ثابت ہو گیا ہے۔

کسی تاخیر کے بغیر پاکستان کو روبہ عمل لانا چاہیے۔ لارڈ ویول کیا کر سکتے ہیں؟ اس سمجھوتے کے معاملے میں تاخیر کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔

آج کی بات نہیں ۱۸۵۸ء میں مسٹر برائٹ نے ہند میں مختلف اقوام' نسلوں اور عقائد کو ایک ریاست کی لڑی میں پرونے کی کوشش کو حماقت کی بات کہا تھا۔ یہ بات گذشتہ ۸۵ برس کے دوران جب یہ دور اندیشانہ اعلانات کئے گئے' پوری طرح سے ثابت ہو گئی ہے' اب ہمیں دو عظیم مملکتیں قائم کرنی چاہئیں۔ شمال میں مسلم ریاست جہاں ۸ کروڑ نفوس آباد ہیں اور جنوب میں ہندو ریاست جو ۲۵ کروڑ کی آبادی پر مشتمل ہو گی۔

کوئی کمزوری نہیں

مسٹر جناح نے اس بات سے اتفاق نہیں کیا کہ ہند کی تقسیم کمزوری پر منتج ہو گی یا اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ شمال میں مسلمان مغرب میں واقع عرب ریاستوں کی طرف ملتجی نظروں سے دیکھیں گے' جبکہ ہندو ریاست چین اور مشرق کا آسرا تکے گی۔ انہوں نے کہا صرف مسلم ریاست' اور وہ اس حساب کتاب سے ہندی ریاستوں کو خارج رکھتے ہیں—— آبادی کے لحاظ سے انگلستان سے تقریباً تین گنا یا فرانس سے دوگنا اور نسبتاً بہت زیادہ رقبے کی مالک ہو گی۔

مسٹر جناح نے زور دیا کہ مسٹر گاندھی کو اپنی غلطی کا اعتراف کر لینا چاہیے اور اپنی ۸ اگست کی قرارداد کو واپس لے لینا چاہیے جو ان کے خیال میں پہلے ہی وفات پا چکی ہے۔

مسٹر جناح نے کہا کہ اس قرارداد میں دُہری دھمکی تھی۔ پہلے حصے میں بہت ہی مبہم انداز میں قومی حکومت کا مطالبہ کیا گیا تھا جو یقیناً پاکستان کو تارپیڈو کر دیتا۔ یہ مسلمانوں کے لئے بھی ایک تہدید تھی کہ وہ اس ہندو قومی حکومت میں' جو مسٹر گاندھی کے ذہن میں تھی بدیہی طور سے ایک اقلیت ہوتے۔ دوسرے حصے کا تعلق سول نافرمانی اور سعی جنگ کو سبوتاژ کرنے سے تھا جو برطانوی حکومت کے لئے دھمکی تھی مبادا وہ کانگرس کے مطالبات کو منظور کرنے سے انکار کر دے' لیکن وہ ناکام ہو گئی۔

جرأت مندی سے اقدام کیجئے

مسٹر گاندھی کو جرأت مندی کے ساتھ اقدام کرنا چاہیے اور اپنی قرارداد واپس لے لینی چاہیے۔ پھر برطانوی حکومت کے پاس مسٹر گاندھی اور دیگر کانگرسی رہنماؤں کو جیل میں رکھنے کا کوئی بہانہ نہ رہے گا۔ پھر ہندوستانی سر جوڑ کر بیٹھ سکیں گے اور تصفیے کی راہ نکال سکیں گے۔

لیکن ہند میں ایک وفاقی' متحدہ ریاست کا تصور غلط ہے۔ ایسی ریاست میں مسلمان اقلیت

دائمی طور پر ہندو اکثریت کے رحم و کرم پر رہ جائیں گے۔

بعض ہندوؤں نے یہ اعتراف کیا ہے کہ ان کا مقصد سارے برصغیر پر ہندو راج قائم کرنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ موجودہ برطانوی گیریژنوں کی جگہ ہندو گیریژن لے لیں۔

جب ان سے سوال کیا گیا کہ مشرق وسطیٰ میں پان عرب وفاق کی جو تحریک چل رہی ہے اس کے بارے میں مسلم ہند کا کیا رویہ ہے؟ تو مسٹر جناح نے کسی رویئے کا اظہار کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن انہوں نے مسلمانان ہند کی جانب سے حسب ذیل پیغام بھجوایا:

"ہمیں مشرق وسطیٰ میں اپنے بھائیوں کی فلاح و بہبود میں گہری دلچسپی ہے۔ ہماری نیک تمنائیں ان کے ساتھ ہیں اور ہم دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے مقاصد اور امنگوں کے حصول میں کامیاب و کامران ہوں۔" (دی مارننگ نیوز' ۲۵ ستمبر ۱۹۴۳ء)

۸۷۔ عیدالفطر کے موقع پر پیغام'

بمبئی ۳۰ ستمبر ۱۹۴۳ء

مسلمانان ہند کو عید مبارک ہو' ہم نے اپنی سیاسی جدوجہد کا ایک اور برس مکمل کر لیا اور اس میں بھی ہماری قومی تنظیم۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی کچھ کم کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ مسلم لیگ مضبوط تر ہوئی اور قومی تعمیر کے ہر صیغے اور زندگی کے ہر شعبے میں توانائی آئی اور پیش رفت ہوئی۔ حال ہی میں مسلم لیگ کی تنظیم نے بنگال اور صوبہ سرحد میں متعدد ضمنی انتخابات میں صد فی صد کامیابی پا کر قابل قدر نتائج حاصل کئے جو نوٹ کرنے کے لائق ہے۔ یہ بالکل عیاں ہے کہ آج ہم پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ مستحکم' متحد اور مضبوطی کے ساتھ کھڑے ہیں۔ یہ ساری ترقی جو گذشتہ چند برسوں کے دوران ہوئی ہماری معتدل' صبر و تحمل کے ساتھ محتاط جدوجہد' زبردست مساعی' ہمارے ہزاروں کارکنوں اور حامیوں کی بے لوث خدمات اور قربانیوں اور آخر کے درجہ میں ہند کے طول و عرض میں دلی اجتماعی تعاون اور ہمارے عوام کی حمایت کی مرہون منت ہے۔

مجھے عید کے معنی اور اس کی اہمیت کو دُہرانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ آپ لوگوں کو بخوبی علم ہے کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ اس مبارک دن میں آپ سے مطالبہ کروں گا کہ اپنے قومی مقصد اور اپنے محبوب نصب العین پاکستان کی خاطر عزم بالجزم کے ساتھ متحد ہو جائیں اور یہ کہ آپ کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کریں اور اجتماعی بہبود اور اپنے قومی مقصد کے لئے جملہ قربانیوں کے لئے تیار رہیں۔ ہم دس کروڑ نفوس پر مشتمل ایک قوم ہیں جو اس برصغیر میں آباد ہے اور ہم

ایک عظیم تاریخ اور ماضی کے وارث ہیں۔ آیئے ہم خود کو اس کے اہل ثابت کریں اور اسلام کی حقیقی نشاۃ ثانیہ کا آغاز اور اس کی عظمت اور شان و شوکت کو زندہ کر دیں۔

لہٰذا آیئے اپنے موٹو' ایمان' اتحاد اور نظم کے ساتھ آج کے عظیم دن ہم سب عہد کریں اور اپنے اس عزم صمیم کا اعادہ کریں کہ مسلم ہند اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا جب تک کہ ہم اپنے محبوب نصب العین پاکستان کو حاصل نہیں کر لیں گے۔ اس کے لئے کام کیجئے' اس کے لئے زندہ رہیے اور ضرورت پڑے تو اس کے لئے جان دے دیجئے' لیکن ہمیں اسے حاصل ضرور کرنا ہو گا' وگرنہ ہمارے لئے سب کچھ ختم ہوجائے گا۔ (دی مارننگ نیوز' یکم اکتوبر ۱۹۴۳ء)

۸۸۔ عیدالفطر کے موقع پر میمن ایوان تجارت سے خطاب

بمبئی' یکم اکتوبر ۱۹۴۳ء

"نہایت سنگین سیاسی مسائل' جن کا آج ہمیں سامنا ہے' خنجر یا دہشت گردی سے حل نہیں کئے جا سکتے" اس امر کا اعلان مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کیا۔ وہ عید کے ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔

میمن ایوان تجارت نے ان کے اعزاز میں ایک استقبالیے کا اہتمام کیا اور بہت سے لوگوں نے تقریب میں شرکت کی۔ حاجی ہاشم اسماعیل نے ایوان تجارت کی جانب سے مسٹر جناح کو خوش آمدید کہا اور مسٹر جناح کے بچ جانے پر رب العزت کا شکر بجا لائے۔

ہدیہ تبریک کا جواب دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ وہ ان پر قاتلانہ حملے کے واقعے کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتے کہ معاملہ عدالت میں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہیں یہ کہنے میں بھی کوئی باک نہیں کہ کوئی شخص لوگوں کو دھمکیاں دے کر یا ان پر حملہ کر کے ان کے معتقدات کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ معاملات اس قدر اہم ہیں کہ متعین راہ سے سرمو بھی انحراف ممکن نہیں۔ اس کے برعکس وہ دو چند توانائی کے ساتھ اپنی راہ پر گامزن رہیں گے۔ بلاشبہ بہت سے فریق ہیں لیکن کوئی شخص دیگر فریقوں کی جانیں لے کر تو اختلافات رفع نہیں کر سکتا۔

تاہم انہوں نے اس امر پر اظہار مسرت کیا کہ مسلم لیگ اس منزل پر پہنچ گئی ہے کہ اس سے ایک آدمی چھن جائے تو اس کی جگہ سو کھڑے ہو جائیں گے۔ مسلم لیگ برقرار رہے گی اور کوئی اسے تباہ نہیں کر سکتا۔ مسلم لیگ میں افتراق پیدا کرنے کی کوششیں کی گئیں لیکن وہ لاحاصل رہیں۔ مسٹر جناح نے کہا "اس کھیل کو بند کرو" آپ مسلم لیگ میں انتشار پیدا نہیں کر سکتے۔ آپ چاہیں تو دو چار رہنماؤں کی جان لے سکتے ہیں۔ لیکن آپ لیگ کو نہیں مار سکتے"

میمن ایوان تجارت کی سرگرمیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ یہ ناممکن ہے کہ سیاست کو ایک قوم کی اقتصادی، معاشرتی اور تعلیمی زندگی سے الگ کر دیا جائے۔ ان کا ایک دوسرے کے ساتھ اس قدر گہرا رابطہ ہے کہ ہر مسلمان مرد اور عورت کو سیاست میں سرگرم حصہ لینا چاہیے۔ انہیں کسی ایسی قوم کا علم نہیں جس نے اپنی اقتصادی، معاشرتی اور تعلیمی زندگی، اپنے لوگوں کے ہاتھ میں سیاسی اختیارات اور اقتدار آئے بغیر ہی تعمیر کر لی ہو۔ یہ ہو سکتا ہے کہ چند تاجروں نے لاکھوں جمع کر لئے ہوں لیکن اس کا من حیث المجموع لوگوں پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔ چند ایک نے اصلی کاروبار کیا ہو اور بہت سوں نے مخلص سٹہ کھیلا ہو۔

بھاری صنعتوں کی تعمیر کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا اگرچہ مسلم ایوان تجارت میں بہت سے دولت مند تاجر موجود ہیں لیکن انہیں خیال نہیں کہ ان میں شاید ہی کوئی بھاری صنعت چلاتا ہو۔ عظیم اور بھاری صنعتیں ہی کسی قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہیں۔

کامیابی کے لئے مربوط کوشش ناگزیر ہے۔ وہ مسلمانوں میں فرقوں کی بنیاد پر ایوان تجارت کے قیام کے خلاف ہیں۔ اجتماعی مساعی ہی کامیابی پر منتج ہو سکتی ہیں۔ انہوں نے توقع ظاہر کی کل ہند مسلم ایوان تجارت جو اب کئی صوبوں میں منظم ہو چکا ہے، خلا کو پُر کرے گا۔

(قائداعظم: تقاریر و بیانات، جلد ۳، ص ۱۷۶۷ء)

۸۹۔ "ڈان" کی پہلی سالگرہ کی تقریب پر پیغام

بمبئی، ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۳ء

روزنامہ 'ڈان' کی پہلی سالگرہ کی تقریب پر میں اس کے خریداروں کو یہ اطلاع دوں گا کہ ہم نے پہلا سال مکمل کر لیا اور اس میں ہمیں کوئی کم کامیابی حاصل نہیں ہوئی، اس امر کے باوصف کہ اس دوران ہمیں مختلف النوع دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ دشواریاں حالات جنگ کے باعث پیش آئیں۔ ہمارے پاس اپنا مطبع بھی نہیں ہے، لہٰذا ہمیں ایک بیرونی چھاپہ خانے کی خدمات پر انحصار کرنا پڑا۔

جیسا کہ آپ کو علم ہے، ہمیں اپنے ذاتی مطبع کی عدم موجودگی میں اپنے دفتر اور عملے کو منظم کرنا پڑا اور نیوز پرنٹ کے حصول کی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا [جو محدود کوٹے کی شکل میں دستیاب ہے] اور اس ساز و سامان کے اہتمام میں بھی جو ایک اول درجے کے روزنامے کی تیاری کے ضمن میں ازبس ضروری ہے، اب بھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ ڈان کے ادارتی اور انتظامی شعبوں کو بہتر بنانے کے تعلق میں مختلف تجاویز مسلسل ہمارے زیر غور ہیں تاکہ اخبار کو مسلم ہند

کی ایک حقیقی اور طاقتور جاندار آواز بنایا جا سکے۔ دشواریوں کے باوجود 'ڈان' نے اپنی زندگی کے ایک سال کے دوران مسلم کاز اور آل انڈیا مسلم لیگ کی بیش قیمت خدمات سرانجام دیں۔

اشاعت پہلے ہی ہمارے لئے مختص شدہ نیوز پرنٹ کو لئے آخری حد پر پہنچ چکی ہے اور ہم ان لوگوں کی روز افزوں طلب پوری کرنے سے قاصر ہیں جو اس کے خریدار بننے کے لئے آمادہ اور تیار ہیں۔ میں سارے ہند کے مسلم عوام کا شکرگزار ہوں جنہوں نے 'ڈان' میں اس کے روز آغاز سے اپنی دلچسپی اور اس اخبار کی ترقی اور بہبود کی خاطر اپنی حمایت کا اظہار کیا' غیر مسلم بھی خاصی بڑی تعداد میں اس کے قاری اور مداح ہیں جو اس کے باقاعدہ خریدار ہیں اور جنہوں نے اس کے لئے اپنی ہمدردی ظاہر کی ہے۔ مسلم ہند کے لئے تو پہلے ہی سے 'ڈان' ایک ادارہ بن گیا ہے اور وقت اور حالات نے اجازت دی تو مجھے امید ہے کہ وہ وقت زیادہ دور نہیں' مجھے اعتماد ہے کہ 'ڈان' کو دہلی میں شروع کرنے میں جو اساس استوار کی گئی اس سے جو شاخیں پھوٹیں گی وہ سارے ہند میں برگ و بار لائیں گی۔

قوم کی ترقی اور فلاح و بہبود کے سلسلہ میں پریس ایک اہم ضرورت ہے کیونکہ پریس کے ذریعہ ہی سے قوم کی رہنمائی کی جا سکتی ہے اور ان کی آراء کو منظم کیا جا سکتا ہے اور زندگی کے جملہ شعبوں میں ان کی سرگرمیوں کو آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔

مجھے یہ کہتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ اب تک 'ڈان' کے پہلے سال کی کارکردگی نتیجے کے اعتبار سے ہر نقطہ نگاہ سے بہت تسلی بخش ہے' مالیات کا شعبہ اس سے باہر نہیں ہے' اب ہماری نظریں امداد اور ہمت کے ساتھ دوسرے سال پر لگی ہیں۔ اور مسلم ہند کی اعانت سے ہم آئندہ برس کے دوران اس سے عظیم تر کامیابی حاصل کریں گے۔ اور پھر وہ دن آ سکتا ہے جب ہر مسلمان اس کا قاری بن جائے گا۔ (قائداعظم: تقاریر و بیانات (انگریزی) جلد ۳ ص ۱۷۶۸)

۹۰۔ قحط بنگالہ کی صورت حال پر بیان

بمبئی ۳۱ اکتوبر ۱۹۴۳ء

قحط بنگالہ کی صورت حال کے بارے میں ایک ملاقات کے دوران مسٹر ایم - اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے کہا "بنگال میں زبوں حالی اور مصیبت کے اس سنگین لمحے میں جب اموات کی تعداد روزانہ جاری کی جا رہی ہے میں اس بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہوں گا کہ اس المناک صورت حال کو اس درجہ پر پہنچانے کا اصلی ذمہ دار کون ہے۔ لیکن موجودہ وزارت پر جو موجودہ دستور کے تحت پابندیوں کے ساتھ کام کر رہی ہے' ذمہ داری عائد نہیں کی جا سکتی' مزید یہ

کہ اس نے اس وقت اقتدار سنبھالا تھا جب اس بحران نے بنگال پر غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ وہ اپنی بہترین کوشش صرف کر رہی ہے۔

لیکن یہ واقعہ اپنی جگہ پر ہے کہ ہزاروں لوگ لقمہ اجل بن رہے ہیں اور میں نہایت خلوص کے ساتھ ہزایکسی لینسی وائسرائے لارڈ ویول سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ حکومت ہند کے پورے وسائل کے ساتھ بنگال کے عوام کی فوری امداد اور اعانت کے سلسلے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے' اس طرح میں مسٹر چرچل سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ دارالعوام میں ہونے والے آئندہ مباحث کے دوران ملک معظم کی حکومت کے موقف کی وضاحت کر دیں اور ہند اور بنگال کے عوام کو اس امر کی یقین دہانی کرا دیں کہ ملک معظم کی حکومت بنگال کے فاقہ زدہ عوام کی امداد کے لئے فی الفور تندہی کے ساتھ اقدام کرے گی اور مستقبل میں بنگال یا ہند کے کسی اور حصے میں اس قسم کی صورت حال کا اعادہ نہ ہونے دے گی۔ یہ بد نظمی' خواہ اس کا کوئی بھی ذمہ دار کیوں نہ ہو' اس ملک میں برطانوی انتظامیہ کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ ہے اور اسے بلا تاخیر دھو ڈالنا چاہیے۔" (دی ڈان' یکم نومبر ۱۹۴۳ء)

۹۱۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس سے خطاب

دہلی' ۱۵ نومبر ۱۹۴۳ء

مسٹر جناح نے اپنے خطاب کا آغاز کونسل کے شکریے سے کیا جس نے ان کے قاتلانہ حملے سے بچ جانے پر اپنی ہمدردی اور مسرت کا اظہار کیا تھا۔ انہوں نے کہا "میں اس موضوع پر مزید کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ میری ہر مسلمان سے مخلصانہ اپیل ہے کہ وہ مسلم لیگ کے پرچم تلے آجائیں کیونکہ اسی میں ہماری نجات مضمر ہے۔"

لیگ بہت جمہوری ادارہ ہے

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا "مسلم لیگ کا دستور اتنا جمہوری ہے جتنا زیادہ سے زیادہ یہ وضع کیا جا سکتا ہے ۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں جس پر مسلم لیگ کے دروازے نہ کھلے ہوں۔ اگر مسلمان قائد سے غیر مطمئن ہوں تو اس کا علاج بھی ان کے ہاتھ میں ہے۔ پارٹی کے دستور کے تحت اپنے حقوق استعمال کرتے ہوئے وہ اسے ہٹا سکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ معاملات کو زور اور تشدد کے بل پر طے کرنے کی کوشش کریں تو خون خرابے کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔

ہندویت

"اکھنڈ ہندوستان" یا نام نہاد "قومی حکومت" کی تجاویز کے بارے میں انہوں نے کہا کہ اس

کا واحد مقصد ہندو راج کا قیام اور ملک میں ایسی حکومت کا قیام ہے جس میں ہندوؤں کا غلبہ ہو۔ اس کا مقصد مسلم ہند پر واضح ہے درحقیقت انہیں ہندو راج کے تحت منتقل کرنا ہے۔ انگریزوں کی بجائے وہ ہندوؤں کی گیریزن کے رحم و کرم پر ہوں گے۔ انہوں نے دریافت کیا' کیا یہ ہندو رہنماؤں کے لئے کبھی بھی ممکن ہو گا کہ وہ ان عزائم کو بروئے کار لا سکیں' جب کہ مسلمان پوری طرح سے چوکس' ہوشیار اور خبردار ہیں؟ کیا وہ یہ توقع کرتے ہیں کہ مسلم ہند اپنی موت کے پروانے پر خود ہی دستخط کر دے گا؟ کونسل کے گذشتہ اجلاس سے اب تک یہ تجاویز ہی اس تمام پروپاگنڈہ کا محور ہیں جس سے اخبارات بھرے پڑے ہیں اور یہی کچھ پلیٹ فارموں سے دہرایا جا رہا ہے۔ مسٹر جناح نے کہا اس کے علاوہ مجھے اور کوئی چیز نظر نہیں آئی جو ہند کے سیاسی افق پر رونما ہوئی ہو اور جس پر مجھے تبصرہ کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ وہ ان معاملات کو بھی اس لئے دہرا رہے ہیں تاکہ کونسل کا حافظہ ایک بار پھر تازہ ہو جائے۔

خوراک کی صورت حال

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ جہاں تک ملک میں خوراک کی صورت حال کا تعلق ہے آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے اس معاملہ پر کافی سنجیدگی سے غور و خوض کیا ہے اور اس مسئلہ پر ایک قرارداد کل پیش کی جائے گی۔ انہوں نے بنگال کی وزارت کا دفاع کیا اور اعلان کیا کہ وہ اپنی سی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ جب انہوں نے اقتدار سنبھالا تو یہ آگ بھڑکی ہوئی تھی اور بحران کے بادل بنگال پر چھائے ہوئے تھے۔ اس آگ کا کوئی نہ کوئی ذمہ دار ہو گا۔ ناظم الدین وزارت تو آگ بجھانے کے انجنوں کی حیثیت میں وہاں گئی اور آگ بجھانے کے لئے پورا جتن کر رہی ہے۔ انہوں نے ان لوگوں کی سرگرمیوں کی مذمت کی جو موت کی موجودگی میں بھی اس موقع کو شرارتاً سیاسی پروپاگنڈہ اور اپنے ناپاک سیاسی عزائم کے حصول کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قحط بنگالہ انسانی تخلیق ہے اور ہند میں برطانوی انتظامیہ کی پیشانی پر کلنک کا عظیم ترین ٹیکہ ہے۔

کشمیر کی صورت حال

مسٹر جناح نے کشمیر کے مسئلہ پر گفتگو کی اور کہا کہ وہاں صورت حال واقعتاً بہت سنگین ہے۔ اگر ان تفصیلات پر یقین کر لیا جائے جو ان تک پہنچی ہیں تو وہ کہیں گے کہ صورت حال خوفناک ہے۔ انہوں نے ہزہائی نس مہاراجہ سے اپیل کی کہ وہ ریاست کے فرمانروا کی حیثیت سے اپنی عظیم ذمہ داریوں کو پورا کریں اور اس فریضہ کو ادا کریں جو ان کے عوام کی طرف سے جن میں ۸۰ فی صد مسلمان ہیں ان پر عائد ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تقریر یہ کہتے ہوئے ختم کی کہ وہ

موجودہ صورت حال کے جاری رہنے کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔ (دی ڈان' ۱۵ نومبر ۱۹۴۳ء)

۹۴۔ ہند میں خوراک کی صورت حال
مرکزی مجلس قانون ساز دہلی سے خطاب

۱۸ نومبر ۱۹۴۳ء

مسلم لیگ پارٹی کے قائد مسٹر جناح تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو تالیوں سے ان کا خیر مقدم کیا گیا اور ان کی تقریر کو پوری توجہ سے سنا گیا۔ انہوں نے کہا:

"جناب والا یہ بہت ہی تکلیف دہ موقع ہے جب مجھے اس بحث میں حصہ لینا پڑ رہا ہے بالخصوص جب ہزاروں کی اموات کے بادل منڈلا رہے تھے۔ ایوان کے سامنے یہ تحریک ہے کہ خوراک کی صورت حال پر غور و خوض کیا جائے اور اس تحریک میں متعدد ترامیم بھی اس ایوان کے سامنے پیش کی جا چکی ہیں۔ جناب والا خوراک کی صورت حال پر غور کرنے کے ضمن میں میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایوان مجھ سے اتفاق کرے گا کہ یہ اپنے فریضہ کی ادائیگی میں یکسر ناکام رہے گا اگر اس نے حکومت کے رویئے پر غور نہ کیا۔ ہم محض اس کا جائزہ اس مواد کے ساتھ ہی لے سکتے ہیں جو کسی کو حاصل ہو سکتا ہے یا ہمیں مہیا کیا گیا ہے۔ کیونکہ غیر سرکاری اراکین کی حیثیت سے نہ تو حکومت کے راز ہائے درون پردہ ہماری دسترس میں ہیں اور نہ وہ پوری معلومات ہمیں میسر ہیں جو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جو مواد ہمارے پاس ہے یا جو ہم حاصل کر سکتے ہیں اس کی بنیاد پر اس معاملہ میں حکومت کی ذمہ داری کے تعلق میں اپنا فیصلہ مرتب کر سکتے ہیں۔ مجھے سرہنری رچرڈسن کی' جنہیں پارلیمانی حکومت کی روایات کا کسی اور کے مقابلے میں زیادہ علم ہونا چاہیے' یہ بات سن کر حیرت ہوئی جب وہ یہ کہتے ہیں کہ الزام تراشی سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ آپ اسے الزام تراشی کہتے ہیں جب ملک کی حکومت سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے رویئے کی وضاحت کرے اور یہ کہ ہمیں یہ استحقاق حاصل ہے کہ ہم اس امر کا جائزہ لیں کہ کیا انہوں نے اپنا فرض ادا کیا اور اپنی ذمہ داری کو نبھایا؟ اصل چور کون ہے اس کا پتہ چلانا ہو گا' یقیناً ملک کی حکومت عوام کی زندگیوں کی حفاظت کی ذمہ دار ہے اور یہ وہ حقیقت ہے جس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ آپ کہہ سکتے ہیں پانچ ہزار اموات روزانہ ہو رہی ہیں یا دس ہزار اموات روزانہ' یہ ریاضی کا معاملہ ہے۔ لیکن کیا کوئی اس حقیقت کی تردید کر سکتا ہے کہ ہزاروں لوگ لقمہ اجل بن چکے ہیں اور آج بھی لوگ فاقہ کشی کی وجہ سے مر رہے ہیں۔ یہ واقعہ اپنی جگہ پر ہے اور یہ واقعہ بھی اپنی جگہ پر ہے کہ ہزاروں لوگ جو واقعتاً نہیں مرے' مصیبت میں مبتلا ہوئے' اس طرح کے لوگوں

کو فراموش نہ کیجئے جنہوں نے اس حد تک مصیبت برداشت کی کہ انہیں معمول کی زندگی کی حالت پر لوٹنے کے لئے کافی عرصہ درکار ہو گا۔ کیا اب آپ ہم سے یہ توقع کرتے ہیں کہ ہم یہ کہیں کہ کچھ بہت زیادہ خرابی نہیں ہوئی۔ آیئے ہم دیکھیں کہ اس اندوہناک صورت کی اصلاح کے لئے جس کا ہم روز مرہ مشاہدہ کر رہے ہیں کیا ہم کچھ کر سکتے ہیں۔

جناب والا: کسی اور ملک میں جہاں آپ کی حکومت عوام کی مرضی' رضامندی اور منظوری سے قائم رہ سکتی ہو وہاں کسی کمیشن اور تحقیقات کی ضرورت نہ ہو گی۔ میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں اور بالخصوص یوروپین گروپ کے قائد سے یہ سوال کرتا ہوں کہ فرض کیجئے کہ انگلستان میں چند سو لوگ ہر ہفتہ فاقہ زدگی کی وجہ سے مر جاتے یا مر رہے ہوتے' چند ہزار کی بات تو جانے دیجئے' کیا چرچل کی حکومت چوبیس گھنٹے بھی اقتدار میں ٹھہر سکتی؟ اور یہاں ہمیں نہایت صبر و سکون کے ساتھ کہا جا رہا ہے کہ ہم الزام تراشی وغیرہ نہ کریں۔

کلیتاً" نااہل

یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم ایسے نظام کے تحت زندگی بسر کر رہے ہیں جو ناقابل تبدل اور غیر ذمہ دار ہے۔ میں اس میں یہ اضافہ کروں گا کہ وہ کسی بڑے مسئلہ سے نبرد آزما ہونے کے لئے کلیتاً" نااہل بھی ہے اور مزید یہ کہ وہ اپنے آقا وزیر ہند اور انڈیا آفس کے ساتھ منتھی اور منسلک رہنے کے علاوہ ان کا تابع فرمان بھی ہے۔ آپ ان لوگوں سے کیا کچھ کرنے کی توقع کر سکتے ہیں؟ چالیس کروڑ انسانوں کے اس ملک پر واقعتاً دو فرد حکومت کرتے ہیں' ایک وائسرائے اور گورنر جنرل ہیں اور دوسرے ہیں وزیر ہند۔

میں نے یہ آنریبل سر راماسوامی مدالیار سے دریافت کیا تھا کہ جب یہ خوفناک اور خطرناک صورت حال پیدا ہو رہی تھی اور بڑھ رہی تھی تو اس سے نمٹنے کے لئے انہوں نے کیا کیا تھا؟ انہوں نے اس کا جواب اس انداز سے دیا گویا یہ بات ایک انفرادی رکن کی حیثیت سے ان کے خلاف کہی گئی ہے اور کہا کہ ان کے سامنے بہت سی مشکلات تھیں وغیرہ وغیرہ۔ جی ہاں' سر راما سوامی مدالیار مجھے اس کا بدرجہ اتم احساس ہے اور آپ اس سے باخبر ہیں۔ میں بے ادبی نہیں کر رہا ہوں۔ میں صرف آپ کے رتبے اور اس حکومت کے آئین پر تنقید کر رہا ہوں۔ آپ کا رتبہ اس شخص کا سا ہے جو ایک محکمہ کا نگراں ہو' جس کے عہدہ کا نام بڑا ہو' جو آپ کو ان بنچوں پر تشریف رکھنے کا استحقاق بخش دیتا ہے۔ آپ کابینہ کے وزیر نہیں ہیں اور آپ کو اس کا علم نہیں کہ ہو کیا رہا ہے۔ آپ سے مشورہ نہیں لیا جاتا۔ جب گورنر جنرل کی رضا ہو تو وہ آپ کو اپنے اعتماد میں لے لیتے ہیں۔ تب آپ کو آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ پھر آپ اپنی حقیر رائے پیش کر دیتے

ہیں اور اس کے بعد آپ کو رخصت کی اجازت مرحمت کر دی جاتی ہے۔ مجھے اس صورت حال کا احساس ہے۔

حکومت مشین گن والی

یہ ایسا دستور ہے اور ایسا طرز حکومت ہے جسے عوام کی حمایت' ان کی رائے یا ان کی کسی قسم کی منظوری حاصل نہیں' اور لفظاً" معناً" کلیتاً" افسر شاہی ہے اور اس کی پشت پر فوجداری ضابطوں' آرڈی نینسوں اور آخر کار مشین گن کی طاقت ہے۔ اس نوع کی بنائی ہوئی حکومت کسی زبردست بحران کی موجودگی میں کس طرح بطریق احسن چل سکتی ہے؟ معمول کے حالات میں یہ ٹھیک ٹھاک کام کرتی ہے۔ فائل ادھر سے اُدھر ہوتے رہتے ہیں اور سرخ فیتہ چلتا رہتا ہے۔ لیکن میں آپ کو بتا دوں کہ یہ حکومت کبھی بھی ایک بڑے بحران کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔

آپ کا دوسروں پر الزام دھرنے سے کیا حاصل۔ میرا اس سے کوئی بڑا سیاسی فائدہ اٹھانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ میں تو اس سے کلیتاً" اجتناب برتنا چاہتا ہوں' مگر آپ کہتے ہیں بنگال کی صوبائی حکومت نے یہ نہیں کیا' وہ نہیں کیا۔ اور آپ کہتے ہیں کہ دوسرے صوبوں کی حکومتیں مدد سے گریزاں تھیں اور ایک دوسری کے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ نہیں تھیں۔ اور آپ کہتے ہیں کہ مرکزی حکومت بلاشبہ کمال کی معراج پر تھی۔ ہر کوئی ذمہ دار گردانا جا سکتا ہے لیکن نہ تو حکومت ہند اور نہ ہی وزیر ہند کو ذمہ دار ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت ہند نے کیا کیا؟ اور آیئے ہم اس کا جائزہ لیں۔

سر عزیزالحق نے اپنی آج کی تقریر میں اور اپنی پچھلی تقریر میں ہمیں یہ اطلاع فراہم کی ہے کہ انہوں نے ۱۹۳۹ء میں ایک فوڈ کانفرنس طلب کی۔ ایک فوڈ کانفرنس ۱۹۴۰ء میں ہوئی' ایک فوڈ کانفرنس ۱۹۴۱ء میں ہوئی' ایک فوڈ کانفرنس ۱۹۴۲ء میں ہوئی اور ایک فوڈ کانفرنس ۱۹۴۳ء میں ہوئی [قہقہہ] مجھے یہ سن کر بڑی مسرت ہوئی۔ آپ کی ۱۹۳۹ء کی فوڈ کانفرنس سے' آپ کی ۱۹۴۰ء کی فوڈ کانفرنس سے' آپ کی ۱۹۴۱ء کی فوڈ کانفرنس سے' آپ کی ۱۹۴۲ء کی فوڈ کانفرنس سے اور آپ کی سال بسال کی فوڈ کانفرنس سے کیا حاصل ہوا؟ حاصل تو یہ ہے کہ ہزاروں لوگ مر رہے ہیں۔

ڈاکٹر پی۔ این۔ بینرجی: لاکھوں۔

مسٹر ایم۔ اے جناح: کسی صوبائی حکومت یا حکومتوں کو مورد الزام ٹھہرانا بے سود ہے' میں یہاں ان کی وکالت نہیں کر رہا ہوں۔ ممکن ہے کہ انہوں نے لاپرواہی کی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنا فرض ادا نہ کیا ہو۔ لیکن' جناب والا' کوئی بھی صوبائی حکومت کس طرح ممکنہ طور پر تن تنہا اس صورت حال سے نمٹ سکتی یا عہدہ برآ ہو سکتی ہے۔ آپ دنیا کی کسی بھی مہذب حکومت پر نظر

ڈالیں اور دیکھیں کہ انہوں نے خوراک کے مسئلہ کا کس طرح حل نکالا؟ کیا صوبائی حکومت افراط زر اور مالی مشکلات سے نمٹ سکتی ہے' کیا صوبائی حکومت برآمدات اور درآمدات کے سوال کو حل کر سکتی ہے۔ کیا صوبائی حکومت اندرون ملک نقل و حمل کے معاملے سے نمٹ سکتی ہے۔ کیا صوبائی حکومت جہاز رانی کی گتھی کو سلجھا سکتی ہے۔ کیا صوبائی حکومت یا حکومتیں حکومت ہند کے فوجی مقاصد کے ضمن میں اقدامات کو روک سکتی ہے یا ان سے نمٹ سکتی ہیں؟ میں آپ کے سامنے یہ چند مثالیں پیش کر رہا ہوں اور بھی ہو سکتی ہیں۔ صوبائی حکومتیں ان مختلف معاملات سے کیسے نمٹ سکتی ہیں؟ کیا انہیں سارے ہند پر کنٹرول کا اختیار حاصل ہے' کیا صوبائی حکومت کو قیمتیں مقرر کرنے کا اختیار اور طاقت حاصل ہے' کیا انہیں اشیاء کے حصول کی طاقت اور اختیار حاصل ہے' کیا انہیں سارے ملک میں راشن بندی نافذ کرنے کا اختیار حاصل ہے؟ یہ درست ہے کہ کسی حد تک بمبئی میں کیا گیا ہے' آیئے میں آپ کو بمبئی کے بارے میں بتادوں۔ بمبئی بھی خطرے سے باہر نہیں ہے۔ میں آپ کو بتادوں کہ گذشتہ دسمبر میں ایک عام آدمی کو بھی اس کی خبر تھی۔ اس سے قبل ایک آدمی کے لئے اس کو محسوس کرنا خاص دشوار امر تھا اگرچہ کچھ لوگوں کو علم تھا کہ خطرہ منڈلا رہا ہے۔ بذات خود حکومت کو بھی اس کی خبر تھی کہ یہ سنگین معاملہ ہے۔ لیکن اس سے قبل کہ میں بمبئی کے معاملے سے نمٹوں' درمیان میں اس امر کی نشاندہی کر سکتا ہوں کہ حکومت ہند نے کیا،کیا کیونکہ اس وقت میں حکومت ہند سے نمٹ رہا ہوں۔

[اس مرحلے پر مرکزی مجلس دستور ساز کے صدر جناب سر عبدالرحیم دوبارہ کرسی صدارت پر رونق افروز ہوئے]

دسمبر ۱۹۴۲ء تک محکمہ خوراک موجود نہ تھا۔ یہ دسمبر ۱۹۴۲ء میں ہوا کہ مسٹر این۔ آر۔ سرکار کو جو ممبر تجارت تھے یہ قلمدان سونپا گیا اور محکمہ خوراک کا قیام عمل میں آیا۔ مسٹر سرکار مستعفی ہو گئے اور فروری سے مئی تک کوئی ممبر نہیں تھا' بالکل کوئی ممبر نہ تھا۔ یہ کاروبار کون کر رہا تھا؟ اس محکمے کا سیکرٹری۔ اور مختار کل دیوتا' اس مناسب طرز حکومت کا جو فاشیت اور نازیت سے بدتر ہے' مختار کل واحد آمر۔ گورنر جنرل! انہوں نے کیا،کیا؟ فروری سے مئی تک کچھ نہیں۔ مئی میں ہم ایک مناسب آدمی تلاش کر سکے۔ جناب والا: ہمیں ایسا مناسب شخص تلاش کرنے میں جسے یہ محکمہ سونپا جا سکے فروری سے مئی تک عرصہ لگ گیا اور میں اپنے آنریبل دوست سر عزیزالحق کو مبارکباد دیتا ہوں کہ نگاہ انتخاب ان پر جا ٹھہری۔

مسٹر کے۔ سی۔ نیوگی :انہوں نے تو اپنا انتخاب خاصا جلدی کر لیا!

مسٹر جناح : لیکن ان کے پاس تجارت کا قلمدان بھی تو تھا۔

پنڈت ایل۔ کے۔ میترا: صنعت اور محکمہ رسد بھی۔
مسٹر جناح: مجھے اصل وجوہات کا تو علم نہیں لیکن مجھے اتنا معلوم ہے کہ یہ جتنے محکمے ان کے پاس ہیں انہیں چلانا ان کی انسانی صلاحیت سے بعید ہے اور اگر ان کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے کچھ نہ کیا گیا تو عین ممکن ہے کہ ہم بالکل ہی ان سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔

طلسماتی مادر

پس اگست ۱۹۴۳ء میں اسے سر جوالا پرشاد سریواستو۔ طلسماتی مادر [قہقہہ] کو منتقل کر دیا گیا اور یہ طلسماتی مادر کہتی ہیں' خوراک کے بارے میں صورت حال زیر غور لایئے' مجھے اس وقت تک اطمینان نہیں ہو گا جب تک کہ قحط اور ابتلا موجود ہے۔ مجھے امید نہیں کتنا عجیب و غریب بیان ہے جو آنریبل نے دیا اور جو کچھ وہ اب کر رہے ہیں اس سے میں پھر نمٹوں گا۔

جناب والا: میں بمبئی کی بات کر رہا تھا۔ دسمبر میں ایک عام آدمی کو اس بات کا علم تھا کہ اس ملک میں خوراک کی صورت حال بہت ہی سنگین ہے۔ اور جناب والا یہ بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ بمبئی کے گورنر کو اس صورت حال کا پورا ادراک تھا اور اس پر ان کی پوری نظر تھی۔

پنڈت ایل۔ کے۔ میترا: میرے صوبے میں کیفیت مختلف تھی۔
مسٹر جناح: میں کہتا ہوں کہ یہ ہماری خوش بختی تھی کہ گورنر کو اس صورت حال کا پورا احساس تھا اور قدرتی طور پر اس وقت مجھے بعض چیزوں کی طرف ان کی توجہ مبذول کرانے کا شرف حاصل ہوا۔ کیونکہ بمبئی میں صورت حال بہت سنگین تھی۔ میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں' جب دسمبر ۱۹۴۲ء میں مَیں دہلی سے بمبئی واپس گیا' جیسے ہی میں اپنے گھر پہنچا' میرے تین ملازم میرے پاس آئے اور کہا کہ انہیں تین دن سے کھانا نہیں ملا۔ کچھ کھانے کو نہیں ملا۔ جو کچھ میں کر سکا یہ تھا کہ میں نے فوری طور پر ان کی طرف توجہ دی۔ پس یہ بات ایک عام آدمی کو معلوم تھی۔ یہی میرا نکتہ تھا۔ بعجلت تمام گورنر دہلی آئے اور جو کچھ ان سے بن پڑا انہوں نے کیا' یہ جنگ تھی یا لڑائی۔ مجھے معلوم نہیں کہ کیا ہوا' لیکن ایک بات جس کا مجھے علم ہے وہ یہ ہے کہ وہ پوری طرح لیس واپس آئے اور کسی نہ کسی طرح انہوں نے مرکزی حکومت کا تعاون حاصل کر لیا۔

اب آپ کہیں گے' یہ کیسے ہوا؟ کہ گورنر بمبئی نے یہ کچھ کر لیا' ہم ان کی اعانت کے لئے تیار تھے' دوسرے صوبوں نے یہ کیوں نہیں کیا؟" یہی تو آپ کے خلاف فی الحقیقت الزام ہے۔ جب تک کہ کوئی آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو اور کچھ کرنے پر نہ اکسائے اور جب تک کوئی آپ کے پاس نہ آئے اور آپ کو یہ نہ بتائے کہ آپ جنت الحمقا میں بس رہے ہیں اور جب تک

کوئی آپ کے پاس آکر آپ کو یہ نہ بتائے کہ یہ آپ کی ذمہ داری ہے' نہ آپ آنکھیں کھولیں گے اور نہ آپ کو اپنے فرض کا احساس ہو گا اور نہ ہی اپنی ذمہ داری کا شعور۔ آپ اپنی بوسیدہ فائلوں اور مراسلوں سے کنارہ کشی نہیں کریں گے جن میں آپ مگن رہتے ہیں۔ بالکل درست' میں کسی صوبائی حکومت کا دفاع بالکل نہیں کر رہا ہوں۔ ان کی اپنی ذمہ داریاں ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ اس کے سوا کر بھی کیا سکتے تھے کہ آپ کے پاس آتے اور کہتے کہ "جناب دیکھئے اگر آپ نے اقدام نہ کیا —— اور آپ نے اقدام نہیں کیا ہے—— اگر آپ نے اقدام نہ کیا تو نتائج خوفناک اور ہولناک ہوں گے۔ لیکن آپ کیا کر رہے تھے؟

سخت لاپرواہی

لہٰذا' جناب والا' مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ممکنہ طور پر اس الزام سے بری الذمہ نہیں ہو سکتے کہ آپ نے سخت لاپراوہی کے جرم کا ارتکاب کیا ہے اور یہ کہ آپ اپنے فریضے اور ذمہ داری کی انجام دہی میں ناکام رہے' جیسا کہ آپ کو انہیں انجام دینا چاہیے تھا۔ یہ صرف میری ہی رائے نہیں بلکہ' جناب والا' مسٹر پیتھک لارنس نے جنہوں نے دارالعوام میں بحث کا آغاز کیا تھا یہ نتیجہ اخذ کیا کہ "وزیر ہند اپنے فریضے کی انجام دہی میں ناکام رہے" اور یہ کہ ان کی رائے کے مطابق اس کی بڑی وجہ "افراط زر ہے اور ان کی ٹھوس تجویز یہ تھی کہ آپ کو اب اقدام کرنا چاہیے اور افراط زر کے خطرے کا سدباب محاصل اور قرضوں کے ذریعے سے کرنا چاہیے۔" وہ لیبر پارٹی کی نیابت کرتے ہیں ایک ذمہ دار مقرر ہیں اور پچھلی نشستوں پر تشریف نہیں رکھتے۔

انگلستان کی ایک اور ممتاز شخصیت سرجارج شسٹر نے نیشنل لیبرل پارٹی کی جانب سے تقریر کرتے ہوئے کہا "ان سب کو ایک مقصد اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے ——لارڈ ویول کے ہاتھ مضبوط کریں۔ اس سپاہی نے اپنی درخشندہ کامیابیاں اس وقت حاصل کیں جب حالات ان کے خلاف تھے اور انہوں نے ہمیشہ دشواریوں کو مواقع میں تبدیل کیا۔ اگر انہوں نے ان حالات میں بہترین طریقے سے کام کیا تب تو ہند سے زیادہ کوئی اور مناسب مقام ہو ہی نہیں سکتا تھا جہاں انہیں بھیجا جا سکتا تھا۔"

سرجارج شسٹر نے کہ کہ مناسب اور جائز کارروائی کرنے میں ناکامی ہوئی۔ یہ ادھوری کارروائیوں اور تذبذب کی داستان ہے۔ سرجارج شسٹر کو قرطاس ابیض میں چاول کا کبھی بھی سنجیدہ تذکرہ نظر نہیں آیا یا دسمبر ۱۹۴۲ء سے قبل کسی فوڈ کانفرنس میں اس پر تبادلہ خیال نہ ہوا۔

سر راما سوامی: یہ درست نہیں ہے۔ سر جارج شسٹر وہی پرانے جارج شسٹر ہیں جو یہاں ممبر مالیات تھے۔

مسٹر جناح : معاف کیجئے' آپ غلط ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قرطاس ابیض میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ آپ کی اطلاع کے مطابق جو درست نہیں۔ انہوں نے کہا کہ قرطاس ابیض میں اس کا ذکر نہیں ملتا۔ افراط زر اور دیگر مالی مسائل کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کیا "انڈیا آفس نے یہ سوچا کہ جنگ کی تمام مدت کے دوران ہند میں مالی مسائل غیر اہم رہیں گے۔ انہوں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ صورت حال کا سامنا نہیں کیا گیا اور لندن پر جو ذمہ داری عائد ہوتی تھی اسے پوری طرح انجام نہیں دیا گیا (میں اس میں یہ اضافہ کروں گا کہ ہند پر بھی جو ذمہ داری عائد ہوتی تھی اسے پورے طور پر نہیں نبھایا گیا)

"اگر مسٹر ایمرے اور انڈیا آفس کو غیر متحرک ہی رہنا ہے اور ہند سے جو مطالبہ آئے اس پر اثبات میں سر ہلانا ہے تو پھر اس عظیم دفتر کا مقصد کیا ہے اور اس دفتر کے عملے پر جو رقم صرف کی جا رہی ہے اس کا مصرف کیا ہے۔" انہوں نے کہا کہ اس ایوان کا حق بنتا ہے کہ اسے جواب دیا جائے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ مسٹر ایمرے پر اس معاملے میں ایوان کے سامنے بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے جو انہوں نے پورے طور پر نہیں نبھائی۔

پس دو مقرروں نے دو مسلمہ جماعتوں کی طرف سے وزیر ہند مسٹر ایمرے کی ان الفاظ میں مذمت کی جن کا میں نے آپ کے سامنے حوالہ دیا۔

حکومت ہند کا جرم کس قدر زیادہ ہے؟ اور ہم کیا دیکھتے ہیں کہ گذشتہ جنوری میں مسٹر ایمرے کہتے ہیں کہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے۔ عملاً اس کے معنی یہ ہیں کہ سب ٹھیک ہے کسی طرح کے کسی قحط کا کوئی خدشہ نہیں۔ فکر مت کیجئے۔ وزیر ہند نے پارلیمان کے ایوان میں یہ بیان دیا! کیا میں جان سکتا ہوں کہ انہوں نے ایسا کس کی ذمہ داری پر کیا؟ جنوری ۱۹۴۲ء میں وہ اطلاع انہیں کس نے فراہم کی جس کی بنا پر انہوں نے پارلیمان کے سامنے یہ اہم بیان دیا۔ میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ وزیر ہند کی شخصیت کبھی بھی اس نوع کا بیان دے سکتی ہے جب تک کہ اسے پورا یقین نہ ہو یا پھر اسے حکومت ہند کی جانب سے اطلاع دی گئی ہو۔

پس' جناب والا' میں ان تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا جو میرے لئے متعینہ وقت کے دوران جانا ممکن نہ ہو گا۔ اب میں صورت حال کا سامنا کرنے کے سوال کی طرف آنا چاہتا ہوں۔ اس سے قبل کہ میں اس معاملے سے نمٹوں میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ جہاں تک — کیا میں وہ لفظ استعمال کروں؟ —— حکومت ہند جیسی کہ اس کی موجودہ تشکیل ہے' کا قصور یا جرم یا بے حد لاپرواہی' کا تعلق ہے ہم بے اختیار ہیں اور دستور کے تحت ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

زبردست ناکامی

لیکن میں اس ایوان کے معزز اراکین کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہم اس دستور کے تحت لاچار ضرور ہیں لیکن امید کی ایک کرن اس مایوسی کے عالم میں ہے' ہم کہتے ہیں اور اس ایوان کو کہنا چاہیے—میں آپ کو بتا دوں کہ میں مسلم لیگ کی ترمیم کی اس لئے حمایت نہیں کرتا کہ وہ مسلم لیگ کی ترمیم ہے اگرچہ یہ ایک نہایت جامع ترمیم ہے ان لوگوں کے لئے جو سمجھنا چاہتے ہیں—کہ ہم سمجھتے ہیں اور ہم اس حکومت کو بادی النظر میں زبردست لاپرواہی کا مرتکب گردانتے ہیں اور یہ کہ وہ ناکام ہو گئے ہیں اور یہ کہ انہوں نے معاملہ پر گرفت یا دوراندیشی کا اظہار نہیں کیا اور یہ کہ وہ اپنی ذمہ داری کو نبھانے میں بری طرح سے ناکام ہو گئے۔ [تالیاں]

وکیلوں کی طرح اپنا دفاع کرنے کی بجائے اور وزیر ہند اپنا دفاع کرنے کی بجائے اور یہ —— میں کیا کہوں ——حکومت جو نالائق ہے۔ ایک ایسی حکومت جو کسی بحران کا سامنا کرنے اور کسی بڑے مسئلہ سے نمٹنے کے نااہل ہے۔ ایک حکومت جو ذہنیت کے اعتبار سے لازماً افسر شاہی نوعیت کی ہے اپنے کردار اور اپنی ہیئت کے لحاظ سے اب اپنا دفاع کرنے کی بجائے آپ کو کہتی ہے ہتھیار پھینک دیئے جائیں۔ اس کو یا اس کو الزام دینے کی کوشش نہ کیجئے۔ آپ کو علم ہے اور اگر آپ کو اتنا بھی پتہ نہیں تو خدا آپ پر رحم کرے! آپ کو علم ہے کہ اصل ذمہ داری آپ کی تھی اور آپ اس کی انجام دہی میں ناکام ہو گئے اور آپ قربانی کے جو بکرے تلاش کر رہے تھے ان میں سر راما سوامی مدالیار نے ایک کا اور اضافہ کر دیا ہے۔ [قہقہہ]

یہ پہلا موقع ہے کہ یہ بات کہی گئی بالواسطہ طور پر ہی سہی لیکن الزام واضح تھا۔ انہوں نے نام نہیں لیا لیکن ان کا مطلب یہی تھا کہ ایک پارٹی ہے جو اس ڈھب سے کام کر رہی ہے کہ آپ کے لئے ایسی حکمت عملی مرتب کرنا دشوار ہو گیا جو اس ہولناک تباہی کو روک سکتی۔ کیا آپ اس معاملے میں واقعی سنجیدہ ہیں؟ اگر یہ درست ہے کہ ایک پارٹی ہے۔ اگر حکومت ہند یہ سمجھتی ہے کہ یہاں ایک پارٹی ہے جو یہ کھیل کھیل رہی ہے' ملحوظ خاطر رہے کہ یہاں سیاست کا کوئی سوال نہیں، ممکن ہے تلخ کلامی کی وجہ سے' ہو سکتا ہے بدنیتی کی وجہ سے' ممکن ہے کہ سیاسی وجوہ کی بنا پر' لیکن اگر آپ اس نتیجے پر پہنچ ہی گئے کہ یہاں خاصی تعداد میں لوگ ہیں جو یہ سب کچھ کر رہے ہیں تو کیا میں یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ آپ نے کیا کارروائی کی؟ آپ نے بات علی الاعلان کیوں نہیں کی۔ اس کا جرات کے ساتھ انکشاف کیوں نہیں کیا اور خوراک کے ضمن میں اپنی حکمت عملی کو نافذ کرنے کی غرض سے صورت حال کا سامنا کرنے کے لئے جملہ ضروری اقدام کیوں نہیں کئے؟ اب میں آپ کو ایوان میں یہ بتا سکتا ہوں کہ جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے' جہاں

تک مسلمانوں کا تعلق ہے' ہم نہیں چاہتے کہ اس معاملے میں کوئی سیاسی مسئلہ داخل کیا جائے یا کوئی فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں —— سیاسی' مالی یا کوئی اور فائدہ۔ ہم ایک بات جانتے ہیں' ہمارے ہم وطن مر رہے ہیں۔ ہمیں علم ہے کہ خطرہ منڈلا رہا ہے۔

یاد رکھیں کہ آپ نے اس پر قابو نہیں پایا۔ میں آپ کو بتادوں کہ اگر برسات کے موسم میں بارشیں نہ ہوئیں تو مجھے پتہ نہیں کہ کیا ہو جائے گا۔ یہ کہنا کہ یہ خدا کا کرنا ہے بیہودہ بات ہے۔ خدا نے ابھی تک مداخلت نہیں کی' لیکن وہ کر سکتا ہے' پس خدا کی مداخلت بھگتنے کے لئے بھی تیار رہیے۔ یہ کہنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہو گا کہ "یہ ہمارے دشمن کی کارستانی ہے" ہاں دشمن نے اپنی طرف سے تو بدترین کارروائی کی ہے۔ برما کی منڈی ہاتھ سے نکل گئی' آپ نے اس کے متبادل کا کیا بندوبست کیا؟ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ نہ کسی قسم کی کوئی ٹھوس تجویز ہے نہ کوئی نتیجہ' نہ ہی بڑے نتائج کے کوئی امکانات۔ چار برس سے آپ بلا کسی مقصد کے ادھر سے ادھر گھوم رہے ہیں۔ چار برس سے۔آپ اس معاملے کے ساتھ بے نیازی کا سلوک کر رہے ہیں۔ کیا آپ نشاندہی کر سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ "ہم نے یہ کچھ کیا ہے۔" یہ کیا ہے ماسوا ان دلائل کے جو دفاع میں پیش کئے جائیں جو جھوٹے ہیں۔

ایمرے کی طفلانہ دلیل

مسٹر ایمرے دارلعوام میں کہتے ہیں "برطانوی حکومت نے ایک عظیم الشان نہری نظام تعمیر کر دیا ہے جس نے ہند کو برسات کی بارشوں سے بھی بے نیاز کر دیا ہے۔" انہوں نے پچھلی تاریخ اور برطانیہ کے کارنامے کی شان و شوکت کے بیان پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس قحط کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آبادی میں ۵ سے ۶ کروڑ کا اضافہ ہو گیا۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں —— پتہ نہیں کہ مسٹر ایمرے کو کیا ہو گیا ہے —— یا تو یہ لوگوں کو محض بے وقوف بنانے اور پروپاگنڈے کی غرض سے کیا گیا ہے۔ میں تو اس کی صرف یہی تاویل کر سکتا ہوں۔ کس طرح ایک ہوش مند شخص ایک اور ذہین آدمی کے سامنے کھڑا ہو سکتا ہے اور یہ کہ یہ قحط یا یہ فاقہ کشی اور اموات دس سال کے دوران آبادی میں ۵ کروڑ افراد کے اضافہ کی وجہ سے ہے؟ یقیناً یہ پانچ کروڑ افراد اس سرزمین' اس مقدس ملک میں ایک دو روز کے اندر اچانک تو آسمان سے نازل نہیں ہو گئے یہ کیا طفلانہ دلیل ہے؟ اگر آبادی میں اضافہ ہو رہا تھا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ اضافہ بتدریج ہوا۔ یہ ایک دن میں رونما نہیں ہوا۔ یقیناً یہ رحمدل حکومت' ہماری جان و مال کے ان محافظوں اور پاسبانوں کو کچھ انتظام کرنا چاہیے تھا کیونکہ اضافہ دس یا پندرہ برسوں کے دوران ہوا۔ نہیں جناب والا یہ تو میری دانست میں زخموں پر نمک چھڑکنا ہے۔ میں نے مسئلہ کے اس حصے کے

بارے میں اپنی گفتگو مکمل کر لی۔

لیگ کی پیش کش

میں اب دوسرے حصے کی طرف آتا ہوں۔ ہمیں کیا کرنا ہے؟ ہم اس بات کی تو اجازت نہیں دیں گے کہ ہم سے پہلو بچا کر گزر جائیں یا ہماری توجہ اصل سوال سے ہٹا دی جائے۔ مسلم لیگ کی ترجمانی کرتے ہوئے میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ ہم اس معاملے میں آپ کو ہر ممکن امداد دینے کے لئے تیار ہیں' اس امر سے قطع نظر کہ ہم آپ کی مذمت کرتے ہیں کہ آپ نہ صرف اپنے فرائض کی سر انجام دہی میں ناکام رہے بلکہ آپ نے ہر پارٹی کے ساتھ اہانت آمیز سلوک روا رکھا اور ہر پارٹی کو اپنے سے دور رکھا' اور ارادتاً اس بات کا اہتمام کیا کہ کوئی پارٹی آپ کے ساتھ تعاون نہ کر سکے۔۔۔ اور آپ اپنا کھیل خود ہی چلاتے رہیں۔۔۔ ان تمام امور سے قطع نظر اور ان اختلافات کے باوصف جو آپ کے ساتھ ہیں باور کیجئے کہ یہ تمام امور مرتے ہوئے لوگوں کو بچانے کے لئے اور جاں بلب لوگوں کو غذا بہم پہنچانے کے لئے آپ کے ساتھ بھرپور تعاون میں حارج نہیں ہوں گے۔ اور یہ کہ انسانیت کے ناطے ہمیں اس بات کا انتظام کرنا ہو گا کہ اس کا اعادہ نہ ہونے پائے۔

آج آپ کی مذمت ہو رہی ہے نہ صرف ہند کی رائے عامہ کے سامنے بلکہ ساری دنیا کے سامنے' کہنے کو جو آپ چاہیں سو کہیں اور جو چاہیں سو کریں چونکہ بیرون ملک پروپاگنڈہ ہو رہا ہے۔ اور چونکہ آپ ناکام ہو گئے ہیں اب ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم آپ کی سیرت ہی بچا لیں جو کم و بیش آپ کھو چکے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہم مرتے ہوؤں کو بچا لیں اور ان کو بچا لیں جو مستقبل میں لقمہ اجل بننے والے ہیں۔ کچھ کیجئے قطعی اور واضح' کچھ ٹھوس' موثر اور جلدی سے۔

مجھے خوف ہے کہ میں نے زیادہ وقت لے لیا ہے ۔۔۔میں ایوان کا مزید وقت لینا نہیں چاہتا۔ اب آپ دیکھیں کہ آپ نے اگست' ستمبر اور اکتوبر کی درمیانی مدت میں کیا کیا' ان تین مہینوں میں؟ آپ نے کافی کام کیا اور کامیابی کے ساتھ کیا۔ میں معلوم کر سکتا ہوں کہ یہ آپ کیسے کر سکے؟ چونکہ گزشتہ چار برسوں کے دوران آپ بلا مقصد ادھر ادھر گھوم رہے تھے' اور خوراک سے متعلق حکمت عملی سے کھیل رہے تھے۔ آپ نے جو کچھ تین یا چار مہینوں میں کیا' کیا وہ آپ پہلے نہیں کر سکتے تھے؟ اس کا کیا جواب ہے؟ آپ نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟ شاید میں یہی نتیجہ اخذ کر سکتا ہوں کہ یہ طلسماتی ماں نہیں ہیں جو ہماری مدد کو پہنچی۔ شاید یہ ہاتھ ہے' فوجی ہاتھ جو سرخ فیتے کی بجائے کارروائی کا قائل ہے۔ ممکن ہے کہ اس نے اس چوبی' غیر متحرک اور نااہل

حکومت کو عمل پر اکسایا ہو۔[تالیاں] (قائداعظم : تقاریر و بیانات، جلد ۳، صفحہ ۱۷۷۳۔ ۱۷۸۹ء)

۹۳۔ بیورلے نکولس کے ساتھ ملاقات

بمبئی، ۱۸ دسمبر ۱۹۴۳ء

بیورلے نکولس: آپ کے ناقدین کا ایک عام الزام یہ ہے کہ آپ نے پاکستان کی کافی تفصیل کے ساتھ توضیح نہیں کی اور دفاع، اقتصادیات اور اقلیتوں وغیرہ کے ضمن میں بہت سی تفصیلات دانستہ مبہم چھوڑ دی ہیں۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں یہ تنقید درست ہے؟

مسٹر جناح: نہ یہ منصفانہ ہے نہ ذہانت پر مبنی، بالخصوص اگر یہ ایک انگریز کی طرف سے ہو جسے اپنی تاریخ کا ذرا سا بھی علم ہو۔ جب آئرلینڈ برطانیہ سے علیحدہ ہوا تو علیحدگی کی دستاویز تقریباً دس سطروں پر مشتمل تھی۔ دس طبع شدہ سطریں، اس ناقابل فہم پیچیدہ تنازعہ کو طے کرنے کے لئے جس نے برطانوی سیاست کو صدیوں سے مسموم کر رکھا تھا۔ جملہ تفصیلات مستقبل کے لئے اٹھا رکھی گئیں ـــــ اور مستقبل بسا اوقات بہترین ثالث ہوتا ہے۔ اور میں نے تو پہلے ہی دنیا کو دس سطروں سے کہیں زیادہ مواد پاکستان کے اصولوں اور عمل کی نشاندہی کے ضمن میں فراہم کر دیا ہے۔ لیکن یہ ایک انسان کی طاقت سے ماوراء ہوتا ہے کہ وہ پیشگی طور پر ایک ایسا نقشہ فراہم کر دے جس میں ہر تفصیل طے شدہ شکل میں موجود ہو۔ مزید برآں تاریخ ہند یہ ثابت کرتی ہے کہ ایسا نقشہ "کیلنا" غیر ضروری ہے۔ وہ نقشہ کہاں تھا جب گول میز کانفرنس میں برما کی علیحدگی کے معاملہ کا تصفیہ ہوا؟ وہ نقشہ کہاں تھا جب سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کیا گیا۔ بلاشبہ جواب ہے کہیں نہیں۔ وہ موجود نہیں تھا۔ اس کے وجود کی احتیاج بھی نہیں تھی۔ اہم نکتہ تو یہ تھا کہ علیحدگی کے اصول کو قبول کر لیا گیا؟ باقی تو خود بخود اس کے جلو میں آئے گا۔

بیورلے نکولس: پاکستان کے اہم اصولوں کو آپ کس طرح بیان کریں گے؟

مسٹر جناح: چار لفظوں میں۔ مسلمان ایک قوم ہیں۔ اگر آپ یہ منظور کر لیں، اور اگر آپ ایک دیانتدار آدمی ہیں، تو آپ کو پاکستان کا اصول بالضرور منظور کر لینا ہو گا۔ آپ کو یہ منظور کر لینا ہو گا خواہ اس کی راہ میں سو گنا زیادہ رکاوٹیں حائل ہوں جتنی کہ فی الحقیقت حائل ہیں۔ بلاشبہ، اگر آپ اسے منظور نہیں کرتے، تو، انہوں نے اپنے شانے اچکائے اور مسکراتے ہوئے کہا، پھر تو معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔

نکولس: جب آپ یہ کہتے ہیں کہ مسلمان ایک قوم ہیں، کیا آپ مذہب کے ناطے سے سوچ رہے ہوتے ہیں؟

مسٹر جناح : جزوا لیکن کلیتاً" نہیں۔ آپ کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام محض ایک مذہبی نظریہ نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت پسند اور عملی ضابطہ کردار ہے۔ میں زندگی کے ناطے سے سوچ رہا ہوں' اور ہر اس چیز کے حوالے سے جو زندگی میں اہم ہے۔ میں سوچ رہا ہوں اپنی تاریخ' اپنے جلیل القدر بزرگوں' اپنے فن' اپنی تعمیرات' اپنی موسیقی' اپنے قوانین اپنے اصول قوانین کے حوالے سے...

نکولس : براہ کرم! میں یہ سب کچھ لکھ لینا چاہوں گا۔

مسٹر جناح : [قدرے وقفے کے بعد] ان تمام امور میں ہمارا نقطہ نظر نہ صرف بنیادی طور سے ہندوؤں سے مختلف ہے بلکہ بسا اوقات معاندانہ بھی۔ ہم مختلف وجود ہیں۔ زندگی میں ایسی کوئی شے نہیں ہے جو ہمیں ایک دوسرے سے منسلک کرتی ہو۔ ہمارے نام' ہمارے لباس' ہماری خوراک سب کچھ مختلف ہے۔ ہماری اقتصادی زندگی' ہمارے تعلیمی نظریات' ہمارا خواتین کے ساتھ برتاؤ' ہمارا جانوروں کے ساتھ رویہ' ہم ہر موڑ پر ایک دوسرے کو چیلنج کرتے ہیں۔ ایک مثال لے لیجئے' گائے کا دائمی مسئلہ۔ ہم گائے خور ہیں' ہندو اس کی پوجا کرتے ہیں۔ بہت سے انگریز یہ سوچتے ہیں کہ یہ پوجا محض تاریخی باقیات میں سے ایک خوبصورت روایت ہے۔ یہ ایسا نہیں ہے۔ ابھی چند روز پیشتر اسی شہر میں گائے کا مسئلہ پولیس کا معاملہ بن گیا۔ ہندوؤں میں زبردست اشتعال پھیل گیا کیونکہ گائیں کھلم کھلا ذبح کی جا رہی تھیں۔ لیکن یہ گائے کا مسئلہ ہزار میں سے صرف ایک ہے۔ [ذرا سا وقفہ] آپ نے کیا لکھا ہے؟

نکولس : میں نے صرف یہ لکھا ہے کہ 'مسلمان ایک قوم ہیں'

مسٹر جناح : اور کیا آپ اسے باور کرتے ہیں؟

نکولس : یقیناً

مسٹر جناح :[مسکراہٹ کے ساتھ] آپ کے پاس اور کیا سوالات ہیں؟

نکولس :پہلا اقتصادیات سے متعلق ہے۔ کیا مسلمان پاکستان میں زیادہ مالدار ہوں گے یا زیادہ غریب؟ اور کیا آپ باقی ماندہ ہند کے خلاف محاصل لگائیں گے؟

مسٹر جناح : ذرا مزہ بدلنے کے لئے میں ایک سوال کرنا چاہوں گا' فرض کیجئے آپ سے دریافت کیا جائے کہ آپ کس کو ترجیح دیں گے' ایک دولت مند انگلستان جرمنی کے زیر نگیں یا ایک غریب انگلستان مگر آزاد۔ آپ کا کیا جواب ہو گا؟

نکولس : یہ کہنا مطلق ضروری نہیں۔

مسٹر جناح : بالکل درست' لیکن کیا یہ آپ کے سوال کو قدرے مغالطہ آمیز شکل نہیں دے دیتا؟

یہ عظیم مقصد ذاتی آرام و آسائش کے سوالات سے ماوراء ہے۔ مسلمان سخت کوش لوگ ہیں' وہ دبلے پتلے لیکن جفاکش ہیں۔ اگر پاکستان کا مطلب یہ ہے کہ وہ تھوڑے سے اور سخت کوش ہو جائیں تو وہ اس کا شکوہ نہیں کریں گے۔ لیکن اس کا مطلب وہ کیوں ہو؟ ایسا قابل فہم سبب کیا ہو سکتا ہے کہ یہ فرض کر لیا جائے ایک قوم تسلیم کر لئے جانے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اقتصادی اعتبار سے ایک بوجھ ہو جائے گا۔ سو ملین لوگوں کی ایک خود مختار قوم اگر فوری طور پر خود کفیل نہ ہو سکی اور اگر وہ صنعتی لحاظ سے پس ماندہ ہوئی بھی' تو بھی اقتصادی طور سے اس سے بدتر تو نہ ہو گی کہ اس کے لوگ منتشراور غیر منظم ہوں اور ڈھائی سو ملین ہندوؤں کے تابعدار ہوں جن کا ایک ہی مقصد ہے کہ ان کااستحصال کیا جائے۔ یہ بات حقیقتاً میری فہم سے پرے ہے کہ معاہدہ وارسائی کے بعد کوئی یوروپی کھڑا ہو جائے اور کہے کہ پاکستان "معاشی اعتبار سے ناممکن ہو گا"۔ وہ عظیم اذہان جنہوں نے یوروپ کے مضحکہ خیز حصے بخرے کر دیے ہیں' کس منہ سے ہمارے ساتھ اقتصادیات کی بات کر سکتے ہیں بالخصوص جب کہ ہمارا مسئلہ کہیں زیادہ سہل تر ہو۔

نکولس: کیا اس کا اطلاق دفاع پر بھی ہوتا ہے؟

مسٹر جناح: بلاشبہ' اس کا اطلاق دفاع پر بھی ہوتا ہے۔ ایک بار پھر میں آپ سے ایک سوال کروں گا۔ افغانستان کا دفاع کس طرح سے کیا جاتا ہے؟ جواب بہت پیچیدہ نہیں ہے۔ افغان کرتے ہیں۔ ہم بہادر اور متحد قوم ہیں جو کام کرنے کے لئے آمادہ ہیں اور اگر ضروری ہو تو لڑنے مرنے کے لئے بھی تیار۔ پس' کس طرح دفاع کوئی خصوصی نوعیت کی دشواریاں پیش کر سکتا ہے؟ کس طرح ہم دوسری قوموں سے مختلف ہیں۔ مثال کے طور پر ایران سے؟ بدیہی طور پر ایک عبوری مدت تو ہو گی نا۔ ہم انگریزوں سے یہ نہیں کہتے کہ وہ راتوں رات ہند سے روانہ ہو جائیں۔ انگریزوں نے یہ جھمیلا کھڑا کیا ہے' انہیں اس کی صفائی کرنے کے لئے یہاں ٹھہرنا بھی ہو گا۔ لیکن اس سے پیشتر کہ وہ صفائی کا یہ عمل پایہ تکمیل کو پہنچا دیں انہیں کافی غور و خوض سے کام لینا ہو گا۔ اور اس سے مجھے یاد آیا۔۔۔ میرے پاس ایک چیز ہے جو میں آپ کو دکھانا چاہتا ہوں۔

["انہوں نے معذرت چاہی اور کمرے سے باہر نکل گئے' میں نے سگریٹ سلگائی اور انتظار کرنے لگا۔ اور اچانک میں نے محسوس کیا کہ کچھ نہایت قابل ذکر بات ہو رہی ہے بلکہ نہیں ہو رہی ہے۔ مجھے غصہ نہیں آ رہا تھا۔ جناح بہت درشت انداز سے برطانوی حکمت عملی پر تنقید کر رہے تھے (اگرچہ میں نے مذکورہ بالا مکالمے میں ان کی باتوں کا تذکرہ نہیں کیا) لیکن ان کی تنقید واضح اور تعمیری تھی۔ وہ محض ہندو انداز میں بے تکے الفاظ کا ذخیرہ نہ تھا' نفرت اور ضابطے کا مجموعہ نہ تھا۔ یہ زیادہ تر تشخیص

مرض کا اظہار تھا- جناح اور مخصوص ہندو سیاستدان میں وہی فرق تھا جو ایک سرجن اور اناڑی جراح میں ہوتا ہے- مزید برآں یہ کہ وہ ایک ایسے سرجن تھے جن پر آپ اعتماد کر سکتے ہیں خواہ ان کا فیصلہ درشت تھا- مسئلہ پاکستان پر گفتگو کرنے سے پیشتر انہوں نے مجھ سے کہا تھا "انگریزوں کو یہ احساس ہونا چاہیے کہ اس ملک میں ان کا کوئی دوست نہیں- ایک بھی دوست نہیں" ایک ہندو سیاستدان یہی بات بیانگ دُہل کہے گا اور مسرت کے ساتھ- مگر جناح نے یہ بات دھیمے انداز میں اور دکھ کے ساتھ کہی- وہ کمرے میں واپس تشریف لے آئے اور ان کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی-")

مسٹر جناح: آپ کو یاد ہو گا کہ ایک لمحہ قبل میں نے آپ سے کہا تھا کہ انگریزوں کو بہت غور و خوض کرنا ہو گا- یہ ایک ایسی عادت ہے جو ان کے لئے زیادہ پسندیدہ نہیں- وہ اس میں زیادہ سہولت محسوس کرتے ہیں کہ انتظار کرو اور دیکھو' اوراس پر بھروسہ کرتے ہیں کہ آخر میں سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا- تاہم جب وہ غور کرنے کی زحمت گوارا کر لیتے ہیں تو ان کی فکر اتنی ہی واضح اور تعمیری ہوتی ہے جتنی دنیا کی کسی اور قوم کی ہو سکتی ہے اور ان کے بہترین مفکرین میں سے ایک ـــــ کم سے کم ہند کے مسائل پر' بوڑھے جان برائٹ تھے- کیا آپ نے کبھی ان کی کچھ تقریریں پڑھی ہیں؟

نکولس: اسکول چھوڑنے کے بعد سے نہیں-

مسٹر جناح: خوب' آپ اس پر ذرا نظر ڈالیں- یہ ایک دن اتفاق سے میرے ہاتھ لگ گئی تھی-
انہوں نے کتاب میری طرف بڑھا دی- یہ ایک پرانی جلد تھی جس کی چمک دمک ماند پڑ گئی تھی- "تقاریر جان برائٹ" اور جس جگہ سے کتاب کھلی اس صفحہ پر ۴ جون ۱۸۵۸ء کی تاریخ مذکور تھی- دارالعوام کے عظیم ترین مقرر نے اس موقع پر یہ کچھ کہا تھا:

"انگلستان ہند پر کتنے عرصے تک حکومت کرنی چاہتا ہے؟ کوئی شخص اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا- لیکن یہ پچاس ' سو یا پانچ سو برس بھی ہو سکتے ہیں' لیکن کیا کوئی شخص جس میں عقل کی ذرا سی بھی رمق ہو یہ باور کر سکتا ہے کہ اتنا عظیم ملک اپنی بیس قومیتوں اور بیس زبانوں کے ساتھ ابدلا آباد تک غلام بنایا جا سکتا ہے اور اسے ایک مستحکم' پیوستہ اور پائدار سلطنت کی شکل دی جا سکتی ہے؟ میں باور کرتا ہوں کہ ایسی کوئی بات کلیتاً" ناممکن ہو گی-"

میں نے کتاب واپس کر دی-

مسٹر جناح: اس وقت برائٹ نے جو کچھ کہا تھا وہ آج درست نظر آتا ہے... درحقیقت کہیں زیادہ

درست- اگرچہ، بلاشبہ زور زیادہ تیں قومیتوں پر نہیں ہے، جتنا صرف دو پر ہے، مسلم اور ہندو- اور یہ زیادہ درست کیوں ہے؟ وقت نے ہمیں یکجا کیوں نہ کر دیا؟ چونکہ مسلمان بیدار ہیں... چونکہ اپنے تلخ تجربے کی وجہ سے وہ یہ سمجھ چکے ہیں کہ "متحدہ ہند میں" ہندو ان کے ساتھ کیا سلوک روا رکھیں گے- "متحدہ ہند" کا مطلب ہے وہ ہند جس پر ہندوؤں کا غلبہ ہو- اس کا یہی مطلب ہے کوئی اور نہیں- اگر آپ اسے کوئی دوسرا معنی پہنانا چاہیں تو وہ فرضی معنی ہوں گے- ہند انگریزوں کی تخلیق ہے... یہ محض ایک انتظامی وحدت ہے جس پر نوکر شاہی تلوار کے بل بوتے پر حکمرانی کرتی ہے، اور بس- یہ کاغذی تخلیق ہے- اس کی گوشت پوست پر بنیاد نہیں-

نکولس : طرفہ تماشہ یہ ہے کہ آپ کے ناقدین یہ کہتے ہیں کہ پاکستان بھی انگریزوں کی تخلیق ہے — یہ کہ یہ ایک مثال ہے ہماری جودت طبع کی کہ ہم نے "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کے اصول کا یہاں اطلاق کر دیا-

مسٹر جناح : [قدرے جوش کے ساتھ] جو شخص یہ کہتا ہے اس کی برطانوی ذہانت کے بارے میں زیادہ اچھی رائے نہیں، قطع نظر اس کے کہ میری اپنی دیانتداری کے ضمن میں اس کی رائے کیا ہے- ایک چیز جو انگریز کو ہند میں قائم و دائم رکھے ہوئے ہے وہ متحدہ ہند کا غلط تخیل ہے، جس کا گاندھی پرچار کرتے ہیں- متحدہ ہند، مَیں اس کا اعادہ کرتا ہوں، انگریز کی تخلیق ہے — یہ ایک دیومالائی داستان ہے، اور ایک بہت ہی خطرناک داستان، جو ایک ناختم ہونے والے جھگڑے کو جنم دے گی، اور جب تک یہ جھگڑا موجود ہے، انگریزوں کے پاس یہاں ٹھہرنے کا بہانہ ہو گا- "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کا یہاں مطلق اطلاق نہیں ہوتا-

نکولس : آپ جو کچھ کہتے ہیں وہ ہے "تقسیم کرو اور جاؤ-"

مسٹر جناح : آپ نے ایک خوبصورت پیرایہ اختیار کیا ہے-

نکولس : کیا آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ یہ برطانوی رائے دہندگان کیلئے سنسنی خیزیات ہوگی؟

مسٹر جناح : سچ بسا اوقات سنسنی خیز ہوتا ہے، لیکن خصوصیت سے یہ سچ ہی کیوں؟

نکولس : چونکہ ایک متوسط، شریف اور آزاد خیال رائے دہندہ نے جو چاہتا ہے کہ برطانیہ اپنے عہد نبھائے اور ہند کو آزادی عطا کرے، کبھی کانگرس کے علاوہ کوئی اور نقطہ نظر سنا ہی نہیں- مسلمانوں کا شاید ہی مغرب میں کوئی ترجمان ہو-

مسٹر جناح :[تلخی سے] میں اس سے پوری طرح باخبر ہوں- ہندوؤں نے طاقتور پریس کو منظم کیا ہے اور ہندو سرمایہ دار اور صنعت کار کانگرس- مہاسبھا کی روپیہ پیسے سے مدد کرتے ہیں جو ہمیں میسر نہیں-

نکولس: جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ یہ باور کرنے لگے ہیں کہ کانگرس ہی ہند ہے' اور چونکہ کانگرس یہ کہتے کبھی نہیں تھکتی کہ ہند ایک ہے اور ناقابل تقسیم' چنانچہ وہ یہ تصور کرتے ہیں کہ تقسیم کرنے کی کوئی کوشش بھی آزاد خیالی کے منافی' رجعت پسندی اور عمومیت کے ساتھ مذموم حرکت ہو گی۔ وہ بے حد سنجیدگی سے اس پر یقین کرتے ہیں۔ مجھے علم ہے کہ یہ ذہنی انتشار ہے لیکن ایک جمہوریت میں جیسی کہ ہمارے یہاں رائج ہے اور جسے متعدد ناقابل قیاس پیچیدہ مسائل پر اپنا ذہن تیار کرنا پڑتا ہے عموماً پراگندگی کا شکار ہوتی ہے۔ انہیں جو بات سیکھنی ہے وہ یہ ہے کہ واحد آزاد خیالی کی راہ' واحد فیاضی کی راہ اور وہ واحد راستہ جو ہند چھوڑ دینے کے مخلصانہ ارادے سے لگا کھاتا ہے وہ ہے کہ حکومت کی باگ ڈور...

مسٹر جناح: آپ اس میں اضافہ کر سکتے ہیں' واحد محفوظ راہ ہے...

نکولس' مسٹر جناح: پاکستان!

(قائداعظم دستاویزات فائل ۷۸۵/صفحہ ۱۰۴-۹۹)

۹۴- آل انڈیا مسلم لیگ کا ۳۱واں سالانہ اجلاس
منعقدہ کراچی' تقریب پرچم کشائی میں تقریر

۲۳ دسمبر ۱۹۴۳ء

ایک بلند بالا چبوترے سے ایک جم غفیر سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر جناح نے اہالیان کراچی کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے ان کا "شاہانہ استقبال" کیا۔ انہیں اس اعزاز کا اس لئے اور بھی زیادہ احساس ہوا کیونکہ کراچی ان کی جائے ولادت ہے۔ یہ ایک نہایت مناسب خراج تحسین تھا جو ایک شہر مسلم قوم کے نمائندے کو ادا کر سکتا تھا۔

منزل مقصود۔ پاکستان —— کے بارے میں مسٹر جناح نے کہا "اگر ہم خود کو مستحکم کرتے چلے گئے تو ہم اپنی منزل مقصود حاصل کر کے رہیں گے۔ حصول مقصد کے ضمن میں ہماری مساعی میں سندھ کو ایک اہم کردار ادا کرنا ہے۔ مسٹر جناح نے اعلان کیا کہ کراچی باب پاکستان ہو گا' پاکستان میں سندھ' پنجاب' صوبہ سرحد اور بلوچستان شامل ہوں گے۔ ہمارا پرچم ہماری قومی امنگوں کا آئینہ دار ہے اور ہمیں اسے سربلند رکھنا ہو گا۔" (دی ڈان' ۲۴ دسمبر ۱۹۴۳ء)

۹۵- یونائیٹڈ پریس آف امریکہ کے نمائندے سے ملاقات

کراچی' ۲۳ دسمبر ۱۹۴۳ء

"فی الحقیقت میں مہاتما گاندھی کی رہائی کے متعلق اکثر اوقات دہرائے جانے والے مطالبے کو

سمجھنے سے قاصر ہوں۔" اس استعجاب کا اظہار مسٹر ایم اے۔ جناح نے یونائیٹڈ پریس آف امریکہ کے مقامی نمائندے کے ساتھ ایک خصوصی ملاقات کے دوران کیا۔

مسٹر جناح یہ نہیں سمجھ پائے کہ لوگ مسٹر گاندھی کی رہائی کی آس کیوں لگائے رکھتے ہیں یا انگریزوں کو ان کی اسیری کیلئے مورد الزام کیوں ٹھہراتے ہیں۔ اگر مسٹر گاندھی چاہیں تو وہ آج رہا ہوسکتے ہیں۔ ان کی گرفتاری ان کی اس دھمکی پر عمل میں آئی تھی کہ وہ ایک عوامی تحریک چلائیں گے۔ معقولیت کاتقاضا یہ ہے کہ وہ اس دھمکی کوواپس لے لیں۔ اگر مسٹر گاندھی اپنی دھمکی واپس لے لیں توپھر کوئی ایسی وجہ باقی نہیں رہے گی کہ انہیں مزیدبندی خانے میں رکھاجائے۔

کانگرس کی جانب مسلم لیگ کے رویہ کی وضاحت کرتے ہوئے مسٹر جناح نے دریافت کیا کہ اگر مسلم لیگ انگریزوں کے خلاف اس بنا پر ایک عوامی تحریک چلائے کہ وہ پاکستان کے لئے اس کا مطالبہ تسلیم نہیں کرتے تو کیا کانگرس مسلم لیگ کا ساتھ دے گی؟ اگرچہ پاکستان کا مطلب ہے پہلے تین چوتھائی ہند کی آزادی اور صرف ایک چوتھائی مسلم ہند کے لئے۔" انہیں علم ہے کہ کانگرس ایسا نہیں کرے گی۔ تب کانگرس کس طرح یہ توقع کر سکتی ہے کہ مسلمان ان کی عوامی تحریک میں شریک ہوں جب کہ مسلمانوں پر یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اگر انگریزوں نے کانگرس کا مطالبہ برائے اکھنڈ ہندوستان تسلیم کر لیا تو مسلمانوں کی کیفیت لکڑ ہاروں اور پانی بھرنے والے ماشکیوں کی سی ہو جائے گی کیونکہ اس صورت میں مسلمان بالکل ہندو اکثریت کے رحم و کرم پر ہوں گے؟

مسٹر جناح نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ کانگرس نے بھرا ہوا پستول انگریزوں پر تان رکھا تھا اور کہتی تھی کہ اگر انگریز نے کانگرس کے مطالبہ کو تسلیم نہ کیا تو وہ گولی مار دیں گے۔ یہ دھمکی نہ صرف انگریزوں کے لئے تھی بلکہ مسلمانوں کے لئے بھی تھی کیونکہ اگر انگریز کانگرس کا مطالبہ تسلیم کر لیتے ہیں اور ہندوؤں کو اس امر کی اجازت دے دیتے ہیں کہ وہ جس طرح چاہیں مسلمانوں سے نمٹ لیں تو پھر مسلمان، نہ اپنا پاکستان حاصل کر سکیں گے نہ آزادی۔

(دی ڈان، ۲۵ دسمبر ۱۹۴۳ء)

۹۶۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا ۳۱واں سالانہ اجلاس
منعقدہ کراچی میں فی البدیہہ خطبہ صدارت

۲۴ دسمبر ۱۹۴۳ء

آل انڈیا مسلم لیگ کے مندوب بھائیو، خواتین و حضرات:

میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے ایک بار پھر اعزاز بخشا اور مجھے اس سال بھی

آل انڈیا مسلم لیگ کا صدر منتخب کیا- میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں جیسا کہ میں نے بار بار کہا کہ جب کبھی مجھے دل و جان سے مسلم ہند اور اس مقصد کے لئے' جس کے ہم قائل ہیں' خدمت کے لئے پکارا گیا تو تعمیل حکم میں نہ مجھے کوئی ہچکچاہٹ ہو گی اور نہ پس و پیش [تالیاں] آپ کو علم ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کی احیاء' تنظیم نو اور اسے تازہ قوت بخشنے کا کام شروع کئے سات برس سے زیادہ عرصہ گزر گیا- میں سمجھتا ہوں کہ' بلا مبالغہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ان سات دشوار برسوں میں ہم نے قابل ذکر ترقی کی ہے جس کا اعتراف آج ہمارے دوست' ہمارے مداح اور حتیٰ کہ ہمارے مخالفین بھی کرتے ہیں [تالیاں]

آپ نے نہ صرف ہند پر بلکہ ساری دنیا پر یہ ظاہر کر دیا ہے اور پوری طرح سے ثابت کر دیا ہے کہ ہم ایک قوم ہیں اور یہ کہ ہم اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں گے جب تک کہ ہم اس علاقے پر قبضہ نہ کر لیں جو ہمارا ہے اور اس پر حکمرانی نہ کریں-[نعرہ ہائے تحسین]

"جدوجہد طویل اور سخت ہے- یہ آپ سب سے تقاضہ کرتی ہے- میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں بالخصوص ان لوگوں کو جو صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں اور قنوطیت یا مایوسی کا لبادہ اوڑھ لیتے ہیں—— کہ آپ یہ محسوس کریں کہ جدوجہد طویل بھی ہے اور دشوار بھی' اور یہ آپ میں سے ہر ایک سے مطالبہ کرتی ہے —— خصوصیت کے ساتھ اب میں نوجوانوں سے مخاطب ہوں —— کہ آپ میں سے ہر ایک صبر و تحمل اور سخت محنت سے اور اس عظیم قوم کی تعمیر کے لئے جس کے ہم سب فرد ہیں' ٹھوس ترقی کی خاطر کام کریں- میں خبردار کرتا ہوں کہ کوئی ایک یا اگلا قدم اٹھانے سے پہلے ہر قدم کے بارے میں مختلف زاویوں سے غور و فکر کرنا ہو گا- پس میں سمجھتا ہوں کہ اب تک' آپ اس بات کو تسلیم کریں گے' ہم نے ہر موقع پر اپنی صفوں میں انتشار پھیلانے کی ہر کارروائی' ہر ریشہ دوانی اور ہر اسکیم اور سازش کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا ہے- [تحسین کے نعرے] میں آپ کو پوری کہانی سنانا نہیں چاہتا میں صرف اس کے حوالے دوں گا- ہم اس مخالفت سے بچ نکلے جو پہلے حکومت اور افسر شاہی کی طرف سے ہوئی جب ہم نے اپنی تحریک کو از سر نو منظم کرنے کا بیڑہ اٹھایا- عوام کا حافظہ ہمیشہ بہت اچھا نہیں ہوتا اور یہ بہت ہی کمزور ہوتا ہے- اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہتر ہو گا کہ میں اسے یہاں دہرا دوں- وہ پہلی الفت تھی اور افسر شاہی کی جانب سے تھی اور پھر ان کی اپنی صوابدید کے مطابق اس میں سست روی آ گئی-

"پھر عوامی رابطوں اور چیلنجوں کی شکل میں کانگرس کی طرف سے زبردست حملہ ہوا- جب کانگرسی وزارتوں کی تشکیل ہوئی تو مسلم لیگ ان کے لئے ملعون شے بن گئی- مسلم لیگ کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی بساط لپیٹ دے- مسلم لیگ کے اراکین سے کہا گیا کہ اس سے قبل کہ کانگرس ان

سے مس بھی کرے وہ مسلم لیگ کے ساتھ اپنی وفاداری کو تج دیں۔ انتخابات، ضمنی انتخابات، مسلمانوں میں انتشار و افتراق کے بیج بوئے گئے۔ یہ سب یکے بعد دیگرے آئے۔ کانگرسی مسلمان، جمعیتہ العلماء، احرار، آزاد کانفرنس۔ مومن، شیعہ، سنی غرضیکہ مسلم لیگ کو تباہ کرنے کی ہر کوشش کی گئی۔ لیکن مسلم لیگ کو توڑنے کی ہر کوشش کی زد الٹ کر انہیں پر پڑی کیونکہ مسلم قوم کو اس بات کا علم تھا، وہ راہ راست کونسی ہے جس پر انہیں گامزن ہونا ہے۔ اور آج بھی ہمیں سکھ کا سانس نہیں لینے دیا جاتا۔ لیکن اب ان کے طور طریقوں میں تھوڑی سی تبدیلی آگئی ہے۔ اب ان کے طریقے لطیف اور پُر فریب ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ نظروں سے اوجھل رہ کر مسلم لیگ کو زک پہنچائیں۔

مسلم لیگ اب مضبوط ہے

میں سمجھتا ہوں کہ اپنی تقریر کے دوران مجھے اس معاملے پر بعد میں گفتگو کرنی ہو گی۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میں مبالغہ آرائی نہیں کرتا جب میں کہتا ہوں کہ مسلم لیگ اور مسلم ہند اب جھنکوں، نعروں اور بازی گرانہ حرکات کے عادی ہو گئے ہیں۔ واقعتاً وہ ہر سازش سے محفوظ ہو گئے ہیں [نعرہ ہائے تحسین] میں نہایت ادب سے اپنے مخالفین خواہ وہ کانگرس ہو یا ہندو قیادت یا انگریز کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ آپ ہمیں برباد نہیں کر سکتے۔ اب آپ کبھی بھی ہمیں برباد نہیں کر سکتے۔ [تالیاں] جس قدر جلد وہ یہ محسوس کر لیں گے اسی قدر بہتر ہو گا۔ ہمارے معاملات میں دخل اندازی مت کیجئے۔

اگر آپ ہمارے ساتھ سمجھوتہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ہمیشہ برطانوی حکومت اور ہندوؤں کے ساتھ آبرو مندانہ شرائط پر سمجھوتہ کرنے کیلئے آمادہ اور تیار ہیں، کسی اور شرط پر نہیں۔ [تالیاں]

پس خواتین و حضرات: جیسا کہ میں نے کہا کہ ہم ان سات برسوں کی جدوجہد سے گزر چکے ہیں اور اب وقت آگیا ہے کہ ہم اپنی کارکردگی اور جمع خراج کا جائزہ لیں۔ آج اس بات میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں کہ یہ دنیا بھر میں تسلیم کیا جاتا ہے کہ مسلم لیگ ہی مسلم ہند کی واحد بااختیار اور نمائندہ تنظیم ہے۔ لکھو کھا مسلمان ہماری حمایت کر رہے ہیں۔ ہمارا اپنا پرچم ہے اور اپنا پلیٹ فارم، اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہماری قطعی منزل مقصود، پاکستان ہے۔ [تالیاں] ہم نے منتہائے مقصود اور فکر میں مکمل ہم آہنگی پیدا کر دی ہے۔ اس باب میں کسی بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ ہم اپنے منتہائے مقصود اور اپنی فکر کے تعلق میں مکمل طور پر متحد ہیں۔

اب وہ مرحلہ آگیا ہے کہ ہمارے لئے مزید اقدامات کرنا ناگزیر ہو گیا ہے اور ضروری ہو گیا ہے کہ ایسے تنظیمی ڈھانچے کا آغاز کریں جو عمل کے لئے رہبرانہ، اہل اور موثر ہو۔ اور یہ ہمیں

خود تیار کرنا ہو گا۔ جس طرح ہم نے سات برس کے بعد اتحاد منتہائے مقصود اتحاد و فکر قائم کیا ہے بعینہ اپنے پروگرام کے آئندہ مرحلے میں مکمل اتحاد عمل قائم کرنا ہو گا۔ اور وہ کیا لازمی تقاضے ہیں جو آپ کو ایک موثر عمل کی اہلیت بخشیں گے؟

تعمیری کام

اول : آپ کو ہمارے خلوص کے ساتھ اپنے بزرگوں کی تعلیمی' سماجی' اقتصادی اور سیاسی ترقی کا تعمیری پروگرام شروع کرنا چاہیے۔ اب آل انڈیا مسلم لیگ کے مندوبین' جو ہند کے گوشے گوشے سے یہاں جمع ہیں' آپ کا کام ہے کہ آپ نہایت سنجیدگی کے ساتھ ان مسائل پر غور و خوض کریں۔ مجھے معلوم ہے کہ ہمارے پاس فضائیہ نہیں ہے' مجھے علم ہے کہ ہمارے پاس ٹینک نہیں ہیں۔ مجھے پتہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی بری فوج نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ہمارے پاس کوئی بحری فوج نہیں ہے۔ آپ کو یہ سب کچھ مل جائے گا۔ آپ کو شاید اس کی ضرورت بھی نہ ہو' ہو سکتا ہے کہ اس کی ضرورت ہی لاحق نہ ہو بشرطیکہ آپ میں ارادہ' عزم اور غیر متزلزل ایمان اور اتحاد اور اپنے مقصد پر یقین ہو' آپ اپنی منزل مقصود حاصل کر لیں گے بشرطیکہ آپ خود کو پورے اور احسن طریقے سے منظم کر لیں۔

لہٰذا اس اجلاس میں مَیں آپ پر زور دیتا ہوں کہ یہ بالکل لازمی ہے کہ ہم ایک تنظیمی ڈھانچہ قائم کرنے کے لئے اگلا قدم اٹھائیں۔

مجلس مضامین میں اس پر غور کرنا آپ کا کام ہے۔ میں تو صرف اپنے خیالات آپ کے سامنے پیش کر سکتا ہوں۔ لیکن میں آپ کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ مسلم لیگ کی تنظیم کا کام کسی فرد واحد کے بس سے باہر ہو گیا ہے۔ اگر آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ مجھے تن تنہا کس قدر کام کرنا پڑتا ہے تو آپ حیران رہ جائیں۔ ہند کے طول و عرض میں' آج پٹنہ میں یہ ہو رہا ہے کل یہ واقعہ بنگال میں رونما ہوا۔ پرسوں صوبہ سرحد میں یہ ہوا۔ اس سے اگلے روز مدراس میں یہ وقوعہ ہوا' روز بروز اور ہفتہ بہ ہفتہ مختلف قسم کے سوالات اٹھتے ہیں۔ اب ایک انسان کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ سب کے ساتھ انصاف کر سکے' اور مسلم ہند کی کیفیت کو یاد رکھے۔ اگر میں اس کو ایک مثال سے واضح کر سکوں تو وہ یوں ہے' جب ایک شخص علیل ہو اور کم و بیش جاں بلب ہو تو اس میں اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ شکوہ کر سکے یا کوئی چیز طلب کر سکے۔ اسے عملاً یہ احساس نہیں ہوتا کہ اس کے گرد و نواح میں کیا ہو رہا ہے اور اسے اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ اسے کیا ہو جائے گا۔ دنیا کو کیا ہو جائے گا یا کسی اور کو کیا ہو جائے گا۔ وہ نیم بے ہوشی کے عالم میں یا تقریباً جان کنی کے مرحلے میں اس مرد بیمار کی مانند جو بستر مرگ پر دراز ہے۔ اس میں اتنی سکت

نہیں کہ وہ کچھ کہہ سکے اور نہ ہی وہ کچھ کر سکتا ہے۔ اس میں تو اتنی طاقت بھی نہیں ہوتی کہ وہ کوئی شکایت ہی کر سکے۔

مسلم ہند کی یہ کیفیت تھی سات برس قبل۔ لیکن آج وہ مرد بیمار اپنے بستر مرگ سے اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ نہ صرف اب اس کی صحت بحال ہو رہی ہے بلکہ وہ چل پھر بھی سکتا ہے۔ اب اسے بہت سی شکایات ہیں۔ وہ بہت سی تجاویز اور آراء پیش کرنا چاہتا ہے' اپنے تنازعے طے کرنا چاہتا اور اپنے تصفیے نمٹانا چاہتا ہے۔ یہ اچھی علامت ہے بشرطیکہ اسے حدود کے اندر رکھا جائے۔ یہ بہت اچھی علامت ہے۔ یہ ایک تندرست آدمی کی علامت ہے۔ مجھے بہت سی تجاویز موصول ہوتی ہیں۔ جو نہایت شاندار ہوتی ہیں۔ غور و فکر کا نتیجہ ہوتی ہیں اور بہت عمدہ ہوتی ہیں۔ مجھے چھوٹے چھوٹے جھگڑوں کی شکایات بھی ملتی ہیں جنہیں میں پسند نہیں کرتا۔ لیکن بہرکیف یہ صحت مند علامت ہے' ایک لفظ میں اس طرح کہوں گا۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار ہوں کہ مسلم ہند بیدار ہے' میں شکرگزار ہوں کہ مسلم ہند کو ہوش آگیا ہے۔ میں شکرگزار ہوں کہ مسلم ہند اپنے گرد و نواح کے واقعات میں دلچسپی لے رہا ہے' نہ صرف ہند میں بلکہ ساری دنیا میں۔ میں ممنون ہوں کہ مسلم ہند میں اب جو کچھ ہو رہا ہے اس میں دلچسپی لے رہا ہے۔

مجھ سے دریافت کیا جاتا ہے کہ مسلم لیگ ایک مکمل ڈھانچہ اور ادارہ کیوں قائم نہیں کرتی جو ہند کے طول و عرض میں بالخصوص پاکستان میں مسلم ہند کے لئے قومی صنعتیں قائم کرے۔ ہم منصوبہ بندی کیوں نہیں کرتے؟ ہم پاکستان میں بڑی اور بھاری صنعت کیوں قائم نہیں کرتے۔ مسلم لیگ مسلمانوں کی تعلیم کے لئے ایک قومی نظام کیوں مرتب نہیں کرتی؟ میں صرف چند مثالیں پیش کر رہا ہوں۔ میرے پاس اتنی مثالیں موجود ہیں کہ اگر میں ان کا ذکر کرنے لگوں تو نصف شب بیت جائے' لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔

مجلس عمل

یہ تمام تجاویز' آراء اور مطالبات وصول ہوتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ میں کہتا ہوں کہ یہ بہت اچھی علامت ہے۔ ہمیں اس مرحلے کا بھی احساس ہے جس پر ہم پہنچ گئے ہیں۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے مندوبین کی خدمت میں میرا حقیر مشورہ یہ ہے کہ کسی بھی طرح یہ تو ممکن نہیں ہم ان مطالبات کو ایک دم پورا کر دیں یا حاصل کر لیں۔ نہ ہی ہم فی الفور ان تمام آراء اور تجاویز کو روبہ عمل لا سکتے ہیں لیکن وہ مرحلہ آن پہنچا ہے جب یہ بالکل ناگزیر ہو گیا ہے کہ آپ ایک مجلس عمل تشکیل دے دیں جو پانچ سے کم اور سات سے زیادہ ارکان پر مشتمل نہ ہو۔ اس مجلس کا کام یہ ہونا چاہیے کہ یہ نہ صرف کل ہند گیر حکمت عملی کے مطابق تنظیم' مزید تنظیم اور رابطے کا کام

کرے بلکہ ان مختلف مطالبات' آراء اور تجاویز کا جائزہ بھی لے جو وقتاً" فوقتاً" موصول ہوتی رہتی ہیں۔

دوسرے لفظوں میں ہمیں ایک ایسی مجلس درکار ہے جس کے ساتھ دفاتر بھی منسلک ہوں۔ للذا میں مندوب بھائیوں سے کہتا ہوں کہ وہ اس معاملے پر پوری متانت کے ساتھ غور کریں۔

یہ درست ہے کہ ہمارے یہاں دولت کی ریل پیل نہیں ہے۔ ایک طرح سے تو میری توقعات بھی پوری نہیں ہوئیں جو میں نے چندے کے لئے اپیل کی تھی۔ میرا خیال تھا کہ مسلمان میرا ہدف پورا کر دیں گے۔ تاہم ایسا نہیں ہوا۔ میں نے کم سے کم دس لاکھ روپے کے سرمائے کی اپیل کی تھی۔ اس کو پونے دو سال یا دو سال کے لگ بھگ بیت گئے۔ تاہم مجھے کچھ اعانت حاصل ہوئی ہے' میری کچھ حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔ اب تک میں نے ساڑھے پانچ لاکھ روپے وصول کئے ہیں۔ یہ رقم سرمایہ کاری کے لئے جمع نہیں کی گئی۔ یہ رقم سرمایہ میں اضافہ کے لئے جمع نہیں کی گئی۔ بلکہ یہ رقم جمع کی گئی ہے مسلم لیگ تنظیم کی امداد اور اس کی نشوونما کے لئے۔ مجھے یقین ہے کہ ہمیں مزید سرمایہ حاصل ہو جائے گا۔ اس کا مجھے بھروسہ ہے۔ جو ہمارے پاس موجود ہے اس سے کچھ نہ کچھ کر گزرنا چاہیے۔ اب ہم کم سے کم اس لائق تو ہیں کہ اچھی قسم کے دفاتر اور یہ مجلس عمل قائم کر دیں۔

اگلی بات یہ ہے کہ آپ کو علم ہے کہ پارلیمانی سرگرمیوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمیں کبھی کبھی ضمنی انتخابات بھی لڑنا پڑتے ہیں۔ صوبہ شمال مغربی سرحد میں ضمنی انتخابات ہوئے اور حال ہی میں شکار پور میں ایک ضمنی انتخاب ہوا۔ اب آپ کی پارلیمانی سرگرمیوں کے لئے یہ بالکل ناگزیر اور ازبس ضروری ہے کہ ایک اعلیٰ اختیاراتی ادارہ ہونا چاہیے۔ اس مقصد کے لئے بھی' میں نہایت ادب سے گزارش کروں گا کہ ایک آل انڈیا پارلیمانی بورڈ ہونا چاہیے جو تین ارکان پر مشتمل ہو۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ کیوں؟ متعدد امیدوار آل انڈیا مسلم لیگ کے ٹکٹ کے لئے درخواست کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ کو مسترد کر دیا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ درست طور پر' ہو سکتا ہے غلط طور پر۔ جب تنازعہ پیدا ہوتا ہے تو مستقل نوعیت کا ایسا کوئی ادارہ موجود نہیں جس سے فی الفور رابطہ قائم کیا جا سکے اور جس کے سامنے اپیل پیش کی جا سکے:۔ جو مداخلت کر سکے اور انصاف مہیا کر سکے۔

آپ کو علم ہے کہ مقامی معاملات میں تعصبات بھی ہوتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ بسا اوقات باہمی ارتباط اور بے تکلفی سے تحقیر اور بد اعتمادی بھی جنم لیتی ہے۔ ایسا صرف ہند میں ہی نہیں بلکہ ہر جگہ ہوتا ہے۔ آپ کو علم ہے کہ کچھ مقامی سازشیں اور دھڑے ہوتے ہیں۔ اس

وقت ہمارا ادارہ زیادہ لائق نہیں لہٰذا وہ بہتر لیاقت کے ساتھ کام بھی نہیں کر سکتا' اس وقت صوبائی مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کو مختلف انتخابات میں امیدواروں کو مسلم لیگ کے ٹکٹ عطا کرنے کا اختیار حاصل ہے ـــــ نہ صرف صوبائی مجالس قانون ساز کے لئے یا ایوان بالا کے لئے مثلاً بنگال جہاں دو ایوانی مقننہ موجود ہے بلکہ میونسپل کمیٹیوں' ڈسٹرکٹ بورڈوں اور مقامی بلدیاتی اداروں کے ضمن میں بھی' بعض صوبوں میں مجلس عاملہ نے پارلیمانی بورڈ تشکیل دے دیئے ہیں۔

اپیل کی عدالت

لیکن خواتین و حضرات! جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ ایک عام مقدمے میں بھی فریقین مقدمہ اس وقت تک مطمئن نہیں ہوتے جب تک کہ وہ پریوی کونسل تک نہ چلے جائیں۔ ہمیشہ ایک ماتحت جج ہوتا ہے' ایک ڈسٹرکٹ جج ہوتا ہے' ہائی کورٹ ہوتی ہے اور پریوی کونسل ہوتی ہے۔ بس لوگوں کو زیادہ اطمینان ہوتا ہے کہ جب وہ ہائی کورٹ میں چلے جائیں کیونکہ وہ ایک غیر منسلک ادارہ ہوتا ہے' مقامی گرد و نواح اور مقامی ماحول سے دور۔ لوگوں کو مزید اطمینان ہوتا ہے' شکست خوردہ فریق کو بھی زیادہ اطمینان ہوتا ہے جب انہیں پریوی کونسل سے فیصلہ حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ یہ ایک غیر جانبدار ادارہ ہے۔ اس طرح یہ ضروری ہے کہ ہمارے پاس بھی حتمی اپیل کے لئے ایسی عدالت موجود ہو جو غیر منسلک ہو اور تین ارکان پر مشتمل ہو جس کا تقرر مسلم لیگ کی آل انڈیا اتھارٹی عمل میں لائے گی۔ لہٰذا یہ دو ادارے ازبس لازمی ہیں اور ہمیں ان دو اداروں کی تشکیل اور تقرری میں مطلق وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

بلاشبہ اور بھی بہت سے مسائل ہیں جو ہمارے غور و فکر کا تقاضا کریں گے ـــــ تعلیمی منصوبہ بندی' اقتصادی منصوبہ بندی' سماجی منصوبہ بندی۔ یہ بہت بڑے مسائل ہیں۔ لیکن باور کیجئے کہ جیسے ہی آپ نے پانچ یا سات ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کر دی تو یہ تمام مختلف مسائل کا جائزہ لینے کا آغاز ہو گا اور تب ایک اصل ادارہ موجود ہو گا جو تمام مختلف تجاویز پر رہنمائی اور قیادت فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ نگرانی بھی کر سکے گا اور اگر ممکن ہوا تو انہیں روبہ عمل بھی لا سکے گا۔ یہ مرحلہ بھی آن پہنچا ہے۔ یہ میری آپ کے لئے ٹھوس تجاویز ہیں آل انڈیا مسلم لیگ کو مزید مستحکم کرنے' مزید منظم کرنے کے لئے اور اسے زیادہ طاقت اور توانائی بخشنے کے لئے۔

خوراک کا مسئلہ

اگلا مسئلہ جو میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہوں گا یہ ہے' یہ خوراک کا مسئلہ ہے' خواتین و حضرات! مجھے آپ کو بتا دینا چاہیے کہ میں نے بڑی مسلم لیگ وزارتوں اور بڑے مسلم صوبوں کے پانچ وزرائے اعظم کا ایک جلسہ طلب کیا تھا۔ میں نے انہیں دعوت دی کہ وہ ۱۵ یا ۱۶ نومبر کے

لگ بھگ مجھ سے نئی دہلی میں ملاقات کرلیں۔ وہ سب کے سب از راہ عنایت تشریف لائے ماسوا وزیراعظم آسام سعد اللہ کے جنہوں نے خط لکھ کر نہ آسکنے پر معذرت کا اظہار کیا اور اپنی بجائے اپنے ایک رفیق کار اور حکومت آسام کے ایک وزیر عبدالمتین چودھری کو اپنی نیابت کے لئے بھیج دیا۔ دیگر امور کے علاوہ جن کے بارے میں مَیں ان سے مشاورت کرنا چاہتا تھا خوراک کا یہ مسئلہ بھی تھا جس پر ہم نے سیر حاصل گفت و شنید کی۔ میں آپ کو بتا دوں کہ پانچوں صوبوں میں مکمل ہم آہنگی موجود تھی اور یہ بالکل غلط ہے جیسا کہ اخبارات کے ایک حلقے نے غلط ترجمانی کی ہے کہ ان میں اختلاف تھا۔ یہ بھی بالکل درست نہیں کہ لارڈ ویول نے ان کی دہلی میں موجودگی کے دوران میری اطلاع کے بغیر انہیں مدعو کر کے ہمارے غبارے سے ہوا نکال دی۔ سیر حاصل بحث اور مکمل اتفاق رائے کے بعد ہم نے خود لارڈ ویول سے یہ استدعا کی تھی کہ وہ وزرائے اعظم کے ساتھ ملاقات کرلیں اور ان کے ساتھ خوراک کے مسئلہ پر تبادلہ خیال کریں۔ انہوں نے ازراہ عنایت فوراً ہی ملاقات کے لئے اگلے دن کا وقت مقرر کر دیا۔ یہ اس انتظام کا نتیجہ تھا کہ مسلم لیگ وزراء اعظم کی لارڈ ویول سے ملاقات ہوئی۔ یہ کہنا بالکل جھوٹ ہے کہ لارڈ ویول نے میری چالوں کو ناکام بنا دیا۔ سرے سے کوئی چالیں تھیں ہی نہیں۔ ہمارا سادہ' دیانتداری پر مبنی بالکل سیدھا موقف تھا اور وہ یہ تھا کہ جہاں تک ہند میں خوراک کے مسئلے کا تعلق ہے' حکومت کے حالات اور اس کی ہیئت کا علم رکھتے ہوئے ہم' نہایت عمدہ وجوہات اور نا[illegible] باب کی بنا پر اور سب سے بڑی بات یہ کہ انسانیت کے نام پر' وہ سب کچھ کرنے کے لئے پوری طرح آمادہ اور تیار ہیں جو قحط کے ناسور اور موت کے سایہ کو دفع کرنے اور اس کے ملک کے کسی حصے میں اعادہ کو روکنے کے ضمن میں' ہمارے احیطہ اختیار میں ہے۔

کاشتکاروں کے مفادات

اس جذبے کے تحت پوری صورت حال پر بحث و تمحیص کی گئی۔ یہ درست نہیں ہے کہ ان تمام صوبوں یا ان میں سے کسی ایک کو جن کی نمائندگی مسلم وزرائے اعظم کر رہے تھے اپنی ذمہ داری کا بدرجہ اتم احساس نہیں تھا یا ان میں سے کسی کو بھی دیگر مفادات عزیز تھے۔ اصل مسئلہ یہ تھا' خواتین و حضرات : یہ نہیں کہ ہم نگرانی کے اثرات کو تسلیم نہیں کرتے' یہ نہیں کہ ہم فراہمی کی ضرورت کو تسلیم نہیں کرتے' یہ نہیں کہ ہم راشن بندی کی افادیت کے معترف نہیں' یہ نہیں کہ ہم موجودہ حکومت کے نظام اور ان حالات کے معترف نہیں جن کے تحت ہم زندگی بسر کر رہے ہیں' ایک یکساں حکمت عملی ہونی چاہیے۔ لیکن اصلی مسئلہ اور وہ اصلی مسئلہ واضح نہیں ہے' یہ تھا کہ کیا کاشتکاروں اور غذائی اجناس کو پیدا کرنے والوں کا خون صنعت کاروں کو

موٹا کرنے کے لئے نچوڑ لیا جائے؟ کیا ایک طبقے کے لئے انصاف کا ایک قاعدہ ہو گا اور دوسرے طبقے اور دوسرے مفاد کے لئے انصاف اور عدل کا دوسرا قاعدہ ہو گا۔ [تحسین اور قائداعظم زندہ باد کے نعرے]

ہم نے جس بات پر زور دیا اور جس بات پر اب بھی زور دیتے ہیں کہ اگر آپ غذائی اجناس پر کنٹرول کرنا چاہتے ہیں تو پھر پورے خلوص اور اخلاص کے ساتھ دیگر اشیائے صرف کی قیمتوں پر بھی مساویانہ کنٹرول ہونا چاہیے' جو اس شخص یعنی کاشتکار کے زندہ رہنے کے لئے موزوں ہیں جس پر آپ کنٹرول کرنا چاہتے ہیں۔ آیئے میں آپ کو اس طرح سمجھاتا ہوں۔ آج میں پیدا کنندہ ہوں۔ میں ایک کاشتکار ہوں۔ میں ایک کاشتکار ہوں آپ مجھ سے کہتے ہیں کہ دیکھئے جنگ سے پہلے اور آغاز جنگ کے کچھ عرصہ بعد تک ایک سیر غذائی جنس کے بدلے آپ کو ایک روپیہ ملتا تھا' میں اس وزن کے بدلے آپ کو تین روپیہ دیتا ہوں۔ آپ مجھے دے کیا رہے ہیں' جب قبل از جنگ یا آغاز جنگ کے کچھ عرصہ بعد بھی ایک روپے کی قوت خرید آج کے تین روپے کے برابر نہیں بلکہ آج کے پانچ روپے کے برابر ہے۔ مجھے ایک ایک روپے کی پانچ پرچیوں کا کیا فائدہ کیونکہ جب میں اشیائے ضرورت کی خریداری کے لئے بازار جاتا ہوں تو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرے پانچ روپے ایک روپے کے برابر نہیں بلکہ بارہ آنے کے برابر ہیں۔

لہٰذا آپ کرنسی یا نوٹوں کی تعداد پر نہ جائیں بلکہ یہ دیکھیں کہ بازار میں اشیائے ضروریہ کی خریداری کے تعلق میں آپ کے کرنسی نوٹوں کی قوت خرید کتنی ہے۔ یہ اصل مسئلہ ہے' یہ وہ مسئلہ ہے جس سے حکومت ہند کو نمٹنا ہو گا۔ جب تک کہ وہ ایسی واضح اور دیانتدارانہ حکمت عملی تیار نہیں کر لیتے جو جملہ مفادات کے ساتھ انصاف کر سکے۔ صرف کاشتکار اور پیدا کرنے والوں پر ظلم کرنے اور دیگر مفادات کو ناجائز فائدہ پہنچانے سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ [آوازیں نہیں کبھی نہیں]

سیاسی صورت حال

خواتین و حضرات : اگلا مسئلہ جس سے میں نمٹنا چاہتا ہوں وہ ہے ملک کی سیاسی صورت حال۔ جہاں تک کہ سیاسی صورت حال کا تعلق ہے۔ گذشتہ نومبر میں کونسل آل انڈیا مسلم لیگ سے خطاب کرتے ہوئے میں نے کہا تھا کہ اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور کوئی نیا واقعہ رونما نہیں ہوا۔ آج جو صورت حال آپ کے سامنے ہے وہ مختصراً یہ ہے۔ برطانوی حکومت کھیل کھیل رہی ہے' کم و بیش یہ واضح تھا اور اسے بار بار واضح کیا گیا' وہ ایک وقت ایک بات کہتے ہیں اور دوسرے وقت دوسری بات۔ لیکن حاصل یہ ہے کہ وہ مسلمانوں سے یہ کہتے ہیں کہ "ہم پاکستان

کے خلاف نہیں ہیں بلکہ یہ تو ہندو ہیں جو پاکستان کے خلاف ہیں-" وہ ہندوؤں سے کہتے ہیں کہ ہم اکھنڈ ہند کے خلاف نہیں یہ تو مسلمان ہیں جو اکھنڈ ہند کے خلاف ہیں- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف ایک چیز کے حق میں ہیں اور وہ یہ ہے کہ ان کا راج کس طرح برقرار رہ سکتا ہے- خواتین و حضرات میں ایک بار پھر آپ سے کہتا ہوں اگر میری آواز اس پنڈال سے باہر ان لوگوں تک پہنچ سکتی ہے جو حقیقتاً دیانتدار اور ہند کے لوگوں کے اخلاص کے ساتھ بہی خواہ ہیں—— کیا ہم یعنی مسلم ہند' اکھنڈ ہند اور پورے برعظیم پر ہندو راج قبول کر سکتے ہیں؟[آوازیں نہیں نہیں کبھی نہیں]

کیا یہ ممکن ہے کہ ہم سے یہ توقع کی جائے—— اگر ہم بے ہوش ہیں—— ہم تو جنگ سے قبل ہی ہوش میں آ گئے تھے لیکن اب تو مکمل طور پر ہوش مند ہیں —— مسلم ہند سے یہ توقع کی جائے کہ وہ اکھنڈ ہند اور اس برصغیر میں ہندو راج کو قبول کر لیں گے؟ [آوازیں یہ ممکن نہیں] لیکن یہی تو تجویز ہے- اور انہوں نے ابھی تک اپنے خوابوں کو خیرباد نہیں کہا- دوسری طرف سے آزادی کی باتیں ہیں- میں پوچھتا ہوں کس کی آزادی؟ میں آپ کو خبردار کرتا ہوں اور میں نے آپ کو بارہا خبردار کیا ہے' ان کا مطلب ہے ہندو ہند کی آزادی اور مسلم ہند کی غلامی- اب ہم کیا کہتے ہیں؟ ہم کہتے ہیں پاکستان-

خواتین و حضرات : میں کسی بھی سمجھدار آدمی سے دریافت کرتا ہوں اگر وہ ایک لمحے کے لئے توجہ دے کہ کیا آپ ہند کی آزادی کے بغیر پاکستان حاصل کر سکتے ہیں؟ [آوازیں- نہیں یہ نا ممکن ہے] جب ہم کہتے ہیں پاکستان سے تو ہماری مراد نہ صرف ہماری آزادی ہوتی ہے بلکہ ہندوؤں کی آزادی بھی ہوتی ہے [تحسین کے نعرے]

اگر ہندو اپنے وہم' خوابوں یا ضد کی وجہ سے اب بھی آزادی کی راہ میں رکاوٹیں ڈال رہے ہیں اور ایک کی آزادی اور دوسرے کی غلامی پر اصرار کرتے ہیں تو میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ ہندوؤں کے سوا کون شخص یا پارٹی ہے جو اس ملک کی ترقی کے راستے میں حائل ہے؟ یہ بات بہت عرصے سے واضح تھی لیکن لارڈ ویول- موجودہ وائسرائے کے اعلان کے ماسوا کوئی بھی نئی بات نہ تھی- لارڈ ویول نے حال ہی میں ایسوسی ایٹیڈ چیمبر آف کامرس کے اجلاس منعقدہ کلکتہ میں تقریر کی- جیسا کہ دستور اور روایت ہے کہ ہر وائسرائے کلکتہ کے ایوان تجارت —— جو ایک غیر ملکی ادارہ ہے کے اجلاس میں اہم اعلان کرتا ہے- انہوں نے اپنی تقریر میں وہ بات کہی جو پہلے ہی سے کم و بیش واضح تھی اگرچہ پچھلے وائسرائے لارڈ لنلتھگو ذرا تکلف اور تصنع سے کام لیتے تھے-

وائسرائے کی صاف گوئی

"مسٹر ایمرے ہند کے دستوری مسئلے کے بارے میں برطانوی حکومت کی حکمت عملی اور رویئے کے بارے میں دنیا کے سامنے بڑی نفاست کے ساتھ گفتگو کرتے تھے۔ حال ہی میں مسٹر ایمرے نے کسی کے ذریعے سے اس امر کی وضاحت کی کہ منشور اطلا نٹک کے اصولوں کا ہند پر بحیرہ اطلا نٹک کے منشور کی تخلیق سے ۱۸ ماہ پیشتر ہی اطلاق کر دیا گیا تھا۔ [قہقہہ] لیکن جس چیز پر جیسا کہ میں نے کہا یہ دو مدبر تکلف، بناوٹ اور نفاست کے ساتھ عمل کیا کرتے تھے۔ سپاہی وائسرائے لارڈ ویول نے نہایت سادہ زبان میں اس کا اظہار کر دیا تاکہ ایک عام آدمی بھی اسے آسانی سے سمجھ لے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں میں سے جنہوں نے یہ تقریر پڑھی ہے سمجھتے ہیں کہ آپ کہاں کھڑے ہیں اور کیسے کھڑے ہیں۔ اس تعلق میں لارڈ ویول نے ہند کے سیاسی مسئلہ کی جانب زبردست مسابقت کی ہے۔ وہ کیا کہتے ہیں؟ بلاشبہ ان کا ذہنی بوجھ! غالباً انہوں نے یہ ضروری سمجھا کہ نہر سویز عبور کرنے سے پیشتر وہ بحرہ روم میں اپنا وزن ہلکا کر لیں، چنانچہ اب وہ اپنے بوجھ کی طرف سے فکر مند نہیں ہیں۔

اب وہ کیا کہتے ہیں؟ وہ کہتے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ سیاسی اختلافات کسی انتظامی کارروائی سے یا ان کے بارے میں بات چیت کے ذریعے حل ہو سکتے ہیں، مجھے یقین ہے کہ یہ بات چیت کے ذریعے حل نہیں ہو سکتے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کسی انتظامی کارروائی سے بھی حل نہیں ہو سکتے۔ اس میں کوئی نئی بات نہیں۔ اس کے بعد وائسرائے کہتے ہیں کہ انہیں یقین ہے کہ وہ فوری اقتصادی مسائل کو حل کر سکتے ہیں۔ انہیں اس امر کا بھی یقین ہے کہ وہ بعد از جنگ تعمیر نو اور خوراک کے مسائل سے خاطر خواہ طریقے سے نمٹ سکتے ہیں۔ پس سیاسی مسئلہ کو عملاً یا غیر معینہ مدت کے لئے سرد خانے کے سپرد کر کے اگرچہ وہ یہ کہتے تو ہیں کہ جنگ کے بعد تک کے لئے اسے سرد خانے کی نذر کر دیا گیا، وہ آگے چل کر کہتے ہیں کہ "میں اس کام پر جسے ہمیں کرنا ہے اپنی پوری توجہ مرکوز کر رہا ہوں" انہیں کون سا کام کرنا ہے؟ جنگ جیتنا پہلے نمبر پر ہے۔

"خواتین و حضرات یہ بڑی حیرت انگیز بات ہے کہ وہ نمائندہ تاج ذمہ داری اور متانت کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہند کی سیاسی صورت حال سے قطعی طور پر غیر متعلق رہ کر بھی جنگ جیت سکتے ہیں۔ اس دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ کیا برطانوی حکومت کا جنگ جیتنے سے کوئی تعلق نہیں؟ جب لبنان کا سوال اٹھا تو کیا ہوا؟ جب شام کا سوال اٹھا تو کیا ہوا؟ کیا یہ تمام سیاسی مسئلے صرف انسانیت کے نقطہ نظر سے حل کئے گئے یا سیاسی نقطہ نظر سے؟ جب الجیریا میں فرانسیسیوں کے مابین اختلافات رونما ہوئے تو کیا ہوا؟ دنیا کے دیگر علاقوں میں کیا ہو رہا ہے؟

خواتین و حضرات یہ واقعی حیرت انگیز بات ہے' یہ کہنا کہ میرا کام تو محض جنگ جیتنا ہے محض توتا چشمی کی بات ہے۔ میں نہایت عجز کے ساتھ برطانوی حکومت سے کہتا ہوں کہ آپ کو ملک میں اگر سب کی نہیں تو کسی نہ کسی جماعت کی تو دلی اور پُرجوش حمایت حاصل کرنا ہو گی"

"اگلا کام جو وائسرائے کرنا چاہتے ہیں وہ داخلی محاذ پر اقتصادی تنظیم ہے۔ وہ یہ کام کس طرح انجام دیں گے؟ وہ آپ کو بتاتے ہیں کہ وہ یہ کس طرح کرنا چاہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ جو کام کرنا چاہتے ہیں ان میں اقتصادی داخلی محاذ اور ہند کے حزم' توانائی اور ذہانت کے جملہ وسائل استعمال کر کے امن کے لئے تیاری کریں۔ کیا میں ان سے دریافت کر سکتا ہوں کہ وہ ہند کے عزم' توانائی اور ذہانت کے جملہ وسائل کس طرح حاصل کر لیں گے جبکہ انہوں نے ہر جماعت کو اپنے سے دور' غیر مطمئن اور ناراض کر رکھا ہے؟ لیکن وہ اس فریضے کو اس طرح انجام دے سکتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اس مقصد کے لئے [جنگ میں کامیابی' داخلی اقتصادی محاذ' ہند کے حزم' توانائی اور ذہانت کے جملہ وسائل کو مجتمع کرنا] میں ہر کس و ناکس کے تعاون کو خوش آمدید کہوں گا۔ خواتین و حضرات میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا یہ انگریزی لفظ "تعاون" کا ناروا استعمال نہیں ہے؟ کیسا تعاون؟ کیا سادہ زبان میں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حکومتی اختیار میں کوئی حصہ دیئے بغیر ہم سے کہا جا رہا ہے کہ ہم خیمہ برداروں' کمیّوں اور غلاموں کا کام کریں' کیا آپ توقع کرتے ہیں کہ کوئی خوددار جماعت اس صورت حال کو قبول کر لے گی؟ [آوازیں' نہیں]

حیرت انگیز دل جمعی

"اگر ہم اس قدر بے وقوف ہیں کہ ہم اس عجیب و غریب تجویز کو قبول بھی کر لیں تو کیا کوئی سمجھ دار شخص یہ باور کر سکتا ہے کہ ہم لوگوں میں حقیقی سرگرمی پیدا کرنے اور ان کی قرار واقعی حمایت اور تعاون حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں؟ کیا ہم انہیں جنگ کا حامی بنانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں جب وائسرائے ہمیں خیمہ بردار' کمّی اور غلاموں کی حیثیت سے مدعو کریں' جس دل جمعی کے ساتھ یہ اعلان کئے جاتے ہیں وہ حیرت انگیز ہے۔ کیا واقعتاً سیدھی سادہ زبان میں اس کے یہ معنی نہیں کہ برطانوی حکومت ایک قطعی حکمت عملی پر عمل پیرا ہے اور وہ کسی جماعت کا تعاون نہیں چاہتی۔ اس سے بحث نہیں کہ وہ کون سی جماعت ہے۔ کانگرس نے عدم تعاون کا فیصلہ کر رکھا ہے۔ کانگرس نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ اگر ان کے مطالبات پورے نہ کئے گئے تو وہ عوامی سول نافرمانی کی تحریک چلائیں گے۔ کانگرس کو غیر قانونی جماعت قرار دے دیا گیا۔ باقی ماندہ ہند نے کیا کیا ہے جو آپ ان سے اس زبان میں بات کر رہے ہیں جو نہ کوئی برداشت کر سکتا ہے اور نہ کوئی سمجھ سکتا ہے؟

ہم نے بارہا یہ بات واضح کی ہے - ہم نے اس کام کے لئے جو لارڈ ویول کرنا چاہتے ہیں دست تعاون پیش کیا ہے- ایک شریک باعتماد دوست کی حیثیت سے ہمارا ہاتھ تھاما جائے' حکومت کے اقتدار میں حقیقی شراکت' اور یہ قطعی وعدہ کہ جب ہم جنگ جیت لیں گے تو فتح کے ثمرات میں ہمیں بھی حصہ ملے گا- اس کو مسترد کر دیا گیا- وہ تنظیموں کی بات کرتے ہیں- کانگرس' ہندو تنظیم' جو بلاشبہ ہندو رائے عامہ کی عظیم اکثریت کی نمائندگی کرتی ہے اور مسلم لیگ جو مسلم رائے عامہ کی عظیم اکثریت کی ترجمانی کرتی ہے- انہوں نے ایک کو تو خلاف قانون قرار دے دیا' پس میں سمجھتا ہوں کہ وہ مسلم لیگ کو بھی خلاف قانون قرار دے دینا چاہیں گے- ہم اس کے لئے پوری طرح سے تیار ہیں-[تالیاں]

''آپ کیوں بددیانتی اور غلط طریقے سے ان دونوں تنظیموں کو ایک دوسرے کے ساتھ نتھی کرتے ہیں- ان کے ساتھ ایک ہی بنیاد پر سلوک روا رکھتے ہیں اور انہیں ایک ہی لاٹھی سے ہانکتے ہیں؟ یہ میری شکایت ہے- یہ دیانت داری نہیں ہے- میری یہ رائے ہے کہ یہ حکمت عملی جس پر برطانوی حکومت عمل پیرا ہے —— آخر کار' لارڈ ویول تو برطانوی حکمت عملی کے اس [میں کیا کہوں] ہدایت نامے کے مطابق ہی کام کر رہے ہیں جس کا پہلے سے فیصلہ ہو چکا ہے —— یہ برطانوی حکمت عملی تباہ کن ثابت ہوگی- آپ کو معلوم ہے کچھ عرصہ پہلے مسٹر چرچل نے یہ کہا کہ وہ برطانوی سلطنت کی بساط لپیٹنے کا فریضہ سرانجام دینے کے لیے وزیراعظم نہیں بنائے گئے- نہیں' میں انہیں بتا سکتا ہوں کہ جبراً بساط الٹنے سے رضا کارانہ طور پر بساط لپیٹنا زیادہ عزت کی بات ہے [تحسین کے نعرے]''یہ برطانوی قوم کے وقار میں اضافہ ہو گا اور ہم اسے ایک دوستانہ فعل تسلیم کریں گے جس کی مستقبل میں قدر اور قیمت ہو گی- لیکن مجبوراً بساط لپیٹنے کے یہ فائدے نہیں ہوں گے اور برطانوی سلطنت کی بساط ایک نہ ایک دن لپیٹی جائے گی خواہ آپ اسے پسند کریں یا نہ کریں- [تحسین اور قائداعظم زندہ باد کے نعرے] آپ کو صرف ایک حوالہ سننے کی زحمت دوں گا کیونکہ یہ ذرا دلچسپ ہے- مسٹر جون برائٹ نے ۱۸۵۸ء میں جو کچھ کہا وہ یہ تھا- جون برائٹ اس وقت تقریر کر رہے تھے جب برطانوی مفکر کی طرف سے ہند کا اقتدار اپنے سنبھالنے کے لئے پارلیمان میں قانون ہند کا مسودہ پیش کیا گیا' اس تقریر میں انہوں نے کہا:

''انگلستان کتنی مدت ہند پر حکومت کرنی چاہتا ہے؟ اس سوال کا کوئی شخص جواب نہیں دے سکتا- ممکن ہے پچاس سال' یا سو سال یا پانچ سو سال' کیا کوئی شخص جس میں عقل کی ذرا سی بھی رمق ہو یہ باور کر سکتا ہے کہ اتنے بڑے ملک میں جس میں بیس قومیں آباد ہوں اور بیس مختلف زبانیں ہوں ایک مستحکم مربوط اور پائیدار سلطنت میں

جکڑا جا سکتا ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کی چیز "کیلتا" ناممکن ہے۔ اگر ہم نے کبھی اس طرح کی کوئی کوشش کی تو ہمیں لازماً ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ اس نکتے کے حوالے سے ہم مستقبل کا آسرا تکنے پر مجبور ہوں گے۔ مثال کے طور پر مدراس پریذیڈنسی [صوبے] کو ہی لے لیجئے اس کی اپنی حکومت ہو تو پچاس برس کے بعد یہ ایک مربوط ریاست ہو گی اور صوبے کے ہر حصے کی نظر مدراس شہر پر دارالحکومت کی حیثیت سے اور حکومت مدراس پر اپنی حکومت کے طور پر اٹھے گی' اگر یہ ایک صدی یا اس سے زیادہ چل جائے تو ہند میں پانچ یا چھ صوبے ہوں گے جن کی تشکیل اتنی ہی تعداد میں مربوط ریاستوں کے طور پر ہو جائے گی۔ اور اگر مستقبل میں بھی انگلستان کو اپنے اقتدار اعلیٰ کو ہٹانا پڑا تو ہم اتنی ہی تعداد میں صوبے اپنے پیچھے چھوڑیں گے جن کی مضبوطی کے ساتھ تعمیر ہو سکے اور جو مستحکم طریقے سے ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک اپنی آزادی کی حفاظت کر سکے گا اور اپنی حکومت چلا سکے گا اور ہم یہ کہہ سکیں گے کہ ہم نے ملک کو طوائف الملوکی اور انتشار کا شکار نہیں چھوڑا جو لازمی نتیجہ ہو گا اگر ہم نے اس وسیع و عریض علاقے کو ایک عظیم سلطنت بنانے کے تخیل پر اصرار کیا۔"

"یہ بات جون برائٹ نے ۱۸۵۸ء میں کہی۔ ۸۵ برس کے بعد ہم ان عظیم برطانوی مدبرین کے جانشینوں کے یہ بات ذہن نشین کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ برطانیہ کے لئے واحد راستہ' واحد دیانتدارانہ راستہ یہ ہے کہ وہ تقسیم کریں اور رخصت ہو جائیں۔ اتحاد--- دو قوموں یعنی ہندو اور مسلمانوں کے درمیان املاک اور اثاثوں کی تقسیم کی بنیاد پر ہی ہو سکتا ہے۔ دیگر اقلیتیں ایک آزمائش ہوں گی۔ یہ پاکستان اور ہند کا مقدس اور اہم فریضہ ہو گا کہ وہ ان اقلیتوں کا تحفظ' ان کی حفاظت اور ان کے ساتھ عادلانہ اور منصفانہ سلوک روا رکھیں جو ان دو خطوں میں ہوں گی۔ [تحسین کے نعرے]

اشتراکیوں کو جواب

پس اب ہم کانگرس اور ہندو قیادت کی طرف آتے ہیں۔ حضرات : میں کوئی تبدیلی نہیں دیکھتا ماسوا اس کے کہ ایک طوطے کی رٹ لگائی جا رہی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ چالاک ترین جماعت جو پروپاگنڈے میں مصروف ہے وہ اشتراکی ہیں۔ ان کے پاس اتنے پرچم ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ یہ سوچتے ہیں کہ تعداد میں ہی تحفظ ہے [قہقہہ] ان کے پاس سرخ پرچم ہے۔ ان کے پاس روسی پرچم ہے۔ ان کے پاس کانگرس کا پرچم ہے اور اب انہوں نے ازراہ کرم ہمارے پرچم کو

بھی متعارف کرا دیا ہے [قہقہہ]- پس جب کسی شخص کے بہت سے پرچم ہوں تو میں شک میں مبتلا ہو جاتا ہوں- وہ چیختے ہیں کہ کانگرس اور لیگ میں تصفیہ ہونا چاہیے- کون کہتا ہے کہ نہ ہو؟ لیکن سوال یہ ہے کہ کس بنیاد پر؟ طوطے کی طرح سے یہ رٹ لگانا کہ ہم کانگرس- لیگ تصفیہ چاہتے ہیں لاحاصل بات ہے' کس بنیاد پر؟ مسٹر گاندھی نے اپنے مکتوب میں جو انہوں نے ۱۹ جنوری ۱۹۴۳ء کو لارڈ لنلتھ گو کے نام لکھا اور جو ان کے اور سابق وائسرائے کے مابین خط و کتابت کا حصہ ہے' کہتے ہیں:

"اگر مجھے اپنی غلطی کا احساس دلایا جائے یا بدترین یہ کہ جو آپ پر ظاہر ہے' جہاں تک میرے عمل کا تعلق ہے مجھے اس کا پورا اور کھلم کھلا اعتراف کرنے اور اس کا کافی مداوا کرنے کے لئے کسی سے مشورہ کرنے کی احتیاج نہیں ہو گی- نہ جانے میرا خط مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۴۲ء بنام سکرٹری حکومت ہند آپ کی نظر سے گزرا یا نہیں- میں نے جو کچھ اس میں کہا ہے اور جو کچھ آپ کے نام اپنے مکتوب مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۴۲ء میں کہا ہے اس پر قائم ہوں-"

"اب یہ بات تھی جنوری ۱۹۴۳ء کی- کیا میں غلطی پر ہوں' کیا میں ناانصافی کر رہا ہوں اگر میں یہ کہوں کہ اس خط کا واضح مطلب یہ ہے' جب مسٹر گاندھی نے یہ لکھا' کہ وہ اگست ۱۹۴۲ء کی قرارداد' اس کی حکمت عملی اور اس قرارداد میں مندرج مطالبات پر علیٰ حالہ قائم ہیں- میں آپ کو غیر ضروری طور پر پریشان کرنا نہیں چاہتا لیکن آپ میں سے جن لوگوں نے اس قرارداد کا مطالعہ کیا ہے وہ اس نتیجے پر پہنچیں گے---- اس کے علاوہ اور کوئی نتیجہ ہو ہی نہیں سکتا- مسٹر گاندھی اور کانگرس نے نہ صرف مسلم لیگ سے مشورہ نہیں کیا' نہ صرف مسلم لیگ کو نظر انداز کیا بلکہ یہ قطعی' سوچی سمجھی اور ارادتاً ایک کوشش تھی مسلم لیگ کو نظر انداز کرنے کی اور برطانوی حکومت کو مجبور کرنے کی کہ وہ ان کے مطالبات کے سامنے سپر انداز ہو جائے جس کے معنی مسلم مطالبات کے خاتمے کے ہوتے- مسٹر گاندھی اپنے جنوری ۱۹۴۳ء کے مکتوب میں کہتے ہیں میں اپنے مورچے پر ڈٹا ہوا ہوں-

وکرم دتیہ عہد کی جانب

پس خواتین و حضرات: اگر مسٹر گاندھی اپنے مورچے پر ڈٹے ہوئے ہیں اور اگر انہوں نے ہم پر پستول تان رکھی ہے' نہ صرف برطانیہ پر بلکہ ہم پر بھی اور ہمیں نظر انداز کرنا چاہتے ہیں اور ان کی حکمت عملی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے تو کیا میں کسی بھی ذرا سی سوجھ بوجھ رکھنے والے انسان سے یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ وہ کیا بنیاد ہے جس پر ایسے مذاکرات ہو سکتے ہیں جو کسی

معقول تصفیے پر منتج ہوں؟ کیا جنوری ۱۹۴۳ء کے بعد کوئی تبدیلی رونما ہوئی ہے؟ کیا اس کی کوئی علامت یا نشانی موجود ہے؟ لاکھوں کانگرسی جیل سے باہر موجود ہیں۔ برعکس ازیں' وہ ایسی طرز حکومت پر غور و فکر کر رہے ہیں جس کی اساس قدیم ثقافت اور نظام پر استوار ہو جو وکرم دتیہ کے عظیم ہندو تاریخی عہد کے دنوں میں جاری و ساری تھا۔ میں کسی بھی سمجھدار آدمی' کسی منصف مزاج شخص سے دریافت کرتا ہوں کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم اس موقف کو تسلیم کر لیں؟

"چند اکا دکا ہندو رہنماؤں نے ہمارے نقطہ نظر سے کسی نہ کسی درجے میں ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔ لیکن جب وہ بات کرتے ہیں تو وہ ڈھکے چھپے انداز میں بات کرتے ہیں۔ واقعتاً' اول تو وہ "پاکستان" کا لفظ استعمال کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ وہ خود ارادیت' کی ترکیب کے استعمال کو ترجیح دیتے ہیں۔ جب وہ خود ارادیت' کی بات کرتے ہیں تب بھی تضحیک کا انداز اختیار کرتے ہیں اور تان اس پر توڑتے ہیں کہ ہم تو زیادہ سے زیادہ یہاں تک جا سکتے ہیں۔ اسی سانس میں جب ذمہ دار ہندو رہنما مبہم زبان میں گفتگو کرتے ہیں تو وہ ہمارے خلاف ہو جاتے ہیں اور اگر ہم ان سے اتفاق نہیں کرتے تو ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہم کانگرس کے ساتھ عدم تعاون کر رہے ہیں۔ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا اس میں ذرہ برابر بھی صداقت ہے؟ یہ اس کے برعکس ہے۔ یہ تو کانگرس ہے جو اس کی ذمہ دار ہے اور جس نے ہمیں مجبور کیا ہے کہ ہم اپنے حقوق کا اور اپنا دفاع کریں۔

"اول تو یہ کانگرس ہے جو مسلم لیگ کو دور سے بھی مس کرنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ کانگرس ہے جس کے لئے مسلم لیگ ایک مطعون شے ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو وزارتوں کی پیشکش کر کے بدعنوانی کی راہ پر ڈالا کہ وہ مسلم لیگ کو تج دیں' انہوں نے ایسے مسلمان کو گلے سے لگا لیا جو مسلم لیگ کو گالی دینے کے لئے تیار تھا اور یہ مطالبہ کیا کہ مسلم لیگ کو اپنی بساط لپیٹ دینی چاہیے۔ یہ ہے کانگرس!

"جہاں تک ہمارا تعلق ہے یہ عدم تعاون کا سوال نہیں۔ یہ سوال ہے کانگرس کے خلاف دفاع کا جس نے ۱۹۳۸ء سے یہ رویہ اختیار کر رکھا ہے کہ وہ مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرے اور کسی نہ کسی طرح ہندو راج اور ہندو حکومت قائم کر لے۔ ہم اس عفریت کے خلاف' ان ریشہ دوانیوں اور ان عزائم کے خلاف دفاع کر رہے ہیں۔ یہ بالکل عدم تعاون کا سوال نہیں ہے۔ پھر ہمیں بار بار نہایت مہذب طریقے سے بتایا جاتا ہے اور ہر بار نادرست طور پر کہا جاتا ہے کہ ہمارے مطالبات ناممکن مطالبات ہیں۔ لیکن ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ہندو موجودہ حالات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے' بجائے اس کے کہ وہ ہمارے مطالبات پر سمجھوتہ کریں جنہیں وہ

دیانتداری سے غیر معقول سمجھتے ہیں۔

علامات مفقود نہیں

پس ہندو ہمارے مطالبات پر غور کرنے کی بجائے جو ان کی دانست میں غیر معقول ہیں برطانوی راج کو قبول کرنے پر آمادہ ہوں گے اور ہیں۔ ہمیں یہ نہیں بتایا جاتا کہ ہمارا غیر معقول مطالبہ کون سا ہے جس کی وجہ سے وہ اس قدر مایوس ہو گئے ہیں ماسوا اس کے کہ ہم ہندو راج کے قیام کو قبول کرنے یا اس سے اتفاق کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ پھر ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ایسی علامات درحقیقت مفقود نہیں ہیں جو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ یہ عمل پہلے ہی سے شروع ہو چکا ہے۔ وہ عمل یہ ہے کہ ہندو برطانوی راج کو قبول کرنے کے لئے آمادہ اور تیار ہیں۔

آخر میں ہمیں بتایا جاتا ہے کہ مقصود آزادی سے ہماری بے اعتنائی ہے۔۔۔ ہم آزادی سے بے اعتنا ہیں ۔۔۔ ان الفاظ کو ملحوظ خاطر رکھئے۔۔۔ مسلمان نوجوان مسلم لیگ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیں گے۔ کیا یہ لطیف بات نہیں ہے؟ کیا یہ جھوٹ نہیں ہے؟ کیا یہ نہیں کہا جا رہا ہے کہ ہم آزادی کی منزل سے بے التفاتی برت رہے ہیں؟ کیا یہ مسلمان نوجوانوں کی تحقیر نہیں ہے کہ ان کے بزرگ سیاستدان آزادی کے منتہائے مقصود سے بے اعتنائی کر رہے ہیں؟ میں آپ کو اس پلیٹ فارم سے بتانا چاہتا ہوں کہ مسلمان نوجوانوں کو لیگ کے خلاف اکسانے کی غرض سے یہ شرارت آمیز، خبیث اور فاسد پروپاگنڈا ہے۔ اس بات میں مطلق کوئی صداقت نہیں ہے کہ ہم برطانوی راج پر شاکر ہو گئے ہیں۔ اس کے برعکس اس ذمہ دار شخصیت نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ ایسی علامات غیر موجود نہیں ہیں کہ ہندو اس امر پر آمادہ ہیں کہ وہ برطانوی راج قبول کر لیں بجائے اس کے کہ وہ ہمارے ساتھ کوئی تصفیہ کریں۔

نواب زادہ لیاقت علی خاں: [وہ کونسے ہندو رہنما ہیں جنھوں نے یہ تمام باتیں کہی ہیں؟]

وہ ہندو رہنما جنھوں نے یہ ساری باتیں کہی ہیں مسٹر راج گوپال اچاریہ ہیں۔ آپ کو یہ تمام باتیں ان کے کتابچہ موسومہ 'راہ نجات' میں مل جائیں گی۔

پس خواتین و حضرات یہ ہے وہ صورت حال جہاں تک ہندو رائے عامہ کا تعلق ہے۔ اب جو کچھ میں آپ سے کہہ سکتا ہوں وہ یہ ہے ۔ ہم کسی پر بھی انحصار نہیں کر سکتے اور ہم کسی پر انحصار نہیں کرتے۔ ہم اپنی طاقت، اپنے کام، اپنی خدمت، اپنی ہی قربانیوں کے ذریعہ اپنی منزل مقصود یعنی پاکستان حاصل کر لیں گے۔ ہندو جو کچھ زیادہ سے زیادہ کر سکتا ہے یہ ہے کہ وہ آپ کے راستے میں مزاحم نہ ہو تاکہ اسے اپنی آزادی مل جائے اور آپ کو اپنی آزادی۔ یہ زیادہ سے زیادہ ہے جو وہ کر سکتا ہے کہ اپنی مزاحمت ہٹا لے تاکہ اس کو اپنی آزادی کے حصول کا ایک

معقول موقع میسر آ جائے اور ہمیں اپنی آزادی کا۔ برطانوی حکومت یہ دے سکتی ہے کیونکہ اس وقت ان کا قبضہ ہے۔ آیا وہ دینے کا فیصلہ کرتے ہیں یا نہ دینے کا فیصلہ کرتے ہیں یا وہ اپنے عزائم پر پردہ ڈالتے رہتے ہیں' پہلوتہی کرتے رہیں' بہانے تراشتے رہیں' مجھے بھروسہ ہے کہ ان کی تمام تر عیاری' لوگوں کو جھانسہ دینے' لوگوں کو بے وقوف بنانے کے ضمن میں ان کی تمام تر اور زبردست ذہانت کے باوصف اب ہم برطانوی حکومت کی عیاری کے بس سے بھی باہر ہو گئے ہیں {تحسین کے نعرے} وہ ہمیں حصول پاکستان سے نہ روک سکتے ہیں اور نہ روک سکیں گے۔

"ہم نے ابتدا کر دی ہے۔ یہ چھوٹی سی ابتدا ہے۔ اس کا مقصد اپنے لوگوں کے لئے وزارتوں کی نوکریاں حاصل کرنا نہیں ہے کہ ہم ان علاقوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے وزارتوں کی تشکیل اور انہیں چلانے پر رضامند ہیں۔

"ہم نے پہلا قدم اٹھا لیا ہے۔ یہ وزارتیں اس لئے قائم ہیں کہ مسلم لیگ ان کی پشت پر موجود ہے۔ یہ مسلم لیگ ہے جس نے اپنے نمائندوں کے ذریعہ اس طرح کی قوت پر قبضہ کیا ہے' محدود طاقت جو بھی ہے یہ صرف ایک جزو ہے جو جماعتی شعبے میں کل کے لئے اپنا کردار ادا کرے گا۔ اگر ہمارے وزراء مناسب طریقے سے ان اختیارات کو استعمال کریں جو ان کے قبضے میں ہیں' ہر چند کہ وہ محدود ہیں' اگر ان کا ایسا ذہن ہو' تو وہ ان صوبوں میں مسلم لیگ کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار' مستحکم اور متحد کر سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ فی الفور عوامی نوعیت کے اور تعمیری پروگرام شروع کر سکتے ہیں اقلیتوں کے ساتھ نا انصافی کے خیال سے نہیں بلکہ سماجی' تعلیمی اور اقتصادی لحاظ سے اپنے صوبوں کے لئے رفاہی مقاصد کے نقطہ نظر سے وہ ان محدود اختیارات میں رہتے ہوئے بھی اپنے اپنے صوبوں کی زبردست خدمت سر انجام دے سکتے ہیں بشرطیکہ وہ ذہناً اس کے لئے آمادہ ہوں۔ پس ہم تجربے کی کوشش کر رہے ہیں دیکھتے ہیں کہ اس تجربہ گاہ سے کیا برآمد ہوتا ہے۔

قحط زدہ بنگال

"اب میں یہ کہنا چاہتا ہوں ـــــ اور میں سمجھتا ہوں کہ میں ہر اس شخص کے جو یہاں موجود ہے اور جو باہر ہیں جذبات کی ترجمانی کرتا ہوں' کہ ہماری عمیق ترین' بے حد دلی اور مخلص ترین ہمدردیاں اہالیان بنگال کے ساتھ ہیں جو اس خوفناک قحط میں ہیں جو ان پر ٹوٹ پڑا ہے۔ آیئے ہم دعا کریں کہ یہ ناسور ختم ہو جائے اور اس کا اعادہ نہ صرف بنگال میں نہیں ہو گا بلکہ ہند کے کسی اور علاقے میں بھی نہیں ہو گا۔

تقریر کے اختتام پر میں آپ سب سے' ہر ایک سے ـــــ مرد' عورت اور بچہ' جوان اور

بوڑھے سے کہتا ہوں کہ کھڑے ہو جایئے بغیر کسی تذبذب اور بغیر کسی ہچکچاہٹ کے۔ پاکستان میں ہماری نجات، ہمارا دفاع اور ہمارا مقدر مضمر ہے۔" [پرزور اور طویل تالیاں]

(دی ڈان' ۱۲ جنوری ۱۹۴۴ء)

۹۷۔ کراچی میونسپل کارپوریشن کے سپاسنامے کا جواب

۲۵ دسمبر ۱۹۴۳ء

مسٹر جناح نے کراچی میں ایک تقریر کے دوران ہر شخص سے اپیل کی کہ وہ فرقہ وارانہ مسئلہ کے تصفیے کے ضمن میں اپنا کردار ادا کرے۔

مسٹر جناح نے کراچی میونسپل کارپوریشن کے سپاسنامے کے جواب میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"مجھے اس بات کا علم ہے کہ تمام فرقوں کی یہ عام خواہش ہے کہ تلخی، لڑائی جھگڑوں اور لاحاصل مباحثوں کی بجائے جن میں ہم اپنا وقت اور توانایاں ضائع کرتے رہتے ہیں، ہمارے درمیان ایک دوستانہ تصفیہ ہو جانا چاہیے۔ یہ محض تمنا یا خواہش کے اظہار کے ذریعے ہی سے ہم اس مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے۔ میں ہر شخص سے اپیل کرتا ہوں کہ تصفیہ کو معرض وجود میں لانے کے لئے وہ اپنا ٹھوس، مضبوط اور قطعی کردار ادا کرے۔ (دی ڈان' ۲۶ دسمبر ۱۹۴۳ء)

۹۸۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا اعزازی جنرل سیکرٹری نواب زادہ لیاقت علی خاں کا نام تجویز کرتے ہوئے تقریر

کراچی، ۲۶ دسمبر ۱۹۴۳ء

آل انڈیا مسلم لیگ کے اعزازی جنرل سیکرٹری کے عہدے کے لئے نواب زادہ لیاقت علی خاں کا نام پیش کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے نواب زادہ لیاقت علی خاں کو اپنا "دست راست" قرار دیا نواب زادہ نے رات دن کام کیا اور خدمت کی اور کوئی شخص یہ اندازہ نہیں لگا سکتا کہ انہوں نے کتنا بوجھ اٹھایا ہے۔ سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا نواب زادہ لیاقت علی خاں کو عامتہ المسلمین کا احترام اور اعتماد حاصل ہے۔ ہر چند کہ وہ ایک نواب زادہ ہیں لیکن فی الحقیقت وہ "کلیتا" ایک پرولتاری ہیں اور امید ظاہر کی کہ ملک کے دیگر نواب ان کے نقش قدم پر چلیں گے۔ مسٹر جناح نے ان خدمات کے لئے جو انہوں نے گذشتہ سات برس کے دوران مسلم لیگ کی سرانجام دی ہیں جنرل سیکرٹری کو خراج تحسین پیش کیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں

قومی خدمت کے لئے طویل عمر عطا فرمائے۔ (دی ڈان' ۲۷ دسمبر ۱۹۴۳ء)

۹۹۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں اختتامی تقریر

کراچی ۲۶ دسمبر ۱۹۴۳ء

اجلاس کی کارروائی کو اختتام پر پہنچاتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے اجلاس کی شاندار کامیابی پر اطمینان کا اظہار کیا۔ انہوں نے مسٹر یوسف ہارون جنرل سیکرٹری اور مسٹر جی ایم سید چیئرمین مجلس استقبالیہ' مجلس کے اراکین کو ان کی انتھک مساعی پر جن کی وجہ سے اجلاس عظیم کامیابی سے ہم کنار ہوا' خراج تحسین پیش کیا۔

مسٹر جناح نے اجلاس کی زبردست کامیابی پر مندوبین کا نہایت خلوص سے شکریہ ادا کیا۔ صدارتی جلوس اور پنڈال میں دونوں جگہ مسلمانوں کے ہر طبقے' خوجے' میمن' بوہروں' پٹھانوں فی الحقیقت ہر طبقے کے مسلمانوں کو دیکھا اس سے یہ بات واضح طور پر ظاہر ہوتی ہے کہ مسلمان متحد ہیں۔

مسٹر جناح نے دریافت کیا کہ وہ کونسی چیز ہے جس نے فرد واحد کی طرح مسلمانوں کو متحد کر دیا ہے اور قوم کا ملجا و ماواء کیا ہے؟ انہوں نے خود ہی جواب دیا "اسلام" اور مزید کہا "یہ عظیم کتاب قرآن کریم ہے جو مسلمانان ہند کی پناہ گاہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے چلے جائیں گے زیادہ سے زیادہ یکتائی آتی جائے گی۔۔۔۔ ایک اللہ' ایک کتاب' ایک رسولؐ اور ایک قوم ہیں۔"

(دی ڈان' ۲۷ دسمبر ۱۹۴۳ء)

۱۰۰۔ مسلم ایوان تجارت کراچی کے سپاسنامے کا جواب

کراچی' ۲۷ دسمبر ۱۹۴۳ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے "اس امر کی ضرورت پر زور دیا کہ پاکستان کے علاقوں میں جو زبردست اقتصادی امکانات موجود ہیں انہیں زیادہ سے زیادہ ترقی دی جائے۔" وہ کراچی کے مسلم ایوان تجارت کے سپاسنامے کا جواب دے رہے تھے

مسلمان تاجر برادری کو یہ مشورہ دینے کے بعد کہ کمر ہمت کس لیں اور کام کریں مسٹر جناح نے اس طرف اشارہ کیا کہ اقتصادی صورت حال ایک قوم کا مضبوط ترین ستون ہوتا ہے۔ قوموں کے درمیان عظیم جنگیں اقتصادی اسباب کی بنا پر لڑی گئیں۔ اقتصادی شعبے میں مسلمان جتنے طاقتور اور مضبوط تر ہوں گے اتنی ہی جلد وہ پاکستان حاصل کر لیں گے۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ اگر آپ صرف اپنے ارد گرد نظر دوڑائیں تو آپ کو نہایت وسیع میدان اور زبردست مواقع نظر آجائیں گے اگر آپ صحیح طریقہ سے انہیں دیکھ لیں اور اپنی گرفت میں لے لیں۔" انہوں نے ایوان تجارت کو مشورہ دیا کہ وہ اس معاملے سے سائنٹیفک طریق پر نمٹیں۔" (ڈی ڈان، ۲۸ دسمبر ۱۹۴۳ء)

۱۰۱۔ کراچی سٹی مسلم لیگ کے استقبالیے سے خطاب

۲۹ دسمبر ۱۹۴۳ء

مسلمانان کراچی سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ "آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ (۳۱ واں) اجلاس مسلم ہند کی تاریخ میں ایک اہم موڑ ہے۔"

مسٹر جناح ایک استقبالیے سے خطاب کر رہے تھے جس کا اہتمام سٹی مسلم لیگ کراچی نے کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ محض قراردادیں منظور کرنے اور کانفرنسیں منعقد کرنے کا وقت گزر گیا اور اب مسلم لیگ کو عوام سے رابطہ قائم کرنے اور ان کا معیار زندگی بلند کرنے کے لئے کوشش کرنی چاہیے۔ اس تعلق میں مسلم لیگ کی وہ قرارداد جس میں مجلس عمل مقرر کی گئی ہے ایک اہم موڑ ہے۔

مسٹر جناح مسرور تھے کہ مسلمانوں کی نئی نسل مسلم لیگ کی تنظیم میں فیصلہ کن حصہ لے رہی ہے۔ سٹی مسلم لیگ کے صدر مسٹر جی۔ الانہ نے مسٹر جناح کو مسلمانان کراچی کی غیر متزلزل وفاداری کا یقین دلایا اور کہا کہ جب دعوت دی جائے گی تو مسلمانان کراچی آزاد پاکستان کے حصول میں کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ (ڈی ڈان، ۳۰ دسمبر ۱۹۴۳ء)

۱۰۲۔ کراچی میونسپل کارپوریشن کی مسلم لیگ پارٹی کے ایٹ ہوم میں تقریر

کراچی، ۲ جنوری ۱۹۴۴ء

مسٹر ایم۔ اے جناح نے کراچی میونسپل کارپوریشن کے ایٹ ہوم میں جو ان کے اعزاز میں دیا گیا تقریر کرتے ہوئے کہا۔ "کراچی میونسپل کارپوریشن میں جو ٹھوس اور مفید کام آپ نے کیا ہے وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ شہری بہبود اور مسلم قوم کے مجموعی مفاد کے لیے مسلمان کیا کچھ کر سکتے ہیں۔" مسٹر جناح نے انہیں مشورہ دیا کہ "بھائیوں کی طرح" مل کر ایک ٹیم سپرٹ کے ساتھ کام کریں۔ اسی میں مسلم قوم کی طاقت مضمر ہے۔ (اے۔ پی۔ آئی، ڈی ڈان، ۳ جنوری ۱۹۴۴ء)

۱۰۳۔ نمائندہ ایسوسی ایٹیڈ پریس کے ساتھ ملاقات

کراچی، ۵ جنوری ۱۹۴۴ء

کراچی سے روانہ ہونے سے قبل ایسوسی ایٹیڈ پریس کے ایک نمائندے کے ساتھ ملاقات کے دوران مسٹر ایم۔ اے۔ جناح، صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے کہا کہ "امرتسر اور بمبئی میں ہندو مہاسبھا اور لبرل فیڈریشن کی کانفرنسوں کے ماحصل اور مسٹر گاندھی اور کانگرسیوں کے رویے سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسلم ہند کا مطالبہ پاکستان بالکل معقول اور جائز ہے۔"

مسٹر جناح نے مزید کہا "جیسا کہ میں نے مسلم لیگ کے اجلاس کراچی کے خطبے میں اشارہ کیا تھا وائسرائے کے نام مسٹر گاندھی کے مکتوب مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۴۳ء کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ قرارداد اگست سے ایک انچ بھی ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور نہ ہی اس وقت سے اب تک کوئی ایسا اشارہ ملتا ہے کہ مسٹر گاندھی یا [جیل سے باہر] کانگرسیوں کے رویے میں کوئی تبدیلی رونما ہوئی ہے۔ ہندو مہاسبھا تو گویا ایک قدم آگے بڑھ گئی اور اس نے امرتسر میں واضح الفاظ میں کہا کہ وہ اس سارے برصغیر میں ویدک ہندو حکومت کے قیام کے حق میں ہے۔

"اور آزاد خیال لوگوں نے حسب معمول ایک مبہم سی قرارداد منظور کی جس میں اپنی جانب سے کوئی ٹھوس تجاویز پیش کئے بغیر ہر کہ و مہ کو یہ مشورہ دیا کہ اسے کچھ کرنا چاہیے۔ لیکن ان کانفرنسوں کا بڑا مقصد یہ تھا کہ مطالبہ پاکستان کو کسی نہ کسی طرح طاق نسیاں کی زینت بنا دیا جائے۔ یہ تھا قطعی نتیجہ اور جملہ ہندو تنظیموں کی غرض و غایت ایک ہی ہے، مسلم ہند کی مخالفت یعنی وہ کس طرح [تجویز] پاکستان کو تباہ کر سکتے ہیں اور فوری طور پر کوئی ایسا نظام حکومت ٹھونس دیا جائے جس سے مسلمان اس ڈھنگ سے منسلک اور بندھ جائیں کہ آئندہ ان کے لئے مطالبہ پاکستان پر زور دینا بھی ممکن نہ رہے۔ میرے خیال میں یہ تمام مساعی بے سود ہیں۔ مسلم ہند اور مسلم لیگ یہ عزم بالجزم کر چکے ہیں اور پاکستان کو تسلیم کرنے کی بنیاد پر ہی آگے بڑھ سکتے ہیں اور ہند کی تقسیم اور اسے منقسم کرنے کے سوال پر کوئی مفاہمت نہیں ہو سکتی۔

مسٹر جناح نے کہا اس مسئلہ کے طے ہو جانے کے بعد ہی مسلم لیگ دوران جنگ کے لئے آبرومندانہ شرائط پر عارضی اور عبوری حکومت کے قیام کی تجویز پر غور کرنے کے لئے آمادہ اور تیار ہو گی جو ہند کا دفاع کرے اور جنگ کو چلائے اور ہم اس مقصد کے لئے اپنی جانب سے بہترین عطیہ پیش کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔

توضیح

جب ان سے کہا گیا کہ کیا وہ اس نوع کی تقسیم کی بنیاد کی توضیح یا دوبارہ وضاحت کر سکتے ہیں

تو مسٹر جناح نے کہا کہ وہ مسلم لیگ کے سالانہ جلسوں میں اپنے خطبات صدارت میں ایک سے زیادہ مرتبہ یہ توضیح کر چکے ہیں اور کہا "میری مراد ہے ۱۹۴۰ء کی قرارداد لاہور کے مطابق تقسیم کہ ان صوبوں میں جن میں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں وہ اپنی آزاد اور خود مختار مملکت تشکیل دے لیں اور باقی ماندہ ہند کو رہنے دیں جو تین چوتھائی ہندوستان ہو گا۔ وہاں صوبوں کو یہ آزادی ہو گی کہ خود کو ایک آزاد ریاست کی شکل دے لیں۔ اس طرح دو آزاد مملکتیں تشکیل پا جائیں گی، پاکستان اور ہندوستان۔

مسٹر جناح نے وضاحت کی "قدرتی طور پر پاکستان کی وحدتیں ہوں گی جن کے بارے میں مسلمان فیصلہ کریں گے۔ ہندوستان میں اپنی وحدتیں ہوں گی جن کا فیصلہ ہندو کریں گے۔

جب ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ تصفیہ کو ممکن بنانے کے لئے اب پیش قدمی کریں گے تو مسٹر جناح نے کہا لیکن میں مذاکرات کس کے ساتھ کروں؟ میرے سامنے کوئی شخص ہونا چاہیے جو ہندوؤں کی نیابت کرے جس کے ساتھ میں گفت و شنید کر سکوں لیکن مختلف ہندو تنظیموں کے مقاصد مختلف ہیں اور وہ آپس میں اتفاق نہیں کرتیں اور جہاں تک انگریز کا تعلق ہے وہ بالکل لاتعلق ہیں"۔ [اے، پی۔ آئی] (دی ڈان، ۶ جنوری ۱۹۴۴ء)

۱۰۴۔ انجمن اسلام جان محمد قاسم کمرشل سکول میں تقریر

بمبئی ۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء

"مسلمان کام کرنا نہیں چاہتے۔ ان کے لئے مسلسل کوشش کرنا ناممکنات میں ہے۔ وہ بغیر محنت کے زندگی کی بہترین چیزیں حاصل کر لینا چاہتے ہیں۔ اس ذہنیت کو بدلیے۔ صرف سخت محنت و مشقت اور فوج کی مانند مل جل کر کام کرنے سے آپ اس قابل ہو سکتے ہیں کہ وہ کچھ حاصل کر لیں جو آپ چاہتے ہیں۔" مسٹر جناح نے انجمن اسلام جان محمد قاسم کمرشل سکول (تاسیس ۱۹۴۲ء) میں تقسیم انعامات کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

مسٹر جناح نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا: "جنگ نے اس قسم کے ادارے قائم کرنے کی ضرورت پیدا کی ہے۔ اچھے نتائج کے لیے سخت تیاری کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے کوشش اور توانائی درکار ہے۔ ہمیں مزید ادارے بنانے چاہیں۔" مسٹر جناح نے مزید یہ کہا: "ٹاٹا خاندان نے مسلم ایجوکیشن کے لیے پچاس ہزار روپے کا عطیہ دیا جو میں نے تقسیم کیا۔" اور کہا "مسلمانوں کے لیے کمرشل تعلیم از بس ضروری ہے۔ یونیورسٹیوں میں کئی سال کی تعلیم کے بعد ان کے لیے کونسا میدان کھلا ہے؟ اس کا کیا فائدہ اگر وہ ساٹھ روپے (ماہوار) سے زیادہ نہ حاصل کر سکیں۔ تجارت

اور کاروبار کی دنیا میں کھلا میدان ہے- پر ہجوم پیشوں کو چھوڑیئے اور اپنی توانائیاں زیادہ مفید اور محنت کے کاموں میں صرف کیجئے- حصول تعلیم کے بعد آپ بلند سے بلند تر مقام تک پہنچ سکتے ہیں- تعلیم کے بغیر ہم زندگی میں کچھ حاصل نہیں کر سکتے' اور اگر حاصل کر بھی لیں تو یہ ممکن نہیں کہ اسے قائم رکھ سکیں-" (دی ڈان' ۳۱ جنوری ۱۹۴۴ء)

۱۰۵- سٹوڈنٹس جناح لائبریری کی افتتاحی تقریب میں تقریر

بمبئی' یکم فروری ۱۹۴۴ء

"اپنے نصب العین کے حصول کے لیے "اتحاد عمل" اب مسلمانوں کے لیے اولین اور لازمی فریضہ ہے-" مسٹر ایم- اے- جناح نے انجمن اسلام ہال میں سٹوڈنٹس جناح لائبریری کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا-

طلبہ کی تعلیم و تربیت کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ امتحانات پاس کر لیے جائیں اور فقط ملازمت حاصل کر لی جائے بلکہ اس کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ ایسی معلومات عامہ حاصل کی جائیں کہ ہند میں اور ہند سے باہر کیا کچھ ہو رہا ہے-"

مطالعہ سیاسیات کی ضرورت

انہوں نے زور دے کر کہا کہ طلبہ کو سیاسیات کا مطالعہ کرنا چاہیے اور ان کا اپنا پریس ہونا چاہیے- انہیں موجودہ سیاسی مسائل کا شعور ہونا چاہیے کیونکہ وہ مستقبل کے مشعل بردار ہیں-" مسٹر جناح نے کہا کہ آج ننانوے فی صد مسلمان مسلم لیگ میں ہیں اور ہر کسی کو اس تنظیم کا علم ہے "ہم نے اپنی جدوجہد میں اب تک اتحاد خیال اور ایک نظریئے کو اپنا مقصد بنایا ہے- اب ہمیں اتحاد عمل کے قیام کی کوشش کرنا ہے- اب ہمیں مسلم انڈیا کو ایک وحدت بنانا ہے-"

اتحاد عمل

اتحاد عمل کے حصول کے لیے ہمیں کچھ بنیادیں رکھنی ہوں گی اور ان پر کچھ ستون بنانے ہوں گے- یہ ستون ہیں تعلیمی' اقتصادی اور عمرانی- صرف ان تین ستونوں کو بنا لینے کے بعد ہم اس قابل ہوں گے کہ آخری ستون قائم کریں اور یہ ہو گا سیاسیات کا ستون-

اب ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ ناممکن بات ہے کہ ہم انڈیا میں متحد ہو کر رہ سکیں- اس لیے ہم کہتے ہیں کہ "تقسیم کرو اور جیو" پاکستان یا آزاد مسلم انڈیا بغیر آزاد ہندو انڈیا کے کبھی نہیں ہو سکتا- ہندو ہم سے بہتر جانتے ہیں کہ اپنے گھر ہند میں ہم دو بھائی ہیں مشترکہ خاندان سسٹم کے

تحت- جب ایک بھائی سے اچھا سلوک نہ ہو تو اسے اس کا حصہ دے دینا چاہیے- اسی طرح ہم ہندو اور مسلمان کیوں نہ الگ الگ گھروں میں رہیں-

(قائداعظم : تقاریر و بیانات' مرتبہ خورشید احمد یوسفی جلد سوم)

۱۰۶- بمبئی ضلع مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن سے خطاب

۲ فروری ۱۹۴۴ء

مسلمانوں کے حصول پاکستان کے لئے عزم بالجزم پر زور دیتے ہوئے مسٹر ایم- اے- جناح نے مسلمان نوجوانوں سے اپیل کی کہ وہ ان ستونوں کی تعمیر کے ضمن میں اپنی بہترین صلاحیتیں صرف کر دیں جن پر پاکستان کی شاندار عمارت قرار پائے گی- مسٹر جناح آج بمبئی ضلع مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن سے خطاب کر رہے تھے-

یہ ستون ہیں اپنے لوگوں کی تعلیمی' اقتصادی' سماجی اور سیاسی ترقی اور ان کی تعمیر میں پہلے تین ستونوں کو اولین ترجیح حاصل ہونی چاہیے اس سے قبل کہ سیاسی مسئلہ کو نمٹنے کی باری آئے- انہوں نے کہا کہ مسلمان نوجوانوں کے سامنے جو کام ہے اس میں سخت محنت' جفاکشی اور مستقل مزاجی ان کا شعار ہونا چاہیے-

مسٹر جناح نے بمبئی ضلع مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے خیر مقدمی سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے طلباء کو تلقین کی کہ وہ نہ صرف اس بات میں گہری دلچسپی لیں کہ مسلمانوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے بلکہ اس میں بھی کہ ہند کے طول و عرض میں نیز ساری دنیا میں کیا ہو رہا ہے- انہوں نے فیڈریشن کی طرف سے لائبریری قائم کرنے پر اظہار مسرت کیا لیکن انہیں انتباہ بھی کیا کہ تعلیم کا مقصد کتابی کیڑا بننا یا رٹ رٹا کر امتحان پاس کر لینا نہیں ہوتا' انہیں معلومات عامہ بھی حاصل کرنا چاہیے-

مسٹر جناح نے دریافت کیا کہ فیڈریشن نے کیا کیا ہے اور مسلمانوں کی ترقی کے لئے کیا کردار پیش کیا؟ انہوں نے طلباء پر زور دیا کہ انہیں کچھ ٹھوس کام کرنا چاہیے جس کے مسلمانوں کی زندگی کے سماجی' تعلیمی اور اقتصادی شعبوں میں قطعی نتائج برآمد ہوں-

لیگ کی قوت

مسلم لیگ کی تنظیم کا تذکرہ کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ بلا کسی مبالغے کے یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ آج اس ملک میں ۹۹ فی صد نمائندگی کرتی ہے- لاکھوں مسلمان مسلم لیگ میں شامل ہیں اور لکھوکھا ایسے ہیں جو تکنیکی اعتبار سے تو مسلم لیگ میں نہیں ہیں تاہم لیگ کے حامی

ہیں- ابھی ایک عظیم جدوجہد ان کے سامنے ہے- اب تک محض سخت اور جانفشاں مشقت اور مستقل مزاجی کے ذریعہ انہوں نے ایک منزل کی نشاندہی کر کے مسلمانوں میں اتحاد فکر پیدا کر دیا ہے- اب ان کے لئے اتحاد عمل پیدا کرنا باقی رہ گیا ہے-

ستون

انہیں علم ہے کہ ان کے نوجوان دوست مضطرب ہو رہے ہیں اور وہ دریافت کرتے رہتے ہیں کہ وہ (مسٹر جناح) کیا کرنے والے ہیں- لاکھوں مسلمانوں کے لیگ میں شامل ہونے کے بعد انہیں یہ دیکھنا ہے کہ ایک مناسب ادارہ ہونا چاہیے جو مسلم ہند کی مسائی کو مزید منظم کرے درست راستے پر لگائے' انہیں مستحکم کرے اور ان میں رابطہ پیدا کرے- مسلمانوں کو ایک مضبوط اور ٹھوس قوم بنانے کے لئے انہیں یہ جاننا چاہیے کہ ایک مضبوط قوم کے لازمی اجزائے ترکیبی کیا ہوتے ہیں پھر انہیں حاصل کرنا چاہیے—— وہ ستون جن پر انہیں اپنے ڈھانچے کی تعمیر کرنی چاہیے وہ ہے تعلیمی' اقتصادی' معاشرتی' سیاسی ترقی- تعلیمی اعتبار سے آج مسلمانوں کی حالت مایوس کن حد تک بری ہے- اقتصادی لحاظ سے وہ بدتر ہیں- انہوں نے کہا کہ کسی قوم نے کبھی کامیاب جدوجہد نہیں کی جب تک اس پر اقتصادی طور پر دوسری قوم کا غلبہ رہا ہو- ایک آزاد قوم بھی اس وقت تک مجبور ہو گی جب تک کہ وہ اقتصادی اعتبار سے کمزور ہو گی- معاشرتی ترقی ایک اہم ستون ہے اور جب مسلمانوں نے یہ تین ستون تعمیر کر لئے تو وہ اتنے مضبوط ہوں گے کہ وہ سیاسی ستون بغیر کسی دشواری کے کھڑا کر لیں- کچھ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو بڑی سست رو ترقی ہو گی لیکن میں انہیں بتاؤں گا کہ کچھ کئے بنا کچھ بھی حاصل نہیں کیا جا سکتا- محنت اور مشقت لازمی ہیں اور اس کا ایک فرد کو ہی نہیں بلکہ پورے فرقے کو فائدہ ہو گا- کسی قوم نے آج تک جدوجہد کے بغیر کچھ حاصل نہیں کیا-

مسٹر جناح نے کہا کہ اگر آپ اپنی ترقی کی رفتار تیز تر کرنا چاہتے ہیں تو ان ستونوں کی تعمیر کیجئے- انہیں مسرت ہے کہ مسلمانوں کو اس پروگرام کی اہمیت کا احساس ہو رہا ہے اور انہیں یقین ہے کہ زیادہ وقت نہیں گزرے گا کہ وہ اپنی برادر قوموں (کے معیار) تک پہنچ جائیں گے-

لیگ کے حالیہ سالانہ اجلاس میں تعمیری پروگرام کے تعلق میں قائم ہونے والی مختلف کمیٹیوں کی وضاحت کرنے کے بعد مسٹر جناح نے ہند میں سیاسی صورت حال کا تذکرہ کیا- افق پر کوئی نئی چیز نمودار نہیں ہوئی- مطالبہ پاکستان کے خلاف مختلف نعرے بلند کیے گئے- مسلمانوں کے مطالبہ کے خلاف گمراہ کن پروپاگنڈا کیا گیا اور اعتراضات کئے گئے- مسٹر جناح نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ حال ہی میں مسلمانوں پر الزام لگایا گیا کہ وہ برطانوی استعمار کے حامی ہیں اور

اس ملک کی آزادی کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر رہے ہیں۔ مسٹر جناح نے دعویٰ کیا کہ پاکستان' ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔ انہوں نے اس پروپاگنڈے کی مذمت کی جو ذاتی طور پر ان کے خلاف اور لیگ کے خلاف کیا جا رہا ہے اور اس تجویز کا ذکر کیا جو بعض ہندو رہنماؤں کی طرف سے پیش کی گئی ہے کہ انہیں [مسٹر جناح] ہند کا پہلا وزیراعظم مقرر کر دیا جائے اور یہ کہ وہ اپنی کابینہ کا انتخاب بھی خود کر لیں اور کہا کہ یہ پیش کش ایک فریب ہے۔ انہوں نے کہا "یہ [تجویز] مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور انہیں الجھانے کے لئے پیش کی گئی ہے۔"

مسٹر جناح نے کہا کہ مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کا اس کے سوا کچھ مطلب نہیں کہ ہر قوم اپنے وطن کا نظم و نسق خود سنبھال لے۔ انہوں نے کہا کہ ہندوؤں کو اس مطالبے کو آسانی سے سمجھ لینا چاہیے کہ جب ان میں اختلاف ہوتا ہے تو وہ مشترکہ کنبے کی املاک کو تقسیم کر لیتے ہیں۔ وہ ان کی مخالفت صرف اس بنا پر کر رہے ہیں کہ وہ [مسٹر جناح] اس اصول کے مخالف ہیں کہ سارا ہند' ہندوؤں کی مملکت ہے اور انہیں اس پر حکمرانی کرنی چاہیے۔ مسٹر جناح نے کہا "میں نہیں سمجھتا کہ ہندو اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوں گے اور جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے جب تک کہ وہ تقسیم نہیں کرا لیں گے وہ چین سے نہیں بیٹھیں گے۔" (اے۔ پی۔ آئی)

(دی ڈان' ۳ فروری ۱۹۴۴ء)

۱۰۷۔ فلسطین کی صورت حال کے متعلق چرچل کے نام برقیہ

نئی دہلی' ۱۷ فروری ۱۹۴۴ء

بااثر حلقوں کی حمایت سے امریکی اور یہودی پروپاگنڈا زبردست خوف اور خطرے کو جنم دیتا ہے۔ قرطاس ابیض اور ان یقین دہانیوں سے کوئی انحراف جو وائسرائے لارڈ لنلتھگو نے ملک معظم کی حکومت کی جانب سے مسلم ہند کو کرائی تھیں عربوں کے ساتھ صریحی ناانصافی اور عہد شکنی کی جانب ایک اور قدم ہو گا۔ نہ صرف مسلم ہند بلکہ پورا عالم اسلام اس کے خلاف اظہار ناراضی کرے گا۔ [ہمارے نامہ نگار خصوصی سے] (دی ڈان' ۱۸ فروری ۱۹۴۴ء)

۱۰۸۔ جب تک حکومت ہوش میں آئے ضرب لگاتے رہیے

آل انڈیا ریلوے مسلم ایمپلائز ایسوسی ایشن دہلی کو مسٹر جناح کا مشورہ

۲۷ فروری ۱۹۴۴ء

"حکومت پر ضرب لگاتے رہیے تا آنکہ وہ ہوش میں آجائے" یہ ہے وہ مشورہ جو آج شام

مسٹر ایم- اے- جناح' صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے مسلمانوں کو دیا- وہ اینگلو عربک کالج ہال میں آل انڈیا ریلوے مسلم ایمپلائز ایسوسی ایشن کے خیر مقدمی سپاسنامہ کا جواب دے رہے تھے- انہوں نے کہا اگر یہ حکومت اپنے حواسوں میں واپس نہیں آتی تو وہ اپنی تباہی کا سامان خود کرے گی-

مسٹر جناح نے کہا کہ جس نوع کی حکومت آج موجود ہے وہ کوئی حکومت نہیں ہے- یہ تو محکمے ہیں- مسلم قوم کی شکایات کا ازالہ صرف قیام پاکستان کے ذریعہ ہی سے ہو سکتا ہے-

ایسوسی ایشن نے مسٹر جناح کی خدمت میں ایک ہزار ایک روپے کی تھیلی پیش کی اور انہیں اختیار دے دیا کہ وہ اس رقم کو اپنی صوابدید کے مطابق خرچ کر لیں-

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "اتنے برسوں کے بعد اب آپ نے مجھے ڈھونڈ ہی لیا [قہقہہ] اور میں نے آپ کو تلاش کر لیا [دوبارہ قہقہہ] اس سے مجھے لندن کے ایک غریب آدمی کی کہانی یاد آ گئی- اس کے پاس نہ گھر تھا نہ خوراک اور نہ گرم کپڑا- یہ سوچتے ہوئے کہ اس دنیا میں رہنے کا کوئی فائدہ نہیں اس نے خود کشی کرنے کی ٹھان لی اور دریا میں چھلانگ لگا دی- جیسے ہی اس نے چھلانگ لگائی ایک رحمدل لارڈ نے آواز سنی اور اس نے بھی چھلانگ لگا دی- لارڈ نے اسے بچا لیا اور نیم مردہ حالت میں باہر نکال لایا- لارڈ نے اسے گرمائش اور غذا بہم پہنچائی- اگلے دن وہ بھلا چنگا ہو گیا- لارڈ نے اس غریب آدمی کو گرم کپڑے' کھانا اور کچھ رقم دی اور کہا اب آپ تشریف لے جائیں- اس آدمی نے جانے سے انکار کر دیا [قہقہہ] اور لارڈ پر اس کی زندگی بچانے کا الزام دھر دیا- اس نے کہا "آپ نے مجھے کیوں بچایا؟ میں تو اس دنیا میں زندہ رہنا ہی نہیں چاہتا تھا اور اب کہ آپ نے مجھے بچا لیا ہے تو مجھے اپنی گھر میں رکھیں اور کھلائیں پلائیں-" [دوبارہ قہقہہ]

مسٹر جناح نے کہا "اس کہانی کا ہماری موجودہ حالت پر کس قدر اطلاق ہوتا ہے- حکومت کے ہر محکمے سے ایک ہی آواز آتی ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ناانصافی کی جا رہی ہے- خوش قسمتی سے میں مسلمانوں کی مدد کو پہنچا اور میں نے انہیں خود کشی کرنے سے بچا لیا- اب آپ بچ گئے ہیں- آپ کو گرم کپڑے بھی مل گئے اور خوراک بھی [قہقہہ] میں کہتا ہوں کہ اب آپ تشریف لے جایئے اور اپنی خبر گیری خود کیجئے" میں آپ کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ میرے پاس آپ کی مدد کرنے کے لئے نہ کوئی طاقت ہے نہ اختیار نہ کوئی ذرائع- جب میں یہ کہتا ہوں تو مجھے بتایا جاتا ہے کہ "آپ تو مسلم ہند کے بے تاج بادشاہ ہیں آپ سب کچھ کر سکتے ہیں-"

مسٹر جناح نے کہا "لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب میرے پاس اختیار ہو گا تو آپ کے لئے سب کچھ کرنا میرا فرض ہو گا اور میں کروں گا-"

اس وقت ہم آپ کی مدد کرنے کے لئے اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ ہم اسمبلی اور کونسل آف سٹیٹ میں حکومت کے خلاف تابڑ توڑ حملے کر رہے ہیں۔ میں مسلم لیگ پارٹی کے لیڈر کی حیثیت سے' نواب زادہ لیاقت علی خاں بہ حیثیت ڈپٹی لیڈر اور ایوان بالا میں سید حسین امام لیگ پارٹی کے لیڈر کی حیثیت سے اور قانون ساز مجالس میں آپ کے تمام اراکین مسلمانوں کے ساتھ ناانصافی کو روکنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کر رہے ہیں۔ لیکن ہمیں اپنے حقوق کے لئے حکومت پر ضرب لگاتے رہنا چاہیے' اگر وہ اپنے حواسوں میں نہیں آتے تو وہ آپ اپنی تباہی کا سامان کریں گے۔"

عرضداشت کا حشر

مسلم لیگ پارٹی نے حکومت کو جو عرضداشت بھیجی تھی اس کا کیا حشر ہوا' مسٹر جناح نے اس کی بھی وضاحت کی۔ انہوں نے کہا "حزب اقتدار بے کار ہے۔ ہم نے سوچا کہ شاید وائسرائے بہتر ہوں۔ ہم نے ایک عرضداشت کا مسودہ تیار کیا اور اس وقت کے وائسرائے لارڈ لنلتھگو کو ارسال کر دیا۔ ہماری عرضداشت سرخ فیتے کی راہ فائلوں کے ذریعے ایک محکمے سے دوسرے محکمے میں' عرضداشت کا جواب سات ماہ بعد ہمیں بھیجا گیا۔ ہم نے پھر بھی اس کا مطالعہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ یکسر غیر تسلی بخش ہے۔ موجودہ حکومت کا موقف کلیتا" بددیانتی پر مبنی ہے۔ جس طرح کی حکومت آج موجود ہے وہ حکومت نہیں ہے۔ یہ محکمے ہیں۔ "مسلم قوم کی شکایات کا ایک ہی حل ہے اور وہ ہے قیام پاکستان۔"

"آپ نے جو ترقی کی ہے اور مستقبل میں کریں گے وہ صرف زوردار اور ٹھوس بنیاد پر ہی ٹھہر سکتی ہے۔ مسلمانوں نے جو نام کمایا ہے اور جو پوزیشن حاصل کی ہے وہ مسلم لیگ کی مسلم ہند کی طرف سے ٹھوس اور متحدہ حمایت کی بدولت ہے۔"

خیر مقدمی سپاسنامہ

خیر مقدمی سپاسنامے میں مسٹر جناح کی توجہ ہند میں ریلوے کے قومیانے کی ناکامی کی جانب مبذول کروائی گئی۔ سپاسنامے میں کہا گیا کہ "ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ اس نے امیر کو امیر اور غریب کو غریب ہی رہنے دیا اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی یہ صورت حال ہمیشہ برقرار رہے گی" یہ بھی شکایت کی گئی ہر چند کہ مسلمان ملازمین کی ایسوسی ایشن کو ٹریڈ یونین ایکٹ کے تحت رجسٹر کرایا گیا ہے لیکن حکومت اسے تسلیم نہیں کرتی۔ ایسوسی ایشن نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ قومی سرمائے جو انڈین ریلوے ہے' کے انتظام میں ایک تہائی حصہ ملنا چاہیے۔

سپاسنامے میں اس بات کا تذکرہ بھی کیا گیا کہ مسلمان تجار' مسلمان سوداگر اور مسلمان

صنعت کار بھی رہنمائی اور قیادت کے لئے مسٹر جناح کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ حتیٰ کہ مسلمان مشائخ بھی اس شمع سے جو قائداعظم نے روشن اور بلند کی نئی زندگی اور روشنی حاصل کر رہے ہیں۔ اس سے قبل آنریبل حسین امام صدر جلسہ نے اپنے صدارتی کلمات میں کہا کہ آج ریلوے کی ۴۶ کروڑ روپیہ کی آمدنی میں سے ہمیں صرف ۴ کروڑ روپیہ مل رہا ہے۔ انہوں نے خبردار کیا کہ ملازمتوں میں مسلمانوں کے حقوق طلب کرنے کی غرض سے عرضداشتیں ارسال کرنے کا وقت گزر چکا ہے۔ ہم رحم اور بخشش پر مزید انحصار نہیں کریں گے۔ یہ ہمارا حق ہے اور ہمیں ملنا چاہیے۔ انہوں نے یہ شکایت بھی کی کہ ہماری یونینوں کو تسلیم نہیں کیا جاتا اور انہیں فرقہ وارانہ جماعتیں کہہ کر دھتا بتا دی جاتی ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو گرانے اور مسلمانوں کے حقوق کو دانستہ طور پر نظرانداز کرنے کے بہانوں کی بھی مذمت کی۔ (دی ڈان، ۲۸ فروری ۱۹۴۴ء)

۱۰۹۔ نمائندہ نیوز کرانیکل لندن' سے ملاقات

نئی دہلی، ۲۹ فروری ۱۹۴۴ء

مسٹر اسٹیورٹ ایمینی نمائندہ "نیوز کرانیکل لندن" نے نئی دہلی میں مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ سے ملاقات کی چند روز قبل اس ملاقات کی جو رپورٹ انہوں نے اپنے اخبار کو ارسال کی وہ حسب ذیل ہے:

مسٹر جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ کے ساتھ آج میری خصوصی ملاقات کے بعد ہند کے سیاسی اور دستوری تعطل' میں ملوث تین بڑے فریقوں کے نمائندوں کے نقطہ نظر کی ترجمانی مکمل ہو گئی۔ کانگرس کے نقطہ نظر کی وضاحت مسز سروجنی نائیڈو کی جانب سے ہوئی جو کانگرس کی مجلس عاملہ کی واحد رکن ہیں جو اس وقت پابند سلاسل نہیں ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ کانگرس علیٰ حالہ ان اصولوں پر قائم ہے جو مسٹر گاندھی اور دوسرے لوگوں کی گرفتاری کا باعث بنے۔ اور اب یہ حکومت کا کام ہے کہ وہ مسٹر گاندھی اور دیگر کانگرسی رہنماؤں کو آپس میں صلاح مشورہ کرنے اور بعد میں مسٹر جناح کے ساتھ گفت و شنید کا موقع دے۔

حکومت کے رویئے کی ترجمانی ممبر داخلہ سر ریجنلڈ میکسویل نے مجلس قانون ساز میں کی جو مسٹر گاندھی اور ان کے ساتھیوں کو اس بنا پر رہا کرنے سے انکار کرتے ہیں کہ رویئے میں تبدیلی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ کیونکہ کانگرس اپنی شرائط کے سوا کوئی اور حل قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے' اور چونکہ کانگرس کے مقتدر ارکان اس بات کی ضمانت نہیں دیں گے کہ وہ مساعی جنگ کی مخالفت ترک کر دیں گے یا حکومت کو مجبور کرنے اور پاکستان کی نفی

کرنے کے ضمن میں اپنی کوششوں سے باز رہیں گے۔

مسلم لیگ کا نقطۂ نظر ایک ملاقات کے دوران مسٹر جناح نے حسب ذیل سوالات اور جوابات کی شکل میں پیش کیا:

سوال : مسٹر جناح کیا آپ اپنے نقطۂ نظر سے موجودہ صورت حال کا ماحصل بیان کریں گے :

مسٹر جناح : حکومت موجودہ صورت حال سے مطمئن نظر آتی ہے اور جہاں تک کسی کارروائی کا تعلق ہے وہ کیلتا" مفلوج دکھائی دیتی ہے۔ کانگرس کو خلاف قانون قرار دیا جا چکا ہے اور اس کے رویئے میں تبدیلی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔

سوال : حکومت کیوں کانگرس کے ساتھ مذاکرات شروع نہیں کرتی یا کسی ایسے شخص مثلاً راج گوپال اچاریہ کو جو اصولی طور پر آپ کے مطالبے پاکستان یعنی مسلم اور ہندو علیحدہ علیحدہ ریاستوں سے اتفاق کرتے ہوں' اجازت نہیں دیتی کہ وہ جائیں اور مسٹر گاندھی کو اپنا رویہ تبدیل کرنے پر آمادہ کریں؟

مسٹر جناح : اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک مسٹر گاندھی کو آمادہ نہیں کیا جائے گا حکومت ہمارے جائز مطالبے یعنی پاکستان کو تسلیم نہیں کرے گی۔ ہم اس صورت حال کو قبول نہیں کر سکتے۔ جہاں تک حکومت کا تعلق ہے مجھے علم نہیں کہ اس معاملے میں ان کی حکمت عملی کیا ہے۔ لیکن اگر حکومت آپ کی تجویز پر عمل کرے تو یہ اس امر کا اعتراف ہو گا کہ کانگرس جیت گئی اور یہ کہ حکومت کانگرس کے بغیر چل نہیں سکتی۔

سوال :کرنا کیا چاہیے؟

مسٹر جناح : اگر برطانوی حکومت ہند میں امن و امان رکھنے کی خواہش میں مخلص ہے تو اب اسے ایک نیا دستور وضع کر دینا چاہیے جس کے تحت ہند کو دو مطلق العنان قوموں میں تقسیم کر دینا چاہیے' یعنی پاکستان' مسلمانوں کے لئے جو ایک چوتھائی ملک کی نمائندگی کرتے ہیں اور ہندوستان ہندوؤں کے لئے جن کے پاس ہند کا تین چوتھائی علاقہ رہے گا۔

سوال : لیکن یقیناً یہ کوئی پسندیدہ بات نہیں ہو گی کہ اسے دو حصوں میں تقسیم کر کے کمزور کر دیا جائے اور اس کے دروازے مستقبل کے جارح کے لئے واکر دیے جائیں؟

مسٹر جناح : میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتا کہ ہند ایک جبری اتحاد کے تحت کچھ محفوظ تر ہو گا۔ واقعتاً وہ زیادہ غیر محفوظ ہو گا کیونکہ ہندو اور مسلمان کبھی ایک دوسرے کے ساتھ متفق نہیں ہو سکیں گے۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کے مابین ایک وحدت حتیٰ کہ ایک وفاق میں کام کرنے پر کوئی تصفیہ ہو جانا ناممکنات میں سے ہے۔ نیو فاونڈ لینڈ سے مکمل آزادی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اگر چھوٹا سا

نیو فاونڈ لینڈ اسی براعظم میں جس میں کینڈا جیسا ملک موجود ہے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکتا ہے تب پاکستان جس کی آبادی سات آٹھ کروڑ ہے جو انگلستان کی آبادی کے دوگنا کے برابر ہے اتنا مضبوط ہو گا کہ وہ تنہا اپنی راہ پر گامزن ہو سکے۔ روس یہ نہیں سمجھتا کہ وہ خود کو ۱۶ خود مختار ریاستوں میں تقسیم کو کمزوری کا باعث تصور کرے۔ برطانیہ نے برسہا برس تک ہند کو ایک متحد قوم کی حیثیت سے قائم کرنے کی کوشش کی اور اس کی جملہ مساعی ناکام ہو گئیں۔ اب برطانیہ کو اس تخیل کا قائل ہو جانا چاہیے کہ ہند دو قوموں پر مشتمل ہے۔

سوال : لیکن آپ کو علم ہے کہ کانگرس اور ہندو اسے کبھی قبول نہیں کریں گے۔ اگر حکومت اس طرح منصوبے کو رو بہ عمل لانے کی کوشش کرتی ہے تو کانگرس اور ہندو سول نافرمانی کی تحریک چلائیں گے اور پھر تشدد ہو گا اور ممکن ہے کہ خانہ جنگی ہو جائے؟

مسٹر جناح : اس کے برعکس اس نوعیت کا کوئی واقعہ رونما نہیں ہو گا۔ اگر برطانوی حکومت پاکستان اور ہندوستان قائم کرنے کے بارے میں اپنے ارادے کا اعلان کر دے تو کانگرس اور ہندو تین ماہ کے اندر اندر اسے قبول کر لیں گے۔ دوسرے لفظوں میں حکومت کانگرس کی بھپکی کا بھرم کھول دے گی۔ درحقیقت پاکستان کا اصول پہلے ہی سے پانچ مسلم اکثریت کے صوبوں میں کار فرما ہے جہاں مسلم لیگی حکومتوں میں ہندو قلمدان وزارت سنبھالے ہوئے ہیں۔ پاکستان ہر شخص کے مفاد میں ہو گا۔ یقینی طور پر ہندوؤں کو اس سے کوئی شکایت نہیں ہو گی کیونکہ انہیں ہند کا تین چوتھائی حصہ مل جائے گا جس کا علاقہ زیادہ بڑا ہو گا اور جس کی آبادی زیادہ بڑی ہو گی کسی بھی آزاد ملک کے مقابلے میں ماسوا سویت روس اور چین کے۔

سوال : لیکن خانہ جنگی تو یقیناً ہو گی۔ آپ ایک ہندی السٹر قائم کر رہے ہوں گے جس پر ہندو متحدہ ہند کے نام پر کبھی نہ کبھی حملہ کر دیں گے؟

مسٹر جناح : میں اس سے اتفاق نہیں کرتا لیکن نئے دستور کے تحت تصفیے اور سمجھوتے کے لئے ایک عبوری دور ہو گا جس کے دوران مسلح افواج اور امور خارجہ کے ضمن میں برطانوی حاکمیت مقتدر رہے گی۔ عبوری مدت کی طوالت کا انحصار اس رفتار پر ہو گا جس سے دونوں قومیں اور برطانیہ عظمیٰ نئے دستور سے ہم آہنگ ہو جائیں۔ آخر میں دونوں ہندی قومیں برطانیہ کے ساتھ معاہدے کریں گی جیسے مصر نے حصول آزادی کے بعد کئے۔

سوال : اگر برطانیہ نے اس بنا پر ہند سے چلے جانے سے انکار کر یا کہ ہندوستان اور پاکستان میں ہمسایوں کی حیثیت سے رہنے کے لئے خوشگوار تعلقات موجود نہیں ہیں پھر کیا ہو گا؟

مسٹر جناح : ایسا ہو سکتا ہے لیکن امکان نہیں ہے۔ ایسا ہو جائے تب بھی ہمیں وہ خود مختاری حاصل

ہو جائے گی جو ہمیں اس وقت میسر نہیں ہے۔ ایک علیحدہ قوم اور قلمرو کی حیثیت سے ہم برطانوی حکومت کے ساتھ نمٹنے اور کوئی نہ کوئی سمجھوتہ کر سکنے کے ضمن میں بہتر پوزیشن میں ہوں گے جو ہم موجودہ تعطل کے دوران نہیں کر سکتے۔

سوال : کیا آپ باور کرتے ہیں کہ برطانیہ اپنے اس اعلان میں مخلص ہے کہ وہ ہند کو جلد سے جلد آزادی دینا چاہتا ہے؟

مسٹر جناح : مجھے برطانیہ کے خلوص کا اعتبار اس وقت آئے گا جب وہ ہند کو تقسیم کر دیتا ہے اور مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں کو آزادی دے دیتا ہے۔ جیسا کہ جون برایٹ نے ۱۸۵۸ء میں کہا تھا : "لیکن انگلستان کب تک ہند پر حکومت کرنا چاہتا ہے؟ کیا کوئی شخص جس میں ذرا سی بھی سوجھ بوجھ ہو یہ یقین کر سکتا ہے کہ اتنا وسیع و عریض ملک جس میں بیس مختلف قومیں اور بیس مختلف زبانیں ہوں اسے ایک 'مستحکم' مربوط اور پائیدار سلطنت میں 'محبوس' کیا جا سکتا ہے؟"

سوال :کیا آپ کی اپنے قیام دہلی کے دوران وائسرائے سے ملاقات کا امکان ہے؟

مسٹر جناح :اگر وائسرائے مجھ سے ملاقات کے لئے کہیں گے تو مجھے بڑی مسرت ہو گی لیکن مجھے پتہ نہیں کہ میں اور کیا کہہ سکتا ہوں جو میں پہلے ہی کہہ نہیں چکا۔

۱۱۰۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد کے ظہرانے میں تقریر

جس دن ہند میں پہلے غیر مسلم نے اسلام قبول کیا پاکستان کا آغاز ہو گیا

علی گڑھ ۸ مارچ ۱۹۴۴ء

ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد' وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے بروز بدھ ۸ مارچ ۱۹۴۴ء مسٹر ایم۔ اے۔ جناح کے اعزاز میں ظہرانے کا اہتمام کیا۔ جن حضرات نے اس ظہرانے میں شرکت کی ان میں نواب زادہ لیاقت علی خاں' سر محمد یامین خان' خان بہادر اختر عادل صاحب صدر آگرہ مسلم لیگ' سید غلام بھیک نیرنگ' خان بہادر عبدالمقیت خان' کنور عبدالجمیل خان اور مسٹر انس خاں کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مزید برآں ضلع' شہری اور یونیورسٹی مسلم لیگ اور یونین کے عہدے دار بھی ظہرانے میں موجود تھے۔

قائداعظم کی صحت کا جام تجویز کرتے ہوئے سر ضیاء الدین نے کہا مسلم ہند کا دوسرا نام قائداعظم ہے انہوں نے اس بات میں یہ اضافہ بھی کیا کہ مسلم لیگ کی رضا کے بغیر ہند کے دستوری مسئلہ کا کوئی حل تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ ملک میں امن و امان اس وقت تک قائم ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ پاکستان معرض وجود میں نہ آجائے۔

مسٹر جناح کا جواب

مسٹر جناح خود کو مسلم یونیورسٹی کے اراکین کے درمیان پا کر بے حد مسرور تھے انہوں نے جام صحت کی تجویز کا جواب دیتے ہوئے اس پُر جوش استقبال کا تذکرہ کیا جو ریلوے اسٹیشن پر انہیں دیا گیا جس میں ان کی ہڈی پسلیاں چٹخنے سے رہ گئیں اور وہ دم گھٹنے سے بال بال بچے۔ سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ جب انہوں نے اپنی تنظیمی سرگرمیاں شروع کیں تو صرف دو فریق ــــ کانگرس اور برطانوی حکومت ــــ تھے لیکن رب العزت کا صد شکر ہے کہ ہمارے کارکنوں کی مساعی نے' جن میں وائس چانسلر بھی شامل ہیں' مسلمان کو اس کی حیثیت کا احساس دلا دیا ہے۔ اور مسلم لیگ کی سات برس کی جدوجہد نے مسلمانوں کو ایک قوم کی حیثیت عطا کر دی جس کی آواز نہ صرف ہند میں بلکہ چار دانگ عالم میں سنی جا رہی ہے۔ قائداعظم نے کہا پاکستان ہندوؤں کے کردار یا ان کی بدکرداری کی پیداوار نہیں ہے۔ یہ تو ہمیشہ سے موجود تھا صرف انہیں اس کا احساس نہیں تھا۔ ہر چند کہ ہندو اور مسلمان انہیں قصبوں یا گاؤں میں رہتے تھے لیکن وہ کبھی بھی ایک قوم کی شکل میں ضم نہیں ہوئے۔ وہ ہمیشہ دو علیحدہ حیثیت میں رہے۔

ہند میں اسلام کی آمد کی تاریخ کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے ثابت کیا کہ مسلمانوں کے ہند میں اپنی حکومت قائم کرنے سے بہت پہلے جس دن ہند میں پہلے غیر مسلم نے اسلام قبول کیا اسی لمحے پاکستان کے قیام کا آغاز ہو گیا۔ جونہی ایک ہندو نے اسلام قبول کیا اسے نہ صرف مذہبی اعتبار سے بلکہ معاشرتی' ثقافتی اور اقتصادی لحاظ سے بھی مردود قرار دے دیا گیا۔ جہاں تک مسلمان کا تعلق تھا اسلام نے اس پر یہ فرض عائد کر دیا کہ وہ اپنی شناخت اور انفرادیت کو کسی اجنبی معاشرے میں ضم نہ کرے۔ زمانہ قدیم سے عہد بہ عہد ہندو' ہندو رہے اور مسلمان' مسلمان اور انہوں نے اپنی شخصیتوں کو ایک دوسرے میں ضم نہیں کیا یہ ہے بنیاد پاکستان کی۔ یورپ اور امریکہ کے اعلیٰ افسروں کے ایک اجتماع میں ان سے دریافت کیا گیا کہ پاکستان کا مصنف کون تھا۔ مسٹر جناح کا جواب تھا ہر مسلمان۔

اب سوال یہ ہے کہ پاکستان حاصل کیسے کیا جائے؟ بھنویں اوپر اور لہجے میں متانت پیدا کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "مطالبات کرنے سے نہیں' بھیک مانگنے سے نہیں' دعاؤں سے بھی نہیں بلکہ رب العزت پر بھروسہ کرتے ہوئے کام کرنے سے۔ انشاء اللہ اب پاکستان آپ کی پہنچ میں ہے۔"

(دی ڈان' ۱۰ مارچ ۱۹۴۴ء)

۱۱۱- ہم میں ایک عظیم قوم بننے کی تمام تر صلاحیت موجود ہے
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی یونین میں تقریر

۹ مارچ ۱۹۴۴ء

مسٹر جناح نے اپنی وہ تقریر جس کا نہایت بے تابی سے انتظار کیا جا رہا تھا یونیورسٹی یونین کے زیر اہتمام اسٹریچی ہال کے جلسہ میں ارشاد فرمائی- ہال میں کہیں تل دھرنے کی جگہ باقی نہ تھی- ہال کی راہداریوں' دالان اور برآمدوں میں مشتاق طلباء کا اژدھام تھا- جلسے کے آغاز سے قبل ان طلباء کا جوش و خروش دیدنی تھا- پردہ دار خواتین کے لئے خصوصی انتظامات کئے گئے تھے- اجتماع جو ابل کر ہال کے کناروں سے باہر نکل آیا تھا گذشتہ عظیم الشان اجتماعات پر سبقت لے گیا تھا- مسٹر جناح کا جو وائس چانسلر سر ضیاء الدین کے ہمراہ تشریف لائے بیک منزل پر استقبال کیا گیا- باب رحمت سے بیک منزل کے راستے پر مسلمان بوائے اسکاوٹ دو رویہ تھے- بیک منزل میں جلوس ترتیب دیا گیا جو سرخ بانات پر آہستہ خرامی کے ساتھ روانہ ہوا- جونہی جلوس اسٹریچی ہال میں داخل ہوا تحسین کے طویل اور مسلسل نعروں سے مسٹر جناح کا استقبال کیا گیا- سامعین فرد واحد کی طرح کھڑے ہو گئے اور پرزور تالیاں بجائیں اور قائداعظم زندہ باد' پاکستان زندہ باد' اور 'اللہ اکبر' کے فلک شگاف نعرے بلند کئے- حاضرین میں جن ممتاز افراد کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں ان میں نواب زادہ لیاقت علی خاں' سر ضیاء الدین احمد' سر یامین خان ایم- ایل- اے [مرکزی] خان بہادر عبیدالرحمان اور سید غلام بھیک نیرنگ ایم- ایل- اے- [مرکزی] شامل تھے-

نائب صدر کی تقریر

یونین کے نائب صدر مسٹر شمس الہدیٰ نے نہایت جوشیلی تقریر کے دوران علی گڑھ کے مسلم نوجوانوں کی جانب سے مسٹر جناح کو خوش آمدید کہا- انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کو ترقی دینے اور اس کے تنظیمی کام کو آگے بڑھانے کے لئے اس پروگرام کا ذکر بھی کیا جو یونین کے پیش نظر ہے- ہند کے بارے میں جغرافیائی وحدت کے لارڈ ویول کے نظریہ کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ علی گڑھ میں انہیں جغرافیہ کا سبق لینے کی چنداں ضرورت نہیں کہ ان کے پاس اپنا نہایت عمدہ جغرافیہ کا

شعبہ موجود ہے اور انہیں اس امر کا بخوبی علم ہے کہ ہند نہ کبھی ایک جغرافیائی وحدت تھا اور نہ ہے۔ جغرافیائی اور تاریخی دونوں اعتبار سے ہند ہمیشہ متعدد ریاستوں میں منقسم رہا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت مسلمانوں کو پاکستان قائم کرنے سے باز نہیں رکھ سکتی کیونکہ یہ ان کا مقدر ہے۔ نائب صدر نے ہندو طلباء پر زور دیا کہ وہ اپنے رہنماؤں کو مجبور کریں کہ وہ مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کو تسلیم کر لیں، پھر دنیا کی کوئی طاقت انہیں زندانوں سے باہر نکلنے اور آزادی ہند کے لئے مسلمانوں کے ساتھ کام کرنے سے باز نہ رکھ سکے گی۔

واقعات کی روئیداد

مسٹر جناح تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو ایک بار پھر تحسین کے پر زور نعروں سے ان کا خیرمقدم کیا گیا انہوں نے اپنی تقریر کا آغاز طلباء کے پرتپاک شکریہ سے کیا کہ انہوں نے انہیں زبردست اعزاز بخشا اور اس قدر پرتپاک خیر مقدم کیا۔ انہوں نے کہا کہ انہوں نے نائب صدر لی تقریر پوری توجہ کے ساتھ سنی اور نوجوانی کے اس جذبے کی تعریف کی جس کا اظہار ان کی تقریر سے ہوتا تھا۔ مجموعی طور پر ان کی تقریر سے یہ ظاہر ہو گیا کہ نوجوان مسلم دانشوروں کو ملک میں رونما ہونے والے سیاسی واقعات اور مسلم لیگ کی پوزیشن کا صحیح احساس ہو گیا ہے۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ وہ حسب معمول ان واقعات کی روئیداد پیش کرنے کے لئے آئے ہیں جو ان کی پچھلی آمد کے بعد سے اب تک رونما ہوئے۔ اپریل ۱۹۳۶ء سے 'جب مسلمانوں نے حقیقتاً اپنی موجودہ جدوجہد کا آغاز کیا' پیش آمدہ حالات کا ذرا تیز رفتاری سے جائزہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ پہلے تین برس کے دوران کوئی قابل ذکر نتائج برآمد نہیں ہوئے۔ کچھ لوگوں نے ہمارے ساتھ بے اعتنائی کا سلوک روا رکھا' کچھ ہم پر ہنسے اور کچھ نے سرگرمی کے ساتھ ہماری مخالفت کی لیکن ہم نے جملہ مزاحمتوں اور رکاوٹوں کے باوصف اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ لیکن اب میں بلا مبالغہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہم صبر و تحمل' مستقل مزاجی' عزم بالجزم اور سعی پیہم کی بدولت اس مرحلے پر پہنچ گئے ہیں جہاں ہم خود کو ہدیہ تبریک پیش کر سکتے ہیں۔ تمام عظیم تحریکوں میں ابتدائی نوعیت کا بہت سا کام کرنا ضروری ہوتا ہے۔ آپ لاکھوں انسانوں کے خیالات کو ایک دن' ایک ہفتہ' ایک ماہ یا ایک برس میں تبدیل نہیں کر سکتے۔

ہمارا دعویٰ

ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ مسلم لیگ مسلم ہند کی باختیار اور نمائندہ تنظیم ہے۔ یہ دعویٰ ہم پر یہ مقدس فریضہ عائد کرتا ہے کہ ہم مسلمانان ہند کو مستقبل میں اتنی ہی عظیم قوم بنا دیں جس قدر

عظیم کہ وہ ماضی میں تھی۔

سات برس قبل ہماری کیا حالت تھی؟ دس کروڑ افراد عملاً مردہ تھے۔ درحقیقت مسٹر گاندھی اور لارڈ لنلتھگو مسلم ہند کی تجہیز و تدفین کی تیاریاں کر رہے تھے۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ ہم بچ گئے۔ اب ہمارے پاس ایک اپنا پلیٹ فارم ہے اور ایک نصب العین۔ کچھ عرصہ قبل میں نے اسی ہال میں کہا تھا کہ ہم پہلے ہی پاکستان کا چارٹر مرتب کر چکے ہیں اور ہمیں کسی اور چارٹر کی احتیاج نہیں۔ ہمیں جغرافیہ یا تاریخ کے اسباق پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ مسلم لیگ نے نہ صرف اس ملک میں بلکہ بیرون ملک بھی مسلمانوں کے لئے ایک مقام حاصل کر لیا ہے۔ پانچ برس پیشتر کیا کوئی ہمارے بارے میں گفتگو کرتا تھا یا کسی کو یہ جاننے کی پرواہ تھی کہ ہم کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ لیکن آخری چند برسوں کے دوران ایک عظیم تبدیلی واقع ہوئی ہے اب کوئی دن نہیں جاتا کہ ہر اخبار' خواہ وہ حلیف ہو یا حریف' مسلم لیگ کے بارے میں بات نہ کرتا ہو۔ اگر وہ دوست نہیں ہیں تو ہمیں گالیاں دیتے ہیں' اور لوگ کسی ایسے شخص کو گالیاں بھی نہیں دیتے جس کی کوئی وقعیت نہ ہو۔ مسٹر جناح نے کہا کہ اب چاپلوسی اور خوشامد کے انداز میں میرا تذکرہ کیا جاتا ہے کہ موجودہ صورت حال کے حل کی کنجی میرے ہاتھ میں ہے اور یہ کہ میں ہی جمود کو توڑ سکتا ہوں۔ فی الحقیقت' ہمارے دوست تو اس حد تک چلے گئے ہیں کہ انہوں نے اس عظیم متحدہ ہند کی وزارت عظمیٰ کا تاج بھی مجھے پیش کر دیا۔"

یہ بہت خوب ہے' لیکن ہم اپنے عہد پر قائم ہیں اور نہ کوئی چاپلوسی اور نہ کوئی جبر ہمیں ہمارے طے شدہ مقصد سے ہٹا سکتا ہے۔ آج مسلم لیگ اس ملک کی زندگی میں ایک طاقتور پوزیشن پر متمکن ہے۔ اب آپ کو اپنی تمام تر توجہ اپنی عظیم قوم کی معاشرتی' تعلیمی اور اقتصادی بہبود پر مرکوز کرنی ہو گی۔

اب کہ ہم نے اتحاد فکر و مقصد حاصل کر لیا ہے' ہمیں اس سے اگلا قدم اٹھانا چاہیے۔ کراچی میں ہم نے بعض اہم فیصلے کئے۔ لیکن آپ کو صبر و تحمل سے کام لینا ہو گا۔ قابل ذکر نتائج چشم زدن میں حاصل نہیں ہو جاتے۔ اس کے لئے ہمیں زیادہ سے زیادہ صبر' توانائی اور ٹھوس کام کرنے کی ضرورت ہو گی۔

اب ہمارے پاس ایک مجلس عمل ہے جس کا کام یہ ہو گا کہ وہ ہند کے طول و عرض میں مسلم لیگ کو مزید اور بہتر طور پر منظم کرے۔ حالیہ برسوں میں مسلم لیگ نے اس قدر زبردست ترقی کی ہے کہ اب اس وسیع تنظیم کی نگرانی کسی فرد واحد کے بس کی بات نہیں رہی۔ مجلس کا کام یہ ہو گا کہ وہ ہر ضلع اور ہر شہر میں مسلم لیگ کی تنظیم کی نوک پلک سنوارے اور اسے آہنی

جسد عطا کر دے۔ یہ آپ کی تمام شاخوں کے کاموں میں ہم آہنگی' ربط اور تسلسل پیدا کر دے گی تاکہ جو بھی پروگرام آپ کے سامنے رکھا جائے آپ اسے بہتر طریقے سے چلا سکیں۔ ایک پروگرام کو تشکیل دینا آسان کام ہے۔ لیکن ہمارے پاس ایسے افراد ہونے چاہیں اور ایسی مشینری ہونی چاہیے جو ہمارے فیصلوں کو روبہ عمل لا سکیں۔

دوم' ہمارے پاس ایک پارلیمانی بورڈ ہے۔ مرکزی اور صوبائی مجالس قانون ساز کے ضمنی انتخابات وقتاً" فوقتاً" ہوتے رہتے ہیں۔ لہٰذا انتخابات تو کسی لمحے بھی آ سکتے ہیں۔ مناسب طریقے سے ان کی نگرانی اور باقاعدگی کے ساتھ انہیں چلانے کی ضرورت ہو گی۔ آپ اس کی تیاری آخری لمحے میں نہیں کر سکتے۔ ابھی سے ہمیں عمدگی اور منظم طریقے سے انتخاب لڑنے کے لئے خود کو تیار اور کیل کانٹے سے لیس رکھنا ہو گا۔

تیسری چیز ہے منصوبہ بندی کمیٹی جس کے اراکین کے ناموں کا میں ابھی تک اعلان نہیں کر سکا۔ اس کے بارے میں لوگوں کے خیالات میں بہت سا ابہام موجود ہے لیکن اس کمیٹی کی رکنیت کے لئے مناسب اور اہل افراد کی جستجو دشوار امر ہے۔ محض سیاست دانوں اور وکلاء کو اس کمیٹی میں شامل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ تاہم ہم بہت عرصہ انتظار بھی نہیں کر سکتے۔ پھر بہت تاخیر ہو جائے گی۔ ہم منصوبہ کمیٹی سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ پاکستانی علاقوں کے وسائل سے بھرپور استفادے کے لئے ہمیں وقت سے پہلے تیار کر دے۔

یہاں ہمیں ہندو فرقے کی مثال کو پیش نظر رکھنا ہو گا۔ وہ ہمیشہ موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے خود کو تیار رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہم نے تجارت میں کیا کیا ہے؟ تجارت کے معنی ایک دکاندار یا برآمد کنندہ یا درآمد کنندہ کا کاروبار نہیں۔ اس کے معنی ہیں بھاری صنعتیں' سائنٹیفک طریقوں کے مطابق تجارت اور صنعت و حرفت۔ اگر آپ جائنٹ اسٹاک کمپنیوں کی فہرست پر نظر ڈالیں گے تو آپ کو مسلمان کہیں نظر نہیں آئیں گے۔ جب یہ جنگ شروع ہوئی تو ہندو کاروبار اور تجارت میں وسعت دینے کے ان مواقع سے پورا فائدہ اٹھانے کے لئے بالکل تیار تھے جو جنگ کی وجہ سے پیدا ہوئے۔ مسلمان تیار نہیں تھے اس لئے وہ ایک بار پھر پیچھے رہ گئے۔ جب ہم نے مواقع کو اپنی لاپرواہی کی وجہ سے خود گنوا دیا تو شکوے شکایت بے سود ہیں۔ ہم صرف بی۔ اے' ایم۔ اے پیدا کر رہے ہیں جن کی نظریں پچاس یا ساٹھ روپے ماہانہ تنخواہ کی سرکاری ملازمتوں پر لگی ہوتی ہیں' طبعاً" مسلمان جتنا کماتا ہے اس سے زیادہ خرچ کرتا ہے۔ یہ بہت ہی غیر تسلی بخش صورت حال ہے۔

مَیں آپ سے کہتا ہوں اور اپنے تمام رہنماؤں سے بھی کہ اب ہمیں فی الفور ایسے اقدامات

کرنے چاہئیں کہ ہم اپنے نوجوانوں کو اس انداز سے ترتیب دیں' ان نوجوانوں کو دیگر مفید ذرائع کی طرف لگا سکیں- لیکن وہ ذرائع بھی پیدا کرنا ہوں گے- تمام ہندو تجارتی اداروں کے دروازے مسلمانوں پر بند ہیں- کوئی ہندو ادارہ مسلمان کو ملازمت نہیں دے گا- لہٰذا آپ کے پاس اپنے تجارتی اور صنعتی ادارے ہونے چاہئیں جن میں آپ نہ صرف ہزاروں کارکنوں اور مزدوروں کو ملازمتیں دے سکیں گے بلکہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کو بھی جن کے مستقبل کے امکانات بے حد و حساب بہتر ہوں گے اور وہ ان اداروں میں سرکاری ملازمتوں کے مقابلے ہیں بہتر کام کر سکیں گے-

یہ نہیں ہے کہ اب ہم بالکل دیوالیہ ہو گئے ہیں' بلکہ ہم نے اپنی قومی زندگی میں تجارتی پہلو کو افسوسناک حد تک نظر انداز کیا ہے- اب ہمیں اس خلا کو دور کرنے کے لئے فوری کوششیں کرنے کی ضرورت ہے- منصوبہ بندی کمیٹی اس بات کا سائنٹیفک انداز میں مطالعہ کرے گی اور جائزہ لے گی کہ پاکستانی علاقوں میں کون کون سی قدرتی اور معدنی دولت موجود ہے اور ان علاقوں میں کس کس صنعت کے پنپنے کے بہتر امکانات ہیں- وہاں بہت سے وسائل پہلے ہی سے موجود ہیں لیکن ہمیں واقعی اہل افراد' کاریگروں' سائنس دانوں اور تجارتی ماہرین کی ضرورت ہو گی جو پاکستان کے منطقوں میں اقتصادی اور صنعتی زندگی کی تعمیر میں مدد دے سکیں- میں پچھلے دو ماہ سے ایسے افراد کو تلاش کر رہا ہوں اور اللہ کو منظور ہوا تو میں مستقبل قریب میں کمیٹی کے اراکین کا اعلان کر دوں گا-

سیاسی صورت حال

سیاسی صورت حال کے ضمن میں پوزیشن یہ ہے کہ کانگرس کا موقف وہی ہے جو تھا- یہی صورت حال ہندو مہاسبھا اور برطانوی حکومت کی ہے اور جمود یا تعطل یا جو بھی کچھ آپ اسے کہنا چاہیں جاری ہے- ہم کیا کر سکتے ہیں یا ہم سے کیا کرنے کی توقع کی جا سکتی ہے؟ اس ضمن میں ایک حالیہ واقعہ مرکزی مجلس قانون ساز میں وائسرائے کی تقریر ہے- وائسرائے نے اپنی تقریر میں ہند کی جغرافیائی وحدت کے نعرے کو کیوں جگہ دی؟

ہزایکسی لینسی وائسرائے کا خطاب اشتعال انگیز تھا اور مسلم پوزیشن کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا- کیونکہ وہ کانگرس اور مسٹر گاندھی کو دانہ ڈال رہے تھے تاکہ ان کے عہد میں وہ نیک چلنی کی راہ اختیار کر لیں- بلاشبہ لارڈ ویول نے بھی اپنے پیشرو کی طرح کانگرس کے دریا میں کانٹا پھینک دیا ہے- لارڈ لنلتھگو نہایت مایوس کن انداز سے ناکام رہے- لیکن سپاہی وائسرائے کا خیال ہے کہ وہ کوئی بڑی مچھلی یا اتنی چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پکڑنے میں کامیاب ہو جائیں گے جو ان کے مقصد کی براری کے لئے کافی ہوں- لیکن مجھے ایسے قرائن نظر آ رہے ہیں کہ بہت سے ہندو رہنما

اور ہندو اخبارات ان کے جغرافیائی وحدت کے سکون بخش حوالے سے لطف اندوز ہو چکے۔ دفاع' داخلی اور خارجی اقتصادی مسائل کے نقطہ نظر سے ان کے تصور وحدت کی صرف ایک ہی تعبیر نکل سکتی ہے کہ کس طرح بہتر طریقے سے ہند پر سامراجی تسلط کو برقرار اور جاری رکھا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ انہوں نے مسلم ہند کے مطالبات کو نظر انداز کر دیا ہے۔ نہیں' وہ تو اکھنڈ ہندوستان کے پنڈتوں کی چاپلوسی کرنے میں اپنی راہ سے ہٹ کر آگے بڑھے ہیں اور انہوں نے ناشکری کا مظاہرہ کیا اور مسلم لیگ کی حکومت کو ہراساں نہ کرنے کی موجودہ حکمت عملی کا ناروا فائدہ اٹھایا ہے۔ اس کی وجہ سے مسلم ہند کے طول و عرض میں زبردست برہمی پیدا ہو گئی ہے۔"

خطرناک کھیل

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "کانگرس کے سامنے جو لا حاصل دانہ پھینکا گیا ہے اس سے ہند کا تو کچھ بھلا نہ ہو گا۔ اور میری پختہ رائے یہ ہے کہ یہ ایک خطرناک کھیل کھیلا ہے اور اس کے نہایت سنگین نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ جنگ جیتنے کی یقینی راہ' جسے وائسرائے اپنا مقدم ترین فریضہ گردانتے ہیں' مطالبہ پاکستان کو تسلیم کرنا ہے' جس کے معنی ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی آزادی ہے اور اس طرح وہ اپنی خلوص نیت کا ثبوت فراہم کر سکتے ہیں کہ وہ واقعتاً اس وسیع و عریض برعظیم کے باشندوں کو حقیقی خود مختار حکومت منتقل کرنا چاہتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ گاندھی اور کانگرس کے لئے شوشے چھوڑیں اور ان سے نیک چلنی کی ضمانت حاصل کر لی جائے اور ان سے اس بات پر اتفاق رائے کرا لیا جائے کہ سیاسی مسئلہ کو غیر معینہ مدت کے لئے طاق نسیاں کی زینت بنا دیا جائے گا یا اسے سردخانے کے سپرد کر دیا جائے گا۔ ہند کی تقسیم ناگزیر ہے۔ دو قوموں ہندوؤں اور مسلمانوں---- کا امتزاج ایک ناممکن امر ہے اور پاکستان ایک یقینی بات ہے۔ اس کے قیام میں مزاحمت یا تاخیر کرنا فعل عبث اور غیر دانشمندانہ بات ہے۔"

لارڈ ویول نے اپنی تقریر کے دوران یہ بھی کہا ہے کہ ان کی ایسی کوئی خواہش نہیں کہ وہ کانگرس کو لنگوٹی میں پھاگ کھیلتے دیکھیں۔ مزید برآں ان کی تقریر میں کچھ ایسے جملے بھی تھے جن سے یہ اشارہ ملتا تھا کہ وہ کانگرس کی چاپلوسی کرنا چاہتے ہیں۔ وائسرائے کا یہ خیال ہے کہ مسٹر گاندھی کو ان خیالات میں آبرو مندانہ سمجھوتے اور "شرفاء کے مابین معاہدہ" کے جراثیم مل جائیں گے۔

یہ ساری باتیں مسٹر گاندھی اور ان کے رفقائے کار کی خاطر کی جا رہی ہیں۔ لیکن میں لارڈ ویول کو بتا دینا چاہتا ہوں' کیا میں یہ کہہ سکتا ہوں' کہ وہ اپنی ہی جنت میں آباد ہیں۔ انہیں یہ جان لینا چاہیے کہ ان کا کھیل ختم ہو گیا ہے۔ مسلم لیگ اب کافی طاقتور ہے اور اس کا اہتمام کرے گی

کہ کوئی ریشہ دوانی کامیابی سے ہمکنار نہ ہو پائے۔ اگر "شرفاء کے مابین کوئی اور معاہدہ" طے پایا تو اس کی عمر طبعی دو ہفتہ سے زیادہ نہ ہو گی۔ [تحسین و آفرین]

ایک اور حصہ

ایک اور پارٹی جو کچھ عرصے سے بہت سرگرم ہو گئی ہے یہ کمیونسٹ پارٹی ہے۔ ان کا پروپاگنڈا مکارانہ ہے اور میں آپ کو خبردار کرتا ہوں کہ ان کے چنگل میں نہ پھنسیں۔ ان کا پروپاگنڈا ایک سراب ہے اور ایک دام۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟ سوشلزم، کمیونزم، نیشنل سوشلزم اور ہر دیگر ازم کی باتیں خارج از بحث ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ فی الفور کچھ کر سکتے ہیں؟ کب اور کس طرح؟ آپ اس امر کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آپ کو پاکستان میں کون سا نظام حکومت مطلوب ہو گا؟ کوئی نہ کوئی پارٹی ہم سے کہتی ہے کہ ہمیں پاکستان میں جمہوری حکومت یا سوشلسٹ یا نیشنلسٹ حکومت قائم کرنی چاہیے۔ یہ سوالات آپ کو فریب دینے کے لئے اٹھائے جاتے ہیں۔ اس وقت تو آپ صرف پاکستان کی حمایت کیجئے۔ اس کا مطلب ہے کہ سب سے پہلے آپ کو ایک علاقہ اپنے قبضے میں لینا ہے۔ پاکستان ہوا میں تو قائم نہیں ہو سکتا۔ جب آپ اپنے اوطان کا قبضہ لے لیں گے تب یہ سوال اٹھے گا کہ آپ کونسا نظام حکومت رائج کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا آپ اپنے ذہن کو ان فضول خیالات سے ادھر اُدھر نہ بھٹکنے دیجئے۔"

آیئے ہم اپنی تمام تر توجہ اپنے اوطان کا قبضہ لینے کے سوال پر مرکوز کر دیں۔ اس وقت اپنی طاقت اور اپنے اختیار کی وجہ سے سب سے زیادہ طاقتور پارٹی انگریز ہیں۔ جب تک کہ ان میں حقیقی تبدیلی رونما ہو مسئلہ ہند کا حل مؤخر ہوتا رہے گا۔

بالغ نظری

گزشتہ چھ ماہ کے دوران میں نے برطانوی سیاستدانوں میں ایک تبدیلی دیکھی ہے۔ بہت سے انگریزوں اور ہندوؤں نے یہ محسوس کر لینے کے اشارے دیئے ہیں کہ مسئلہ کا واحد مؤثر حل ہند کو ہندوستان اور پاکستان کی شکل میں تقسیم کر دینا ہے۔ ہند کے جغرافیائی وحدت کے برطانوی تصور کے معنی ہیں کہ ہند پر برطانوی تسلط غیر معینہ مدت تک جاری رہے۔ اکھنڈ ہندوستان یا متحدہ ہند کا مطلب ہے کہ ہندو سامراجی حکومت ہو۔ جمہوری حکومت بھی نہیں۔ کیونکہ ہندو معاشرے میں جمہوریت کا کوئی تصور موجود نہیں۔ درحقیقت یہ بدقسمتی کی بات ہے، میں دیانتداری سے یہ سمجھتا ہوں کہ ہند کے مسئلہ کے ضمن میں ہمارا حل سب سے زیادہ دیانتدارانہ، سب سے زیادہ قابل عمل اور بہترین ہے۔ یعنی ہند کو پاکستان اور ہندوستان کی شکل میں تقسیم کر دیا جائے۔ ہندوؤں کے ذہنوں پر یہ صداقت زیادہ سے زیادہ آشکار ہو رہی ہے۔ یہ ایک حقیقی گول چکر ہے جوں جوں ہم

آگے بڑھتے جائیں گے' مجھے بھروسہ ہے کہ وہ یہ محسوس کرتے جائیں گے کہ پاکستان ہماری نسبت ان کے لئے زیادہ سود مند ہے۔

جان بُل کا گھیراؤ

جہاں تک انگریزوں کا تعلق ہے جب تک ان پر دباؤ نہ ہو وہ دیتے کچھ نہیں۔ جان بُل کا گھیراؤ بہت مشکل کام ہے۔ اگر ہند میں مسلمانوں کی عظیم اکثریت ہوتی تو جان بل کا گھیراؤ چنداں مشکل نہ تھا۔ لیکن قباحت یہ ہے کہ اگر میں جان بل کو اپنی گرفت میں لینے کے لئے بڑھوں تو ہندو اس کی حمایت کے لئے آن کھڑے ہوں گے اور جب ہندو اپنے ان مطالبات کو تسلیم کرانے کے لئے جو ہمارے لئے مضرت رساں ہیں اس کا گھیراؤ کرنا چاہیں گے تو ہم ان کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ اگر ہندو مطالبہ تسلیم کر لیا جائے تو اس کے معنی ہیں ہندوؤں کے لئے آزادی اور مسلمانوں کے لئے غلامی۔ اگر میرا مطالبہ مان لیا جائے تو اس کا مطلب ہو گا دونوں کے لئے آزادی۔ بد قسمتی سے ہندو اس وہم میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ سارے ہند پر متحدہ مرکزی حکومت قائم ہونی چاہیے' جو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ناممکنات میں سے ہے۔ یہ وہم آہستہ آہستہ ختم ہو رہا ہے اور ہمیں امید کرنی چاہیے کہ یہ وہم ان کے ذہنوں سے "کلیتا" مٹ جائے گا۔

مسلم وزارتیں

پانچ مسلم اکثریتی صوبوں میں اب مسلم لیگی وزارتیں موجود ہیں جو ہمارے لئے ایک طرح کی تجربہ گاہ کے مثل ہیں۔ عام انتخابات اب سے دُور ۱۹۳۶ء میں منعقد ہوئے تھے۔ مجالس قانون ساز کے بہت سے اراکین ابتدا مسلم لیگ کے ٹکٹ پر منتخب نہیں ہوئے لیکن جیسے جیسے مسلم لیگ طاقت پکڑتی گئی ان مجالس قانون ساز کے مسلم اراکین بتدریج مسلم لیگ کی صفوں میں شامل ہوتے گئے۔ اب یہ مسلم لیگی وزارتیں مجالس قانون ساز میں مسلم لیگ پارٹیوں کی حمایت پر انحصار کرتی ہیں۔ مسلم لیگ کی تنظیم ان کی نگرانی کرتی ہے۔ ماضی میں جو ہوا سو ہوا' مسلم وزراء اب یہ محسوس کر رہے ہیں کہ انہیں مسلمانوں اور صوبوں کی بہبود کے لئے کام کرنا چاہیے۔ ہمارا مسلم اکثریتی صوبوں میں اقلیتوں کے ساتھ ناانصافی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ۔ لیکن ہم یہ بھی دیکھنا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ بھی کوئی ناانصافی نہ ہو۔

ان محدود اختیارات کے باوصف جو موجودہ دستور تفویض کرتا ہے وزارتیں کافی کچھ کر سکتی ہیں۔ وہ مجالس قانون ساز کے اندر بھی کام کر سکتی ہیں اور مسلم لیگ کو مسلمانوں کی حالت بہتر بنانے کے لئے جائز' دیانتدارانہ اور منصفانہ امداد دے کر باہر بھی کام کر سکتی ہیں' بشرطیکہ وہ اخلاص اور اہلیت کے ساتھ ایسا کریں۔

اگر پاکستان کے علاقوں میں مسلمانوں کو صحیح طریقے سے منظم کیا جائے تو پاکستان کی اساس استوار ہو جائے گی۔ پھر فیصلہ ان کے ہاتھ میں ہو گا کہ وہ یہ کہہ سکیں کہ یونین ہو گی یا یونین نہیں ہو گی۔ نہ صرف پاکستان میں رہنے والے آٹھ کروڑ مسلمانوں کی تقدیر آپ کے ہاتھ میں ہے بلکہ ان تین کروڑ مسلمانوں کی تقدیر بھی جو دیگر مقامات پر رہائش پذیر ہیں۔

کچھ امریکیوں نے مجھ سے مسلم لیگ کی نمائندہ حیثیت کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے انہیں جواب دیا کہ آپ کو اس سے بہتر ثبوت اور کیا درکار ہے کہ ہندو اکثریتی صوبوں میں تو دستور معطل ہے لیکن مسلم اکثریتی صوبوں میں مسلم لیگی وزارتیں کام کر رہی ہیں۔ دستور پر بغیر کسی بڑے نقص یا بڑی رکاوٹ کے عمل درآمد ہو رہا ہے۔ ہندو اکثریت پہلے سے زیادہ قائل ہوتی جا رہی ہے اور آہستہ آہستہ اس کی مزید قائل ہوتی جائے گی کہ پاکستانی علاقوں میں مسلمانوں کے ساتھ صلح آشتی اور تعاون سے کام کرنا چاہیے۔

گوالیار میں مظالم

ہندی ریاستوں میں صورت حال کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ کشمیر کے بعد کچھ عرصے سے گوالیار میں مسلمانوں کو بدسلوکی اور ظلم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ہم اس صورت حال کا نہایت اضطراب سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ جو ناانصافی روا رکھی جا رہی ہے اس کا مورد الزام تنہا مہاراجہ اور ان کی انتظامیہ کو نہیں ٹھہرایا جا سکتا بلکہ اس ذمہ داری میں اقتدار اعلیٰ بھی کسی حد تک شریک ہے۔ اگر گوالیار میں کوئی سنگین قسم کی گڑ بڑ ہوئی تو ایسا محض اقتدار اعلیٰ کی مدد سے ہو گا کہ گوالیار کی انتظامیہ یہ ظلم ڈھا سکے گی۔

لہٰذا یہ دیکھنا اقتدار اعلیٰ کا فرض ہے کہ گوالیار کی انتظامیہ مسلمانوں کے ساتھ عادلانہ اور منصفانہ سلوک روا رکھے۔ مجھے ان لوگوں کے ساتھ بڑی ہمدردی ہے جو گوالیار میں کام کر رہے ہیں۔ ان کے کوئی عزائم نہیں ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ بھی اسی قسم کا عادلانہ اور منصفانہ سلوک چاہتے ہیں جیسا کہ گوالیار کے کسی اور شہری کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

صیہونیت کا مسئلہ

ہمیں اس وقت ایک اور نہایت سنگین مسئلے کا سامنا ہے' یعنی فلسطین میں صیہونیت کا مسئلہ۔ اگر صدر روزویلٹ طاقتور عالم صیہونیت کے دباؤ کے تحت برطانوی حکومت کو فلسطین میں عربوں کے ساتھ ناانصافی کرنے پر مجبور کرنے کی غلطی کا ارتکاب کرے گا تو اس سے مسلم دنیا میں ایک کونے سے دوسرے کونے تک آگ لگ جائے گی۔ عربوں کے ساتھ پہلے ہی بہت زیادتی ہو چکی ہے۔ اگر یہودیوں کی ترک مکانی کا سلسلہ جاری رکھنے کی اجازت دی گئی تو مجھے اس باب میں

کوئی شک نہیں کہ نہ صرف مسلم لیگ علم بغاوت بلند کر دے گی بلکہ سارا عالم اسلام بغاوت کر دے گا۔ اس ضمن میں مسٹر جناح نے یاد دلایا کہ موجودہ جنگ کے آغاز پر انہوں نے جو مطالبات پیش کئے تھے ان میں سے ایک فلسطین میں عربوں کے مفادات کے تحفظ کے بارے میں بھی تھا۔ اس وقت کے وائسرائے لارڈ لنلتھگو نے ملک معظم کی حکومت کی جانب سے مسلم فرقے کو باضابطہ طور پر اس امر کی یقین دہانی کرائی تھی کہ برطانوی حکومت قرطاس ابیض اور اس عہد پر قائم رہے گی جو اس نے عربوں کے ساتھ کر رکھا ہے۔

اگر اب اس اعلان شدہ حکمت عملی سے انحراف کیا گیا تو یہ اونٹ کی کمر پر آخری تنکا ثابت ہو گا۔ مجھے اب بھی امید ہے کہ امریکہ فلسطین کے معاملے میں اپنے رویہ پر نظر ثانی کرے گا۔

تقریر ختم کرنے سے پیشتر مسٹر جناح نے ایک جرمن مصنف موزف بیل کی کتاب 'عرب قبل از ظہور اسلام' کے ایک باب کا حوالہ دیا۔ مصنف نے کہا کہ عربوں میں دو بڑی خامیاں ہیں اولاً ان میں قومی اتحاد کے شعور کا فقدان ہے۔ ان میں محض قبیلوں اور خاندانوں کا احساس ہے۔ دوم ان میں شعور اطاعت مفقود ہے۔ اس تنقید کا اطلاق ہند کے مسلمانوں پر بھی ہوتا ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اجڈ لوگوں کو ایک طاقتور قوم بنا دیا تھا۔ ہماری پشت پر ثقافت اور تہذیب کی عظیم روایات موجود ہیں اور ہم میں ایک عظیم قوم بننے کی تمام تر صلاحیت موجود ہے۔ ہم اپنی قوم کو عظیم بنا سکتے ہیں اور انشاء اللہ بنائیں گے۔ اور جب ہم یہ کر لیں گے تو پاکستان ہمارے قدموں میں ہو گا۔ (تحسین و آفرین کے مسلسل نعرے) (دی ڈان' ۱۱ مارچ ۱۹۴۴ء)

۱۱۲۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی مسلم لیگ کے جلسے میں تقریر

۱۰ مارچ ۱۹۴۴ء

اپنے قیام کے تیسرے روز مسٹر جناح نے اسٹریچی ہال کے باہر ایک اعزازی دستے کا معائنہ کیا جو مسلم لیگ کے نیشنل گارڈز نے پیش کیا۔ جب مسٹر جناح سلامی لے رہے تھے تو بینڈ مسلمانوں کے قومی ترانہ (اقبال کا ترانہ ملی) کی دھن بجا رہا تھا۔

اعزازی دستے کی سلامی کے فوراً بعد مسٹر جناح نے مسلم یونیورسٹی مسلم لیگ کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب کیا۔

مسٹر جناح نے کہا "عظیم تنظیم آل انڈیا مسلم لیگ کے چھوٹے بچے کی حیثیت سے آپ نے جو کام کیا ہے میں اسے بہت سراہتا ہوں۔ مجھے علم ہے کہ آپ بہت سی مخالفتوں کے باوصف کام کر رہے ہیں ـــ غیر ہمدردانہ سلوک' خوف' بے اعتنائی' وغیرہ وغیرہ۔ آپ کو جس چھوٹے پیمانے

پر ان کا سامنا ہے ہمیں زیادہ بڑے پیمانے پر ان کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ دن لد گئے جب کوئی اسے (مسلم لیگ کو) دبا سکتا تھا۔ جیسے جیسے آپ اپنی مساعی کو جاری رکھیں گے آپ دیکھیں گے کہ آپ کی مخالفت کم ہوتی چلی جائے گی اپنے عزم بالجزم اور سعی پیہم کی بدولت آپ کامیابی سے ہم کنار ہوں گے۔

کوئی دیانتدار آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم کسی کو زک پہنچانا چاہتے ہیں یا کسی کے ساتھ ناانصافی کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا مقصد منصفانہ ہے اور ہماری پوزیشن بالکل درست ہے۔ ہم اس ملک میں آزاد اور باوقار لوگوں کی طرح رہنا چاہتے ہیں اور اس علاقے پر حکومت کرنا چاہتے ہیں جو ہمارا ہے۔ ہم اپنی منزل کے قریب اور قریب تر پہنچ رہے ہیں۔ پہلا کام ہے کہ حصول منزل تاکہ ہم اپنے اوطان میں اپنی حکومت قائم کر سکیں۔ حکومت کے قائم ہو جانے کے بعد ہمیں اسے چلانا ہو گا اور کامیابی کے ساتھ اس کا انتظام کرنا ہو گا۔ یہ کوئی سہل کام نہیں ہو گا۔ تیسری بات یہ کہ آپ کو اپنی حکومت کو اپنی تحویل میں رکھنا ہو گا مبادا کوئی اسے آپ سے اچک کر لے جائے۔ زیرک ہندو رہنما مسٹر راج گوپال اچاریہ نے ایک بار کہا تھا کہ "ایک حکومت کو چلانے کے مقابلے میں جیل جانا آسان تر کام ہے۔" یہ دشوار امر ہے کہ نظم و نسق کو اس انداز سے چلایا جائے کہ متصادم مفادات میں ہم آہنگی پیدا ہو جائے اور امن و آشتی بھی برقرار رہے۔ پس ہمیں اپنی منزل کے حصول کے لئے تیاریاں کرنا ہوں گی۔ آپ' نوجوان لوگوں کو سر جوڑ کر بیٹھنا ہو گا اور یہ راہ تلاش کرنی ہو گی کہ اس منزل کو کس طرح سر کیا جائے۔

تجارت و صنعت

"اب آپ کو محض کلرکی کی طرف سے اپنی توجہ کو ہٹانا ہو گا۔ مجھے آپ کے بی۔ اے اور ایم۔ اے بننے پر کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن محض بی۔ اے اور ایم۔ اے کی ڈگریوں کا کوئی مصرف نہیں۔ بلاشبہ دشواریاں ہیں شاید ہی کوئی در ہو جس پر آپ دستک دے سکیں لیکن دریں اثناء کہ آپ بی۔ اے اور ایم۔ اے کے لئے تعلیم حاصل کر رہے ہیں آپ کو مختصر نویسی اور ٹائپ کاری سیکھ لینی چاہیے یہ کام آپ نہایت آسانی سے کر سکتے ہیں۔ بازار میں مختصر نویسی اور ٹائپ کاری کی تربیت کے ساتھ بی۔ اے اور ایم۔ اے کی قیمت سادہ بی۔ اے اور ایم۔ اے کے مقابلے میں تین گنا ہوتی ہے۔ بمبئی میں ہم نے ایک کمرشل اسکول قائم کیا ہے جس میں عام تعلیم کے ساتھ ساتھ بنک کاری' کھاتہ نویسی' ٹائپ کاری اور مختصر نویسی جیسے مضامین کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ اب تک بڑے تجارتی ادارے یا ہندوؤں کے ہاتھ میں ہیں یا یوروپ کے باشندوں کے ہاتھ میں'. کچھ عرصے - میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ مسلم تجار میں یہ حقیقی خواہش پیدا ہو رہی ہے کہ وہ

جدید اور سائنسی خطوط پر استوار تجارت اور صنعت کے شعبہ میں داخل ہوں- میں نے یہ بھی سنا ہے کہ پچاس لاکھ روپے کے سرمایے سے ایک مسلم کمپنی قائم کی جا رہی ہے جس کے مقاصد میں ایک مقصد مسلم نوجوانوں کو تجارت کے سائنٹیفک اور فنی طریقے سکھنا بھی شامل ہو گا- لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ مسلم نوجوان اس جہت میں سوچیں- مسلم تجار کو بھی اس جہت میں سوچنا چاہیے- آپ لوگوں کو مل جل کر اپنی تیاریاں کرنی چاہئیں اور انہیں آپ کے لئے ملازمت کے ذرائع پیدا کرنے چاہئیں-

جہاں تک مسئلہ کے بڑے سیاسی جزو کا تعلق ہے مسلم لیگ اس جدوجہد کو چلانے اور آپ کے مفادات کی نگرانی کے لئے موجود ہے- مسلم نوجوان ایک قطعی پروگرام اور مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے پرچم تلے جمع ہو رہے ہیں- اب ایک اور نہایت خوش آیند واقعہ رونما ہوا ہے- گذشتہ ایک برس کے دوران کم و بیش ہر صوبے میں مسلم ایوان تجارت قائم ہو گیا ہے اور حال ہی میں مسلم ایوان ہائے تجارت کا ایک کل ہند وفاق بھی معرض وجود میں آگیا ہے- ابتداء میں مسلمان تجار ہچکچا رہے تھے کہ مبادا ان کے ہندو دوست ان سے خفا ہو جائیں- لیکن آخر کار ان میں حوصلہ پیدا ہو گیا اور انہوں نے خود کو منظم کر لیا- یہ تیسری مسلم تنظیم سب سے اہم مسئلہ' اقتصادی اور تجارتی ترقی کو حل کر لے گی' لیکن آپ لوگوں کو بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے- آپ کو مکڑی سے سبق لینا چاہیے اور بار بار کوشش کرنی چاہیے- آپ کے کرنے کا بہت سا کام ہے- آپ خود یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اپنی تعلیم کو نقصان پہنچائے بغیر آپ کس شعبے میں کام کر سکتے ہیں-

خواتین کو آزاد کرایئے

ایک اور نہایت اہم معاملہ جو میں آپ کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ کوئی قوم عظمت کی بلندیوں کو اس وقت تک نہیں چھو سکتی جب تک کہ ان کی خواتین ان کے ساتھ ساتھ شانہ بشانہ نہ چلیں- ہم بری رسم و رواج کے شکار ہیں- یہ انسانیت کے خلاف ایک جرم ہے کہ ہماری خواتین گھروں کی چار دیواری میں 'قیدیوں' کی طرح محبوس ہوں- میرا مطلب یہ نہیں کہ ہم مغربی زندگی کی برائیوں کی نقالی کریں- لیکن ہمیں خواتین کا رتبہ اسلامی تصورات اور معیار کے مطابق تو بلند کرنا چاہیے- جن قابل مذمت حالات میں ہماری خواتین کو رہنا پڑتا ہے اس کا بھی کسی جگہ حکم نہیں ہے- مصاف زندگی کے ہر شعبہ میں آپ کو اپنی خواتین کو اپنے ساتھ لے کر جانا چاہیے' ایک ساتھی کی حیثیت سے -صرف مغربی معاشرے کی بے راہ روی سے اجتناب برتنا چاہیے- آپ کو ایک خاتون سے جو جاہل مطلق ہو یہ توقع نہیں کرنی چاہیے کہ وہ آپ کے بچوں

کی پرورش و پرداخت مناسب طریقے سے کرے گی۔ عورت میں ہی بچوں کی صحیح خطوط پر پرورش کرنے کی استعداد ہے۔ ہمیں اس سرمائے کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے ایک بار پھر طلبہ کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے دعا کی کہ 'کامیابی ہمیشہ ان کے قدم چومے' اور انہیں یقین دلایا کہ آل انڈیا مسلم لیگ آپ کی سرگرمیوں کو شفقت بھری نظروں سے دیکھے گی۔

۱۱۳۔ پاکستان' اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ سلوک کی ضمانت ہو گا
سٹی مسلم لیگ علی گڑھ کے زیر اہتمام جلسہ عام میں تقریر

۱۴ مارچ ۱۹۴۴ء

جامع مسجد جانے والی سڑک جو حسین آرائشی محرابوں سے نہایت نفاست کے ساتھ سجایا گیا تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح ان محرابوں کے نیچے سے گزرتے ہوئے جامع مسجد پہنچے تو مسجد کی چھتوں' دالانوں اور صحن میں فرزندان توحید کا اژدھام تھا جو علی گڑھ شہر اور اس کے مضافات سے اپنے محبوب قائد کی ایک جھلک دیکھنے اور جمعہ کا دوگانہ ادا کرنے کے لئے وہاں جمع ہو گئے تھے۔ جونہی قائداعظم مسجد میں داخل ہوئے فضا تکبیر' پاکستان زندہ باد' مسلم لیگ زندہ باد اور قائداعظم زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ قائداعظم کی تشریف آوری کے چند منٹ بعد امام نے جمعہ کا خطبہ دیا۔ خطبہ ختم ہوا تو مسٹر جناح بارگاہ رب العزت کے حضور رکوع و سجود کرنے والے غریب ترین مسلمانوں کی صف میں اسلام کے ایک سچے پیروکار کی حیثیت سے اس قادر مطلق کی جناب میں پوری عقیدت اور خضوع و خشوع کے ساتھ رکوع کرتے نظر آئے۔ نماز ختم ہوئی تو فوراً ہی جلسہ عام ترتیب پا گیا۔ جلسہ کا آغاز بہت سے نوجوان مسلم لیگی شعراء کی مسٹر جناح کے اعزاز میں نظموں سے ہوا۔ علی گڑھ شہر کے مسلم نیشنل گارڈز نے سپاسنامہ پیش کیا۔ سٹی مسلم لیگ کے صدر جناب ایم۔ ایم بشیر نے مسلمانان علی گڑھ کی جانب سے قائداعظم کو خوش آمدید کہا اور ان سے درخواست کی کہ وہ اپنی تقریر ارشاد فرمائیں جس کا نہایت بے تابی سے انتظار کیا جا رہا تھا۔

جیسے ہی مسٹر جناح کم و بیش بیس ہزار مسلمانوں کے اس جم غفیر سے اردو زبان میں خطاب کرنے کے لئے کھڑے ہوئے فضا ایک بار پھر 'قائداعظم زندہ باد' کے نعروں سے گونج اٹھی۔

انہوں نے اپنی تقریر کے آغاز میں مسلمانان علی گڑھ کا شکریہ ادا کیا کہ ان کا بالکل ایسا استقبال کیا گیا جیسا کہ بادشاہوں کا کیا جاتا ہے۔ انہوں نے مسلم لیگ کی سات سالہ جدوجہد کا ذکر کیا جس کے دوران لیگ قوی سے قوی تر ہوتی چلی گئی۔ اب لیگ کی آواز نہ صرف ہند کے طول و عرض میں بلکہ ساری دنیا میں سنی جاتی ہے۔ مسٹر جناح نے کہا کہ مسلم عوام کی جن کی فلاح و بہبود انہیں دل و جان سے عزیز ہے' زبردست حمایت کی بدولت لیگ ایک زندہ قوت بن گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ درحقیقت وہ نادار مسلمانوں کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے سعی کر رہے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ انہیں روٹی کپڑا اور دیگر ضروریات زندگی وافر مقدار میں میسر آئیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ وہ پڑھے لکھے ہوں۔ معاشرتی لحاظ سے مضبوط اور اقتصادی اعتبار سے مستحکم ہوں۔ لیکن ان کے پاس اس خواہش کو جامہ عمل پہنانے کے لئے طاقت موجود نہیں۔ ان کے پاس نہ کوئی علاقہ ہے نہ اختیار۔ جو تھوڑا بہت اثر رسوخ ان کے پاس ہے اسے وہ غریبوں کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ مسٹر جناح نے کہا کہ اب لیگ نوابوں' راجاؤں اور حتیٰ کہ جناحوں کی بھی اجارہ داری نہیں ہے۔ صرف وہی عوام کی نمائندگی کر سکتا ہے جس نے واقعتاً ان کے لئے کام بھی کیا ہو۔ پھر انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عمل اور منصوبہ بندی کمیٹی کی افادیت کی وضاحت کی اور بتایا کہ پارلیمانی بورڈ کے امور منصبی کیا ہوں گے۔ انہوں نے اس امر پر بھی شرح و بسط کے ساتھ گفتگو کی کہ ان مسلمانوں کے لئے پاکستان کی اہمیت کیا ہو گی جو ان صوبوں میں آباد ہیں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں۔۔۔ پاکستان' سی پی' یو پی' مدراس' بمبئی اور دیگر علاقوں کے مسلمانوں کی کس طرح مدد کر سکتا ہے؟ ان صوبوں کے مسلمانوں کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟ صرف تحفظات؟ یہ ایک بات ہے لیکن ان تحفظات کا کیا جب تک کہ ان پر عملدرآمد کی ضمانت کسی بااختیار ادارے کی طرف سے نہ ملے۔ اگر انہوں نے ان صوبوں کے لئے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے محبوب منزل۔۔۔ پاکستان۔۔۔ حاصل کر لی تو اس کا مطلب ہو گا سات کروڑ بھائیوں کے لئے آزادی اور مسلم اقلیتی صوبوں کے تحفظات کا نفاذ اور یہ جملہ اقلیتوں کو منصفانہ اور عادلانہ سلوک کی ضمانت عطا کرے گا۔

۱۱۴۔ آپ کا اصل مقصد حصول علم ہے

پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی سالانہ کانفرنس میں تقریر

۱۸ مارچ ۱۹۴۴ء

مسٹر ایم۔ اے جناح نے دعویٰ کیا کہ ہند کے ۹۹ فی صد مسلمان مسلم لیگ کے حامی ہیں'

قطع نظر اس سے کہ وہ مسلم لیگ کے ممبر ہیں یا نہیں ہیں۔ وہ اسلامیہ کالج لاہور کے میدان میں خاص طور پر بنائے ہوئے پنڈال میں پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی سالانہ کانفرنس کا افتتاح فرما رہے تھے۔

مسٹر جناح نے اسی منٹ کی خطابت کے دوران' جس میں بار بار تحسین و آفرین کے نعرے بلند ہوئے' مسلم لیگ کی اس ترقی کا جائزہ لیا جو اس نے گذشتہ سات آٹھ برس کے دوران کی۔ اور کہا کہ اس باب میں شک کا شائبہ بھی نہیں کہ مسلم لیگ مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ سخت جدوجہد' استقلال اور سعی پیہم کا نتیجہ یہ ہے کہ مشکلات اور مخالفت کے باوصف لیگ نے بلاشبہ مسلم ہند کو ایک پلیٹ فارم عطا کر دیا جس سے اس سے قبل تاریخ ہند ہرگز آشنا نہ تھی۔ اس نے ایک پرچم عطا کیا جس کے تلے ۹۹ فی صد مسلمان مسلم لیگ کی حمایت کرتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ وہ لیگ کے ممبر ہیں یا نہیں ہیں' لیگ نے ان کے لئے ایک قطعی منزل کی نشاندہی کر دی ہے اور انہیں واضح اور صاف شفاف نصب العین' پاکستان' دے دیا ہے جو اب مسلمانوں کے عقیدے کا جزو بن گیا ہے۔ جس کے حصول کے لئے لاکھوں مسلمان سر دھڑ کی بازی لگانے کے لئے تیار ہیں۔ اب یہ محض ایک نعرہ نہیں ہے۔ یہ ایک ایسی شے ہے جسے مسلمانوں نے سمجھ لیا ہے' اور اسی میں ان کی دفاع' نجات اور تقدیر مضمر ہے جس کی صدائے بازگشت ساری دنیا میں سنائی دے گی کہ ایک مسلم مملکت ہے جو اسلام کی عظمت رفتہ کو واپس لائے گی۔ انہوں نے کہا "ہم اپنے وطن پر حکومت کرنا چاہتے ہیں اور حکومت کر کے رہیں گے۔"

رتبہ بلند کر دیا

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ مسلم لیگ کا نام نہ صرف اس ملک میں بلکہ چار دانگ عالم میں گونج رہا ہے۔ ۱۹۳۶ء سے پہلے آزاد ممالک میں ان کے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں ان کے لئے حد سے زیادہ نفرت و حقارت کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مسلمان اپنے ہی ملک کی آزادی کی راہ میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں۔ انہیں صرف اتنا پتہ تھا کہ مسٹر گاندھی اور کانگرس سارے ہند کی نیابت کرتے ہیں۔ لیکن اب کہ انہوں نے لیگ کی وجہ سے مسلم ہند کو سمجھ لیا ہے وہ نہ صرف احترام کرتے ہیں اور سراہتے ہیں بلکہ ان پر فخر کرتے ہیں۔ امریکہ' انگلستان اور دیگر بیرونی ممالک میں مشکل سے ہی کوئی دن ایسا گزرتا ہو گا جب لیگ کا تذکرہ نہ ہوتا ہو' گذشتہ سات برسوں کے دوران لیگ نے مسلمانوں کا رتبہ بلند کر دیا ہے۔ لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ اور ابھی پاکستان کی منزل دور بہت دور ہے۔

مستقبل کے لئے منصوبے

پھر مسٹر جناح نے مجلس عمل اور کل ہند پارلیمانی بورڈ کی تقرری کا تذکرہ کیا اور تیسری کمیٹی جس کی تقرری جلد عمل میں آنے والی ہے اور وہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ وہ ہے منصوبہ بندی کمیٹی۔ انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ اقتصادی زندگی میں مسلم ہند کی حالت نہایت خستہ اور خراب ہے' انہوں نے سامعین سے کہا' جاگو اور نقصان کو پورا کرو۔ انہوں نے کہا کہ منصوبہ بندی کمیٹی ایک عملی ادارے کی حیثیت سے اس امر پر غور کرے گی اور اس بات کا جائزہ لے گی کہ موجودہ حالات کے تحت فوری طور پر کیا کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اور مستقبل میں ان کے لئے کون سے امکانات موجود ہیں تاکہ وہ ان کے لئے تیار ہو جائیں مبادا کہ وہ پیچھے رہ جائیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ کمیٹی اربوں اور کھربوں روپے کے منصوبے تیار نہیں کرے گی جن پر عملدرآمد کا انحصار مسٹر گاندھی کی رہائی اور قومی حکومت کے قیام پر ہو۔ انہوں نے کہا کہ اس کمیٹی کے لئے انہیں سرمایہ کاروں' فنی ماہرین' عملی انسان اور تجارتی سائنس دانوں کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں میں ایسے افراد کا فقدان ہے اور یہی وجہ ہے کہ اب تک ان کے لئے اس کمیٹی کے اراکین کے ناموں کا اعلان کرنا ممکن نہ ہو سکا۔

مسٹر جناح نے اس بات پر زور دیا کہ مسلمانوں کے لئے روزگار کے نئے ذرائع تخلیق کئے جائیں اور کہا کہ وہ وقت آن پہنچا ہے کہ وہ اپنی تعلیمی حکمت عملی کو تبدیل کر دیں کیونکہ انہیں زیادہ تجارتی اور فنی مدارس کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے مسلم نوجوانوں کا درخشندہ مستقبل نظر آ رہا ہے اور مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوتی ہے کہ ان میں غور و فکر کا مادہ اور احساس ذمہ داری پیدا ہو رہا ہے۔

اس سے قبل مسٹر جناح نے طلباء کو مشورہ دیا کہ ان کا اصل مقصد حصول علم ہے اور خود کو اس ضروری تعلیم سے لیس کرنا ہے جو انہیں مصاف زندگی میں داخل ہونے کے وقت پیش آنے والے مسائل سے نبرد آزما ہونے میں مدد دے سکے۔ انہوں نے انہیں خبردار کیا کہ وہ نعروں اور دلفریب لفظوں سے بچیں جو ان کے خیال میں انہیں فائدے کی نسبت نقصان زیادہ پہنچا سکتے ہیں۔ (دی ڈان' ۲۰ مارچ ۱۹۴۴ء)

۱۱۵۔ اسلام مختلف ذاتوں میں امتیاز تسلیم نہیں کرتا

پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی سالانہ کانفرنس کے اختتامی اجلاس میں تقریر

لاہور ۱۹ مارچ ۱۹۴۴ء

"آج ہم اپنی وزارتوں کی تجربہ گاہ میں تجربہ کر رہے ہیں اور یہ دیکھنا ہمارا کام ہے کہ ہمیں

تجربہ گاہ سے کیا کچھ مل سکتا ہے۔ اگر اس تجربہ گاہ سے کام نہیں چلتا تو ہمیں ایک بہتر تجربہ گاہ تلاش کرنا ہو گی۔"

یہ ہے وہ انتباہ جو مسٹر جناح نے پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی سالانہ کانفرنس کے اختتامی اجلاس میں اپنی تقریر کے دوران وزارت پنجاب کی کارکردگی کے حوالے سے کیا۔ کانفرنس کا اختتامی اجلاس ایک بجے علی الصباح ختم ہوا۔

مسٹر جناح نے کہا کہ اگر مجلس قانون ساز میں یہ جماعت دیانتداری' خلوص' وفاداری اور پوری دلجمعی کے ساتھ کام کرے تو یہ جماعت اور اس کے وزراء اس صوبے کے عوام کی بالعموم اور مسلمانوں کی بالخصوص' جنہیں صوبے میں منصفانہ سلوک میسر نہیں' زبردست خدمت سرانجام دے سکتی ہے' اگر یہ اراکین ان حلقوں میں' جن سے یہ منتخب ہو کر آئے ہیں' اپنی آستینیں چڑھا لیں تو پنجاب میں انقلاب برپا ہو جائے گا۔ مسٹر جناح نے اس بات پر زور دیا کہ "ہمیں انہیں یہ سمجھانا ہو گا کہ انہیں یہ کام کرنا چاہیے اور انہیں یہ کام کرنا ہو گا۔"

خطرناک تحریک

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ اگر مجلس قانون ساز میں یہ جماعت' صوبائی سطح اور ان کی نگران آل انڈیا مسلم لیگ ہر ایک ہم آہنگی کے ساتھ شانہ سے شانہ ملا کر چلے تو دنیا کی کوئی طاقت ان پر ان کی مرضی کے خلاف کوئی دستور مسلط نہیں کر سکتی۔

پھر مسٹر جناح نے اس تحریک پر تنقید کی اور اسے خطرناک تحریک قرار دیا جو پنجاب میں جاٹوں نے شروع کر رکھی ہے کہ ہندو جاٹ اور مسلم جاٹ ایک ہی ہیں اور ان لوگوں کو انتباہ کیا جو ان طریقوں پر عمل پیرا ہیں۔ مسٹر جناح نے نعروں کی گونج میں اعلان کیا کہ اسلام مختلف ذاتوں میں کسی قسم کی تمیز اور امتیاز کو تسلیم نہیں کرتا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات پات کی تمیز کو مٹا کر عرب میں عربوں میں قومی اتحاد برپا کر دیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بنیاد کو اس مضبوطی سے قائم کیا کہ وہ انہیں عرب کی سرحدوں سے اتنی دور لے گئی کہ وہ ہسپانیہ اور فرانس کے دروازے پر دستک دے رہے تھے وہ ذات پات کی لعنت کو ختم کر دینا چاہتے ہیں جس نے مسلم ہند کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں اس بات کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مسلم لیگ کسی کو ان طریقوں سے مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پھیلانے کی اجازت نہیں دے گی۔ ہماری جز بنیاد اسلام ہے حتیٰ کہ شیعہ سنی کا بھی کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ ہم ایک ہیں اور ایک قوم کی حیثیت سے ہی ہمیں قدم سے قدم ملا کر چلنا ہو گا' صرف اسی صورت میں ہم پاکستان کو برقرار رکھ سکیں گے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ ذات پات کا طریقہ ہی ہند کی غلامی کا

اصل ذمہ دار ہے اور ان لوگوں کو خبردار کیا جوان ہتھکنڈوں کو استعمال کر رہے ہیں۔

کمیونسٹوں کو انتباہ

مسٹر جناح نے کمیونسٹ پارٹی کو بھی خبردار کیا کہ وہ مسلمانوں سے دور رہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں مسلم لیگ کے پرچم کے علاوہ کسی اور پرچم کی ضرورت نہیں اور اسلام ہمارا رہنما ہے جو ایک مکمل ضابطہ حیات ہے' ہمیں کسی اور 'ازم' کی احتیاج نہیں۔

بعد ازاں مسٹر جناح نے کانگرس کی قرار داد اگست کا جائزہ لیا اور کہا کہ اس نے مسلم لیگ اور مسلم ہند کو مکمل طور پر نظر انداز کیا ہے۔ اس نے برطانوی حکومت کو الٹی میٹم دے دیا کہ وہ متحدہ ہند کو وفاقی اور مرکزی حکومت اور مجلس دستور ساز دیدے اور یہ مجلس جو دستور وضع کرے اسے برطانوی حکومت کو قبول کرنا ہو گا' اگر یہ مطالبہ تسلیم کر لیا جاتا ہے تو اس کا صرف یہ مطلب ہو گا کہ نہ صرف پاکستان ختم ہو جائے گا بلکہ دس کروڑ مسلمان ہندو سامراجیوں کے زیر نگیں آ جائیں گے۔ مسٹر جناح نے دریافت کیا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں؟ سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا انگریز سفید بنیا ہے اور ہندو اصلی بنیا۔ اگر وہ کوئی سمجھوتہ کر لیتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ ہم رہ جائیں۔ یہ وہ صورت حال ہے جس کے خلاف ہمیں چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔

جغرافیہ تبدیل ہو سکتا ہے

ایک سامع کی درخواست کے جواب میں مسٹر جناح نے لارڈ ویول کی حالیہ تقریر پر نکتہ چینی کی اور کہا کہ نہر سویز' نہر پانامہ' ہسپانیہ' پرتگال' سویڈن' ناروے آئرلینڈ میں السٹر اور مصر میں سوڈان کے معاملے میں جغرافیہ تبدیل ہوا تھا۔ مسٹر جناح نے سوال کیا کہ قانون جغرافیہ کے مطابق آپ اس ملک میں اپنی موجودگی کا کیا جواز پیش کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ محض ایک سکون آور واعظ تھا۔

مسٹر جناح نے کہا کہ جیسا کہ مسلمانوں نے معاملات کو زیادہ سے زیادہ سمجھنا شروع کر دیا ہے اور وہ ہند معاملات کو زیادہ سے زیادہ سمجھتے ہیں ایسے اعلانات' خواہ وہ لارڈ ویول اور لارڈ لنلتھگو کی جانب سے ہوں یا مسٹر ایمرے کی طرف سے' جاری ہونا بند ہو جائیں گے۔ جتنا زیادہ ہم سمجھنے لگیں گے اتنا جلد ہی سمجھوتہ ہو جائے گا۔ اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہند کے مسئلے کا واحد اور بہترین حل یہ ہے کہ برطانوی حکومت کو پاکستان اور ہندوستان دونوں کو آزادی دینا ہو گی۔ لہذا انہوں نے مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ آگے بڑھیں' اور آگے بڑھیں ارادے اور عزم بالجزم کے ساتھ۔۔۔!

(نیو دہلی' ۲۱ مارچ ۱۹۴۴ء)

ایک اور بیان

"اشتراکیو! دور ہٹو!! دور ہٹو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے اب مسلمان ویسا نہیں ہے جیسا کہ پانچ یا سات یا دس برس پیشتر تھا جب تم لوگ اسے بے وقوف بنا سکتے تھے' بلکہ بے وقوف بنانے میں کامیاب بھی ہو گئے تھے۔ اب اگر تم نے وہ کھیل کھیلنے کی کوشش کی تو یہ تم پر اسی طرح واپس آئے گا جس طرح گنبد کی صدا واپس آتی ہے۔" یہ ہیں وہ الفاظ جن میں قائداعظم نے ان خوشامدوں اور چاپلوسیوں کا جواب دیا جن میں ہندو اشتراکی مسلم لیگ کو "ہموار" کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ قائداعظم پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے اختتامی اجلاس سے خطاب کر رہے تھے۔

وہ پچپن منٹ کے قریب بولے اور ایک بجے [علی الصباح] اپنی تقریر مکمل کی۔

انہوں نے کہا کہ اشتراکی سمجھتے ہیں کہ ہم بے وقوف ہیں۔ ان کا اس طرح سوچنا کسی حد تک جائز ہے لیکن اب ان کی سوچ غلط ہو چکی ہے کیونکہ گزشتہ ۵ یا ۷ یا دس برس والا مسلمان اب بدل چکا ہے اور اب اشتراکی ہمیں بے وقوف بنانے میں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ دور ہٹو! دور ہٹو!! میں کہتا ہوں اشتراکیو دور ہٹو!!! اگر تم پرانا کھیل کھیلنے کی کوشش کرو گے تو یہ تم پر لوٹے گا بالکل اسی طرح جس طرح گنبد کی صدا لوٹتی ہے۔ ہمیں ہلالی پرچم کے علاوہ اور کوئی پرچم درکار نہیں۔ اسلام ہمارا رہنما ہے جو ہماری زندگی کا ایک مکمل ضابطہ حیات ہے ہمیں اور کوئی سرخ یا زرد پرچم نہیں چاہیے ہمیں کوئی اور فکر [ازم] مطلوب و مقصود نہیں نہ اشتمالیت' نہ اشتراکیت۔" مسلم طلبا نے اس اعلان کا پرزور تالیوں سے استقبال کیا۔

مجلس قانون ساز پنجاب میں لیگ پارٹی

وزارت کے بارے میں ان شکایات کا ذکر کرتے ہوئے جو انہوں نے سنیں یا انہیں موصول ہوئیں مسٹر جناح نے ان دنوں کو یاد دلایا جب ان کی کوششوں کے باوصف اور ۱۹۳۶ء میں وہ چار بار لاہور آئے انہیں صرف اتنی کامیابی حاصل ہو پائی کہ صوبائی مجلس قانون ساز میں لیگ کے ٹکٹ پر دو رکن منتخب ہو سکے تھے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ آج مجلس قانون ساز کے نوے سے پچانوے فی صد تک ارکان مسلم لیگ کے عہد ناموں پر دستخط کر چکے ہیں۔ مجلس میں مسلم لیگ پارٹی تشکیل پا چکی ہے جو آل انڈیا مسلم لیگ کے کنٹرول میں ہے اور اس کے نظم و ضبط کے تابع ہے۔

مسٹر جناح نے کہا کہ وزارتیں ان کی تجربہ گاہیں ہیں جہاں وہ تجربے کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر پنجاب میں ان کی تجربہ گاہ نے ٹھیک کام نہ کیا تو ہمیں ایک اور تجربہ گاہ کی جستجو کرنا

ہو گی- وزراء' پارلیمانی پارٹیاں اجزاء ہیں- اگر ان اجزاء نے یک جہتی کے ساتھ کام کیا تو صفحہ ہستی پر ایسی کوئی قوت موجود نہیں جو ان پر کوئی ایسا دستور مسلط کر سکے جو انہیں مطلوب نہیں- انہوں نے کہا مسلم لیگ یقیناً مسلمانوں کی خادم ہے اور اگر ضرورت پڑی تو وہ اپنی زندگیاں بھی قربان کرنے کے لئے تیار ہوں گے اگر ان پر ایسا دستور مسلط کرنے کی کوشش کی گئی جو انہیں قبول نہ ہو-

انہوں نے کہا مجلس قانون ساز پنجاب میں مسلم لیگ پارٹی نہ صرف پنجاب کی بلکہ سارے ہند کی خدمت کر سکتی ہے کیونکہ یہ ان کے اختیار میں ہے کہ وہ ایسے قوانین مرتب کریں جن کے ذریعہ وہ ان مسلمانوں کی خدمت کر سکیں جن کے ساتھ پنجاب میں بھی منصفانہ سلوک نہیں ہو رہا ہے- مسٹر جناح نے کہا کہ ان کے ضمیر کو ان سے مطالبہ کرنا ہو گا کہ وہ 'مردان قول' کے مطابق اپنا فریضہ سر انجام دیں گے اور اپنے وعدے اور اس عہد کا پاس کریں گے جو انہوں نے کر رکھے ہیں- وہ لیگ کی خدمت کر سکتے ہیں اور اگر انہوں نے اپنی آستین چڑھا لیں تو پنجاب مسلم لیگ میں انقلاب برپا ہو جائے گا-

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ کیا وہ یہ سب کچھ کر سکیں گے؟ مسٹر جناح نے کہا انہیں کرنا چاہیے- انہیں سمجھائیں کہ انہیں یہ کرنا چاہیے- انہیں ضرور بالضرور یہ سب کچھ کرنا ہو گا-

منحوس تحریک

مسٹر جناح نے پنجاب میں جاٹوں اور راجپوتوں کی الگ الگ تنظیموں میں منظم کرنے کی تحریک کو ایک منحوس تحریک قرار دیتے ہوئے کہا کہ ہم کسی نوعیت کے امتیاز یا ذات پات اور قبیلے کو تسلیم نہیں کرتے- مسلم لیگ اسے برداشت نہیں کرے گی اور نہ ہی کسی کو اس امر کی اجازت دے گی کہ وہ ذات اور قبیلوں کی بنیاد پر خود کو منظم کر کے مسلمانوں میں انتشار پیدا کر سکے- ہم ایک جاٹ یا ایک پٹھان یا شیعہ اور سنی کو بھی تسلیم نہیں کرتے- ہم ذاتوں کی اس تقسیم کی حوصلہ افزائی یا اسے برداشت نہیں کریں گے- اگر اس کی اجازت دی گئی تو ہم پاکستان کو برقرار نہیں رکھ سکیں گے- یہ ذات پات ہی ہند کی غلامی کی ذمہ دار ہیں-

مسٹر جناح نے کہا کہ "یہ ایک غیر معمولی بات ہے کہ اس تحریک کا آغاز پنجاب میں ایک جاٹ کرے- وہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہندو جاٹ اور مسلمان جاٹ ایک ہیں- میں ان لوگوں کو متنبہ کرتا ہوں جو یہ نامسعود طریقے اختیار کر رہے ہیں- انہیں یہ جان لینا چاہیے کہ اس سے کام نہیں نکلے گا-"

پاکستان کے آئین کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے اپنے پیروؤں کو تلقین کی کہ وہ گمراہ نہ ہوں اور کہا کہ پہلے علاقہ حاصل کریں اور پھر اس علاقے کے لئے آئین وضع کریں۔ افغانستان کی مثال دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جیسا کہ نادر خان امان اللہ کے بعد آیا۔ اس نے بچہ سقہ کا عہد ختم کیا' زمین پر قبضہ کیا' تب اس نے ملت سے کہا کہ وہ مجلس دستور ساز کے لئے نمائندے منتخب کریں جس نے افغانستان کے لئے آئین وضع کرنے کی غرض سے اپنے اجلاس منعقد کئے۔ پاکستان میں طرز حکومت کیا ہو گی اور اس کے آئین کی نوعیت کیا ہو گی؟ اس امر کا فیصلہ مجلس دستور ساز ہی کر سکے گی جو عوام کی مقرر کردہ ہو گی ——— اور انہوں نے اسے 'مجلس دستور ساز' کا نام دیا۔ یہ ادارہ خود مختار ہو گا اور آئین سازی اس کا کام ہو گا۔

کانگرس کی قرارداد اگست

کانگرس کی قرارداد اگست کے بارے میں اس کی مختصر سی تشریح کرنے کے بعد قائداعظم نے کہا کہ قرارداد نے مسلمانوں اور لیگ کو مکمل طور پر نظر انداز کیا۔ موخر الذکر سے کانگرس نے پہلوتہی کی۔ اگر کانگرس کو برطانوی حکومت کی جانشینی مل جائے یا برطانوی حکومت کانگرس کا مطالبہ تسلیم کر لیتی تو نہ صرف یہ کہ پاکستان مر جاتا بلکہ ہند کے سو ملین مسلمان بھی ختم ہو جاتے اور وہ ہندو سامراجیوں کے زیر نگیں چلے جاتے اور اکھنڈ ہندوستان قائم ہو جاتا۔ لہٰذا مسلمان نہ خاموش رہ سکتے تھے نہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ سکتے تھے۔ خطرہ موجود تھا۔ انگریز اقتدار چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھا اور ہندو نہیں چاہتے تھے کہ وہ چلے جائیں کیوں کہ وہ سمجھتے تھے کہ ابھی مسلمان کافی حد تک کچلا نہیں جا سکتا۔

مسٹر جناح نے کہا کہ "ہم نے سوچا کہ انگریز سفید فام بنیا ہے اور وہ ہندو بنئے کے ساتھ مفاہمت کر سکتا ہے اور اگر ان دونوں میں کوئی راضی نامہ ہو جائے تو لامحالہ یہ ہم سے بے وفائی ہو گی۔ ہم چاہتے تھے کہ اس [امکان] کے خلاف نگہداشت کی جائے۔

لارڈ ویول کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے مسٹر جناح نے اس امر کی جانب اشارہ کیا کہ جغرافیائی تبدیلیاں تو ہوتی رہتی ہیں۔ سویز اور پانامہ کی نہروں کے بارے میں کیا رائے ہے؟ ہسپانیہ اور پرتگال ' سویڈن اور ناروے' السٹر اور آئر' سوڈان اور مصر کے متعلق کیا خیال ہے اور دریافت کیا کہ جغرافیے کے کس ضابطے کے تحت آپ اس ملک میں براجمان ہیں۔"

مسٹر جناح نے اس امر پر اطمینان اور مسرت کا اظہار کیا کہ ہندو رہنماؤں اور اخبارات نے اس کھیل کو سمجھ لیا ہے جو لارڈ ویول کھیلنے کی کوشش کر رہے تھے۔

انہوں نے کہا مجھے علم ہے کہ اس طرح کی تقریریں اندازہ لگانے کے لئے ہوتی ہیں اور ان

کا مطلب بہت کچھ ہوتا ہے۔ لیکن برطانوی حکومت غلطی کا ارتکاب کر رہی تھی اور جیسے جیسے مسلمان اور ہندو نے لارڈ ویول یا ایمرے کے اس کھیل کو زیادہ سے زیادہ سمجھنا شروع کر دیا یہ کھیل ختم ہو جائے گا۔ اور اگر ہندو اور مسلمان اسے اور زیادہ سمجھنے لگے تو ان کا تصفیہ بھی جلد ہو جائے گا۔ مسئلہ کا حل یہ ہے کہ اگر برطانوی حکومت آزادی دینا چاہتی ہے تو وہ پاکستان اور ہندوستان کو دے دے۔

(ہمارے نامہ نگار خصوصی سے' دی ایسٹرن ٹائمز' ۲۱ مارچ ۱۹۴۴ء)

۱۱۶۔ مجلس قانون ساز پنجاب کے مسلم اراکین سے خطاب

۲۰ مارچ ۱۹۴۴ء

"نہ وہ اور نہ مسلم لیگ کسی ایسے معاہدے میں فریق ہیں جو جناح۔۔۔ سکندر معاہدے کے نام سے موسوم ہے' اور یہ کہ یونینسٹ پارٹی مرچکی ہے" یہ ہے وہ اعلان جو انہوں نے تین گھنٹے پر محیط مسلم اراکین مجلس قانون ساز پنجاب کے ساتھ اپنی ایک کانفرنس میں کیا۔ ان میں نصف درجن وہ اراکین بھی شامل تھے جو حزب اختلاف کی نشستوں پر بیٹھتے ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ 'جناح سکندر معاہدہ' بھی غلط نام ہے۔ انہوں نے کہا کہ سرسکندر نے بذات خود یہ دستاویز تیار کی اور وہ اس کی بھرپور تشہیر کرنا چاہتے تھے تاکہ ساری دنیا کو یہ معلوم ہو جائے کہ پنجاب اپنی پوری قوت کے ساتھ مسلم لیگ کے پیچھے ہے۔ وہ [مسٹر جناح] کس طرح کسی ایسے پروپاگنڈے پر اعتراض کر سکتے تھے جو سرسکندر ان کے حق میں کرنا چاہتے تھے۔

مسٹر جناح نے یاد دلایا کہ ۱۹۳۷ء میں لیگ کے اجلاس لکھنؤ میں شرکت کے بعد جب وہ پنجاب واپس آئے' سرسکندر نے مسٹر جناح کو ۷۰ سے زیادہ فارم ارسال کئے ہیں جنہیں مجلس قانون ساز پنجاب نے باقاعدہ پُر کیا تھا اور جن میں انہوں نے مسلم لیگ کی رکنیت قبول کرنے سے اتفاق کا اظہار کیا تھا۔ مسٹر جناح کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ جس دن ان اراکین نے لیگ کے عہد نامے پر دستخط ثبت کئے اسی دن ان کی یونینسٹ پارٹی کی رکنیت ختم ہو گئی۔ انہوں نے اعلان کیا کہ ۱۹۳۷ء سے یونینسٹ پارٹی بالکل کام نہیں کر رہی ہے۔ اس کا مسلک اور حکمت عملی ختم ہو گئی اور سرچھوٹو رام نے بھی جو یونینسٹ پارٹی کے اساسی رکن تھے' ۱۳ حامیوں کے ساتھ اپنا علیحدہ گروپ تشکیل دے لیا ہے۔ لہٰذا یونینسٹ پارٹی ختم ہو گئی اور مسلم لیگ دوسرے گروپوں کے ساتھ الحاق کے دور میں داخل ہو گئی ہے۔ خضر حیات خان ٹوانہ وزیراعظم پنجاب کے بارے میں یہ اطلاع موجود ہے کہ انہوں نے ایک جلسے میں یہ اشارہ دیا تھا کہ سرسکندر حیات نے کچھ مواعید

کئے تھے اور ایک دیانتدار آدمی کی حیثیت سے وہ (وزیراعظم) ان مواعید کے پابند ہیں۔

ایک سوال کے جواب میں مسٹر جناح نے اس بات پر زور دیا کہ سرسکندر حیات نے سر چھوٹورام کے گروپ یا اوروں کے ساتھ اتحاد کر کے ایسے مواعید نہیں کئے جن کے ان کا جانشین یا مسلم لیگ پابند ہوں۔ سرسکندر نے مستقل یا دائمی نوعیت کا کوئی عہد بھی نہیں کیا۔ لیگ پارٹی کو اس بات کی آزادی ہے کہ وہ جب تک اتحاد کو مناسب خیال کرے جاری رکھے۔

مسٹر جناح نے اس بات پر مزید زور دیا کہ اگر کوئی ایسا شخص ہے جو وقار کی خاطر اڑ جاتا ہے تو اسے ہمیشہ ان کی طرف سے تحسین و آفریں اور احترام حاصل ہو گا۔ انہوں نے دل کی گہرائیوں سے دیانت کی ستائش کی۔

لیکن ایک طرف سے دیانتداری ہو جبکہ دوسری جانب سے جڑیں کاٹی جا رہی ہوں، اسے تو برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں ریافت کیا کہ کیا فریق ثانی کے لئے مسلم لیگ کا استحصال جائز بات ہے۔ چونکہ نام یونینسٹ پارٹی رکھ لیا گیا تھا اور کیا ہم ایسے گروپ کے ساتھ اتحاد کے پابند ہیں جو ہمارے ساتھ معاملہ کرنے میں انصاف سے کام نہیں لیتا۔

مسٹر جناح نے مسلم اراکین سے یہ اصرار کہا کہ انہیں اپنے گھر کی درستی کرنی چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ بالکل واضح ہے کہ بیماری یہاں ہے اور اسے جڑ سے بنیاد سے اکھاڑ پھینکنا ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی "یونینسٹ" کے نام سے ایسا کون سا تقدس وابستہ ہے کہ اسے حذف نہیں کیا جا سکتا، اگر ہمارے مخالفین اور دشمن اس سے ناروا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مسٹر جناح نے اپیل کی کہ وہ اس غلط ٹریڈ مارک کو ترک کر دیں کیونکہ اصلاً مسلم لیگ پارٹی کو ہی یونینسٹ پارٹی کے نام سے موسوم کر دیا گیا تھا۔ چونکہ اس اتحاد نے یونینسٹ پارٹی کا نام قبول کر لیا تھا۔ سردار بلدیو سنگھ کا گروپ اصل یونینسٹ پارٹی میں شامل نہیں تھا لیکن بایں ہمہ وہ اس اتحاد میں شامل ہے۔

۱۱۷۔ قائداعظم اور علامہ مشرقی کے درمیان مراسلت

لاہور، ۲۰ مارچ ۱۹۴۴ء

علامہ مشرقی کا مکتوب بنام مسٹر ایم۔ اے۔ جناح مرقومہ ۱۸ مارچ ۱۹۴۴ء

"مجھے اسی لمحے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ لاہور میں ہیں اور کسی تقریب میں شرکت کر رہے ہیں۔ "گذشتہ چند ماہ کے دوران جو واقعات رونما ہوئے ہیں انہوں نے آپ کو خاکساروں اور مسلم لیگ کے مابین قطع تعلق پر مجبور کر دیا ہے۔ تاہم ابھی تک مجھے یہ علم نہیں کہ کیا میں ان واقعات کے لئے مورد الزام ٹھہرایا جا رہا ہوں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اس نازک لمحے میں، حصول پاکستان

اور ہند کے لئے آزادی حاصل کرنے کی غرض سے' مسلمانوں اور ہندوؤں میں مفاہمت ہو جانی چاہیے- لیکن آپ' اپنے طیش میں' یہ بیش قیمت لمحات' مایوسی اور بے عملی کے باعث' ضائع کر رہے ہیں-

میں آمادہ بہ اصلاح ہوں اگر آپ مجھے قائل کر دیں- آپ نے کوئٹہ میں خاکساروں سے یہ کہا کہ اگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ غلطی پر ہیں تو مجھے آپ سے ملاقات کرنی چاہیے تھی یا آپ کو خط لکھنا چاہیے تھا- میں نے تواتر کے ساتھ آپ کو لکھا ہے اور اب دوبارہ لکھتا ہوں- اگر آپ اچھرہ تشریف لائیں تو مجھے آپ سے ملاقات کر کے بڑی مسرت ہو گی- لیکن اگر میری یہ حقیر دعوت آپ کے حسب حال نہیں تو میں خود کو بالکل چھوٹا محسوس نہیں کروں گا اگر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں- ازراہ عنایت حامل رقعہ ہذا کے ذریعہ مطلع فرمائیں چونکہ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے درمیان تصفیہ ہو جانا چاہیے-"

(خاکسار رہنما کو جواب دیتے ہوئے مسٹر جناح نے اتوار کی صبح کو لکھا:)

"مجھے آپ کا مکتوب محررہ ۱۸ مارچ گذشتہ شب دیر سے موصول ہوا اور مجھے یہ پڑھ کر درحقیقت بہت دکھ ہوا کہ آپ نے یہ مناسب سمجھا کہ مجھ پر خاکساروں اور مسلم لیگ کے درمیان قطع تعلق کا الزام عائد کریں- اور آپ نے مزید اطلاع دی اور الزام لگایا کہ میں نے' آپ ہی کے الفاظ میں' اپنے 'طیش میں' ہندو- مسلم مفاہمت کی مخالفت کی- آپ میرے خلاف جو الزامات عائد کرتے ہیں ان میں فی الحقیقت کوئی صداقت نہیں اور آپ کو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ان کا کوئی جواز نہیں- میں نے بار بار اپنے بیانات اور تقاریر کے ذریعے اپنے موقف کی وضاحت کی ہے جو اخبارات میں شائع ہوئے ہیں-

تاہم جیسا کہ آپ کہتے ہیں کہ آپ آمادہ بہ اصلاح ہیں تو کیا میں آپ کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرا سکتا ہوں کہ اب آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک مجلس عمل تشکیل دے دی ہے جسے مسلم لیگ کو منظم کرنے کا کلی اختیار حاصل ہے اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اسکے چیئرمین نواب محمد اسمٰعیل خان' جن کا پتہ ہے مصطفیٰ کاسل' میرٹھ' یو- پی یا مجلس کے داعی نواب زادہ لیاقت علی خاں' جن کا پتہ ۸- بی- ہارڈنگ ایونیو' نئی دہلی ہے' سے رابطہ قائم کریں- یہ دونوں ان الزامات اور اتہامات سے مبّرا ہوں گے جو آپ نے زیر جواب مکتوب اور اپنی گذشتہ تحریروں اور بیانات دونوں میں جو اس سے قبل آپ نے اخبارات میں شائع کرائے' میرے خلاف عائد کئے اور مجھے امید ہے کہ اس ماحول میں وہ آپ کو یہ باور کرا سکیں گے کہ لیگ کی حکمت عملی' اس کے اصول اور پروگرام مسلم ہند کے بہترین مفاد میں ہیں- مجھے اطلاع ملی ہے کہ مجلس

عمل کا ایک اجلاس ۲۵ مارچ کو دہلی میں منعقد ہونے والا ہے۔

میں اس مکتوب کو اشاعت کی غرض سے اخبارات کو جاری کر رہا ہوں جیسا کہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ آپ نے اپنا خط میرے جواب کا انتظار کئے بنا اخبارات میں پہلے ہی شائع کرا دیا ہے۔"

(علامہ مشرقی نے مسٹرجناح کے مکتوب کے جواب میں جو خط لکھا اسکامتن حسب ذیل ہے:

"میرے ہفتہ کی شب کے مکتوب کا آپ کے جواب سے' جو کافی ترغیب و تحریک کے بعد ۱۶ گھنٹے کے بعد موصول ہوا یہ تو طے ہو گیا کہ مسلمانوں اور ہندوؤں بلکہ خود مسلمانوں کے درمیان مفاہمت کی غرض سے میرے آپ سے ملاقات نہ کرنے میں مجھ پر کوئی الزام نہیں آتا۔ لہٰذا میرا یہ دعویٰ کرنا کہ آپ نے خاکساروں اور مسلم لیگ کے مابین قطع تعلق کی کوشش کی درست ٹھہرا۔ براہ کرم اپنے اس موقف پر دوبارہ غور کر لیں جس میں آپ نے اس انکار سے خود کو ملوث کر لیا ہے۔ میں آپ کو یہ یقین دلا سکتا ہوں کہ جو کچھ ہوا اس کے باوصف خاکسار مسلم لیگ کے خلاف نہیں ہیں۔

آپ کی طرف سے 'مجلس عمل' کا تذکرہ جسے مسلم لیگ کو منظم کرنے کا کلی اختیار دے دیا گیا ہے بے حد دلچسپ ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اب تک مسلم لیگ غیر منظم جماعت تھی۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ بے نظمی کیلیتا" آپ کی بے عملی اور مایوسی کے باعث ہے اگر میں اتنا اضافہ بھی کر سکوں کہ یہ جو متوقع جذبات آپ ان تمام عوامی تماشوں میں برانگیخنہ کرتے ہیں اور وہ پرشکوہ الفاظ جو آپ انہیں عطا کرتے ہیں میں آپ کو نہایت ادب سے یقین دلاتا ہوں کہ مسلم عوام اس سب کچھ سے تنگ آ چکے ہیں۔

میں نے آپ سے کہا ہے کہ آپ مجھ سے ملاقات نہ کرنے کے فیصلہ پر غور کریں۔ میں یہاں یہ اعتراف کرتا ہوں کہ میں آپ کے معاونین نائبین میں سے ایک ہوں گا اگر آپ حقیقی عمل کا مظاہرہ کریں گے۔ جہاں تک آپ کی 'مجلس عمل' کا تعلق ہے میں اپنی بہترین توجہ اس پر مرکوز کر دوں گا اگر اس نے کسی بھی 'عمل' کا مظاہرہ کیا۔

حرف آخر کے طور پر یہی کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ نے مسلمانان ہند کے قائداعظم کی حیثیت سے ہندو۔ مسلم مفاہمت کے معاملے میں یا مسلمانوں کے لئے پاکستان حاصل کرنے کی غرض سے کسی حقیقی عمل کا مظاہرہ نہ کیا تو میں یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا کہ مسلمانان ہند آپ کو تنہا چھوڑ دیں اور کہیں اور اپنی قسمت آزمائیں۔"

(اے۔ ایف۔ ایم/کراچی یونیورسٹی/قائداعظم/کلب ۱۳/ صفحہ ۸۷۔)

۱۱۸- یوم پاکستان کی تقریب پر پیغام

لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۴۴ء

"یہ چوتھا برس ہے جب ہم نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کے دن اپنی "قرارداد پاکستان" منظور کی تھی اور اس دن سے مسلم قوم برصغیر کے طول و عرض میں سال بسال اس سنہرے دن کی یاد مناتی ہے۔ مجھے اس بات میں مطلق شبہ نہیں کہ اس سال بھی ماضی کی طرح پورے جوش و خروش او دلجمعی کے ساتھ یہ دن منایا جائے گا۔ ہر سال جو گزرتا ہے مسلم لیگ مضبوط سے مضبوط تر ہو کر آگے بڑھ رہی ہے اور ہماری تنظیم زندگی کے ہر شعبے ــــ تعلیم، معاشیات، معاشرت اور سیاست میں بڑے بڑے مسائل اور معاملات سے نمٹ رہی ہے۔ پہلے کے مقابلے میں ہم منزل پاکستان اور اپنی آزادی کے حصول کے مرحلے سے قریب تر ہیں۔

"مجھے یقین ہے کہ میں آپ کے جذبات کی ترجمانی کر رہا ہوتا ہوں جب میں یہ کہتا ہوں کہ مسلم ہند اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے گا جب تک کہ وہ اپنا منتہائے مقصود حاصل نہیں کر لے گا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی مشہور قرارداد لاہور میں ہماری منزل مقصود کی واضح انداز میں نشاندہی کی جا چکی ہے۔ اور یہ ہند کے سیاسی مسئلے کا واحد حل ہے اور یہ ایک ایسی تجویز ہے جو عالمی امن لے آئے گی۔ یہ اس ملک کی دو بڑی قوموں کو زیادہ مسرتوں سے ہم کنار کر دے گی اور اس جہت میں ہندو اور مسلمان دونوں کے حصول آزادی کی راہ موجود ہے۔

ہمارے لئے پاکستان کا مطلب ہے ہمارا دفاع، ہماری نجات اور ہمارا مستقبل، یہ واحد راستہ ہے جو ہمیں اپنی آزادی، اپنے وقار اور اسلام کی عظمت کو برقرار رکھنے کی ضمانت دے گا۔ ہمیں اپنے عوام کو ایک نہایت منظم اور مضبوط قوم کی شکل میں ڈھالنا ہو گا۔ حتمی کامیابی کی رفتار کا انحصار ہماری محنت کے تناسب پر ہو گا۔ اور یہ آپ کی دسترس میں ہے۔

"گذشتہ برسوں کے دوران ہم نے قابل قدر ترقی کی ہے اور ہر برس یہ دو گنا اور چار گنا ہوئی ہے۔ دیگر اقوام کے مقابلے میں ہم عظیم خصائص اور اوصاف کے تعلق میں کسی سے پیچھے نہیں۔ ہم نے ایک بڑا مرحلہ سر کیا ہے اور قومی اتحاد کا زبردست شعور پیدا کیا ہے۔ آیئے ہم اس انداز سے آگے بڑھیں کہ آنے والے برس کے دوران ہم امید سے مالا مال ہوں، ہمارے دل یقین سے مملو ہوں، ہمارے کیمپ میں اتحاد ہو اور ہماری صفوں میں نظم و ضبط اور مجھے اپنی کامیابی کا یقین ہے اور ہم بلاشبہ اپنی منزل پاکستان حاصل کر لیں گے۔" (دی ڈان، ۲۳ مارچ ۱۹۴۴ء)

۱۱۹- مسلم ایوان تجارت لاہور کے سپاسنامہ کا جواب

لاہور ۲۴ مارچ ۱۹۴۴ء

"ہم اپنے برادر فرقوں کو نقصان پہنچانا نہیں چاہتے- اس زبردست برصغیر میں ہم سب کے لئے بہت گنجائش ہے- ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ وہ آگے نکل گئے ہیں اور ہم انہیں پکڑنا چاہتے ہیں- مجھے یقین کہ وہ [ہماری مساعی سے] کبیدہ خاطر نہیں ہوں گے بلکہ ہماری طرف دست اعانت بڑھائیں گے-"

یہ ہیں وہ اعلانات جو مسٹر ایم- اے- جناح نے آج شام پنجاب مسلم ایوان تجارت کے سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے کئے-

مسٹر جناح نے کہا کہ ماضی میں حکومت نے ان کی جانب جو اغماض برتا اور سوتیلی ماں جیسا سلوک روا رکھا اس کے لئے وہ خود ذمہ دار ہیں- غیر منظم لوگ اس سے بہتر سلوک کی کیسے توقع کر سکتے ہیں- تاہم انہیں یہ دیکھ کر مسرت ہوئی ہے کہ اب ان میں "تجارتی اور صنعتی شعور پیدا ہو رہا ہے اور انہوں نے مختلف صوبوں میں ایوانہائے تجارت قائم کر لئے ہیں جن کا کل ہند مسلم ایوان تجارت کے ساتھ الحاق ہو گیا ہے- انہیں اس بارے میں مطلق شبہ نہیں کہ اگر انہوں نے خود کو احسن طریقے سے منظم کر لیا تو حکومت ان سے لاتعلق نہ رہے گی اور اپنی سوتیلی ماں جیسی حکمت عملی بھی تبدیل کر لے گی-

مسٹر جناح نے اس امر پر زور دیا کہ اقتصادی ترقی اور اقتصادی قوت زندگی کے جملہ شعبوں میں سب سے زیادہ اہم ہے اور جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہ اس کمی کے تدارک کی ہر ممکن کوشش کریں- انہوں نے یہ کہتے ہوئے مسرت کا اظہار کیا کہ ب انہوں [مسٹر جناح] نے تجار کو منظم کرنے کی کوشش کی تو بمبئی کے بڑے بڑے غیر مسلم جروں نے ان کی بہت حوصلہ افزائی کی اور ان میں سے بعض نے تو ان کو اس معاملے میں مدد رنے کی پیش کش بھی کی-

مسٹر جناح نے اعلان کیا کہ مسلمان برادر فرقوں کو نقصان پہنچانا نہیں چاہتے جو ان پر سبقت لے جا چکے ہیں اور توقع ظاہر کی موخرالذکر کبیدہ خاطر نہیں ہوں گے بلکہ ان کی طرف دست نت دراز کر لیں گے-

(دی ڈان، ۲۵ مارچ ۱۹۴۴ء)

۱۲۰۔ این ڈبلیو ریلوے کے مسلم ملازمین کے سپاسنامہ کا جواب اور اسلامیہ کالج برائے خواتین کی طالبات سے خطاب

لاہور ۲۸ مارچ ۱۹۴۴ء

مسٹر ایم اے۔ جناح کا لاہور میں اتوار کا دن بہت مصروفیت کے عالم میں گزرا۔ انہوں نے این۔ ڈبلیو۔ ریلوے کے مسلمان ملازمین سے ایک تھیلی قبول کی اور ان کے سپاسنامے کا جواب دیا اور اسلامیہ کالج برائے خواتین لاہور کی طالبات سے خطاب کیا۔

این - ڈبلیو۔ ریلوے کے مسلمان ملازمین نے اپنے سپاسنامے میں تجویز پیش کی کہ این ڈبلیو ریلوے مسلم اکثریت کے صوبوں پنجاب' سندھ' شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان سے گزرتی ہے اس لئے اس کا نام بدل کر شمال مغربی پاکستان ریلوے رکھ دیا جائے۔

سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ریلوے کے مسلمان ملازمین کو تلقین کی کہ وہ متحد ہو جائیں اور ان کے ہاتھ مضبوط کریں۔ مسٹر جناح نے اس عرضداشت کا حوالہ دیا جو ریلوے کے مسلمان ملازمین کے مطالبات کی روشنی میں مسلم لیگ پارٹی نے ۱۹۴۱ء میں وائسرائے کو پیش کی انہوں نے کہا کہ وہ مسلسل اپنے نقطہ نظر پر زور دے رہے ہیں اور مستقبل میں بھی اس عمل کو جاری رکھیں گے۔ انہوں نے اشارہ کیا کہ جس قدر زیادہ وہ منظم ہوں گے اسی قدر بہتر طور پر ان کی آواز مجلس قانون ساز میں سنی جائے گی اور حکومت کی توجہ حاصل کر سکے گی۔

اسلامیہ کالج برائے خواتین کی طالبات سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے اس امر پر مسرت کا اظہار کیا کہ مسلمان لڑکیوں کو صحیح قسم کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بہت سی غیر خالص اور غیر اسلامی چیزیں مسلم معاشرے میں در آئی ہیں مسلم تعلیمی اداروں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو صحیح خطوط پر تعلیم دیں تاکہ ان میں اسلام کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی اہلیت پیدا ہو سکے۔ (دی ڈان' ۲۸ مارچ ۱۹۴۴ء)

۱۲۱۔ فارمن کرسچین کالج کے طلباء کے استقبالیے میں تقریر

لاہور ۳۱ مارچ ۱۹۴۴ء

مارچ ۱۹۴۰ء میں لاہور میں قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ ایک ہندو نوجوان نے مطالبہ پاکستان کی غیر مبہم انداز میں حمایت کی جب مسٹر

دیودت نے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح کو اس استقبالیہ میں خوش آمدید کہا جو فارمن کرسچین کالج کے طلباء نے مسٹر جناح کے اعزاز میں ترتیب دیا تھا۔ مسٹر دت نے کہا کہ نوجوان' دونوں ہندو اور مسلمان' اسلام کے آزاد جمہوری اصولوں پر مبنی پاکستان میں زندگی بسر کرنے کو ترجیح دیں گے بہ نسبت اس کے کہ وہ اس متحدہ ہند یا پاکستان میں رہیں جہاں ہندو سرمایہ داروں اور مسلم نوابوں اور زمینداروں کا غلبہ ہو۔

مسٹر جناح نے اپنی تقریر میں کہا جمود کانگرس کی تخلیق ہے۔ پس اس کا حل بھی ہندو رہنماؤں کے ہاتھ میں ہے۔ اگر آج وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ "ہمیں اپنی آزادی مطلوب ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کی بھی" تو جمود چوبیس گھنٹوں کے اندر حل ہو سکتا ہے۔" اس طرح مسٹر جناح نے مسلم لیگ کو اس مبینہ ذمہ داری سے بری قرار دے دیا کہ مسلم لیگ ہند میں موجودہ سیاسی جمود کو دوام بخش رہی ہے۔

مسٹر جناح نے اس امر کا اعادہ کیا کہ "پاکستان صرف مسلمانوں کی ہی آزادی کا تقاضا نہیں کرتا۔ ہمیں دونوں ہندوؤں اور مسلمانوں کی آزادی مطلوب ہے۔ ہندوستان کی آزادی حاصل کئے بنا پاکستان معرض وجود میں نہیں آ سکتا۔ جو ہندو اس مطمع نظر کے خلاف ہیں' بالخصوص ہندو پریس' انہیں یہ محسوس کرنا چاہیے کہ ہندوستان کا مطلب ہے اس برصغیر کا امیر ترین اور بہترین علاقہ جو ڈھائی سو ملین سے زیادہ آبادی پر مشتمل ہے اور ایسا علاقہ ہے جس کا رقبہ یورپ کے کسی بھی خود مختار ملک کے مساوی ہو گا۔ آپ مجھے سندھ کا صحرائی علاقہ' گندم پیدا کرنے والا پنجاب اور پھل پیدا کرنے والا صوبہ سرحد کیوں نہیں دے دیتے؟ ہندوؤں کے پاس تین چوتھائی ہند ہو گا۔" مسٹر جناح نے اس بات پر زور دے کر کہا کہ چندر گپت کے عہد کے بعد سے آج تک ہند میں اتنے بڑے علاقے پر ہندوؤں کا غلبہ نہیں ہوا۔

مسٹر جناح نے ان لوگوں سے اتفاق کرتے ہوئے جو برطانوی حکومت پر یہ الزام دھرتے ہیں کہ وہ اقتدار سے الگ ہونا نہیں چاہتا' کہا کہ "برطانیہ کے باوصف ہمیں اقتدار حاصل کرنا ہو گا۔ وہ مسلسل متحدہ ہند اور جمہوری ہند کی حکمت عملی پر کار بند رہے ہیں لیکن اس متحدہ ہند کے نظریہ کا مطلب وہ نہیں ہے جو میں یا ایک ہندو یا ایک پارسی سمجھتا ہے۔ برطانیہ کا مقصد کچھ ایسا نظام حکومت ہے جس کے ذریعہ وہ خود بالائی سطح پر موجود رہ سکیں۔ ہمیں علم ہے کہ یہ متحدہ ہند کبھی بھی آزاد نہیں ہو گا۔ اگرچہ بہت سے نوجوان ایک متحدہ ہند کے تصور کی طرف راغب ہو جاتے ہیں جس کی اپنی قومی حکومت بھی ہو۔ یہ بالکل ناممکن ہے۔" مسٹر جناح نے یاد دلایا کہ ۱۸۵۸ء میں مسٹر جان برائٹ نے یہ بات کہی تھی کہ اس حکمت عملی پر کار بند رہنے سے ہند کبھی بھی آزاد

نہیں ہو گا۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "گذشتہ چالیس برسوں کے دوران کانگرس نے کبھی بھی ہمارے سامنے کوئی ایسا دستور پیش نہیں کیا جو مسلمانوں کو مکمل آزادی اور مساوات کی ضمانت دیتا ہو۔

اس ضمن میں کانگرس کی تجاویز کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ کانگرس ایسی مجلس دستور ساز طلب کرنا چاہتی ہے جو وفاقی نظام حکومت کے حق میں فیصلہ دے دے تاکہ ایک فرقے کی اکثریت کی حکمرانی قائم کی جا سکے۔ مسٹر جناح کے خیال میں ایسی حکومت کبھی بھی دیگر اقوام کا اعتماد حاصل نہیں کر سکے گی۔ مسٹر جناح نے کہا کہ ایسی حکومت کی 'فوج' پولیس اور سول سروس پر کبھی بھی بھروسہ نہیں کیا جا سکے گا۔

مسٹر جناح نے مسٹر راجگوپال اچاریہ کی ایک حالیہ تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے کہا اگر انگریز نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو اکٹھا رہنے پر مجبور کر دیا تو اس کے نتائج مہلک ہوں گے۔

تقریر ختم ہوتے ہی مسٹر جناح نے طلباء کو تلقین کی کہ وہ ٹھنڈے دل سے مسلمانوں کے مطالبہ کا مطالعہ کریں اور اس کا جائزہ لیں۔ (دی ڈان' ۲ اپریل ۱۹۴۴ء)

۱۲۲۔ جلسہ عام منعقدہ لاہور میں تقریر

مسلم وزرا میں یہ کہنے کی جرات بھی نہیں کہ وہ مسلمانوں کی نیابت کرتے ہیں

لاہور ۲ اپریل ۱۹۴۴ء

مسٹر جناح عنقریب لاہور میں مستقل سکونت اختیار کر لیں گے اس امکان کا اظہار نواب ممدوٹ نے اس وقت کیا جب وہ صدر مسلم لیگ کا ایک جلسہ عام میں تعارف کرا رہے تھے۔

مسٹر جناح نے [اردو] میں تقریر کرتے ہوئے پنجاب میں عوام کے معیار پر نکتہ چینی کی اور کہا ہندو اور سکھ وزراء نے یہ اعلان کیا کہ وہ وزارت میں اس لئے ہیں تاکہ وہ اپنے اپنے فرقوں کے مفادات کا تحفظ کر سکیں لیکن مسلم وزراء میں اتنی جرات نہیں کہ وہ آگے آتے اور کہتے کہ وہ مسلمانوں کی نیابت کرتے ہیں۔ لاہور میں اپنے پندرہ روزہ قیام کے دوران یہ دیکھا کہ ہر شعبے میں مسلمانوں کی حالت شرمناک ہے اور ان کے ساتھ منصفانہ برتاؤ نہیں کیا جا رہا۔ اس صورت حال کی اصلاح کی ایک ہی شکل ہے کہ مسلم لیگ کو پنجاب کے ہر ضلع میں تقویت دی جائے تاکہ آئندہ عام انتخابات میں مسلمانوں کے سچے بہی خواہوں کو مجلس قانون ساز میں بھیجا جا سکے۔ انہوں نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ مسلم لیگ کے دو آنے کے رکن بن جائیں اور صوبے کے طول و

عرض میں لیگ کی ابتدائی شاخیں قائم کریں۔

عوام کی جماعت

مسٹر جناح نے اس بات کی تردید کی کہ مسلم لیگ نوابوں اور زمینداروں کی جماعت ہے اور انہوں نے اعلان کیا کہ وہ عوام کی جماعت ہے۔ ہر مسلمان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس کا رکن بن سکے۔

اس تجویز کو نمٹاتے ہوئے کہ انہیں پنجاب میں پاکستان کا پروپاگنڈہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ پنجاب صرف ہند گیر امور میں ہی مسلم لیگ کے ساتھ ہے۔ مسٹر جناح نے کہا مسلم لیگ بمبئی میں پاکستان قائم کرنے کے لئے جدوجہد نہیں کر رہی ہے' بلکہ پنجاب میں جو مجوزہ مملکت پاکستان میں کلیدی حیثیت کا حامل ہے۔ انہوں نے توقع ظاہر کی کہ جو آج ان کے مطالبے کو تسلیم نہیں کرتے کل تسلیم کر لیں گے اور انہیں اس بات پر مسرت ہے کہ سکھ دوستوں نے مسلم نقطۂ نظر کو پہلے ہی سمجھنا شروع کر دیا ہے اگرچہ وہ اس وقت یہ بات علی الاعلان کہنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

(دی ڈان' ۳ اپریل ۱۹۴۴ء)

۱۲۳۔ یونینسٹ پارٹی کے ضمن میں مسلم لیگ کا موقف

لاہور سے روانگی سے قبل اخباری بیان

لاہور' ۴ اپریل ۱۹۴۴ء

"میری توجہ اس امر کی جانب مبذول کرائی گئی ہے کہ آیا مجلس قانون ساز پنجاب مسلم لیگ پارٹی کے اراکین آنجہانی یونینسٹ پارٹی کے عقیدے' حکمت عملی اور پروگرام کے ساتھ اظہار وفاداری کے باوصف مسلم لیگ پارٹی میں شامل رہ سکتے ہیں۔ منقسم وفاداری کوئی شے نہیں۔"

مسٹر جناح نے یہ بات لاہور سے دہلی روانہ ہونے سے قبل ایک اخباری بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ مسلم لیگ پارٹی کے جو اراکین یہ سمجھتے ہیں کہ وہ نام نہاد یونینسٹ پارٹی کے مسلک' حکمت عملی اور پروگرام پر کاربند رہنے کے پابند ہیں' وہ غلطی پر ہیں۔ آپ دو سیاسی جماعتوں کے وفادار نہیں رہ سکتے۔ جہاں تک مسلمان [مسلم لیگ] کا تعلق ہے منقسم وفاداری نہیں ہو سکتی۔"

انہوں نے کہا مجلس قانون ساز میں معلم لیگ پارٹی کے قائد ملک خضر حیات خاں ٹوانہ کے

والد کے افسوسناک انتقال کے باعث اس معاملہ پر گفت و شنید منقطع ہو گئی اور ان کی لاہور سے غیر حاضری کی وجہ سے قدرتی طور پر معاملہ مؤخر ہو گیا۔

انہوں نے یہ بات زور دے کر کہی کہ میں یہ بالکل واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہمارا کسی کے ساتھ کسی ایسے عہد پر پابند رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جو ہماری راہ میں حائل ہو۔ اور نہ ہی ہم موجودہ اتحاد میں شامل کسی دوسری پارٹی کے کسی ایسے وعدے وعید کے پابند ہیں جو ہم پر کوئی ایسا فیصلہ یا فیصلے کرنے پر کوئی قدغن یا پابندی لگاتا ہو جو ہماری دانست میں مناسب ہو اور جو ہمارے مسلک، ہماری حکمت عملی اور پروگرام سے ہم آہنگ ہو۔"

وزراء سے مذاکرات

مسٹر جناح نے سر چھوٹورام وزیر مال اور سردار بلدیو سنگھ وزیر ترقیات کے ساتھ اپنے مذاکرات کا حوالہ بھی دیا۔

بیان کے اختتام پر مسٹر جناح نے کہا کہ جس قدر جلد ممکن ہوا وہ ماہ رواں کے ختم ہونے سے پہلے ملک خضر حیات خاں قائد مسلم لیگ پارٹی سے جب ان کے لاہور واپسی کی امید ہے گفتگو کا سلسلہ وہیں سے شروع کر لیں گے جہاں وہ منقطع ہو گیا تھا۔

بیان کا متن

بیان کا مکمل متن حسب ذیل ہے:

"مجھے کچھ عرصے سے ایسی بہت سی رپورٹیں موصول ہو رہی تھیں جن سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ پنجاب صوبہ مسلم لیگ اور مجلس قانون ساز میں مسلم لیگ پارٹی نہ پورے طور پر اور مکمل طریقے سے منظم ہیں اور نہ باقاعدگی کے ساتھ کام کر رہی ہیں۔ اس کی وجہ سے مجھے پنجاب آنا پڑا۔ میں دو ہفتے سے زیادہ عرصے سے یہاں ہوں۔ میں ذاتی طور پر اس معاملے کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ میں نے بہت سے لوگوں سے ملاقات کی اور بہت سے خیالات سنے اور میں نے یہ دیکھا کہ ہمارے سامنے اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم کس احسن طریقے سے پنجاب میں تنظیم مسلم لیگ میں حقیقی زندگی کی رو دوڑا سکتے ہیں۔

"دیگر امور کے علاوہ جس معاملے نے میری توجہ اپنی جانب مبذول رکھی وہ مجلس قانون ساز میں مسلم لیگ پارٹی کا معاملہ تھا۔ یہ سوال میرے سامنے پیش کیا گیا کہ کیا مسلم لیگ پارٹی کے وہ اراکین جو آنجہانی یونینسٹ پارٹی کے عقیدے، حکمت عملی اور پروگرام سے اپنی وفاداری کا اظہار کرتے ہیں مجلس قانون ساز میں مسلم لیگ پارٹی میں شامل رہ سکتے ہیں۔ منقسم وفاداری کوئی شے نہیں ہوتی۔

"یہ بدیہی بات ہے، اور بڑی بات یہ ہے کہ بہت عرصہ پہلے آل انڈیا مسلم لیگ نے یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ مسلم لیگ کا کوئی رکن کسی اور سیاسی جماعت میں نہ شامل رہ سکتا ہے اور نہ ہی شمولیت اختیار کر سکتا ہے۔

یونینسٹ عقیدہ

"نام نہاد یونینسٹ پارٹی کا عقیدہ ہے رجبہ قلمرو کا حصول اور من حیث المجموع ہند کے لئے ایک متحدہ جمہوری وفاقی دستور کا نفاذ۔ اس کی حکمت عملی اور پروگرام زیادہ تر ایک طبقے--- زمینداروں --- کے مفاد پر مبنی ہے۔ جبکہ مسلم لیگ عوام کی جماعت ہے اور ان تمام مفادات اور طبقات کی نگہبان اور امین ہے جن پر مسلم قوم مشتمل ہے۔ لہٰذا مخلوط وزارت کی تشکیل کے مقصد کی خاطر انتظامات سے قطع نظر اس کے بنیادی اور اساسی اصول یونینسٹ پارٹی کے اصولوں سے بالکل مختلف ہیں۔ ہمیں نام نہاد یونینسٹ کے عقیدے، اس کی حکمت عملی اور پروگرام کا پابند نہیں کیا جا سکتا۔

"حقائق سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد میں نے قدرتی طور پر پارٹی کے قائد ملک خضر حیات خاں سے اس معاملے پر تبادلہ خیال کیا اور مجلس قانون ساز میں مسلم لیگ پارٹی کے بہت سے اراکین سے گفت و شنید کی۔ مسلم لیگ پارٹی صوبہ اور آل انڈیا مسلم لیگ کے ماتحت اور اس کی نگرانی میں کام کرتی ہے اور آل انڈیا مسلم لیگ کے حتمی فیصلوں کی تعمیل کی پابند ہے۔ یہ سوال "کلیتاً" ہمارے داخلی امور سے متعلق ہے اور مجلس قانون ساز میں موجود کسی اور پارٹی یا گروپ پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ مجلس قانون ساز میں مسلم لیگ پارٹی کے قائد ملک خضر حیات خاں کے والد کے انتقال پر ملال کے باعث اس معاملے پر گفت وشنید کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور لاہور سے ان کی غیر حاضری کی وجہ سے قدرتی طور پر یہ معاملہ مؤخر ہو گیا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ اس المناک صدمے کے سبب یہ وقت نہ موزوں ہے اور نہ مناسب کہ ملک خضر حیات خاں کو پریشان کیا جائے۔

کوئی پابندی نہیں

"میں یہ بالکل واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہمارا کسی کے ساتھ کسی ایسے عہد پر پابند رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی ہم موجود اتحاد میں شامل کسی دوسری پارٹی کے کسی ایسے وعدے وعہد کے پابند ہیں جو ہم پر کوئی ایسا فیصلہ یا فیصلے کرنے پر کوئی قدغن یا پابندی لگاتا ہو جو ہماری دانست میں مناسب ہو اور جو ہمارے مسلک، ہماری حکمت عملی اور پروگرام سے ہم آہنگ ہو۔ مسلم لیگ پارٹی کے جو اراکین اس وہم میں مبتلا ہیں کہ وہ نام نہاد یونینسٹ پارٹی کے مسلک، اس

کی حکمت عملی اور اس کے پروگرام کے تابع ہیں' وہ غلط ہیں۔

"آپ دو سیاسی جماعتوں کے ساتھ اظہار وفاداری نہیں کر سکتے۔ جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے منقسم وفاداری ہو ہی نہیں سکتی۔

"یہ نام نہاد معاہدہ واضح طریقے سے قرار دیتا ہے کہ ہم موجودہ اتحاد برقرار رکھ سکتے ہیں یا انتخابات سے قبل یا بعد کوئی اور اتحاد تشکیل دے سکتے ہیں۔ موجودہ اتحاد صرف مرضی کا تابع ہے اور متعینہ مقاصد کی خاطر ترتیب دیا گیا ہے۔ پارٹی کے لیبل یا نام یعنی یونینسٹ پارٹی صرف اس لئے رکھا گیا ہے تاکہ عوام کو گمراہ کیا جا سکے اور فی الحقیقت اسی مقصد کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور کھلم کھلا یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ اس لیبل کی وجہ سے مسلم لیگ پارٹی کے اراکین پہلے یونینسٹ ہیں اور بعد میں مسلم لیگی اور نام نہاد یونینسٹ پارٹی کے مسلک' اس کی حکمت عملی اور پروگرام کے تابع ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اگر اس صورت حال کو قبول کر لیا جائے تو مجلس قانون ساز میں مسلم لیگ پارٹی یونینسٹ پارٹی کی تابع مہمل بن کر رہ جاتی ہے۔ اور مزید اس بات پر اصرار کیا جاتا ہے کہ اگر ہم نے اس معاملے کی وضاحت کرنے کے لئے کوئی اقدام کیا اور مجلس قانون ساز میں مسلم لیگ پارٹی کی اساس صاف ستھری بنیاد پر استوار کرنے کی کوشش کی تو پھر سر چھوٹو رام مسلم لیگ پارٹی کے ساتھ کوئی سروکار نہیں رکھیں گے اور ہمیں یہ دھمکی بھی دی گئی کہ اس کا نتیجہ موجودہ اتحاد درہم برہم اور اس کے ٹوٹنے کی شکل میں ظاہر ہو گا۔

سر چھوٹو رام سے مذاکرات

"میں سمجھتا ہوں کہ مسلم لیگ پارٹی کے ہر رکن کے وقار اور ضمیر کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اعلان کرے کہ اس کی وفاداری کس جماعت کے ساتھ وابستہ ہے۔ لہٰذا ہم نے اپنے گھر کو باقاعدہ صحت مند اور باعزت اصولوں پر منظم کرنے کا عزم کر لیا ہے۔ اگرچہ یہ ایک داخلی معاملہ ہے تاہم میں نے یہ مناسب سمجھا کہ سر چھوٹو رام سے موجودہ اتحاد میں ان کے گروپ کے ترجمان کی حیثیت سے مشورہ کر لیا جائے۔

"میں نے اپنا موقف ان کے سامنے رکھا اور اس معاملے کے بارے میں آزادانہ اور بے تکلفانہ انداز میں گفت و شنید ہوئی۔ اب تک سر چھوٹو رام ہٹ دھرمی پر اڑے ہوئے ہیں۔ وہ مصر ہیں اور یہ بات کہتے ہیں کہ مجلس قانون ساز میں مسلم لیگ پارٹی کا ہر رکن ابتدائی طور پر نام نہاد یونینسٹ پارٹی کے مسلک۔ اس کی حکمت عملی اور پروگرام کا وفادار ہے اور اس کا پابند ہے۔ انہوں نے جو موقف اختیار کیا ہے وہ قطعاً ناقابل قبول ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اس بارے میں غور کریں کہ ہمیں اس معاملے میں کیا فیصلہ کرنا چاہیے۔

"جہاں تک سردار بلدیو سنگھ [وزیر ترقیات] اور سر منوہر لال [وزیر خزانہ] کا تعلق ہے وہ کبھی بھی یونینسٹ نہیں تھے اور نہ ہی انہیں نام نہاد یونینسٹ پارٹی سے کوئی سروکار ہے۔ اگرچہ وہ موجودہ اتحاد میں موجود ہیں۔ تاہم وہ صرف وزارتی پارٹی کو تسلیم کرتے ہیں اور نام نہاد یونینسٹ پارٹی کو نہیں۔

لہٰذا موجودہ اتحاد کی ہیئت ترکیبی کو پیش نظر رکھتے ہوئے جس میں مسلم لیگ پارٹی سب سے بڑا عنصر ہے' یہ تجویز پیش کی گئی کہ یونینسٹ پارٹی کا لیبل' جسے سردار بلدیو سنگھ اور سر منوہر لال اس وقت بھی تسلیم نہیں کرتے' ترک کر دیا جائے اور موجود اتحاد کو مسلم لیگ اتحادی پارٹی کہا جائے جو درحقیقت صحیح صورت حال ہے اور اس تبدیلی کا موجودہ اتحاد کے جاری اور برقرار رہنے پر نہ کوئی اثر پڑ سکتا ہے اور نہ ہی پڑے گا جب تک کہ متعلقہ جماعتیں اسے برقرار رکھنا چاہیں۔

اتحاد محض متعینہ مقصد کی خاطر تشکیل دیئے جاتے ہیں اور اتحاد میں شریک متعلقہ پارٹیاں اپنی وفاداری ترک نہیں کرتیں یا اپنی پارٹیوں کے مسلک' حکمت عملی اور بنیادی پروگرام سے اپنی وابستگی کو خیرباد نہیں کہتی ہیں۔"

میں سردار بلدیو سنگھ کا شکرگزار ہوں جنہوں نے ازراہ عنایت مجھ سے ملاقات کی اور مجھے ان کے ساتھ بھی آزادانہ اور بے تکلفانہ گفتگو کا موقع ملا۔ مجھے آج رات دہلی کے لئے روانہ ہونا ہے لیکن میں گفتگو کا سلسلہ' جس قدر جلد سے جلد ممکن ہو گا' وہیں سے شروع کروں گا جہاں سے یہ منقطع ہوا' اولاً مسلم لیگ پارٹی کے قائد ملک خضر حیات خاں کے ساتھ۔ مجھے امید ہے کہ میں ماہ رواں کے اختتام سے قبل لاہور واپس آؤں گا۔

۱۲۴۔ جناح خضر مذاکرات کی ناکامی پر بیان

لاہور ۲۷ اپریل ۱۹۴۴ء

"ہمارے [مسٹر جناح اور ملک خضر حیات خاں] طویل مذاکرات ہوئے اور جب سے میں یہاں دوسری بار آیا ہوں ہمارے گذشتہ مذاکرات ہوئے اور جب سے میں یہاں دوسری بار آیا ہوں ہمارے گذشتہ مذاکرات کے تسلسل میں جو ۱۹ مارچ کو شروع ہوئے تھے میری ۲۰ اپریل کو ملک خضر حیات خاں سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے نصف درجن ملاقاتوں کے دوران جن میں سے ہر ایک دو یا تین گھنٹے سے زیادہ پر مشتمل تھی' میرے ساتھ اس معاملے پر تبادلہ خیال کیا اور انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ آج اپنا قطعی جواب دے دیں گے۔

"وہ آج سہ پہر میری رہائش گاہ پر آئے۔ جب میں نے ان سے دریافت کیا کہ ان تجاویز

کے بارے میں جو میں نے ان کے اور سر چھوٹو رام اور سردار بلدیو سنگھ کے، سامنے رکھی تھیں ان کا حتمی رویہ کیا ہے؟ انہوں نے مجھ سے بہت سی باتیں کیں اور میں نے یہ تجویز پیش کی کہ ان کے ساتھ اور خود میرے ساتھ انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ بہتر ہو گا اگر وہ اپنا حتمی جواب تحریری شکل میں دے دیں تاکہ کسی غلط فہمی کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ چنانچہ میں نے، اس وقت جب وہ یہاں موجود تھے، اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کو ایک خط کی املاء کرائی۔ یہ خط ٹائپ کرایا گیا اور اس شرط کے ساتھ ان کے حوالے کر دیا گیا کہ وہ آج رات ۹ بجے تک اپنا قطعی جواب دے دیں گے۔ چونکہ میں نے ان کے سامنے اس امر کی وضاحت کر دی تھی کہ ہم نے سارے مسئلے پر سیر حاصل گفتگو کر لی ہے اور میرے لئے مزید انتظار ممکن نہیں بالخصوص اس لئے بھی کہ میں کل عازم سیالکوٹ ہو رہا ہوں۔

"انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ آج رات ۹ بجے تک اپنا جواب دے دیں گے۔ میں جواب کا منتظر رہا اور ۹ بجکر بیس منٹ پر میں نے انہیں ٹیلی فون کیا اور کہا مجھے ابھی تک موعودہ جواب تحریری شکل میں موصول نہیں ہوا۔

"مجھے اس بات پر بہت تعجب ہوا جب انہوں نے مجھے ٹیلی فون پر بتایا کہ انہوں نے جو کچھ منہ زبانی کہا ہے اس کے علاوہ انہیں اور کوئی جواب نہیں دینا۔

"اس پر میں نے ٹیلی فون پر گفتگو کے بعد اسی تاریخ میں ساڑھے نو بجے ایک ذمہ دار شخص کے ہاتھ ایک خط بھیجا تاکہ اس بات کا یقین ہو جائے کہ وہ خط انہیں موصول ہو گیا۔ جب وہ شخص وہاں گیا تو ملک خضر حیات خاں نے کاغذ کے ایک پرزے پر جو اس خط کے ساتھ بھیجا گیا تھا خط کی وصولیابی کی رسید دینے سے انکار کر دیا۔

خط کی وصولی سے انکار

"مجھے خط اور رسید کے پرزہ کے ساتھ دوبارہ نواب ممدوٹ صدر صوبہ پنجاب مسلم لیگ اور ممتاز دولتانہ ایم۔ ایل۔ اے کو بھیجنا پڑا تاکہ وہ خط دے کر اس کی رسید لے آئیں۔ لیکن انہوں نے رسید پر دستخط کرنے اور خط وصول کرنے سے انکار کر دیا۔ مجھے ایک بار پھر انہیں بھیجنا پڑا تاکہ وہ خط کو ذاتی طور پر انکے حوالے کردیں۔ یہ ۲۷ اپریل ۱۱ بجے شب ہوااور انکی تحریر حسب ذیل ہے:

"ہم نے ذاتی طور پر ۲۷ اپریل کو ۱۱ بجے شب یہ خط ملک خضر حیات خاں کے حوالہ کر دیا اور وہ خط کی وصولیابی کی رسید دینے سے انکار کرتے ہیں۔ لہذا ہم یہ بیان دیتے ہیں کہ ہم نے واقعتاً ذاتی طور پر مکتوب ان کے حوالہ کیا اور اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

دستخط : افتخار حسین خان

ممتاز دولتانہ

"ملک خضر حیات خاں نے نہ تو ۲۷ اپریل کے میرے پہلے مکتوب کا جو آج ذاتی طور پر ان کے حوالہ کیا گیا تھا جواب دیا نہ دوسرے مکتوب کا جس کی وصولیابی کی رسید دینے سے انہوں نے انکار کیا تھا جس میں ان سے تحریری شکل میں حتمی جواب مانگا گیا تھا کہ ہماری تجاویز کے بارے میں سر چھوٹورام اور سردار بلدیو سنگھ اور ان کا کیا جواب ہے۔ تجاویز جن پر میرے یہاں آمد کے بعد سے سیر حاصل گفتگو ہو چکی ہے حسب ذیل ہیں:

۱۔ کہ مجلس قانون ساز پنجاب میں مسلم لیگ پارٹی کا ہر رکن یہ اعلان کرے کہ وہ مجلس قانون ساز میں صرف مسلم لیگ پارٹی کا وفادار ہے اور یونینسٹ پارٹی یا کسی اور پارٹی کا نہیں۔

۲۔ کہ اتحاد کا موجودہ لیبل یعنی "یونینسٹ پارٹی" ترک کر دیا جائے اور

۳۔ کہ مجوزہ اتحاد کا نام مسلم لیگ اتحادی پارٹی ہونا چاہیے۔

"چونکہ ملک خضر حیات خاں نے رات کو ساڑھے بارہ بجے تک بھی مجھے کوئی جواب نہیں دیا اس لئے اب یہ فیصلہ کرنا مسلم لیگ کا کام ہے کہ انہیں آئندہ کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے۔"

مسٹر جناح کے مکتوب کا متن

"اس مکتوب کا متن حسب ذیل ہے جو مسٹر جناح نے بذات خود ملک خضر حیات خاں کے حوالہ کیا:

ڈیئر ملک خضر حیات خاں!

ہمارے کافی طویل مذاکرات ہو چکے ہیں اور آپ کا ممنون ہوں گا اگر آپ ازراہ عنایت متن نکات (مندرجہ بالا) اپنے حتمی جواب سے آگاہ کر دیں گے۔

براہ کرم مجھے یہ بھی بتا دیجئے کہ سر چھوٹو رام اور سردار بلدیو سنگھ کس حد تک ان تینوں تجاویز یا ان میں سے کسی ایک سے اتفاق کرتے ہیں اور یہ بھی بتا دیجئے کہ کیا آپ خود ان تینوں تجاویز یا ان میں سے کسی ایک سے اتفاق کرتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ آج شام تک اپنا جواب عطا فرما دیں گے چونکہ اب مزید انتظار ممکن نہیں۔

آپ کا مخلص

(دستخط) ایم۔ اے۔ جناح

دوسرے مکتوب کا متن حسب ذیل ہے جو مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے ملک خضر حیات خاں کے نام تحریر فرمایا اور جسے نواب ممدوٹ اور مسٹر ممتاز دولتانہ، وزیر اعظم کے حوالے کرنے گئے:

ڈیئر ملک خضر حیات خان،

آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ میرے مکتوب مورخہ ۲۷ اپریل کا جواب، جو آج سہ پہر آپ کے حوالے کیا گیا تھا، زیادہ سے زیادہ آج رات ۹ بجے تک دے دیں گے۔ میں اس کا منتظر رہا اور

پھر آپ کو ٹیلی فون کیا کہ میں آپ کے جواب کا انتظار کر رہا ہوں اور اس وقت ۹ بجکر بیس منٹ ہو گئے تھے۔ اس وقت آپ نے جو جواب دیا وہ یہ تھا کہ آپ کوئی اور جواب دینا نہیں چاہتے ماسوا اس کے جو آپ مجھ سے زبانی کہہ چکے ہیں۔ یہ آپ کے اس وعدے کی خلاف ورزی تھی جس کے مطابق آپ کو مجھے تحریری جواب دینا تھا۔ منہ زبانی تو آپ نے اتنی باتیں کیں کہ یہ معلوم کرنا کہ آپ کا موقف کیا ہے ناممکن امر تھا۔

میں ایک بار پھر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے اپنا تحریری جواب بھیج دیں اگر اس خط کے جواب میں مجھے فوری طور پر آپ کا جواب موصول نہیں ہوتا تو میں یہ نتیجہ اخذ کروں گا کہ میرے مکتوب میں جو تین تجاویز پیش کی گئی تھیں وہ یا ان میں سے کوئی ایک بھی آپ قبول نہیں کرتے۔ اور اس امر کے پیش نظر مسلم لیگ کو اب یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ انہیں کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے۔

آپ کا مخلص

[ایم۔ اے۔ جناح]

۱۲۵۔ پنجاب مسلم لیگ کانفرنس میں تقریر

سیالکوٹ ۲۹ اپریل ۱۹۴۴ء

"خضر نے اس پارٹی کے نظم و ضبط کی خلاف ورزی کی ہے جس کے وہ رکن ہیں۔ انہوں نے وہ لائحہ عمل اختیار کیا جس کی نہ کسی ملک کی سیاسی پارٹی کی تاریخ میں کوئی نظیر ملتی ہے اور نہ ہی کبھی ایسی بات سنی گئی" یہ ہے وہ اعلان جو مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے ۳۰ اپریل ۱۹۴۴ء کو صوبہ مسلم لیگ کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

مسٹر جناح نے اپنی تقریر کا آغاز وزیراعظم پنجاب کے ساتھ اپنے مذاکرات کی تاریخ بیان کرتے ہوئے کیا جو چار ہفتے جاری رہے اور جس کا سلسلہ اب منقطع ہو گیا ہے۔

"مسٹر جناح نے کہا "ہمارے سامنے جو مسئلہ ہے وہ یہ ہے۔ مسٹر خضر حیات خان کے سامنے جو مسلم لیگ پارٹی کے قائد ہیں تین تجویزیں پیش کی گئیں۔ اول: مسلم لیگ پارٹی کا ہر رکن اپنی وفاداری کا اظہار صرف مسلم لیگ کے ساتھ کرے گا اور کسی اور پارٹی سے نہیں۔ دوم: یونینسٹ پارٹی کا لیبل ترک کر دیا جائے کیونکہ یہ لیبل ہی زیادہ تر اس زبردست فریب کا ذمہ دار ہے جو پنجاب میں مسلم لیگ کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ مجلس قانون ساز پنجاب میں مسلم لیگ پارٹی کے اراکین درحقیقت یونینسٹ پارٹی کے اراکین ہیں اور یونینسٹ پارٹی کے مسلک، اس کی حکمت عملی اور اس کے

پروگرام کے پابند ہیں اور مسلم لیگ پارٹی کے اراکین برائے نام ہیں۔ سوم : اتحاد کا مجوزہ نام مسلم لیگ اتحاد پارٹی ہونا چاہیے۔"

مسٹر جناح نے کہا "ہماری آخری ملاقات ۲۷ اپریل کو ہوئی اور خضر مجھے صحیح جواب نہ دے سکے۔ یہ تین تجاویز ایک مکتوب میں مذکور تھیں جو میں نے خضر کی موجودگی میں اپنے سٹینوگرافر کو املا کرائیں۔

مسٹر جناح نے حاضرین کو یہ مکتوب پڑھ کر سنایا اور کہا کہ یہ مکتوب خضر کے حوالے کیا گیا۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ رات کو نو بجے تک اس کا جواب بھیج دیں گے۔ لیکن انہوں نے اپنا وعدہ ایفا نہیں کیا۔ انہوں نے تو میرے مکتوب کی وصولی کی رسید تک نہ دی۔"

مسٹر جناح نے فلک شگاف تالیوں کی گونج میں پرزور طریقے سے کہا کہ مسلم لیگ کے رکن کی حیثیت سے یہ خضر کا فرض تھا کہ وہ اس اجلاس میں آتے اور اپنے موقف کی وضاحت کرتے۔ وہ مجھے یہاں بتا سکتے تھے کہ میرا موقف غلط ہے۔ انہوں نے ایک طویل بیان جاری کیا جس میں مسلم لیگ کو "کلیتاً" نظر انداز کیا گیا۔ گویا کہ مسلم لیگ کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ انہوں نے اس پارٹی کے نظم و ضبط کی خلاف ورزی کی جس کے وہ رکن ہیں۔ ان کا رویہ کسی بھی سیاسی پارٹی کی تاریخ میں عدیم النظیر ہے اور نہ ہی کبھی ایسی بات سنی گئی۔"

مسٹر جناح نے کہا کہ یہاں خضر کے بیان سے نمٹنا ان کا تکلیف دہ فریضہ ہے۔ یہ بیان نادرست اور گمراہ کن ہے۔ یہ غلط بیانیوں سے بھرا پڑا ہے۔

مسٹر جناح نے وزیراعظم [خضر حیات خاں] کے بیان کو شق وار نمٹایا اور کہا کہ خضر ایک سچے مسلم لیگی کی حیثیت سے بات نہیں کرتے بلکہ کسی بیرونی ادارے کے نمائندے کی حیثیت سے گفتگو کرتے ہیں۔ مسٹر جناح نے دریافت کیا کہ یہ فیصلہ کرنا کس کا کام ہے کہ مسلم مفاد کیا ہے؟ خضر کا نہیں جن کا موقف ناقابل فہم ہے۔

بے تحاشا لغویات

"اس بیان میں یہ بات کہ میں نے یہ وعدہ کیا کہ میں صوبائی معاملات میں مداخلت نہیں کروں گا شمہ برابر بھی صداقت نہیں۔ میں اس کی دو ٹوک الفاظ میں تردید کرتا ہوں۔ میں ان کے بیان میں مذکور ہر چیز پر بحث نہیں کر سکتا۔ اس میں بے تحاشا لغویات ہیں۔ لیکن مسئلہ کا لب لباب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مسٹر جناح ان سے وزارت کا لیبل بدلنے کی بات کرتے ہیں یہ اس عہد کے خلاف ہے جو میرے پیشرو مرحوم سکندر حیات خان اور میں نے اپنے رفقائے کار کے ساتھ کیا۔ میں کہتا ہوں وہ عہد کیا ہے؟ ہم نے ایسا کوئی عہد نہیں کیا جسے ہم اب توڑ رہے ہوں اس

نام نہاد معاہدے میں — اگر وہ اسے معاہدہ کہنے پر ہی مصر ہیں وہ اسے بہ ہزار مسرت معاہدہ کہیں — واضح طریقے سے لکھتا ہے کہ لیگ پارٹی کو اس امر کی آزادی ہو گی کہ وہ چاہے تو موجودہ اتحاد کو جاری رکھے یا کوئی دوسرا نیا اتحاد قائم کر لے۔

جناح سکندر معاہدے کی مختصر تاریخ بیان کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "ایک قائد اور اس کے پیروکار کے مابین معاہدہ کیسے ہو سکتا ہے۔ پھر انہوں نے گرجدار آواز میں کہا ابھی یونینسٹ نام کو دفن کر دیجئے۔ اس کا کریاکرم کر دیجئے۔ آپ اس بات سے اتفاق کیوں نہیں کرتے؟ آپ کے دلائل کیا ہیں؟ آپ لیگ کو فریب دینا چاہتے ہیں۔ آپ نے کبھی ایفائے وعدہ کا ارادہ ہی نہیں کیا تھا۔ آپ پابجولاں لیگ کے حضور آتے ہیں اور اس سے مسحور ہو جاتے ہیں۔ جب خدا کسی قوم کو تباہ کرنا چاہتا ہے تو وہ ان کی بصارت سلب کر لیتا ہے اور پھر وہ چھوکرے کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔

مساعی برائے جنگ

وزیراعظم پنجاب کے بیان کے مساعی برائے جنگ والے حصے کا جواب دیتے ہوئے اسے بیان کا نزدیک ترین جزو قرار دیا اور کہا "ہماری حکمت عملی پریشان نہ کرنے کی ہے۔ ہماری حکمت عملی ہے کہ جنگ کی مساعی میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے۔ اپنے ملک کے دفاع کے ضمن میں ہمارا فریضہ امریکیوں یا انگریزوں کے مقابلے میں عظیم تر ہے۔ بیان کے اس جزو کا مقصد انگریزوں اور امریکیوں کی رائے عامہ کے ذہنوں کو مسموم کرنا ہے۔" مسٹر جناح نے انگلستان' کینیڈا اور آسٹریلیا کی مثالیں دیں جہاں انتخابات منعقد ہوئے اور وزارتوں میں رد و بدل ہوا اور کہا کہ کیا وہاں کاروبار نہیں ہو رہا ہے؟ کیا وہ جنگ کے درمیان نہیں ہیں؟ پھر یہ الزام تراشی ہمارے ہی خلاف کیوں؟ ہم اپنے گھر کو درست کرنا چاہتے ہیں۔ بس اتنی سی بات ہے۔ ہم اس دستور کو چلا رہے ہیں لیکن ہم سے کہا جاتا ہے آپ اپنا گھر درست نہیں کر سکتے اگرچہ آپ دستور چلا رہے ہیں۔

اس الزام کا حوالہ دیتے ہوئے کہ لیگ زمینداروں کے خلاف ہے' مسٹر جناح نے کہا "لیگ مسلمانوں کے مفادات میں سے کسی کے بھی خلاف نہیں۔"

دیگر پارٹیوں اور فرقوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا: "اگر کہیں ہماری پکی اکثریت ہو گی تو ہم دوسرے فرقے کے لوگوں کو مدعو کریں گے اور ان سے کہیں گے کہ وہ اپنے نمائندوں کو چن لیں جنہیں ان کا اعتماد حاصل ہو اور ہم ان کے لئے تمام وزارتوں میں جگہ نکالیں گے۔ اپنے نمائندوں کو وہ چنیں گے' ہم نہیں۔"

مسٹر جناح نے اپیل کی کہ لیگ کی صفوں میں اتحاد اور کارکردگی ہونی چاہیے۔ جس قدر آپ

متحد ہوں گے اسی قدر آپ کو نقصان پہنچنے کے کم امکانات ہوں گے۔ اگر آپ وقار اور آزادی کے ساتھ زندہ رہنا چاہتے ہیں تو متحد ہو جایئے اور کام کیجئے۔"

۱۲۶۔ ہماری جنگ دستوری جنگ ہے

سیالکوٹ مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے سپاسنامہ کا جواب

سیالکوٹ ۳۰ اپریل ۱۹۴۴ء

اجلاس کی آخری تقریر کے دوران سیالکوٹ مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے سپاسنامے کا اردو میں جواب دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ اجلاس سیالکوٹ، لاہور کے ۱۹۴۰ء والے اجلاس سے کسی طور پر بھی کم اہم نہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہماری جنگ دستوری جنگ ہے، متشددانہ نہیں۔

مسٹر جناح نے کہا مسلمانوں میں غدار موجود ہیں، ہمارے پاس کوئی طاقت نہیں ہے۔ ہمارے پاس نوکریاں نہیں ہیں جو ہم انہیں پیش کر سکیں۔ ہمارے پاس دولت نہیں جو انہیں خرید سکیں۔ واحد راستہ یہ ہے کہ انہیں نظر انداز کر دیا جائے اور آپ اپنے پروگرام کے مطابق آگے بڑھتے رہیں۔

قائداعظم نے اپنی تقریر کا آغاز اس طرح کیا: "میں آپ کی طرح نوجوان نہیں ہوں۔ لیکن آپ کے جواں سال جذبے اور جوش نے مجھے بھی نوجواں بنا دیا۔ میں آج محسوس کرتا ہوں کہ آپ نے اپنی انتھک کوششوں کے ذریعہ سے، گذشتہ سات برسوں کے دوران میرے ہاتھ بہت مضبوط کئے ہیں۔ اب ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم ایک فرقہ نہیں، ایک قوم ہیں۔ ایک مسلمان بھی ایسا نہیں ہو گا جو یہ نہ جانتا ہو کہ ہمارا موقف کیا ہے۔ ایک بچہ بھی یہ جانتا ہے کہ ایک مسلمان پاکستان کا طلب گار ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اسے حاصل کیسے کیا جائے۔

"حصول پاکستان ہمارا حق ہے۔ چونکہ ہمارے مخالفین ہمارے لئے دشواریاں پیدا کر رہے ہیں۔ ایسا کرنا ان کا حق ہے۔ [قہقہہ] ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اس کے ساتھ ساتھ ہمارا کچھ فرض بھی ہے جو ہمیں ادا کرنا چاہیے اور وہ ہے ان فرقوں کو تباہ کرنا جن کے ہماری راہ میں حائل ہونے کا امکان ہو۔ جو یہ جانتے ہوئے کہ پاکستان کا مطلب مسلمانوں کے لئے کیا ہے ان رکاوٹوں میں فریق بن رہے ہیں۔

"میں تسلیم کرتا ہوں کہ ہم میں بھی کچھ خامیاں ہیں۔ اب بھی ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ ہماری تنظیم نقائص سے پاک ہے، کیونکہ ایک قوم کی تنظیم تو کوئی آسان کام نہیں ہے۔ میں اپیل

کرتا ہوں احراریوں سے' جمعیتہ العلماء سے' شیعوں' سنیوں' جاٹوں' راجپوتوں' افغانوں اور مومنوں سے اور تمام مسلمانوں سے کہ وہ خدا کے واسطے اپنے چھوٹے چھوٹے اختلافات غرقاب کر دیں۔ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو جائیں اور مسلمانوں کے پرچم تلے آ جائیں۔ آیئے ہم سر جوڑ کر بیٹھ جائیں اور ایک دوسرے کو اور اگر ہم غلطی پر ہیں تو ہمیں مشورہ دیجئے' ہماری رہنمائی کیجئے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم ایک نتیجہ پر پہنچ جائیں گے جو قطعی طور پر مسلمانوں کے مفادات کے لئے سود مند اور مفید ہو گا۔

"میں انہیں یاد دلا دوں کہ مسلمان اپنی سیاسی زندگی کے نہایت سنگین مرحلے سے گزر رہے ہیں۔"

مسٹر جناح نے کہا: "مسلمانوں میں غدار موجود ہیں۔ مجھے لفظ غدار استعمال کرتے ہوئے دکھ ہوتا ہے لیکن میں کیا کروں' لاچار ہوں' کیونکہ وہ واقعتا ایسے ہی ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان کی اصلاح کیسے کی جا سکتی ہے۔ واحد کام جو ہم کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم انہیں اپنی تنظیم سے خارج کر دیں۔

بعض حلقوں میں مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "غیر مسلموں کی موجودہ کوشش کوئی نئی بات نہیں۔ یہ کافی عرصے سے کسی نہ کسی شکل میں کی جا رہی ہے۔ سادہ دل مسلمانوں نے ہمیشہ ان کا اعتبار کیا۔ میں نے یہ سوچا کہ میں ان کے ساتھ رہ کر اپنے حقوق اور مفادات کا تحفظ کر سکوں گا' لیکن مجھے فریب دیا گیا۔"

قائداعظم نے تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے کہا کہ کس طرح جب انہوں نے سات برس قبل مسلمانوں کی تنظیم تو شروع کی تو کانگرس نے مسلم عوامی رابطے کے منصوبے کا آغاز کر دیا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ مسلمان ان کے ساتھ ہیں اور حماقت ان سے سرزد ہوئی کہ انہوں نے مسلم لیگ کو چیلنج کر دیا۔ ضمنی انتخابات میں مسلمان امیدواروں کو کانگرس کے ٹکٹ پر کھڑا کر دیا گیا۔ اللہ کے لطف و کرم سے مسلم لیگ نے نہ صرف انہیں ایک ایک کر کے شکست سے روشناس کرایا بلکہ جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکا۔ آج وہ کسی مسلمان کو اپنے ٹکٹ پر کھڑا کرنے کی جرات نہیں کر سکتے۔

"پھر انہوں نے شیعہ۔ سنی چپقلش پیدا کر دی۔ اس کے بعد آزاد بورڈ وجود میں آیا جو جلد ہی اللہ کو پیارا ہو گیا۔ آخر میں مومن کانفرنس منصہ شہود پر ابھری جو اس حد تک چلی گئی کہ اس نے دعویٰ کر دیا کہ وہ ساڑھے چار کروڑ مسلمانوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ بعد میں انہوں نے بھی یہ محسوس کر لیا کہ گنتی کرنے میں ان سے غلطی سرزد ہو گئی۔[قہقہہ] یہ تمام کوششیں مسلم لیگ

کی قوت کو کم کرنے کے لئے کی گئیں۔

اسی زنجیر کی ایک کڑی

مسٹر جناح نے کہا کہ "پنجاب میں تازہ ترین کوشش اسی زنجیر کی ایک کڑی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس کے لئے میں انہیں مورد الزام نہیں ٹھہراتا۔ اس صورت حال کے تمام تر ذمہ دار مسلمانان پنجاب ہیں' لیکن میں یہاں بہ ہزار مسرت اعلان کرتا ہوں کہ ہم نے مجرم کو پکڑ لیا ہے۔ نہ صرف یہ کہ ہم نے اسے پکڑ لیا ہے بلکہ اس فریب کو بھی دریافت کر لیا ہے جو گذشتہ چھ برس سے ہمارے ساتھ کیا جا رہا تھا۔ اب ان کا پردہ فاش ہو گیا ہے اور یہ ثابت ہو گیا ہے کہ وہ کبھی بھی مسلم لیگ سے مخلص نہیں تھے۔ ابھی تک مجرم کو چیلنج نہیں کیا۔ اس کے خلاف فرد جرم تیار کی جائے گی پھر ہم اپنا فیصلہ سنائیں گے۔

"اس امر کا انحصار مسلمانان پنجاب پر ہو گا کہ وہ فیصلہ کریں کہ مجرم کو کیا سزا دی جائے۔ میں تو صرف آپ کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔ یہ میرا فرض ہے کہ میں آپ کو اطلاع دے دوں اور آپ کو آپ کے دشمنوں کے خلاف انتباہ کر دوں۔

> "لوگ مجھے آمر کہتے ہیں۔ لیکن مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے یہ میرا فریضہ ہے کہ ہماری تنظیم کے جو اراکین غلطی کریں میں ان سے جواب طلبی کروں۔ مسلم لیگ کی کل ہند مجلس عاملہ ہے' کل ہند کونسل ہے' مجلس عمل ہے' مرکزی پارلیمانی بورڈ ہے اور صوبائی پنجاب مسلم لیگ ہے۔ وہ اس مقدمہ کا جائزہ لیں گے اور اپنا فیصلہ صادر کر دیں گے۔"

سیالکوٹ کی اہمیت

اپنی تقریر کے اختتام پر مسٹر جناح نے کہا کہ میں ایک بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اب کوئی شخص مسلمانوں کو مزید دھوکہ نہیں دے سکتا۔ وہ بیدار ہو چکے ہیں۔ گذشتہ ہفتے سے پہلے تک پنجاب کے مسلمانوں میں حوصلے کا فقدان تھا۔ وہ کسی نہ کسی سے خائف تھے۔ اب صورت حال یکسر بدل گئی ہے۔ اب انہوں نے خوف کی مختلف شکلوں کو جھٹک دیا ہے اور یہ سمجھ لیا ہے کہ اگر ایک جگہ کے مسلمانوں پر ظلم توڑا گیا تو وہ سب متحد ہو کر اس کا مقابلہ کر لیں گے۔ اتنا کچھ تو ہم نے حاصل کر لیا ہے۔

مسٹر جناح نے پرزور تالیوں کی گونج میں اعلان کیا کہ اجلاس سیالکوٹ اجلاس لاہور سے کسی طرح بھی کم اہم نہیں۔ "یہاں سے ہم ایک اور قدم آگے بڑھا رہے ہیں؟ جو دستوری قدم ہے۔ ہماری جنگ دستوری جنگ ہے۔ کیا ہم یہ جنگ جیت سکتے ہیں؟ اگر کل مجلس قانون ساز پنجاب

سے تمام کے تمام ۸۹ مسلم رکن متحد ہو جائیں اور مسلم لیگ پارٹی میں شامل ہو جائیں تو فیصلہ ہمارے حق میں ہو گا۔ لیکن یہ کوئی آسان کام نہیں ہو گا۔ اگر آپ تمام اراکین کو اپنے ساتھ چلانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے تو کم سے کم اکثریت کو تو اپنے ساتھ لے آیئے۔ پھر ہم اپنا مقصد حاصل کر لیں گے۔ سیالکوٹ میں آپ کا جوش و جذبہ دیکھ کر میرا دل بہت بڑھ گیا ہے اور مجھے کامیابی کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا۔ وہ دن دور نہیں جب آپ کو آپ کی قربانیوں کا صلہ مل جائے گا۔ خدا حافظ۔ (دی ایسٹرن ٹائمز' ۲ مئی ۱۹۴۴ء)

۱۲۷۔ لیگ۔ یونینسٹ پارٹی تنازعہ
غیر مسلم وزراء کے مشترکہ بیان کا جواب
۳ مئی ۱۹۴۴ء

"پس اب آخر کار غیر مسلم وزراء کے بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ نہ اس کی وجہ میثاق جناح ہے نہ اس سے ماوراء کوئی خفیہ معاہدے ہیں جن کی طرف ملک خضرحیات خاں نے حالیہ بیان میں اشارہ کیا کہ ان کے معزز پیش رو سر سکندر حیات خاں اور انہوں نے کیے تھے اور جن کی نوعیت اب تک ظاہر نہیں کی گئی' جن کی بنا پر وہ تو مسلم لیگ کے ساتھ اتحاد قائم کرنے سے معذور ہیں' لیکن غیر مسلم وزراء مسلم لیگ کے ساتھ اتحاد کر کے وزارت بنانے کے لئے آمادہ ہیں بشرطیکہ ان کا ان نکات کے بارے میں اطمینان کرا دیا جائے جو ان کے اس بیان میں مذکور ہیں جو آج صبح کے اخبارات میں شائع ہوئے۔" یہ بات مسٹر جناح نے آج ایک اخباری بیان کے دوران کہی۔

مسٹر جناح نے کہا : "جہاں تک پہلے نکتے کا تعلق ہے کسی بھی سمجھ دار آدمی پر یہ بات روشن ہو گئی ہے کہ ایک ہمہ گیر مفاہمت یا سمجھوتہ ممکن ہی نہیں جب پنجاب میں ان تین غیر مسلم وزراء سے نمٹا جا رہا ہو جن کی حیثیت حسب ذیل ہو :

"سر چھوٹورام مجلس قانون ساز کے نو ہندو جاٹ اراکین سے زیادہ کسی کی نیابت نہیں کرتے اور صرف یہی ایک حلقہ ان کا حامی ہے۔

سردار بلدیو سنگھ دس ارکان سے زیادہ کسی کی نمائندگی نہیں کرتے۔ چونکہ ان کا گروپ ۲۸ سکھ اراکین میں سے صرف دس پر مشتمل ہے۔ اور سر منوہر لال کا کسی قسم کا بھی کوئی پیروکار نہیں ہے۔

"بالفاظ دیگر تین معزز لوگ مجلس قانون ساز کے ۱۷۵ اراکین میں سے بیس ارکان سے زیادہ

کی نمائندگی نہیں کرتے۔ یہ مطالبہ کہ ہم ان تین لوگوں کے ساتھ ایک ہند گیر سمجھوتہ یا مفاہمت کر لیں نظر بظاہر ایک مضحکہ خیز بات ہے۔

"بعینہٖ ہم ان تین افراد کے ساتھ پاکستان کے بارے میں —— جو ایک ہند گیر مسئلہ ہے —— کیسے کوئی سمجھوتہ کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا طریقہ کار اختیار کر لیا جائے تو جو سمجھوتہ یا انتظام ہو گا وہ ایک طرف مسلم لیگ کو تو' جو بلاشبہ مسلمانان ہند کی ایک با اختیار جماعت ہے' پابند کر دے گا لیکن دوسری طرف پنجاب کے ان تین غیر مسلم وزراء کے علاوہ اور کوئی اس سمجھوتے کا پابند نہ ہو گا۔ حقیقتاً یہ حیران کن بات ہے کہ یہ ایک بدیہی خلاف عقل بات ان کے ذہن میں نہیں آتی۔ مسلم لیگ اتحاد کے تحت وزارت کی تشکیل کے بارے میں ہماری تجویز موجودہ دستور قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء کے تابع اور اس کی حدود میں ہے جیسا کہ اس پر صوبہ پنجاب میں عملدرآمد ہو رہا ہے۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں انہیں وہ ابتدائی اصول نہ سمجھا سکا جن کی بنیاد پر کسی مجلس قانون ساز میں اتحاد تشکیل دیئے جا سکتے ہیں اور منسوخ کئے جا سکتے ہیں۔

"جہاں تک تیسرے نکتے [ج] کا تعلق ہے میں اسے ایک عیارانہ چال قرار دے سکتا ہوں جس کا مقصد انگلستان' امریکہ اور ہند اور دیگر مقامات کے عوام کے اذہان کو مسموم کرنا ہے کہ اس میں اس قسم کی الزام تراشیاں موجود ہیں گویا مسلم لیگ مساعی جنگ اور جنگ کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے خلاف ہے اور وہ یہ دعوے کر رہے ہیں کہ صرف انہیں ہی ہند کی نگہبانی اور حفاظت کا حق حاصل ہے۔

"جنگ کے آغاز سے ہی ہماری حکمت عملی کی وضاحت کر دی گئی تھی اور ہم نے کبھی بھی مساعی جنگ کی راہ میں کوئی بھی دشواری یا رکاوٹیں پیدا نہیں کیں یا برطانوی حکومت کو کسی طرح بھی پریشان نہیں کیا۔ یہ بات ایک امر واقعہ کے طور پر اس تعاون سے عیاں ہو جاتی ہے جو بنگال' آسام' صوبہ سرحد اور سندھ کی مسلم لیگی وزارتوں کی طرف سے پیش کیا گیا اور پنجاب میں بھی یہی صورت حال جاری رہے گی اگر ہم صوبہ پنجاب میں مسلم لیگ کی وزارت بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

اگر حکومت برطانیہ یا حکومت ہند گمراہ ہو گئیں اور پنجاب کی موجودہ وزارت کو اس جھوٹے بہانے سے کہ مسلم لیگ مساعی جنگ ۔کے خلاف ہے' جابرانہ اور ظالمانہ اقدامات کی اجازت دی گئی یا اگر انہوں نے اہل پنجاب کی دستوری آزادی کو اور آزادانہ طور پر دستور کو چلانے پر کوئی قدغن لگائی تو وہ ایک بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کریں گے۔

"انگلستان اور کینیڈا میں دوران جنگ انتخابات منعقد ہوئے اور وزارتیں تشکیل دی گئیں۔ آسٹریلیا میں میکنزی کی وزارت دوران جنگ ہی میں رخصت ہوئی اور دوسری وزارت ترتیب دی گئی اور اس کے بعد مجلس قانون ساز برطرف ہوئی اور نئے انتخابات منعقد ہوئے۔ خود ہند میں بھی فضل الحق کی وزارت گئی اور مسلم لیگ کی وزارت مرتب ہوئی۔

"سندھ میں اللہ بخش وزارت گئی اور مسلم لیگ کی وزارت بنی۔ شمال مغربی سرحدی صوبے میں دفعہ ۹۳ [گورنر راج] کا خاتمہ ہوا اور مسلم لیگی وزارت بنی۔ لہٰذا سوال یہ ہے کہ موجودہ دستور کو، جس کے تحت ہم کام کر رہے ہیں، مکمل اور آزادانہ طور پر کام کرنا چاہیے اور دستوری آزادی میں مداخلت یا کمی بیشی نہیں ہونی چاہیے۔ موجودہ مجلس قانون ساز اب سات برس کی ہو گئی ہے۔ ہم نے بار بار یہ مطالبہ کیا ہے کہ نئے انتخابات کا انعقاد ہونا چاہیے لیکن اب تک حکومت کے کان پر جوں ہی نہیں رینگی۔ کیا ہمارا یہ حق نہیں ہے کہ ہم اپنا گھر درست کرنے کے لئے ہر جائز کوشش کریں اور موجودہ قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء کے تحت دستور کو چلائیں۔ یا تو ہمیں اسے چلانے کی پوری آزادی ملنی چاہیے یا ہمیں قطعی طور پر بتا دیا جائے کہ ہم اپنی بساط لپیٹ دیں۔

"لیکن یہ ایک زبردست غلطی ہو گی کہ یہ بہانہ بنا کر کہ ان سے مساعی جنگ میں رکاوٹ حائل ہو سکتی ہے دستوری آزادیوں میں مداخلت کی جائے۔

"جیسا کہ ہمیں پہلے ہی سے دھمکیاں دی جا رہی ہیں اور بعض اخباری حلقوں میں یہ کہا جا رہا ہے کہ حکومت کے پاس بہت اور غیر معمولی اختیارات موجود ہیں جنہیں وہ استعمال کر سکتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ حکومت ان اختیارات کو ناجائز طریقے سے استعمال نہیں کرے گی اور کسی عاجلانہ اقدام پر مجبور نہیں کی جا سکے گی۔

سکھ مطالبہ

جہاں تک سردار بلدیو سنگھ کے اس خوف کا تعلق ہے، جیسا کہ اخبارات میں شائع ہوا ہے، کہ مسلم لیگ اتحاد پارٹی میں شمولیت کا مطلب ہو گا کہ انہوں نے پاکستان کو تسلیم کر لیا ہے، یہ بالکل غلط ہے۔ کوئی پارٹی جو کسی اتحاد میں شامل ہوتی ہے خود بخود اپنے مسلک کو تج نہیں دیتی یا محض اتحاد میں شامل ہونے کی بنا پر اسے دوسری پارٹی کا مسلک یا اس کا منتہائے مقصود قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

جہاں تک سکھ مطالبے کا تعلق ہے میں نے سکھ رہنماؤں سے، جن میں سردار بلدیو سنگھ شامل ہیں، بار بار یہ درخواست کی ہے اور میں نے اپنی حالیہ ملاقاتوں کے دوران گذشتہ ماہ ذاتی طور

پر بھی اپنی یہ استدعا دہرائی کہ آپ اپنی تجاویز پیش کر دیں کہ آپ چاہتے کیا ہیں؟ اب ایک بار پھر میں علی الاعلان سکھ رہنماؤں سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنی تجاویز سے آگاہ کر دیں کہ سکھ فرقے کی کیا خواہش ہے۔ اور چونکہ یہ ایک ہند گیر مسئلہ نہیں ہے اور یہ صرف پنجاب تک محدود ہے۔ ہم اس بات کے لئے تیار اور آمادہ ہیں کہ ہم آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے ان کے ساتھ کوئی منصفانہ اور عادلانہ مفاہمت کر لیں۔ (دی ڈان' ۲۷ دسمبر ۱۹۴۳ء)

۱۲۸- مسلم کانفرنس کے سپاسنامے کا جواب

جموں' ۸ مئی ۱۹۴۴ء

"اگر مسلمانان کشمیر اپنے مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں تو وہ ایک تنظیم اور ایک پرچم کے تحت جمع ہو جائیں۔" یہ بات مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہی۔ وہ مسلم کانفرنس اور مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے اس مشترکہ سپاسنامے کا جواب دے رہے تھے جو دونوں تنظیموں نے ان کی خدمت میں پیش کیا۔

مسلم لیگ کی حکمت عملی کی حتمی وضاحت کرتے ہوئے قائداعظم نے کہا: "ہماری حکمت عملی ہے کہ ریاستوں کے معاملات میں مداخلت نہ کی جائے۔ لیکن اگر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کسی ریاست کے مسلمانوں کو دہشت زدہ کیا جا رہا ہے تو ہم خاموش اور لاتعلق تماشائی نہیں رہ سکتے۔ یہ ہمارا فریضہ ہو گا کہ ہم آپ لوگوں کو بچانے کے لئے پہنچیں' چونکہ جملہ مسلمان خواہ وہ چین میں رہتے ہوں یا فلسطین میں بھائی بھائی ہیں۔"

ریاست کشمیر کا ذکر کرتے ہوئے قائداعظم نے کہا: "مجھے علم ہے کہ آپ لوگ مسلم اور غیر مسلم اس ریاست میں مکمل ذمہ دار حکومت کے قیام کے خواہاں ہیں۔ یہ معاملہ آپ کے اور آپ کے حکمراں کے درمیان ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ کے حکمراں اپنے عوام کو خود اپنے معاملات کا انتظام کرنے دیں۔ اس مسئلہ کے ضمن میں تو ہم مداخلت نہیں کریں گے لیکن اگر اس ریاست کے مسلمانوں کے ساتھ ناروا سلوک روا رکھا گیا تو یقیناً مسلم ہند ان کی مدد اور اعانت کے لئے آئے گا۔

مسئلہ پاکستان پر گفتگو کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا: "ہم برطانوی ہند میں پاکستان کے طلب گار ہیں۔ ہم اس معاملے کو آپ پر اور صرف آپ پر چھوڑتے ہیں کہ آپ خود فیصلہ کریں کہ آپ کس طرز حکومت کے خواہاں ہیں۔" انہوں نے غیر مسلموں کو ایک بار پھر یقین دلایا کہ جب کبھی مسلمان برسراقتدار ہوں گے غیر مسلموں کا مذہب اور ان کا تمدن محفوظ ہو گا۔

تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا : "غیر مسلموں کو مسلمانوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کرنے کی حکمت عملی کو ترک کر دینا چاہیے کیوں کہ وہ اپنی کوششوں میں ناکام رہیں گے کہ مسلمانان ہند اب بیدار اور چوکس ہیں اور انہیں مزید گمراہ نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے غیر مسلموں سے کہا کہ ہند کی آزادی کی خاطر انہیں مسلم لیگ سے تصفیہ کرنا چاہیے (اورینٹ پریس)

('ڈی ڈان' ۱۰ مئی ۱۹۴۴ء)

۱۲۹۔ کشمیری صحافیوں سے خطاب

سری نگر' ۲۳ مئی ۱۹۴۴ء

میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے مجھ سے یہاں ملاقات کے لئے زحمت فرمائی۔ پریس عظیم طاقت ہے' اور یہ فائدہ بھی پہنچا سکتا ہے اور نقصان بھی۔ اگر صحیح طریقے سے چلایا جائے تو یہ رائے عامہ کی رہنمائی کر سکتا ہے اور اس کی تربیت بھی۔ اور مجھے کوئی شبہ نہیں کہ کشمیری پریس صحافت کی اعلیٰ روایات پر کار بند رہ کر عوام کی غیر جانبداری کے ساتھ خدمت کرے گا۔

میں نے اپنی آمد پر جموں اور سری نگر میں اپنی تقریروں کے دوران پہلے ہی اس امر کی جانب اشارہ کر دیا ہے کہ میں کشمیر میں کیا کچھ دیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھ سے ایک متنازعہ فیہ قسم کا سوال کیا گیا تھا : "مسلمانوں میں سے کون کون مسلم کانفرنس کا رکن بن سکتا ہے" یہ سوال خصوصیت کے ساتھ قادیانیوں کے حوالے سے کیا گیا تھا۔ میرا جواب یہ تھا کہ جہاں تک کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے دستور کا تعلق ہے اس میں یہ کہا گیا ہے کہ کوئی بھی مسلمان' اس کے عقیدے یا جنس سے قطع نظر' اگر وہ آل انڈیا مسلم لیگ میں شمولیت کرنا چاہتا ہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے عقیدے' حکمت عملی اور پروگرام کو قبول کرے' رکنیت کے فارم پر دستخط کرے اور اپنا دو آنے کا چندہ ادا کرے۔

میں جموں اور کشمیر کے مسلمانوں سے اپیل کروں گا کہ وہ فرقہ وارانہ سوالات کو نہ اٹھائیں بلکہ مسلمانوں کو منظم کریں اور انہیں ایک پلیٹ فارم پر ایک پرچم تلے لے آئیں۔ اس راہ میں ہی مسلمانوں کی نجات اور ٹھوس اور موثر سیاسی' معاشرتی' تعلیمی اور اقتصادی ترقی اور بہبود کا حصول مضمر ہے۔ نہ صرف مسلمانوں کی بلکہ دیگر فرقوں اور فی نفسہ ریاست کشمیر کی بھی۔ یہاں نیشنل کانفرنس' مسلم کانفرنس' ہندو راجیہ سبھا' یووک سبھا اور سکھ پارٹی ہیں۔

سوال : کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ صرف ایک ہی جماعت ہو؟

جواب : اس امر کا فیصلہ کرنا ہر فرقے کا کام ہے۔

سوال : کیا مسلمان تنہا ریاست جموں اور کشمیر میں ذمہ دار حکومت حاصل کر سکتے ہیں؟

جواب : میں سمجھتا ہوں کہ وہ کر سکتے ہیں بشرطیکہ ہندو اور سکھ مخالف نہ ہوں اور موجودہ نظام حکومت کو ترجیح نہ دیتے ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ ترقی کی رفتار بہت تیز ہو جائے گی اگر ہر فرقہ خود کو منظم کر لے اور اس اعتبار سے اپنے آپ کو محفوظ و مامون تصور کر لے اور سمجھے کہ وہ اپنے عقیدے' اپنی ثقافت اور زبان کے معاملے میں آزاد ہوں گے اور یہ بھروسہ ہو کہ اکثریت اقلیتوں کے ساتھ عادلانہ اور منصفانہ برتاؤ کرے گی۔

کسی بھی فرقے کی جانب سے دوسرے کی اپنی حسب دل خواہ تنظیم کی آزادی میں خلل ڈالنے یا اس میں مداخلت کی کوشش یا مساعی ناکام ہو کر رہیں گی اور صرف عوام کی ترقی میں رکاوٹ ڈالیں گی۔

جہاں تک ریاست جموں اور کشمیر کا تعلق ہے ریاست اور اس کی آبادی کے پیش نظر اس کی تقسیم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور میں نے اپنے خیالات کا اظہار اسی بنیاد پر کیا ہے۔ برطانوی ہند کا مسئلہ بالکل مختلف ہے۔ (دی ڈان' ۲۵ مئی ۱۹۴۴ء)

۱۳۰۔ لیگ اور قادیانیوں کے بارے میں بیان

سری نگر' ۱۰ جون ۱۹۴۴ء

مسٹر جناح نے حسب ذیل بیان اخبارات کو جاری کیا:

میں نے دیکھا ہے کہ اخبارات کے بعض حلقوں میں پھر اکبر علی ایم۔ ایل۔ اے کے ساتھ میری ملاقات کے ضمن میں بہت سے الجھاؤ پیدا کیے جا رہے ہیں اور غلط ترجمانی ہو رہی ہے۔ میں اس امر کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنی ملاقات کے دوران ان پر پھر یہ واضح کر دیا تھا کہ جہاں تک آل انڈیا مسلم لیگ کا تعلق ہے ہم اپنی تنظیم کے دستور کی [متعلقہ] شق کے تابع ہیں اور میں اس کے سوا کچھ نہیں کر سکتا کہ اس بات کی نشاندہی کر دوں کہ اپنے دستور کے مطابق آل انڈیا مسلم لیگ کی ابتدائی شاخ کی رکنیت کے امیدوار کو مسلمان ہونا چاہیے' وہ برطانوی ہند کا باشندہ ہو اور اس کی عمر ۱۸ برس سے کم نہیں ہونی چاہیے۔

یہ بالکل نادرست ہے کہ میں نے ناظر امور عامہ خارجہ' قادیان کا مکتوب موصول ہونے پر کسی ایسی بات سے اتفاق کیا ہو کہ دستور سے انحراف کرنا میرے اختیار میں ہے۔ میں نے اپنے مکتوب مرقومہ ۵ مئی ۱۹۴۴ء میں اپنے موقف کی وضاحت کر دی تھی"

(اورینٹ پریس' دی ڈان ۱۱ جون' ۱۹۴۴ء)

۱۳۱۔ کشمیر مسلم نیشنل کانفرنس سے خطاب

سری نگر ۱۹ جون ۱۹۴۴ء

کارروائی کا آغاز چوہدری غلام عباس صاحب صدر مسلم کانفرنس کی ایک مختصر تقریر سے ہوا۔ کانفرنس کی جانب سے قائداعظم کی خدمت میں ایک سپاسنامہ پیش کیا گیا جس میں مسلمانان کشمیر کی جانب سے ان کے معاملات میں گہری دلچسپی لینے پر مسٹر جناح کے لئے جذبات تشکر اور ممنونیت کا اظہار کیا گیا اور مسلمانان ہند کے مطالبہ پاکستان کی مکمل حمایت کی پیش کش کی گئی۔

سپاسنامہ کا اردو میں جواب

سپاسنامے کا اردو میں جواب دیتے ہوئے مسٹر جناح نے ایک گھنٹہ پر محیط تقریر کی انہوں نے کہا: "مجھے جس اعزاز سے نوازا گیا ہے اس پر جذبات ممنونیت کے اظہار کے لئے مجھے مناسب الفاظ نہیں مل سکتے۔ میرے کشمیر میں قیام کو ایک ماہ سے زیادہ عرصہ بیت گیا ہے۔ اس امر کے باوصف کہ میں آٹھ برس کے مسلسل کام کے بعد آرام کی خاطر یہاں آیا تھا۔ میں ان مسلمان بھائیوں سے ملاقاتیں کر رہا ہوں جو مجھ سے ملاقات کے لئے آتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ ۹۹ فی صد مسلمانان جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کو اپنی نمائندہ تنظیم گردانتے ہیں۔

"مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ ریاست کے مسلمان بیدار ہو گئے ہیں اور متحد کھڑے ہیں۔ جیسا کہ اب میں دیکھتا ہوں کہ اس پنڈال میں ایک لاکھ کے اجتماع میں بوڑھے بھی ہیں اور جوان بھی مزدور بھی ہیں اور تجار بھی۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا "جناب صدر اب یہ آپ کا کام ہے کہ آپ انہیں منظم کرنے کے لئے ان کی پکار کا جواب دیں۔ میں بعض دوستوں سے ملا ہوں جو اس خیال کے حامی ہیں کہ انہیں ایک قومی تنظیم کے تحت ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہیے اور اس مقصد کے لئے وہ آٹھ برس سے کام کر رہے ہیں لیکن جب میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا ہندوؤں نے نیشنل کانفرنس میں شمولیت اختیار کی ہے تو ان کا جواب نفی میں تھا۔"

اتحاد کی ضرورت

"انہوں نے ان مسلمانوں سے دریافت کیا کہ اگر ہندو اور سکھ نیشنل کانفرنس میں شامل نہیں ہوئے تو ان کے ساتھ ہے کون اور وہ اپنی ان خواہشات کو کیسے بروئے کار لا

سکتے ہیں کہ وہ بیرونی دنیا کو یہ دکھا دیں کہ کشمیر کی ایک اور صرف ایک ہی تنظیم ہے۔"

ایسے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا: "کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ نے کشمیری مسلمانوں کو تقسیم کر دیا ہے اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ حائل کر دی ہے۔ یہ ناممکن امر ہے اور آپ کبھی بھی اس طرح سے کامیاب نہیں ہو سکتے۔"

انہوں نے کہا "کانگرس نے کچھ مسلمانوں اور سکھوں کو قابو کر لیا ہے اور یہ پروپاگنڈہ شروع کر دیا ہے کہ ہند کی ایک ہی تنظیم ہے۔ اگر مسلمان کانگرس کے ساتھ نہیں ہیں تو سکھ، پست اقوام اور مسیحی بھی کانگرس کے ساتھ نہیں ہیں۔ اب قوم پرست یہی کھیل کشمیر میں بھی کھیلنا چاہتے ہیں اور اقلیتوں کا استحصال کرنا چاہتے ہیں۔

انہوں نے مزید کہا "میں کہتا ہوں کہ ہندو یہاں اقلیت میں ہیں اور یہ کہ مسلمان ہمیشہ ان کے ساتھ منصفانہ اور فیاضانہ سلوک کریں گے۔ ان کو چاہیے کہ وہ خود کو علیحدہ منظم کریں۔

سخت جدوجہد کیجئے

"مجھے بتایا گیا ہے کہ مسلم کانفرنس کا مقصد ریاست میں مکمل ذمہ دار حکومت کا قیام ہے۔ میں آپ کو بتا دوں کہ سخت محنت کئے بنا یہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ آپ کو اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے سخت جدوجہد کرنا ہو گی۔ یہ کہا جاتا ہے کہ یہاں سب کچھ ہے —— زمرد ہیں جو جواہرات سے مزین ہیں —— لیکن آپ نے ان سے کیا کام لیا۔ آپ نے اب تک کیا کیا ہے؟ ذمہ دار حکومت کوئی کیک نہیں جسے مہاراجہ اور ان کے مشیر آپ کی خدمت میں پیش کریں اور کہیں نوش جان فرمایئے۔ آپ کو اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے اپنی بہترین کوشش کرنی ہو گی۔ میں اور آل انڈیا مسلم لیگ آپ کے پیچھے ہیں اور آپ کو ہماری مکمل حمایت حاصل ہے۔

پاکستان کے بارے میں مسٹر جناح نے کہا "مسلمانان ہند کو آپ کے مطالبے کے ساتھ پوری پوری ہمدردیاں ہیں اور ہم آپ کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں اور آپ کو ہماری کامیابی کے لئے دعا کرنی چاہیے۔ اب آپ کو اپنے کوٹ اتار دینا چاہئیں اور کام شروع کر دینا چاہیے اور مجھے کوئی شبہ نہیں کہ کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کے فرمانروا ذمہ دار حکومت کے قیام کے لئے آپ کے مطالبے کو تسلیم کر لیں گے۔ میں آپ کی کامیابی کے لئے دعا گو ہوں۔"

طلبا کا سپاسنامہ

مسلم طلباء کی یونین کے سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ اس سپاسنامے کو

زیادہ اہمیت دیتے ہیں کیونکہ یہ تعلیم یافتہ طبقوں کی جانب سے پیش کیا گیا ہے انہوں نے طلباء کو مشورہ دیا کہ ان کی ایک تنظیم ہونی چاہیے اور وہ متحد ہو کر کام کریں۔

"میں اپنے نوجوان دوستوں کو مشورہ دوں گا کہ وہ پہلے اپنے مطالعے کی طرف توجہ دیں اور عملی سیاست میں حصہ نہ لیں۔

"آپ کو اپنی قومی تنظیم کے ساتھ کام کرنا چاہیے اور اس کا پیغام اپنے لوگوں کو گاؤں اور دیہات میں پہنچانا چاہیے۔ آپ نے مجھے جس اعزاز سے نوازا ہے اس کے لئے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی عطا فرمائے۔"

۱۳۲۔ نواب بہادر یار جنگ کی وفات پر تعزیتی بیان

سری نگر ۲۶ جون ۱۹۴۴ء

مجھے یہ افسوسناک خبر سن کر بے حد قلق ہوا۔ ان کی وفات سے اسلام اور مسلمان اپنے ایک کٹر اور بے حد مخلص کارکن سے محروم ہو گئے۔ ان کی رحلت کے باعث مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ترقی کا عظیم ترین علمبردار اس دنیا سے اٹھ گیا۔ میری دلی ہمدردیاں اس صدمہ جانکاہ میں ان کی بیوہ اور ان کے خاندان کے ساتھ ہیں۔"

(اے۔ ایف۔ ایم / کراچی یونیورسٹی / قائداعظم / کلب ۱۳/ صفحہ ۹۱۔)

۱۳۳۔ جناح۔ سی راج گوپال اچاریہ مراسلت

مجریہ سری نگر ۹ جولائی ۱۹۴۴ء

مسٹر جناح اور مسٹر سی راجگوپال اچاریہ کے مابین مراسلت کا متن حسب ذیل ہے:

نئی دہلی ۸ اپریل ۱۹۴۴ء

ڈیر مسٹر جناح!

مفاہمت کی بنیاد حاضر ہے۔ میں نے مارچ ۱۹۴۳ء میں اس پر مسٹر گاندھی سے تبادلہ خیال کیا تھا اور انہوں نے اس کے بارے میں اپنی مکمل منظوری کا اظہار کیا تھا۔ اس وقت انہوں نے مجھے یہ اختیار دیا تھا کہ ' اگر میں آپ کو یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو جاؤں کہ یہ شرائط سب کے لئے عادلانہ اور منصفانہ ہیں' انہیں ان کی [مسٹر گاندھی کی] منظوری حاصل ہے۔ چونکہ حکومت نے ان پر عائد کردہ کسی بھی پابندی کو نرم کرنے سے انکار کر دیا ہے کہ وہ کسی مفاہمت کی شرائط پر تبادلہ خیال یا گفت و شنید کر سکیں۔ اس لئے میں ان کی طرف سے آپ کو لکھ رہا ہوں اور امید

تا ہوں کہ اس سے وہ بدقسمت لاینحل مسئلہ حتمی طور پر حل ہو جائے گا جس کا آج کل ہمیں سامنا ہے۔ آپ کو علم ہے کہ مفاہمت کے ضمن میں میری خواہش کس درجہ شدید ہے۔

جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ ان شرائط کے ضمن میں مسٹر گاندھی کی منظوری حاصل ہونا ممکن ہے تو مجھے بہت مسرت ہوئی تھی۔ مجھے امید ہے کہ آپ اپنی مکمل ترین توجہ اس امر پر مرکوز کر دیں گے کہ یہ تجاویز منصفانہ اور عادلانہ ہیں اور اس صورت حال کو ختم کرنے میں اعانت فرمائیں گے جو بتدریج ملک میں ایک ہمہ گیر انحطاط پیدا کر رہی ہے۔ آپ کا مخلص

[دستخط] سی راج گوپال اچاریہ

مفاہمت کی شرائط کی بنیاد

انڈین نیشنل کانگرس اور آل انڈیا مسلم لیگ کے مابین مفاہمت کی شرائط کی بنیاد جس سے مسٹر گاندھی اور مسٹر جناح اتفاق کرتے ہیں اور جسے علی الترتیب کانگرس اور لیگ سے منظور کرانے کی کوشش کریں گے۔

آزاد ہند کے دستور کے تعلق میں درج ذیل شرائط سے مشروط مسلم لیگ ہند کے مطالبہ آزادی کی توثیق کرتی ہے اور عبوری دور کے لئے عارضی حکومت کی تشکیل میں کانگرس کے ساتھ تعاون کرے گی۔

اختتام جنگ کے بعد ہند کے شمال مغرب اور مشرق میں ایسے ملحقہ اضلاع کی جن میں مسلم آبادی کی قطعی اکثریت ہوئی حد بندی کے لئے ایک کمیشن قائم کیا جائے گا۔ ایسے علاقوں میں جن کی اس طرح حد بندی ہو جائے گی باشندوں کا استصواب رائے منعقد کیا جائے گا جس کی اساس بالغ رائے دہی یا کسی اور لائق عمل حق رائے دہی پر ہو گی۔ اگر اکثریت نے ہندوستان سے علیحدہ ایک خود مختار ملک کے قیام کا فیصلہ کیا تو ایسے فیصلے کو جامہ عمل پہنا دیا جائے گا۔ لیکن یہ فیصلہ سرحد پر واقع اضلاع کے اس حق پر اثر انداز نہیں ہو گا کہ وہ جس ملک میں چاہیں شامل ہو جائیں۔

تمام پارٹیوں کو استصواب سے قبل اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کی اجازت ہو گی۔

علیحدگی کی صورت میں دفاع، تجارت، مواصلات اور دیگر اہم مقاصد کے تحفظ کے ضمن میں آپس میں معاہدے کر لئے جائیں گے۔

اگر کوئی انتقال آبادی ہوئی تو وہ خالصتاً رضاکارانہ بنیاد پر ہو گی۔

ان شرائط کا اطلاق برطانیہ کی طرف سے ہند پر حکمرانی کے مکمل اختیار اور ذمہ داری کی منتقلی کی صورت میں ہو گا۔

راج گوپال اچاریہ کی مایوسی

نئی دہلی ۱۷ اپریل ۱۹۴۴ء

ڈیر مسٹر جناح!

وہ تجویز جو تحریری شکل میں میں نے آپ کو دہلی میں گذشتہ ملاقات کے دوران دی تھی اب بھی آپ کے پاس ہوگی اور شاید آپ نے اسے دوبارہ پڑھا ہو گا اور اس پر مزید غور کیا ہو گا جیسا کہ آپ کو علم ہے مجھے آپ کی ان شرائط کو قبول نہ کر سکنے پر بہت مایوسی ہوئی تھی لیکن میں امید کرتا ہوں کہ شاید آپ اپنے موقف پر نظرثانی کر لیں گے۔ میں خلوص سے یقین رکھتا ہوں کہ یہ تجاویز مفاہمت کے لئے منصفانہ اور اطمینان بخش بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ میں آپ کا ممنون ہوں گا اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ کیا آپ نے اس معاملہ پر دوبارہ غور کیا۔

آپ کا مخلص

[دستخط] سی۔ راج گوپال اچاریہ

تاروں کا متن

پونا ۳۰ جون ۱۹۴۴ء

قائداعظم جناح
گیسٹ ہاؤس سری نگر

میرا خط مورخہ ۱۷ اپریل تا حال محروم جواب ہے جس میں میں نے اس معاملہ کا تذکرہ کیا تھا جس پر ہم نے ذاتی طور پر ۸ اپریل کو تبادلہ خیال کیا تھا۔ میں نے مسٹر گاندھی سے ملاقات کی ہے جو اس فارمولے کے ابھی تک حامی ہیں جو میں نے آپ کو پیش کیا تھا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اپنا فارمولہ اور آپ کا استرداد شائع کر دیا جائے۔ یہ تار مسٹر گاندھی کی منظوری سے بھیجا جا رہا ہے۔ میں چاہوں گا کہ اس مرحلہ پر آپ اپنے استرداد پر ایک بار پھر غور کر لیں۔

[دستخط] سی۔ راج گوپال اچاریہ
دل کشا پنچ گانی

گاندھی کا جواب چاہیے

سری نگر ۲ جولائی ۱۹۴۴ء

مسٹر راجگوپال اچاریہ
دلکشا پنچ گانی

اپنا فارمولہ شائع کرنے کے بارے میں آپ کی درخواست۔ ہماری گفت و شنید کے بارے میں آپ کا غلط بیان کہ میں نے آپ کا فارمولہ مسترد کر دیا غیر منصفانہ اور حیران کن ہے۔ درست حقائق یہ ہیں کہ اگرچہ آپ کا فارمولہ ناقابل ترمیم تھا' تاہم میں اسے مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے سامنے پیش کرنے کے لئے تیار تھا لیکن آپ نے ایسا کرنے پر اتفاق نہیں کیا۔ لہٰذا مزید کوئی اقدام نہیں کیا گیا۔ میرا رد عمل یہ تھا کہ میں ذاتی طور پر اسے قبول یا مسترد کرنے کی ذمہ داری نہیں لے سکتا۔ میرا موقف آج بھی یہی ہے اگر مسٹر گاندھی اب بھی اپنی تجویز براہ راست ارسال کریں تو میں اسے مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے سامنے پیش کرنے کے لئے آمادہ ہوں۔

[دستخط] جناح

پنج گانی ۴ جولائی ۱۹۴۴ء

قائداعظم جناح گیسٹ ہاؤس سری نگر' تار کا شکریہ۔ میرے خط مورخہ ۱۷ اپریل سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ میرے محسوسات کیا تھے جب میں نے یہ سوچا کہ جہاں تک آپ کا تعلق ہے آپ نے فارمولہ مسترد کر دیا ہے۔ مجھے حقیقتاً اس پر بڑی مسرت ہو گی جیسا کہ آپ کے تار سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اسے مسترد نہیں کیا۔ اگرچہ میری اس معاملے میں کوئی نمائندہ حیثیت یا کوئی خصوصی اختیار نہیں۔ مسٹر گاندھی نے قطعی طور پر میری تجویز کو منظور کیا اور مجھے اختیار دیا کہ میں اس بنیاد پر آپ سے گفت و شنید کر سکتا ہوں۔ اب میں دوبارہ ان کی منظوری کی تصدیق کرتا ہوں اغلباً" ان کی رائے کا وزن کانگرس کی منظوری بھی حاصل کر لے گا۔ آپ میرے فارمولے کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں تھے لیکن اس بات پر تیار تھے کہ آپ اسے لیگ کونسل کے سامنے پیش کر دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طریقہ کار کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا تا آنکہ اسے آپ کی اپنی حمایت حاصل نہ ہو۔

[دستخط] سی۔ راج گوپال اچاریہ

سری نگر ۵ جولائی

آپ کا تار مورخہ پنج گانی' ۵ جولائی ۱۹۴۴ء موصول ہوا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے ۲ جولائی کے تار سے آگے جانے سے قاصر ہوں۔

[دستخط] جناح

پنج گانی ۸ جولائی ۱۹۴۴ء

ایم۔ اے۔ جناح اسکوائر

گیسٹ ہاؤس سری نگر

آپ کا تار مورخہ ۵ جولائی آج موصول ہوا۔ اس کے ساتھ ہی ذاتی گفت و شنید اختتام کو پہنچتی ہے۔ اب عوام کو اعتماد میں لینا ضروری ہے۔ لہٰذا میں جملہ خط و کتابت جو آپ کے تار

مورخہ ۵ جولائی پر ختم ہوتی ہے [اخبارات کو] جاری کر رہا ہوں۔

[دستخط] سی راج گوپال اچاریہ
(دی ڈان' ۱۰ جولائی ۱۹۴۴ء)

۱۳۴۔ ڈربن تعلیمی اور ثقافتی کانفرنس کے انعقاد پر مسلمانان جنوبی افریقہ کے نام پیغام

سری نگر ۱۲ جولائی ۱۹۴۴ء

تعلیمی اور ثقافتی کانفرنس کے موقع پر جو آپ ڈربن میں منعقد کر رہے ہیں اور جو' میں سمجھتا ہوں وہاں اپنی نوعیت کی پہلی کانفرنس ہے' آپ کو اس کانفرنس کی کامیابی کی بہترین خواہشات کا پیغام بھیجتا ہوں۔

اب ہمیں اپنے لوگوں کی تعلیمی' سیاسی' اقتصادی' معاشرتی اور اخلاقی ترقی پر اپنی توجہ مرکوز کر دینی چاہیے۔ اجتماعی بہبود کے لئے ہمیں اپنے رہنماؤں کے ساتھ تعاون اور ان کی اعانت کرنی چاہیے۔ ہمیں زیادہ تر انحصار اپنی جبلی خصوصیات' اپنی قدرتی امکانی' قوت اپنے داخلی استحکام اور اپنے متحدہ عزم پر کرنا چاہیے۔ آیئے ہم اپنی تنظیم —— مسلم لیگ —— کو مضبوط سے مضبوط تر اور ایک نہایت اہل آلہ بنا دیں تاکہ وہ مسلم ہند کی عظیم جنگ کو لڑ سکے۔ میں خصوصیت کے ساتھ مسلم دانشوروں اور مسلمان نوجوانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ آگے بڑھیں اور خود کو موقع کی ضرورت کا اہل ثابت کریں۔ آخری فتح کا انحصار آپ پر ہے اور جو ہماری پہنچ میں ہے۔ آیئے ہم اپنی قومی منزل —— پاکستان تک پہنچنے کے لئے ایک پلیٹ فارم پر اور ایک پرچم تلے جمع ہو جائیں۔

(دی ڈان' یکم ستمبر ۱۹۴۴ء)

۱۳۵۔ کشمیری مسلمانوں کی صورت حال کے بارے میں بیان

سری نگر ۲۵ جولائی ۱۹۴۴ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے ایک اخباری بیان کے دوران کہا "کچھ عرصہ سے میں یہاں ہوں اور میں نے ہر طبقے کے لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور مختلف خیالات سننے کا موقع ملا اور اخباری اطلاعات دیکھنے کا بھی جو ناملائم اور ناروا ہیں۔ لیکن من حیث المجموع بالخصوص مسلمانوں کی طرف سے میرے ساتھ جس شفقت کا سلوک روا رکھا گیا میں اس کے لئے بہت شکرگزار ہوں۔

جیسا کہ میں نے جموں میں اپنی آمد کے موقع پر کہا تھا کہ ریاست کے نظم و نسق میں

مداخلت یا مہاراجہ کی حکومت اور لوگوں کے درمیان گمبھیر مسائل کھڑے کرنا مسلم لیگ کی حکمت عملی نہیں ہے۔ لیکن ہمیں ریاست میں مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے بارے میں یقینی طور پر گہری تشویش ہے اور میں یہ ضرور کہوں گا کہ ایک اتفاقاً آنے والے آدمی کو بھی ریاست میں بنیادی ضروریات کے معاملے میں عوام کا حال زار دیکھ کر صدمہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سر بی۔ این راؤ نے حال ہی میں وزیراعظم کا عہدہ سنبھالا ہے۔ عوام کی نظریں ان پر لگی ہوئی ہیں اور وہ توقع کرتے ہیں کہ وہ ان کے بہبود کے لئے موثر اقدام کریں گے۔

یہاں میرے قیام کے دوران ہزہائی نیس مہاراجہ صاحب ریاست سے باہر تھے۔ وہ اس ہفتہ کو ہی واپس آئے ہیں۔ میں سرینگر سے روانگی سے قبل ان سے ملاقات کے لئے فکر مند تھا لیکن میری روانگی سے قبل ملاقات کا انتظام نہ ہو سکا' کیونکہ مہاراجہ اپنی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے میری روانگی سے قبل ملاقات نہیں کر سکتے تھے۔ میں اس اعزاز کے لئے جس سے مجھے نوازا گیا اور مہمان کی حیثیت سے جو میری مہمان نوازی کی گئی اس پر میں حکومت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ جموں اور کشمیر کے عوام کو جملہ مسرتیں اور خوشحالی میسر آئیں۔

مسلمانوں کے ضمن میں' جیسا کہ میں نے کہا ہے' ہمیں ان کی فلاح و بہبود کے بارے میں گہری تشویش ہے اور مجھے افسوس ہے کہ اگرچہ شیخ عبداللہ اور اس کی پارٹی اور مسلم کانفرنس کے اراکین نے میری یہاں آمد سے پہلے دہلی اور لاہور میں بعض امور پر میرے ساتھ تبادلہ خیال کیا تھا۔ اور ازراہ عنایت میرا نہایت شاندار استقبال کیا اور وہ اس امر کے لئے فکر مند تھے کہ میں دونوں فریقوں کے نقطہ نظر کی سماعت کے بعد ان میں مفاہمت کرا دوں۔ جب میں نے محتاط غور و فکر کے بعد یہ تجویز پیش کی کہ مسلمانوں کو خود کو ایک پرچم تلے اور ایک پلیٹ فارم پر منظم کرنا چاہیے تو نہ صرف یہ کہ شیخ عبداللہ کے لئے میری تجویز قابل قبول نہیں تھی بلکہ انہوں نے میرے خلاف حملہ میں نہایت جارحانہ زبان استعمال کی۔

مسلمانوں کو میرا مشورہ تھا کہ اختلافات کو دلیل و برہان' گفت و شنید' تبادلہ خیالات اور قائل معقول کر کے رفع کیا جا سکتا ہے' غنڈہ گردی کے ذریعہ نہیں۔ ایک بات جس کی طرف میں حکومت کشمیر کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ غنڈہ گردی کا ہر قیمت پر قلع قمع ہونا چاہیے اور دستوری آزادی تقریر اور افکار کی آزادی ہونی چاہیے جو کسی بھی مہذب حکومت کے تحت ایک شہری کا بنیادی حق ہے۔

"میں اس ریاست کے عوام اور بالخصوص مسلمانوں کی ترقی پر ممکنہ گہری دلچسپی سے نظر رکھوں گا۔"

(دی ڈان' ۲۶ جولائی ۱۹۴۴ء)

۱۳۶- راولپنڈی کے جلسہ عام میں تقریر

راولپنڈی ۲۷ جولائی ۱۹۴۴ء

"کوئی شخص جو اس دنیا میں بستا ہے مجھ سے زیادہ مفاہمت کا خواہشمند نہیں ہو سکتا' نہ صرف ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین بلکہ سکھوں' پست اقوام اور دیگر فرقوں کے درمیان جو اس وسیع و عریض ملک میں آباد ہیں-" یہ ہے وہ بات جو مسٹر ایم- اے- جناح' صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک تقریر کے دوران کہی- تقریر چالیس منٹ پر محیط تھی اور جلسہ عام بلدیہ کے باغ میں منعقد ہوا تھا جس میں ہندو اور سکھ بھی بڑی تعداد میں موجود تھے-

مسٹر جناح نے کہا "بہتر مفاہمت کے آثار ہند کے افق پر پہلے سے ہی ظاہر ہیں-" اس یقین کا اظہار کرتے ہوئے کہ پاکستان ان کی توقع سے قبل آجائے گا' مسٹر جناح نے کہا کہ وہ اس [پاکستان] کے لئے اس لئے کام نہیں کر رہے کہ صرف دس کروڑ مسلمانوں کو آزادی حاصل ہو جائے بلکہ ہند کے دیگر تیس کروڑ باشندوں کے لئے بھی کیونکہ ان کا خیال یہ ہے کہ جب تک ہند کے دیگر فرقوں کے تیس کروڑ باشندوں کو آزادی حاصل نہیں ہو گی نہ پاکستان ہو گا اور نہ مسلم ہند کو آزادی نصیب ہو گی-

جلسے میں موجود ہندوؤں اور سکھوں سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ یہ خوش قسمتی کی بات ہے کہ وہ لوگ کافی تعداد میں یہاں موجود ہیں- انہوں نے کہا آپ لوگ تعصب کو ترک کر دیں اور اس زہر سے چھٹکارا پالیں جو ہندو اخبارات کا ایک حلقہ پھیلا رہا ہے- انہوں نے کہا کہ انہوں [اخبارات] نے مجھے [مسٹر جناح کو] بدنام کرنے کی مہم شروع کر رکھی ہے' انہوں نے ان سے اپیل کی کہ بڑے بڑے مسائل پر' جو آج انہیں درپیش ہیں غیر جانبداری اور سکون کے ساتھ غور کریں-

مسٹر جناح نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ بلا شبہ وہ برطانوی حکومت اور ہندو قیادت کو اپنا ہم خیال بنالیں گے اور انہیں مجبور کر دیں گے کہ وہ پاکستان کو قبول کر لیں-

انہوں نے کہا کہ تبدیلی کی نشانیاں پہلے ہی سے ظاہر ہیں- انہوں نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ جو کچھ بھی کریں چوکنا اور محتاط رہ کر کریں- انہوں نے انہیں یقین دلایا کہ پاکستان ان کے قریب تر آ رہا ہے-

(دی ڈان' ۳۰ جولائی ۱۹۴۴ء)

۱۳۷۔ مسٹر گاندھی نے اصول پاکستان کو قبول کر لیا

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں تقریر

لاہور ۳۰ جولائی ۱۹۴۴ء

"آخر کار' اور یہ بات آئندہ ترقی کے لئے مفید اور ممد ثابت ہو گی کہ' مسٹر گاندھی نے بہر نوع اپنی ذاتی حیثیت میں پاکستان کے اصول کو قبول کر لیا" یہ اعلان مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے دو روزہ اجلاس کا افتتاح کرتے ہوئے کیا۔

مسٹر جناح نے کہا: "مسٹر گاندھی کی رہائی کے بعد سے بیانات' اخباری اطلاعات اور تبصروں کا ایک طوفان امڈ آیا تھا۔ جہاں تک مجھ سے ممکن ہوا میں نے ان کا احتیاط کے ساتھ مطالعہ کیا۔ بالخصوص بقول سی۔ راج گوپال اچاریہ ہندو مسلم مفاہمت کے لئے ان کے فارمولے کے حوالے سے' اور اس وقت میں اسی معاملے سے نمٹنا چاہتا ہوں۔

ماضی کو فراموش کرتے ہوئے ایک نئے نقطہ سے آغاز کرتے ہوئے مجھے صورت حال کا جائزہ لینے کی اجازت دیجئے۔ ۱۸ مئی ۱۹۴۴ء کو جیل سے میرے نام مسٹر گاندھی کا مکتوب مورخہ ۴ مئی ۱۹۴۳ء اشاعت کے لئے جاری کر دیا گیا۔ کہا یہ گیا کہ "ڈان" نے اس کی اشاعت کا مطالبہ کیا اور یہ کہ عوام کا یہ حق تھا کہ انہیں اس کے مندرجات کا علم ہو۔ چنانچہ مکتوب کا اجرا مسٹر گاندھی کی ہدایات کے تحت عمل میں آیا۔ اس مکتوب میں مسٹر گاندھی کہتے ہیں:

"میں نے مسلم لیگ کی روئداد کا مطالعہ کیا' جس طرح وہ ڈان کے کالموں میں شائع ہوئی' میں آپ کی دعوت کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ میں تجویز کرتا ہوں کہ خطوط کے ذریعہ گفت و شنید کی بجائے ہماری بالشافہ گفتگو ہو۔ لیکن میں آپ کے ہاتھوں میں ہوں۔ میں توقع کرتا ہوں کہ یہ خط آپ کو بھیج دیا جائے گا اور اگر آپ کو میری تجویز سے اتفاق ہوا تو حکومت آپ کو مجھ تک آنے دے گی۔ بہتر ہو گا کہ ایک بات کا تذکرہ کر دوں آپ کی دعوت ایک "اگر" سے منسلک نظر آتی ہے۔

"کیا آپ یہ کہتے ہیں کہ میں آپ کو صرف اس صورت میں لکھوں جب میں نے اپنا دل بدل لیا ہو۔ انسان کے دلوں کے بھید تو صرف خدا ہی جانتا ہے۔ میں چاہوں گا کہ آپ مجھے ایسا ہی قبول کر لیں جیسا کہ میں ہوں۔

"اگر"

مجھے اس مکتوب کے لب لباب کا علم تھا کیونکہ حکومت نے اس وقت مجھے اس کی اطلاع دے دی تھی اور میں نے اپنے بیان میں اس طرف اشارہ کیا تھا کہ یہ اس نوعیت کا مکتوب نہیں ہے جس کی مجھے اپنی اپریل ۱۹۴۳ء کی مسلم لیگ کے اجلاس میں صدارتی تقریر میں کی گئی اپیل کے جواب میں مسٹر گاندھی کی طرف سے توقع تھی۔ اب یہ بات کسی شک و شبہ کے بغیر پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ مسٹر گاندھی یہ سمجھتے تھے کہ میری دعوت ایک "اگر" سے مشروط تھی جس سے پہلوتہی کی گئی۔ لیکن بایں ہمہ تمام کانگرسی پریس نے مجھ پر الزام لگایا کہ میں اپنی بات سے پھر گیا اور میری غلط ترجمانی' بدنامی اور میری تقریر کو توڑنے مروڑنے کے ضمن میں جو کچھ ان سے بن پڑا انہوں نے کیا۔ وہ "اگر" اب بھی باقی ہے اور خط بھی ابھی تک مجھے نہیں موصول ہوا۔ جبکہ مسٹر گاندھی مصروف تھے اور آغا خان پیلیس سے ان کے اور وائسرائے کے درمیان خط و کتابت کا ایک انبار لگ گیا تھا اور اپنی رہائی کے بعد سے وہ کافی توانا ہیں کہ متعدد ممتاز لوگوں سے روزانہ ملاقاتیں کر رہے ہیں اور وائسرائے اور دیگر لوگوں کے ساتھ ان کی مراسلت جاری ہے۔ لیکن انہوں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ وہ مجھے اس مکتوب کی ایک نقل ہی ارسال کر دیتے۔

لیگ کو نظر انداز کیا گیا

پھر دوسرا باب آتا ہے۔ جب مسلم لیگ سے بالا بالا' مکمل طور پر اسے نظر انداز کرتے ہوئے اور اس سے پہلوتہی کرتے ہوئے لارڈ لنلتھگو کے ساتھ گفت و شنید کے لئے ان سے رابطہ استوار کرنے کی تمام کوششیں اکارت گئیں تو انہوں نے لارڈ ویول کے ساتھ ملاقات چاہی۔ ان کے عزیز دوست نے لائق نفرت انداز میں انہیں بتایا کہ وہ [گاندھی] برطانوی قوم کے ایک دوست ہیں اور سلطنت برطانیہ کے فرزند وفادار اور انہیں [گاندھی] کانگرس کی مجلس عاملہ کے اراکین سے یا تو جیل کے اندر ملاقات کی اجازت دی جائے یا انہیں رہا کر دیا جائے اور اس مقصد کے لئے اب میں ایک آزاد انسان کی حیثیت سے یہ استدعا کرتا ہوں کہ مجھے اجازت عطا کر دی جائے۔ اگر فیصلے سے قبل مجھ سے ملاقات کر لی تو جہاں آپ چاہیں گے میں بہ مسرت وہاں چلا جاؤں گا۔"

ان کی یہ درخواست وائسرائے نے اپنے مکتوب مورخہ ۲۲ جون کے ذریعہ مسترد کر دی۔ یہ اطلاع دی گئی کہ جب مسٹر گاندھی کو یہ "انکار" موصول ہوا تو پونا پر غم کے بادل چھا گئے۔ لیکن مسٹر گاندھی کی آخری کوشش بھی رائیگاں گئی جب انہوں نے انگریز صحافی مسٹر گیلڈر Gelder کے ذریعہ لارڈ ویول سے رابطہ استوار کرنے کی کوشش کی۔ اس نفسیاتی لمحے پر مسٹر راج گوپال اچاریہ بھی پونا میں تھے اور اچانک ۳۰ جون کو مجھے ایک تار ملا' ایک اور بچولئے کی طرف سے' بغیر کسی

وجہ کے' کہ وہ ابھی تک اپنے ۸ اپریل کے مکتوب کے جواب سے محروم ہیں۔ اگرچہ انہیں اس بات کا بخوبی علم تھا کہ جواب کی چنداں ضرورت نہ تھی کہ انہیں اپریل میں جواب مل چکا تھا اور مجھے دھمکی دی گئی کہ وہ اپنا فارمولہ اور میرا استرداد اخبارات میں شائع کرا دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ وہ تار انہوں نے مسٹر گاندھی کی منظوری کے ساتھ بھیجا ہے اور مجھے مزید خبردار کیا کہ میں اس مرحلے پر اپنے استرداد پر دوبارہ غور کروں۔

میں نے اپنے جواب میں یہ کہا کہ ان کا یہ بیان کہ میں نے ان کا فارمولہ مسترد کر دیا ہے غلط ہے' اور مجھے مسرت ہے کہ انہوں نے میرے بیان کردہ حقائق کی تردید نہیں کی بلکہ ان کی تصدیق کی ۔ تاہم یہ مراسلت اچانک اخبارات کو جاری کر دی گئی تاکہ عالمی' ہند اور بالخصوص مسلمانوں کی رائے عامہ کی عدالت میں میرے خلاف مقدمہ چلایا جا سکے۔ فوراً ہی ہدایت جاری کر دی گئی اور کانگرسی اخبارات نے میرے خلاف متعدد سنگین الزامات کی فرد تیار کر دی۔

یہ ہندو اخبارات!

نام نہاد ذمہ دار اخبارات سے چند مثالیں۔ "اس شخصیت کی جانب سے' غیر ذمہ دارانہ اور بے سوچا سمجھا جواب' جو اپنے فرقے کی نمائندگی کا دعویدار ہے' خود اپنے فرقے اور ملک کے ساتھ بے وفائی سے کم نہیں... " اب یہ مسلم فرقے کا کام ہے کہ وہ پیش کش کا اس کے حسن و قبح کی بنا پر جائزہ لے اور ایسے رہنما تلاش کرے جو کھیل کھیلنے کے لئے آمادہ ہوں.... " انا اور خود نمائی کے نشہ میں مست..... " ہٹ دھرمی کا رویہ..... ہند کی آزادی کی راہ میں ایک رکاوٹ..... " مسلم ہند یا تو مسٹر جناح کو برطرف کر دے یا ریٹائر ہونے پر مجبور کر دے" وغیرہ وغیرہ۔

حیران کن بات یہ ہے مسٹر گاندھی نے بھی اس مرحلے پر اپنے ۱۳ جولائی کے انٹرویو میں یہ کہہ کر دشمنان مسلم لیگ کے ملک کے اندر اور باہر اس پروپاگنڈے کی حوصلہ افزائی کی کہ برطانوی حکومت مجھے ایک آڑ کے طور پر استعمال کر رہی ہے اور یہ کہ یہ ایک شیطانی سازش ہے جس کا مقصد ہند کی امنگوں کو کچلنا ہے اور اسے ختم کرنا ہو گا۔

یہ ہے پس منظر اس نام نہاد گفت و شنید کا جو ہندو۔ مسلم مفاہمت کی غرض سے مسٹر سی۔ راج گوپال اچاریہ نے مسٹر گاندھی کی منظوری سے شروع کی اور مختلف النوع بیانات اور تردیدوں سے صرف ایک ہی اہم معاملہ سامنے آتا ہے کہ میرے خلاف مقدمہ دائر ہو گیا ہے اور یہ کہ اب مجھے اپنا دفاع کرنا ہے۔ میرا گناہ محض اتنا ہے' بقول مسٹر گاندھی کے' کہ میں نے مسٹر سی۔ راج گوپال اچاریہ سے یہ درخواست کی کہ مجھے اتنی اجازت دے دی جائے کہ میں ان کی تجویز کو اپنی مجلس عاملہ کے سامنے پیش کر دوں اور یہ کہ اب جب کہ مسٹر گاندھی جیل میں نہیں ہیں انہیں

چاہیے کہ وہ جو تجویز بھی پیش کرنا چاہیں مجھے براہ راست ارسال کر دیں اور میں نے یہ یقین دلایا تھا کہ میں انہیں اپنی مجلس عاملہ کے سامنے پیش کر دوں گا۔

اس طریقہ کار میں اعتراض کی کون سی بات ہے۔ مسٹر گاندھی اور مسٹر سی۔ راج گوپال اچاریہ نے جو راہ اختیار کی ہے میں اسے سراہنے سے قاصر ہوں اور میں مسلم لیگ اور ہند یا بیرون ہند آزاد اور غیر جانبدار افراد کے فیصلے کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ یہ بات ہوئی' جہاں تک طریقہ کار اختیار کرنے کا تعلق ہے۔ اب ہم آتے ہیں فارمولے کے ڈھانچے کی طرف۔ ان تجاویز پر کوئی تبادلہ خیال یا ان میں رد و بدل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس کی بنیاد تھی اسے لے لیں یا چھوڑ دیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کانگرس کا فلسفہ برطانوی سامراج سے بھی سوا ہے۔

کرپس کی تجاویز کی پشت پر بھی ملک معظم کی حکومت کی طاقت موجود تھی اور ملک معظم کی حکومت نے اپنے کابینہ کے ایک رکن کو اتنی دور سے ہند بھیجا تاکہ وہ بہ نفس نفیس کانگرس اور مسلم لیگ کے سامنے معاملہ پیش کر سکیں۔ نہ صرف یہ' کرپس نے ان نکات کی وضاحت کرنے کے لئے جو کانگرس اور مسلم لیگ نے اٹھائے دو ہفتے سے زیادہ کانگرس رہنماؤں اور مجلس عاملہ کے ساتھ صرف کئے۔ یہ درست ہے کہ یہ شرط وہاں بھی تھی کہ کرپس تجاویز کی بنیادی باتوں میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا اور یہی سبب تھا کہ وہ ناکام ہو گئے۔ لیکن مسٹر گاندھی اور سی۔ راج گوپال اچاریہ تو شاہ سے زیادہ شاہ پرستی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

خالصتاً حکم چلانا

یہ تو سیدھا سادا حکم چلانا ہے اور مذاکرات کی کوئی مخلصانہ خواہش نہیں۔ اول مسٹر سی۔ راج گوپال اچاریہ کانگرس کے وہ رکن ہیں جنہیں جماعت سے خارج کیا جا چکا ہے۔ انہوں نے انفرادی طور پر جو کوششیں کیں وہ اس بنا پر کیں کہ مسٹر گاندھی کی اسیری کے زمانہ میں ان تجاویز کو مسٹر گاندھی کی منظوری حاصل تھی۔ لیکن جب مسٹر گاندھی رہائی پا چکے ہیں اور ایک آزاد انسان ہیں تو یہ ذاتی طور پر مسٹر گاندھی پر منحصر ہے کہ وہ ہندو۔ مسلم مفاہمت کے اہم مسئلہ سے کس طرح نمٹتے ہیں۔ اب بچولئے کی کوئی حاجت نہیں۔ لیکن مسٹر گاندھی بہت بیمار ہیں اور ان کے ساتھ حالیہ ملاقات کے دوران جب ان سے کوئی سوال کیا گیا تو انہوں نے سوال سی راج گوپال اچاریہ کی طرف جانب لڑھکا دیا اور اخباری نمائندوں کو بتایا گیا کہ وہ ذاتی طور پر سی راج گوپال اچاریہ کی اس پیش کش کے حامی ہیں جو اس وقت پیش کی گئی تھی جب وہ جیل کے کیمپ میں برت رکھے ہوئے تھے۔ اب یہ سولہ مہینے پرانی بات ہے اور باقی ماندہ پیش کش کے ضمن میں مجھے سی۔ راج گوپال اچاریہ کے ساتھ رابطہ استوار کرنا چاہیے۔ اس پیش کش پر جو تنقید ہو اس کا خمیازہ انہیں ہی بھگتنا

چاہیے- افسوسناک بات یہ ہے کہ وہ اپنے مشہور و معروف مکتوب مورخہ ۴ مئی ۱۹۴۳ء میں [جو مجھے ابھی تک موصول نہیں ہوا] اس جانب کوئی اشارہ نہیں کرتے اور اب اسے نیا نام مل گیا ہے- یہ فارمولہ نہیں ہے بلکہ ایک پیش کش ہے- جہاں تک مسٹر گاندھی کا تعلق ہے وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اس پیش کش کی حمایت کی ہے [لیکن مسٹر سی- راج گوپال اچاریہ کے مطابق یہ ایک مشترکہ کوشش اور فارمولہ ہے] سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسٹر گاندھی کے تعلق کو کس حیثیت میں پرکھا جا سکتا ہے کیونکہ وہ تو کانگرس کے چار آنے کے ممبر بھی نہیں- ان کی اس قدر زیادہ حیثیتیں ہیں' ان کی ذاتی حیثیت' ان کی حیثیت بطور ڈکٹیٹر کانگرس اور سب سے بڑی مہاتمائی حیثیت جس کی رہنمائی ان کی اندرونی آواز کرتی ہے اور وہ ایک ستیاگرہی ہیں اور اس کے وہ واحد شارح ہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے اور اس کے معنی کیا ہیں- وہ ہندو نہیں ہیں بلکہ سناتنی ہیں اور اپنی ہی قسم کے ہندو مت کے پیروکار ہیں- یہ معلوم کرنا ایک دشوار امر ہے کہ کسی خاص وقت پر مسٹر گاندھی کون سی حیثیت اختیار کر لیں گے-

مسلم لیگ کے دستور کا مطالعہ کیجئے

مجھے امید ہے کہ مسٹر گاندھی ازراہ عنایت آل انڈیا مسلم لیگ کے دستور' قواعد اور ضوابط مطالعہ فرما لیں گے- پھر وہ ایک نہایت منظم اور جمہوری تنظیم یعنی آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے میری پوزیشن کو بہتر طور پر سمجھ سکیں گے- مجھے یاد ہے کہ جب ستمبر ۱۹۳۹ء میں جنگ چھڑنے کے بعد مسٹر گاندھی کی لارڈ لنلتھگو سے ملاقات ہوئی تو ایسا لگتا تھا گویا وہ ٹوٹ پھوٹ گئے- ان کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا جب ان کی چشم تصور نے ویسٹ منسٹر ایبے اور پارلیمان کے ایوانوں کی بمباری سے ممکنہ تباہی کا منظر دیکھا اور کہا "ہند کی آزادی کا کیا فائدہ اگر انگلستان اور فرانس کو شکست ہو جائے-" لیکن اس بات کو بمشکل ایک ہفتہ گزرا ہو گا کہ کانگرس کی مجلس عاملہ نے فیصلہ کیا کہ ان کے فوری آزادی کا مطالبہ پورا نہ ہونے کی صورت میں تعاون نہ کیا جائے اور پہلے قدم کے طور پر مرکزی مجلس قانون ساز کے کانگرسی ممبروں کو حکم دیا گیا کہ وہ واپس آجائیں- مسٹر گاندھی واپس مڑے اور کہا کہ وہ درست ہیں' وہ خود تو صرف ایک کی اقلیت ہیں اور لارڈ لنلتھگو کو مشورہ دیا کہ کانگرس سے معاملہ کر لیں- ساتھ ہی خود کانگرس کے فیصلے کی منظوری دے دی-

اب ہم آتے ہیں تجویز کے حسن و قبح کی طرف- اس معاملے میں مسٹر سی- راج گوپال اچاریہ کی جانب سے ہمیں بتایا گیا ہے' خود ان کے الفاظ ہیں جو تاروں کے سلسلے میں استعمال ہوئے جنہیں انہوں نے اشاعت کے لئے اخبارات کو جاری کیا' "اگرچہ مسٹر گاندھی اس میں کوئی نمائندہ

یا خصوصی حیثیت کے حامل نہیں ہیں' تاہم انہوں نے میری تجویز کو قطعی طور پر منظور کیا ہے اور مجھے اختیار دیا ہے کہ میں اس بنیاد پر آپ سے مذاکرات کروں۔ ان کی رائے کا وزن اغلباً کانگرس کی منظوری حاصل کر لے گا۔" مسٹر سی۔ راج گوپال اچاریہ نے ۱۶ جولائی کے بیان مجریہ پنچ گانی میں آغاز کلام نادرست اور گمراہ کن انداز سے کیا۔ وہ کہتے ہیں: "اب دو برس ہونے کو آئے جب میں نے کام شروع کیا۔ اگرچہ میں نے اس اسکیم کے لئے مسٹر گاندھی کی غیر مشروط حمایت حاصل کر لی تھی اور اس نے وہ کچھ عطا کر دیا تھا جو مسلم لیگ نے ۱۹۴۰ء کی قرارداد میں طلب کیا تھا۔"

بد ترین نوعیت کی غلط بیانی

ان کا فارمولہ مسلم لیگ کی قرار داد ۱۹۴۰ء کا سوانگ ہے اس کی نفی ہے اور اس کا مقصد اسے تباہ کرنا ہے۔ جب وہ یہ کہتے ہیں کہ ان کا فارمولہ وہ سب کچھ عطا کر دیتا ہے جو مسلم لیگ نے اپنی قرار داد میں کبھی طلب کیا' تو بد ترین نوعیت کی غلط بیانی ہے۔ سب سے پہلی بات' قرارداد میں انہوں نے کس جگہ استصواب عامہ کا تذکرہ دیکھا اور بالخصوص ضلع وار۔

لیکن اجازت دیجئے کہ میں سی۔ راج گوپال اچاریہ کے فارمولے کے اہم نکات سے شق وار نمٹوں۔اولاً شرائط کی تمہیدی بنیاد لے لیجئے اگر اسے قبول کر لیا جائے تو مسلم لیگ تو مکمل طور پر پابند ہو جائے گی جبکہ مہاتما اپنی نیک تمنائیں واپس لے سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ سی۔ راج گوپال اچاریہ کے مطابق نہ تو کانگرس کی طرف سے کسی اختیار کے ساتھ بات کر رہے ہیں اور نہ ہی ان کی کوئی نمائندہ حیثیت ہے' اس کے جو بھی معنی ہوں۔ پھر ہم پہلی شق پر آتے ہیں "ان شرائط کے تحت جو ذیل میں مذکور ہیں جہاں تک دستور کا تعلق ہے۔" مجھے اس فارمولے میں کہیں 'دستور' نظر نہیں آیا۔ وہ کس دستور کا حوالہ دے رہے ہیں؟ پھر وہ مطالبہ آتا ہے کہ ہم ہند کے مطالبہ آزادی کی توثیق کریں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہم باشندگان ہند کی آزادی کے مخالف ہیں اور مسٹر گاندھی اور مسٹر سی۔ راج گوپال اچاریہ دونوں اس امر سے باخبر ہیں کہ یہ کہنا بلاوجہ کی الزام تراشی ہے۔

اس کے بعد وہ شرط آتی ہے کہ ہم عبوری مدت کے لئے عارضی عبوری حکومت کے قیام میں کانگرس کے ساتھ تعاون کریں گے۔ اس طرح وہ اپنے لئے ایک اعلیٰ وارفع پوزیشن حاصل کر رہے ہیں اور ہم سے ایک ماتحت تنظیم کے طور پر اس اعلیٰ جماعت کے ساتھ تعاون کے لئے کہا جا رہا ہے۔ اور پھر اس عبوری عارضی حکومت کی' جو تشکیل دی جائے گی' نوعیت اس کے اراکین اور اختیارات کے بارے میں کوئی اشارہ نہیں دیا جاتا۔

اختتام جنگ کے بعد ہند کے شمال مغرب اور مشرق میں ملحقہ اضلاع کی نشاندہی کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا جائے گا اور جہاں مسلمان مکمل اکثریت میں ہوں گے وہاں ضلع وار پوری آبادی سے استصواب رائے عامہ منعقد کیا جائے گا۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ اس کمیشن کو کون مقرر کرے گا اُس کے اراکین کون ہوں گے اور ان کے اختیارات کیا ہوں گے اور اس کے فیصلوں کو کون نافذ کرے گا؟ درحقیقت سی۔ راج گوپال اچاریہ کس طرح شرمسار ہوئے بغیر کھڑے ہو کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ فارمولہ وہ سب کچھ دے دیتا ہے جس کا مسلم لیگ کی قرارداد مجریہ مارچ ۱۹۴۰ء مطالبہ کرتی ہے۔

جماعتوں کے لئے آزادی

استصواب کے انعقاد سے قبل تمام جماعتوں کو آزادی ہو گی کہ وہ اپنے نقطہ نظر کی وکالت کر سکیں۔ اگرچہ یہ مفاہمت صرف کانگرس اور لیگ کے مابین ہو رہی ہے' اگلی بات' علیحدگی کی صورت میں دفاع' تجارت اور مواصلات اور دیگر ضروری مقاصد کے تحفظ کے لئے باہمی معاہدات کئے جائیں گے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے ان امور کا تحفظ کس سے اور اس کے معنی کیا ہیں؟ ان باہمی معاہدات کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اس شق کی اہمیت کو سمجھنا بہت آسان نہیں ہے۔

پھر آتی ہے آخری شق جو ذہانت کی انتہا ہے۔ ان شرائط کی پابندی محض اس صورت میں ہو گی جب انگریزوں کی طرف سے ہند پر حکمرانی کے مکمل اختیارات اور ذمہ داری منتقل ہو جائے گی۔ لیکن یہ نہیں کہا جاتا کہ کیسے منتقل ہو جائے گی؟ مسٹر گاندھی کے تازہ ترین بیان کے مطابق قرارداد اگست "بالکل بے ضرر" ہے۔ اگرچہ ان کا اختیار تو ختم ہو گیا لیکن قرارداد اگست کالعدم نہیں ہوئی۔ اب اس کو ختم ہو جانا چاہیے کیونکہ مسلمان اسے بے ضرر تصور نہیں کرتے۔ چونکہ مطالبہ اور اس کی پشت پر طاقت جو اسے جبراً منظور کرائے گی دونوں مسلمانوں کے منتہائے مقصود اور مطالبات کے دشمن ہیں۔

مسٹر گاندھی سیدھی سادی اور غیر مبہم زبان میں پاکستان کی بنیاد پر مسلم لیگ کے ساتھ ہاتھ ملائیں اور ہم اقوام ہند کی آزادی کے قریب تر پہنچ جائیں گے جو نہ صرف مسٹر گاندھی کو دل سے عزیز ہے بلکہ اس ملک میں کروڑوں دیگر انسانوں کو بھی۔ مسٹر گاندھی اور مسٹر سی راج گوپال اچاریہ گاڑی کو گھوڑے کے آگے جوت رہے ہوتے ہیں جب وہ یہ کہتے ہیں کہ ان تمام شقوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں یا یہ محض اس وقت موثر ہو سکتی ہیں اگر برطانیہ عظمیٰ اقتدار ہند کو منتقل کر دے۔ جب تک ہندو اور مسلمان متحد نہیں ہوں گے اس کا کوئی امکان نہیں ہے اور متحدہ محاذ کے ذریعہ برطانیہ عظمیٰ کے فرمانرواؤں کے غیر آمادہ ہاتھوں سے چھین نہ لی جائے۔

اگر میں نے دیانتداری اور آزادی کے ساتھ اپنے دفاع کے لئے اظہار خیال کرتے ہوئے کسی کی دل آزاری کر دی ہو تو مجھے افسوس ہے۔ میں نے دانستہ طور پر کچھ نہ کہنا چاہا جب مسٹر گاندھی نے ازراہ عنایت میرے نام اپنا مشہور مکتوب مورخہ ۴ مئی ۱۹۴۳ء اخبارات کو جاری کیا۔ میں نے مسٹر گاندھی کی رہائی سے لے کر اب تک کے عرصے کے دوران ایک لفظ بھی کہنے سے گریز کیا۔ میں نے اس وقت بھی کچھ نہ کہا جب سی۔ راج گوپال اچاریہ نے اچانک خط و کتابت بند کر دی اور اخبارات کو جاری کر دی۔ میں نے اس ملک کے لکھوکھا انسانوں کی طرح یہ توقع کی تھی کہ مسٹر گاندھی پوری صورت حال کا تجزیہ اور اس پر نظرثانی کر کے اور ملک میں موجود حقائق اور صورت حال کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے صحیح قیادت فراہم کریں گے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مسلم لیگ اور خود اپنے ساتھ انصاف کرتے ہوئے اب مجھے عالمی رائے عامہ کی عدالت اور بالخصوص اس ملک کے ہندوؤں اور مسلمانوں کی رائے عامہ کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کر دینا چاہیے کیونکہ میں سی۔ راج گوپال کے حربوں کی وجہ سے ایسا کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ لیکن شر میں سے خیر برآمد ہوتا ہے۔

پاکستان قبول کر لیا گیا

میں اس تمام بدنامی اور غلط ترجمانی اور اس گندی مہم کی کوئی پرواہ نہیں کرتا جو ہمارے خلاف چلائی گئی۔ لیکن آخر کار' اور یہ بات آئندہ ترقی کے لئے مفید اور ممد ثابت ہو گی کہ' مسٹر گاندھی نے بہر نوع اپنی 'ذاتی حیثیت' میں اصول پاکستان کو قبول کر لیا۔ اب جو باقی رہ گیا ہے وہ یہ سوال ہے کہ کس طرح اور کب؟ اب بات آگے بڑھنی چاہیے۔ کسی اور ذی روح کے مقابلے میں مسٹر گاندھی صورت حال کو بہتر جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کیونکہ 'ہریجن' میں اپنے ایک مقالے میں مطالبہ پاکستان کے سوال کو نہایت مختصر طور پر بیان کر دیا ہے۔

انہوں نے یہ کہا: "میں امید کرتا ہوں کہ قائداعظم اپنے رفقائے کار کی سوچی سمجھی رائے کی بھی نیابت نہیں کرتے۔ پاکستان' ان کے نزدیک' مختصراً یہ مطالبہ ہے کہ ہند کے ایسے حصے بخرے کر دیئے جائیں جنہیں کلیتاً" آزاد اور خود مختار مملکتیں تصور کیا جائے۔"

مجھے مسرت ہے کہ مسٹر گاندھی یہ محسوس کرتے ہیں کہ ۱۹۴۴ء سال ۱۹۴۲ء نہیں ہے۔ یہ ایک سے زیادہ مفہوم میں ایسا ہے۔ اور وہ اس پر مزید غور کر سکتے ہیں کہ سال ۴۱۔ ۴۰۔ ۱۹۳۹ء سال ۱۹۴۴ء نہیں ہے۔

میں توقع کرتا ہوں کہ میں نے یہ واضح کر دیا ہے کہ جو طریقہ کار اور اسلوب اختیار کیا گیا وہ مشکل ہی سے دوستانہ مذاکرات کے لئے سازگار ہو گا۔ اور ڈھانچہ خالصتاً حکم ہے کیونکہ اس میں

رد و بدل کی گنجائش نہیں ہے۔ اس سے ایسے بامعنی نتائج برآمد نہیں ہو سکتے جن کا دس کروڑ مسلمانوں اور ان کی آئندہ نسلوں کے مستقبل سے تعلق ہو۔

"جہاں تک تجویز کے حسن و قبح کا تعلق ہے مسٹر گاندھی ایک سایہ' ایک چھلکا' ایک نکما' کٹا پھٹا اور اور دیمک خوردہ پاکستان پیش کر رہے ہیں اور یہ بتانے کی کوشش کر رہے ہیں گویا انہوں نے پاکستان اسکیم اور مسلم مطالبہ تسلیم کر لیا۔

لیکن جہاں یہ واقعات رونما ہو رہے ہیں مجھے مسٹر گاندھی کی جانب سے ایک مکتوب مورخہ ۱۷ جولائی موصول ہوا جس کا میں نے سری نگر سے روانگی سے قبل ۲۴ جولائی کو جواب دے دیا۔ وہ حسب ذیل ہیں۔ لہٰذا اب ہمیں انتظار کرنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے اور بہترین کی امید رکھنی چاہیے۔

مکتوبات

(اس کے بعد مسٹر جناح نے مسٹر گاندھی کے مکتوب کا' جو گجراتی میں لکھا گیا تھا' انگریزی ترجمہ پڑھا:)

برادر جناح!

کبھی وہ دن بھی تھا جب میں آپ کو مادری زبان میں بات کرنے کی ترغیب دے سکتا تھا۔ آج میں اسی زبان میں آپ کو لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ میں نے آپ کو اس وقت ملاقات کی دعوت دی تھی جب میں جیل میں تھا۔ اپنی رہائی سے اب تک میں نے آپ کو نہیں لکھا لیکن آج میرا دل کہہ رہا ہے کہ مجھے آپ کو لکھنا چاہیے۔ ہم ملیں گے جب آپ پسند کریں۔ آپ مجھے اسلام یا اس ملک کے مسلمانوں کا دشمن نہ سمجھیں۔ میں نہ صرف آپ کا بلکہ ساری دنیا کا دوست اور خادم ہوں۔ مجھے مایوس نہ کریں۔ میں اس کے ساتھ اس خط کا اردو میں ترجمہ ملفوف کر رہا ہوں۔

آپ کا بھائی

دستخط گاندھی

اس کے بعد صدر مسلم لیگ نے اپنا جواب پڑھا جو حسب ذیل ہے:

ڈیر مسٹر گاندھی!

مجھے آپ کا مکتوب مرقومہ ۱۷ جولائی یہاں ۲۲ جولائی کو موصول ہو گیا اور میں اس کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مجھے واپسی پر بمبئی میں اپنے گھر پر آپ کا خیرمقدم کرنے پر مسرت ہو گی۔ واپسی غالباً تقریباً اگست کے وسط تک ہو گی۔ مجھے امید ہے کہ اس وقت تک آپ کی صحت پورے طور پر بحال ہو

گئی ہو گی اور آپ بمبئی واپس آ رہے ہوں گے۔ جب تک ملاقات ہو میں مزید کچھ نہیں کہنا چاہوں گا۔

مجھے اخبارات میں یہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ کی صحت تیزی سے رو بہ اصلاح ہے اور مجھے توقع ہے کہ آپ بہت جلد بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔ آپ کا مخلص

دستخط ایم۔ اے جناح

"میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ دعا کریں اور اپنی نیک تمنائیں میرے شامل حال کر دیں۔ خدا کو منظور ہوا تو ہم آبرومندانہ مفاہمت پر پہنچ جائیں گے"

مسلم لیگ کونسل سے مسٹر جناح کے خطاب میں یہ کلیدی جملہ تھا اور اس جملہ پر سامعین نے پرزور تالیاں بجائیں۔ اور اس سے کونسل کی مفاہمت اور جمود کو توڑنے کے لئے عام خواہش کا اظہار ہوا۔ کونسل نے متفقہ طور پر سی۔ آر فارمولے سے پیدا شدہ مسئلہ پر سیر حاصل بحث کرنے کے خلاف فیصلہ دیا بلکہ مسٹر جناح کو اپنی طرف سے مذاکرات کرنے کے لئے کلی اختیارات تفویض کر دیے۔ (دی ڈان' ۳۱ جولائی ۱۹۴۴ء)

۱۳۸۔ لاہور مسلم لیگ کانفرنس میں تقریر

لاہور ۳۱ جولائی ۱۹۴۴ء

"اگر ملک سر خضر حیات خاں اب بھی ہمیں اعتماد میں لے کر اس خفیہ عہد کی نوعیت سے آگاہ کر دیں جو انہوں نے اپنے غیر مسلم رفقائے کار سے کر رکھا ہے اور ہمیں اس بات پر قائل کر لیں کہ وہ مسلمانوں کے مفاد میں ہے تو میں نہایت مسرت کے ساتھ وزیراعظم پنجاب کا ایک پیروکار بن جاؤں گا۔" یہ بات مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے اردو زبان میں لاہور مسلم لیگ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "سر چھوٹورام نے ان سے ملاقات کے دوران گذشتہ اپریل کی ۴ تاریخ کو بلی کو تھیلے سے باہر نکل جانے دیا۔ سر چھوٹورام نے انہیں بتایا کہ ملک خضر حیات خاں نے اپنے غیر مسلم رفقائے کار کو اس امر کی حتمی یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ برائے نام مسلم لیگی ہیں اور یہ کہ ان کا لیگ کے مسلک' حکمت عملی اور پروگرام پر کوئی عقیدہ نہیں۔"

مسٹر جناح نے دریافت کیا کہ "معاہدے میں اس طرح کا عہد کہاں ہے؟" اگر ہم دلیل کی خاطر یہ فرض بھی کر لیں کہ انہوں نے اس نام نہاد معاہدے کے تحت مسلم لیگ میں شمولیت

اختیار کی جس میں پنجاب اسمبلی میں مسلم لیگ پارٹی کی تشکیل کا اہتمام موجود ہے' جسے اجازت ہے کہ وہ چاہے تو موجودہ اتحاد کو جاری رکھے' چاہے تو نئے اتحاد میں شامل ہو جائے جو مسلم لیگ کے مسلک' حکمت عملی اور پروگرام سے مطابقت رکھتا ہو"

پھر مسٹر جناح نے وزیراعظم پنجاب کے حالیہ اعلانات کو نمٹایا کہ مسلم لیگ مساعی جنگ کے خلاف ہے اور کہا کہ ایسے بے بنیاد الزامات سے اس مقصد کو نقصان پہنچے گا' یعنی جنگ میں کامیابی جس کے عزیز ہونے کا وزیراعظم پنجاب کو بڑا دعویٰ ہے۔

انہوں نے کہا کہ "سچ تو یہ ہے کہ گورنر پنجاب کو وزیراعظم پنجاب کی شکل میں ایک احمق دوست سے پالا پڑ گیا ہے جو جنگ کے بارے میں مسلم لیگ کے رویہ کی غلط ترجمانی کر کے مسلمانوں میں ایک غلط تاثر پیدا کر رہا ہے جن میں مسلم لیگ کا اس قدر احترام موجود ہے۔"

انہوں نے یونینسٹ پارٹی کو ایسی جماعت سے تعبیر کیا جو کلیتاً" گورنر کے انگوٹھے تلے ہے۔

آگے چل کر مسٹر جناح نے کہا کہ انہیں اطلاع ملی ہے کہ پنجاب میں زمیندارہ لیگ کے لیے چندہ جمع کرنے کی غرض سے جبری' دھمکی آمیز اور ظالمانہ طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں۔ انہوں نے اس بات پر تنقید کی کہ نیشنل وار فرنٹ کا غیر سیاسی پلیٹ فارم جماعتی سیاست کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے اور ان صاحبان حل و عقد کو انتباہ کیا کہ وہ ایسے حربے استعمال کرنا بند کر دیں۔ انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ پنجاب میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کی طرف سے گورنر پنجاب نے آنکھیں موند رکھی ہیں۔

اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ سری نگر سے لاہور واپسی میں جس میں تین دن صرف ہوئے ان کے دل میں شک و شبہ کا شائبہ بھی باقی نہیں رہا کہ پنجاب کے مسلمان پوری طرح سے بیدار ہیں اور مسلم لیگ کے لئے انتہائی احترام رکھتے ہیں۔ گذشتہ تین ماہ کے دوران پنجاب کے مسلمانوں نے تقریر اور فکر کی آزادی حاصل کر لی ہے اور بہت جلد آزادی عمل بھی حاصل کر لیں گے۔"

راجہ غضنفر علی خاں سابق پارلیمانی سیکرٹری نے کہا کہ "نام نہاد یونینسٹ پارٹی نہ کوئی سیاسی مسلک ہے نہ حکمت عملی اور نہ کوئی پروگرام۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ گذشتہ سات برسوں کے دوران اس نے ایک بھی سالانہ اجلاس کہیں بھی منعقد نہیں کیا۔"

مسٹر عبدالرب نشتر وزیر خزانہ صوبہ سرحد نے کہا "پنجاب پاکستان کا دل ہے اور اسے بہت جلد یونینسٹ حکومت کو مسترد کر دینا چاہیے۔"

(دی ڈان' یکم اگست ۱۹۴۴ء)

۱۳۹- پریس کانفرنس سے خطاب

لاہور ۵ اگست ۱۹۴۴ء

مسٹر ایم- اے- جناح نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اخبارات اور ملک کے جملہ فرقوں کے رہنماؤں سے اپیل کی کہ وہ مکمل جنگ بندی برقرار رکھیں اور اپنی تمام توانائیاں گاندھی جناح ملاقات کے ضمن میں دوستانہ اور خیر سگالی کی فضا قائم کرنے میں صرف کر دیں اور اس وقت تک کے لئے اپنی رائے کے اظہار کو بھی ملتوی رکھیں-

مسٹر گاندھی کے ساتھ اپنی متوقع ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ قدرتی طور پر میں اس وقت اخبارات کے نمائندوں سے کچھ کہنا نہیں چاہتا اور مجھے یقین ہے کہ آپ حضرات بھی مجھ سے یہ توقع نہیں کریں گے کہ میں ان معاملات پر بحث و تمحیص کروں گا- اس قدر کہنا کافی ہو گا کہ مسٹر گاندھی نے اب ہند کی تقسیم یا بٹوارے کا اصول تسلیم کر لیا ہے- ان حالات میں میں اخبارات اور ملک کے تمام فرقوں کے رہنماؤں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ایک مکمل جنگ بندی قائم رکھیں اور مسٹر گاندھی کے ساتھ مجوزہ ملاقات کے لئے دوستانہ اور خیرسگالی کی فضا پیدا کرنے پر اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیں اور اپنی رائے کے اظہار کو بھی اس وقت تک کے لئے ملتوی کر دیں-

مسٹر جناح نے کہا: "میں سب سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ دو عظیم قوموں—— ہندو اور مسلمانوں—— کے مفاد میں اپنی بہترین مساعی صرف کرنے کے لئے ہمیں بھرپور موقع عطا کریں جو ہماری دلی خواہش کی تکمیل' یعنی دونوں کے لئے حصول آزادی' پر منتج ہو سکے-"

قومی حکومت' جو فوراً قائم ہونی چاہیے' کی نوعیت کے بارے میں مسٹر گاندھی کی تجاویز جنہیں اب مسٹر گاندھی کے تازہ ترین سات نکات کہا جاتا ہے ہمارے سامنے ہیں-"

اول : وہ سول نافرمانی کا ہتھیار محفوظ رکھنا چاہتے ہیں کہ وہ جب ضروری سمجھیں استعمال کر لیں-

دوم : دوران جنگ کے لئے ایک قومی حکومت جس کو سول نظم و نسق پر مکمل اختیار ہو جو مجلس قانون ساز کے اراکین کے منتخب کردہ ارکان پر مشتمل ہو-

سوم : وائسرائے اور گورنر جنرل شاہ برطانیہ کی مانند ہوں جن کی رہنمائی ذمہ دار وزراء کریں-

چہارم : تمام صوبوں میں ہر دلعزیز حکومتیں خود بخود قائم کر دی جائیں-

پنجم : قومی حکومت میں وائسرائے اور کمانڈر انچیف کو فوجی کارروائیوں پر مکمل اختیار ہو گا

جبکہ قومی حکومت میں دفاع کا ایک قلمدان ہو گا جسے واقعتاً ملک کے دفاع سے دلچسپی ہو اور جسے مشورہ دینے کا حق ہو اور جس سے حکمت عملی کی تشکیل کے وقت ان سے مشورہ کیا جانا چاہیے۔

ششم : اتحادی فوجوں کو سرزمین ہند سے جنگی مہمات چلانے کا حق ہو گا لیکن ایسی مہمات کے اخراجات ہندی عوام برداشت نہیں کریں گے۔

ہفتم : تب مسٹر گاندھی اس طرح کی تشکیل دی گئی قومی حکومت میں کانگرس کو شمولیت کا مشورہ دینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔

مسٹر جناح نے کہا کہ اس بنیاد پر کام صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ موجودہ دستور کو منسوخ کر دیا جائے اور اس کی جگہ نیا دستور نافذ کر دیا جائے۔ میں عوام الناس کو خبردار کرتا ہوں کہ وہ ان تجاویز کے دور رس مضمرات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ دستور منسوخ کیا جاتا ہے اور ایک نیا دستور وضع کیا جاتا ہے تو پاکستان کے بارے میں کیا خیال ہے؟

محفوظ اختیارات

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا: "لیکن مسٹر گاندھی کے یہ تجاویز پیش کرنے کے بعد مسٹر راجگوپال اچاریہ نے ایک اور تجویز پیش کر دی ہے جو بالکل مختلف ہے۔ وہ کہتے ہیں : "ہم جو کچھ چاہتے ہیں یہ ہے کہ وائسرائے کے محفوظ اختیارات اس طرح طلب نہ کئے جائیں جس طرح آج کئے جاتے ہیں۔ جب ہم نے ۱۹۳۸ء میں صوبوں میں حکومتیں بنائی تھیں اس وقت بھی گورنروں کے اختیارات کے ضمن میں یہی جھگڑا کھڑا ہو گیا تھا۔ اس وقت ہم نے ایک سمجھوتہ کر لیا تھا۔ ایک مفاہمت ہو گئی تھی کہ بجز ہنگامی صورت حال کے جس میں مداخلت کی ضرورت ہو' جنگ کی خاطر' اقلیتوں کی وجہ سے وغیرہ وغیرہ گورنروں کی طرف سے کوئی مداخلت نہیں ہو گی۔ اسی طرح وائسرائے کے محفوظ اختیارات کے ضمن میں بھی انتظام کار بہت عملی اور سہل ہو گا۔

"اس منصوبے کے مطابق جنگ کا تمام انتظام کمانڈر انچیف یا جنوب مشرقی ایشیا کمان کے ہاتھوں میں ہو گا۔ ہماری طرف سے فوجی معاملات میں مداخلت نہیں ہو گی۔ حکومت کے باقی ماندہ شعبوں میں کام چلانے کے لئے اس طرح کا انتظام کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی جس طرح کا انتظام ہم نے سابق میں صوبوں میں کیا تھا۔"

مسٹر جناح نے کہا اس کا مطلب عملاً کرپس تجاویز ہے۔ یعنی ہم موجودہ دستور کے تحت فوری طور پر حکومت میں شمولیت اختیار کر لیں۔

آگے چل کر انہوں نے کہا: "پھر ہمارے سامنے ہندو۔ مسلم مفاہمت کا سوال ہے اور اس سے قبل کہ مسٹر گاندھی یا مسٹر راجگوپال اچاریہ کی کسی تجویز پر غور کیا جائے پہلے ہندو۔ مسلم اختلافات طے ہونے چاہیں اور اس مقصد کے لئے میری اور مسٹر گاندھی کی ملاقات ہونے والی ہے۔ میں امید کرتا ہوں، بہت جلد۔"

مکمل جنگ بندی

میں اخبارات اور ان لوگوں پر بھی زور دوں گا جو خود دو مسلم سیاسی جماعتوں کی پشت پناہی کرتے رہتے ہیں جو وقتاً" فوقتاً" مختلف ناموں سے نمودار ہوتی رہتی ہیں اور جو مشتمل ہوتی ہیں ان چند افراد پر جن پر مکمل طور پر عدم اعتماد کا اظہار کیا جا چکا ہے۔ یہ ایک ایسی روش ہے جس کا خاتمہ ہو جانا چاہیے اور میں سمجھتا ہوں کہ اخبارات اور بعض اوقات مائل بہ کرم خبر رساں اداروں کو بھی ان کے ساتھ اپنی ہمدردی پر نظرثانی کرنی چاہیے۔ اور ان مسلمانوں کو بھی اب یہ محسوس کر لینا چاہیے کہ مسلمانوں کی صفوں میں افتراق اور انتشار پیدا کرنے کے ضمن میں ان کی مساعی بالکل بے سود ہیں۔

سکھوں کی صورت حال

جہاں تک سکھ فرقے کا تعلق ہے مسٹر جناح نے کہا: "بعض سکھ رہنما بلا سبب مضطرب ہیں۔ میں نے علی اعلان ان سے کہا ہے اور اب پھر ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنی تجاویز ٹھوس شکل میں ہمیں دے دیں وہ زیادہ تر پنجاب تک محدود ہیں اور مجھے یقین ہے کہ مسلم لیگ اور میں ہر طرح سے کوشش کریں گے کہ ان کے ساتھ انصاف اور معقول طریقے سے معاملہ ہو جائے۔

"انہیں بیرونی اداروں سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ میں ان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ہمارے حصول پاکستان کی راہ میں رکاوٹ نہ ڈالیں۔ وہ اکھنڈ ہندوستان کے مقابلے میں پاکستان میں بہت بہتر ہوں گے۔"

انہوں نے کہا: "جہاں تک پست اقوام اور دیگر اقلیتوں کا تعلق ہے میں مسلم لیگ کی پوزیشن واضح کرنے کے لئے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ مکمل مفاہمت سے قبل ان کے جائز مطالبات کو پورا کرنا ہو گا۔ یہ مسلم لیگ کا بنیادی اصول ہے کہ اقلیتوں کا، خواہ وہ پاکستان میں ہوں یا ہندوستان میں، خاطر خواہ تحفظ کیا جائے گا اور ان کی حفاظت کی جائے گی اور درحقیقت یہ بات مسلم لیگ کی ۱۹۴۰ء کی اس قرارداد میں موجود ہے جس میں پاکستان کے بنیادی اصول کے خدوخال بیان کئے گئے ہیں۔

"میں پست اقوام سے متعلق دوستوں کو یہ بتا سکتا ہوں کہ میں نے کبھی بھی ان کے مفادات اور پوزیشن کو نظر انداز نہیں کیا اور میں یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ ماضی میں ان کی اعانت کے لیے جو کچھ بن پڑا میں نے کیا اور کسی بھی آئندہ دستوری اسکیم میں ان کی حفاظت اور تحفظ کے لئے مستعد رہوں گا' کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ جو زیادتیاں اور ناانصافیاں صدیوں کے دوران ان پر ہوئی ہیں وہ کسی بھی مہذب حکومت کے تحت برقرار نہیں رہنی چاہیں"

دیگر اقلیتیں

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ وہ سکھوں کو ایک ذیلی قومیتی گروہ سمجھتے ہیں یا ایک قوم؟ مسٹر جناح نے کہا کہ میری توجہ اس امر کی جانب مبذول کرائی گئی ہے کہ میں نے سکھوں کو ذیلی قومیتی گروہ کہا اور اس بات سے ان کی دل شکنی ہوئی۔ یہ محض ایک دستوری اصطلاح ہے جس کا مطلب ہے ایک قوم کے وہ افراد جو ایک مخصوص علاقے میں منتشر ہوں یا ایک جزیرے میں جیسے کہ مسلمان اقیلیتی صوبوں میں ہیں۔ اور جب میں نے یہ اصطلاح استعمال کی تھی اس وقت بھی میں نے یہ بات صاف طور پر واضح کر دی تھی کہ جیسے مسلمان بعض صوبوں میں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب میں نے وہ تقریر کی تھی یہ بات واضح ہو گئی تھی اور اب کہ یہ سوال پوچھا گیا ہے میں دوبارہ اسے واضح کئے دیتا ہوں اور اگر ممکن ہوا تو زیادہ واضح۔ ذیلی قومیتی گروہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سکھ ایک قوم نہیں ہیں۔ میں اسے متنازعہ فیہ تصور نہیں کرتا کہ سکھ ایک قوم ہیں۔ میں اس بات کا خیر مقدم کروں گا کہ مسلّمہ سکھ رہنما یا ان کی بااختیار تنظیمیں اپنی تجاویز مجھے یا مسٹر گاندھی کو یا اگر وہ پسند کریں ہم دونوں کو ارسال کر دیں۔ وہ اب اپنے سوچے سمجھے مطالبات دے دیں اور ماضی کو فراموش کر دیں۔ جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے ہم ہر طریقے سے ان کی پذیرائی کے لئے تیار اور آمادہ ہیں۔ ہم اقلیتوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا چاہتے ہیں کہ بعد میں انہیں یہ احساس نہ ہو کہ ان کے ساتھ ہاتھ ہو گیا ہے' بلکہ وہ خوش ہوں۔ یہ ہے وہ جذبہ جس کے ساتھ میں اس سارے مسئلے سے نمٹنا چاہتا ہوں۔"

جب ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ دیگر اقلیتوں سے بھی تجاویز طلب کریں گے۔ مسٹر جناح نے کہا: "ہم دونوں [گاندھی اور جناح] کسی بھی فرقے کے دشمن نہیں ہیں اور ہم ملاقات کر رہے ہیں اور ہماری ایک اور واحد خواہش یہ ہے کہ ہم اس ملک کے عوام کے جملہ طبقوں کے لئے آزادی حاصل کر لیں۔"

۱۴۰- پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے نمائندوں سے ملاقات

لاہور ۵ اگست ۱۹۴۴ء

"ہم کانگرس کے دشمن نہیں ہیں- صرف ہم بعض نکات پر اتفاق نہیں کرتے- لیکن ہمیں مشترکہ دشمنوں کے خلاف متحد ہو جانا چاہیے-" یہ بات مسٹر ایم- اے- جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے مطالبہ پاکستان کی وضاحت کرتے ہوئے پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے نمائندوں اور پنجاب اسٹوڈنٹس بنگال ریلیف کمیٹی کی جانب سے ۵ اگست کو لاہور میں مسٹر جناح سے ملاقات کی تھی-

مسٹر جناح نے کہا: "کیا مسلم لیگ نے مجلس قانون ساز [مرکزی] میں کانگرس کے ساتھ اتحاد نہیں کیا تھا- ہم اکٹھے لابی میں گئے اور حکومت کے مطالبات زر مسترد کر دیے- مسٹر جناح نے مسکراتے ہوئے اپنی وضاحت مکمل کی اور کہا کہ پاکستان کے قیام کے بعد بھی ہماری بہت سی چیزیں مشترک ہوں گی-"

"مسٹر جناح نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا: "اگر ہماری علیحدہ مملکت ہونی ہی چاہیے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمارا ایک دوسرے کے ساتھ کوئی سروکار نہیں ہو گا- میں اس بات کا قائل ہوں کہ جب پاکستان قائم ہو جائے گا تو ہندو اور مسلمان دونوں خوش ہوں گے- یہ دونوں کے لئے اچھا ہو گا-"

"کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کسی کو اپنے اوپر غالب آنے دیں گے خواہ وہ افغان ہوں یا پٹھان؟" مسٹر جناح نے دریافت کیا اور کہا: "ہم ان سے اور دوسروں سے کہہ دیں گے —— ہند' ہندیوں کے لئے ہے- ہند سے دور ہٹو- یہ ہندوؤں کی حماقت ہے [ایسا سوچنا] اور اس کے برعکس بھی کہ اگر کسی بیرونی طاقت نے پاکستان پر حملہ کیا تو وہ اپنا دفاع نہیں کریں گے-"

۱۴۱- کانگرسی الفاظ کو موڑنے توڑنے کے ماہر ہیں

مسٹر سوامی نائیکر کا مکتوب مسٹر جناح کے نام

ایروڈ ۹ اگست ۱۹۴۴ء

میں جمود کو حل کرنے کے لئے مسٹر راجگوپال اچاریہ کے فارمولے اور آپ کی خواہش کہ آپ اپنی واپسی پر جو اغلباً" وسط اگست تک ہو گی بمبئی میں اپنی قیام گاہ پر مسٹر گاندھی کا خیر مقدم کریں گے' سے متعلق کارروائیوں کا بہ نظر غائر مشاہدہ کر رہا ہوں- سیاسی حلقوں میں اسے خوش

آئند کہا جا رہا ہے۔ اگرچہ مجھے پوری امید تو نہیں ہے۔ تبدیلی کے کچھ آثار ہیں کہ ہمارے مخالفین نے خود ہندو مسلم مسئلے کو حل کرنے کے لئے بالخصوص کرپس تجاویز کے تناظر میں پیش قدمی کی ہے۔

مجھے یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ کانگریسی الفاظ کو توڑنے موڑنے اور انہیں پُر اسرار مفہوم دینے کے ماہر ہیں۔ وہ کچھ بھی کہہ سکتے ہیں اور پھر اپنی منشا کے مطابق اسے معنی پہنا سکتے ہیں۔ اگرچہ ہم ان پر انحصار نہیں کرتے، پر آپ اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ ہمیں ان کے ساتھ مذاکرات میں ہوشیار اور محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ مسلمانوں اور ہندوؤں اور آریاؤں اور دراوڑوں میں عام انتخابات ہم دونوں کے لئے مشکلات کا باعث ہوں گے۔ پاکستان اور دراوڑستان کے بارے میں مدراس اور دہلی میں ہمارا تبادلہ خیال اور آپ کی یہ یقین دہانی کہ آپ ان دونوں مسائل کو ایک تصور کرتے ہوئے ان کی وکالت کریں گے، آپ کو یاد دلاتے ہوئے میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں۔ یہاں جنوبی ہند میں مَیں نے ان دونوں مسائل کو ایک ہی سمجھا ہے اور حتی الامکان اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔

آپ اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ اس وقت نہ پاکستان ہو گا اور نہ مسلم ہند کو آزادی نصیب ہو گی جب تک کہ باقی اقوام کو آزادی حاصل نہیں ہو جائے گی۔

مشفقانہ احترامات کے ساتھ

آپ کا مخلص

ای۔ وی۔ راما سوامی نائیکر

مسٹر نائیکر کے نام مسٹر جناح کا مکتوب

بمبئی، ۱۷ اگست ۱۹۴۴ء

ڈیر مسٹر راما سوامی!

مجھے آپ کا مکتوب مرقومہ ۹ اگست موصول ہو گیا ہے جس کے لئے میں آپ کا شکرگزار ہوں۔ مجھے ہمیشہ مدراس کے لوگوں کے ساتھ ہمدردی رہی ہے جن کا نوے فی صد غیر برہمنوں پر مشتمل ہے۔ اگر وہ اپنا دراوڑستان قائم کرنا چاہتے ہیں تو یہ فیصلہ کرنا آپ کے لوگوں کا کام ہے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا اور یقیناً میں آپ کی جانب سے بات بھی نہیں کر سکتا۔

جب میں مدراس میں تھا میں نے ایک سے زیادہ مرتبہ آپ اور آپ کے رفقاء کے سامنے صورت حال کی وضاحت کر دی تھی۔ لیکن میں نے یہ بات محسوس کی ہے کہ اپنی سرگرمیوں میں آپ ڈھلمل یقین ہیں۔ اگر آپ کے صوبے کے لوگ حقیقتاً راوڑستان کے خواہشمند ہیں تو اس کا

شدومد کے ساتھ مطالبہ بھی انہیں لوگوں کا کام ہے۔

میں توقع کرتا ہوں کہ آپ میری پوزیشن کو سمجھ لیں گے کہ میں صرف مسلم ہند کی ترجمانی کر سکتا ہوں۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جہاں کہیں اور جب کبھی بھی مجھے بات کرنے کا موقع ملا آپ دیکھیں گے کہ میں اقوام ہند کے کسی بھی طبقے کے لوگوں کے اور بالخصوص جنوبی ہند کے غیر برہمنوں کے جائز اور منصفانہ دعوے یا مطالبے کی حمایت کر رہا ہوں گا۔

آپ کا مخلص

ایم۔ اے۔ جناح

۱۴۲۔ بمبئی مسلم لیگ کے دفتر پر پرچم کشائی

بمبئی ۱۱ اگست ۱۹۴۴ء

مسلم لیگ کے دفتر پر لیگ کا پرچم لہراتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے مسلمانوں کے اس عزم کا اعادہ کیا کہ جب تک پاکستان حاصل نہیں ہو جاتا وہ چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

مسٹر جناح نے کہا میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا وہ میں پہلے ہی لاہور کی پریس کانفرنس میں کہہ چکا ہوں۔ اس ملک میں بسنے والے دس کروڑ مسلمانوں کے لئے یہ حیات و موت کا مسئلہ ہے اور یہ کہ ہم اپنی منزل —— پاکستان کے حصول کی خاطر کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ اگر ہم اپنی منزل مراد پاکستان حاصل نہیں کرتے تو ہمیں نقشہ ہند سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا جائے گا۔

(دی ڈان' ۱۲ اگست ۱۹۴۴ء)

۱۴۳۔ سکھوں کو پیش کش کے بارے میں بیان

بمبئی' ۲۱ اگست ۱۹۴۴ء

مسٹر ایم۔ اے جناح' صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک بیان میں کہا:

"میری توجہ ایک اخباری اطلاع کی جانب مبذول کرائی گئی ہے جو لاہور سے ۱۴ اگست کو بھیجی گئی کہ میں نے سکھوں کو ایک پیشکش کی ہے۔ میں حتمی طور پر انکار کرتا ہوں کہ میں نے کبھی کوئی پیش کش کی ہے یا سکھ فرقے کے کسی رکن یا کسی اور کو ایسی کوئی اسکیم بھیجی ہے جس کا اس اخباری اطلاع میں ذکر کیا گیا ہے۔ برعکس ازیں میں نے خلوت اور جلوت میں سکھ رہنماؤں سے یہ درخواست کی ہے کہ وہ اپنی سوچی سمجھی تجاویز ارسال کر دیں جو ان کے خیال میں سکھ

فرقے کے بہترین مفاد میں ہوں۔ اس امر کا یقین دلاتے ہوئے کہ میں انہیں قبول کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا لیکن مجھے ابھی تک اس کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ بعض سکھ رہنماؤں کے موقف' اکھنڈ ہندوستان کی حمایت کرتے ہوئے' کو قبول کرنا ناممکن ہے اور نہ ہی یہ ان کے اپنے مفاد میں ہے۔ انہیں خارجی اداروں نے بالکل گمراہ کر دیا ہے جو ان کے ذہنوں میں پاکستان کے خلاف زہر گھول رہے ہیں۔

[اے۔ پی۔ آئی] قائداعظم پیپرز فائل ۸۱۰ صفحہ ۲۰۱ (دی ڈان' ۲۲ اگست ۱۹۴۴ء)

۱۴۴۔ عید کا پیغام مسلمانان ہند کے نام

بمبئی ۱۸ ستمبر ۱۹۴۴ء

اس بے حد متبرک اور پُرمسرت موقع پر مسلمانان ہند! آپ میں سے ہر ایک کو میں عید مبارک کہتا ہوں اور آپ کے لئے امن' مسرت اور خوشحالی کی دعا کرتا ہوں۔

رمضان المبارک ابھی ابھی اختتام کو پہنچا ہے اور آپ روزے کی صبر آزما اور مقررہ سخت مشقت سے بے مثال صبر اور اعتماد کے ساتھ سرخرو ہو کر نکلے ہیں۔ طویل اور اشتیاق انتظار کے بعد صبح عید مسلمانوں کے گھروں میں مسرت کی تابناک اور شاندار کرن بکھیر رہی ہے۔ آیئے ہم دعا کریں کہ یہ ہم سب کے لئے امن اور خوشحالی لائے۔

آپ کے لئے میرے گذشتہ پیام عید سے ابتک ہم نے ایک قوم کی حیثیت سے متوازن اور ٹھوس ترقی کی ہے۔ ہم مضبوط سے مضبوط تر ہوئے ہیں اور آج مجھے یہ کہتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ میں مسلمانان ہند کو فرد واحد کی مانند متحد دیکھ رہا ہوں جو اپنے قومی مقصد کو آگے بڑھانے پر قربانی کے لئے تیار ہے۔ اب ہم نے تعمیر ملت کے عملی کام میں ہاتھ ڈال دیا ہے جیسے معاشرتی' تعلیمی اور اقتصادی امور بالخصوص اور اپنے وطن — پاکستان — کی صنعتی لحاظ سے تعمیر نو۔ ہمیں ملت کے کچھ منکرین سے نمٹنا پڑا جو ہمارے علاقوں کے بیچوں بیچ قلب میں ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹ ڈال رہے تھے۔ مجھے خوشی ہے کہ مسلمان اپنی ذمہ داری کو محسوس کر رہے ہیں اور انہوں نے ملتان میں حالیہ ضمنی انتخاب میں اپنے فیصلے کے ذریعے اس کا واضح اظہار کر دیا ہے۔ ہم آج ایک مضبوط قوم کی طرح کھڑے ہیں۔

آپ کو علم ہے کہ دنیا نہایت نازک لمحات سے گزر رہی ہے بالخصوص اسلامی دنیا اور ہندی مسلم قوم۔ اپنی آزادی' یک جہتی اور خوشحالی سے متعلق نہایت اہم مسائل سے ہمارا سامنا ہے۔ یہ ایک کڑی آزمائش ہے لیکن آیئے ہم اسی جذبے کے ساتھ جس کا آپ نے رمضان میں مظاہرہ

کیا ہے اس بے حد جہاد کے دن ایک بار پھر یہ عہد کریں کہ جب تک ہم مکمل آزادی حاصل نہیں کر لیتے اور کامیابی کے ساتھ اپنی منزل۔ پاکستان۔ تک نہیں پہنچ جاتے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے، کسی کوشش میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہیں کریں گے اور مطلق پس و پیش سے کام نہیں لیں گے۔ آیئے ہم کاروان ملت کو کامیابی سے اس کی منزل مقصود تک پہنچا دیں اس موٹو کے ساتھ : اتحاد، یقین اور نظم و ضبط

۱۴۵۔ مسٹر جناح اور مسٹر گاندھی کا مشترکہ بیان

جناح گاندھی مذاکرات کے ضمن میں ہونے والی مراسلت کا اجراء

بمبئی ۲۷ ستمبر ۱۹۴۴ء

"مسٹر گاندھی نے ہمارے مذاکرات کے آغاز ہی میں یہ واضح کر دیا تھا کہ انہوں نے اپنی انفرادی حیثیت میں مجھ سے سلسلہ جنبانی کی ہے اور یہ کہ وہ ماسوا اپنے کسی اور کی نمائندگی نہیں کرتے۔ تاہم انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ وہ مسلم لیگ کی قرارداد لاہور منظور شدہ مارچ ۱۹۴۰ء کے قائل ہونے اور اپنا ذہن تبدیل کرنے کے لئے تیار ہیں۔

میرے اس اعتراض پر اثر انداز ہوئے بغیر کہ مفاہمت کی غرض سے مناسب طریقے سے گفت و شنید صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب دوسرے فریق کو بھی مکمل نمائندگی حاصل ہو اور وہ اختیار کا حامل ہو۔ مسٹر گاندھی کی خواہشات کے احترام میں مَیں نے انہیں قرارداد لاہور کا ہمنوا بنانے کی ترغیب دینے پر اتفاق کر لیا۔

مَیں نے ہمارے مابین ہونے والے طویل مذاکرات اور مراسلت کے دوران مسلم نقطہ نظر کا ہر پہلو اور ہر بات ان کے سامنے رکھ دی اور ہم نے عمومی طور پر جملہ امور پر تبادلہ خیال کیا اور مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ میں مسٹر گاندھی کا ذہن تبدیل کرنے کی کوشش میں ناکام رہا۔

لہٰذا ہم نے فیصلہ کیا کہ اس خط و کتابت کو اخبارات کے لئے جاری کر دیا جائے جو ہمارے مابین ہوئی۔ تاہم ہم توقع کرتے ہیں کہ عامتہ الناس تلخی محسوس نہیں کریں گے اور ہمیں بھروسہ ہے کہ یہ ہماری کوشش کا حتمی اختتام نہیں ہے۔"

۱۴۶- مسٹر جناح اور مسٹر گاندھی کے مابین مراسلت
پہلے دن کے مذاکرات

مسٹر جناح کا مکتوب

بمبئی، ۱۰ ستمبر ۱۹۴۴ء

ڈیر مسٹر گاندھی!

کل [۹ ستمبر] کے مذاکرات کے حوالے سے مَیں نے آپ کی جانب سے یہ بات سمجھ لی ہے کہ آپ اپنی انفرادی حیثیت میں میرے ساتھ ہندو- مسلم مفاہمت پر تبادلہ خیال کے لیے تشریف لائے، ہندوؤں یا کانگرس کی جانب سے کوئی نمائندہ شکل یا حیثیت میں نہیں اور نہ ہی آپ ایسا کرنے کے مجاز ہیں- مَیں نے قدرتی طور پر یہ کہا کہ دوسری طرف کوئی صاحب ایسے ہونے چاہئیں تھے جو بااختیار ہوتے اور نمائندہ حیثیت کے حامل ہوتے، جن سے مَیں گفت و شنید کر سکتا اور اگر ممکن ہوتا تو ہندو- مسلم مسئلہ پر مفاہمت بھی ہو جاتی اور یہ کہ آپ نے جو پوزیشن اختیار کی ہے اس کی کوئی نظیر نہیں ہے اور اس سے میری راہ میں بڑی دشواریاں پیدا ہوتی ہیں-

جب کہ آپ کو علم ہے مَیں محض مسلم ہند اور آل انڈیا مسلم لیگ کی جانب سے بات کر سکتا ہوں اس تنظیم کے صدر کی حیثیت سے جس کی مَیں نمائندگی کرتا ہوں اور اس طرح مَیں اس کے دستور، قواعد اور ضوابط کے تحت ہوں اور ان کا تابع ہوں- میں سمجھتا ہوں آپ یہ محسوس کرتے ہیں اور تسلیم کریں گے کہ ہندو- مسلم مسئلہ پر مفاہمت کا سوال مقدم ترین اور ایک بڑی رکاوٹ ہے اور جب تک ان دو قوموں کے رہنما سر جوڑ کر نہیں بیٹھیں گے کوئی کس طرح اس ضمن میں آگے بڑھ سکتا ہے؟

تاہم میں نے آپ کے سامنے مارچ ۱۹۴۰ء کی قرارداد لاہور کی وضاحت کی اور آپ کو اس کے اساسی اور بنیادی اصولوں کو قبول کر لینے کی ترغیب دینے کی کوشش کی- لیکن آپ نے نہ صرف اس پر غور کرنے سے انکار کر دیا بلکہ اس بنیاد کی، جس کی قرارداد میں نشاندہی کی گئی ہے، اس حد تک مخالفت کی کہ آپ نے کہا کہ "آپ کے اور میرے درمیان ایک سمندر حائل ہے-" جب میں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کیا تجویز کرتے ہیں کہ اس کا متبادل کیا ہو تو آپ نے راجگوپال اچاریہ کا فارمولہ پیش کر دیا جسے آپ منظور کرتے ہیں- ہم نے اس پر تبادلہ خیال کیا اور چونکہ اس میں بعض امور مبہم اور غیر واضح تھے اور بعض وضاحت طلب، میں چاہتا تھا کہ واضح صورت سامنے آجائے کہ اس کا مطلب کیا ہے، اس کے مضمرات کیا ہیں اور آپ سے کہا کہ اس فارمولے میں جو تجاویز پیش کی گئی ہیں ان کی تشریح اور توضیح کر دی جائے-

تھوڑی سی بحث و تمحیص کے بعد آپ نے مجھ سے التماس کی کہ میں اپنے ان نکات کو ضبط تحریر میں لے آؤں جن کی تشریح و توضیح درکار ہے اور یہ تحریر آپ کو ارسال کر دوں اور آپ ان کا ہماری دوسری ملاقات سے قبل جو پیر ۱۱ ستمبر شام کے ساڑھے پانچ بجے ہونی تھی تحریری جواب ارسال کر دیں گے۔ للذا میں حسب ذیل (نکات) آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں جو وضاحت طلب ہیں:

(۱) تمہید کے متعلق: اگر آپ کے اور میرے درمیان مفاہمت ہو جاتی ہے تو آپ کس حیثیت میں اظہار رضا مندی کرنے والے فریق ہوں گے؟

(۲) شق ۱۔ "آزاد ہند کے دستور" سے متعلق جس کا اس میں حوالہ دیا گیا ہے میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا اولاً: آپ کس دستور کا حوالہ دیتے ہیں' اسے کون وضع کرے گا اور یہ کب معرض وجود میں آئے گا؟

ثانیاً: فارمولے میں کہا گیا ہے کہ "مسلم لیگ ہند کے مطالبہ آزادی کی توثیق کرتی ہے" کیا اس سے مراد کانگرس کے اس مطالبہ آزادی سے ہے جو آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے بمبئی میں ۱۹۴۲ء کی قرارداد اگست رقم کی یا اگر نہیں تو پھر اس اصطلاح کی اہمیت کیا ہے۔ کیونکہ آپ کو علم ہے کہ مسلم لیگ اس بات کو واضح کر چکی ہے نہ صرف اپنی قراردادوں کے ذریعے بلکہ اپنے مسلک کے ذریعے سے بھی جو اس کے دستور میں مرقوم ہے کہ ہم سارے کے سارے برصغیر کی آزادی کے قائل ہیں جس کا اطلاق پاکستان اور ہندوستان پر ہوتا ہے۔

ثانیاً: یہ کہا گیا ہے کہ "مسلم لیگ عبوری مدت کے لئے عبوری عارضی حکومت کی تشکیل میں کانگرس سے تعاون کرے گی۔" میں معلوم کرنا چاہوں گا کہ وہ بنیاد یا خطوط کیا ہیں جن پر متذکرہ حکومت قائم کی جائے گی یا تشکیل دی جائے گی۔ اگر آپ کے پاس کوئی مکمل اور قطعی اسکیم ہے تو ازراہ عنایت مجھے عطا کر دیجئے۔

(۳) شق ۲: اس شق میں جس کمیشن کا تذکرہ کیا گیا ہے اس کا تقرر کون کرے گا اور اس کی تجاویز (سفارشات) کون نافذ کرے گا۔ اس میں جس قطعی اکثریت کا ذکر کیا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ کیا مجوزہ استصواب رائے عامہ ضلع وار ہو گا یا اگر نہیں تو کس بنیاد پر ہو گا؟ اس بات کا تعین اور فیصلہ کون کرے گا کہ ایسا استصواب رائے عامہ حق بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ہو یا کسی اور قابل عمل حق رائے دہی کی بنیاد پر؟ متذکرہ بالا استصواب رائے عامہ کے نتیجے یا فیصلے کو کون نافذ کرے گا۔ کیا صرف سرحد پر واقع ان اضلاع کو جو حد بندی کے وقت موجودہ صوبے سے علیحدہ کئے گئے یہ حق ہو گا کہ وہ جس مملکت میں چاہیں شمولیت اختیار کر لیں یا موجودہ سرحدوں سے باہر

والوں کو بھی یہ حق ہو گا کہ وہ کسی ایک مملکت میں شامل ہو جائیں۔

[۴] شق ۳: اس شق میں مذکور "تمام جماعتوں" سے کون مراد ہیں؟

[۵] شق ۴: میں یہ جاننا چاہوں گا کہ کن کے درمیان اور کس مشینری اور ادارے کے ذریعے "باہمی معاہدات جن کا اس شق میں ذکر ہے طے پائیں گے؟ تحفظ دفاع اور تجارت' مواصلات اور دیگر لازمی مقاصد سے کیا مراد ہے؟ تحفظ کس کے خلاف؟

[۶] شق ۵: "ان شرائط کی پابندی صرف ہند کی حکمرانی کے مکمل اختیارات اور ذمہ داری کی منتقلی کی صورت میں ہو گی۔" میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا یہ اقتدار کے منتقل ہو گا' کس مشینری اور کس ادارے کے ذریعے اور کب؟

یہ کچھ اہم نکات ہیں جو اس وقت میرے ذہن میں آتے ہیں جو تشریح و توضیح طلب ہیں اور میں توقع کرتا ہوں کہ میں نے جو مختلف نکات اٹھائے ہیں ان کے بارے میں مکمل تفصیلات فراہم کر دیں گے تاکہ میں بہتر طور پر ان تجاویز کو سمجھ سکوں' اس سے پہلے کہ میں اطمینان بخش طریقے سے ان سے نمٹوں۔

آپ کا مخلص

ایم۔ اے۔ جناح

پاکستان کی شرط اول

مسٹر گاندھی کا مکتوب

۱۱ ستمبر ۱۹۴۴ء

ڈیر قائداعظم!

مجھے کل سہ پہر ساڑھے تین بجے آپ کا مکتوب موصول ہو گیا تھا۔ اس وقت میں ملاقاتیوں میں گھرا ہوا تھا۔ مجھے پہلی فرصت میسر آئی تو میں بعجلت تمام جواب دے رہا ہوں۔

میں نے آپ کے نام اپنے خط میں جو بات کہی ہے' یہ راجہ جی کے فارمولے میں مضمر ہے اور میں نے علی الاعلان یہ کہا ہے کہ میں نے ایک فرد کی حیثیت سے گفت و شنید کے لئے سلسلہ جنبانی کی ہے۔ ہندو مسلم اتحاد میری زندگی کا مقصد رہا ہے جسے میں خود اسی کی خاطر چاہتا ہوں لیکن جو اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ غیر ملکی فرمانرواؤں کو نکال باہر نہ کیا جائے۔

لہٰذا حق خود ارادیت کے استعمال کی شرط اول ہند کی جملہ جماعتوں اور گروہوں کی طرف سے متحدہ اقدام کے ذریعہ حصول آزادی ہے۔ اگر بدقسمتی سے ایسا متحدہ اقدام ناممکن ہے تو بھی مجھے ان عناصر کی اعانت سے لڑنا چاہیے جنہیں اکٹھا کیا جا سکے۔

لہٰذا مجھے مسرت ہے کہ آپ نے مذاکرات منقطع نہیں کئے جب میں نے نمائندہ حیثیت اختیار کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ بلاشبہ میں نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ جو اثر و رسوخ مجھے کانگرس کے ساتھ حاصل ہے میں اسے اس معاہدہ کی توثیق کرانے میں استعمال کروں گا جو میرے اور آپ کے درمیان طے پا جائے۔ کیا میں آپ کو یاد دلا سکتا ہوں کہ راجہ جی فارمولہ اس طور پر ترتیب دیا گیا تھا کہ اسے اولاً آپ کی منظوری حاصل ہو جائے اور پھر اسے لیگ کے سامنے پیش کر دیا جائے؟

یہ درست ہے کہ میں نے یہ کہا تھا کہ نظریاتی اعتبار سے آپ کے اور میرے درمیان ایک سمندر حائل ہے لیکن اس بات میں لیگ کی قرارداد ۱۹۴۰ء کا کوئی حوالہ نہیں تھا۔ قرارداد لاہور مبہم ہے۔ راجہ جی نے اس کے لب لباب میں اور اسے ایک شکل دے دی۔

اب ان نکات کے بارے میں جو آپ نے اٹھائے ہیں :

۱۔ میں نے اس کا پہلے ہی جواب دے دیا ہے۔

۲۔ فارمولہ میں جس دستور کا ذکر ہے اسے برطانوی اقتدار کی رخصت کے بعد متذکرہ عبوری حکومت یا اس کی جانب سے خاص طور پر مقرر کردہ بااختیار ادارہ وضع کرے گا' متوقع آزادی پورے ہند کے لئے ہے جیسا کہ وہ آج موجود ہے۔
عبوری عارضی حکومت کی تشکیل کی بنیاد لیگ اور کانگرس کے مابین سمجھوتے سے مشروط ہو گی۔

۳۔ کمیشن کی تقرری عبوری حکومت کی جانب سے کی جائے گی۔ قطعی اکثریت سے مراد غیر

۳۔ مسلم عناصر پر واضح اکثریت جیسی سندھ' بلوچستان یا صوبہ سرحد میں ہے۔ استصواب رائے عامہ اور حق رائے دہی بحث و تمحیص کا معاملہ ہے۔

۴۔ تمام جماعتوں سے مراد وہ جماعتیں ہیں جنہیں دلچسپی ہو۔

۵۴۔ "باہمی معاہدہ" سے معنی ہیں معاہدہ کرنے والے فریقوں کے درمیان معاہدہ تحفظ دفاع وغیرہ وغیرہ' کے معنی میرے خیال میں مرکزی یا مشترکہ کنٹرول بورڈ۔ تحفظ کے معنی ہیں ان سب کے خلاف تحفظ جو مشترکہ مفادات کو خطرے میں ڈالتے ہوں۔

۶۔ انتقال اقتدار قوم کو ہو گا یعنی عبوری حکومت کو۔ فارمولے میں توقع کی گئی ہے کہ برطانوی حکومت پُرامن طور پر اقتدار منتقل کر دے گی۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں چاہوں گا یہ جس قدر جلد ممکن ہو' ہو جائے۔

آپ کا مخلص

ایم۔ کے۔ گاندھی

راجہ جی کے خلاف الزام

مسٹر جناح کا مکتوب

۱۱ ستمبر ۱۹۴۴ء

ڈیر مسٹر گاندھی!

مجھے آپ کا مکتوب مرقومہ ۱۱ ستمبر آج شام پانچ بجے موصول ہو گیا۔ میں نے اس امر سے آگاہی پائی کہ آپ نے انفرادی طور پر گفت و شنید کے لئے سلسلہ جنبانی کی۔ اور میں اس کے بارے میں پہلے ہی اظہار خیال کر چکا ہوں۔ براہ کرم یہ خیال نہ کیجئے گا کہ آپ نے جو رویہ اختیار کیا ہے اور جس کی کوئی نظیر نہیں میں نے اسے برضا و رغبت قبول کر لیا ہے۔ تاہم میں نے آپ کے ساتھ معاملات پر گفت و شنید اس لئے شروع کی کیونکہ میں قدرتی طور پر آپ کو اپنا ہمنوا بنانے کے لئے مضطرب تھا۔ اگر ممکن ہو۔ میں نے آپ پر زور دیا کہ ہند کے مسئلہ کا واحد حل ہند کی پاکستان اور ہندوستان کی شکل میں تقسیم کو قبول کر لینا ہے جیسا کہ مارچ ۱۹۴۰ء کی قرارداد لاہور میں مختصرا مرقوم ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ قرارداد لاہور مبہم ہے۔ آپ نے مجھ سے قرارداد کے مندرجات کی کوئی توضیح یا تشریح نہیں چاہی۔ لیکن آپ نے فی الحقیقت اس کی اساس اور ان بنیادی اصولوں کی پُرزور مخالفت کی ہے جن پر وہ مبنی ہے۔ للٰہذا میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ کس طریقے اور کس پہلو سے قرارداد لاہور مبہم ہے؟ میں اس بات سے اتفاق نہیں کر سکتا کہ راجہ جی نے اس کا لُبِ لباب اخذ کیا اور اسے ایک شکل دے دی اس کے برعکس انہوں نے نہ صرف اس کی شکل بگاڑ دی بلکہ اسے مسخ کر دیا' جیسا کہ میں نے اپنی تقریر میں وضاحت کی ہے جو میں نے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس منعقدہ لاہور ۳۰ جولائی کو کی تھی۔

آپ کہتے ہیں کہ "حق خودارادیت کے استعمال کی شرط اول ہند کی جملہ جماعتوں اور گروہوں کی طرف سے متحدہ اقدام کے ذریعہ حصول آزادی ہے۔ اگر بدقسمتی سے ایسا متحدہ اقدام ناممکن ہے تب بھی مجھے ان عناصر کی اعانت سے لڑنا چاہیے جنہیں اکٹھا کیا جا سکے۔"

میرے خیال میں یہ' جیسا کہ میں نے بار بار کہا ہے' گاڑی کو گھوڑے کے آگے جوتنا ہے اور عمومی طور پر آل انڈیا مسلم لیگ کی حکمت عملی اور اعلان کے خلاف ہے۔ آپ محض ۱۹۴۲ء کی قرارداد اگست پر استقامت کے ساتھ قائم ہیں۔

ہند کے لوگوں کے لئے آزادی اور خود مختاری حاصل کرنے کے لئے یہ ناگزیر ہے کہ پہلے ہندو۔ مسلم مفاہمت ہو جائے۔ بلاشبہ میں آپ کا شکرگزار ہوں جب آپ یہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ جو اثر و رسوخ مجھے کانگرس کے ساتھ حاصل ہے میں اسے اس معاہدہ کی

توثیق کے لئے استعمال کروں گا جو آپ کے اور میرے درمیان طے پا جائے- لیکن میری رائے کے مطابق یہ کافی نہیں اگرچہ یہ میرے لئے ایک بیش قیمت امداد ہو گی- میں آپ سے ایک بار پھر دریافت کرتا ہوں کہ ازراہ عنایت مجھے یہ بتا دیجئے کہ عبوری عارضی حکومت کی تشکیل کے بارے میں آپ کا تصور یا اس کی اساس کیا ہے- بلاشبہ یہ لیگ اور کانگرس کی مفاہمت سے مشروط ہو گی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات قرین انصاف ہو گی کہ آپ مجھے اپنے تصور کے خدوخال کی ایک جھلک دکھا دیں کیونکہ اب تک آپ نے اس پر غور و فکر کر لیا ہو گا اور میں معلوم کرنا چاہوں گا کہ عبوری عارضی حکومت کی تشکیل کے سلسلے میں آپ کی تجاویز یا اسکیم کیا ہے جو اسے سمجھنے کے لئے واضح تصویر کا کام دے سکے-

آپ نے میرے اس سوال کا جواب حذف کر دیا ہے کہ کمیشن کی سفارشات کو جامہ عمل کون پہنائے گا اور یہ بات بھی میرے لئے واضح نہیں کہ قطعی اکثریت سے کیا مراد ہے جب آپ یہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں غیر مسلم عناصر پر واضح اکثریت جیسے سندھ، بلوچستان اور صوبہ سرحد میں ہے-" آپ نے میرے اس سوال کا بھی جواب نہیں دیا کہ فارمولے میں مذکور استصواب رائے عامہ اور حق رائے دہی کے ڈھانچے کے بارے میں کون فیصلہ کرے گا؟

چوتھے نکتے کے جواب سے بات بالکل واضح نہیں ہوتی جب آپ کہتے ہیں "تمام جماعتوں سے مراد ہے وہ جماعتیں جنہیں دلچسپی ہو"

آپ کہتے ہیں کہ "باہمی معاہدے کے معنی ہیں معاہدہ کرنے والے فریقوں کے درمیان معاہدہ"- معاہدہ کرنے والے فریق کون ہوں گے؟ جب آپ کے تصور کے مطابق عبوری عارضی حکومت معرض وجود میں آجائے گی- مرکزی یا مشترکہ کنٹرول بورڈ کون مقرر کرے گا جو دفاع وغیرہ کا تحفظ کرے گا کس اصول کے تحت اور کس مشینری یا ادارے کے ذریعے اور اس نوعیت کا مرکزی یا مشترکہ کنٹرول بورڈ کس کے ماتحت یا کس کے احکام کے تابع ہو گا؟

آپ کہتے ہیں "اقتدار قوم کو منتقل کیا جائے گا یعنی عبوری حکومت کو-" یہ سب سے بڑی وجہ ہے کہ میں عبوری حکومت کے بارے میں مکمل تفصیلات معلوم کرنا چاہوں گا جو آپ نے سوچی ہے اور جو اس کے بارے میں آپ کا تصور ہے-

آپ کا مخلص

ایم- اے- جناح

مسٹر جناح کا مکتوب

۱۳ ستمبر ۱۹۴۴ء

ڈیر مسٹر گاندھی!

جب آپ ۱۲ ستمبر کی صبح کو مذاکرات دوبارہ شروع کرنے کے لئے تشریف لائے تو آپ نے ازراہ عنایت مجھے یہ اطلاع دی کہ آپ کو میرے مکتوب مرقومہ ۱۱ ستمبر' جو آپ کو اس دن ساڑھے دس بجے شب موصول ہو گیا تھا' پر توجہ دینے کی فرصت نہیں ملی۔ آج کی ملاقات بھی آپ کا جواب موصول ہوئے بغیر ہی ہوئی۔ میں اب بھی اس کا منتظر ہوں۔ للٰذا آپ ازراہ عنایت جس قدر جلد ممکن ہو ان مختلف نکات کا جواب دے دیجئے جو آپ کے نام میرے ۱۱ ستمبر کے مکتوب میں مرقوم ہیں۔

آپ کا مخلص

ایم - اے- جناح

مسٹر گاندھی کا مکتوب

۱۴ ستمبر ۱۹۴۴ء

ڈیر قائداعظم!

مجھے آپ کا خط مرقومہ ۱۳ تاریخ موصول ہو گیا۔ میں آپ کے ساتھ اپنی گفت و شنید سے یہ سمجھا تھا کہ آپ کو میرے جواب کی کوئی خاص جلدی نہیں۔ چنانچہ میں اس معاملے کو ذرا سہل انگاری سے لے رہا تھا بلکہ یہ امید کر رہا تھا کہ جوں جوں ہمارے مذاکرات آگے بڑھیں گے اور گرم جوشی میں اضافہ ہو گا باہمی توضیحات خودبخود ہوتی جائیں گی اور یہ کہ ہمیں صرف حتمی سمجھوتہ ہی ضبط تحریر میں لانا ہو گا۔ لیکن میں دوسرا نکتہ نظر بھی سمجھتا ہوں اور اسے سراہتا ہوں۔ ہمیں کوئی چیز فرض نہیں کر لینی چاہیے۔ راجہ جی کے فارمولے کو سمجھنے میں آپ کو جو دشواریاں پیش آ رہی ہیں مجھے ان کی وضاحت کر دینی چاہیے۔ بعینہٖ آپ کو اپنی [تجاویز] کے بارے میں کرنا چاہیے یعنی مسلم لیگ کی ۱۹۴۰ء کی قرارداد۔

قرارداد لاہور کے حوالے سے جیسا کہ ہم دونوں میں طے پا گیا ہے میں اس سے علیحدہ خط میں نمٹوں گا۔

شاید مذاکرات کے اخیر میں ہم یہ دریافت کر لیں کہ راجہ جی نے قرارداد لاہور کی شکل بگاڑنے اور اسے مسخ کرنے کی بجائے اسے مغز اور صورت عطا کی۔ درحقیقت راجہ جی کے فارمولے کے بارے میں آپ کی ناپسندیدگی کے پیش نظر' بہر نوع' میں نے فی الوقت اسے ذہن سے نکال دیا ہے اور اب قرارداد لاہور پر اپنی توجہ مرکوز کر دی ہے۔ اس قدر تو تھا آپ کے خط

کے پہلے پیراگراف کے بارے میں۔

جہاں تک آپ کے دوسرے [نکتے] کا تعلق ہے، میں اس بات کا سختی سے قائل ہوں کہ جب تک ہم تیسرے فریق کو نکال باہر نہیں کریں گے ہم لوگ صلح آشتی سے نہ رہ سکیں گے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ میں ایسے طور طریقے اور ڈھنگ دریافت کرنے کے لئے کوشش نہ کروں جن سے ہمارے درمیان امن و امان قائم ہو سکے۔

آپ عبوری عارضی حکومت کی اساس کے تعلق میں میرے تصور کے بارے میں دریافت کرتے ہیں اگر میرے ذہن میں کوئی اسکیم ہوتی تو میں آپ کو ضرور بتا دیتا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم دونوں میں اتفاق رائے ہو سکتا ہے تو پھر دیگر جماعتوں کے ساتھ صلاح مشورہ کرنا ہمارا کام ہو گا۔ میں اتنی بات کہہ سکتا ہوں کہ عبوری حکومت میں جو اس وقت اعتماد پیدا کر سکے تمام جماعتوں کی نمائندگی ہونی چاہیے۔ جب وہ لمحہ آتا ہے اس وقت کوئی بااختیار شخص میری جگہ لے لے گا۔ اگرچہ آپ مجھے ہمیشہ اپنے اشارے پر حاضر پائیں گے جب آپ نے مجھے اپنا ہم خیال بنا لیا یا میں نے آپ کو یا ہم دونوں ایک دوسرے کے ہمنوا بن کر ایک ذہن دو قالب ہو گئے۔

جہاں تک آپ کے تیسرے نکتے کا تعلق ہے چونکہ عبوری حکومت کمیشن کا تقرر کرے گی، وہ ہی اس کی سفارشات کو جامہ عمل پہنائے گی۔ میں نے سوچا تھا کہ یہ میرے پچھلے جواب میں مضمر ہے۔

راجہ جی نے مجھے بتایا کہ ان کے فارمولے میں قطعی اکثریت کی بات معمول کی قانونی اصطلاح کے طور پر استعمال کی گئی ہے جس صورت میں دو سے زیادہ گروہوں سے نمٹنا مقصود ہو۔ میں اپنے جواب پر قائم ہوں لیکن شاید آپ تیسرے معنی تجویز کریں اور مجھے اسے قبول کر لینے پر راغب کر لیں۔

استصواب رائے عامہ اور حق رائے دہی کی کیا شکل ہو اس کا تصفیہ عبوری حکومت پر چھوڑ دینا چاہیے، اِلّا اسکے بارے میں ہم اب کوئی فیصلہ کر لیں۔ میں کہنا چاہوں گا کہ یہ استصواب پاکستان کے علاقے کے تمام باشندوں کا حق بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔

جہاں تک چوتھے [نکتے] کا تعلق ہے "تمام جماعتوں" کا مطلب ہے آپ اور میں اور ہر وہ شخص جو اس مسئلے کے بارے میں کوئی رائے رکھتا ہو، وہ پُرامن طریقے سے رائے عامہ کو متاثر کرے گا اور اسے کرنا چاہیے جیسا کہ وہاں ہوتا ہے جہاں مکمل یا جزوی طور پر جمہوریت رائج ہو۔

پانچویں [نکتے] کے بارے میں یہ ہے کہ فرض کیجئے کہ فیصلہ تقسیم کے حق میں ہوا تو

مشترکہ مفادات کے انتظام کے تعلق میں معاہدہ اور سمجھوتوں کے مسودے تو عبوری حکومت تیار کرے گی لیکن اس کی تصدیق اور توثیق دونوں ملکوں کی حکومتوں سے کرانی ہو گی۔ مشترکہ مفادات کے تعین اور اس کے انتظام کے لئے مشینری کا منصوبہ شروع میں عبوری حکومت ہی بنائے گی لیکن بعد میں یہ معاملہ دونوں حکومتوں کے مابین تصفیہ طلب ہو گا جو ان اداروں کے توسل سے کام کریں گی جنہیں یہ اس مقصد کے لئے متعین کریں گے۔

جہاں چھٹے [نکتے] کا تعلق ہے مندرجہ بالا سطور کے پیش نظر اس کا مزید جواب فاضل ہو گیا ہے۔

آپ کا مخلص

ایم۔ اے۔ گاندھی

مزید وضاحتیں درکار ہیں

مسٹر جناح کا مکتوب

۱۴ ستمبر ۱۹۴۴ء

ڈیر مسٹر گاندھی!

مجھے آج پونے پانچ بجے شام آپ کا خط موصول ہو گیا۔ یہ میرے خط مرقومہ ۱۱ ستمبر کے جواب میں ہے (اور ۱۳ ستمبر والے خط کے جواب میں نہیں جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا جو ایک سہو معلوم ہوتی ہے)اور میں اس کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

۱۔ ازراہ کرم جس قدر جلد آپ سے ہو سکے آپ مجھے اپنا موعودہ مکتوب ارسال فرما دیجئے جس میں اس امر کی نشان دہی کر دی جائے کہ کس طرح یا کس اعتبار سے قرارداد لاہور مبہم ہے۔

۲۔ گاندھی۔ راجہ جی فارمولے کے حوالے سے کہ "مسلم لیگ ہند کے مطالبہ آزادی کی توثیق کرتی ہے" میں نے اپنے مکتوب مورخہ ۱۰ ستمبر میں آپ سے یہ دریافت کیا تھا : "کیا اس کا مطلب ہے کانگرس کا مطالبہ آزادی جیسا کہ آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے بمبئی میں اگست ۱۹۴۲ء کی قرارداد میں کیا تھا یا اگر ایسا نہیں تو اس بات کی اہمیت کیا ہے؟" آپ نے اس کا جواب اپنے مکتوب مورخہ ۱۱ ستمبر میں اس طرح دیا : "متوقع آزادی سارے ہند کے لئے ہے جیسا کہ وہ آج ہے" لہذا میں دوبارہ دریافت کرتا ہوں کہ کیا اس کا مطلب ہے متحدہ ہند کی بنیاد پر؟ میں دیکھتا ہوں کہ آپ نے اس نکتے کی اطمینان بخش طور پر وضاحت نہیں کی۔

جہاں تک اس شق کے اگلے حصے کا تعلق ہے فارمولے میں آگے چل کر کہا گیا ہے کہ "مسلم لیگ عبوری مدت کے لئے عبوری عارضی حکومت کی تشکیل میں کانگرس کے ساتھ تعاون کرے گی" میں نے آپ سے اپنے مکتوب مورخہ ۱۰ ستمبر کے ذریعہ یہ درخواست کی تھی کہ مجھے

اس بنیاد یا ان خطوط سے آگاہ کر دیا جائے جن پر یہ حکومت قائم کی جائے گی یا تشکیل دی جائے گی۔ اگر آپ کے پاس کوئی مکمل اور قطعی اسکیم ہو تو ازراہ کرم مجھے ارسال کر دیجئے۔ جس کا آپ نے زیر جواب مکتوب مورخہ ۱۱ ستمبر میں یہ جواب دیا ہے کہ عبوری عارضی حکومت کی تشکیل کی اساس کے بارے میں لیگ اور کانگرس کو اتفاق رائے کرنا ہو گا"۔ لیکن اس سے توضیح کے بارے میں میری درخواست کا کہ اس حکومت کے خدوخال سے آگاہ کر دیا جائے مدعا پورا نہیں ہوتا اور یہ وہ بات ہے جسے میں آپ سے دریافت کر رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ میرے اس نکتے کو سراہیں گے جب میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ براہ کرم فارمولے کے مطابق مجوزہ عبوری حکومت کا ایک دھندلا سا خاکہ عطا کر دیجئے۔ بلاشبہ میں یہ بات بالکل سمجھ سکتا ہوں کہ ایسی عبوری عارضی حکومت جملہ جماعتوں کی نمائندہ ہو گی اور اس کی ایسی نوعیت ہو گی کہ اس وقت تمام جماعتوں میں اعتماد پیدا کر سکیں گی۔ میں یہ بات بھی سمجھ سکتا ہوں کہ جب وہ لمحہ آئے گا کچھ چیزیں اس کے جلو میں آ سکتی ہیں لیکن اس سے قبل کہ ہم اس فارمولے سے تسلی بخش طریقے سے نمٹیں میں دوبارہ یہ بات دہراتا ہوں کہ چونکہ یہ آپ کا فارمولہ ہے آپ کو مجھے دھندلا سا تصور عبوری عارضی حکومت کے بارے میں دے دینا چاہیے جس کی آپ توقع کرتے ہیں اور جو آپ کے تصور کے مطابق ہے۔ میں جو بات معلوم کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہو گی اس عبوری عارضی حکومت کے اختیارات کیا ہوں گے' اس کو کس طرح تشکیل دیا جائے گا' یہ کس کے سامنے جواب دہ ہو گی اور یہ کن لوگوں پر مشتمل ہو گی وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ آپ اس گاندھی۔ راجہ جی فارمولے کے بانی مبانی ہیں اس لئے آپ کو اس کا دھندلا سا خاکہ اور اس کی تصویر مجھے دے دینی چاہیے تاکہ میں سمجھ سکوں کہ فارمولے کے اس حصے کا مطلب کیا ہے۔

آپ اپنے مکتوب مرقومہ ۱۱ ستمبر بجواب میرے خط مورخہ ۱۱ ستمبر مجھے اطلاع دیتے ہیں کہ اگر میرے ذہن میں کوئی اسکیم ہوتی تو آپ کو بتا دیتا۔ "میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم دونوں میں اتفاق رائے ہو سکتا ہے تو پھر یہ ہمارا کام ہو گا کہ ہم دوسری جماعتوں سے صلاح مشورہ کریں" لیکن یہی تو اصل بات ہے۔ جب تک آپ کی طرف سے میرے پاس اسکیم کے کوئی خدوخال نہ ہوں تو اتفاق رائے کی خاطر ہم کس بات پر تبادلہ خیال کریں؟

جہاں تک دیگر امور کا تعلق ہے جن کی آپ نے مزید وضاحت کی ہے میں نے آپ کی تشریح کو نوٹ کر لیا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ مجھے آپ پر مزید زور ڈالنے کی ضرورت ہے اگرچہ ان میں بعض بالکل تسلی بخش نہیں ہیں۔

آپ کا مخلص

ایم - اے۔ جناح

دو قومی نظریہ

مسٹر گاندھی کا مکتوب

۱۵ ستمبر ۱۹۴۴ء

ڈیر قائداعظم!

یہ خط ہمارے بدھ ۱۳ ستمبر کے مذاکرات کے حوالے سے ہے۔ فی الوقت میں نے راجہ جی کے فارمولے کو ذہن سے جھٹک دیا ہے اور آپ کی اعانت سے اور اپنے ذہن کو نہایت سنجیدگی کے ساتھ مسلم لیگ کی مشہور قرارداد لاہور پر لگا رکھا ہے۔

آپ کو یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ قرارداد میں فی نفسہٖ دو قومی نظریہ کا کوئی حوالہ نہیں۔ ہمارے مذاکرات کے دوران آپ نے جوش و خروش کے ساتھ یہ استدلال دیا کہ ہند میں دو قومیں ہیں یعنی ہندو اور مسلمان اور موخرالذکر کے بھی ہند میں اپنے اوطان ہیں جیسے کہ اول الذکر کے ہیں۔ جیسے جیسے ہمارا استدلال آگے بڑھتا ہے ویسے ویسے آپ کی تصویر مجھے زیادہ ڈراونی نظر آنے لگتی ہے۔ اگر یہ درست ہو تو بہت دل لبھانے والی ہوگی لیکن میرا یہ خدشہ بڑھتا جا رہا ہے کہ یہ کلیتاً" غیر حقیقی ہے۔ میں تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں پاتا کہ کچھ لوگ جنہوں نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا ہو وہ اور ان کی آنے والی نسلیں اپنے آباؤاجداد سے علیحدہ ایک قوم ہونے کا دعویٰ کرنے لگیں۔ اگر ہند اسلام کی آمد سے قبل ایک قوم تھا تو اسے ایک قوم ہی رہنا چاہیے' اس کے باوصف کہ اس کے بہت سے بچوں نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا۔ آپ فتوحات کی بنا پر علیحدہ قوم ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے کرتے ہیں۔ کیا دو قومیں ایک بن جائیں گی اگر سارا ہند اسلام قبول کر لے؟ کیا بنگالی' اور یہ' مہاراشٹری' گجراتی وغیرہ وغیرہ اپنے خصوصی اوصاف سے محروم ہو جائیں گے اگر وہ سب مسلمان ہو جائیں؟ یہ سب سیاسی طور پر ایک ہو گئے ہیں کیونکہ وہ سب ایک بیرونی طاقت کے تحت ہیں۔ وہ آج یہ کوشش کر رہے ہیں کہ وہ طوق غلامی اتار پھینکیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ قومیت کے ایک نئے معیار کو متعارف کرا رہے ہیں۔ اگر میں اسے تسلیم کر لوں تو مجھے اور بہت سے دعوں کو قبول کرنا پڑے گا اور ایک عقدہ لاینحل میرے سامنے ہو گا۔ ہماری قومیت کا ایک واحد اور حقیقی معیار' اگرچہ خوفناک ہے' ہماری سیاسی غلامی سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر آپ اور میں اس غلامی کا جوا اپنی مشترکہ کوششوں سے اتار پھینکیں تو ہم اپنی محنت سے سیاسی طور پر ایک آزاد قوم کی شکل میں ابھر آئیں گے۔ اگر اس وقت تک ہم نے اپنی آزادی کی قدر و قیمت کو نہ جانا تو ہم آپس میں لڑ سکتے ہیں اور ایک آقا کے فقدان کے باعث جو

ہمیں اپنے آہنی پنجے کی گرفت میں آکٹھا رکھ سکے تب ہم چھوٹے گروہوں اور قومیتوں میں منقسم رہنے کی سبیل نکال سکتے ہیں۔ ہمیں اس سطح تک گرنے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی اور ہمیں آقا کی جستجو کرنے کی ضرورت نہیں ہو گی کیونکہ تخت جو کبھی خالی نہیں رہتا کے دعویدار تو بہت ہیں۔

اس پس منظر کے ساتھ آپ کی قرارداد کو قبول کرنے میں اپنی مشکل میں آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

۱۔ پاکستان قرارداد میں موجود نہیں ہے۔ کیا وہ اپنے اصلی معنی کا حامل ہے' پنجاب' افغانستان' کشمیر' سندھ اور بلوچستان جن میں سے یہ نام اخذ کیا گیا؟ اگر نہیں تو یہ کیا ہے؟

۲۔ کیا پاکستان کی منزل پان اسلام ہے؟

۳۔ وہ کیا چیز ہے جو ایک ہندی مسلمان کو ہر دوسرے ہندی سے ممیز و ممتاز کرتی ہے اس کے مذہب کے سوا؟ کیا وہ ایک ترک اور ایک عرب سے مختلف ہے؟

۴۔ زیر بحث قرارداد میں لفظ 'مسلم' کی تعبیر کیا ہے؟ کیا اس سے مراد جغرافیہ میں ہند کے مسلمانوں سے ہے یا متوقع پاکستان کے؟

۵۔ کیا قرارداد کا تخاطب مسلمانوں سے ہے ان کی تعلیم و تربیت کی خاطر' یا اس کا تخاطب پورے ہند کے باشندوں سے ہے ایک اپیل کے طور پر یا بدیسی حکمران سے ہے بطور الٹی میٹم۔

۶۔ کیا دو منطقوں میں حلقے خود مختار ملک ہوں گے ہر منطقے میں غیر معین تعداد ہو گی؟

۷۔ کیا حد بندی برطانوی حکمرانی کے دوران ہو گی؟

۸۔ اگر آخری سوال کا جواب اثبات میں ہے تو تجویز کو برطانیہ سے قبول کرایا جائے اور پھر اسے ہند پر مسلط کر دیا جائے۔ گویا کہ وہ ہند کے اندر ہند کے عوام کی آزادی رائے سے وضع نہیں کی گئی۔

۹۔ کیا آپ نے اس امر کا جائزہ لیا ہے اور خود کو مطمئن کر لیا ہے کہ ان خود مختار ریاستوں کو مادی طور پر اور دیگر اعتبار سے ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے فوائد حاصل ہوں گے؟

۱۰۔ ازراہ کرم مجھے یہ اطمینان دلا دیجئے کہ یہ آزاد اور خودمختار ریاستیں غریب ریاستوں کا مجموعہ نہیں بن جائیں گی جو اپنے لئے بھی مصیبت ہوں گی اور باقی ماندہ ہند کے لئے بھی۔

۱۱۔ برائے مہربانی حقائق اور اعداد و شمار کے ذریعے یا کسی اور طریقے سے یہ ظاہر کر دیجئے کہ قرارداد کو قبول کرنے سے من حیث المجموع ہند کی آزادی اور اس کی فلاح کس طرح

حاصل کی جا سکتی ہے؟

۱۲- اس اسکیم کے ذریعہ ان مسلمانوں کا معاملہ کیسے طے ہو گا جو رجواڑوں کے تحت ہیں؟

۱۳- آپ کے نزدیک "اقلیتوں" کی تعریف کیا ہے؟

۱۴- کیا آپ ازراہ عنایت اقلیتوں کے لئے "مناسب' مؤثر اور لازمی تحفظات" کی تعریف بیان کریں گے جو قرارداد کے دوسرے حصے میں وارد ہوا ہے؟

۱۵- کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ قرارداد لاہور میں محض مقصد کا ایک سادہ سا بیان ہے اور یہ ایسا کوئی اشارہ نہیں دیتا کہ حصول مقصد کے کون سے طریقے اختیار کئے جائیں گے اور اس کے ٹھوس تقاضے کیا ہوں گے؟ مثال کے طور پر:

[ا] کیا اس منصوبے کے تحت آنے والے علاقوں کے باشندوں کی علیحدگی کے بارے میں کوئی رائے ہو گی اگر ہو گی تو اسے کس طرح معلوم کیا جائے گا؟

[ب] قرار داد لاہور میں دفاع اور اس نوعیت کے دیگر معاملات کے بارے میں کیا اہتمام سوچا گیا ہے؟

[ج] مسلمانوں کے بہت سے گروہ ہیں جنہوں نے مسلسل لیگ کی حکمت عملی سے اختلاف کا اظہار کیا ہے در آں حالانکہ میں لیگ کے غالب اثر اور پوزیشن کو تسلیم کرتا ہوں اور اسی لئے میں نے آپ کے ساتھ گفت و شنید کا ڈول ڈالا ہے۔ کیا یہ ہمارا مشترکہ فرض نہیں ہے کہ ہم ان شکوک کو دُور کریں اور ان کو یہ احساس دلا کر انہیں اور ان کے حمایتیوں کو حق رائے دہی سے محروم کر دیا گیا ہے۔

[د] کیا اس سے یہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا کہ لیگ کی قرار داد متعلقہ منطقے کے لوگوں کے سامنے قبول کرنے کے لئے پیش کر دی جائے؟

یہ خط لکھتے ہوئے' اس قرارداد پر عمل در آمد ہوتا تصور کرتا ہوں تو مجھے سارے ہند کی بربادی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ باور کیجئے کہ میں ایک جوئندہ کی حیثیت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں۔ اگرچہ میں اپنے سوا کسی کی نمائندگی نہیں کرتا۔ میری آرزو ہے کاش میں ہند کے جملہ باشندوں کی نمائندگی کر سکتا۔ کیونکہ میں اپنی ذات میں ان کے دکھ اور ذلت کو محسوس کرتا ہوں جو بلا تمیز طبقے' ذات اور عقیدہ کے انکا مقدر ہو گی۔ مجھے علم ہے کہ آپ کو مسلم عوام پر ایک منفرد قسم کا اثر حاصل ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنا اثر ان کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کریں جس میں باقی ماندہ کو بھی شامل ہونا چاہیے۔

اس عجلت میں لکھے خط میں مَیں نے اپنی مشکل کی طرف محض اشارہ کیا ہے۔

آپ کا مخلص

ایم۔ کے۔ گاندھی

راجہ جی فارمولے کے مضمرات

مسٹر گاندھی کا مکتوب

۱۵ ستمبر ۱۹۴۴ء

ڈیر قائداعظم!

مجھے آپ کا [مکتوب] مورخہ ۱۴ ستمبر صبح نو بجکر چالیس منٹ پر موصول ہوا۔

میں آج صبح ۳ بجے اٹھ گیا تھا تاکہ قرارداد لاہور پر اپنا موعودہ خط مکمل کر سکوں۔ تاریخ کی کوئی غلطی نہیں کیونکہ میں نے یہ آپ کی ۱۳ تاریخ کی یاد دہانی کے جواب میں ہی لکھا تھا۔

آزادی کے وہی معنی ہیں جو آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی قرارداد ۱۹۴۲ء میں مندرج ہیں لیکن یہ متحدہ ہند کی بنیاد پر نہیں ہو سکتی۔ اگر ہمارے درمیان کوئی سمجھوتہ طے پا جاتا ہے تو یہ اس سمجھوتے کی بنیاد پر ہو گی' یہ فرض کرتے ہوئے کہ بلاشبہ اسے ملک میں قبول عام حاصل ہو جائے گا۔ طریقہ کار کچھ اس طرح سے ہو گا ہم اپنی مشترکہ کوشش سے ہند کے لئے' جیسا کہ وہ اس وقت ہے' آزادی حاصل کر لیتے ہیں۔ ہند آزادی ہو جانے کے بعد حلقہ بندی' استصواب اور تقسیم کے لئے عمل شروع کر دے گا اگر متعلقہ لوگوں نے تقسیم کے ضمن میں رائے دے دی۔ یہ سارا کچھ راجہ جی کے فارمولے میں مضمر ہے۔

جہاں تک عبوری عارضی حکومت کا تعلق ہے مجھے خدشہ ہے کہ اپنے جواب کو اس سے آگے نہ بڑھا سکوں گا جہاں تک میں اسے لے جا سکوں گا۔ اگرچہ میرے پاس تو عبوری عارضی حکومت کے ضمن میں کوئی اسکیم نہیں ہے لیکن اگر آپ کے پاس قرارداد لاہور کے تعلق سے کوئی اسکیم ہو تو' میں سمجھتا ہوں کہ عارضی حکومت کو اس کی بھی ضرورت ہو گی' ہم اس پر تبادلہ خیال کر سکتے ہیں۔

فارمولہ راجہ جی نے نیک نیتی کے ساتھ وضع کیا تھا۔ میں نے بھی اسے نیک نیتی کے ساتھ قبول کر لیا تھا۔ توقع یہ تھی کہ آپ اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے۔ ہم اب بھی یہی سمجھتے ہیں کہ موجودہ حالات میں یہ بہترین ہے۔ آپ کو اور مجھے اس پر گوشت پوست چڑھانا ہو گا۔ اگر ہم ایسا کر سکے تو میں نے وہ طریقہ کار واضح کر دیا ہے جس سے ہمیں گزرنا ہو گا۔ آپ کو اس پر

کوئی اعتراض تو نہیں۔ شاید آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اگر مجھے عبوری عارضی حکومت بنانے کی دعوت دی گئی تو میں اسے کس طرح ترتیب دوں گا۔ اگر میں اس قابل رشک حال میں ہوا تو میں جملہ دعویداروں سے ملاقات کروں گا اور ان کو مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس کام میں میرا تعاون دستیاب رہے گا۔

آپ کے اس استفہام کے ضمن میں کہ "میں جو کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں' یہ ہے کہ ایسی عبوری عارضی حکومت کے اختیارات کیا ہوں گے' اسے کس طرح تشکیل دیا جائے گا اور یہ کس کے سامنے ذمہ دار ہو گی"۔ عبوری عارضی حکومت موجودہ مجلس قانون ساز کے منتخب اراکین کے سامنے جواب دہ ہو گی یا نئے منتخب شدہ اراکین کے سامنے۔ اسے جملہ اختیارات حاصل ہوں گے ماسوا دوران جنگ کمانڈر انچیف کے اختیارات کے اور بعد ازاں مکمل اختیارات۔ یہ وہ اتھارٹی ہو گی جو اس مفاہمت کو جامہ عمل پہنائے گی جو لیگ اور کانگرس کے مابین طے پا سکے اور جس کی دیگر جماعتیں توثیق کر دیں۔

قرارداد لاہور کی وضاحت کرنا میرا فریضہ ہے

مسٹر جناح کا مکتوب

۱۷ ستمبر ۱۹۴۴ء

ڈیئر مسٹر گاندھی!

مجھے آپ کا مکتوب مرقومہ ۱۵ ستمبر مل گیا ہے اور اس کے لئے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں نے یہ نوٹ کر لیا ہے کہ آپ نے فی الوقت راجہ جی فارمولے کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا ہے اور اپنے ذہن کو مسلم لیگ کی قرارداد لاہور پر نہایت سنجیدگی سے لگا رکھا ہے۔ آج آپ کے لئے قرار داد لاہور کی وضاحت کرنا اور آپ کو اس پر آمادہ کرنا کہ آپ اسے قبول کر لیں میرا فریضہ ہے۔ اگرچہ آپ میرے ساتھ انفرادی حیثیت میں مذاکرات کر رہے ہیں' جیسا کہ آپ اسے کئی بار واضح کر چکے ہیں۔ میں نے نہایت کامیابی کے ساتھ بہت سے غیر مسلم ہندیوں کے ذہن کو تبدیل کیا ہے اور بہت سے غیر ملکیوں کے اذہان کو بھی۔ اور اگر میں آپ کے ذہن کو تبدیل کر سکوں آپ جو ہندو ہند پر بے پناہ اثر و رسوخ کے حامل ہیں' تو یہ بات میرے لئے بہت بڑی اعانت کا باعث ہو گی۔ اگرچہ ہمارے مذاکرات اس نہج پر نہیں ہو رہے ہیں کہ آپ یہ گفت و شنید کسی نمائندہ شخص یا حیثیت سے کر رہے ہیں اور میری دشواریاں اس وقت تک رہیں گی جب تک کہ آپ کو نمائندگی کا رتبہ اور اختیار حاصل نہ ہو جائے تاکہ میں آپ کے ساتھ مذاکرات کر کے اور کوئی سمجھوتہ طے کر سکوں۔

آپ نے اپنے مکتوب مورخہ ۱۱ ستمبر میں کہا تھا کہ قرارداد لاہور 'مبہم' ہے- لہذا قدرتی طور پر میں نے آپ سے یہ دریافت کیا کہ ازراہ عنایت مجھے بتا دیجئے کہ کس طرح اور کس پہلو سے قرار داد لاہور مبہم ہے- اب مجھے آپ کا گرامی نامہ مرقومہ ۱۵ ستمبر مل گیا ہے جو جواب کے لئے میرے پیش نظر ہے-

آپ کے مکتوب کا تیسرا پیراگراف توضیح طلب نہیں ہے یہ ایک مکالمہ ہے اس نکتہ پر' اور اس سے آپ کے خیال کا اظہار ہوتا ہے کہ کیا مسلمان ایک قوم ہیں؟ اس معاملہ پر خط وکتابت کے ذریعہ تبادلہ خیال ایک مشکل امر ہے- اس نکتہ پر سیر حاصل بحثیں ہیں اور کافی مواد موجود ہے- اب یہ آپ کا کام ہے کہ اس مسئلہ پر تفصیلی مطالعہ کے بعد یہ فیصلہ صادر فرما دیں کہ کیا مسلمان اور ہندو برصغیر میں دو بڑی قومیں نہیں ہیں؟ فی الوقت میں آپ کی توجہ دو مطبوعات کی جانب مبذول کراؤں گا' اگرچہ اس حوالے سے اور بہت سی کتابیں بھی موجود ہیں' ایک ڈاکٹر امبیدکر کی کتاب اور ایم- آر- ٹی کی کتاب "ہند میں قوم پرستی کا تصادم"- ہم اس بات کے قائل ہیں اور اس پر کاربند ہیں کہ قوم کی کسی بھی تعریف یا معیار کے مطابق مسلمان اور ہندو دو بڑی قومیں ہیں- ہم ایک قوم ہیں جو دس کروڑ افراد پر مشتمل ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ ہم ایک قوم ہیں اور ہمارا جداگانہ تمدن اور تہذیب ہے' زبان اور ادب' فنون لطیفہ اور فن تعمیرات' نام اور نام رکھنے کا طریقہ' شعور اقدار اور تناسب' قوانین اور اخلاقی ضابطے' رسوم اور جنتری' تاریخ اور روایات' رجحانات اور امنگیں' مختصر یہ کہ ہمارا زندگی پر اور زندگی کے بارے میں خصوصی نقطہ نظر ہے- بین الاقوامی قانون کے جملہ ضوابط کی رو سے ہم ایک قوم ہیں- اب میں آپ کے مختلف نکات کا جواب دیتا ہوں-

۱- جی ہاں لفظ "پاکستان" کا تذکرہ قرارداد میں موجود نہیں ہے- اب یہ اصل معنوں میں مستعمل نہیں ہے- اب یہ لفظ قرار داد لاہور کا مترادف بن گیا ہے-

۲- یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا لیکن پھر بھی میں اس کا جواب دیتا ہوں کہ یہ سوال محض ایک ڈھکوسلہ ہے-

۳- یہ نکتہ میرے جواب میں آ گیا ہے کہ مسلمان ایک قوم ہیں- جہاں تک آپ کے سوال کے آخری حصے کا تعلق ہے یہ قرار داد کی وضاحت کے ضمن میں بمشکل ہی متعلق بات ہو گی-

۴- لفظ 'مسلمان' کا کیا مطلب ہے مجھے یقین ہے کہ آپ اس سے باخبر ہیں-

۵- قرارداد لاہور کے متن کی توضیح کے ضمن میں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا-

نہیں' وہ پاکستان کی وحدتیں ہوں گی۔

۷۔ جونہی قرارداد پاکستان کی اساس اور اس کے اصول قبول کر لئے جاتے ہیں سرحدوں کے تعین کے معاملے پر فوراً کارروائی شروع ہو جائے گی۔

۸۔ میرے جواب نمبر۷ میں آپ کے سوال نمبر۸ کا جواب آ گیا۔

۹۔ وضاحت سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔

۱۰۔ میرا جواب نمبر۹ اس نکتہ کا احاطہ کرتا ہے۔

۱۱۔ قرارداد کی وضاحت کے جلو میں نہیں آتا۔ یقیناً یہ قرارداد میں توضیح طلب کرنے کی بات نہیں ہے۔ میں نے اپنی متعدد تقریروں میں اور مسلم لیگ نے اپنی قراردادوں میں اس امر کی نشاندہی کی ہے کہ یہ ہند کے مسئلے کا واحد حل ہے اور اقوام ہند کے لئے آزادی حاصل کرنے کی واحد راہ۔

۱۲۔ "رجواڑوں کے ماتحت مسلمان" قرارداد لاہور محض برطانوی ہند تک محدود ہے۔ یہ سوال قرارداد کی توضیح کے ضمن میں پیدا نہیں ہوتا۔

۱۳۔ "اقلیتوں" کی تعریف۔ آپ نے خود بارہا کہا ہے کہ اقلیتوں سے مراد ہے تسلیم شدہ اقلیتیں"۔

۱۴۔ یہ اساسی اصولوں کا تذکرہ کرتا ہے اور جب یہ قبول کر لئے جائیں گے تو معاہدہ کرنے والے فریقوں کو تفصیلات طے کرنا ہوں گی۔

[ا] توضیح کے ذیل میں نہیں آتا۔

[ب] وضاحت کے ضمن میں نہیں آتا۔

[ج] مسلم ہند کی واحد بااختیار اور نمائندہ تنظیم ہے۔

[د] نہیں' جواب نمبر ج ملاحظہ فرمایئے

جہاں تک آپ کے آخری پیراگراف کا تعلق ہے آپ نے مجھ سے توضیحات وصول کرنے سے پیشتر ہی اپنا فیصلہ صادر کر دیا اور یہ کہتے ہوئے قرارداد لاہور کو مسترد کر دیا کہ : "یہ خط لکھتے ہوئے' اس قرارداد پر عملدرآمد ہوتا تصور کرتا ہوں تو مجھے سارے ہند کی بربادی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا"۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے مجھ پر یہ بات واضح کر دی ہے کہ آپ اپنے سوا کسی اور کی نمائندگی نہیں کرتے اور میں کوشش کر رہا ہوں کہ آپ کو یہ بات قبول کرنے پر آمادہ کر لوں کہ یہ وہ راہ ہے جو ہمیں نہ صرف دو بڑی قوموں ہندوؤں اور مسلمانوں کو آزادی کی منزل پر پہنچا دے گی بلکہ ہند کے باقی ماندہ لوگوں کو بھی۔ لیکن جب آپ آگے چل کر یہ کہتے ہیں کہ آپ کی

یہ آرزو ہے کہ کاش آپ ہند کے تمام باشندوں کی نمائندگی کریں تو مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے اس بیان کو قبول نہیں کر سکتا۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ آپ ہندوؤں کے سوا اور کسی کی نیابت نہیں کرتے۔ جب تک آپ اپنی صحیح پوزیشن اور حقائق کو محسوس نہیں کرلیں گے میرے لئے آپ کے ساتھ استدلال کرنا بہت مشکل ہو گا اور آپ کو آمادہ کرنا اور یہ امید کرنا کہ آپ سے آج کے ہند کے حقائق اور اصل حالات کو منوا لیا جائے گا' اور بھی زیادہ دشوار ہو جاتا ہے۔ میں آپ کے سامنے اس امید پر استدلال کر رہا ہوں کہ آپ کی رائے کو بدل سکوں گا جیسا کہ میں بہت سے لوگوں کے ساتھ نہایت کامیابی سے کر چکا ہوں۔ جیسا کہ میں اس سے قبل عرض کر چکا ہوں کہ آپ ایک عظیم شخصیت ہیں اور آپ کو ہندوؤں پر بے پناہ اثر و رسوخ حاصل ہے اور بالخصوص عوام پر' اور وہ راستہ قبول کر کے جو میں آپ کو سمجھا رہا ہوں آپ ہندوؤں اور اقلیتوں کے مفادات کو مضرت یا نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ برعکس ازیں ہندوؤں کو تو زبردست فائدہ پہنچے گا۔ مجھے اس بات پر یقین ہے کہ صحیح فلاح نہ صرف مسلمانوں کی بلکہ باقی ماندہ ہند کی بھی تقسیم ہند میں مضمر ہے جیسا کہ قرارداد لاہور میں تجویز کیا گیا ہے۔ اس امر پر غور کرنا آپ کا کام ہے کہ کیا یہ آپ ہی کی حکمت عملی اور آپ ہی کا پروگرام تو نہیں' جس پر آپ نے اصرار کیا' جو سارے ہند کی تباہی اور ان لوگوں کی مصیبت اور ذلت کا بہت بڑا سبب بنا جن کا آپ ذکر کرتے ہیں اور جس کی میں کسی سے کم مذمت نہیں کرتا۔ اور اسی سبب سے میں ان تمام ایام کے دوران آپ سے استدلال کر رہا ہوں اگرچہ آپ اس بات پر اصرار کر رہے ہیں کہ آپ میرے ساتھ مذاکرات اپنی انفرادی حیثیت میں کر رہے ہیں' اس امید پر کہ شاید آپ اب بھی اپنی حکمت عملی اور اپنے پروگرام پر نظرثانی کر لیں۔

آپ کا مخلص

ایم۔ اے۔ جناح

گاندھی پشیمان نہیں

مسٹر گاندھی کا مکتوب

۱۹ ستمبر ۱۹۴۴ء

آپ کے مکتوب مرقومہ ۱۷ ستمبر کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ آپ کا نمبر۱' نمبر۲ اور نمبر۶ کے جوابات کو حذف کر دینے سے تسلی نہیں ہوتی۔

یہ ہو سکتا ہے کہ میرے تمام سوالات کا قرارداد لاہور کی توضیح سے تعلق نہ ہو لیکن میرا موقف یہ ہے کہ وہ ایک جویا (جو میں ہوں) کے نقطہ نظر سے متعلق ہیں۔ آپ کسی سے یہ توقع

نہیں کر سکتے کہ وہ قرارداد لاہور کے دعوے کو قبول کرنے یا اس کا بار اٹھانے کے لئے تیار ہو سکتا ہے۔میرے سوالات ۱۵ [الف] اور ۱۵ [ب] کے جوابات لئے بغیر' جنہیں آپ یہ کہہ کر نظرانداز کردیتے ہیں کہ یہ توضیح کے ذیل میں نہیں آتے۔

ڈاکٹر امبیدکر کا مقالہ' اگرچہ بڑی قابلیت کے ساتھ لکھا گیا ہے' مجھے قائل نہیں کر سکا۔ دوسری کتاب' جس کا آپ نے ذکر کیا ہے' مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں نے نہیں دیکھی۔

آپ میرے اس بیان کو کیوں قبول نہیں کرتے کہ میری آرزو ہے کہ کاش میں ہند کے باشندوں کے جملہ باشندوں کے طبقوں کی نیابت کرتا؟ کیا آپ آرزو نہیں کرتے؟ کیا ہر ہندی کو نہیں کرنی چاہیے؟ آرزو کبھی پوری نہ ہو یہ علیحدہ بات ہے۔

میں آپ کا ممنون احسان ہوں کہ اس امر کے باوصف کہ آپ کی میرے بارے میں کیا رائے ہے آپ میرے تعلق میں صبر و تحمل سے کام لے رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اسے ترک نہیں کریں گے بلکہ میری رائے تبدیل کرنے کے ضمن میں اپنی کوشش کے لئے اسے محفوظ رکھیں گے۔ میں آپ سے کہتا ہوں آپ مجھے لے لیں میرے پختہ خیالات سمیت اور تعصبات کے ساتھ' اگر میں ان میں سے کسی کا مجرم ہوں۔

جہاں تک میری حکمت عملی اور میرے پروگرام کے بارے میں آپ کے فیصلے کا تعلق ہے ہمیں اختلاف پر اتفاق کر لینا چاہیے۔ کیونکہ مجھے مطلق کوئی پشیمانی نہیں۔ فرقہ وارانہ اتحاد کے ایک عاشق کی حیثیت سے میرا مقصد اپنی خدمات آپ کے سپرد کر دینا ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے یہ توقع نہیں کرتے کہ میں قرارداد لاہور کو اس کے مضمرات کو سمجھے بغیر قبول کر لوں گا۔ اگر آپ کا مکتوب حرف آخر ہے تو امید موہوم ہے۔ کیا ہم اس بات پر اتفاق نہیں کر سکتے کہ "دو قومی نظریہ" پر اختلاف کرتے ہوئے مسئلہ کو حق خودارادیت کی بنا پر حل کر لیں۔ یہی بنیاد ہے جو مجھے آپ کی خدمت میں لے آئی۔ اگر مسلم اکثریت کے علاقوں کو قرارداد لاہور کے مطابق علیحدہ ہی ہونا ہے تو پھر علیحدگی کے اس مسئلہ کو خاص طور پر اس علاقے کے لوگوں کے سامنے ان کی منظوری کے لئے رکھا جائے۔

آپ کا مخلص

ایم۔ کے۔ گاندھی

حق خودارادیت کے بارے میں مسلم لیگ نقطہ نظر

مسٹر جناح کا مکتوب

۲۱ ستمبر ۱۹۴۴ء

ڈیر مسٹر گاندھی!

مجھے آپ کا ۱۹ ستمبر کا خط مل گیا ہے۔ اور میں پہلے ہی قرارداد لاہور پر اس کے کسی جزو کے بارے میں آپ کے استفسارات کے جواب دے چکا ہوں اور مجھے مسرت ہے کہ آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ "یہ ہو سکتا ہے کہ میرے تمام سوالات کا قرارداد لاہور کی توضیح سے تعلق نہ ہو" لیکن آپ خصوصیت کے ساتھ اپنے سوالات ۱۵ [ا] ۱۵ [ب] پر زور دیتے ہیں۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان کا قرارداد کے متن یا اس کے کسی حصے سے کوئی تعلق نہیں۔ آپ نے ہماری مراسلت میں اتنے امور شامل کر دیئے ہیں جو توضیح طلب کرنے کے معاملے سے خارج ہیں۔ پس مجھے ان امور سے مجبوراً نمٹنا پڑ رہا ہے۔ اجازت دیجئے کہ میں پہلے آپ کے ۱۱ ستمبر کے خط کو نمٹا دوں۔

آپ کہتے ہیں "میری زندگی کا مقصد ہندو مسلم اتحاد رہا ہے جو میں اسی کی خاطر چاہتا ہوں لیکن جو اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک ہم بیرونی حکمران طاقت کو نکال باہر نہ کریں۔ لہٰذا حق خودارادیت کے استعمال کی پہلی شرط ہند کی جملہ جماعتوں اور گروہوں کی طرف سے مشترکہ کوشش کے ذریعہ آزادی کا حصول ہے۔ اگر ایسا مشترکہ اقدام بدقسمتی سے ناممکن ہوا تب بھی مجھے تو لڑنا ہو گا ایسے عناصر کی اعانت سے جنہیں اکٹھا کیا جا سکے۔"

آپ کے آج تک کے مکتوبات کا لب لباب یہ ہے کہ آپ اس حکمت عملی پر ڈٹے ہوئے ہیں اور اس پر کاربند رہیں گے۔ آپ نے اپنے اگلے مکتوب مورخہ ۱۴ ستمبر میں ازراہ عنایت گاندھی۔ راجہ جی فارمولہ سے متعلق کچھ توضیحات فراہم کیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا : "بہر نوع میں نے فی الوقت اسے اپنے ذہن سے نکال دیا ہے اور میں اپنی تمام توجہ قرارداد لاہور پر مرکوز کر رہا ہوں' اس امید میں کہ باہمی مفاہمت کے لئے کوئی بنیاد فراہم ہو جائے۔" اپنے مکتوب مورخہ ۱۵ ستمبر میں آپ کہتے ہیں کہ "'آزادی' کا مطلب ہے جیسا کہ یہ آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی قرارداد ۱۹۴۲ء میں مندرج ہے۔" لہٰذا یہ بالکل واضح ہے کہ آپ اپنی حکمت عملی پر نظرثانی کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور یہ کہ آپ اپنی حکمت عملی اور پروگرام پر مضبوطی کے ساتھ جمے ہوئے ہیں' جس پر آپ مصر رہے اور جو آپ کے مطالبے کی شکل میں اختتام کو پہنچی۔ ضمنی حکمت عملی اور پروگرام اور وہ ڈھنگ اور اختیار اور عام سول نافرمانی کے ذریعہ اس کے نفاذ ۸ اگست ۱۹۴۲ء

قرارداد کے مندرجات کے مطابق- آپ نے ۱۹ ستمبر کے خط میں حسب ذیل تحریر کے ذریعہ اسے زیادہ واضح کر دیا! "جہاں تک میری حکمت عملی اور پروگرام کے بارے میں آپ کے فیصلے کا تعلق ہے ہمیں اختلاف کرنے پر اتفاق کر لینا چاہیے- کیونکہ مجھے مطلق کوئی پشیمانی نہیں ہے-" آپ جانتے ہیں کہ اگست ۱۹۴۲ء کی قرارداد مسلم ہند کے آئیڈیل اور مطالبات سے مخاصمت رکھتی ہے- پھر دوبارہ جب میں نے ہمارے مذاکرات کے دوران آپ سے گاندھی- راجہ جی فارمولے کی وضاحت کے لئے کہا تو آپ نے براہ کرم اپنے ۱۵ ستمبر کے خط کے ذریعہ یہ کہا:

"فی الوقت میں نے راجہ جی فارمولے کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا ہے اور آپ کی اعانت سے مسلم لیگ کی مشہور قرارداد لاہور پر نہایت سنجیدگی کے ساتھ اپنی توجہ مرکوز کر رہا ہوں-" ہم نے اس پر اور اس کے مختلف پہلوؤں پر تبادلہ خیال کیا- جیسا کہ آپ نے مجھے بتایا کہ آپ ہمارے نقطہ نظر کو قبول کرنے کی ترغیب اور ہماری ہمنوائی کے لئے اپنی رائے تبدیل کرنے پر آمادہ ہیں' میں نے قرارداد پر آپ کے ساتھ سیر حاصل بحث کی اور ہر اس بات کی تشریح کی جسے آپ سمجھنا چاہتے تھے- اس امر کے باوجود کہ آپ نے اس بات پر ایک سے زیادہ مرتبہ زور دیا کہ آپ میرے ساتھ یہ مذاکرات اپنی انفرادی حیثیت میں کر رہے ہیں اور آپ نے اپنے ۱۵ ستمبر کے خط میں قرارداد لاہور کے بارے میں حسب ذیل الفاظ میں یقین دہانی کرائی :

"باور کیجئے میں آپ کے پاس ایک جوئندہ کی طرح آتا ہوں اگرچہ میں اپنے سوا کسی کی نمائندگی نہیں کرتا-" اور یہ کہ آپ قائل ہونے اور اپنی رائے تبدیل کرنے پر آمادہ ہیں- آپ نے اپنے ۱۱ ستمبر کے خط کے ذریعہ مجھے یہ اطلاع دی : "یہ درست ہے کہ نظریہ کے اعتبار سے آپ کے اور میرے درمیان ایک سمندر حائل ہے لیکن اس میں مسلم لیگ کی قرارداد لاہور کا کوئی حوالہ نہیں تھا- لیگ کی قرارداد مبہم ہے- لہٰذا میں نے اس کے جواب میں قدرتی طور پر آپ سے اپنے ۱۱ ستمبر کے خط کے ذریعہ دریافت کیا : "آپ کہتے ہیں کہ قرارداد لاہور مبہم ہے- آپ نے کبھی بھی مجھ سے قرار داد کے مندرجات کی توضیح یا تشریح کے لئے نہیں کہا- لیکن درحقیقت آپ نے اس کی اساس اور اس میں مذکور بنیادی اصولوں کی شدید مخالفت کی- لہٰذا میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کس طرح اور کس پہلو سے قرارداد لاہور مبہم ہے اور میں نے ۱۳ ستمبر کو اس کی یاد دہانی کرائی جس کا آپ نے ۱۵ ستمبر کو جواب دیا جس میں آپ نے خود کو فی الحقیقت توضیح طلب امور تک محدود نہیں رکھا بلکہ ایسے معاملات شامل کر دیے جو خارج از بحث تھے- ان میں سے بعض سے میں آپ کے ۱۵ ستمبر والے خط کے اپنے جواب مورخہ ۱۷ ستمبر میں نمٹ چکا ہوں اور میں نے آپ کو جملہ توضیحات فراہم کرتے ہوئے اطلاع دی تھی کہ آپ نے خطوط میں ایسے متعدد

امور شامل کر دیے ہیں جن پر خط و کتابت کے ذریعہ تسلی بخش طور پر بمشکل ہی تبادلہ خیال کیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک قرارداد لاہور اور اس کے متن کا تعلق ہے میں نے پہلے ہی آپ کی طلب کردہ توضیحات فراہم کر دی ہیں۔ آپ دوبارہ مزید دلائل و براہین پیش کرتے ہیں اور ان نکات پر مکالے پر اصرار کرتے ہیں جن میں منجملہ دیگر یہ نکتہ بھی شامل ہے کہ مسلمانان ہند ایک قوم ہیں اور پھر آپ آگے چل کر کہتے ہیں "کیا ہم اس امر پر اتفاق نہیں کر سکتے کہ "دو قوموں" والی بات پر اختلاف رہے اور پھر بھی خودارادیت کی بنیاد پر اس مسئلہ کو حل کر لیں۔ مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ آپ لفظ "خودارادیت" کے حقیقی معنی کے ضمن میں کسی غلط فہمی کے تحت کام کر رہے ہیں۔ قطع نظر ان تناقضات اور تضادات کے جو آپ کے مختلف رویوں میں ہیں جو آپ نے ہماری مراسلت کے دوران اختیار کئے' جیسا کہ میں نے سطور بالا میں اشارہ کیا' کیا آپ ہمارے نقطۂ نظر کو نہیں سراہ سکتے کہ ہم حق خودارادیت کا دعویٰ ایک قوم کی حیثیت سے کرتے ہیں اور ایک علاقائی وحدت کے طور پر نہیں۔ اور یہ کہ مسلم قوم کی حیثیت سے ہم اپنے بنیادی حق کو استعمال کرنے کے مستحق ہیں جو ہمارا پیدائشی حق ہے؟ جب کہ آپ اس غلط تصور کے تحت کام کر رہے ہیں کہ "خودارادیت کے معنی ہیں صرف "ایک علاقائی وحدت" جس کی نہ ابھی حد بندی ہوئی اور نہ وضاحت' اور نہ کوئی یونین ہے نہ ہند کا وفاقی دستور وجود میں ہے جو خود مختار مرکزی حکومت کے طور پر کام کر رہا ہو۔ ہمارا معاملہ تقسیم سے متعلق ہے اور دو بڑی قوموں ہندو اور مسلمانوں کی باہمی مفاہمت کے ذریعہ دو آزاد اور خود مختار ریاستوں کو معرض وجود میں لاتا ہے۔ یہ کسی موجود یونین' جو ہند میں معدوم ہے' سے الگ یا علیحدہ ہونا نہیں ہے۔ ہم جس حق خودارادیت کا دعویٰ کرتے ہیں وہ یہ فرض کرتا ہے کہ ہم ایک قوم ہیں اور اس طرح یہ مسلمانوں کی خودارادیت ہو گی اور صرف انہیں ہی یہ حق استعمال کرنے کا استحقاق ہو گا۔

کوئی مشترکہ مفاد نہیں ہو گا

مجھے توقع ہے کہ اب آپ سمجھ لیں گے کہ آپ کا سوال ۱۵ [ا] قرارداد لاہور یا اس کے کسی جزو سے برآمد نہیں ہوتا۔ جہاں تک ۱۵ [ب] کا تعلق ہے یہ بھی توضیح کے معاملے سے پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس کا تعلق پاکستان کے منتخب کردہ دستور ساز ادارے سے ہو گا جو ایک خود مختار اور پاکستان کے نمائندہ ادارے کی حیثیت سے ان تمام امور کو نمٹائے گا اور ان کا فیصلہ کرے گا جن کا ہندوستان کے دستور ساز ادارے یا کسی اور متعلقہ فریق سے تعلق ہو گا۔ جب یہ تسلیم کر لیا جائے گا کہ پاکستان اور ہندوستان دو علیحدہ' آزاد اور خود مختار ریاستیں ہوں گی' تب دفاع یا اس طرح کے مشترکہ مفادات کے امور نہیں ہوں گے۔ مجھے توقع ہے کہ میں نے قرارداد لاہور سے

متعلق وضاحتیں اور اس سے سوا دیگر تسلی بخش تشریحات پیش کر دی ہیں اس امید میں کہ ایک انفرادی 'جوئندہ' کی حیثیت سے آپ کی رائے تبدیل کر سکوں گا۔

آپ کا مخلص

ایم۔ اے۔ جناح

تقسیم بھائیوں کے درمیان

(مسٹر گاندھی کا مکتوب)

۲۲ ستمبر ۱۹۴۴ء

ڈیر قائداعظم!

آپ کے کل [۲۱ ماہ رواں] کے خط نے مجھے اس قدر پریشان کیا کہ میں نے سوچا کہ میں اس کے جواب کو اپنی معمول کی ملاقات تک کے لئے اٹھا رکھوں۔ اگرچہ ہماری اس ملاقات میں بھی میں کوئی پیش رفت نہ کر سکا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مجھے قدرے صاف نظر آ رہا ہے کہ آپ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں۔ جس قدر میں دو قومی نظریئے کے بارے میں سوچتا ہوں اسی قدر یہ مجھے دہشتناک نظر آتا ہے۔ آپ نے جس کتاب کی سفارش کی تھی وہ میری کوئی مدد نہیں کرتی۔ اس میں آدھا سچ آدھا جھوٹ ہے اور جو نتائج اور مفہوم نکالے ہیں وہ بلا جواز ہیں۔ میں یہ نظریہ قبول کرنے سے قاصر ہوں کہ ہند کے باقی ماندہ باشندوں سے ممیز و ممتاز مسلمانان ہند ایک قوم ہیں۔ محض دعویٰ تو کوئی ثبوت نہیں ہوتا۔ ایسے نظریہ کو قبول کرنے کے عواقب انتہائی خطرناک ہوں گے۔ ایک بار اصول تسلیم ہو گیا تو پھر ہند کو متعدد قسمتوں میں تقسیم کرنے کے دعاوی کی کوئی حد باقی نہیں رہے گی جو ہند کی تباہی کا اعلان ہو گا۔ لہٰذا میں نے ایک راہ نکالی ہے۔ اگر تقسیم ہونا ناگزیر ہے تو اسے دو بھائیوں کے درمیان تقسیم ہو جانے دیجئے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ لیگ کی مسلمہ اہمیت کے باوصف استصواب رائے کے مخالف ہیں۔ ایسا واضح ثبوت تو ہونا چاہیے کہ متاثرہ لوگ تقسیم چاہتے ہیں۔ میری رائے میں تقسیم کے واحد مسئلہ پر علاقے کے تمام باشندوں کو اظہار رائے کرنا چاہیے۔ بالغ رائے دہی بہترین طریقہ ہے لیکن میں اس کا کوئی اور بدل قبول کر لوں گا۔

آپ دونوں بازوؤں کے درمیان مشترکہ مفاد کے تصور کو عاجلانہ طریقے سے مسترد کرتے ہیں۔ میں کسی ایسی تقسیم میں برضا فریق نہیں بن سکتا جس میں ساتھ کے ساتھ مشترکہ مفادات جیسے دفاع' امور خارجہ اور ان جیسے معاملات کے تحفظ کا اہتمام نہ ہو۔ ہند کے لوگوں میں تحفظ کا احساس ہی نہ ہو گا جب تک کہ وحدتی اتصال کے باعث قدرتی اور باہمی ذمہ داریوں کو تسلیم نہ کیا جائے۔

آپ کے مکتوب سے ہم دونوں کے درمیان رائے اور نظریئے میں وسیع اختلاف کا اظہار ہوتا ہے۔ پس آپ اس نظریہ پر ڈٹے ہوئے ہیں جس کا آپ نے اکثر و بیشتر اظہار کیا ہے کہ اگست ۱۹۴۲ء کی قرارداد کو مسلم ہند کے آئیڈیل اور مطالبات سے مخاصمت ہے۔" اس چلتے ہوئے بیان کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک دائرے میں گھوم رہے ہیں۔ اگر ہم مفاہمت کا تہیہ کر چکے ہیں' جیسا کہ میں امید کرتا ہوں کہ ہم کر چکے ہیں' آیئے ہم تیسری جماعت یا جماعتوں کو بلا لیں جو ہماری رہنمائی کریں یا ہمارے درمیان ثالثی کر دیں۔

آپ کا مخلص

ایم۔ کے۔ گاندھی

قرارداد اگست اور مسلم ہند؟

مسٹر جناح کا مکتوب

۲۳ ستمبر ۱۹۴۴ء

ڈیر مسٹر گاندھی!

مجھے آپ کا ۲۲ ستمبر کا مکتوب موصول ہو گیا اور میں اس کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے دو بازوؤں کے درمیان مشترکہ مفاد کے تصور کو عاجلانہ طریقے سے مسترد کر دیا۔ اور اب آپ اسے ۱۵ (ب) کے مقابلے میں کچھ مختلف طریقے سے پیش کرتے ہیں جب آپ کہتے ہیں ہند کے لوگوں میں تحفظ کا احساس ہی نہ ہو گا جب تک کہ سرحدی اتصال کے باعث قدرتی اور باہمی ذمہ داریوں کو تسلیم نہ کیا جائے۔ میرا جواب' جو پہلے ہی دیا جا چکا ہے' یہ ہے کہ یہ معاملہ پاکستان اور ہندوستان کے دستور وضع کرنے والے اداروں یا کسی اور متعلقہ فریق کا ہو گا کہ وہ ایسے امور کو نمٹائے اس بنیاد پر کہ وہ دو آزاد ریاستیں ہیں۔

میں فی الحقیقت حیران ہوتا ہوں جب آپ کہتے ہیں کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں جسے آپ میرے بیان سے تعبیر کرتے ہیں کہ اگست ۱۹۴۲ء کی قرارداد مسلم ہند کے آئیڈیل اور مطالبات سے مخاصمت رکھتی ہے۔ قرارداد کا لب لباب حسب ذیل ہے۔

(ا) مکمل آزادی فورا عطا کر دی جائے اور ایک وفاقی مرکزی حکومت کا فی الفور قیام جس کی اساس ہند کی متحدہ جمہوری حکومت پر ہو جس کے وفاقی اجزا ہوں یا صوبے' جس کے معنی ہیں ہندو راج کا قیام۔

(ب) یہ کہ یہ قومی حکومت جو اس طرح قائم کی جائے گی ایک مجلس دستور ساز" کے لئے

ایک اسکیم ترتیب دے گی جو بالغ حق رائے دہی کے تحت منتخب کی جائے گی' جو حکومت ہند کے لئے ایک دستور وضع کرے گی جس کا مطلب ہے کہ منتخب ہونے والی مجلس دستور ساز ہندوؤں کی عظیم اکثریت پر مشتمل ہو گی' تقریباً ۷۵ فی صد۔

[ج] کانگرس کے اس مطالبے کو منوانے کے لئے قرارداد اگست فیصلہ کرتی ہے آپ کی قیادت میں عوامی سول نافرمانی کی تحریک کی منظوری دیتی ہے جب آپ کانگرس کے واحد آمر کی حیثیت سے حکم جاری کریں۔

یہ مطالبہ اساسی اور بنیادی طور پر مسلم ہند کے آئیڈیل اور مطالبات پاکستان کے ' جیسا کہ وہ قرارداد لاہور میں مذکور ہے' خلاف ہے اور اس مطالبے کو عوامی سول نافرمانی کی تحریک کے ذریعے منوانا مسلم ہند کے آئیڈیل اور مطالبات کی مخاصمت کے مترادف ہے اور اگر آپ یہ مطالبہ تسلیم کرانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو یہ مسلم ہند کے لئے پیغام موت ہو گا۔ آپ کے اور میرے درمیان جو خط و کتابت اور گفت و شنید ہوئی اس سے میں یہ دیکھتا ہوں کہ آپ ابھی تک اس منحوس قرارداد سے چپٹے ہوئے ہیں۔

ہمارے مذاکرات کے پہلے دن سے آپ نے مجھ پر یہ بات واضح کی اور مراسلت اور مذاکرات کے دوران بار بار دہرائی کہ آپ اپنی انفرادی حیثیت میں میرے ساتھ مذاکرات کر رہے ہیں اور مجھے یقین دلایا کہ آپ روشنی اور علم کے متلاشی ہیں اور یہ کہ آپ نہایت سنجیدگی اور خلوص کے ساتھ قرارداد لاہور کو سمجھنا چاہتے ہیں اور قائل ہونے اور رائے تبدیل کرنے پر آمادہ ہیں۔ لٰہذا آپ کی خواہشات کے احترام میں میں نے ان تمام ایام اور طویل مذاکرات اور مراسلت کے دوران آپ کو ہمنوا بنانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن بدقسمتی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں ناکام ہو گیا اور اب آپ نے اپنے زیر جواب مکتوب کے ذریعہ نئے مشورے اور تجاویز پیش کر دی ہیں۔

[۱] آپ کہتے ہیں "لٰہذا میں نے ایک راہ نکالی ہے۔ اگر تقسیم ہونا ہی ہے تو اسے دو بھائیوں کے درمیان تقسیم ہو جانے دیجئے" درحقیقت مجھے علم نہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے اور میں چاہوں گا کہ آپ اس تجویز کی وضاحت کر دیں' اپنے نئے خیال کا ایک دھندلا سا خاکہ عطا کر دیں کہ کس طرح اور کب یہ تقسیم عمل میں آئے گی اور یہ کس طرح سے اس تقسیم سے مختلف ہے جو قرارداد لاہور میں تجویز کی گئی ہے۔

[۲] آپ کہتے ہیں "آیئے ہم ایک تیسری جماعت یا جماعتوں کو طلب کر لیں جو ہماری رہنمائی یا ہمارے مابین ثالثی کر دیں۔" کیا میں یہ عرض کر سکتا ہوں کہ آپ نے بار بار مجھ پر یہ بات واضح کی ہے کہ آپ یہ مذاکرات ایک انفرادی جوئندہ کی حیثیت سے کر رہے ہیں پھر ہماری

رہنمائی یا ہمارے مابین ثالثی کے لئے تیسری جماعت یا جماعتوں کا سوال کس طرح پیدا ہوتا ہے؟

آپ کا مخلص

ایم۔ اے۔ جناح

مذاکرات ٹوٹنے کے مرحلے پر!

مسٹر گاندھی کا مکتوب

۲۳ ستمبر ۱۹۴۴ء

ڈیر قائداعظم!

کل شام کی گفت و شنید بدمزہ کر گئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری گفت و شنید اور مراسلت متوازی خطوط پر چل رہی ہیں اور یہ کبھی ایک دوسرے کو مس نہیں کرتیں۔ کل شام تو ہم مقاطعے کے مرحلے پر پہنچ گئے تھے لیکن خدا کا شکر ہے کہ ہم جدا ہونے پر رضامند نہ تھے۔ ہم نے تبادلہ خیال دوبارہ شروع کیا اور مجھے شام کو عوامی عبادت میں حصہ لینے کا موقع دینے کے لئے اسے ملتوی کر دیا۔

اس امر کے پیش نظر کہ اس نہایت اہم معاملے میں غلطی کے امکانات یکسر ختم ہو جائیں میں چاہوں گا کہ آپ مجھے حتمی تحریر ارسال کر دیجئے جس پر آپ چاہیں گے کہ میں اپنے دستخط ثبت کر دوں۔

میں اپنی اس تجویز پر قائم ہوں کہ ہم کوئی بیرونی امداد طلب کر لیں جو اس مرحلے پر ہماری اعانت کر دے۔

آپ کا مخلص

ایم۔ کے۔ گاندھی

حکمت عملی اور پروگرام پر نظرثانی کر لیجئے

مسٹر جناح کا مکتوب

۲۴ ستمبر ۱۹۴۴ء

ڈیر مسٹر گاندھی!

مجھے آپ کا ۲۳ ستمبر کا مکتوب موصول ہو گیا ہے۔ کیا میں آپ کو اپنے آج کے مکتوب کا حوالہ دے سکتا ہوں جو میں نے آج ہی آپ کے ۲۲ ستمبر کے خط کے جواب میں آپ کو ارسال کیا ہے؟ میں کوئی نئی یا تازہ بات کا اضافہ کرنا نہیں چاہتا لیکن میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ وہ معاملہ نہیں کہ آپ سے کہا جائے کہ آپ کسی کی نمائندگی کرتے ہوئے دستخط کر دیجئے تاآنکہ آپ

نمائندہ حیثیت کا جامہ زیب تن نہ کرلیں اور آپ کو اختیار تفویض نہ ہو جائے۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ ہم اس اساس اور ان بنیادی اصولوں پر قائم ہیں جو مارچ ۱۹۴۰ء کی قرارداد میں مذکور ہیں۔ میں آپ سے ایک بار پھر اپیل کرتا ہوں کہ آپ اپنی حکمت عملی اور پروگرام پر نظرثانی کیجئے کیونکہ اس برصغیر کے مستقبل اور ہند کی اقوام کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ حقائق کا سامنا کریں۔

آپ کا مخلص

ایم۔ اے۔ جناح

علیحدگی کے لئے مسٹر گاندھی کی شرائط

مسٹر گاندھی کا مکتوب

۲۴ ستمبر ۱۹۴۴ء

ڈیر قائداعظم!

میرے ۲۲ اور ۲۳ ستمبر کے خطوط کے جواب میں آپ کے دو خط مرقومہ ۲۳ ستمبر مل گئے۔

آپ کی اعانت سے میں ایسے امکانات کا جائزہ لے رہا ہوں جو مفاہمت پر منتج ہو سکیں تاکہ مسلم لیگ کی قرارداد لاہور میں مذکور مطالبے کو معقول طریقے اور تسلی بخش طور پر پورا کیا جائے۔ لہٰذا آپ کو اب ایسا خدشہ نہیں ہونا چاہیے کہ قرارداد اگست ہمارے مفاہمت پر پہنچنے کی راہ میں حائل ہو جائے گی۔ قرارداد نے ہند کے مسئلہ کو برطانیہ کے تناظر میں نمٹایا ہے اور یہ ہمارے درمیان سمجھوتے کے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

میں اس مفروضے کی بنیاد پر کام کر رہا ہوں کہ ہند دو یا اس سے زیادہ قوموں پر مشتمل نہیں ہے بلکہ ایک کنبہ ہے جس کے بہت سے رکن ہیں جن میں سے مسلمان' جو شمال مغربی منطقے یعنی بلوچستان' سندھ' شمال مغربی صوبہ سرحد اور پنجاب کے اس حصے میں جہاں انہیں دیگر جملہ عناصر پر قطعی اکثریت حاصل ہے اور بنگال اور آسام کے ان حصوں میں جہاں انہیں قطعی اکثریت حاصل ہے آباد ہیں' یہ خواہش کرتے ہیں کہ وہ باقی ماندہ ہند سے علیحدہ رہیں۔

عمومی اساس پر آپ کے ساتھ اختلاف کرتے ہوئے بھی میں کانگرس اور ملک سے یہ سفارش کر سکتا ہوں کہ علیحدگی کے اس مطالبہ کو میری بنیاد اور حسب ذیل شرائط پر تسلیم کر لیا جائے:

علاقوں کی نشاندہی کا کام کانگرس اور مسلم لیگ کے منظور شدہ کمیشن سے کرایا جائے۔ سرحدوں کی نشاندہی کے بعد ان علاقوں کے باشندوں کی بالغ آبادی کی رائے حق بالغ رائے دہی یا

اس کے مساوی کسی اور طریقے سے دریافت کر لی جائے۔

اگر استصواب رائے علیحدگی کے حق میں ہو تو اس پر اتفاق رائے ہو جائے گا کہ ہند کے بیرونی غلبے سے آزاد ہو جانے کے بعد جس قدر جلد ممکن ہو گا یہ علاقے دو خود مختار اور آزاد مملکتیں بن جائیں گے۔ علیحدگی کا ایک معاہدہ ہو گا جس میں امور خارجہ' دفاع' داخلی مواصلات' کسٹم' تجارت اور ان جیسے امور کے اور تسلی بخش طریقے سے انتظام کا بھی اہتمام ہو گا اور یہ امور معاہدے کے فریقین کے مابین مشترکہ مفاد کے امور رہنا چاہیں۔

معاہدہ میں دونوں ملکوں میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی شرائط بھی شامل ہوں گی۔

اس سمجھوتے کے کانگرس اور مسلم لیگ کی جانب سے قبول کئے جانے کے فوراً بعد یہ دونوں ہند کی آزادی کے حصول کے لئے ایک مشترکہ لائحہ عمل طے کریں گی۔

البتہ لیگ کسی بھی ایسے راست اقدام سے باہر رہ سکتی ہے جو کانگرس شروع کرے اور لیگ اس میں شمولیت پر آمادہ نہ ہو۔

اگر آپ ان شرائط سے اتفاق نہیں کرتے تو پھر آپ مجھے قرارداد لاہور کے ضمن میں ان معین شرائط سے آگاہ کر دیجئے جن کا پابند ہو کر میں کانگرس کو سفارش پیش کر سکوں۔ اگر آپ ازراہ عنایت یہ کچھ کر سکیں تو میں معاملے تک رسائی میں فرق پر نظر رکھنے کے ساتھ یہ بھی دریافت کر سکوں گا کہ کون سی قطعی شرائط میں قبول کر سکتا ہوں۔ آپ نے اپنے مکتوب مورخہ ۲۳ ستمبر میں "قرارداد میں مذکور بنیاد اور اساسی اصولوں کا بھی حوالہ دیا ہے اور مجھ سے کہا ہے کہ میں انہیں قبول کر لوں۔ یقیناً یہ ایک غیر ضروری بات ہے جب کہ میں نے' جیسا کہ میں محسوس کرتا ہوں' اس قبولیت کے ٹھوس نتیجے کو قبول کر لیا ہے۔

آپ کا مخلص

ایم۔ کے۔ گاندھی

نئی شرائط مسترد

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح کا مکتوب

۲۵ ستمبر ۱۹۴۴ء

ڈیر مسٹر گاندھی!

مجھے آپ کا مکتوب مرقومہ ۲۴ ستمبر موصول ہو گیا ہے اور میں اس کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے پہلے ہی سے قرارداد لاہور کی بنیاد اور اس کے اساسی اصولوں کو مسترد کر دیا ہے۔

(۱) آپ یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ہند کے مسلمان ایک قوم ہیں۔

[۲] آپ یہ تسلیم نہیں کرتے کہ مسلمانوں کو خودارادیت کا پیدائشی حق حاصل ہے۔
[۳] آپ یہ تسلیم نہیں کرتے کہ صرف انہیں ہی اپنے خودارادیت کے حق کے استعمال کا استحقاق حاصل ہے۔

[۴] آپ یہ تسلیم نہیں کرتے کہ پاکستان شمال مغربی اور شمال مشرقی دو منطقوں پر مشتمل ہو گا جن میں ۶ صوبے شامل ہوں گے یعنی سندھ، بلوچستان، شمال مغربی سرحدی صوبہ، پنجاب، بنگال اور آسام شامل ہوں گے یہ مشروط ہو گا علاقائی حد بندی سے جیسا کہ قرارداد لاہور میں اشارہ کیا گیا ہے۔ حد بندی اور سرحدوں کی نشاندہی کا معاملہ مذکورہ بالا بنیادی امور کے تسلیم ہو جانے کے بعد طے کیا جا سکتا ہے اور اس مقصد کے لیے اتفاق رائے سے مشینری بنائی جا سکتی ہے۔

اقلیتوں کے تحفظ کے ضمن میں قرارداد لاہور میں جو اہتمام موجود ہے آپ اسے قبول نہیں کرتے لیکن پھر بھی آپ زیر جواب خط میں کہتے ہیں کہ "آپ کی اعانت سے میں ایسے امکانات کا جائزہ دے رہا ہوں جو مفاہمت پر منتج ہو سکیں تاکہ مسلم لیگ کی قرارداد لاہور میں مذکور مطالبے کو معقول طریقے اور تسلی بخش طور پر پورا کیا جا سکے۔" پھر آپ کہتے ہیں "لہٰذا آپ کو ایسا کوئی خدشہ نہیں ہونا چاہیے کہ قرارداد لاہور ہماری مفاہمت پر پہنچنے کی راہ میں کوئی رکاوٹ ہو سکتی ہے۔"

میں پہلے ہی آپ کے سامنے اس امر کی وضاحت کر چکا ہوں کہ قرارداد اگست، جب تک یہ قائم ہے، سدراہ ہے، کیونکہ یہ بنیادی طور پر قرارداد لاہور کے خلاف ہے۔ اس کے بعد آپ کہتے ہیں کہ "قرارداد نے ہند کے مسئلہ کو برطانیہ کے تناظر میں نمٹایا ہے اور یہ ہمارے درمیان سمجھوتے کے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔" فی الوقت میرا برطانیہ سے کوئی واسطہ نہیں لیکن قرارداد اگست، جیسا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، مسلم لیگ کے مطمح نظر اور مطالبات کے خلاف ہے۔ مزید برآں جگت نرائن لال کی قرارداد ہے جسے آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے مئی ۱۹۴۲ء میں الٰہ آباد میں منظور کیا۔ جو غیر مبہم الفاظ میں یہ کہتی ہے کہ :

"آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی رائے ہے کہ ایسی کوئی بھی تجویز جو کسی ریاستی جزو یا علاقائی وحدت کو انڈین یونین یا وفاق سے علیحدہ کر کے ہند کے حصے بخرے کر دے مختلف ریاستوں اور صوبوں کے باشندوں اور من حیث المجموع پورے ملک کے بہترین مفاد کے لئے بے حد مضرت رساں ہے لہٰذا کانگرس کسی ایسی تجویز سے اتفاق نہیں کر سکتی۔"

یہ دو قراردادیں، جب تک کہ وہ برقرار ہیں، پاکستان اور ہندوستان کے طور پر ہند کی تقسیم

کی بنیاد پر کسی مفاہمت کی راہ میں مکمل رکاوٹ ہیں۔ کانگرس کے سامنے ان پر نظرثانی کرنے یا ان میں رد و بدل کرنے کی راہ کھلی ہے۔ لیکن آپ تو اپنی انفرادی حیثیت میں بات کر رہے تھے اور اس حیثیت میں بھی آپ قرارداد اگست پر اڑے رہے اور جگت نرائن لال کی قرارداد کے بارے میں اپنے رویے کی کوئی نشان دہی نہیں کی۔ گاندھی' راجہ جی فارمولے پر بحث و تمحیص کے بعد میں نے بار بار اس امر کی وضاحت کی۔ جیسا کہ آپ کی رائے ہے کہ' اگر آپ ہی کی زبان استعمال کی جائے' راجہ جی نے نہ صرف قرارداد لاہور کی شکل نہیں بگاڑی اور اسے مسخ نہیں کیا بلکہ اسے مغز اور شکل عطا کر دی" اور مزید کہا "فی الحقیقت راجہ جی فارمولے کے بارے میں آپ کی ناپسندیدگی کے پیش نظر میں نے فی الوقت راجہ جی فارمولے کو اپنے ذہن سے نکال دیا ہے اور اب میں' اس امید پر' قرار داد لاہور پر پوری توجہ مرکوز کر رہا ہوں کہ' باہمی مفاہمت کے لئے زمین ہموار ہو جائے۔" جب میں نے مزید وضاحت چاہی' جو آپ نے اپنے مکتوب مرقومہ ۱۵ ستمبر میں دی' تو آپ نے آغاز کلام یہ کہہ کر کیا "میں نے راجہ جی فارمولہ [اپنے ذہن سے] جھٹک دیا ہے اور اب آپ کی اعانت سے میں اپنی توجہ بے حد سنجیدگی کے ساتھ مسلم لیگ کی مشہور قرارداد لاہور پر مرکوز کر رہا ہوں" اور اس کے بعد سے گاندھی' راجہ جی فارمولے پر مزید کوئی گفت و شنید نہیں ہوئی اور آپ کی نمائندہ حیثیت اور اختیار' جس کی جانب میں نے بالکل اوائل ہی میں اشارہ کر دیا تھا' کا سوال ہی نہیں اٹھا۔ چونکہ آپ نے میرے ذمے یہ کام لگا دیا تھا کہ میں آپ کو قرارداد لاہور کی مبادیات کا ہمنوا بنالوں اور اس وقت سے ہم نے صرف قرار داد لاہور پر تفصیل کے ساتھ بحث و تمحیص کی اور اس کے مضمرات کا جائزہ لیا اور پھر حتمی طور پر آپ نے اسے مسترد کر دیا۔ ہماری خط و کتابت اور بحث و تمحیص سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کی شکل میں ہند کی تقسیم کی بات صرف آپ کے ہونٹوں سے نکلتی ہے' دل سے نہیں نکلتی۔ اور بالکل اچانک عین آخری لمحے میں آپ ایک نئی تجویز پیش کر دیتے ہیں جو صرف دو جملوں پر مشتمل ہے۔ اپنے خط مورخہ ۲۲ ستمبر کے ذریعہ یہ کہتے ہوئے۔ "لہٰذا میں نے ایک راہ نکالنے کی تجویز پیش کی ہے کہ اگر تقسیم لابدی ہے تو یہ دو بھائیوں کے مابین تقسیم ہو جائے۔" میں نے قدرتی طور پر آپ سے یہ استفسار کیا کہ آپ کی اس نئی تجویز کا مطلب کیا ہے اور آپ سے خواہش کی کہ آپ اپنے اس نئے خیال کا ایک دھندلا سا خاکہ مجھے دے دیں کہ یہ تقسیم کب رو بہ عمل آئے گی اور یہ کس اعتبار سے اس تقسیم سے مختلف ہے جس کا تصور قرارداد لاہور میں پیش کیا گیا ہے اور اب آپ نے ازراہ عنایت اپنے مکتوب مرقومہ ۲۴ ستمبر کے ذریعہ طویل وضاحت دے دی ہے جس میں آپ کہتے ہیں "عمومی بنیاد پر آپ کے ساتھ اختلاف کرتے ہوئے

بھی میں کانگرس اور ملک سے علیحدگی کے اس مطالبے کو تسلیم کر لینے کی سفارش کر سکتا ہوں جو مسلم لیگ کی ۱۹۴۰ء کی قرار داد لاہور میں موجود ہے میری بنیاد اور حسب ذیل شرائط پر۔" ان شرائط سے واضح طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے آپ کی بنیاد قرار داد لاہور کی مبادیات اور اصولوں کے ساتھ زبردست متصادم اور متخاصم ہے۔ اب اجازت دیجئے کہ میں آپ کی بڑی شرائط کی طرف آؤں :

ہمارے حصے میں صرف چھلکا

[ا] میں اس مفروضہ کی بنیاد پر کام کر رہا ہوں کہ ہند دو یا دو سے زیادہ قوموں پر مشتمل نہیں ہے بلکہ یہ ایک کنبہ ہے جس کے بہت سے رکن ہیں جن میں سے مسلمان' جو شمال مغربی منطقے یعنی بلوچستان' سندھ' شمال مغربی صوبہ سرحد اور پنجاب کے اس حصے میں جہاں انہیں دیگر جملہ عناصر پر قطعی اکثریت حاصل ہے اور بنگال اور آسام کے ان حصوں میں جہاں انہیں قطعی اکثریت حاصل ہے' یہ خواہش کرتے ہیں کہ وہ باقی ماندہ ہند سے علیحدہ رہیں۔" اگر اس شرط کو قبول کر لیا جائے اور انہیں رو بہ عمل لے آیا جائے تو ان صوبوں کی سرحدوں کی کاٹ چھانٹ اور قطع و برید ناقابل اصلاح حد تک ہو جائے گی اور ہمارے حصے میں صرف چھلکا رہ جائے گا اور یہ قرار داد لاہور کے خلاف ہے۔

[ب] کہ اس طرح کٹے پھٹے علاقوں میں خودارادیت کا حق مسلمان استعمال نہیں کریں گے بلکہ ان طے شدہ علاقوں کے تمام باشندے استعمال کریں گے۔ یہ بھی قرارداد لاہور کی مبادیات کے خلاف ہے۔

[ج] کہ اگر رائے علیحدگی کے حق میں ہوئی تو ان علاقوں کو ہند کے بیرونی غلبہ سے آزادی حاصل کرنے کے بعد جس قدر جلد ممکن ہو گا علیحدہ ریاست بنا دیا جائے گا جب کہ ہم تجویز کرتے ہیں کہ ہم اپنے طور پر خود فی الفور مفاہمت کر لیں اور پاکستان اور ہندوستان کی بنیاد پر اقدام ہند کی آزادی کے لئے متحدہ محاذ اور کوششوں کے ذریعہ جو کچھ ہم سے بن پڑے کر ڈالیں۔

[د] اس کے بعد آپ کہتے ہیں "علیحدگی کا ایک معاہدہ ہو گا جس میں امور خارجہ' دفاع' داخلی مواصلات' کسٹم' تجارت اور ان جیسے دیگر امور کے مستعد اور تسلی بخش طریقے سے انتظام کا اہتمام بھی ہو گا اور یہ امور معاہدے کے فریقین کے مابین مشترکہ مفاد کے امور رہنا چاہئیں۔" اگر یہ نہایت اہم امور کا انتظام کسی مرکزی ادارے کو کرنا ہے تو آپ نے یہ نہیں بتایا کہ ان امور کو چلانے کے لئے کس طرح کا ادارہ یا مشینری قائم کی جائے گی اور کس طرح اور کس کے سامنے یہ ادارہ جواب دہ ہو گا۔ قرار داد لاہور کے مطابق' جیسا کہ میں پہلے ہی آپ کے سامنے وضاحت کر

چکا ہوں' یہ امور جو کسی بھی مملکت کی زندگی کے لیے روح رواں کے مصداق ہوتے ہیں کسی مرکزی ہیئت حاکم یا حکومت کو منتقل نہیں کیے جا سکتے۔ جہاں تک دو ملکوں کے تحفظ اور ملحقہ سرحدوں کی وجہ سے پیدا ہونے والی قدرتی اور باہمی ذمہ داریوں کے معاملے کا تعلق ہے یہ پاکستان اور ہندوستان کے دستور ساز اداروں یا دیگر متعلقہ فریق کا کام ہے کہ وہ ان سے دو آزاد اور خود مختار ملکوں کے امور کی بنیاد پر نمٹیں۔ جہاں تک اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کا تعلق ہے میں پہلے ہی یہ وضاحت کر چکا ہوں کہ قرارداد لاہور میں اس ضمن میں سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

لہٰذا آپ دیکھیں گے کہ آپ کی نئی تجویز کی پوری اساس بنیادی طور پر قرارداد لاہور کے خلاف ہے۔ اور جیسا کہ میں اپنی مراسلت اور گفت و شنید دونوں کے درمیان آپ کو یہ بتا چکا ہوں میرے لئے یہ بہت مشکل امر ہے کہ میں ایسی متبادل تجاویز پر غور کروں اور آپ کے ساتھ کسی سمجھوتہ یا مفاہمت کی خاطر گفت و شنید کروں' جو آپ کی طرف سے آپ کی انفرادی حیثیت میں پیش کی جائیں' اِلّا وہ آپ کی طرف سے آپ کی نمائندہ حیثیت میں پیش کی جائیں یہی دشواری گاندھی۔ راجہ جی فارمولے کے تعلق میں بھی پیش آئی تھی اور میں نے بالکل شروع ہی میں یہ بات آپ پر واضح کر دی ہے لیکن اس فارمولے پر صرف اس بنا پر بحث و تمحیص ہوئی کہ آپ نے یہ دعویٰ کیا کہ فارمولہ قرارداد لاہور کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ لیکن جب آپ مجھے فارمولے کی وضاحتیں فراہم کر رہے تھے آپ نے اسے ذہن سے جھٹک دیا اور ہم قرار داد لاہور تک محدود رہ گئے۔ اس لئے اس فارمولے کے تعلق میں آپ کی نمائندہ حیثیت کا سوال نہیں اٹھا۔ لیکن اب آپ نے اپنی طرف سے اور اپنی ہی بنیاد پر اپنے مکتوب مورخہ ۲۴ ستمبر کے ذریعہ ایک نئی تجویز پیش کر دی ہے اور پہلے کی طرح وہی دشواریاں میرے سامنے آن کھڑی ہوئیں۔ چنانچہ اس سے مزید نمٹنا میرے لئے مشکل ہو گا اِلّا یہ کہ یہ آپ کی جانب سے آپ کی نمائندہ حیثیت میں آئے۔

میں آپ سے اتفاق نہیں کر سکتا جب آپ یہ کہتے ہوئے اپنے خط کے اختتام پر پہنچتے ہیں "اپنے مکتوب مورخہ ۲۳ ستمبر میں آپ قرار داد لاہور کی اساس اور اس کے بنیادی اصولوں کا تذکرہ کرتے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں کہ میں انہیں تسلیم کر لوں۔ یقیناً یہ غیر ضروری بات ہے جب' جیسا کہ میں محسوس کرتا ہوں' کہ میں نے ان ٹھوس نتائج کو تسلیم کر لیا ہے جو اس قبولیت سے برآمد ہوں گے" یہ بات لابدی طور پر صداقت سے بعید ہے۔ پھر آپ کیوں نہ قرار داد لاہور کی مبادیات تسلیم کر کے تفصیلات طے کرنا شروع کر دیتے؟

آپ کا مخلص

ایم۔ اے۔ جناح

لیگ کے اجلاس سے خطاب کرنے کی پیش کش

مسٹرایم۔ کے۔ گاندھی کا مکتوب

۲۵ ستمبر ۱۹۴۴ء

ڈیر قائداعظم!

کل کے مذاکرات نے مجھے یہ خط آپ پر مسلط کرنے پر اکسایا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اسے بار خاطر محسوس نہیں کریں گے۔

ہمارے مذاکرات نتیجہ ہیں۔ گذشتہ جولائی میں راجہ جی کے ساتھ آپ کی مراسلت ان کے فارمولے کے بارے میں' اس موضوع پر آپ کی مشاورت لیگ کی مجلس عاملہ کے ساتھ اور خود میرا خط آپ کے نام جس میں میں نے آپ کے اور میرے درمیان ملاقات کی تجویز پیش کی۔ میری کل کی تجویز قرارداد لاہور کے لازمی تقاضوں کو پورا کرنے کے ضمن میں ایک پُرخلوص کوشش تھی۔ لہٰذا میں یہ چاہوں گا کہ آپ ایسی پیش کش کو مسترد کرنے سے پیشتر پچاس بار سوچیں جو فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے مفاد میں خدمت کے جذبے کے تحت پیش کی گئی۔ میری استدعا ہے کہ آپ پیش کش کو مسترد کرنے کی ذمہ داری خود قبول نہ کریں۔ اسے اپنی کونسل کے سر ڈال دیں۔ مجھے ان سے خطاب کرنے کا ایک موقع دے دیں۔ اگر وہ بھی اسے مسترد کرنے کا سوچیں تو مَیں یہ چاہوں گا کہ آپ انہیں یہ مشورہ دیں کہ وہ اسے لیگ کے کُھلے اجلاس میں پیش کر دیں اگر آپ میرے مشورے کو قبول کرلیں گے اور مجھے اجازت دیں گے تو میں لیگ کے کھلے اجلاس میں شرکت کروں گا اور اس سے خطاب کروں گا۔

آپ نہایت تیکنیکی انداز اختیار کر لیتے ہیں جب آپ اختلافی نکات پر میری ثالثی یا بیرونی رہنمائی کی تجویز کو رد کرتے ہیں۔ اگر میں نے ایک نمائندہ حیثیت کی بجائے فرد کے طور پر آپ تک رسائی حاصل کی ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ ہم باور کرتے ہیں کہ اگر میں آپ کے ساتھ کسی مفاہمت پر پہنچ جاؤں تو یہ کانگرس لیگ سمجھوتے اور ملک کے اسے قبول کر لینے کے معاملے میں بہت مفید ہو گا۔ کیا یہ غیر متعلق یا ناقابل تسلیم امر ہے کہ ہم ایک دوسرے کو قائل کرنے کے ضمن میں اپنی مساعی میں بیرونی امداد' رہنمائی' مشورہ یا ثالثی کا اضافہ کر لیں؟

آپ کا مخلص

ایم۔ کے۔ گاندھی

یک طرفہ کارروائی

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح کا مکتوب

۲۶ ستمبر ۱۹۴۴ء

ڈیر مسٹر گاندھی!

مجھے آپ کا مکتوب مورخہ ۲۵ ستمبر موصول ہو گیا۔ آپ کا یہ کہنا درحقیقت بالکل غیر درست اور بے بنیاد ہے کہ ہمارے مذاکرات نتیجہ ہیں گذشتہ جولائی میں راجہ جی کے ساتھ آپ کی مراسلت ان کے فارمولے کے بارے میں۔ اور یہ کہنا بھی بعینہ بے بنیاد بات ہے کہ "اور اس موضوع پر آپ کی مشاورت لیگ کی مجلس عاملہ کے ساتھ"۔ یہ سب کچھ آپ کے مکتوب مرقومہ ۱۷ جولائی ۱۹۴۴ء جو مجھے سری نگر میں موصول ہوا تھا' کے جواب میں ہوا جس میں آپ کی جانب سے آپ سے ملاقات کی پُرخلوص استدعا کی گئی تھی اور آپ نے اس مکتوب کو ان افاظ پر ختم کیا تھا "مجھے مایوس نہ کیجئے گا"۔ اس کے جواب میں سری نگر ہی سے آپ کو یہ اطلاع دی تھی کہ واپسی پر' بمبئی میں مجھے اپنے مکان پر آپ کا خیر مقدم کرنے پر مسرّت ہو گی' اور یہ اغلباً" اگست کے وسط کے لگ بھگ ہو گی۔ یہ بات مجلس عاملہ یا آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے جلسوں سے بہت پہلے جو بات کی ہے اور میرے لاہور پہنچنے سے بھی پہلے کی بات ہے۔ اور جب آپ یہاں تشریف لائے اور مجھے بتایا کہ آپ مجھ سے اپنی انفرادی حیثیت میں بات چیت کر رہے ہیں تو میں نے فی الفور اپنی گفت و شنید اور خط و کتابت دونوں میں آپ پر یہ بات واضح کر دی اور آپ کو اس امر کی اطلاع دے دی کہ آپ نے جو روّیہ اختیار کیا ہے اس کی کوئی نظیر موجود نہیں ہے۔ اور مزید برآں یہ کہ کوئی گفت و شنید اور کسی سمجھوتے تک پہنچنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک دونوں فریق پورے طور پر نمائندہ حیثیت کے حامل نہ ہوں۔ کیونکہ یہ ایک یک طرفہ کارروائی ہے چونکہ ایسی کارروائی کا کسی طور پر بھی کسی جماعت پر اطلاق نہیں ہو گا بلکہ آپ ایک فرد کی حیثیت سے کانگرس اور ملک سے اس کی سفارش کر سکیں گے' اگر کوئی سمجھوتہ ہو گیا۔ جب کہ مَیں آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے اس کا پابند ہوں گا۔ مَیں اس صورت حال کو قبول نہیں کر سکتا۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ آپ یہ محسوس کریں گے کہ یہ میرے لئے کس قدر نا مناسب اور کتنی زبردست ناموافق بات ہے۔ اور یہ کتنی سہل اور بنیادی بات ہے جسے ہر کوئی سمجھ سکتا ہے۔

جہاں تک کہ آپ کی کل کی تجویز کا تعلق ہے جس کی آپ نے اپنے مکتوب مورخہ ۲۴ ستمبر میں مزید توضیح کی ہے مَیں نے اس بات کا پہلے ہی آپ کو جواب بھیج دیا ہے۔

آپ کی اس تجویز کے تعلق میں کہ آپ کو کونسل کے اجلاس سے خطاب کرنے کی اجازت دی جائے اور اگر وہ آپ کی پیش کش کو مسترد کرنا چاہیں تو اسے کھلے اجلاس میں پیش کر دیا جائے تو مجھے آپ کو یہ اطلاع دینے کی اجازت دیجئے کہ صرف ایک رُکن یا مندوب کو علی الترتیب کونسل کے جلسے یا کھلے اجلاس کی کارروائی میں حصہ لینے کا استحقاق ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بہت ہی غیر معمولی اور بے نظیر تجویز ہے جو پیش کی گئی۔ تاہم مَیں آپ کے مشورے کا شکر گزار ہوں۔

ثالثی اور بیرونی رہنمائی کے ضمن میں آپ کی تجویز کے بارے میں مَیں پہلے ہی آپ کو جواب دے چکا ہوں اور یہ محض تکنیک کی بات نہیں ہے بلکہ ایک ٹھوس معاملہ ہے۔ مَیں کانگرس لیگ سمجھوتے کے ضمن میں آپ کی خواہش کا پوری طرح سے ہم نوا ہوں۔ تاہم مجھے افسوس ہے کہ مَیں آپ کو قائل کرنے اور اپنا ہم خیال بنانے میں ناکام رہا کہ مجھے امید تھی کہ ایسا کر سکوں گا۔

آپ کا مخلص

ایم - اے- جناح

دونوں فارمولوں میں پاکستان کا ماحصل موجود ہے

مسٹر ایم- کے - گاندھی کا مکتوب

۲۶ ستمبر ۱۹۴۴ء

ڈیر قائداعظم!

میرے کل کے خط کے پیش نظر، اگر میری مرضی چلنے دی جاتی، تو مَیں آپ کے مکتوب کو آج کی ملاقات سے قبل نمٹنے سے باز رہتا۔ لیکن مَیں نے راجہ جی کے اس مشورے کا احترام کیا کہ خط و کتابت کے سلسلے کو ختم کر دیا جائے۔

مَیں اعتراف کرتا ہوں کہ مَیں اس بات کو نہیں سمجھ سکا کہ آپ کیوں مسلسل اس حقیقت کو سراہنے سے انکار کر رہے ہیں کہ وہ فارمولہ جو مَیں نے اپنے ۲۴ تاریخ کے خط میں آپ کو پیش کیا اور جو فارمولہ راجہ جی نے آپ کے سامنے رکھا فی الحقیقت آپ کو وہ کچھ دے دیتا ہے جو قرارداد لاہور میں مذکور ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں اس امر کا اہتمام بھی موجود ہے جو ملک کے لئے اس انتظام کو قابل قبول بنانے کی غرض سے ازبس ضروری ہے۔ آپ اس بات پر اصرار کر رہے ہیں کہ مَیں ان نظریوں کو تسلیم کر لوں جنہیں آپ قرارداد لاہور کی اساس اور اس کے بنیادی اصولوں کا نام دیتے ہیں۔ جبکہ میرا موقف یہ رہا ہے کہ ہمارے لئے، جو اس مسئلہ تک رسائی کے ضمن میں اختلاف رکھتے ہیں، بہترین طریقہ یہ ہو گا کہ ہم مطالبہ کو، جیسا کہ وہ قرارداد میں مذکور ہے، ایک جسد دے دیں اور پھر اس کا ایسا حل نکال لیں جو دونوں کے لئے اطمینان بخش

ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس اصول پر راجہ جی کا فارمولہ تشکیل دیا گیا اور مَیں نے بھی اپنے مذاکرات کے دوران اور ان کے نتیجے کے طور پر اسی اصول پر مبنی فارمولہ ترتیب دیا۔ میرا موقف یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک آپ کو قرار داد لاہور کا نچوڑ عطا کر دیتا ہے۔ بد قسمتی سے آپ دونوں کو مسترد کرتے ہیں۔ اور مَیں قرارداد لاہور کو اس طرح قبول نہیں کر سکتا جس طرح آپ چاہتے ہیں کہ مُیں قبول کر لوں، بالخصوص اس صورت میں جب آپ اس کی تاویل اور تعبیر میں ایسے نظریے اور مطالبات شامل دیتے ہیں جنہیں مَیں قبول نہیں کر سکتا اور نہ ہی مَیں یہ امید کر سکتا ہوں کہ مَیں کبھی بھی ہند کو اسے تسلیم کرنے پر راغب کر سکوں گا۔

آپ کا مسلسل اس بات کا تذکرہ کہ مَیں نمائندہ حیثیت کے لباس میں ملبوس نہیں ہوں ایک غیر متعلق بات ہے۔ مُیں نے آپ تک رسائی حاصل کی تاکہ اگر ہم دونوں ایک مشترکہ لائحہ عمل پر متفق ہو جائیں تو مجھے جو اثر و رسوخ حاصل ہے مَیں اسے کانگرس اور ملک سے تسلیم کرانے میں استعمال کر لوں۔ اگر آپ [اس سلسلے کو] منقطع کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ میری کوئی نمائندہ حیثیت نہیں یا یہ کہ مُیں آپ کو قرار داد لاہور کے مطالبے کے بارے میں اطمینان دلانے کے لئے آمادہ نہیں تھا۔

آپ کا مخلص

ایم۔ کے۔ گاندھی

دونوں فارمولے مسلم ہند کے مطالبہ پاکستان کو تارپیڈو کرتے ہیں

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح کا مکتوب

۲۶ ستمبر ۱۹۴۴ء

ڈیر مسٹر گاندھی!

مجھے آپ کا ۲۶ ستمبر کا مکتوب مل گیا اور مُیں نے یہ آگاہی پائی کہ آپ نے یہ خط راجہ جی کے مشورے سے لکھا۔ بلاشبہ یہ آپ کی مرضی ہے کہ آپ جس کسی کے مشورے کو چاہیں قبول کر لیں لیکن میرا اس وقت صرف آپ کے ساتھ تعلق ہے۔ مُیں نے اس امر سے بھی آگاہی پائی کہ آخری لمحے پر آپ نے گاندھی۔ راجہ جی فارمولے کے تن مردہ میں زندگی ڈال دی، اگرچہ اس تمام عرصے کے دوران آپ نے اسے اپنے ذہن سے جھٹکے رکھا اور پھر آپ فرماتے ہیں کہ یہ فارمولہ مجھے وہ کچھ دے دیتا ہے جو قرارداد لاہور میں مذکور ہے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ اس اصول پر مبنی آپ نے اپنا فارمولہ ترتیب دیا جسے آپ نے مجھے اپنے خط مورخہ ۲۴ ستمبر کے ذریعہ ارسال فرمایا۔ اور آپ کا یہ خیال ہے کہ ان فارمولوں میں سے ہر ایک مجھے قرار داد لاہور کا ماحصل دے دیتا ہے۔ اپنے پچھلے خط میں آپ نے یہ بات پُرزور طریقے سے کہی کہ آپ کا

فارمولہ مجھے قرار داد لاہور کا 'نچوڑ' دے دیتا ہے۔ میں ان دونوں میں گہری خاندانی مشابہت پاتا ہوں اور ایک یا دوسرے کا ماحصل عملاً ایک ہی ہے' صرف ایک کی زبان دوسرے سے مختلف ہے۔ اور میں پہلے ہی اپنی رائے کا اظہار کر چکا ہوں کہ میری دانست میں نہ یہ قرار داد لاہور کا ماحصل دیتے ہیں اور نہ ہی اس کا نچوڑ۔ بلکہ اس کے برعکس دونوں کا مقصد مسلم ہند کے مطالبہ پاکستان کو مکمل طور پر تار پیڈو کرنا ہے۔ نہ میں نے کبھی آپ سے کسی نظریے کو تسلیم کرنے کو کہا' نہ ہی میں نے قرارداد لاہور' میں کوئی نظریے داخل کئے۔ نظریے اور نظائر سے کھیلنا تو فضلا کا معاملہ ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ مجھے دُہرانہ پڑ رہا ہے لیکن میں ایسا کرنے پر مجبور ہوں کہ میں اس بار آپ سے اتفاق نہیں کر سکتا کہ آپ کے نمائندہ حیثیت کے لباس میں ملبوس نہ ہونے کے بارے میں میرے حوالے غیر متعلق ہیں۔ برعکس ازیں وہ ایک اہمیت کے حامل ہیں جیسا کہ میں ایک سے زیادہ مرتبہ آپ پر واضح کر چکا ہوں۔ آپ دوبارہ یہ بات دُہراتے ہیں کہ اگر آپ اور مَیں کسی سمجھوتے پر پہنچ جائیں تو آپ اپنے اثر و رسوخ کو اسے کانگرس اور ملک سے تسلیم کرانے میں استعمال کر لیں گے۔ مَیں نے پہلے بھی بالکل اوائل ہی سے یہ کہا ہے کہ ان وجوہات کی بنا پر جن کا مَیں پہلے اظہار کر چکا ہوں یہ کافی نہیں ہے۔ جب آپ متبادل تجاویز پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں تو آپ کی نمائندہ حیثیت درمیان میں آجاتی ہے اور مَیں یہ بات نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کس طرح غیر متعلق امر ہے۔ کوئی ذمہ دار تنظیم کسی فرد کی جانب سے پیش کردہ کسی تجویز پر غور نہیں کر سکتی خواہ وہ فرد کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو جب تک کہ اس کے پس پشت ایک مسلّمہ تنظیم کا اختیار موجود نہ ہو اور یہ اس کے بااختیار نمائندے کی جانب سے پیش کی جائے۔ تاہم مجھے اس امر پر مزید محنت کرنے کی ضرورت نہیں چونکہ مَیں پہلے ہی اپنی مراسلت کے دوران اس کی وضاحت کر چکا ہوں۔

اگر [گفت و شنید کا] سلسلہ منقطع ہوتا ہے تو یہ اس لئے ہو گا کہ آپ قرارداد لاہور میں مذکور مطالبے کے ماحصل کے تعلق میں مجھے مطمئن نہ کر سکے۔ یہ آپ کے آمادہ نہ ہونے کا سوال نہیں بلکہ درحقیقت یہ ایسا ہی ہے۔ اگر سلسلہ منقطع ہوتا ہے تو یہ بڑی بد نصیبی کی بات ہو گی۔ اگر کوئی آپ سے اتفاق نہیں کرتا یا آپ سے اختلاف کرتا ہے تو آپ ہمیشہ درست ہوتے ہیں اور دوسرا فریق ہمیشہ غلط ہوتا ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ آپ کے حلقے میں بہت سے لوگ مجھے عوامی نفرت و حقارت کا شکار بنانے پر تُلے بیٹھے ہیں۔ صرف اشارے کے منتظر ہیں۔ لیکن مجھے تمام دھمکیوں اور عواقب کا سامنا کرنا ہو گا اور مَیں صرف اپنی رائے اور ضمیر کے مطابق ہی عمل کر سکتا ہوں۔

آپ کا مخلص

ایم۔ اے۔ جناح

۱۴۷۔ جناح۔ گاندھی مراسلت کے افشاء پر بیان

بمبئی ۳۰ ستمبر ۱۹۴۴ء

میری توجہ مسٹر گاندھی کی اس تقریر کی رپورٹ کی جانب مبذول کرائی گئی جو انہوں نے شام کی عوامی عبادت کے بعد کی اور اعلان کے فوراً بعد مراسلت اخبارات کو اشاعت کے لئے جاری کر دی۔ مجھے افسوس ہوا کہ مسٹر گاندھی کو ایسی بات نہیں کہنی چاہیے تھی جو انہوں نے کہی۔ انہوں نے عوام کو یقین دلایا کہ مراسلت کا افشاء ان کے دفتر سے نہیں ہوا اور ان کے پاس اس یقین دہانی کے وزنی دلائل موجود ہیں۔ اس طرح انہوں نے یہ بہتان طرازی کی کہ افشاء میرے دفتر سے ہوا۔

آگے چل کر انہوں نے کہا کہ انہوں نے میری توجہ اس معاملے کی طرف منعطف کرائی اور یہ کہ مَیں نے لاتعلقی کا اظہار کیا۔ یہ درست نہیں ہے۔ انہوں نے مجھ سے اس بات کا ذکر کیا تھا کہ مراسلت کے اجراء سے قبل بعض اخبارات میں اس ضمن میں کچھ قیاس آرائی کی گئی ہے۔ میرا جواب یہ تھا کہ برلا ہاؤس ایک عام جگہ ہے جہاں ہر کس و ناکس کو آنے جانے کی اجازت ہے، بلکہ مَیں نے انہیں یقین دلایا کہ میرا گھر ایک نجی رہائش گاہ ہے جہاں کوئی شخص بھی پہلے سے اپنی آمد کا مقصد بتائے بنا داخل نہیں ہو سکتا۔ مَیں نے مسٹر گاندھی سے دریافت کیا کہ مَیں اس معاملے میں کیا کر سکتا ہوں اور اس کے بعد معاملہ رفت گزشت ہو گیا۔

مَیں اس الزام کی تردید کرتا ہوں جو انہوں نے اس معاملے کی مکمل چھان بین کیے بنا اور یہ معلوم کیے بغیر کہ اس افشا کا کون ذمہ دار ہے؟ اپنے دفتر کی برأت کا اعلان کر کے عائد کیا ہے۔ انہوں نے تقریر میں جو اور باتیں کیں اور پریس کانفرنس میں جو کچھ کہا مجھے اس پر افسوس ہے۔ انہوں نے پروپاگنڈہ شروع کر دیا جس سے بد قسمتی سے ایسی پیش رفت ہو گئی جو ہمارے مشترکہ اعلان کی روح کے منافی ہے۔

۱۴۸۔ مذاکرات کے موضوع پر پریس کانفرنس میں بیان

بمبئی ۴ اکتوبر ۱۹۴۴ء

میری توجہ مسٹر گاندھی کے اس بیان کی جانب مبذول کرائی گئی ہے جو ۲۹ ستمبر کو شائع ہوا۔ یہ افسوسناک بات ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ تیسرے فریق کی موجودگی حل کے راستے میں حائل ہے۔ میرے لئے یہ بڑے دکھ کی بات تھی جب انہوں نے یہ کہا کہ ایک غلام ذہن اس طور پر کام نہیں کر سکتا گویا وہ آزاد ہو۔ کوئی طاقت ایک آدمی کے ذہن اور اس کی روح کو غلام نہیں بنا سکتی

اور مجھے یقین ہے کہ مسٹر گاندھی آخری شخص ہوں گے جو کسی کو اپنے ذہن کو غلام بنانے دیں گے۔ مجھے امید واثق ہے کہ وہ اپنے استدلال پر' جس کے وہ دائمی مریض ہیں' قابو پالیں گے۔ ہمیں اپنے سمجھوتے پر پہنچنا ہے اور اپنا حل تلاش کرنا ہے' تیسرے فریق کے باوصف۔

گاندھی راج گوپال فارمولہ

جہاں تک دیگر امور کا تعلق ہے بدقسمتی سے مسٹر گاندھی نے اپنے پروپاگنڈے کا آغاز بالکل شاہی انداز میں اور ہمارے مشترکہ بیان کے خلاف کیا۔ مسلم لیگ کی نمائندہ اور بااختیار حیثیت کو تسلیم کرنے سے انکار کے علاوہ وہ مسلمانوں کو میرے خلاف اکسا رہے ہیں اور اپنے بیان میں انہوں نے اس دعوے کو بار بار دُہرایا ہے کہ انہوں نے اپنی پیشکش یا پیشکشوں کے ذریعہ جو انہوں نے بالکل آخری لمحے میں پیش کیں جنہیں وہ گاندھی۔ راجہ جی فارمولا یا اپنی خاص تجویز کا نام دیتے ہیں قرار داد لاہور کے ماحصل کو قبول کر لیا ہے۔ کوئی بھی ذہن انسانی اب یہ دیکھ سکتا ہے کہ لب لباب کے نقطہ نظر سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ جس چیز کو وہ اپنی خاص تجویز کہتے ہیں وہ ان کے قرار داد لاہور کی جملہ مبادیات کو مسترد کر دینے کے بعد آئی اور گاندھی۔ راجہ جی فارمولہ بالکل اوائل ہی میں [ذہن سے] جھٹک دیا گیا تھا۔ اب کہ یہ معاملہ عام بحث کا موضوع بن گیا ہے اور جیسا کہ مسٹر گاندھی بیان پر بیان دیے جا رہے ہیں اور ایسے انٹرویو دے رہے ہیں جو کسی قدر گمراہ کُن ہیں' مَیں بھی ان کی اس تجویز سے نمٹنے پر مجبور ہو گیا ہوں جسے وہ اپنی پیش کش کا نام دیتے ہیں۔ آیئے ہم کم سے کم اہم نکات کا جائزہ لے لیں:

۱۔ ہند کو ایک واحد قومی وحدت کے طور پر فی الفور آزادی عطا کر دی جائے۔

۲۔ ان کے اپنے تخیل کے مطابق ایک قومی اور عارضی عبوری حکومت کا فوری قیام جس کی انہوں نے اپنے مکتوب مورخہ ۱۵ ستمبر میں تعریف بیان کی جو حسب ذیل ہے: "ایک عارضی عبوری حکومت جو موجودہ مجلس قانون ساز کے منتخب اراکین یا نئی منتخب مجلس کے سامنے جواب دہ ہو گی۔ اسے دوران جنگ ماسوا کمانڈر انچیف کے اختیارات کے جملہ اختیارات اور اس کے بعد مکمل اختیارات حاصل ہوں گے۔ یہ وہ بااختیار ادارہ ہو گا جو کانگرس اور لیگ کے درمیان ہونے والی مفاہمت کو روبہ عمل لائے گا۔"

ویسے یہ نہ صرف تیسرے فریق کے وجود کو تسلیم کرتا ہے بلکہ اسے دوران جنگ کمانڈر انچیف کے جملہ اختیارات اور دفاع جو سب سے زیادہ اہم اور طاقتور محکمہ ہے' عطا کرتا ہے۔ اس کا صاف مطلب فوری طور پر ایک مرکزی وحدانی یا وفاقی حکومت کا قیام ہے جس کی تحویل میں مکمل سول انتظامیہ ہو گی مع مجلس قانون ساز کے جس میں ہندوؤں کی غالب اکثریت ہو گی' جو پچھتّر

فی صد سے کم نہ ہو گی' جس کے سامنے کابینہ جواب دہ ہو گی۔

ہندو راج

۴۔ کہ یہ قومی حکومت مشترکہ مفاد کے امور کے انتظام کے لئے معاہدے اور سمجھوتوں کا مسودہ تیار کرے گی۔ جیسا کہ اب اس [تجویز] میں جسے وہ اپنی پیش کش کا نام دیتے ہیں واضح کیا گیا ہے' یہ امور یعنی امور خارجہ' دفاع' داخلی مواصلات۔ کسٹمز۔ تجارت وعلیٰ ہذا القیاس جو ان کے خیال میں مشترکہ مفاد کے امور رہنے چاہئیں اور ان کا عمدہ اور تسلّی بخش انتظام ایک مرکزی مقتدرہ یا حکومت کی تحویل میں رہے جسے بعد میں حکومت ہند کے جملہ اختیارات اور ذمہ داری منتقل کر دی جائے۔ اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ یہ تمام اہم امور جنہیں جسد ریاست میں خون زندگی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے ان کی مجوزہ قومی وفاقی حکومت کی تحویل میں رہیں گے۔ لہٰذا یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ان شرائط کے مطابق قومی حکومت معرض وجود میں لائی جائے' قائم کی جائے اور اسے مسلّط کر دیا جائے جس کے ساتھ ہندوؤں کی غالب اور ٹھوس اکثریت ہو گی' فی الحقیقت یہ ہندو 'راج' ہو گا۔

۵۔ پھر ہم سے بے حد پیچیدہ شرائط اور وہ اصول قبول کرنے کے لیے کہا جاتا ہے جس کے تحت علاقوں کی حد بندی کی جائے گی' یعنی ضلع وار' جہاں مسلمانوں کی مطلق اکثریت ہو گی جس کا مسٹر گاندھی کے مطابق مطلب ہے کہ صرف اس ضلع کو تسلیم کیا جائے گا جس میں مسلمانوں کی آبادی لگ بھگ ۷۵ فیصد ہو۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مطلق اکثریت سے ان کی مراد ہے جیسا کہ سندھ' بلوچستان یا شمال مغربی سرحدی صوبہ۔ لیکن مسٹر راج گوپال اچاریہ کے مطابق مطلق اکثریت کے معنی ہیں جو قانون کی زبان میں سمجھے جاتے ہیں۔ قطع نظر اس حقیقت سے مشترکہ مصنف پہلے ہی ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہیں' مَیں لغت میں دیکھتا ہوں کہ اس کے معنی ہیں "ایک تنظیم کے جملہ اراکین کی اکثریت [بشمول ان کے جو رائے دے رہے ہیں اور ان کے جو رائے نہیں رہے ہیں]۔

۶۔ کہ ان علاقوں میں جن کی اس طرح نشاندہی ہو گئی ہے حق بالغ رائے دہی یا رائے دہی کے کسی اور قابل عمل طریقے کے مطابق ایک بے ترتیب استصواب رائے عامہ منعقد ہو گا۔ رائے دہی کا نظم اور طریقہ متذکرہ بالا قومی حکومت طے کرے گی اِلّا ہم میں اس پر پہلے ہی سے اتفاق رائے ہو جائے۔

جب ہم ان شرائط کو تسلیم کر لیں گے تب ان مسخ شدہ اور ٹوٹے پھوٹے علاقوں کی علیحدگی کا سوال اٹھے گا [تب بھی مزید شرائط کے تحت] : [ا] اس معاملے پر صرف اختتام جنگ کے

بعد ہی غور ہو سکتا ہے اور (۲) حکومت ہند کے جملہ اختیارات اور ذمہ داری اس قومی حکومت کو منتقل ہو جائے گی اس کے بعد یہ قومی حکومت ایک کمیشن قائم کرے گی جو متذکرہ بالا طریقے سے ملحقہ اضلاع کی حد بندی کرے گا اور تہذیب سوزی کے کام کو بالخصوص پنجاب' بنگال اور آسام میں پایہ تکمیل کو پہنچائے گا۔ پھر اس کے فیصلوں کو یہ قومی حکومت جامہ عمل پہنائے گی۔ اور یہ غریب اور مفلوج شدہ علاقے اگر مکمل طور پر اور مضبوطی کے ساتھ قائم شدہ' کُل ہند متحدہ وفاقی حکومت سے الگ ہونے یا علیحدگی کی خواہش کا اظہار کریں تب انہیں ایک بے ترتیب استصواب رائے عامہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہو گا اور اس مشق سے گزرنا ہو گا۔ اور اگر فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوا تب بھی بے حد اہمیت کے جملہ امور جیسے امور خارجہ' داخلی مواصلات' کسٹمز اور تجارت اور اس نوعیت کے دیگر امور ایک مرکزی مقتدرہ یا حکومت کی تحویل اور اس کے زیر انتظام رہیں گے۔

پیچیدہ اور مکاّرانہ

اسے مسٹر گاندھی دو بھائیوں کے درمیان تقسیم کہتے ہیں اور یہ درحقیقت حیران کُن بات ہے کہ وہ اس مریضانہ ذہن کی پیداوار کو بار بار دُہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی پیش کش کے ذریعے قرار داد لاہور کے لب لباب یا ماحصل کو قبول کر لیا ہے۔ اس سے زیادہ بدنیّت' پیچیدہ اور مکاّرانہ دعوے کا تصور بھی ایک دشوار امر ہے جسے وہ نہایت سادہ لوحی کے ساتھ دہراتے ہیں۔

لوگوں کو گمراہ کرنے کا کیا فائدہ؟ یہ انتشار سے بدتر جنجال پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ اگر ہم ان شرائط کو تسلیم کر لیں تو ہمارے سامنے پیچ کا ایک جال اور موت کی ایک دلدل ہو گی۔ اس کے معنی ہیں پاکستان کی تدفین۔ لیکن مجھے اب بھی امید کی ایک کرن نظر آتی ہے' جب وہ کہتے ہیں کہ اگر راجہ جی اور میں نے قرارداد لاہور کی تضحیک کی ہے تو ہمیں سمجھا دیا جائے۔

جہاں تک مسٹر گاندھی کا تعلق ہے میں نے ایسا کرنے کی کوشش کی اور اس میں تین ہفتے صرف ہوئے۔ لیکن ان کا مرض اس قدر کُہنہ اور پیچیدہ ہے کہ وہ ایک معالج کے بس سے باہر ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ اخبارات اور عوام کی طرف سے ان کو سمجھانے کی اپیل رائگاں نہیں جائے گی۔ لیکن جب ان سے دریافت کیا گیا کہ اب کیا ہو گا تو انہوں نے ازراہ عنایت فرمایا "میں وہی کچھ کروں گا جو اندرونی آواز کہے گی۔" مجھ جیسے معمولی اور فانی انسان کے لیے ان کی "اندرونی آواز" کی موجودگی میں کوئی گنجائش نہیں۔

سیامی توام

مسٹر گاندھی خلوص کے ساتھ یہ باور کر سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی پیش کش یا گاندھی راجہ جی فارمولے کے ذریعہ قرار داد لاہور کے تقاضوں کو پورا کر دیا ہے لیکن یہ محض ایک خیال اور مغالطہ ہے۔ دونوں کی زبان اور شرائط' جیسا کہ گاندھی نے صراحت کی' سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایک سیامی توام ہے اور یہ کہنا کہ ان میں سے کوئی ایک قرارداد لاہور میں مذکور مقتضیات کو پورا کرتا ہے ایک ناممکن سی بات ہے۔

چینی چیستان

ان کی تضاد بیانی اور بے اصولیاں' ایک واحد خط میں' بھی خواہ وہ کتنا ہی مختصر کیوں نہ ہو' شمار سے ماوراء ہیں اور گذشتہ چار ہفتوں کے درمیان جو کچھ سامنے آتا ہے وہ ایک چینی چیستان ہے۔ میں نمونے کے طور پر ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

چاقو چلیں گے

"جہاں مسلمانوں کی بدیہی اکثریت ہے انہیں علیحدہ مملکت تشکیل دینے کا پورا پورا حق ہونا چاہیے۔ لیکن اگر اس کا مطلب ہے بالکل آزادی اور ایسی خود مختاری گویا دونوں میں کوئی شے مشترکہ نہیں' تو میں کہتا ہوں کہ یہ ایک ناممکن تجویز ہے۔ تب اس کے معنی ہیں ایسی لڑائی جس میں چاقو چلیں گے۔" یہ ایک دیوتا ہیں اور عدم تشدد کے پجاری جو ہمیں ایسی لڑائی کی دھمکی دے رہے ہیں جس میں چاقو چلیں گے! اور پھر ان کے نزدیک مذاکرات صرف غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی ہوئے ہیں۔ لیکن اس بات سے قطع نظر وہ بدیہی اکثریت کو اپنے قومی اوطان میں کس طرح کی علیحدہ ریاست عطا کر رہے ہیں؟

مسٹر گاندھی نے شاید مشتعل ہو کر دوبارہ یہ کہا کہ انہوں نے مسلم لیگ کے اس دعوے کو کبھی تسلیم نہیں کیا کہ وہ مسلمانوں کی واحد با اختیار تنظیم ہے اور مبہم طریقے سے یہ اشارہ کیا کہ مسلمانوں کی اور بھی تنظیمیں ہیں جن کی حمایت بڑی مسلم رائے عامہ کرتی ہے اور جو لیگ سے متفق نہیں ہیں اور جو دو قومی نظریے کی تائید نہیں کرتیں۔ اس طرح انہوں نے ایک بار پھر مسلم لیگ کو رسوا کرنے اور مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کی کوشش کی۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ درست نہیں ہے۔ بلاشبہ کوئی قوم بھی کلی اور مکمل سو فی صد اتفاق رائے حاصل نہیں کر سکتی۔

ایک معمّہ ہیں

ایک سانس میں مسٹر گاندھی تقسیم کا اصول تسلیم کرتے ہیں اور دوسرے میں ایسی تجاویز

پیش کرتے ہیں جو اس بنیاد کو ہی تباہ کر دیتی ہیں جس پر مسلم ہند تقسیم کا مطالبہ کرتا ہے۔ ایک طرف تو وہ لیگ۔ کانگرس مفاہمت کی خواہش اور دوسری طرف وہ اس کی نمائندہ حیثیت اور مسلم ہند کی جانب سے بات کرنے کے اختیار کو مسترد کرتے ہیں۔ مسٹر گاندھی ایک معمّہ ہیں۔

علاقائی ردو بدل

مسٹر جناح نے مملکت پاکستان کی سرحدوں کے بارے میں اخبار نویسوں کے متعدد سوالوں کے جواب میں توضیح کی۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا کوئی ایسی مشینری قائم کی جائے گی جو غیر مسلموں کی غالب اکثریت والے سرحدی علاقوں کے معاملات کا تصفیہ کرے گی اور پاکستان یا ہندوستان میں شمولیت کے بارے میں ان کی رائے معلوم کی جائے گی؟ مسٹر جناح نے سوال کو قرار داد لاہور کا حوالہ دیا جس میں کہا گیا ہے کہ تقسیم چھ صوبوں یعنی شمال مغربی سرحدی صوبہ' پنجاب' سندھ' بنگال' آسام اور بلوچستان کی موجودہ سرحدوں کی بنیاد پر ہو گی اور علاقائی رد و بدل سے مشروط ہے جو ضروری سمجھی جائے۔

انہوں نے لفظ "مشروط' پر زور دیا اور تشریح کی کہ علاقائی رد و بدل کا اطلاق صرف ایک جانب پر ہی نہیں ہوتا بلکہ جانبین ہندوستان اور پاکستان دونوں پر ہوتا ہے۔

مسٹر جناح نے کہا میں نے یہ واضح کر دیا تھا کہ اگر ہم قرار داد لاہور کی مقتضیات پر متفق ہو جائیں تو سرحدوں کی نشاندہی اور توضیح کے سوال کو بعد ازاں اسی طرح نمٹایا جائے گا جس طرح دو قوموں کے مابین پیدا ہونے والے سوال کو حل کیا جاتا ہے۔ یہ ایک حکومت کے دوسری حکومت کے ساتھ گفت و شنید کر کے سمجھوتے پر پہنچنے کی مانند ہو گا۔ ایک رپورٹر نے مداخلت کرتے ہوئے کہا "لیکن یہاں حکومتیں تو موجود نہیں ہیں۔" مسٹر جناح نے کہا کہ دونوں تنظیمیں دو دستور ساز ادارے قائم کریں گی جو اس معاملے سے نمٹ لیں گے یا اس سے بھی پہلے وہ کوئی سمجھوتہ کر سکتی ہیں۔

ان سے سوال کیا گیا کہ "کیا مستقبل قریب میں آپ کا مسٹر گاندھی کے ساتھ ملاقات کا کوئی امکان ہے؟"

مسٹر جناح نے جواب دیا "مسٹر گاندھی کہتے ہیں کہ اس کا انحصار اندرونی آواز پر ہے۔ میرا اس جگہ گزر نہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا۔"

صدر مسلم لیگ سے دریافت کیا گیا کہ آیا ان کے پاس پاکستان کے دستور کے ضمن میں کوئی اسکیم ہے۔ مسٹر جناح نے جواب دیا کہ پہلے پاکستان کے اصول کو تسلیم کر لیا جائے' اسکیم اس کے بعد مرتب کی جائے گی۔

خود مختار ریاستیں

اس نکتے کی مزید وضاحت کرتے ہوئے مسٹر جناح نے پچھلے سوال کا حوالہ دیا یعنی ہندوستان اور پاکستان کی جانب سے رابطہ قائم کرنے والی دو حکومتوں کا فقدان' اور کہا یہ درست ہے کہ "دو قانونی حکومتیں" معرض وجود میں نہیں ہیں۔ اگر تقسیم کا اصول تسلیم کر لیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہندوستان اور پاکستان دونوں کو اپنے اپنے دستور ساز اداروں کو منتخب کرنا ہو گا۔ یہ ادارے دو خود مختار ملکوں کے نمائندوں کی حیثیت سے باہمی اور قدرتی تعلقات اور ملحقہ سرحدوں کی وجہ سے پیدا ہونے والی ذمہ داریوں کے معاملات کو نمٹائیں گے' اور پھر وہ دو آزاد اور خود مختار ملکوں ـــ کی حیثیت سے مختلف معاملات پر معاہدے کر لیں گے۔ انہوں نے کہا "امریکہ کے معاملے کو لے لیجئے' امریکہ میں ۴۳ آزاد اور خود مختار ریاستیں ہیں' ان کے اپنے باہمی مفاد کے ضمن میں معاہدے اور سمجھوتے ہیں۔ پھر اس طرح یوروپ کے ممالک میں ایک دوسرے کے ساتھ باہمی کاروبار اور تجارت کے سلسلے میں سمجھوتے ہیں اور اتحاد ہیں۔ کچھ چیزیں ہوتی ہیں جن میں رد و بدل ہو سکتا ہے۔ سمجھوتے اور معاہدے تو ایسے ملکوں کے مابین بھی ہو جاتے ہیں جن کی سرحدیں متصل نہیں ہوتیں۔ یہاں تو قومیں ہمسایہ ہیں اور ان کی سرحدیں متصل اور ملحق ہیں۔

اس سے قبل مسٹر جناح نے کہا کہ ایک مسئلہ کو انہوں نے اپنے بیان میں نمٹایا ہے کہ کیا مسٹر گاندھی کی پیش کش یا پیش کشوں سے قرارداد لاہور کے تقاضے پورے ہو جاتے ہیں۔ اس ضمن میں انہوں نے صورت حال کی پوری طرح سے وضاحت کر دی ہے۔ مسٹر جناح نے کہا مسٹر گاندھی کہتے ہیں "اگر ان کے فارمولے یا راجہ جی کے فارمولے سے قرارداد کی تضحیک ہوتی ہے تو انہیں سمجھا دیا جائے۔" اس تعلق میں میرا جواب یہ ہے کہ میں اکیس دن یہی کچھ کرتا رہا ہوں اور اب بھی یہی کام کر رہا ہوں اور جہاں تک عوام کا تعلق ہے میں امید کرتا ہوں کہ وہ سنی ان سنی نہیں کریں گے۔

لیگ کو رسوا کرنے کی کوشش

مسٹر گاندھی نے اپنے بیانات اور انٹرویو کے ذریعہ لیگ کو رسوا کرنے اور مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ قدرتی طور پر یہ مجھے بُرا لگا ہے اور انہیں اس کا جواب مل جائے گا۔

(دی ڈان' ۵ اکتوبر ۱۹۴۴ء)

۱۴۹- مسٹر گاندھی کی پیش کش پر ایک غیر ملکی نامہ نگار سے ملاقات

بمبئی ۶ اکتوبر ۱۹۴۴ء

"مسلم- ہندو اختلافات کو حل کرنے کا ایک ہی عملی اور حقیقت پسندانہ طریقہ ہے- یہ ہے کہ پورے کے پورے شمال مغربی صوبہ سرحد' بلوچستان' سندھ' پنجاب' بنگال اور آسام کو جیسے کہ وہ اس وقت ہیں خود مختار مسلم علاقے اور پاکستان کے اجزاء تسلیم کرتے ہوئے ہند کو پاکستان اور ہندوستان دو آزاد اور خود مختار ملکوں میں تقسیم کر دیا جائے- اور یہ کہ ہم ایک دوسرے پر اعتماد کریں' پاکستان میں ہندو اقلیت کے ساتھ اور ہندوستان میں مسلم اقلیت کے ساتھ مساویانہ سلوک کے معاملے میں' اگر وہ ہم پر اعتماد کرتے ہیں تو ہم ایک کروڑ پچاس لاکھ مسلمانوں کے ضمن میں ان پر بھروسہ کرنے کے لئے تیار ہیں-"

اس خیال کا اظہار' مسٹر جناح نے میرے ساتھ ایک ملاقات کے دوران' جو ڈھائی گھنٹے پر محیط تھی' ان کے گاندھی کے ساتھ مذاکرات کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے کیا- مسٹر جناح نے کہا "ہمیں جو پیش کش کی گئی ہے وہ ذہانت کی اہانت ہے- مجھ سے کہا گیا کہ میں ان علاقوں میں استصواب رائے کی تجویز کو قبول کر لوں جن علاقوں میں مسلمانوں کی قطعی اکثریت نہیں ہے- میں نے مسٹر گاندھی سے دریافت کیا کہ قطعی اکثریت سے کیا مراد ہے؟ ان کے جواب کا مطلب تھا کہ جن علاقوں میں ہم کل آبادی کا ستر فی صد سے زیادہ ہیں ان علاقوں کا کنٹرول ہمیں بغیر رائے شماری کے دے دیا جائے-

اس معاملے میں انہوں نے مسٹر گاندھی اور راج گوپال اچاریہ سے اختلاف کیا جنہوں نے یہ کہا تھا کہ ہمیں قطعی اکثریت کی قانونی تعریف کو قبول کر لینا چاہیے جس کے معنی ہیں کسی انتخابی علاقے کی کل آبادی کا اکیاون فی صد بشمول ان لوگوں کے جو رائے نہیں دیتے —— رائے دہندگان کا اکیاون فی صد نہیں- ایک بچہ بھی یہ جان سکتا تھا کہ کوئی جماعت اس ہدف کو حاصل کر لینے کی امید نہیں کر سکتی- پس مجھ سے ایسا استصواب رائے عامہ قبول کر لینے کے لئے کہا جاتا ہے جو شاید ایک کٹا پھٹا اور ناقابل عمل پاکستان دے دے- یہ استصواب رائے عامہ جنگ کے بعد منعقد ہو گا اور میری جانب سے اس امر پر اتفاق کر لینے کے بعد کہ میں عارضی قومی حکومت میں تعاون کروں گا جس میں پچھتر فی صد نشستوں پر ہندو متمکن ہوں گے-

ہندو "راج"

"لہٰذا یہ ہندو اکثریتی حکومت ہو گی اور یہ مستقل وفاقی حکومت سرحدوں کے تعین اور

استصواب کے انتظام کے لئے بعد از جنگ کمیشن قائم کر لے گی۔ مجھ سے کہا جاتا ہے کہ میں استصواب رائے سے پہلے یہ جانے بغیر کہ پاکستان کی شکل کیا ہو گی دفاع' مالیات' مواصلات' امور خارجہ' تجارت' کسٹمز وغیرہ کے انتظام کے بارے میں رضا مندی کا اظہار کر دوں۔ اس سے قبل کہ ہمیں کسی قسم کا پاکستان لینے کی اجازت دی جائے اور یہ پچھتر فی صد ہندو اکثریتی حکومت ہو گی جس کے ساتھ ہمیں اتفاق رائے کرنا ہو گا۔

"ہمارے پاس رہ کیا جاتا ہے؟ ایک ایسا پاکستان جس میں اغلباً" ہندوستانی جزیرے قائم ہوں گے نہ صرف سرحدوں پر بلکہ اندرون ملک پاکستان' اور مزید یہ کہ یہ مشروط ہو گا بے حد اہم امور پر اس قومی حکومت کے کنٹرول سے۔

"یہ آزادی نہیں ہے۔ یہ تو ایک طرح کی صوبائی خود مختاری ہے جو ہمیشہ مشروط ہو گی نہایت اہم امور پر غالب ہندو وفاقی ہیئت اقتدار کے کنٹرول سے۔ جب تک کہ مسلمان اقلیت میں ہیں' اور وہ ہمیشہ رہیں گے' اس طرح کا کوئی بھی انتظام ہمیں ہندو اکثریتی راج کا تابع فرمان بنا کر چھوڑ دے گا۔ میں نے مسٹر گاندھی سے کہا کہ اس دستور کی وضاحت کر دیجئے جس کے تحت اس نوع کا وفاق کام کرے گا۔ یہ بنیادی اہمیت کے امور ہیں۔ میں کس طرح موجودہ دستور کی تنسیخ اور اس کے متبادل کے طور پر نئے دستور کی ترتیب پر رضا مند ہو جاؤں جو مسٹر گاندھی کی تجویز پر مبنی ہو گا ایک متحدہ ہند اور جمہوری پارلیمانی حکومت پر جو فی الفور معرض وجود میں آجائیں۔

"اگر ہم اس [تجویز] کو قبول کر لیں تو پاکستان قیامت تک کے لئے طاق نسیاں کی زینت بن جائے گا اور عملاً دفن ہو جائے گا۔ مسٹر گاندھی مجھ سے یہ کچھ کرانا چاہتے تھے۔ مسٹر گاندھی کہتے ہیں کہ اگر آپ مجھے وہ کچھ نہیں دے دیتے جو میں طلب کرتا ہوں تو میں سول نافرمانی کی عوامی تحریک چلانے کا حق محفوظ رکھتا ہوں۔"

"اگر مسٹر گاندھی سول نافرمانی کی تحریک شروع کرنا نہیں چاہتے تو انہیں یہ بات کہہ دینی چاہیے اور قرار داد اگست واپس لے لینی چاہیے۔ وہ اسے واپس نہیں لیتے۔ وہ اس پر دوبارہ زور دیتے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ہندو کچھ اس طرح کا سمجھوتہ کرنا چاہتے ہیں جو انہیں مسلمانوں پر کسی نہ کسی طرح کی بالادستی عطا کر دے۔ وہ خود کو ہماری مکمل آزادی پر رضا مند نہیں کر سکتے۔

بنیادی رکاوٹ

"ہماری راہ میں ایک اور بنیادی رکاوٹ بھی حائل تھی۔ مسٹر گاندھی اپنی انفرادی حیثیت میں گفتگو کر رہے تھے۔ میں نے صدر مسلم لیگ کی حیثیت میں انہیں بتایا' اگر ہمارے درمیان اتفاق رائے ہو جاتا ہے اور میری کمیٹی اسے مسترد کر دیتی ہے تو میں تو رسوا ہو جاؤں گا۔ لیکن اگر

آپ کی کمیٹی آپ کو رد کر دیتی ہے تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ آپ تو ایک فرد کی حیثیت میں بات کر رہے تھے' اور آپ جیسے تھے ویسے ہی رہتے ہیں۔

"مسٹر گاندھی نے یہ بھی کہا کہ انگریز کی موجودگی ہمارے مابین سمجھوتے کے راستے میں مزاحم ہوتی ہے۔ کچھ انگریز ایسے ہیں جو نہیں چاہتے کہ سمجھوتہ ہو جائے۔ لیکن ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو ہمیں اتفاق رائے سے باز رکھ سکے۔ ہمارے ذہن اور ہماری روحیں آزاد ہیں۔

"کوئی طاقت ہمیں دس منٹ کے اندر اندر مفاہمت سے نہیں روک سکتی" اگر مسلمانوں کے مکمل آزادی کے مطالبے کو تسلیم کر لیا جائے۔ اسی صورت میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان صحیح تعاون ہو سکتا ہے۔ یہ ان لوگوں کی جانب سے آزادانہ طور پر پیش کیا جائے گا کہ وہ اپنے گھروں کے آپ مالک ہیں اور اس لئے نہیں کہ ایک دوسرے کا غلام ہے۔ اس لئے کہ اسے دوسرے کے نقطۂ نظر کو تسلیم کر ہی لینا چاہیے۔

۱۵۰۔ 'ڈیلی ورکر' لندن کے نامہ نگار سے ملاقات

بمبئی ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۴ء

مسٹر اے۔ ایس۔ آر۔ چاری' نامہ نگار 'ڈیلی ورکر' لندن نے اپنی دو گھنٹے کی طویل ملاقات کے دوران قائداعظم سے پاکستان کے بارے میں متعدد وضاحتیں حاصل کیں۔ مسٹر جناح نے کہا "پاکستان اس برصغیر کے خلاف کسی بیرونی عزم یا جارحیت کو برداشت نہیں کرے گا۔ درحقیقت ہم منرو نظریہ جیسی کسی چیز پر نہایت جوش و خروش کے ساتھ کار بند رہیں گے۔"

نامہ نگار کی اس درخواست کے جواب میں کہ غیر مسلم محبان آزادی کے لئے مطالبہ پاکستان کی وضاحت فرما دیجئے۔ مسٹر جناح نے کہا "مطالبہ پاکستان کو اس کی پوری اہمیت کے ساتھ سمجھنے کے لئے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ چھ صوبے یعنی شمال مغربی سرحدی صوبہ' بلوچستان' سندھ اور پنجاب' برصغیر کے شمال مغرب میں اور بنگال اور آسام شمال مشرق میں سات کروڑ مسلمان آباد ہیں اور مسلمانوں کی کل آبادی ۷۰ فی صد سے کم نہیں ہو گی۔ باقی ماندہ آبادی ہندوؤں' قبائلیوں اور 'اچھوتوں' پر مشتمل ہے۔ مسلمان ان منطقوں میں ایک آزاد مملکت کے طور پر پاکستان قائم کرنا چاہتے ہیں۔"

جب نامہ نگار نے یہ سوال کیا کہ پاکستان کس طرح مسلمانوں کا مطالبہ آزادی ہے؟ تو مسٹر جناح نے جواب دیا کہ یہ مسلمانوں کا مطالبہ آزادی اس طرح سے ہے کہ مسلمان پاکستان میں اپنی حقیقی ہر دلعزیز جمہوری حکومت قائم کر سکیں۔ اس حکومت کو پاکستان کی آبادی کی حمایت حاصل ہو

گی اور یہ بلا تمیز ذات پات عقیدہ اور رنگ جملہ اہل پاکستان کی رائے اور رضامندی سے کام کرے گی۔"

نامہ نگار نے دوبارہ سوال کیا "کیا پاکستان کے ہندوستان کے ساتھ ہمسائگی کے تعلقات ہوں گے؟ مسٹر جناح نے جواب دیا : "یقیناً' پاکستان کے ہندوستان کے ساتھ ہمسائگی کے تعلقات ہوں گے بعینہ ایسے جیسے دو آزاد قومی ریاستوں کے مابین ہوتے ہیں۔ میں نے یہ بات متعدد بار کہی ہے۔ ہم جملہ بیرونی طاقتوں سے کہیں گے "ہند سے دور ہٹو"۔ پاکستان اس برصغیر کے خلاف کسی بیرونی عزم یا جارحیت کو برداشت نہیں کرے گا۔ ہم منرو نظریے کے قبیل کے کسی نظریے پر عمل پیرا رہیں گے۔ دریافت کیا گیا کہ ان کے مطالبے کے ضمن میں برطانیہ کا کیا رویہ ہے؟ مسٹر جناح نے کہا : "برطانوی انتہا پسند اور حکمران طبقہ کسی اور کے مقابلے میں پاکستان کے بروئے کار آنے کی زیادہ مخالفت کرے گا کیونکہ' میری رائے کے مطابق' یہ حصول آزادی کا جلد ترین اور سب سے زیادہ یقینی راستہ ہے۔ انہیں اس کا علم ہے۔ اپنی خفیہ مراسلت' بیانات اور دستاویزات میں وہ اس وقت سے یہ بات کہہ رہے ہیں جب انڈیا بل پیش کیا گیا اور تاج برطانیہ نے حکومت ہند کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی کہ جب وہ متحدہ ہند کہتے ہیں تو ان کی مراد ہوتی ہے برطانوی سامراج کا دائمی تسلط۔ انہوں نے ہمیں اس ڈگر پر ایک صدی سے ڈال رکھا ہے۔ وہ 'ہندوؤں اور مسلمانوں' کو مصنوعی طریقے سے یکجا رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ہمارے سامنے غیر قدرتی طور پر ہندو ہند یا ہند کی متحد و جمہوری پارلیمانی حکومت کا تصور لہراتے رہتے ہیں'۔ یہ محض ایک حربہ ہے جو انہیں آخر کار یہ کہنے کا ایک ٹھوس جواز فراہم کر دیتا ہے جیسا کہ انہوں نے قانونی حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء کی تدوین کے وقت کہا "ہم آپ کی لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے ہند کی ترقی اور اس کے بہبود کو موخر نہیں کر سکتے اور ہم' جو انتخاب الٰہی ہیں اور جن کے سپرد ایک مشن ہے' آپ کے درمیان مفاہمت ہونے تک انتظار نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ہم ایک دستور وضع کریں گے اور اسے برسر پیکار عناصر پر بڑے سرداروں کی طرح نافذ کر دیں گے۔ "اس طرح کے دستور کے تحت نہ ہندو' نہ مسلمان اور نہ ہی عوام کا کوئی اور طبقہ آزاد یا خود مختار ہو سکتا ہے۔"

نامہ نگار نے کہا : "پنجاب میں حکومت اور اس کے گماشتوں کی جانب سے یہ پروپاگنڈا کیا جا رہا ہے کہ آپ کو محوری طاقتوں کے خلاف مساعی جنگ میں کوئی دلچسپی نہیں ہے اور پنجاب میں مسلم لیگی وزارت کے تحت ان مساعی کو زک پہنچے گی۔" مسٹر جناح نے جواب دیا : "یہ بالکل نا درست ہے۔ ہم نے مساعی جنگ میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی۔ اس کے برعکس ہم نے آغاز جنگ سے بار بار واضح طور پر یہ کہا ہے کہ ہم یہاں کوئی بیرونی جارحیت نہیں چاہتے۔ ہم اپنے اوطان کے

دفاع اور مساعیٔ جنگ میں تعاون کے لئے تیار اور آمادہ ہیں۔ لیکن برطانوی حکومت نے ہمارے دوستی کے ہاتھ کو تھامنے سے انکار کر دیا اور اس وجہ سے ہم اپنی طرف سے اعانت پیش نہیں کر سکے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہم غلاموں کی طرح سارا بوجھ اور ذمہ داری اٹھائیں جب کہ اقتدار ان کے ہاتھوں میں رہے۔"

جب یہ دریافت کیا گیا کہ برطانوی قوم کے لئے آپ کا کیا پیغام ہے؟ تو مسٹر جناح نے کہا برطانوی قوم کے لئے میرا پیغام یہ ہے کہ اگر وہ مخلص ہیں — اور بہت سے لوگ ایسے ہیں — تو وہ برطانوی حکومت پر یہ دباؤ ڈالیں کہ وہ پاکستان کے اصول کو ہند کے دستوری مسائل کے واحد حل کے طور پر قبول کر لے جس کا مطلب ہے آزادی' نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ ہندوؤں اور ملک کے دیگر عناصر کے لئے بھی۔" (دی ڈان' ۱۹ اکتوبر ۱۹۴۴ء)

۱۵۱۔ مسلم ایوان تجارت بمبئی کی ضیافت میں تقریر

بمبئی ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۴ء

"سیاسی طور پر مسلم لیگ ہند کی دیگر تنظیموں کے مقابلے میں بہت بہتر ہے۔" یہ بات مسٹر جناح نے ایک ضیافت میں کہی جس کا اہتمام بمبئی مسلم ایوان تجارت نے ان کے اعزاز میں کیا تھا۔ "یہ سب کچھ ان زبردست مساعی کی بدولت ہوا جو اس کے بہت سے کارکنوں اور ان کے رفقائے کار نے کیں۔ اگر مسلم لیگ شروع نہ کی جاتی تو مسلمان سیاسی طور پر ختم ہو جاتے۔"

مسلمانوں کی اقتصادی زندگی کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے مسٹر جناح نے ان سے اپیل کی کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں اور ایسا کوئی کام نہ کریں جس سے فرقے کے مفادات کو نقصان پہنچے۔ انہوں نے مسلم تاجروں سے اپیل کی کہ وہ پارسیوں کی طرح فرقے کی اجتماعی بھلائی کے لئے کام کریں۔ "میں گذشتہ پانچ برس سے یہ تلقین کر رہا ہوں کہ مسلمانوں کو تجارتی احساس ہونا چاہیے اور اب مسلم لیگ کی کوششوں کی وجہ سے مسلمان تاجروں کے طبقے میں زندگی کی رو دوڑ گئی ہے۔

اس الزام کا جواب دیتے ہوئے کہ مسلم ایوان تجارت ایک 'فرقہ وارانہ جماعت' ہے مسٹر جناح نے کہا' یہ ہے اور یہ ایسی ہی رہیں گی۔ یہ کہنا بے کار سی بات ہے کہ مسلمان فرقہ پرست ہیں اور ہندو قوم پرست۔ "وہ ہندو قوم پرست ہیں"۔ یہ کوئی حیران کن بات نہیں کہ دنیا بھر میں ہندو اپنے حال میں مگن رہنے والے لوگ ہیں۔ مسلمان کو اقتصادی' معاشرتی اور تعلیمی اعتبار سے ان کے قریب جانے کی اجازت نہیں۔ ہندو کہتے ہیں کہ ہم بھائی بھائی ہیں۔ لیکن یہ صرف بیلٹ

باکس کے اندر ہے۔ جب بیلٹ باکس کھولا جاتا ہے تو اس طرف ہندو متحد ہوتے ہیں اور مسلمان کو تنہا چھوڑ دیا جاتا ہے۔

انہوں نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے جائز حقوق کے لئے کام کریں اور اپنی تعلیمی' معاشرتی اور اقتصادی زندگی کی تعمیر کریں۔ یہ سیاسی میدان میں بہت مفید ہو گا۔ "سیاست کے بغیر نہ ہماری زندگی ہو گی نہ ہمارا وجود"۔ تعمیر ملی کے دیگر پہلوؤں میں طلباء اور نوجوانوں کی تحریک شامل ہے۔ انہوں نے آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ ہند میں ایک طاقتور تنظیم ہے۔ طلباء سے یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ سیاست کی خاطر تعلیم کو خیرباد کہہ دیں۔ لیکن ان میں سیاسی شعور ہونا چاہیے۔ خواتین ایک عنصر ہیں اور انہوں نے کل ہند مسلم خواتین کی تنظیم کی سرگرمیوں کا تذکرہ کیا۔ (دی ڈان' ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۴ء)

۱۵۲۔ مسلم لیگ منصوبہ بندی کمیٹی سے خطاب

نئی دہلی' ۵ نومبر ۱۹۴۴ء

میں منصوبہ کمیٹی کے چیرمین اور اراکین کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ازرہ عنایت مجھے آج صبح کے اجلاس میں شرکت کی دعوت دی۔

چیئرمین نے مجھے اطلاع دی ہے کہ کچھ اراکین مجھ سے سوالات کرنا چاہتے ہیں۔ پس اب آپ لوگ مجھ سے منصفانہ اور صاف گوئی کے ساتھ جرح شروع کر سکتے ہیں اور جو چاہے سوال دریافت کر سکتے ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

مسلم لیگ کی جانب سے بات کرتے ہوئے میں سب سے پہلے اس امر کی وضاحت کرنا چاہوں گا کہ کس طرح یہ کمیٹی معرض وجود میں آئی۔

حالیہ برسوں کے دوران مجھے متعدد مقامات پر جانے کا موقع ملا اور میں جہاں کہیں بھی گیا میں نے یہی دیکھا کہ مسلمان ہند کی اقتصادی زندگی میں سب سے نچلے حصہ میں ہیں۔ بمبئی میں بھی چالیس برس قبل' یہ زمانہ مجھے بخوبی یاد ہے' شہر کی اقتصادی زندگی میں وہ بہت بڑے مقام پر فائز تھے۔ وہ بتدریج اس مقام سے ہٹا دیے گئے۔ ان دنوں میں اگر ملک کے کسی بھی حصے میں کسی نیک کام کے لئے روپیہ پیسہ کی ضرورت ہوتی تو وہ بمبئی کا قصد کرتے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ بمبئی کے مسلمان لکھ پتی ہیں۔ اس زمانے میں بمبئی کی اقتصادی زندگی کی زمام تین فرقوں کے ہاتھوں میں تھی: مسلمان' پارسی اور انگریز۔ گذشتہ چالیس برسوں کے دوران جو واقعات رونما ہوئے ان میں سب سے زیادہ نقصان مسلمان کو پہنچا۔ یورپی لوگ اپنے مقام پر قائم و دائم رہ سکے' کیونکہ

انہیں کچھ سہولتیں حاصل تھیں۔ پارسیوں کو بھی نقصانات اٹھانا پڑا لیکن اس حد تک نہیں جتنا مسلمانوں نے اٹھایا۔ میں اپنی بات کی وضاحت کے لئے بہت سی مثالیں دے سکتا ہوں لیکن مجھے تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔

اقتصادی شعبہ

مسلم لیگ بڑی حد تک ایک سیاسی جماعت ہے لیکن ہم مختلف شعبوں مثلاً تعلیم، سماجی بہبود وغیرہ کو علیحدہ اور اپنے احیطہ کار سے باہر نہیں رکھ سکتے۔ پس ہم نے مسلمانوں کو اقتصادی شعبے میں منظم کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ہم نے مسلمانوں کو سیاسی اعتبار سے خاصا منظم کر لیا ہے۔ ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے لیکن مسلم لیگ کی تنظیم سیاست کے میدان میں اپنے پیروں پر کھڑی ہو سکتی ہے اور اپنا کام چلانے کی اہلیت رکھتی ہے۔ اقتصادی زندگی کے شعبے میں ہم صفر کے مقام پر تھے۔ یہ وہ معاملہ تھا جس پر کافی عرصے سے میری توجہ مرکوز تھی۔ میں جہاں کہیں بھی جاتا اور جب مسلمان مجھ سے ملاقات کے لئے آتے تو میں انہیں یہی مشورہ دیتا کہ انہیں جلد سے جلد مسلم ایوان تجارت قائم کرنا چاہیے۔

نتیجتاً" اب تمام اہم صوبوں میں مسلم ایوان ہائے تجارت قائم ہو چکے ہیں اور مجھے اس پر بڑی خوشی ہے کہ انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ مسلم ایوان ہائے تجارت کے وفاق میں شامل ہو کر متحد ہو جائیں۔ مسلم ایوانہائے تجارت کا دفتر دہلی میں کھل گیا ہے اور اس کا سیکرٹری بھی موجود ہے۔ مختلف ایوان ہائے تجارت کا اس سے الحاق ہو رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وفاق کا ایک اجلاس نومبر کے اخیر یا دسمبر کے اوائل میں یہاں منعقد ہونے والا ہے۔ اس طرح آپ حضرات دیکھیں گے کہ ہم نے مسلم تجارت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا ہے جہاں وہ ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کر سکیں گے، تبادلہ خیال کر سکیں گے کہ کیا ہو رہا ہے اور انہیں کیا کرنا چاہیے۔ میں اپنے ذاتی علم کی بنا پر کہہ سکتا ہوں اگر آج برلا، پرشوتم داس، پدم پت یا کوئی اور بڑا تاجر یہ کہتا ہے کہ اس نے کسی صنعتی یا کسی دیگر تجارتی منصوبہ کا بغور مطالعہ کر لیا ہے اور وہ اسے جامہ عمل پہنانا چاہتا ہے تو بغیر ذرا سی بھی دقت کے اسے مطلوبہ سرمایہ حاصل ہو جائے گا۔ اسے صرف اتنا کہنا ہو گا کہ "میں نے اس چیز کا جائزہ لے لیا ہے اور اسے شروع کرنے کے لئے دو کروڑ کا سرمایہ درکار ہو گا۔ فوراً ہی پیسہ آنا شروع ہو جائے گا۔ اسے کاسہ گدائی لے کر نکلنے کی احتیاج نہ ہو گی وہ صرف اپنے بڑے تاجر بھائیوں سے رابطہ قائم کرے گا اور انہیں بتائے گا کہ انہیں کتنی رقم کی سرمایہ کاری کرنا ہے۔ ایک دس لاکھ دیتا ہے، دوسرا بیس لاکھ، اس طرح یہ لوگ مطلوبہ سرمایے کا بڑا حصہ فراہم کر دیں گے۔ قدرتی طور پر انہیں کچھ رقم عوام سے بھی حاصل کرنا ہو گی اور اس

طرح ایک کمپنی قائم ہو جائے گی۔ آپ دیکھیں گے کہ دس میں سے نو کے وہی لوگ ڈائریکٹر ہیں اور کم و بیش انہیں لوگوں کے ہاتھ میں زمام کار ہے۔ انفرادی طور سے یا الگ الگ ان لوگوں سے معاملہ کرنا آپ کے لئے ناممکن ہے۔ اسی لئے یہ ایوان ہائے تجارت کا وفاق [معرض وجود میں لایا گیا]۔ ہم نے ماضی میں نقصان اٹھایا ہے اور اگر بیدار نہ ہوئے تو مزید نقصان اٹھائیں گے۔

مسلم ایوان ہائے تجارت کے قیام کی کوششوں کے ساتھ ساتھ ہم نے یہ محسوس کیا کہ یہ بھی ضروری ہے کہ ماہرین کی ایک کمیٹی مقرر کر دی جائے جو اقتصادی ترقی کا ایک منصوبہ وسیع اور جامع بنیاد پر مرتب کرے۔ مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ نے جس قرارداد کے ذریعہ مجھے کمیٹی مقرر کرنے کا اختیار دیا وہ کچھ احسن طریقے سے مرتب نہیں کی گئی تھی۔ تاہم میں آپ لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ یہ یاد رکھیں کہ یہ قرارداد غیر ماہرین نے مرتب کی جن پر کام کا بہت زیادہ دباؤ تھا۔ جیسا کہ آپ کو علم ہو گا کہ مسلم لیگ کا اجلاس محض تین دن جاری رہا۔ ہم دو دن اجلاس کرتے ہیں اور تیسرے روز لوگوں کو روک کے رکھنا خاصا دشوار کام ہوتا ہے اور دوسرے اتنے بہت سے امور ہوتے ہیں جن پر بحث و تمحیص ہوتی ہے ہمیں علی الصباح دو یا تین بجے تک کام کرنا ہوتا ہے۔ ان حالات میں غیر ماہرین نے یہ قرارداد مرتب کی اور اس کے بارے میں جو دعویٰ میں کر سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ اس مقصد کا ماحصل پیش کرتی ہے اور اس کی جانب ایک اشارہ کرتا ہے جو ہمارے پیش نظر تھا۔

صنعتی شعور

اب یہ آپ کا کام ہے کہ آپ سارے معاملے پر بکمال احتیاط غور کر لیں۔ میں ایک غیر ماہر کی حیثیت سے گفتگو کرتے ہوئے یہ محسوس کرتا ہوں کہ آپ کے غور و فکر کی ایک جہت یہ ہو گی کہ مسلمانوں میں تجارتی اور صنعتی شعور بیدار کیا جائے۔ جب آپ کا اجلاس منعقد ہو گا تو اس کی قراردادیں اور کارروائی اخبارات کو بغرض اشاعت ارسال کی جائیں گی اور یہ امر بھی مسلمانوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے میں معاون و مددگار ثابت ہو گا۔ میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ جو کمیٹی تشکیل دی گئی وہ ایسے افراد پر مشتمل ہے جو کسی بھی قوم اور دنیا کے کسی بھی ملک کے لئے سرمایہ افتخار ہو سکتے ہیں۔ آپ میں سے ہر ایک اپنے اپنے شعبہ حیات میں امتیازی حیثیت کا حامل ہے اور مجھے بڑی مسرت ہے کہ میں ایسی کمیٹی تشکیل دے سکا۔ آپ لوگوں کو تلاش کرنے میں مجھے کئی مہینے صرف کرنے پڑے۔ ایک تو مسلمانوں میں ماہرین کی تعداد بہت زیادہ نہیں اور ان میں سے بعض سرکاری ملازمت سے وابستہ ہیں۔ ویسے بھی مسلمانوں میں ایسے بڑے ادارے بھی مشکل سے ہوں گے جو واقعتاً کسی ٹھوس اور بڑی صنعت کو چلاتے ہوں گے۔ اور

زندگی کے مختلف شعبوں میں صف اول کے آس پاس تو مسلمان کہیں بھی نہیں۔ لہٰذا میں خود کو خوش قسمت تصور کرتا ہوں کہ میں آپ لوگوں کو یکجا کر پایا۔ پہلا مقصد' جیسا کہ میں نے ابھی ابھی نشاندہی کی ہے مسلمانوں کی توجہ ان امور پر مرکوز کرنا ہے جو ان کی اقتصادی زندگی کو اہم طریقے سے متاثر کرتے ہیں۔ دوسری چیز یہ ہے کہ بہت سے لوگ کیلیتا" بیدار ہیں اور کہیں نہ کہیں کچھ کر گزرنے کے لئے آمادہ و مضطرب ہیں۔ لیکن ہم مواقع اور امکانات کے بارے میں مختلف قسم کی باتیں سنتے رہتے ہیں' میں بالخصوص پاکستان کے علاقوں کے بارے میں بات کر رہا ہوں۔ ایک تو موضوع پر کافی مواد موجود نہیں ہوتا اور جو ہے اسے بھی مستند طریقے سے عوام کے سامنے پیش نہیں کیا گیا۔ کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ پاکستان کے علاقے کم و بیش معدنی وسائل سے محروم ہیں اور اقتصادی اعتبار سے ہم قائم و دائم نہیں رہ سکیں گے۔ اس طرح ہندو اخبارات مسلسل ہمیں یہ بتاتے رہتے ہیں کہ قیام پاکستان سے مسلمان سب سے زیادہ خسارے میں رہیں گے۔ بلکہ وہ تو اس سے بھی آگے جاتے ہیں اور ہمیں یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ مملکت پاکستان دیوالیہ ہو گی۔ یہ ایک خیال ہے۔ اس کے بر عکس کچھ لوگ ہیں جو ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ یہ سب بکواس ہے اور یہ کہ ہمارے پاس پاکستانی علاقوں میں تیل' کوئلہ' خام لوہے اور دیگر معدنیات کے وافر ذخائر موجود ہیں۔ میں نہ ایک خیال کو قبول کرتا ہوں نہ دوسرے کو۔ ایک غیر ماہر کے طور پر جو کچھ کہہ سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ پاکستان دیوالیہ نہیں ہو گا۔ یہ ایک طاقتور ملک ہو گا۔ اگرچہ یہ اتنا دولت مند نہ ہو گا جتنا ہند ہے۔ تاہم یہ وہ معاملہ ہے جس کا اس نوعیت کی کمیٹی کو خود جائزہ لینا ہو گا۔ مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد آپ خود نتائج اخذ کریں گے جو مستند ہوں گے۔ آپ ترقی کے امکانی خطوط کی نشاندہی کریں گے۔ آپ پاکستانی علاقوں کے امکانات کی جانب اشارہ کریں گے اور نہ صرف پاکستان کی بلکہ ہند کی بھی جہاں ہمارے تیس ملین ہم مذہب بھائی آباد ہیں ایک رپورٹ جس پر آپ کی مہر ثبت ہو گی ایک رہنما کا کام دے گی۔ سوم آپ جن مسائل سے بھی نبٹیں میری درخواست ہے کہ ایک نکتہ آپ اپنے ذہن میں رکھیں اور وہ یہ ہے :

کوئی سرمایہ داری نہیں

یہ ہمارا مقصد نہیں ہے کہ امیر اور زیادہ امیر ہو جائے اور چند افراد کے ہاتھوں میں ارتکاز دولت کا عمل تیز سے تیز تر ہو جائے۔ عوام کا معیار زندگی عام طور سے بلند ہو اور میں توقع کرتا ہوں کہ آپ کی کمیٹی اس ضروری سوال پر پوری توجہ دے گی۔ ہمارا مطمح نظر سرمایہ دارانہ نہیں' بلکہ اسلامی ہونا چاہیے۔ من حیث المجموع عوام کے مفادات اور ان کی فلاح و بہبود ہمہ وقت

ذہن میں رہنی چاہیے۔

بلاشبہ مسلم لیگ ایک سیاسی تنظیم ہے۔ حکومت کے وسائل اس کے قبضہ قدرت میں نہیں ہیں۔ اگر حکومت کا سرمایہ ہمارے قبضہ قدرت میں ہوتا تو پھر مسلم لیگ مسلم حکومت ہوتی اور اس پوزیشن میں ہوتی کہ آپ کی رپورٹ کو کلی طور پر یا جزوا جامہ عمل پہنا سکے۔ البتہ مسلم لیگ یہ کر سکتی ہے کہ جہاں کہیں بھی مسلم لیگ کی وزارت برسر اقتدار ہو ہم کوشش کریں کہ آپ کی سفارشات کو جہاں بھی ممکن ہو جامہ عمل پہنا دیں۔ آپ کی رپورٹ ان پرعزم مسائل کا سر کچلنے میں بھی معاون ہو سکتی ہے جو موجودہ حکومت ہند معاملات کو مرکزیت عطا کرنے کی سمت میں کر رہی ہے۔ وہ اس سمت میں رواں دواں ہیں جس کا مطلب ہے کہ صوبوں کو بلدیاتی اداروں کی سطح پر لے جائیں۔ یہ وہ خطرہ ہے جس کے خلاف ہمیں نگہداشت کرنا ہو گی۔

(دی ڈان' ۷ نومبر ۱۹۴۴ء)

۱۵۳۔ مسلمان نظم و ضبط سیکھیں

دہلی میں جناح فٹ بال ٹورنامنٹ کے افتتاح کے موقع پر تقریر

دہلی ۱۶ نومبر ۱۹۴۴ء

"ہند کے مسلمان ڈھالے جانے کے عمل سے گزر رہے ہیں اور انہیں ٹھوک پیٹ کر ایک مضبوط قوم کی شکل دی جا رہی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جب وہ موجودہ مرحلے سے گزر جائیں گے تو مسلم ہند ایک قوم کی حیثیت سے نہ صرف یہاں بلکہ بیرون ملک بھی بہت مضبوط ہوں گے۔" یہ اعلان قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۶ نومبر ۱۹۴۴ء کو مغل گراؤنڈ میں 'جناح فٹ بال ٹورنامنٹ' کے افتتاح کے موقع پر پرچم کشائی کی رسم ادا کرتے ہوئے کیا۔

ہزاروں تماشائیوں کے علاوہ نواب زادہ لیاقت علی خاں' چودھری خلیق الزماں' قونصل جنرل ایران' مرکزی مجلس قانون ساز اور کونسل آف اسٹیٹ کے مسلم اراکین اور حکومت ہند کے مسلمان اہلکار بھی اس تقریب میں موجود تھے۔

اپنی مختصر سی تقریر جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ انہیں ٹورنامنٹ کے منتظمین کے ساتھ اشتراک عمل سے بے حد مسرت ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ٹورنامنٹ کا ایک مقصد ہے اور بہر نوع اسے وہ کچھ تو سکھا دینا چاہیے جو جسمانی' ذہنی اور اخلاقی اعتبار سے ازبس ضروری ہے۔ قائداعظم نے مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ نظم و ضبط سیکھیں اور مل جل کر کام کرنے کی عادت پیدا کریں۔ انہوں نے کہا ایسے موقعوں پر ہی نوجوان نظم و ضبط اور مل جل کر کام کرنا سیکھ سکتے ہیں

جو انہیں زندگی کے ہر شعبے میں مدد دے گا۔ (دی ڈان' ۱۳ نومبر ۱۹۴۴ء)

۱۵۴۔ عید کے استقبالیے میں تقریر

دہلی' ۲۷ نومبر ۱۹۴۴ء

"ہر قوم کو اپنی زندگی میں ایک بار زوال کا منہ دیکھنا پڑتا ہے اور پھر وہ نتیجتاً" دوبارہ ابھرتی ہے۔ ہند میں مسلمان گذشتہ دو سو برس سے ایک زوال پذیر قوم ہیں۔ اب انہوں نے یہ محسوس کر لیا ہے اور ایک طاقتور قوم کی حیثیت سے وہ ابھرنا چاہتے ہیں۔" یہ بات قائداعظم محمد علی جناح نے کہی۔ وہ عید کے ایک عوامی استقبالئے سے خطاب کر رہے تھے۔

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا : "دنیا کے مسلمان ملکوں میں شعور کی لہر دوڑ رہی ہے۔ ان کے سیاسی اور سماجی مسائل حل کرنے کے ڈھب میں بھی نمایاں تبدیلی رونما ہو رہی ہے۔ اس عالمی بیداری میں مسلمانان ہند اپنا کردار کس طرح ادا کریں گے؟ یہ دیکھنے کے لئے ابھی نگاہیں منتظر ہیں۔ ہمیں اپنا فریضہ اس طور سے ادا کرنا چاہیے کہ ہماری آئندہ نسلیں ہمارے عمل پر شرمسار نہ ہوں۔"

قبل ازیں مسٹر جناح نے کہا : "عید الاضحیٰ کے موقع پر ہماری قربانیاں ہمیں مسلسل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم قربانی کی یاد دلاتی رہتی ہیں جنہوں نے اپنے لخت جگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بھی اللہ کی راہ میں قربان کر دینے میں پس و پیش نہ کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انسانی تاریخ میں ایک مثال قائم کر دی۔ چاہیے کہ مسلمان ان کے نقش قدم پر چلیں اور ان کی قوم کو جو قربانی مطلوب ہوں اسے پیش کرنے کی تیاری کریں۔" (دی ڈان' ۲۹ نومبر ۱۹۴۴ء)

۱۵۵۔ مسلم لیگ کے آئندہ سالانہ اجلاس کے بارے میں بیان

نئی دہلی' ۲ دسمبر ۱۹۴۴ء

"آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل نے اپنے ۳۰ جولائی ۱۹۴۴ء کے اجلاس میں مجھے بحیثیت صدر آل انڈیا مسلم لیگ یہ اختیار دیا تھا کہ میں مسلم لیگ کے آئندہ سالانہ اجلاس کے انعقاد کے ضمن میں مقام اور تاریخ کا تعین کروں۔ چنانچہ نتیجتاً" میں نے مختلف صوبائی مسلم لیگوں سے ان کے صدور کے وسیلے سے سلسلہ جنبانی کی اور یہ دریافت کیا کہ اس مرتبہ مسلم لیگ کا آئندہ سالانہ اجلاس کہاں منعقد ہونا چاہیے؟ اگرچہ متعدد صوبوں نے نہایت پرخلوص دعوت نامے ارسال کئے لیکن متفقہ رائے یہی تھی کہ آئندہ سالانہ اجلاس پنجاب میں لاہور کے مقام پر منعقد

ہو۔ ہند کے مختلف حصوں سے موصول ہونے والی آراء پر غور و خوض کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ من حیث المجموع لاہور سب سے زیادہ مناسب مقام ہو گا۔ چنانچہ میں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ۱۹۴۵ء کی ایسٹر کی تعطیلات کے دوران منعقد ہو گا۔ ٹھیک ٹھیک تاریخ اور پروگرام کا اعلان جس قدر جلد ممکن ہو گا کر دیا جائے گا۔

میں نہایت خلوص کے ساتھ ان مختلف صوبوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے پر جوش دعوت نامے ارسال کئے اور مجھ پر زور دیا کہ آئندہ سالانہ اجلاس ان صوبوں میں منعقد کیا جائے۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ لوگ یہ سمجھ لیں گے کہ ہماری تنظیم کے بہترین مفاد کے پیش نظر لاہور کا انتخاب موزوں ترین ہے۔"

(دی ڈان' ۳ دسمبر ۱۹۴۴ء)

۱۵۶- وزیراعظم سندھ کے ساتھ مذاکرات پر بیان

نئی دہلی ۵ دسمبر ۱۹۴۴ء

"سر غلام حسین ہدایت اللہ وزیراعظم سندھ اور مسٹر جی۔ ایم سید' صدر سندھ صوبہ مسلم لیگ کے ساتھ میرے مذاکرات ہوئے۔ جس میں نواب زادہ لیاقت علی خاں نے ازراہ عنایت میری درخواست پر میری اعانت کی۔ سیر حاصل بحث و تمحیص کے بعد ہم ایک مفاہمت پر پہنچ گئے۔ اکثر و بیشتر مسائل کا تعلق داخلی امور سے تھا۔

"اول : مجلس قانون ساز کے متوقع ضمنی انتخابات : اس ضمن میں مقامی پارلیمانی بورڈ کے فیصلوں سے کچھ امیدوار جنہیں منتخب نہیں کیا گیا مطمئن نہیں ہوئے اور انہوں نے مرکزی پارلیمانی بورڈ کے سامنے اپنی اپیلیں دائر کر دی ہیں۔ مرکزی پارلیمانی بورڈ ایک آئینی ادارہ ہے جسے اپیلوں کی سماعت اور ایک امیدوار کے انتخاب کے سلسلے میں حتمی فیصلے کے جملہ اختیارات حاصل ہیں۔ اس ادارے نے اس معاملے کو پہلے ہی اپنی تحویل میں لے لیا ہے اور اب ہمارے لئے اس معاملے میں مداخلت کی راہ کھلی نہیں ہے۔ لہٰذا اب اس معاملے کا قطعی فیصلہ مرکزی پارلیمانی بورڈ ہی کرے گا۔

"دوم : ضلع اور صوبائی مسلم لیگ کے متوقع انتخابات کے انعقاد اور ان کی نگرانی کے ضمن میں کچھ اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ ان انتخابات کی جنوری کے آخر یا فروری ۱۹۴۵ء کے شروع میں توقع ہے۔ یہ معاملہ ایک اور ادارے کے احیطہ کار میں آتا ہے اور اس ادارے کو اس معاملے کی پہلے ہی اطلاع ہو چکی ہے اور اس نے اس پر کام شروع کر دیا ہے۔ اس لئے ہم اس احیطہ کار اور اختیار میں مداخلت کے مجاز نہیں ہیں وہ ہی اس معاملے کو حتمی طور پر نمٹائیں گے۔

"سوم : مسٹر راجر ٹامس کی وزیر کی حیثیت سے تقرری کے سوال پر گفتگو ہوئی اور ہم نے کچھ فیصلے کئے اور سر غلام حسین ہدایت اللہ نے اس امر سے اتفاق کیا کہ وہ ان فیصلوں کو جامہ عمل پہنائیں گے۔

"چہارم : سرغلام حسین ہدایت اللہ اور مسٹرجی۔ ایم سید کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرائی گئی کہ آئین اور قواعد و ضوابط کے تحت مجلس قانون ساز کی مسلم لیگ پارٹی مرکزی پارلیمانی بورڈ کی منظوری کے بنا کسی اور پارٹی کے ساتھ اتحاد قائم نہیں کر سکتی۔

"پنجم : مسلم لیگ کے پروگرام کی بعض شقوں کے مجلس قانون ساز میں رو بہ عمل لانے سے متعلق بعض امور پر گفتگو ہوئی۔

"آخر میں سندھ انتظامیہ میں پھیلی ہوئی بدعنوانیوں کے سوال پر تبادلہ خیال ہوا۔ بدقسمتی سے یہ معاملہ صرف سندھ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ دوسرے صوبوں میں بھی موجود ہے۔ حتیٰ کہ دہلی بھی اس سے مبرا نہیں ہے۔ تاہم سر غلام حسین ہدایت اللہ پر زور دیا گیا کہ وہ اس لعنت کو ختم کرنے کے لئے فوری اقدام کریں اور اگر ضروری ہو تو اس مقصد کے لئے ایک خصوصی آفیسر کی تقرری عمل میں لائیں۔" (دی ڈان' ۶ دسمبر ۱۹۴۴ء)

۱۵۷۔ لاہور میں یوم اقبال کی تقریب پر پیغام

نئی دہلی دسمبر ۱۹۴۴ء

میں آج کے دن' اپنے قومی شاعر اقبال کی پیار بھری یاد کو اپنی طرف سے خراج عقیدت پیش کرتا ہوں' جو اس عظیم شاعر' دانا' فلسفی اور مفکر کی یاد کے طور پر منایا جا رہا ہے اور اس قادر مطلق سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ان کی روح کو دائمی سکون بخشے۔ آمین

ہر چند کہ وہ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں لیکن ان کا شعر' جو لافانی ہے' ہماری رہنمائی اور فیضان روحانی کے لئے ہمیشہ موجود رہے گا۔ ان کی شاعری طرز کے اعتبار سے حسین اور زبان کے لحاظ سے دلکش ہونے کے علاوہ ہمارے سامنے اس عظیم شاعر کے ذہن اور قلب کی ایک تصویر پیش کرتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ انہیں اسلامی تعلیمات سے کس قدر گہری عقیدت تھی۔ وہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایک سچے اور وفا کیش پیرو کار تھے —— اول مسلمان اور آخر مسلمان۔ وہ اسلام کے شارح اور اس کی صدا تھے۔

اقبال محض ایک مبلغ اور فلسفی نہیں تھے وہ حوصلے اور عمل' استقامت اور خود انحصاری کے علمبردار تھے اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ اللہ تبارک تعالیٰ پر مکمل بھروسہ اور اسلام سے

لگن رکھتے تھے ان کی ذات ایک شاعر کی مثالیت اور ایک ایسے فرد کی حقیقت پسندی کا مجموعہ تھی جو معاملات کو عملی نقطہ نظر سے دیکھتا ہے۔ اللہ پر ایمان' مسلسل اور ان تھک عمل ان کے پیغام کا لب لباب ہے اور اس معاملے میں وہ صحیح اسلامی شکل میں جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ اسلامی اصولوں پر ان کا غیر متزلزل ایمان ہے۔ان کے نزدیک زندگی میں کامیابی کے معنی ہیں اپنی خودی کا ادراک اور اس کا حصول' اور اس مقصد کو حاصل کرنے کا واحد طریقہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہے۔ بنی نوع انسان کے نام ان کا پیغام ہے عمل کیجئے اور اپنی خودی پہچانئے۔

ایک عظیم شاعر اور فلسفی ہونے کے باوصف وہ کوئی معمولی درجے کے عملی سیاستدان نہیں تھے۔ اسلام کی اقدار پر پختہ یقین اور ایمان رکھتے ہوئے وہ ان چند لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے ہند کے شمال مغربی اور شمال مشرقی منطقوں میں' جو تاریخی اعتبار سے مسلمانوں کے اوطان ہیں' اس نوع کی اسلامی مملکت کے قیام کے امکانات پر غور کیا۔

میں اس "یوم اقبال" کی تقریب کے ساتھ بہ صمیم قلب خود کو شامل سمجھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ ہمارے قومی شاعر نے جن آدرشوں کا پرچار کیا ہے ہم انہیں حاصل کر سکیں اور اپنی خودمختار مملکت پاکستان میں' جب وہ قائم ہو' انہیں جامہ عمل پہنا سکیں۔ (دی ڈان' ۱۱ دسمبر ۱۹۴۴ء)

۱۵۸۔ سر تیج بہادر سپرو کے ساتھ مراسلت

مکتوب منجانب سر تیج بہادر سپرو بنام مسٹر ایم۔ اے۔ جناح

۱۰ دسمبر ۱۹۴۴ء

ڈیر مسٹر جناح!

جیسا کہ آپ کو علم ہو گا گذشتہ نومبر کی ۱۸ اور ۱۹ تاریخ کو نان پارٹی کانفرنس کی مجلس قائمہ کا اجلاس نئی دہلی میں منعقد ہوا۔ اس میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس کے مطابق میں نے ۱۹ نومبر ۱۹۴۴ء کو ایک پریس کانفرنس میں بیان دیا۔ میں اس کے ساتھ قرار داد کی شائع شدہ نقل اور بیان کی تلخیص ملفوف کر رہا ہوں۔

اسی کی مطابقت میں ایک کمیٹی مقرر کی گئی ہے جس کے اراکین کے نام اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں۔

اس کمیٹی کا بڑا کام تفتیشی نوعیت کا ہے۔ یہ ذاتی روابط یا دیگر طریقوں سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے گی کہ ہند کے مستقبل کے دستور کی بنیاد کے بارے میں بڑی سیاسی جماعتوں کی رائے کیا ہے۔ یہ بکمال احتیاط کے تعلق میں تجاویز کے جملہ مضمرات کا مطالعہ کرے گی۔بشمول ان

تجاویز کی پوری اہمیت دے گے جو حالیہ گاندھی- جناح اور سی را جگوپال اچاریہ کی جانب سے پیش کی گئیں- یہ ہندو مہاسبھا' سکھوں اور پست اقوام کے مطالبات کا بھی کچھ کم غائر نظری سے مطالعہ نہیں کرے گی۔کمیٹی توقع کرتی ہے کہ متصادم خیالات کے تفصیلی اور غیر متعصبانہ جائزے کے بعد شاید اس کے لئے ایسی ٹھوس تجاویز پیش کرنا ممکن ہو جو موجودہ تنازعات کے حل کی راہ سجھا سکیں-

لہٰذا میں نہایت خلوص کے ساتھ کمیٹی اور اپنی جانب سے آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ مجھے اور کمیٹی کے ایک یا دو ارکان کے ساتھ ملاقات کا موقع دیں گے تاکہ آپ سے مسئلہ کے عملی پہلوؤں کے بارے میں صراحت حاصل کی جا سکے- میں آپ کا بہت ممنون ہوں گا اگر آپ اپنی سہولت کے مطابق ملاقات کی دو متبادل تاریخوں کا تعین کر دیں اور یہ بھی بتا دیں کہ ہم آپ سے کہاں ملاقات کر سکتے ہیں-

آپ کا مخلص

تیج بہادر سپرو

ڈیر سر تیج!

مجھے آپ کا مکتوب مرقومہ ۱۰ دسمبر موصول ہو گیا ہے اور اس کے ساتھ مجلس قائمہ کی اس قرار داد کی شائع شدہ نقل جو ۱۸' ۱۹ نومبر کو منظور کی گئی اور آپ کے اس بیان کی تلخیص جو آپ نے اس ماہ کی ۱۹ تاریخ کو جاری کیا' مل گئی ہے اور ان کے لئے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں-

مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا ہے کہ مَیں نان پارٹی کانفرنس یا اس کی مجلس قائمہ کو تسلیم نہیں کر سکتا- پھر اس کے جلو میں یہ بات آتی ہے کہ میں اس کمیٹی کو بھی تسلیم نہیں کر سکتا جسے حال ہی میں نان پارٹی کانفرنس کی مجلس قائمہ نے اس مقصد اور ڈھب کے لئے مقرر کیا ہے جس کے ذریعہ آپ موجودہ سیاسی صورت حال سے نمٹنا چاہتے ہیں- آپ کی نان پارٹی کانفرنس کے بارے میں میرے خیالات کا آپ کو اور عامتہ الناس دونوں کو پہلے سے بخوبی علم ہے- ان حالات میں مَیں آپ کے خط میں مذکور آپ کے ارشاد کی تعمیل سے قاصر ہوں-

تاہم مجھے امید ہے کہ آپ یہ بات سمجھ لیں گے کہ اس سے ذاتی طور پر آپ کی اہانت مقصود نہیں- اگر آپ نے نان پارٹی کانفرنس کی اس کمیٹی کی جانب سے سوا' جس کا آپ نے اپنے خط میں ذکر کیا' ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا ہوتا تو مجھے آپ سے مل کر مسرت ہوتی-

آپ کا مخلص

ایم- اے- جناح

۱۵۹- شمال مغربی سرحدی صوبے کے معاملات پر بیان

نئی دہلی ۱۲ دسمبر ۱۹۴۴ء

"صوبہ سرحد کے وزیراعلیٰ اور ان کے رفقائے کار ازراہ عنایت دہلی تشریف لائے اور مجھے ان سے ملاقات کر کے مسرت ہوئی۔ صوبہ سرحد میں مسلم لیگ پارٹی اور وزرا کے ضمن میں مجلس قانون ساز کے اندر اور مسلم لیگ تنظیموں کے حوالے سے مجلس کے باہر صورت حال کے مبسوط جائزے کے بعد ضلعی اور صوبائی مسلم لیگ کے حوالے سے مجلس قانون ساز کے اندر اور باہر تنظیم کو مزید بہتر بنانے کے سلسلے میں بعض خطوط متعین کئے گئے۔

مختلف امور کے بارے میں جن پر بحث و تمحیص ہوئی مکمل اتفاق رائے پایا گیا اور جو اقدام کئے جانے ہیں ان کے حوالے سے متفقہ طور پر فیصلے کئے گئے۔ مجھے بھروسہ ہے کہ انہیں جامہ عمل پہنانے میں مزید تاخیر نہیں ہو گی۔" (دی ڈان' ۱۳ دسمبر ۱۹۴۴ء)

۱۶۰- کراچی مسلم ایوان تجارت کے سپاسنامے کا جواب

کراچی ۱۷ دسمبر ۱۹۴۴ء

مسٹر ایم- اے- جناح نے کراچی مسلم ایوان تجارت کے سپاسنامے کے جواب میں جو انہیں مسلم جم خانہ کے میدان میں پیش کیا گیا تھا' تقریر کرتے ہوئے پاکستان کے علاقوں میں اقتصادی امکانات کو بھرپور ترقی دینے کی ضرورت پر زور دیا۔ مسلم لیگ کے ممتاز رہنما جن میں مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اراکین شامل تھے' موجود تھے۔ مسلم تاجر برادری کو یہ مشورہ دینے کے بعد کہ وہ اٹھ کھڑے ہوں اور سرگرم عمل ہو جائیں' مسٹر جناح نے کہا کہ اقتصادی پوزیشن کسی بھی قوم کا مضبوط ترین ستون ہوتا ہے۔ قوموں کے مابین بڑی بڑی جنگوں کی بنیادی وجوہ میں اقتصادی عناصر شامل رہے۔ اقتصادی شعبے میں مسلمان جتنے زیادہ طاقتور اور مضبوط ہوں گے اتنی ہی جلد وہ پاکستان حاصل کر سکیں گے۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا اگر آپ صرف اپنے گرد و پیش پر نظر ڈالیں تو آپ دیکھیں گے کہ پاکستان کے علاقوں میں زبردست میدان اور زبردست امکان موجود ہے صرف آپ ان کو صحیح طرح سے دیکھیں اور اپنی گرفت میں لے لیں۔ انہوں نے ایوان کو مشورہ دیا کہ وہ اس مسئلہ کو سائنٹیفک طریقے سے نمٹائیں۔

۱۲۱- سندھ میں آئینی صورت حال پر بیان

بمبئی ۷ جنوری ۱۹۴۵ء

مسٹر ایم- اے- جناح نے اس مراسلت کا جواب دیا جو انہیں سر غلام حسین ہدایت اللہ اور دیگر بہت سے ممتاز مسلمان رہنماؤں کی جانب سے موصول ہوئی-

قائداعظم نے ان مختلف نکات کی صراحت کی جو مجلس قانون ساز سندھ کے ضمنی انتخاب، صوبائی مسلم لیگ کے آنے والے انتخابات، مجلس قانون ساز سندھ میں مسلم لیگ پارٹی کی پوزیشن اور مجلس قانون ساز سندھ کی اور گروپ کے ساتھ اتحاد قائم کرنے کی شرائط کے ضمن میں اٹھائے گئے ہیں-

مسٹر جناح نے مسلمانان سندھ سے اپیل کی کہ وہ آئین کے مطابق کام کریں اور صلح و آشتی، تعاون اور اتحاد کے ساتھ تنظیم کی تعمیر کریں-

مسٹر جناح نے سر غلام حسین ہدایت اللہ کو پیش آمدہ مختلف نکات اور سندھ مسلم لیگ تنظیم میں پیدا ہونے والے واقعات کو ملحوظ رکھتے ہوئے حسب ذیل جواب دیا:

۱- میری جانب سے بیان دہلی اس اتفاق رائے کے بعد دیا گیا جو نواب زادہ لیاقت علی خاں اور میری موجودگی میں طے پا گیا تھا-

۲- مجلس قانون ساز سندھ کے ضمنی انتخاب کا معاملہ مقامی [پارلیمانی] بورڈ کے احیطہ کار میں آتا ہے جو مشروط ہے اس اپیل سے جو مرکزی پارلیمانی بورڈ کے سامنے پیش کی جا سکتی ہے- اور یہ میرے لئے ممکن نہیں تھا کہ میں ان کے معمول کے کام اور ان کے احاطہ کار میں مداخلت کروں-

۳- جہاں تک کہ صوبائی مسلم لیگ اور ضلعی مسلم لیگوں کے آنے والے انتخابات کا تعلق ہے یہاں بھی مسلم لیگ تنظیم کے بارے میں جملہ اختیارات مجلس عمل کو حاصل ہیں اور ان معاملات سے نمٹنا ان کا کام ہے، اور ان کے احاطہ کار میں داخل ہے-

۴- جہاں تک مجلس قانون ساز سندھ میں مسلم لیگ پارٹی کا تعلق ہے، سر غلام حسین ہدایت اللہ اس کے قائد ہیں اور جب تک انہیں پارٹی کا اعتماد حاصل ہے وہ وزارت میں اپنے مسلم رفقاء کار کا انتخاب اس انداز سے کر سکتے ہیں، اور ایسا کرنا ان کی ذمہ داری ہے جیسا وہ مناسب سمجھیں- اور سر غلام حسین ہدایت اللہ کی اس پوزیشن کو ان تمام لوگوں نے تسلیم کیا تھا جو

دہلی کے جلسے میں موجود تھے۔

۵۔ یہ کہ مسلم لیگ پارٹی مجلس [قانون ساز] کسی گروپ کے ساتھ اتحاد قائم نہیں کر سکتی جب تک کہ مرکزی پارلیمانی بورڈ مجوزہ اتحاد کی شرائط کی منظوری نہ دے دے۔

ان شرائط کی روشنی میں جو متفقہ طور پر طے کی گئیں اب یہ سندھ کے عوام کا کام ہے کہ وہ اپنی تنظیم کی تعمیر صلح آشتی' تعاون اور اتفاق و اتحاد کے ساتھ کریں۔ مجھے امید ہے کہ لیگ کی تنظیم میں جو سربرآوردہ لوگ شامل ہیں وہ یہ محسوس کریں گے کہ اگر وہ فی الحقیقت مقصد کی خدمت اور ہمارے عوام کی فلاح و بہبود کی ترقی کے لئے کام کرنے کے خواہشمند ہیں تو وہ مل جل کر کام کریں گے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے آئین' قواعد و ضوابط اور قائم شدہ اداروں کو درہم برہم نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں تنظیم کی معمول کی کارکردگی اور اس کے مختلف اداروں کی جو مخصوص معاملات سے نمٹنے کے لئے قائم کئے گئے ہیں اور انہیں خصوصی اختیارات دیئے گئے ہیں' ان میں مداخلت کرنے سے قاصر ہوں۔

لہٰذا میں ایک بار پھر مسلمانان سندھ سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ وفاداری کے ساتھ اور ہمارے آئین کے مطابق کام کریں اور ہمارے لوگوں کے درمیان یگانگت اور اتحاد قائم کریں۔

(دی ڈان' ۸ جنوری ۱۹۴۵ء)

۱۶۲۔ مسلمانان احمد آباد سے خطاب

احمد آباد' ۱۲ جنوری ۱۹۴۵ء

شام کو مسٹر ایم۔ اے۔ جناح کو ایک جلوس میں شہر کا گشت کرایا گیا۔ جلوس خوبصورتی کے ساتھ سجائی ہوئی اور پُر ہجوم راہوں سے گزرا۔ لوگ پھریرے اٹھائے ہوئے تھے جن پر مختلف عبارتیں درج تھیں : مثلاً "پاکستان ہماری آخری جدوجہد ہے۔" مسٹر جناح کو ہاروں سے لاد دیا گیا۔ جگہ جگہ انہیں عطیات کی تھیلیاں پیش کی گئیں جن کا میزان پچاس ہزار روپیہ کے لگ بھگ ہوا۔

مسٹر جناح نے ایک پُر ہجوم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانان احمد آباد کا اس محبت کے لئے شکریہ ادا کیا جو ان پر نچھاور کی گئی' مسٹر جناح نے مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ مسلم لیگ کے پرچم تلے متحد ہو جائیں۔ انہوں نے کہا اگر ہم متحد ہو جائیں تو حصول پاکستان ایک یقینی امر ہو گا۔ انہوں نے کہا : "ہم ہندوؤں' عیسائیوں اور دیگر فرقوں کو یقین دلاتے ہیں کہ جب ہم حصول پاکستان کے لئے جدوجہد کرتے ہیں تو دراصل ہم سارے ملک کی آزادی کے لئے جدوجہد کر رہے

ہوتے ہیں۔"   (اے۔ پی۔ آئی' دی ڈان' ۱۴ جنوری ۱۹۴۵ء)

۱۶۳۔ تحریک پاکستان کیلئے جدوجہد کسی اور فرقے کے خلاف نہیں

بلدیہ احمد آباد کے سپاسنامے کے جواب میں تقریر

احمد آباد ۱۳ جنوری ۱۹۴۵ء

اس امر کی یقین دہانی کراتے ہوئے کہ پاکستان کے لئے جدوجہد کسی اور فرقے کی بدخواہی پر مبنی نہیں ہے' قائداعظم محمد علی جناح نے بلدیہ احمد آباد کے سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ حصول پاکستان برصغیر ہند کی آزادی کے بغیر ممکن نہیں ہو گا۔" انہوں نے کہا :

خواہ ہم برادر فرقوں کے تعاون اور ان کی خیر سگالی کے ساتھ کامیابی حاصل کرتے ہیں یا ہم تنہا حصول پاکستان کے لئے لڑتے ہیں' اس کا مطلب ہے ہند کے جملہ لوگوں کی آزادی۔ مجھے علم ہے کہ یہ ایک ایسا پہلو ہے جسے بہت سے لوگ نہیں سراہتے۔

میں سمجھتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ ہند اور ہند کے تمام لوگوں کی آزادی کی جلد سے جلد اور مختصر ترین راہ اس امر میں مضمر ہے کہ ہم قیام پاکستان پر اتفاق کر لیں۔ ایک دن شاید آپ یہ محسوس کریں گے کہ میرے نصب العین کی حقیقی مخالفت زیادہ شد و مد کے ساتھ ہمارے برادر فرقوں کی طرف سے نہیں بلکہ ہمارے حکمرانوں کی جانب سے ہو گی۔

سپاسنامہ پیش کرنے پر بلدیہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ جذبہ خیر سگالی کے ساتھ سارے فرقے زندگی کے مختلف شعبوں میں صلح آشتی کے ساتھ کام کر سکتے ہیں۔

قائداعظم نے بلدیہ پر زور دیا کہ احمد آباد کے غریبوں کے قابل مذمت حالات زندگی اور ان کی رہائش گاہوں کو بہتر بنایا جائے کہ ان کی محنت اور پسینے کی وجہ سے ہی یہ شہر پھل پھول رہا ہے۔ ۱۹۱۶ء سے شہری زندگی کی سہولتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ پیسے والوں کے لئے جدید مضافاتی بستیاں آباد ہو رہی ہیں لیکن غریب غریب ہی چلے آ رہے ہیں اور بدستور جھگیوں میں آباد ہیں۔

سپاسنامے کا حوالہ دیتے ہوئے جس میں ان کی درازی عمر کی دعا کی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ وہ "اس بد نصیب سر زمین کے جملہ باشندوں کو امن' آشتی اور اتحاد سے مالا مال کر سکیں" مسٹر جناح نے کہا کہ اگر میں ایسا کر سکوں اور امن' آشتی اور اتحاد قائم کرنے میں کوئی کردار ادا کر سکتا ہوں تو آپ مجھے کسی سے پیچھے نہیں پائیں گے' لیکن یہ عظیم چیزیں یک طرفہ کوششوں سے حاصل نہیں ہو سکتیں۔ ان کا حصول صرف اس ملک کے لوگوں کے ہر طبقے کے ساتھ عدل و انصاف کی روشنی میں سب کی مخلصانہ مساعی کی بدولت ہو سکتا ہے۔ (دی ڈان' ۱۴ جنوری ۱۹۴۵ء)

۱۶۴- تجارتی، فنی اور سائنسی تعلیم حاصل کیجئے

چوتھی گجرات مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے افتتاح پر مسلم نوجوانوں کو تلقین

احمد آباد ۱۴ جنوری ۱۹۴۵ء

قاضی محمد عیسیٰ صدر صوبہ مسلم لیگ بلوچستان نے کانفرنس کی صدارت کی- کثیر تعداد میں مندوبین اور سامعین نے کانفرنس میں شرکت کی جو ایک وسیع و عریض پنڈال میں منعقد ہوئی-

مسٹر ایم- اے- جناح نے جنہوں نے چوتھی مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا افتتاح فرمایا اپنی افتتاحی تقریر میں تعلیم کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے انہوں نے مسلمانوں کو پُرزور الفاظ میں ترغیب دی کہ تاآنکہ بہتر طریقہ تعلیم ترتیب دیا جائے اور متعارف کرایا جائے انہیں موجودہ طریقہ تعلیم سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنا چاہیے- انہوں نے مسلم نوجوانوں کو تلقین کی کہ وہ آرٹس یا قانون کی ڈگریوں کے معمول کی بجائے تجارتی، فنی [تکنیکی] اور سائنسی تعلیم حاصل کریں-

مسٹر جناح تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو پُرزور تالیوں سے ان کا خیر مقدم کیا گیا- انہوں نے کہا ایک وقت تھا مجھے پلیگ تصور کیا گیا اور مجھ سے پہلوتہی کی گئی لیکن میں نے خود کو زبردستی دوسروں پر مسلط کیا، ایک جگہ سے دوسری جگہ ناخواندہ مہمان کی طرح گیا- لیکن اب صورت حال مختلف ہے- مسلم لیگ کی نشوونما اس عمدگی سے ہوئی ہے کہ نہ صرف ہمارے دوست بلکہ دشمن بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ایک نہایت طاقتور کُل ہند تنظیم ہے- لیگ کے صدر کی حیثیت سے مجھے گوناگوں فرائض سرانجام دینے ہوتے ہیں اور دعوت نامے قبول کرنے کا وقت بمشکل نکلتا ہے- انہوں نے کہا کہ اب مسلمان اس مرحلے پر پہنچ گئے ہیں جہاں ہمیں تعمیری تدابیر کی خاطر اور اپنے لوگوں کی تعلیمی، معاشرتی اور اقتصادی ترقی کے لئے اپنی قوتوں کو استحکام اور انہیں ایک جہت دینی ہو گی-

احمد آباد آنے کی دعوت قبول کرنے سے پیشتر مسٹر اسمٰعیل چندریگر، صدر بمبئی صوبائی مسلم لیگ نے انہیں بتایا کہ مسلمان ایک مڈل اسکول کو ہائی اسکول بنانے کے لئے سخت کوشش کر رہے ہیں- مسٹر جناح نے اس شرط پر آنے کی ہامی بھر لی کہ اسکول کی ترقی کے لئے پچاس ہزار روپے کی مطلوبہ رقم جمع کر لی جائے گی- اور انہیں یہ جان کر مسرت ہوئی کہ عطیات نوے ہزار روپے سے زیادہ جمع ہو گئے ہیں- انہوں نے اس توقع کا اظہار کیا کہ مسلم تعلیم کے معاملے میں گجرات، نہ صرف صوبہ بمبئی بلکہ باقی ماندہ ہند کی بھی رہنمائی کرے گا-

تعلیم کے بغیر مکمل تاریکی ہے اور تعلیم ہو تو روشنی- تعلیم ہماری قوم کے لئے زندگی اور

موت کا معاملہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا اس سرعت کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے کہ اگر آپ خود کو تعلیم نہیں دیں گے تو نہ صرف یہ کہ آپ بالکل پیچھے رہ جائیں گے بلکہ آپ ختم ہو جائیں گے۔ انہوں نے سامعین پر زور دیا کہ وہ تعلیم کے مشن کو خلوص کے ساتھ تھام لیں اور اس امر کا اہتمام کریں کہ ہر مسلمان مرد اور عورت امکانی طور پر بہترین تعلیم جو دستیاب ہو حاصل کر سکے۔ رسول مقبول ﷺ نے تو اپنی امت پر یہ فرض قرار دیا کہ وہ حصول علم کے لئے اگر چین میں جانا پڑے تو چین بھی جائیں۔ اگر ان دنوں میں جب ذرائع آمدورفت دشوار تھے یہ حکم تھا تب تو حقیقتاً مسلمانوں کو' جو اسلام کے درخشندہ ورثے کے حقیقی پیروکار ہیں' جملہ دستیاب مواقع کو بھرپور طور پر استعمال کرنا چاہیے۔ تعلیم کی ترقی کی خاطر وقت کے ایثار اور ذاتی آرام و آسائش کی بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

مسٹر جناح نے امید ظاہر کی کہ صوبہ اور باقی ماندہ ملک کے دیگر حصے گجرات کی مثال کی تقلید کریں گے۔ وہ وقت بہت جلد آ سکتا ہے جب یہ ضروری ہو جائے کہ صوبے بھر میں مسلم تعلیمی اداروں کی سرگرمیوں کو ایک واحد انتظامی بورڈ کی نگرانی میں دینا پڑے۔

موجودہ تعلیمی نظام کے نامناسب ہونے کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ آل انڈیا مسلم لیگ نے اسلامیان ہند کی تعلیم کے ضمن میں ایک اسکیم مرتب کرنے کی غرض سے ایک خصوصی کمیٹی تشکیل دی ہے۔

(دی ڈان' ۱۵ جنوری ۱۹۴۵ء)

۱۶۵۔ جان بُل کو زچ کرنے کی واحد راہ پاکستان ہے

احمد آباد مسلم اسٹوڈنٹس یونین کے زیر اہتمام جلسے میں تقریر

احمد آباد ۱۵ جنوری ۱۹۴۵ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے طلباء کے ایک پُر ہجوم جلسے سے خطاب کرتے ہوئے استدعا کی کہ مسئلہ پاکستان پر غیر جانبدارانہ طریقے سے غور کیا جائے۔ انہوں نے زور دے کر کہا جان بُل کو زچ کرنے کی واحد راہ پاکستان ہے۔ انہوں نے اس بات سے انکار کیا کہ مسلم لیگ کی حکمت عملی اور اس کا پروگرام ہندو مفاد کے خلاف ہے۔ یہ خیال کہ لیگ کی حکمت عملی کی جہت پان اسلام ازم ہے ایک ڈھکوسلے کے سوا کچھ نہیں۔ پاکستان کے لئے جدوجہد ہندوؤں کے خلاف نہیں ہے بلکہ برطانوی حکمرانی کے خلاف ہے۔ مسٹر جناح نے کہا کہ متحدہ ہند کا مطالبہ برطانوی ریشہ دوانیوں کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے کہا آپ چاہے جو کچھ بھی کہیں موجودہ متحدہ ہند ہماری وجہ سے نہیں بلکہ

مشین گنوں کی وجہ سے ہے۔

اس سے قبل اپنی تقریر میں مسٹر جناح نے طلبا کو مشورہ دیا کہ ان کا ابتدائی فریضہ خود ان کی اور ان کے والدین دونوں کی جانب یہ ہے کہ وہ اپنی تعلیم پر بھرپور توجہ دیں۔ البتہ وہ اپنی بڑی تعطیلات کے دوران مفید سماجی خدمت سر انجام دے سکتے ہیں۔ پاکستان کے نصب العین کی وضاحت کرتے ہوئے مسٹر جناح نے اس امر پر طمانیت کا اظہار کیا کہ اب بہت سے غیر مسلموں نے بھی اسے سراہنا شروع کر دیا ہے۔ لیکن بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو تعصب میں غرق ہیں اور جنہوں نے اپنی آنکھوں' کانوں اور ذہنوں کو بند کر رکھا ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے یہ سوچ رکھا ہے کہ لیگ کی حکمت عملی اور اس کے پروگرام کا مقصد پاکستانی علاقوں میں غیر مہذب فرمانروائی اور جنگی حکومت قائم کرنا ہے' جہاں کوئی بھی غیر مسلم محفوظ نہیں ہو گا۔ یہ جھوٹ کے پلندے کے سوا کچھ نہیں۔

غلط راستہ

مسٹر جناح نے کہا اصل تجربے اور ملک کے حالات کے بارے میں معلومات سے مسلمانوں کو یقین ہو گیا ہے کہ متحدہ ہند میں ایک واحد قوم کے لئے وحدانی طرز حکومت ممکن نہیں۔ یہ ہمارے دشمن تھے جنہوں نے ہمیں غلط راستے پر ڈال دیا۔ یہ برطانوی مدبروں کے ہتھکنڈوں نے ہمیں متحدہ ہند اور ایک مرکزی حکومت کی غلط راہ پر لگا دیا۔

انہوں نے کہا کہ انگریز ہم سے زیادہ بہتر طور پر اس بات سے باخبر ہے کہ پورے ہند کے لئے ایک جمہوری حکومت میں ہم ساتھ نہیں چل سکتے۔ انہوں نے وضاحت کی کہ پاکستان کا مطالبہ اس لئے نہیں کیا گیا کہ ہندو بُرے لوگ ہیں یا مسلمان بُرے لوگ ہیں بلکہ اس بات کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ ان دونوں قوموں میں بنیادی اور اساسی اختلافات ہیں۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ ہندو اور مسلمان اکبر' اورنگزیب یا چندر گپت کی حکومتوں کی طرز پر حکومت چلانے کے بارے میں نہیں سوچتے' خواہ کتنی بھی اچھی کیوں نہ ہوں۔ انہوں نے کہا "ہم سوچ رہے ہیں ایک ہر دلعزیز اور نمائندہ طرز حکومت کے بارے میں۔ ایک ایسی حکومت کے بارے میں جس کی پشت پناہ عوام کی مرضی اور ان کا اعتماد ہو جو متجانس ہوں اور یہ سوچتے ہوں کہ وہ ایک معاشرے سے متعلق ہیں۔" انہوں نے کہا کہ یہ ممکن نہیں کہ دس کروڑ مسلمانوں اور پچیس کروڑ ہندوؤں کا جن میں بنیادی اختلافات موجود ہیں' برضا و رغبت بھروسہ اور اعتماد حاصل ہو سکے۔

برطانوی مدبرین یہ جانتے تھے لیکن انہوں نے متحدہ ہند کی بات اس لئے کی کیوں کہ انہیں

اس کا علم تھا کہ اسی طریقے سے وہ سارے برصغیر ہند پر اپنی فرمانروائی کو طول دے سکتے ہیں اور اسے جاری و ساری رکھ سکتے ہیں۔ انہوں نے متحدہ ہند کے نظریے کو یہ جانتے بوجھتے آگے بڑھایا کہ یہ دونوں (ہندو اور مسلمان) اس پر کبھی متفق نہیں ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ وہ ان دونوں کو اکٹھا اس لئے رکھنا چاہتے ہیں تاکہ وہ ثالثی کا کردار ادا کر سکیں اور اس طرز کا انصاف فراہم کر سکیں جو بندر نے دو بلیوں کو فراہم کیا تھا۔ مسٹر جناح نے کہا پاکستان کی مخالفت ہو سکتی ہے' غلط تخیلات یا جذبات کی بنا پر' یا اس لئے کہ یہ ایک نیا تخیل ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ ایک ڈھونگ ہے' اور بدترین بات یہ ہے کہ یہ سودا بازی کی ایک تدبیر ہے کیونکہ مسٹر جناح ایک زیرک سیاستدان ہیں۔ انہوں نے پُرزور انداز میں کہا کہ نہ یہ کوئی ڈھونگ ہے اور نہ ہی سودے بازی کا نعرہ۔ انہیں صرف ان علاقوں سے واسطہ ہے جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں۔ انہوں نے کہا ہند کا ایک تہائی حصہ تو پہلے ہی آئینی اور قانونی اعتبار سے برطانوی ہند سے علیحدہ ہے۔ انہیں اپنے معاہداتی حقوق حاصل ہیں اور ان کے اقتدار اعلیٰ کے ساتھ سمجھوتے ہیں۔ مسئلہ تو صرف باقی ماندہ ہند کے ضمن میں ہے۔

فساد کا گڑھ

مسٹر جناح نے کہا ہند کی تقسیم اور دو حکومتوں پاکستان اور ہندوستان کے قیام سے بداعتمادی کافور ہو جائے گی' ورنہ متحدہ ہند کی حکومت ہمیشہ فساد کا گڑھ بنی رہے گی۔ انہوں نے یقین دلایا کہ ہندوستان کے علاقوں میں اقلیتوں کے ساتھ عادلانہ سلوک روا رکھا جائے گا۔ پاکستان یا ہندوستان میں فرد واحد کی حکومت نہیں ہو گی۔ اس کی بنا صرف عوامی نمائندگی اور ایک جمہوری طرز حکومت پر استوار ہو سکتی ہے۔ انہوں نے دریافت کیا پھر یہ جھگڑا کیوں؟ جس کا مطلب ہے کہ ہم ایک جگہ آ کر رک گئے ہیں یا اسے جمود کہہ لیجئے یا تعطل؟

جب انگریز متحدہ ہند کی بات کرتے ہیں تو ان کی مراد ہوتی ہے کہ کوئی نعرہ' زبردستی ایک سمجھوتہ کرا دیجئے اور عارضی طور پر ہندوؤں اور مسلمانوں کو اکٹھا کر دیجئے تاکہ وہ ہمارے سروں پر مسلط رہ سکیں۔"

تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے آئیرلینڈ کی مثال پیش کی انہوں نے کہا کہ آئرلینڈ کے لوگوں اور انگریزوں کے درمیان اتنا کچھ مشترک ہے جتنا ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان نہیں ہے اور توقع ظاہر کی کہ گجرات نہ صرف مسئلہ پاکستان پر احتیاط کے ساتھ غور کرے گا بلکہ باقی ماندہ ہند کی رہنمائی بھی کرے گا۔

ایک آواز: "نہیں"

مسٹر جناح : کوشش کر دیکھئے۔ آپ کو آپ کی آزادی صرف اسی صورت میں ملے گی اور صورت دیگر نہیں۔ (دی ڈان' ۱۶ جنوری ۱۹۴۵ء)

۱۶۶۔ مسٹر جناح کی ۶۸ ویں سالگرہ کی تقریب پر مسلمانان حیدر آباد [دکن] کے جلسہ عام کے لئے پیغام

۱۵ جنوری ۱۹۴۵ء

"مجھے اس سے زیادہ اور کسی بات سے مسرت نہیں ہو سکتی کہ مسلمان متحد ہو کر کھڑے ہو جائیں اور ہمارے عوام کی معاشرتی' تعلیمی' اقتصادی اور سیاسی ترقی کے لئے کامیابی کے ساتھ کام کریں خواہ وہ کہیں بھی کیوں نہ ہوں۔" یہ ہے وہ پیغام جو مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے حیدر آباد [دکن] میں مسلمانوں کے جلسہ عام کے نام ارسال کیا جو ۱۵ جنوری ۱۹۴۵ء کے دن مسٹر جناح کی ۶۸ ویں سالگرہ کی تقریب کے سلسلے میں منعقد کیا گیا تھا۔ میرا عظیم ترین صلہ یہ ہے کہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ ہماری مساعی ثمر آور ہو رہی ہیں اور آج مسلمانان ہند شانے سے شانہ ملا کر کھڑے ہیں اور اس ملک میں اس مقام پر پہنچ گئے ہیں جہاں انہیں اس سے کہیں زیادہ احترام اور وقار حاصل ہے جتنا انہیں گزشتہ دو صدیوں کے دوران کبھی حاصل نہ ہوا تھا۔ اگر ہم میں اتحاد اور عزم بالجزم ہوا تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اپنی منزل — کے حصول سے نہیں روک سکتی اور مجھے بھروسہ ہے ہم جتنا کہ لوگ امید کرتے ہیں اس سے جلد تر کامیاب ہو جائیں گے۔

(دی ڈان' ۱۶ جنوری ۱۹۴۵ء)

۱۶۷۔ احمد آباد میں پریس کانفرنس سے خطاب

احمد آباد ۲۹ جنوری ۱۹۴۵ء

"کانگرس کی جانب سے مسلم لیگ کی قرارداد لاہور [قرارداد پاکستان] کو تسلیم کر لینے' "ہند چھوڑ دو" کی قرار داد میں ترمیم اور جگت نرائن لال کی قرارداد' جسے آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے مئی ۱۹۴۲ء میں منظور کیا' کی تنسیخ سے متحدہ محاذ معرض وجود میں آجائے گا اور ملک کی آزادی کی منزل قریب تر آجائے گی۔"

ہند چھوڑ دو' کی قرارداد میں بہت سے جذبات کا اظہار کیا گیا ہے جن سے میں بہ صمیم قلب اتفاق کرتا ہوں اور جن کے لئے بہت سے ہندی کہیں گے "جی ہاں"۔ لیکن میں قرارداد کے اس حصے کا "کلیتا" مخالف ہوں جو مسلم مفادات سے مخاصمت رکھتا ہے۔

مثال کے طور پر مسلمان قرارداد کے اس جزو سے اتفاق نہیں کر سکتے جس میں کہا گیا ہے مجوزہ عبوری حکومت مجلس دستور ساز کے لئے ایک اسکیم ترتیب دے گی جو عوام کے جملہ طبقات کے لئے قابل قبول دستور مرتب کرے گی۔ مسلمان اس اصول کے بھی خلاف ہیں کہ مجوزہ دستور وفاقی نوعیت کا ہو جس میں وفاقی اکائیوں کے لئے زیادہ سے زیادہ خود مختاری ہو اور باقی ماندہ اختیارات بھی اکائیوں کی تحویل میں ہوں۔ اس مسئلے کا اور کوئی حل میری سمجھ میں نہیں آتا سوائے اس کے کہ اس کی بنیاد تقسیم ہند ہو۔ پچیس برس تک مسٹر گاندھی اپنی من مانی کرتے رہے۔ مجھے دو برس اپنی من مانی کرنے دیجئے اور میری پیروی کیجئے۔

مسٹر جناح نے وضاحت کی کہ جب وہ کہتے ہیں کہ "میری پیروی کیجئے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ سب کے قائد بننا چاہتے ہیں یا یہ کہ وہ ڈکٹیٹر بننا چاہتے ہیں۔ حصول آزادی کے لئے پہلی ناگزیر شرط ہے ــــ پاکستان اور ہندوستان ــــ اور ہندوستان ــــ کا متحدہ محاذ اور وہ اس میں اپنا کردار ادا کریں گے اور مشورہ دیں گے۔

مسئلے کا لب لباب یہ ہے کہ کیا آپ ہم پر اعتماد کر سکتے ہیں کہ آپ کی اقلیتیں ہمارے ساتھ رہ سکتی ہیں اور کیا ہم آپ پر اعتماد کر سکتے ہیں کہ ہماری اقلیتیں آپ کے ساتھ رہیں اور اس صورت حال کو تسلیم کر لیں کہ جہاں آپ کا غلبہ ہے وہاں آپ کی حکومت کا غلبہ ہو گا اور جہاں ہم اکثریت میں ہیں وہاں ہماری حکومت کا غلبہ ہو گا۔

اگر آپ مجھ سے ملاقات کے لئے تشریف لاتے ہیں یا میں آپ سے ملاقات کے لئے آپ کے پاس آتا ہوں تو اس سے فی الحقیقت کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں مسٹر گاندھی سے ملاقات کے لئے کہیں بھی جانے کے لئے آمادہ ہوں۔ میں غریب سے غریب آدمی کے پاس جانے کے لئے آمادہ ہوں۔ اور اس سے کہیں بڑی خواہش تو مسٹر گاندھی کے پاس جانے کی ہو گی جو لکھوکھا ہندوؤں کے رہنما ہیں۔ مسٹر جناح نے کہا کہ جب ۱۹۳۸ء میں مسٹر گاندھی نے سلسلہ جنبانی شروع کیا تو وہ کچھ لینے آئے تھے جس کی انہیں طلب تھی۔

تصفیہ کے لئے تیار ہوں

اگر میں ان [گاندھی] کے پاس جاتا ہوں اور ان سے کہتا ہوں کہ میری شرائط قبول کر لیجئے اور اگر وہ انکار کر دیتے ہیں تو ان پر تنقید کرنا کوئی معقول بات نہ ہو گی۔ ہم تقسیم ہند کی بنیاد پر ہندو قوم کے ساتھ بیٹھ کر تصفیہ کرنے کے لئے آمادہ اور تیار ہیں۔ ورنہ آگے بڑھنے کے لئے اور کوئی صورت ممکن نہیں۔ یہ کوئی اہم بات نہیں ہے کہ میں مسٹر گاندھی کے پاس جاتا ہوں یا وہ میرے پاس آتے ہیں۔

مسٹر جناح نے کہا کہ انگریز کے تسلط کے خاتمے کے بغیر پاکستان قائم نہیں ہو سکتا۔ انہیں ہندوؤں سے پاکستان نہیں مل سکتا اور نہ ہندو ان سے اکھنڈ ہندوستان لے سکتے ہیں۔ اصل میں تو یہ انگریز ہے جس کے پاس سارا کچھ ہے اور واحد زور جو مسلمان اور ہندو لگا سکتے ہیں وہ ہے متحدہ محاذ۔ مسٹر جناح نے کہا اگر گاندھی مان بھی جائیں اور سمجھوتہ بھی ہو جائے تب بھی نتیجتاً بات وہاں ختم ہو گی۔ ہمارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں رہے گا۔ تب یہ ہندوستان اور پاکستان کا کام ہو گا کہ وہ حکمران کو ہر چیز سے بے دخل کر دیں تاکہ ہم خود پر حکومت کرنے لیے آزاد ہوں۔ جس کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ وہ اس پر آمادہ ہیں۔

(دی ڈان' ۱۷ جنوری ۱۹۴۵ء)

۱۶۸۔ جامع مسجد میں جلسہ عام سے خطاب

احمد آباد' ۱۶ جنوری ۱۹۴۵ء

"مسٹر گاندھی نے جو کچھ ہمیں پیش کیا وہ کرپس تجاویز کی بُری طرح تدوین کردہ ایک شکل تھی۔" اس امر کا اعلان مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے ایک تقریر کے دوران کیا۔ وہ جامع مسجد میں ایک عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب کر رہے تھے۔ جب کہ کرپس تجاویز میں اصول پاکستان کو اس اعتبار سے تسلیم کر لیا گیا تھا کہ ان میں ہند میں ایک یا ایک سے زیادہ یونینوں کے قیام کا ذکر موجود تھا۔ مسٹر گاندھی نے وہی چیز پیش کی لیکن اتنے دُم چھلے لگا کر کہ مسلمانوں کے لئے اپنی منزل مقصود کا حصول ممکن نہ رہے۔

مسٹر جناح نے لیگ کے مطالبہ پاکستان کا اعادہ کیا اور اس کے مضمرات کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح قیام پاکستان کے ساتھ ساتھ سارے ہند کو آزادی حاصل ہو جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ ہندو' مسلمانوں کے مطالبے سے غیر ضروری طور سے خوفزدہ ہیں اور ان پر زور دیا کہ کچھ بڑے لوگوں کے ایک متحدہ ہند کی ضرورت پر بیانات کی رو میں نہ بہہ جائیں۔

انگریز اور متحدہ ہند

انہوں نے کہا کہ "وائسرائے کی کلکتہ کی تقریر ہندوؤں کے لئے خواب آور گولی تھی۔ وائسرائے نے یہ نہیں کہا کہ برطانوی حکومت کی حکمت عملی پاکستان کے خلاف ہے بلکہ صرف اتنا کہا کہ وہ نہیں سمجھتے کہ ایک بڑا عمل جراحی ضروری ہے۔ وائسرائے کی جودت طبع سے بہت کچھ اخذ کر لینا بہت بڑی غلطی ہو گی۔ انگریزوں کا متحدہ ہند کے ضمن میں موقف کا مطلب اپنا غلبہ جاری رکھنا ہے۔"

اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے کہ کچھ مذہب تبدیل کر لینے والے قوم تشکیل نہیں کرتے' مسٹر جناح نے کہا کہ یہ بات کہ ہندو اور مسلمان ایک قوم ہیں عجیب و غریب ہے۔ ایک ہندو جس نے اسلام قبول کر لیا اس کا مقاطع کر دیا گیا اور اس سے اس انداز سے قطع تعلق کر لیا گیا کہ اس میں اور اس کے فرقے میں کوئی چیز مشترک باقی نہیں رہ گئی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ رائے وہی کے ڈبے میں ہندو اور مسلمان ایک قوم ہوں کہ وہاں بھی تین ہندوؤں کا ایک مسلمان پر غلبہ ہوتا ہے۔

ہندوؤں کی گاندھی کی رہبری

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ وہ راہ جس پر مسٹر گاندھی اور کانگرس گذشتہ پچیس برس سے زیادہ عرصے سے گامزن ہیں انہیں کہیں نہ پہنچا سکی۔ مسلم لیگ آج ان سے کہتی ہے کہ "تم خود تو کہیں نہ پہنچ سکے اب میں تمہیں دکھاؤں گی کہ یہ راستہ پکڑلیں۔"

تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ مسلم لیگ کے پرچم تلے متحد اور منظم ہو جائیں۔ [اے۔ پی۔ آئی۔ دی ڈان' ۱۸ جنوری ۱۹۴۵ء]

۱۶۹۔ سر للو بھائی شاہ لا کالج یونین سے خطاب

احمد آباد' ۱۷ جنوری ۱۹۴۵ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے سر للو بھائی شاہ لا کالج یونین سے خطاب کے دوران طلبہ کو مشورہ دیا کہ "وہ وکالت کے وقار' دیانت' روایات اور اس کے طور طریقے کو برقرار رکھیں اور یہ یاد رکھیں کہ وہ ایک باوقار پیشے سے منسلک ہیں۔ انہوں نے کہا کہ "دولت ہی سب کچھ نہیں جو ہمیں اپنی روایات اور اصولوں سے انحراف پر آمادہ کر سکے۔ وکالت کے پیشے میں کامیابی صرف ان کے ہم رکاب ہوتی ہے جو مستقل مزاجی سے محنت سے کام کرتے ہیں' عزم بالجزم رکھتے ہیں' جفاکش ہوتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ جنہیں اس کام سے فطری میلان طبع ہوتا ہے۔

"مسٹر جناح نے وکالت کے پیشے میں اپنی ابتدائی جدوجہد کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ایک وکیل کی حیثیت سے اندراج کے بعد تین برس تک انہیں ایک مقدمہ بھی نہ ملا۔ انہوں نے طلباء کو انتباہ کیا کہ وہ اس نوعیت کی مایوسی کے لئے خود کو تیار رکھیں۔ اپنا وقت ضائع کرنے کی بجائے وہ باقاعدگی کے ساتھ عدالتوں میں حاضری دیں اور اپنے سینیر وکلاء صاحبان کو مقدمہ پیش کرتے ہوئے دیکھیں۔ مسٹر جناح نے کہا کہ جب انہوں نے بمبئی بار میں شمولیت اختیار کی تو انگریز وکلاء کی ایک نہایت مضبوط جماعت موجود تھی اور اس کے ساتھ قانونی مشیروں کا ایک نظام جو کسی بھی

ہندی کے لئے اس دائرہ کو توڑنا ناممکن بنا دیتا تھا۔ تاہم آج کی صورت حال یکسر مختلف ہے۔

طلباء کو پیشہ کی اخلاقیات پر سختی سے کار بند رہنے کی تلقین کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "یہ ایک عظیم پیشہ ہے کوئی بنئے کی دکان نہیں۔ آپ پر خود اپنی ذات' اپنے لوگوں اور اپنے موکل کی جانب سے جو آپ کو محنتانہ ادا کرتا ہے ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ آپ وہاں [اس پیشے میں] دولت اینٹھنے اور سودا بازی کے لئے نہیں ہوتے۔" [اے۔ پی۔ آئی' دی ڈان' ۱۹ جنوری ۱۹۴۵ء]

۱۷۰۔ لیاقت۔ڈیسائی مفاہمت کے متعلق بیان

بمبئی ۲۲ جنوری ۱۹۴۵ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے ایک ملاقات کے دوران اعلان کیا : "میری توجہ ان اطلاعات کی جانب مبذول کرائی گئی ہے جو اخبارات کے ایک حلقے میں شائع ہوئیں جن میں کہا گیا ہے کہ ایک طرف نواب زادہ لیاقت علی خاں مسلم لیگ کی جانب سے اور دوسری طرف مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی کانگرس کی جانب سے' کے مابین مسٹر گاندھی اور میری رضامندی کے ساتھ ایک مفاہمت ہو گئی ہے۔ مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے۔ ایسے مذاکرات کے ساتھ میرا نام وابستہ کرنے کی کوئی بنیاد موجود نہیں' جو ہو سکتا ہے نواب زادہ لیاقت علی خاں اور مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی کے مابین ہوئے ہوں۔ جہاں تک مجھے علم ہے جب نوابزادہ کی توجہ اس افواہ کی جانب منعطف کرائی گئی کہ ان کا مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی کے ساتھ کوئی سمجھوتہ ہو گیا ہے تو انہوں نے فوراً اسے "سفید جھوٹ اور بکواس قرار دیا۔" واقعتاً میں اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اخبارات کے ایک حلقے کو اس جھوٹی خبر کی اشاعت سے کس فائدہ کی توقع ہو سکتی ہے جو ممکنہ طور پر زبردست نقصان پہنچا رہی ہے۔" [اے۔ پی۔ آئی' دی ڈان' ۲۳ جنوری ۱۹۴۵ء]

۱۷۱۔ نیوز کرانیکل لندن کے نمائندہ جے۔ ایس۔ کاما سے ملاقات

بمبئی' ۲۴ جنوری ۱۹۴۵ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے مسٹر جے۔ ایس۔ کاما نمائندہ نیوز کرانیکل [لندن] کے ساتھ ایک ملاقات کے دوران کہا : انگلستان میں بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے ابھی تک ہند کے حقیقی مسئلہ کو نہیں سمجھا اور کانگرس کا پراپگنڈا جو باقاعدگی سے اور بہت دولت کے صرفے سے کیا جا رہا ہے نہ صرف انگلستان کو گمراہ کرنے کا ذمہ دار ہے بلکہ امریکہ کو بھی۔"

پہلا اور مقدم ترین سوال' جسے بہت کم لوگ سراہتے ہیں' یہ ہے کہ ہندو معاشرہ ذات پات

کے بندھن میں اس قدر جکڑا ہوا ہے کہ جمہوریت اس کے لئے کلیتاً اجنبی اور اس کے اساسی اور بنیادی اصولوں اور اس کے ڈھانچے کے خلاف ہے۔ ہر امر میں، جو کچھ بھی اہمیت رکھتا ہے، یعنی زندگی، کردار اور عوام کی حالت۔ ہندو، مسٹر گاندھی اور کانگرسی رہنما نہایت سختی سے ذات پات کی اونچ نیچ کے قائل ہیں، جو نہ صرف چار بڑی ذاتوں پر مشتمل ہے بلکہ چار ذاتوں کی متعدد ذیلی ذاتوں پر بھی۔ ۶ کروڑ انسانوں کو شودر یا اچھوت تصور کیا جاتا ہے۔ باقی ماندہ ہندو جن کا دیگر تین ذاتوں سے تعلق ہے ایک دوسری سے ممیز و ممتاز ہیں۔ برہمن —— بنیا گٹھ جوڑ بدترین قسم کا ہندو سامراج تشکیل دیتا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ برطانوی راج کی جگہ ہندو سامراج اور ہندوراج کو عطا کر دیں۔

"بہت ہی کم غیر ملکی اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ مسلمان ہندو کانگرس کے مطالبات کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ جس کا مطلب ہو گا کہ انہیں برطانوی شہنشاہیت کی غلامی سے نکال کر ہندو راج اور برہمن۔ بنیا گٹھ جوڑ سے تشکیل پانے والی ہندو سامراجیت کے زیر نگیں تبدیل کر دیا جائے، اگر کُل ہند کو متحد کیا گیا اور ایک نام نہاد پارلیمانی جمہوری دستور اس ملک میں مسلط کیا گیا۔

"اگر ایسی کوئی کوشش کامیاب ہو جاتی ہے تو اس کے معنی ہوں گے کہ برطانوی حکومت نے مسلمانوں کو قربانی کی بھینٹ چڑھا دیا اور اور ان سے بے وفائی کی اور یہ کہ وہ زبردست غلطی کی مرتکب ہو گی کیونکہ اس نے رسمی اعلانات اور مسلمانوں سے عہد معاہدے کر رکھے ہیں۔ چنانچہ مسلمان علم بغاوت بلند کر دیں گے۔ مسلمان نہ کسی دباؤ میں آئیں گے اور نہ ہی برطانوی حکومت ان پر کوئی دستور مسلط کر سکے گی۔

"کرپس کی پیش کش جس میں دو یا اس سے زیادہ قلمروؤں کی تجویز موجود ہے اس اصول کو تسلیم کرتی ہے جو مسلم غلبے یا مسلم اکثریت کے صوبوں کو، جو سندھ، بلوچستان، شمال مغربی سرحد، پنجاب، بنگال اور آسام ہیں، یہ حق دیتا ہے کہ کسی یونین کے دستور کو جسے ہندو اکثریت وضع کرے گی تسلیم کریں یا نہ کریں۔ لیکن کرپس تجاویز میں جو طریقہ کار تجویز کیا گیا تھا وہ ہمارے لئے خطرناک تھا: چونکہ (۱) ہمیں مجلس دستور ساز میں شمولیت پر مجبور کیا جا رہا تھا جو یونین کا دستور وضع کرنے کے لئے ترتیب دی جا رہی تھی۔

"یونین کی مجلس دستور ساز کو موجودہ صوبائی مجالس قانون ساز کے اراکین کے دس فی صد پر مشتمل ہونا تھا۔ جہاں کمیونل ایوارڈ کے مطابق بالخصوص بنگال اور پنجاب، جو پاکستان کے اہم خطے ہیں، مسلمان مقننہ کے ہر ایوان میں اقلیت میں ہیں۔ اس نوعیت کے دستور ساز ادارے میں ہم بالکل مغلوب ہو جائیں گے۔ کیونکہ مسلمانوں کی نیابت تقریباً بیس فی صد ہو گی۔ اور اگر ہندی

ریاستوں کے فرمانرواؤں نے بھی جن کی اکثریت ہندو ہے اپنے نمائندے بھیج دیئے تو ہماری رکنیت بیس فی صد سے بھی بہت کم ہو کر رہ جائے گی۔

(۲) دوسری رُکاوٹ یہ تھی کہ اس ادارے کی یونین کا دستور وضع کر لینے کے بعد صوبوں کی مجالس قانون ساز جیسا کہ وہ اس وقت متشکل ہیں' ان کے ساٹھ فی صد ارکان کو یہ حق تفویض کیا جانا تھا کہ وہ یہ فیصلہ کریں کہ وہ یونین میں شامل رہنے کے حق میں ہیں یا نہیں اور اگر ساٹھ فی صد نے یہ فیصلہ صادر کر دیا کہ وہ حق میں ہیں تو بات ختم ہو گئی۔ جیسا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ بنگال اور پنجاب کے پورے ایوان میں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ چنانچہ ہم اس کے لئے تیار نہ تھے کہ بنگال کے دو سو پچاس اور پنجاب کے ۱۷۵ اراکین دس کروڑ مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ سنا دیں اور وہ بھی اس صورت میں کہ ہم اقلیت کی صورت سے دو چار ہیں۔

"(۳) لیکن اگر اتفاق سے ۴۱ فی صد یونین میں شمولیت کے خلاف بھی ہوں تب معاملہ وہاں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ہمارے سامنے ایک رکاوٹ اور رکھی جاتی تھی جسے عبور کرنا ناگزیر تھا اور وہ تھی صوبوں کی پوری آبادی کا مشترکہ استصواب رائے عامہ۔ مطالبہ علاقائی مطالبہ نہیں تھا بلکہ یہ مسلمانوں کا ایک قومی مطالبہ تھا۔ چنانچہ ملی جلی آبادی کا مشترکہ استصواب رائے عامہ نہ صرف بلاجواز تھا بلکہ ہندوؤں کی طاقتور منظم حیثیت اور اخبارات اور دولت کی حمایت ایسی خطرناک کیفیت تھی جسے ہمارے لئے قبول کرنا ممکن نہ تھا۔ یہ بڑی وجہ تھی جس کی بنا پر ہم نے کرپس تجاویز کو مسترد کر دیا۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ ان تجاویز پر بحث و مباحثہ اور ان میں تغیر و تبدل نہیں کیا جا سکتا۔ اور ہمارے سامنے طاقتور برطانوی حکومت کا یہ رویہ پیش کیا گیا تھا یعنی "اسے لے لو یا چھوڑ دو۔"

"یہ سوال کہ مسلمانوں کو ہندو اکثریت کے صوبوں کے ساتھ رہنا چاہیے یا نہیں ان (مسلمانوں) پر ہی چھوڑا جانا چاہیے تھا کہ مطالبہ ان کی جانب سے ہی آیا تھا اور وہ ہر تعریف اور ہر اعتبار سے' جو کوئی بھی سوچ سکتا ہے' ایک بالکل الگ قوم ہیں جو اس برصغیر میں آباد ہے۔ اگر آپ اس پر غور کریں تو سوال سادا سا ہے۔ یقیناً مسلمان ہمیشہ کے لئے برطانوی حکومت کی غلامی میں رہنے کی خواہش تو نہیں کر سکتے اور پھر انگریزوں نے بھی بار بار یہ اعلان کئے ہیں کہ وہ حکومت کا اقتدار اور اختیار ہند کے لوگوں کو منتقل کرنے کے لئے تیار ہیں' یہ فرض کر لینے کے بعد کہ اس ملک میں برطانوی غلبہ ختم ہونے والا ہے ہمیں مکمل آزادی اور خود مختاری ملنے والی ہے۔

"اگر یہ ایسا ہی ہے تو مسلمان آقاؤں کی تبدیلی قبول کرنا نہیں چاہیں گے' انگریزوں سے ہندو' برہمن شہنشاہیت کی' کیونکہ یہ تو ایسی ہی یقینی بات ہو گی جیسے موت۔ یعنی ایک کے مقابلے

میں تین ووٹ جس کا مطلب ہو گا کہ ایک معاشرہ جو بالکل علیحدہ اور مختلف ہے' اپنی دائمی اکثریت کی بنیاد پر دوسرے معاشرے پر حکمرانی کرے' جس کی تاریخ' ثقافت اور ہر وہ شے جو زندگی میں اہمیت رکھتی ہے ہندوؤں سے مختلف ہے- ایسی حکومت اگر قائم کر دی جائے تو یہ صرف زور اور جبر کے بَل پر ممکن ہو گا اور یہ چند ماہ بھی قائم نہ رہ سکے گی اور تباہ کن نتائج کی حامل ہو گی- چونکہ یہ دو قوموں کی ثقافت' زبان اور تمدنی نظریات کے اختلافات کے باعث جھگڑوں اور تضادات کی آماجگاہ بن جائے گی اور ان کے اہم اور بنیادی مفادات پر اثر انداز ہو گی-

"اس کا صرف ایک ہی حل ہے کوئی دوسرا نہیں' اور وہ یہ ہے کہ ہندو اپنی اقلیتوں کے ضمن میں پاکستان کی حکومت پر اعتماد کر لے اور ہم اپنی مسلمان اقلیتوں کے حوالے سے ہندوؤں پر بھروسہ کریں' ایسے تحفظات کے ساتھ جو کسی بھی مہذب حکومت کے لئے فراہم کرنا ممکن ہوں- صرف اسی صورت میں پاکستان اور ہندوستان میں مستحکم حکومتوں کا قیام ہو سکے گا-

"مجھے وائسرائے کے کلکتہ میں یوروپی ایوان تجارت کے اجتماع سے کیے گئے خطاب میں اس حالیہ اعلان پر ہنسی آئی اور ایسا لگا کہ یہ سپاہی وائسرائے اپنی ذمہ داری کی ادائیگی سے پہلوتہی کر رہا ہے' جب انہوں نے ہمیں یہ مشورہ دیا کہ ہم ہند کی پاکستان اور ہندوستان کی شکل میں تقسیم کے بڑے عمل جراحی سے احتراز کریں- مجھے اس پر حیرانی ہے کہ وہ کس کے مشورہ یا اختیار کی بنا پر یہ خلفشار پھیلا رہے ہیں- مجھے ایسا لگا کہ وہ ہندوؤں کو خواب آور گولی دے رہے ہیں اور اس طرح مسلمانوں میں غیر ضروری طور سے مخالفانہ اور اجنبیت کے جذبات پیدا کر رہے ہیں-

اس نوعیت کے غیر دانشمندانہ اعلانات برطانوی حکومت کی اعلان کردہ حکمت عملی کے خلاف ہیں جس نے مسلم ہند کے ننانوے فی صد باشندوں کے غیر مبہم مطالبے کے جواب میں اصول تقسیم اور دو یا اس سے زیادہ قلمروؤں کی تشکیل کو تسلیم کر لیا ہے-"

اخیر میں مجھے یہ کہنا چاہیے کہ اگر برطانوی حکومت نے ان اعلانات اور معاہدات سے انحراف کیا جو اس جنگ کے چھڑنے کے بعد اس نے وقتاً" فوقتاً" مسلمانوں سے کئے ہیں اور اگر اس نے ہندوؤں یا ہندو کانگرس یا ہندو قیادت کی چاپلوسی میں مسلمانوں یا ان کے مفادات کو قربانی کی بھینٹ چڑھایا' یا ان سے بے وفائی کی تو یہ نہ صرف زبردست عہد شکنی ہو گی بلکہ ان کی طرف سے بزدلی کا ایک عمل بھی ہو گا- ان کی اس طرح کی غیر آبرومندانہ چال کامیاب نہ ہو گی بلکہ مجھے بھروسہ ہے کہ وہ دس کروڑ مسلمانوں کو بغاوت کرنے پر مجبور کر دیں گے' جیسا کہ ایک کیڑا بھی جب تنگ آجاتا ہے تو جوابی کارروائی کرتا ہے' اس کے جلو میں جو نتائج و عواقب آئیں گے ان کی برطانوی حکومت ذمہ دار ہو گی-

(قائداعظم پیپرز فائل ۸۱۰ / صفحات ۸۹-۱۸۶)

۱۷۲۔ نیوز کرانیکل [لندن] کے سجے۔ ایس۔ کاما سے ملاقات میں بیورلے نکولس کی کتاب "ورڈکٹ آن انڈیا" پر تبصرہ

بمبئی' ۲۴ جنوری ۱۹۴۵ء

"میں نے مسٹر بیورلے نکولس کی کتاب موسومہ "ورڈکٹ آن انڈیا" پڑھی ہے۔ جب وہ پہلی بار مجھ سے ملاقات کے لئے آئے تو وہ "کلیتا" ہندو کانگرس کے حامی تھے۔ چونکہ وہ مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے بالکل نابلد تھے جس کا سبب وہ طاقتور اور جھوٹا پروپاگنڈا تھا جو کانگرس' انگلستان اور امریکہ میں کر رہی تھی۔ لیکن جب انہوں نے ہند کے مختلف حصوں کا سفر کیا' مختلف لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور انہیں اصل مسئلہ کے بارے میں معلومات اور اطلاع حاصل ہوئیں اور وہ دوسری بار مجھ سے ملاقات کے لئے آئے تو ان کے اصل خیالات متزلزل ہو چکے تھے۔ لیکن جب وہ تیسری بار مجھ سے ملاقات کے لئے آئے تو وہ دیانتداری کے ساتھ یہ باور کر چکے تھے کہ واحد حل پاکستان اور ہندوستان کی بنیاد تقسیم ہند میں ہی مضمر ہے۔ بیشتر موضوعات پر بیورلے نکولس نے جرأت اور بے خوفی سے بات کی ہے اور جو کچھ انہوں نے کہا وہ بجا طور پر سچ ہے' لیکن سچ تو ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے۔ درحقیقت ان کا فیصلہ ایک غیر جانبدارانہ فیصلہ ہے لیکن جس جماعت کو انہوں نے بالکل عریاں کر دیا ہے اسے تو قدرتی طور پر غضب ناک ہونا ہی چاہیے' اور ہر طرح کی کوششیں کی جا رہی ہیں کہ اس فیصلے کو جو بڑی حد تک درست فیصلہ ہے' جسے ایک جرأت مند اور نڈر صحافی نے صادر کیا' بدنام کیا جائے۔ شاید اس بات سے ہندوؤں کی برہمی اور خفگی میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے کہ انہوں نے حکم کے پتے کو حکم کا پتہ کہنے میں پس و پیش سے کام نہ لیا۔ لیکن ہم اس مرحلے پر پہنچ گئے ہیں جہاں یہ حماقت اور تباہی کی بات ہو گی کہ ہند کے بارے میں حقائق اور صورت حال' اور ہند کا حقیقی مسئلہ حد درجہ سادہ زبان میں ان لوگوں کے سامنے پیش نہ کر دیا جائے جنہیں اس سے سروکار ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر بیورلے نکولس نے سچ کے بیان اور جھوٹ اور منافقت کو آشکار کرنے اور اس جھوٹے پروپاگنڈے کی تردید کرنے میں ایک عظیم کردار ادا کیا ہے جس کے بارے میں مسٹر گاندھی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ ہندو کانگرس کو ہندو سرمایہ داروں اور صنعت کاروں کی بڑی جماعت کی زبردست مالی اعانت حاصل ہے' جن لوگوں کے مخفی اغراض و مقاصد ہیں اور یہ کہ ان کو بطیب خاطر مالی امداد دینے والے اور حمایتی ہندو سرمایہ دار ہیں۔"

(قائداعظم پیپرز فائل ۸۱۰ صفحہ ۱۸۵۔)

۱۷۳- سندھ کی وزارتی صورت حال کے بارے میں بیان

بمبئی، ۳۰ جنوری ۱۹۴۵ء

مجھے میر غلام علی خان تالپور اور مسٹر یوسف عبداللہ ہارون سے ملاقات کر کے مسرت ہوئی۔ اس ملاقات کا اہتمام اس خط و کتابت کے نتیجے کے طور پر کیا گیا تھا جو میرے اور وزیراعظم سندھ کے مابین ہوئی۔ یہ مراسلت مجلس عمل کی جانب سے اور میری منظوری کے ساتھ محمد عیسیٰ کے کراچی بھیجے جانے سے بہت پہلے ہوئی تھی۔ میری ان سے گفت و شنید ہوئی اور نتیجتاً" میں حسب ذیل بیان جاری کرنا چاہتا ہوں:

جہاں تک صوبائی مسلم لیگ کے انتخابات کا تعلق ہے، جیسا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، ان امور کو نمٹانا مجلس عمل کا کام ہے اور مجھے مسرت ہے کہ انہوں نے [قاضی] محمد عیسیٰ کو کراچی بھیج دیا ہے۔ اب یہ ان کا کام ہے کہ وہ یہ دیکھیں کہ انتخابات کی نگرانی، انتظام اور انعقاد عادلانہ اور مناسب طریقے سے سرانجام پائے۔

جہاں تک وزارت کا تعلق ہے عام حالات میں یہ مجلس قانون ساز میں مسلم لیگ پارٹی اور اس کے قائد کا کام ہے کہ وہ اسے نظم اور قواعد و ضوابط کے مطابق چلائیں۔ اور میں نے یہ بات پہلے ہی واضح کر دی ہے کہ اگر وزیراعظم غیر مسلموں کے ساتھ کسی اتحاد کو ضروری اور پسندیدہ تصور کرتے ہیں تو وہ کر سکتے ہیں بشرطیکہ مرکزی پارلیمانی بورڈ اسے منظور کر لے۔

ہماری صفوں میں کوئی بھی خلفشار تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے اور جو لوگ اپنے اختلافات کو بھلانے اور انہیں ختم کرنے کے لئے تیار نہیں وہ اس نازک مرحلے پر ہمارے مخالفین کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہوں گے۔

ہمیں ذاتی لڑائیوں کو خیرباد کہہ دینا چاہیے اور اپنی تنظیم کے لئے، مضبوطی کے ساتھ متحد ہو کر کھڑے ہو جائیں، جو اس وقت زندگی اور موت کے مسائل سے نبرد آزما ہے۔ مجھے یقین ہے کہ سندھ اٹھے گا اور میری مخلصانہ اپیل پر لبیک کہتے ہوئے اپنے نصب العین پاکستان کے حصول میں اپنا نہایت اہم اور ضروری کردار ادا کرے گا۔ آخر میں میری دعا ہے کہ مسٹر عیسیٰ اپنے مشن میں ہر طرح سے کامیاب ہوں۔

(دی ڈان، ۳۱ جنوری ۱۹۴۵ء)

۱۷۴- میلادالنبیؐ کی تقریب پر پیغام

بمبئی ۵ فروری ۱۹۴۵ء

"آپ نے مجھ سے فرمائش کی ہے کہ میں آپ کو میلادالنبی ﷺ کی تقریب پر پیغام

ارسال کروں- میں آج آپ کو اس کے سوا کیا پیغام دے سکتا ہوں کہ ساری دنیا میں مسلمانوں کو اسلام کی بہترین روایات کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہیے- وہ دین جو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ملا ہے-

اسلام اس دنیا میں آیا تاکہ یہاں جمہوریت' امن اور انصاف قائم کرے اور مظلوموں کے حقوق کا تحفظ کرے- یہ بنی نوع انسان کے لئے امیر اور غریب' بلند اور پست میں مساوات کا پیغام لایا- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ کا بیشتر حصہ نظریات کی خاطر لڑنے میں صرف رکیا- پھر کیا یہ ہر مسلمان کا فریضہ نہیں ہے' کہ وہ جہاں کہیں بھی ہو' وہ ان عظیم نظریات اور اسلام کی شاندار روایات کو برقرار رکھنے کے لئے اپنی بہترین کوشش صرف کر دے' انسانوں میں مساوات قائم کرنے' انسان کے جائز حقوق کے حصول اور جمہوریت کے قیام کی خاطر لڑے؟ ہند میں ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ پاکستان ہمارا جائز مطالبہ ہے اور پیدائشی حق- ہم باور کرتے ہیں کہ یہ جمہوری اصولوں اور انصاف کے عین مطابق ہے- لہٰذا ہم نے یہ عزم بالجزم کر رکھا ہے کہ ہم اس کے لئے لڑیں گے اور ان شاء اللہ کامیابی ہمارے قدم چومے گی-"

(بحوالہ خورشید احمد یوسفی : قائداعظم : تقاریر و بیانات' جلد ۳' صفحہ ۱۹۹۲)

۱۷۵- سندھ کے مسلم لیگی رہنماؤں سے اپیل

بمبئی ۱۲ فروری ۱۹۴۵ء

"مجھے مسٹر جی- ایم- سید سے ملاقات کر کے بڑی مسرت ہوئی- ان کے ساتھ سندھ کی صورت حال اور وہاں حالیہ سیاسی واقعات کے بارے میں طویل گفتگو رہی- میں دوبارہ سندھ کے مسلم لیگی رہنماؤں اور بالخصوص سر غلام حسین ہدایت اللہ اور مسٹر جی- ایم- سید سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ جملہ اختلافات اور تنازعات کو ختم کر دیں جو حال ہی میں پیدا ہوئے ہیں اور اس نازک مرحلے میں مسلم لیگ کے تمام حلقوں میں یک جہتی اور اتحاد برقرار رکھیں- میں یہ اپیل اپنے مقصد اعلیٰ اور اس یقین محکم کے نام پر کرتا ہوں جس کی خاطر ہم اپنی جدوجہد چلا رہے ہیں ' جو ہمارے لئے حیات اور موت کا معاملہ ہے- اس وقت ہمیں یہ صورت درپیش ہے کہ ہم اپنی منزل مقصود پاکستان کے قریب پہنچ کر اسے حاصل کر لیں-

سالانہ انتخابات

مجھے مسرت ہے کہ صوبائی لیگ کے آئندہ سالانہ انتخابات کا معاملہ مسٹر سید اور مجلس عاملہ سندھ صوبہ مسلم لیگ کے مابین قاضی محمد عیسیٰ کی تجاویز کے مطابق جنہیں مجلس عمل نے اسی

مقصد کی خاطر سندھ بھیجا تھا' خوش اسلوبی سے طے ہو گیا ہے۔ اگر ان انتظامات پر عمل ہو گیا — اور میں یقین کرتا ہوں کہ ایسا ہو جائے گا — تب' میں محسوس کرتا ہوں کہ ہمارے لوگوں کے اطمینان کے مطابق منصفانہ اور مناسب انتخابات عمل میں آنا یقینی ہو جائے گا۔"

[اے۔ پی۔ آئی' ڈان ۱۳ فروری ۱۹۴۵ء]

۱۷۶۔ مسٹر جی۔ ایم۔ سید کے ساتھ برقیوں کا تبادلہ

بمبئی ۲۸ فروری ۱۹۴۵ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے مسٹر جی۔ ایم۔ سید کے نام سخت الفاظ میں ایک برقیہ ارسال کیا ہے جس میں قائد اور جماعت کے ساتھ ان کی بے وفائی کے اقدام کی مذمت کی ہے۔ اس کا انکشاف ان برقیوں کے تبادلے سے ہوا جو مسٹر سید اور مسٹر جناح کے مابین ہوا اور جنہیں مسٹر جناح نے بغرض اشاعت اخبارات کو جاری کر دیا :

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح کا برقیہ بنام مسٹر جی۔ ایم۔ سید :

آپ کے ۲۴ اور ۲۷ تاریخ کے برقیے [کے حوالے سے] یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ خود آپ کے اعتراف کے مطابق آپ نے غیر آئینی طریقے اختیار کئے' نامناسب سازشوں کی حمایت کی' دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیلے اور اس جماعت اور اس کے قائد سے بے وفائی کا ارتکاب کیا جس سے آپ خود منسلک ہیں اور اس طرح آپ نے پہلے ہی ہمارے مقصد اور مسلم لیگ کو نقصان پہنچا دیا۔ آپ نے ایک بحران پیدا کر دیا' جماعتی نظم و ضبط کو توڑ دیا' افتراق پیدا کیا اور مسلمانان سندھ کی یک جہتی کو متزلزل کر دیا اور یہ سب کچھ اس یقین دہانی کے علی الرغم کیا جو آپ نے بمبئی میں ہمارے مذاکرات کے اختتام پر مجھے دلائی تھی اور میرے مشورے کے خلاف کام کیا۔

آپ نے مجلس عمل' مرکزی پارلیمانی بورڈ' لیگ کی مشینری' آئین اور قواعد و ضوابط کو نظر انداز کیا جن کے ذریعہ سے آپ اپنی کسی بھی جائز شکایت کا پورا پورا ازالہ کرا سکتے تھے۔ لیکن اس کی بجائے آپ نے وہ غلط طریقے اختیار کئے جو لیگ کی تنظیم کے بنیادی ڈھانچے اور اس کے اغراض و مقاصد کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ آپ کی کارروائی بے حد نامناسب اور مسلمانوں اور مسلم لیگ کے مفادات کے لئے مضرت رساں ہے۔ اب مزید مشورہ اور ہدایات دینا بے سود ہے۔

برقیوں کا متن

مسٹر جی۔ ایم۔ سید کے برقیوں کا متن جس کا متذکرہ بالا جواب ہے' حسب ذیل ہے :

کراچی مورخہ ۲۴ فروری بنام قائداعظم جناح، بمبئی۔ مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کے کل ۲۸ اراکین میں سے پندرہ نے فوری تحریری اور اپنے دستخطوں سے گذشتہ شب یہ مطالبہ کیا کہ موجودہ وزارت کو اس اجلاس کے دوران نکال باہر کیا جائے۔ اس کو توڑنے کی مساعی آج سے شروع ہوں گی۔ اپنے فیصلے کے مطابق وہ عام نسق و نظم کے ذیل میں ضمنی مطالبات زر کو مسترد کر دیا اور تخفیف زر کی تحریک کی حمایت کی۔ تقسیم آراء کا نتیجہ یہ تھا کہ ۱۴ مسلم لیگی اراکین نے تحریک تخفیف زر کی حمایت کی اور گیارہ نے ان کی مخالفت۔۔۔۔ جی۔ ایم۔ سید"

کراچی ۲۷ فروری بنام قائداعظم جناح، بمبئی:

"ادب سے آپ کی توجہ برقیے مورخہ ۲۴ فروری کی جانب مبذول کراتا ہوں جس میں تفصیلات مذکور تھیں۔ سر غلام حسین نے یہ شائع کرایا ہے کہ آپ نے میرے اور مسٹر گزدر کے اخراج کا اختیار دے دیا ہے۔ یہ انحراف کا سبب بن گیا ہے۔ ہندو پارٹی مضبوط اور میری اور مسلم لیگ کی حمایت میں ثابت قدم ہے۔ رائے شماری کے بعد خان بہادر مولا بخش نے مخلوط وزارت کی تشکیل پر زور دیا جس سے میں اتفاق نہ کر سکا اور مسترد کر دیا۔ بعد ازاں سر غلام حسین ہدایت اللہ نے آزاد مسلم پارٹی سے مل کر مخلوط وزارت بنا لی اور خان بہادر مولا بخش کو وزارت میں لے لیا۔ سر غلام حسین نے ایک خط لکھا جس میں خان بہادر مولا بخش کو مخلوط وزارت بنانے کی دعوت دی اور وعدہ کیا کہ وہ آزاد پارٹی کے ایک اور رکن کو وزیر کی حیثیت سے لے لیں گے۔ سر غلام حسین وقت حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور یہ افواہ پھیلا رہے ہیں کہ وہ پارلیمانی بورڈ سے منظوری حاصل کر رہے ہیں۔ ازراہ عنایت لیگ کے رویے کی فوراً وضاحت کر دیجئے اور اگر ضروری ہو تو بہ راہ کرم فون نمبر ۷۶۵۱ پر بات کر لیجئے۔ فوری ہدایات کا بے چینی سے منتظر ہوں ۔۔۔۔ جی۔ ایم۔ سید"

[اے۔ پی۔ آئی] (دی ڈان، یکم مارچ ۱۹۴۵ء)

۱۷۷۔ یوم پاکستان کی تقریب پر پیغام
مسلم ہند حصول قیام پاکستان تک چین سے نہیں بیٹھے گا

نئی دہلی ۲۲ مارچ ۱۹۴۵ء

آج ہمارے اس عزم صمیم کے اعلان کی پانچویں سالگرہ ہے جو ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کے دن لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کے کھلے اجلاس میں کیا گیا، جس میں ہم نے حتمی طور پر اپنے نصب العین پاکستان کی تشریح کر دی۔ یہ ہمارا ناقابل تنسیخ و تبدل قومی مطالبہ ہے۔ مسلم ہند اس وقت

تک چین سے نہیں بیٹھے گا جب تک کہ ہم شمال مغربی اور مشرقی منطقوں میں مکمل طور پر پاکستان حاصل اور قائم نہیں کر لیتے۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے یہ مسلم ہند کے لئے زندگی اور موت کی جدوجہد ہے۔

پاکستان [کے حصول] میں ہماری نجات' دفاع اور وقار مضمر ہے۔ اگر ہم ناکام ہو گئے تو ہم ختم ہو جائیں گے اور اس برصغیر میں مسلمانوں یا اسلام کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہے گا۔ یہ ایک زبردست فریضہ ہے جو آپ کے سامنے ہے۔ لہٰذا میں ایک بار پھر آپ سے اپنے اس قومی دن کے موقع پر اپیل کرتا ہوں کہ آپ زندگی کے ہر شعبے میں خود کو منظم کیجئے اور آل انڈیا مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جایئے۔

ہمارے استحکام' اتحاد اور نظم وضبط میں ہی ہماری طاقت اور قوت پنہاں ہے' اور یہی ہماری پشت پناہ ہے جو ہماری جدوجہد کو کامیابی سے ہمکنار کرے گی۔ کسی قربانی کو زیادہ عظیم تصور نہ کیجئے۔ ہم متحدہ ہند کی بنیاد پر کسی دستور کو ہرگز تسلیم نہیں کریں گے۔

مسلمان فرد واحد کی طرح متحد ہو جائیں

میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے گرد و پیش طاقتیں کام کر رہی ہیں اور ہمارے دشمن بھی سرگرم ہیں لیکن ہمیں عزم بالجزم' بے خوفی بغیر پس و پیش آگے بڑھنا چاہیے۔ میرے پاس ہند کے گوشے گوشے سے اطلاعات موجود ہیں اور میری انگلیاں مسلم ہند کی نبض پر ہیں اور مجھے اعتماد ہے کہ اگر اس سرزمین کے حکمرانوں یا کسی پارٹی یا تنظیم نے ہمیں روکنے' نظرانداز کرنے یا ہم سے پہلوتہی کی کوشش کی تو دس کروڑ مسلمان کوئی بھی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔

مجھے بھروسہ ہے کہ پاکستان ہماری رسائی میں ہے۔ یہ پہلے سے موجود ہے اور سرگرم عمل ہے اور ہم ان صوبوں میں جیسے سندھ' بلوچستان' شمال مغربی سرحدی صوبہ' پنجاب' بنگال اور آسام میں اپنی کوششوں سے اس تمام قوت پر قبضہ کر لیں جو اس وقت ہمیں دستیاب ہے اور ایسا کرنا ہمارے لئے ممکن ہے۔ اگر مسلمان متحد ہو جائیں اور اپنے مقدس اور متبرک نصب العین کی خاطر اپنی ذاتی رنجشوں کو تج دیں تو مجھے کوئی شک و شبہ نہیں کہ ہم موجودہ آئین کے تحت' جیسا بھی وہ ہے' ان صوبوں کو مکمل اور موثر طور پر اپنی تحویل میں لے سکتے ہیں۔ مجھے علم ہے کہ حال ہی میں سندھ میں ریشہ دوانیوں نے مسلم لیگ وزارت کو متزلزل کر دیا تھا۔ یہ "کلیتاً" مسلمانوں میں عدم استحکام اور عدم اتحاد کی وجہ سے ہوا ہے۔

میں جانتا تھا کہ ایسی ہی وجوہات کی بنا پر شمال مغربی صوبہ سرحد میں مسلم لیگ وزارت کو شکست سے دو چار ہونا پڑا اور کانگرسی مسلمانوں نے واردھا کے احکام کی تعمیل میں اپنے بنیادی

اصولوں کو خیرباد کہہ کر وزارتیں قبول کر لیں۔ حال ہی میں ایک کانگرسی رہنما نے مسٹر گاندھی سے ملاقات کے بعد اعلان کیا ہے کہ یہ مسلم "جنون" کو کچل کر صوبہ سرحد میں کانگرس کا پورا اثر و رسوخ قائم کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔

یہ باور کرنا ممکن نہیں کہ کوئی مسلمان جس میں ذرا سی بھی غیرت اور شمہ برابر بھی وقار باقی ہو ایک مسلم اکثریتی صوبے میں ایسی وزارت کو برداشت کرے گا جو شیوا گرام سے مسٹر گاندھی یا کانگرس کے احکام کی تعمیل اور ان کی نگرانی کو قبول کرے' جو مسلمانوں کی امنگوں اور ان کے قومی مطالبات کے زبردست مخالف ہیں۔ یہ صوبے کے نیک نام کی پیشانی پر کلنک کا ایک ٹیکہ ہے اور میں صوبے کے ہر مسلمان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مسلم لیگ کو منظم کرے اور صوبے کی پیشانی سے کلنک کے اس ٹیکے کو دھو ڈالے۔ بلاشبہ ایک وزارت کی شکست یا مسلم لیگ وزارت کا قیام ہی سب کچھ نہیں ہے۔ یہ تو مقصد کے حصول کا ایک ذریعہ ہے۔

اجازت دیجئے کہ اب میں ہر صوبے کو خبردار کر دوں کہ وہ اب باقاعدگی کے ساتھ خود کو منظم کرنا شروع کر دے۔

موجودہ آئین کے تحت جلد یا بہ دیر انتخابات ہو سکتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ وہ ہماری توقع سے پہلے ہی ہو جائیں۔ اس لئے میں ابھی سے مجلس عمل' مرکزی پارلیمانی بورڈ اور صوبائی مسلم لیگوں پر زور دیتا ہوں کہ وہ آنے والی لڑائی سے' جس کا ہمیں سامنا کرنا ہو گا' نبرد آزما ہونے کے لئے تیار ہو جائیں۔

ان انتخابات اور ان کے نتائج کا ایک معیار ہو گا جس کے ذریعہ نہ صرف ملک کے اندر بلکہ خصوصیت سے بیرون ملک آل انڈیا مسلم لیگ کی طاقت اور قوت کا اندازہ لگایا جائے گا——

تجدید عہد

لہٰذا میں پورے خلوص کے ساتھ آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ آج کے قومی دن کے موقع پر پاکستان کے لئے اپنے عزم صمیم کے اعلان کی تجدید کیجئے اور ہر مرد' عورت اور بچہ مسلم لیگ کے پرچم تلے کھڑے ہونے کا عہد کرے اور حلف اٹھائے کہ آپ اپنے قومی نصب العین پاکستان کے حصول اور قیام کے ضمن میں جملہ قربانیوں سے دریغ نہیں کریں گے۔ ان شاء اللہ ہم جیتیں گے۔ (دی ڈان' ۲۳ مارچ ۱۹۴۵ء)

۱۷۸- لارڈ ویول کے نام سپرو مصالحتی کمیٹی کے برقیے پر بیان

نئی دہلی، ۲ اپریل ۱۹۴۵ء

"میری توجہ اس اخباری اطلاع کی جانب مبذول کرائی گئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ نام نہاد "سپرو مصالحتی کمیٹی کی جانب سے لارڈ ویول کے نام، جو آج کل لندن میں ہیں، ایک برقی پیغام بھیجا گیا" یہ بات مسٹر ایم- اے- جناح نے ایک اخباری بیان جاری کرتے ہوئے کہی-

مسٹر جناح نے اپنے بیان میں کہا : "سر تیج بہادر سپرو اور ان کے رفقاء وقتاً فوقتاً مختلف ناموں کے تحت کام کرتے رہتے ہیں- اول "آل پارٹیز کانفرنس" پھر "نو پارٹی کانفرنس" اور اب انہوں نے "مصالحتی کمیٹی" کا رُوپ دھار لیا ہے- لیکن وہ کانگرس کی لونڈیوں کے سوا کچھ نہیں اور انہوں نے ہمیشہ مسٹر گاندھی کی دُھن پر گایا بجایا ہے اور اب بھی اسی دُھن پر گا بجا رہے ہیں-

"انہوں نے جو اعلیٰ وارفع اور نیک پیشہ اختیار رکیا ہے کہ وہ غیر جانبدار اور آزاد افراد کی جماعت ہیں، بالکل جھوٹ ہے- اور یہ ان کی سابقہ سرگرمیوں اور قراردادوں سے ظاہر ہے اور اس موجودہ قرارداد کی نوعیت سے بھی جس میں وہ تجاویز مذکور ہیں جو انہوں نے لارڈ ویول کو ارسال کی ہیں-

"دو متبادل پیش کئے گئے ہیں- اگر ان میں سے کوئی ایک بھی تجویز تسلیم کر لی جائے تو مسلمانوں کی امنگوں اور ان کا قومی مطالبہ پاکستان اس دو جہتی حملے سے تباہ و برباد ہو جائے گا-

"مسلم ہند کسی ایسی کوشش کو قبول نہیں کرے گا جو کسی طرح بھی بالواسطہ یا بلا واسطہ طور سے ایک متحدہ ہند کی بنیاد پر مبنی ہو-

"اگر برطانوی حکومت کسی ایسی سعی کو مشکور ہو جانے دیتی ہے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر مطالبہ پاکستان کے لئے معضرت رساں ہو یا اسے برباد کر دے تو ایسا صرف اس سرزمین کے سو ملین مسلمانوں کی قربانی اور ان کے ساتھ بے وفائی کے ذریعہ سے ہی ممکن ہے-

"مجھے اعتماد ہے کہ ملک معظم کی حکومت کے متین اعلانات، معاہدے اور یقین دہانیاں جو مسلمانوں کو کرائی گئیں، ایک باوقار قوم کی حیثیت سے ان سے ہرگز انحراف نہیں کرے گی اور مسلمانوں کو مجبور نہیں کرے گی یا ان پر ایسا دستور مسلط نہیں کرے گی جو ان کی رضا کے خلاف ہو اور ایسا ان کی منظوری اور رضامندی کے بغیر نہیں ہو گا-

"اگر برطانوی حکومت کسی ناجائز دباؤ یا گھیراؤ کے تحت اپنی اعلان کردہ حکمت عملی سے انحراف یا اس میں رد و بدل پر مجبور ہو گئی، جو میں توقع کرتا ہوں نہیں ہو گا، تو میں اپنے فریضہ کی ادائیگی سے قاصر رہوں گا اگر میں، مسلم ہند کے اس مسئلہ پر رجحان، عزم بالجزم اور گہرے

احساسات کے پیش نظر برطانیہ کی توجہ اس امر کی جانب منعطف نہ کراؤں کہ اس کے نتائج و عواقب بے حد تباہ کُن ہوں گے اور اس کی تمام تر ذمہ داری صرف برطانوی حکومت پر عائد ہو گی۔ [اے۔ پی۔ آئی' دی ڈان' ۳ اپریل ۱۹۴۵ء)]

۱۷۹۔ اپنی علالت سے پیدا ہونے والی صورت حال پر بیان

نئی دہلی ۹ اپریل ۱۹۴۵ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے اپنی حالیہ علالت طبع کے باعث پیدا ہونے والی صورت حال پر حسب ذیل بیان دیا:

"مَیں ان حضرات کا بے حد شکر گزار ہوں جنھوں نے ازراہ شفقت میری حالیہ علالت کے بارے میں دریافت کیا اور شدید تشویش کا اظہار کیا۔ ان سب لوگوں کو فرداً فرداً نہ لکھ سکنے کے ضمن میں میری برأت کا صرف ایک ہی سبب ہو سکتا ہے کہ ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ عملی طور پر ایسا کرنا ممکن نہیں اور مجھے امید ہے کہ مجھے ان کی تشویش اور ہمدردی کے لئے اخبارات کے ذریعہ سے اظہارِ تشکر پر معاف کر دیا جائے گا۔

"مجھ پر عوام اور آل انڈیا مسلم لیگ کے اپنے رفقائے کار کی جانب سے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ مَیں اپنے الفاظ میں انہیں اس امر کی اطلاع دوں اور یہ یقین دلاؤں کہ گذشتہ سال کے دوران مجھ پر علالت کے ایک سے زیادہ مرتبہ حملے ہوئے اور اس کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ بحیثیت صدر آل انڈیا مسلم لیگ کی تنظیم جو بہت تیزی اور وسعت کے ساتھ پھیل رہی ہے فرض اور ذمہ داری کی ادائیگی کے باعث کام کی بے پناہ زیادتی' زبردست دباؤ اور فکر کے تحت رہا' لیکن یہ آخری علالت شدید ترین تھی اور اس میں قدرت کی جانب سے تنبیہ بھی شامل تھی اور مجھے میرے معالجوں نے بہت سخت مشورہ دیا ہے' اور مَیں ان سے اتفاق کرتا ہوں' کہ میں کم سے کم آئندہ تین ماہ مکمل آرام کروں۔

کام کی زیادتی کا نتیجہ

"جیسا کہ میری صحت کے بارے میں ہر طرح کی مختلف افواہیں موجود ہیں' مَیں آپ لوگوں کو یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ مجھے جسمانی اعتبار سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ نہ ہی مَیں کسی قسم کی بیماری' مرض یا درد کا شکار ہوں۔ مَیں جسمانی ساخت کے لحاظ سے بالکل مضبوط' تندرست و توانا ہوں۔ مَیں صرف کثرتِ کار اور اس کے دباؤ کا شکار ہوں جس میں سے مجھے گزرنا پڑا اور اس درد کا واحد درماں مکمل آرام ہے۔ مجھے بہت افسوس اور بے حد مایوسی ہوئی کہ مَیں اس دباؤ کے بوجھ

کو نہ سہار سکا جو آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس مقررہ لاہور ۳۰ مارچ کے سلسلے میں مجھ پر پڑا' اور اگرچہ عزم کار موجود تھا لیکن گوشت پوست نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ مَیں شرکت نہ کر سکا اور نہ ہی مستقبل قریب میں کر سکوں گا۔ مَیں نے اس امر کی اطلاع نواب زادہ لیاقت علی خاں سکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ اور نواب ممدوٹ چیئرمین استقبالیہ کمیٹی کو دے دی ہے۔

"تاہم اب مجھے یہ کہنے میں بے حد مسّرت محسوس ہو رہی ہے کہ اب مسلم لیگ کی تنظیم پوری طرح سے قائم ہو چکی ہے اور مضبوط سے مضبوط تر ہو کر آگے بڑھ رہی ہے۔ اور جو لوگ اس کے برعکس سوچتے ہیں وہ زبردست خواب پریشان دیکھ رہے ہیں۔ بعض حلقوں میں تو یہ محض خیالی پلاؤ پکانے والی بات ہے۔ ہماری تنظیم کی اساس بہت مضبوط ڈھانچے پر استوار ہے۔ پہلے مجلس عمل ہے' دوم مرکزی پارلیمانی بورڈ۔ یہ دو ادارے اس لئے قائم کئے گئے ہیں اور انہیں بااختیار بنایا گیا ہے کہ یہ مجالس قانون ساز اور ان کے باہر مسلم لیگ کی سرگرمیوں کو بہتر طریقہ سے چلا سکیں۔ پھر آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ اور کونسل موجود ہیں۔

عوام سے اپیل

"فی الوقت میں اپنے کارکنوں اور سپاہیوں کی فہرست میں نہیں ہوں گا لیکن ہنگامی صورت حال اور صلاح مشورے کے لئے' آرام کے اس مختصر سے عرصہ میں بھی' مَیں جہاں کہیں بھی ہوا' اپنے عوام کی خدمت میں حاضر رہوں گا۔ لیکن اس عرصے میں کوئی عوامی سرگرمی یا عملی کام قبول نہیں کروں گا' نہ ہی ملاقاتوں کے لئے وقت دے سکوں گا اور بڑے خلوص کے ساتھ اپنے عوام سے اپیل کروں گا کہ وہ مجھے پریشان نہ کریں۔ لیکن اگر کوئی اہم بات ہو تو وہ نواب زادہ لیاقت علی خاں یا نواب اسمٰعیل خاں چیئرمین مجلس عمل اور اراکین پارلیمانی بورڈ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ اور اگر ان میں سے کوئی صاحب مجھ سے ملاقات از بس ضروری سمجھتے ہوں تو متعلقہ صاحب ملاقات کے لئے تشریف لا سکتے ہیں۔ مَیں انہیں خوش آمدید کہوں گا۔ وہ میرے خیالات معلوم کر سکتے ہیں اور مشورہ طلب کر سکتے ہیں۔

آخر میں لیگ کی ضلعی اور صوبائی شاخوں کے عہدہ داروں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ کسی مظاہرہ یا استقبال کا اہتمام نہ کریں کہ مَیں اپنی موجودہ صحت کی صورت میں کوئی بار برداشت کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ مَیں ۱۱ [اپریل] کو بمبئی کے لئے روانہ ہو جاؤں گا اور چند روز میں چھوٹی سی پہاڑی ماتھیران چلا جاؤں گا جہاں میں جون کے وسط تک قیام کروں گا۔ میرا آئندہ پروگرام ترتیب نہیں دیا گیا۔

[اے۔ پی۔ آئی' دی ڈان' ۱۰ اپریل ۱۹۴۵ء]]

۱۸۰۔ مسٹر ایمرے [وزیر ہند] کے ساتھ مبینہ مراسلت پر بیان

ماتھیران، ۱۲ مئی ۱۹۴۵ء

ایک اخباری بیان میں مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے بمبئی کے ایک اخبار کی اس اطلاع کو محض جعلسازی قرار دیا ہے کہ ان کے اور وزیر ہند مسٹر ایمرے کے مابین کوئی خط و کتابت ہوئی ہے۔ بیان کا پورا متن حسب ذیل ہے۔

"میری توجہ بمبئی کے ایک گجراتی اخبار "ماتری بھومی" کی اس اشاعت کی جانب مبذول کرائی گئی ہے جس میں اس نے میرے اور وزیر ہند مسٹر ایمرے کے مابین ہونے والی مبینہ خط و کتابت شائع کی جسے کچھ اخبارات بشمول انگریزی اخبار نے نقل کیا۔ یہ خط و کتابت خالصتاً جعل سازی ہے اس نوعیت کی کوئی خط و کتابت یا کوئی اور مراسلت سری نگر سے مسٹر گاندھی سے ملاقات سے قبل یا گذشتہ سال ۲۴ جولائی کو جیسا کہ بیان کیا گیا ہے یا اس کے بعد ہرگز نہیں ہوئی۔ یہ اطلاع بالکل نادرست اور بالکل بے بنیاد ہے۔" (دی ایسٹرن ٹائمز، ۱۳ مئی ۱۹۴۵ء)

۱۸۱۔ ماتھیران مسلم اسکول کی تقریب تقسیم انعامات کے موقع پر تقریر

بمبئی ۲۱ مئی ۱۹۴۵ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے اسلامیان ہند سے مطالبہ کیا کہ وہ قوم کی تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے کے لئے اپنی کوششوں کو دو چند کر دیں تاکہ وہ تعلیمی ترقی کے معاملے میں دوسری قوموں کے برابر آ سکیں۔ مسٹر جناح نے جو ماتھیران مسلم اسکول کی تقریب تقسیم انعامات سے خطاب کر رہے تھے، کہا "تعلیم ایک مضبوط قومی وجود کی بنیاد ہے۔ اسی پر قوم کے مستقبل کا انحصار ہے اور علم کی روشنی کی بنا پر ہر طرف تاریکی ہی تاریکی ہوگی۔" مسٹر جناح نے کہا کہ مسلمان اپنی ان شکایات کو دہراتے چلیں کہ مختلف ملازمتوں میں انہیں مناسب نمائندگی حاصل نہیں۔ انہوں نے خود بھی یہ تسلیم کیا کہ قوم کے ساتھ بہت سی ناانصافیاں ہو رہی ہیں لیکن خالی خولی شکایات کو دہرانے سے مسلمانوں کو کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ ہمیں مسلم قوم کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر صاحب استعداد اور تعلیم یافتہ لوگوں کا ایک گروہ ہو گا تو وہ نامساعدہ حالات کے باوجود اپنا مقام حاصل کر لے گا۔

قوم کے صاحبان ثروت سے مخاطب ہوتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "آپ نے بہت دولت کمائی ہے۔ آپ کو حکومت کو ٹیکس ادا کرتے ہوئے بھی کوئی پرواہ نہیں ہوتی؟ اب میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ قوم کے لئے بھی اپنی تھیلیوں کا منہ کھول دیں۔ آپ کو اپنی قوم کا ساتھ دینا

چاہیے۔

مسٹر جناح نے کہا کہ اب ان کا زندگی میں ایک ہی کام اور پیشہ رہ گیا ہے کہ وہ جب بھی اور جہاں کہیں بھی ہیں تو وہ مسلمانوں کے حالات کے بارے میں دریافت کرتے ہیں اور انہیں قومی ترقی کی ضرورت کا احساس دلاتے ہیں"۔ انہوں نے مسلمانوں سے کہا کہ "وہ اپنی قوم کی تعمیر کریں اور اس کے لئے کام کریں۔" (دی ڈان' ۲۲ مئی ۱۹۴۵ء)

۱۸۲۔ مسلم طلبائے ضلع مسولی پٹم کی کانفرنس کے نام پیغام

ماتھیران' ۲۳ مئی ۱۹۴۵ء

"مجھے یہ معلوم ہو کر مسرت ہوئی کہ مسلم طلباء ضلع مسولی پٹم کی پہلی کانفرنس عنقریب منعقد ہونے والی ہے اور میں اس کانفرنس کے اہتمام کے ضمن میں مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور توقع کرتا ہوں کہ ان کی مساعی یقیناً کامیابی سے ہم کنار ہوں گی۔"

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہا کہ "میں ہمیشہ اس بات کا قائل رہا ہوں کہ مسلم طلبا اپنی تعلیم کو نظر انداز کئے بغیر اپنے عوام کی سماجی' سیاسی' تعلیمی اور اقتصادی ترقی کے لئے اپنے انداز میں بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ وقت آن پہنچا ہے کہ مسلم نوجوان اور طلباء کو اس امر کا احساس ہو جانا چاہیے کہ اس وقت ہمیں اپنی جملہ مساعی کا رخ جدوجہد آزادی کی جانب موڑ دینا چاہیے۔ آزادی سب کے لئے بذریعہ پاکستان—— جو ہمارے سامنے ہے۔ آزادی بے بہا ہوتی ہے اور اسے قیمت کے حساب سے ناپا تولا نہیں جا سکتا' اور نہ ہی اس ضمن میں کسی قربانی کو بیش قیمت تصور کیا جا سکتا ہے اور یہ وہ حقیقت ہے جو آپ کے ذہن میں رہنی چاہیے۔ آپ اپنی تربیت اس طور سے کریں کہ جب ذمہ داری آپ کے کاندھوں پر آن پڑے ' تو زندگی کی جدوجہد کا جرأت مندی' اعتماد اور حوصلے سے اور مردانہ وار مقابلہ کر سکیں۔ اپنے موٹو اتحاد' یقین محکم اور نظم و ضبط کے ساتھ آگے بڑھتے رہیں' انشاء اللہ ہم پاکستان حاصل کر کے رہیں گے۔

(قائداعظم پیپرز فائل ۱۰۲۲/ صفحہ ۴۶)

۱۸۳۔ ناظم اعلیٰ مسلم نیشنل گارڈز پنجاب کے نام پیغام

ماتھیران' ۲۴ مئی' ۱۹۴۵ء

قائداعظم محمد علی جناح نے مسٹر احمد نواز خاں ناظم اعلیٰ مسلم نیشنل گارڈز پنجاب کے نام حسب ذیل پیغام بھیجا ہے۔ "مسلم ہند کو اب تک یہ معلوم ہو جانا چاہیے کہ حصول پاکستان کا

انحصار صرف ہماری اپنی قوت کے بَل پر ہو سکتا ہے۔ اتحاد، نظم و ضبط اور کردار کی قوت، انہیں خصوصیات کو حاصل کر کے اور ترقی دے کر کوئی قوم صحت مند اور مضبوط ہو سکتی ہے۔ کوئی قوم کبھی بھی نہ آزاد ہو سکتی ہے اور نہ اپنا آزاد وجود برقرار رکھ سکتی ہے جب تک کہ اس کی تنظیم بدعنوان ہے، اس کا نظم و نسق کمزور ہے اس کے لوگوں کا حوصلہ پست ہے۔ مستقل مزاجی، تحمل اور ایثار و قربانی کی خاطر آمادگی کے بغیر اس موت و حیات کی کش مکش سے سرخرو ہو کر نکل آنے کا خواب بھی نہیں دیکھا جا سکتا۔ مضبوط تنظیم اور نظم و ضبط کے بنا ہمارا دفاع سرنگوں ہو سکتا ہے، اور اگر خدا نخواستہ ایسا ہو جائے تو پھر اس وسیع و عریض برصغیر میں سو ملین مسلمانوں کے لئے کوئی امید باقی نہیں۔

لیکن مجھے مسّرت ہے کہ مسلمان اب اس اہم حقیقت کو محسوس کرتے ہیں اور مجھے پورا اعتماد ہے کہ فتح ہماری ہی ہو گی اور انشاء اللہ ہم پاکستان حاصل کر لیں گے۔ تاہم مَیں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے مخالفین ہمیں اپنے پیدائشی حق، خود ارادیت اور آزاد وجود کے حق سے محروم کرنے کے لئے زمین آسمان ایک کر رہے ہیں۔ لہٰذا مَیں ایک بار پھر مسلمانوں کو خبردار کرتا ہوں کہ وہ ہوشیار رہیں اور کسی بھی صورت حال سے نمٹنے کے لئے تیار۔ ہمارے ماضی کی تاریخ، ہماری شاندار روایات اور اسلام کی اصل روح ہمارے ہندو راج یا کسی اور بیرونی طاقت کے غلام بن جانے کے خیال سے بھی بغاوت کرتی ہے۔ ہماری آزادی درست طور پر قیام پاکستان میں مضمر ہے۔ آزادی کا مطلب ہے زبردست ذمہ داری اور ذمہ داری کا یہ بھاری بوجھ ہی وہ چیز ہے جسے میں ہند کے مسلم نوجوانوں کو اپنے کاندھوں پر پوری جرأت اور بھروسہ کے ساتھ اٹھانے کی خاطر آگے بڑھنے کے لئے کہتا ہوں تاکہ وہ خود میں اس بار کو اٹھانے کی پوری اہلیت پیدا کریں۔

مسلم نیشنل گارڈز

مسلم نیشنل گارڈز کی تنظیم پہلے ہی سے ہند کے طول و عرض میں کام کر رہی ہے۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے مزید مضبوط اور مستحکم کیا جائے تاکہ یہ ہمارے وقار، ہمارے گھربار، ہماری زندگی اور املاک کا تحفظ اور بنی نوع انسان کی خدمت کر سکے، جس اولین اور ناگزیر مقصد کی خاطر اسے ابتداً قائم کیا گیا تھا۔

مجھے اعتماد ہے کہ مسلمان نوجوان بالخصوص پنجاب کے مسلمان نوجوان جو پاکستان کا بازوئے شمشیرزن ہے، نیشنل گارڈز تنظیم کے پرچم کے گرد جوق در جوق جمع ہو جائیں گے جس کا مقصد بنی نوع انسان کی خدمت ہے۔ اس علاقہ کا تحفّظ ہے جہاں ہم عزّت، آبرو اور امن و سلامتی کے ساتھ رہ سکیں۔ اتحاد، یقین محکم اور نظم و ضبط کو اپنا موٹو بنا لیجئے۔" (دی ایسٹرن ٹائمز، ۲۵ مئی ۱۹۴۵ء)

۱۸۴- فلسطین کے ضمن میں لیبر پارٹی اپنی حکمت عملی واضح کرے

اخباری بیان، ماتھیران، ۲۵ مئی ۱۹۴۵ء

"ڈاکٹر ہیو ڈالٹن نے فلسطین کے بارے میں لیبر پارٹی کی جو حکمت عملی بیان کی ہے وہ مسلمانان ہند کے ساتھ عہد شکنی کے مترادف ہے۔" یہ ہے وہ اعلان جو مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے ایک اخباری بیان میں کیا اور لیبر پارٹی کے قائد مسٹر سی۔ آر۔ ایٹلی سے مطالبہ کیا کہ وہ کسی تاخیر کے بغیر اس مسئلہ پر لیبر پارٹی کے سرکاری موقف کی وضاحت کریں۔ مسٹر جناح اپنے بیان میں کہتے ہیں :

"میری توجہ ڈاکٹر ہیوڈالٹن صدر بورڈ آف ٹریالا اور لیبر انتظامیہ کے متوقع وزیر خارجہ کے اس اعلان کی جانب مبذول کرائی گئی ہے جس میں انہوں نے اخباری اطلاعات کے مطابق حسب ذیل امور پر گفتگو کی : (۱) یہ کہ وہ فلسطین کے ضمن میں مسٹر چرچل کی حکومت کی موجودہ حکمت عملی کے سخت مخالف ہیں۔ (۲) یہ کہ لیبر پارٹی یہ سمجھتی ہے کہ کسی یہودی کو فلسطین جانے سے روکنا اخلاقی طور پر غلط اور سیاسی اعتبار سے ناپسندیدہ فعل ہے۔ (۳) صیہونیوں کے ترک وطن کر کے فلسطین جانے کی پوری طرح سے حوصلہ افزائی اور اعانت ہونی چاہیے۔ (۴) یہ کہ وہ چاہتے ہیں کہ فلسطین میں خوش و خرم، خوشحال اور آزاد صیہونی ریاست کے قیام کی حمایت میں امریکہ، روس اور برطانیہ عظمیٰ میں گہری مفاہمت ہونی چاہیے۔

اس اعلان سے، جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ لیبر پارٹی کی جانب سے جاری کیا گیا، مسلم ہند کو صدمہ پہنچا ہے اور اس کے خلاف گہرے غم و غصے کی لہر دوڑ گئی ہے اور میں توقع کرتا ہوں کہ حقیقتاً یہ لیبر پارٹی کی فلسطین کے بارے میں مستند سرکاری حکمت عملی نہیں ہے اور یہ کہ لیبر پارٹی کی جانب سے اس کے قائد مسٹر سی۔ آر۔ ایٹلی کو اس کی بلا کسی تاخیر کے وضاحت کرنی چاہیے۔

تاریخی اعتبار سے نامنصفانہ

یہ اعلان اخلاقیات کے ہر اصول کے "کلیتاً" خلاف ہے اور تاریخی اعتبار سے نا منصفانہ اور سیاسی لحاظ سے اسے روبہ عمل لانا ایک حماقت اور ایک غلطی ہو گی۔

برطانیہ اور فلسطینی عربوں کے تعلقات کی تاریخ کے سیاہ صفحات کی تفصیلات میں جائے بنا اور عربوں کی آزادی اور خود مختاری اور ان کی قانونی قومی امنگوں کو جو نقصان پہنچایا گیا اس کا ذکر کئے بغیر میں یہ کہوں گا کہ ڈاکٹر ڈالٹن کا اعلان اس تازہ ترین عہد کے بھی خلاف ہے جو سابق

وائسرائے ہند لارڈ لنلتھگو نے میرے نام [بحیثیت صدر آل انڈیا مسلم لیگ اپنے مکتوب مرقومہ ۲۱ جون ۱۹۴۰ء] ملک معظم کی حکومت کی جانب سے مسلمانان ہند کو کرایا تھا۔ لارڈ لنلتھگو اپنا مکتوب حسب ذیل اعلان پر ختم کرتے ہیں :

"اخیر میں مَیں آپ کی توجہ ان اقدامات کی جانب منعطف کراؤں گا جو اس حکمت عملی کو روبہ عمل لانے کے لئے کیے گئے .جو مئی ۱۹۳۹ء کے قرطاس ابیض میں مذکور ہے۔ یعنی اپریل ۱۹۳۹ء سے یہودی تارکین وطن کو فلسطین میں قرطاس ابیض کے مندرجات اور گذشتہ فروری کے قانون' کے مطابق باقاعدہ کرنا' جس کی شرائط و دفعات سے آپ آشنا ہوں گے جن کے اخبارات میں حوالے آئے اور جسے قرطاس ہدایت ۶۱۸۰ میں درج کیا گیا اور جس کے تحت عرب کاشتکاروں کے مفاد میں زرعی اراضی کے انتقال پر پابندی عائد کی گئی۔ آپ اطمینان رکھیں کہ ملک معظم کی حکومت نے عربوں کے جائز دعاوی پر توجہ دی ہے اور آئندہ بھی دی جائے گی۔"

ڈاکٹر ہیوڈالٹن اس یقین دہانی سے نابلد نہیں ہو سکتے جو ملک معظم کی حکومت اور برطانوی پارلیمان کی جانب سے دی گئی جیسا کہ یہ قرطاس ابیض میں مذکور ہے۔

یقین وہانی کی خلاف ورزی

اگر برطانیہ اپنے عہد و پیمان سے منحرف ہوا' جو عربوں کے ساتھ صرف انصاف کے ذیل میں آتا ہے تو یہ دنیا کے مسلمانوں کے گہرے محسوسات اور نظریات کے خلاف ہو گا اور یہ مسلمانان ہند کے ساتھ کئے جانے والے ان وعدوں کے بھی خلاف ہو گا جن کے تحت جنگ جاری رکھنے کے لئے مسلمانوں کی ہمدردی اور اعانت حاصل کی گئی۔

ڈاکٹر ڈالٹن' اگر ان کے پاس ضمیر نام کی کوئی چیز ہے' کس طرح ایسی مہیب اور دہشت ناک حکمت عملی کا اعلان کر سکتے ہیں جسے وہ اخلاقیات کے کسی اصول' سیاست کے انصاف اور عدل سے ہم آہنگ کسی نظریے یا برطانیہ کے وقار کے مطابق کہہ سکیں' انتخاب میں یہودیوں کے ووٹ حاصل کرنے کے ضمن میں یہ بہت خطرناک کھیل ہے۔ یقینی طور پر یہ دنیائے اسلام کو مضطرب اور ان کے دلوں میں منافرت پیدا کر دے گا اور تباہ کُن نتائج پر منتج ہو گا۔

مجھے یہ بھی امید ہے کہ مسٹر چرچل کی حکومت اور برطانیہ عظمیٰ کے عوام فلسطین کے عربوں سے بے وفائی نہیں کریں گے یا مسلمانان ہند کے ساتھ کئے ہوئے وعدوں کو توڑنے میں فریق نہیں بنیں گے۔ [اے - پی- آئی]   (ڈان' ۲۷ مئی ۱۹۴۵ء)

۱۸۵۔ شام اور لبنان کی صورت حال پر بیان

ماتھیران ۳ جون ۱۹۴۵ء

فرانس اور شام اور لبنان کے تعلقات کی تاریخ سے قطع نظر جو انتداب اور تولیتی طاقت کے مابین تھے اور جو اخلاقی اور سیاسی اعتبار سے غلط اور غیر عادلانہ اور گذشتہ جنگ کے دوران کئے گئے وعدے کی خلاف ورزی کے باوصف --- اور حالیہ واقعات کی طرف آتے ہوئے جو ۱۹۴۱ء میں رونما ہوئے' جرمن یلغار کے فوری خطرے کے پیش نظر فرانسیسی حکومت نے جنرل کاٹرو کے ذریعہ سے جون ۱۹۴۱ء میں یہ وعدہ کرایا اور انہوں نے اس کا اعلان کرتے ہوئے یہ کہا : میں انتدابی حکمرانی کے خاتمے کا اعلان کرنے آیا ہوں اور آپ کو آزاد اور خود مختار قرار دیتا ہوں۔ اور اس عہد کی تصدیق برطانیہ نے کی اور اسے امریکی حکومت نے اپنی اپنی سند سفارت کے ذریعہ تسلیم کیا جو انہوں نے شام میں متعین پہلے سفارتی نمائندے کے ذریعہ بھیجی۔

ڈی گال پر جنگی مجرم کی حیثیت سے مقدمہ چلایا جائے

"اگر اطلاعات درست ہیں۔ تو اب پھر ہم ایک خوفناک اور دہشت انگیز المیہ دیکھ رہے ہیں جو پہلے ہی زبردست خونریزی اور املاک کی تباہی پر منتج ہوا ہے' جرنیل ڈی گال' ان کے رفقائے کار اور جو لوگ ان بے رحمانہ' دہشت ناک اور بے خوفی کے طریقے اختیار کرنے کے ذمہ دار ہیں ان سے بھی اسی طرح نمٹا جائے جس طرح جنگی مجرموں سے نمٹا جاتا ہے۔ کیونکہ امن و امان تہہ و بالا کرنے کے ذمہ دار بھی اگر زیادہ نہیں تو اتنے ہی خطرناک ہیں [جتنے جنگی مجرم]۔ ان دو ملکوں سے مذاکرات یا مفاہمت کرنے کا یہ طریقہ تھا کہ قوت کا مظاہرہ کیا جائے' فرانسیسی فوج کو کمک بھیج کر از سر نو مستحکم کیا جائے بلکہ حقیقتاً بمباری ٹینکوں اور دیگر جدید اسلحہ کا استعمال کیا جائے؟ جو جرنیل ڈی گال نے اقوام متحدہ کی اعانت اور مساعی سے اپنے ملک کی آزادی کے بعد حاصل کئے۔ یہ فرانسیسی لوگوں کی نیک نامی کا باعث نہیں بن سکتا یا اس قوم کے لئے جس کی وہ نیابت کرتے ہیں اور یہ ہر اس اصول کے مخالف ہے جن کی خاطر یہ جنگ لڑی گئی اور یہ کسی بھی مہذب حکومت کی پیشانی پر ایک انمٹ کلنک کا ٹیکہ ہے۔ مجھے توقع ہے کہ فرانسیسی قوم کا ضمیر اس کے خلاف بغاوت کرے گا اور جرنیل ڈی گال اور ان کے رفقائے کار کو ان اعلیٰ مناصب سے برطرف کر دیا جائے گا جن پر وہ فرانسیسی قوم کے نمائندوں کی حیثیت سے فائز ہیں۔

الجیریا کا المیہ

"اسی طرح کا ایک المیہ الجیریا میں بھی کھیلا جا رہا ہے اور اگر اطلاعات درست ہیں تو وہاں

بھی بمباری کے باعث دس ہزار عرب موت کے گھاٹ اُتر چکے ہیں- یہ ایسی صورت حال ہے جس کا مسلم ہند خاموشی سے تماشا نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی مہذب قوم اسے برداشت کر سکتی ہے-

"مجھے مسرّت ہے کہ برطانیہ عظمیٰ اور امریکہ نے اس حوالے سے مداخلت کی ہے اور جرنیل ڈی گال کو الٹی میٹم دیا ہے کہ فائر بندی کر کے فوجوں کو واپس بیرکوں میں لے جائیں- لیکن یہ کافی نہیں ہے-

"اگر یہ مداخلت پہلے اور زیادہ بروقت کی جاتی تو اس صورت میں جانی اور مالی اتلاف ہونے سے بچ جاتا- فرانس سے مطالبہ ہونا چاہیے اور برطانیہ اور دیگر بیرونی قوتوں سے بھی کہ وہ شام سے باہر نکل جائیں' ان مقدس اصولوں کی بنا پر جن کی خاطر یہ جنگ لڑی گئی- شام اور لبنان اور دیگر قوتوں کے درمیان مساوی سطح اور آزادی کی بنیاد پر مذاکرات اور مفاہمت ہونی چاہیے- اگر "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کا اصول ہی کارفرما ہونا ہے تو یہ جنگ خواہ مخواہ لڑی گئی اور لاکھوں انسانوں نے بے سود موت کو گلے سے لگایا- ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جرنیل ڈی گال اور ان کے رفقاء نے کچھ نہیں سیکھا- زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ فرانس نازی حکمرانوں کے سامنے سجدہ ریز تھا اور چار برس تک اپنے زخم چاٹ رہا تھا- اپنے مساوات' اخوّت اور حُریّت کے بلند بانگ دعاوی کے باوصف فرانس ابھی تک سامراجی ری پبلک ہے' اور دوسرے ممالک اور دیگر قوموں کے استحصال کی حرص کو خیرباد نہیں کہہ سکا- انہوں نے خود اپنے مسیحی حکم کو فراموش کر دیا ہے کہ "دوسروں کے ساتھ وہی کچھ کرو جو تم خود اپنے ساتھ کرتے ہو-"

عرب لیگ سے اپیل

"مسلمانان ہند کی جانب سے میں شام اور لبنان کے لوگوں کے ساتھ دلی اور گہری ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں اور ان لوگوں کے ساتھ بھی جنہوں نے اپنی قوم کی خاطر ابتلا برداشت کی اور مجھے توقع ہے کہ عرب لیگ جس کا اجلاس ۴ جون کو منعقد ہو رہا ہے اپنی مکمل اور دلی حمایت شام اور لبنان کے لوگوں کے لئے وقف کر دے گی- اور پوری قوت کے ساتھ ایسی کسی کوشش یا شرائط کی مزاحمت کرے گی جو فرانس یا کسی اور کی جانب سے پیش کی جائے جو ان ملکوں کی آزادی یا مفاد کے لئے ضرر رساں ہوں- اور یہ کہ وہ ایسی ہر کوشش کی ہر قیمت پر مزاحمت کرے گی-

"سو ملین مسلمانان ہند جو کچھ ان کے بس میں ہے کرنے سے قاصر نہیں رہیں گے- وہ عرب لیگ کونسل اور شام اور لبنان کے عوام کے ساتھ ہیں- پہلے ہی مسلم ہند کے جذبات بے حد برانگیختہ ہیں اور وہ جرنیل ڈی گال کے اس وحشیانہ اور انسانیت سوز کردار پر مکدّر ہیں اور ان لوگوں کے خلاف ہیں جو اس خونریزی اور جانوں اور املاک کی تباہی کے ذمہ دار ہیں- نہ صرف

مشرق وسطیٰ اور مسلم ہند بلکہ سارے عالم اسلام میں (غم و غصہ کی) آگ بھڑک اٹھے گی اگر ان معاہدوں، وعدوں اور اعلانات کو فوری طور پر اور موثر طریقے سے روبہ عمل نہ لایا گیا اور شام اور لبنان کو مکمل آزادی نہ دی گئی۔" [اے۔ پی۔ آئی، دی ڈان، ۴ جون ۱۹۴۵ء]

۱۸۶۔ پہلی شملہ کانفرنس کے ضمن میں وائسرائے کے ساتھ مراسلت

۱۵ جون ۱۹۴۵ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ کو [وائسرائے ہند] لارڈ ویول کی جانب سے ایک برقیہ موصول ہوا جس میں انہیں دعوت دی گئی کہ وہ ۲۴ جون کو وایسرائیگل لاج شملہ میں ان سے ملاقات کریں تاکہ ۲۵ جون کو منعقد ہونے والی مجوزہ کانفرنس سے پہلے اس کے بارے میں صلاح مشورہ کیا جا سکے۔

مسلم لیگ کے قائد نے دعوت قبول کرتے ہوئے مجوزہ کانفرنس کے التوا کی تجویز پیش کی تاکہ ابتدائی مذاکرات کی روشنی میں مجلس عاملہ [آل انڈیا مسلم لیگ] کوئی لائحہ عمل طے کر سکے۔ اس تجویز کے بارے میں وائسرائے کا جواب معلوم نہیں ہو سکا۔

تاہم غیر سرکاری طور پر یہ تجویز کیا گیا کہ مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے اجلاس کے ضمن میں یہ انتظام کیا جا سکتا ہے کہ وہ مسٹر جناح کے وائسرائے کے ساتھ ملاقات کے فوراً بعد منعقد ہو جائے اور لائحہ عمل کے بارے میں کوئی فیصلہ کر لے۔

مسٹر جناح سے اخبار نویسوں نے دریافت کیا کہ کیا وہ ہزایکسی لینسی لارڈ ویول کے اعلان کے بارے میں کچھ کہنا چاہیں گے تو مسٹر جناح نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ لارڈ ویول اور ان کے مابین حسب ذیل برقیوں کا تبادلہ ہوا ہے:

برقیہ منجانب لارڈ ویول مورخہ نئی دہلی ۱۴ جون ۱۹۴۵ء

میں توقع کرتا ہوں کہ آج شام آپ نے میرا نشریہ سنا ہو گا۔ اس کا متن اور اس کے ساتھ ہی پارلیمان میں وزیر ہند کے اعلان کا متن کل کے اخبارات میں شائع ہو جائے گا۔ مجھے امید ہے کہ آپ میری تجویز کردہ کانفرنس میں شرکت کرنے سے اتفاق کریں گے۔ میں نے پہلے اجلاس کے لئے وائسریگل لاج شملہ میں ۲۵ جون کو گیارہ بجے صبح کا وقت تجویز کیا ہے، اگر آپ میری دعوت قبول کر لیں تو میں آپ کے ساتھ ۲۴ جون کو شام ۵ بجے، اگر آپ کو سہولت ہو، وائسریگل لاج شملہ میں تبادلہ خیال کا خیر مقدم کروں گا۔ میں نے اس امید کے [illegible] کہ آپ دعوت قبول کر لیں

گے آپ کے قیام کے لئے سیسل ہوٹل میں جگہ کا انتظام کر دیا ہے۔

برقیہ منجانب مسٹر جناح بنام ہزایکسی لینسی لارڈ ویول

آپ کا ۱۴ تاریخ کا دعوت نامہ۔ ۲۴ تاریخ کو تبادلہ خیال کے لئے آپ سے مل کر مسرت ہو گی۔لیکن جہاں تک کانفرنس کے ضمن میں آپ کی تجاویز کا تعلق ہے یہ کچھ وضاحتوں کی محتاج ہیں جو میں امید کرتا ہوں کہ ۲۴ جون کی ملاقات کے دوران مل جائیں گی۔ اس سے مجھے ان صراحتوں کی روشنی میں اپنی مجلس عاملہ سے مشورہ کرنے کی سہولت حاصل ہو جائے گی اور ہم اپنا لائحہ عمل طے کر سکیں گے۔ کیا میں آپ سے دو ہفتہ کے لئے کانفرنس کے التوا کی درخواست کر سکتا ہوں کیونکہ مجلس عاملہ کے اجلاس کے لئے سارے ہند سے اراکین کو جمع کرنے کے لئے وقت بہت کم ہے' میں تعاون اور خیرسگالی کے ضمن میں آپ کی اپیل پر لبیک کہتا ہوں اور توقع کرتا ہوں کہ مسلم لیگ کسی بھی عادلانہ اور معقول عارضی اور عبوری تصفیہ کے سلسلے میں اپنا کردار ادا کرے گی۔ براہ کرم جواب دیجئے۔

وائسرائے کا برقیہ بنام مسٹر جناح مورخہ ۱۶ جون ۱۹۴۵ء

مجھے اب آپ کا برقیہ مورخہ ۱۵ جون موصول ہو گیا ہے۔ میں تعاون کے لئے آپ کی یقین دہانی کا ممنون ہوں۔ میرا نشریہ تجاویز کے بارے میں ایک سادہ سا بیان ہے۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ اگر کچھ نکات وضاحت طلب ہوں تو ان سے کانفرنس میں نمٹ لیا جائے۔ مَیں نہیں سمجھتا کہ کانفرنس کے اجلاس سے قبل تفصیلی تبادلہ خیال مناسب ہو گا۔ لہٰذا میں کانفرنس کے افتتاح کی ۲۵ جون کی تاریخ کو ترجیح دوں گا اور امید کرتا ہوں کہ آپ اس میں شرکت کریں گے۔ شاید آپ شملہ میں اپنی مجلس کو طلب کرنے کا انتظام کر سکیں۔ مَیں ۲۴ تاریخ کو آپ سے ملاقات کا منتظر رہوں گا۔ چونکہ آپ کا برقیہ شائع ہو گیا ہے اس لئے میں اسے بھی اخبارات کو ارسال کر رہا ہوں۔

مسٹر جناح کا جواب وائسرائے کے نام

آپ کا ۱۶ تاریخ کا برقیہ موصول ہوا۔ مَیں نے آپ کے اس ارادہ کو نوٹ کر لیا ہے کہ آپ کانفرنس میں ہی وضاحت طلب نکات سے نمٹنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک آپ کی تجاویز کی پوری تصویر ہمارے سامنے نہ ہو' کیونکہ تفصیلات بھی مبادیات سے کم اہم نہیں ہوں گی' ہم ان سے نمٹ نہیں سکیں گے۔ جب تک کہ مجھے اسکیم کی مکمل تفصیل کا علم نہ ہو اور میں مکمل اسکیم اپنی مجلس عاملہ کے سامنے پیش نہ کر سکوں' اجلاس طلب کرنا کوئی سود مند بات

نہ ہو گی۔

مزید مجھے امید ہے کہ اس بات کو آپ سمجھ سکیں گے کہ مجلس عاملہ کا اجلاس ۲۵ جون یا اس سے قبل طلب کرنے میں مشکلات کا سامنا کرنا ہو گا۔ اولاً کانفرنس کے اختتام تک غیر معینہ مدت کے لئے انہیں انتظار کی زحمت دینا ہو گی۔ دوم جو مختصر سا وقت دستیاب ہے اس میں میرے لئے ان کے واسطے مناسب قیام گاہوں اور مختلف صوبوں سے ان کے سفر کے انتظامات کرنا بھی سہل نہ ہو گا' تاہم میری آپ سے ۲۴ جون کی ملاقات اور جیسا کہ آپ نے تجویز کیا ہے ملاقات کے بعد میں صورت حال کو سمجھنے اور اس کے مطابق انتظامات کرنے کے لئے مَیں بہتر پوزیشن میں ہوں گا۔

۱۸۷۔ صوبہ سرحد مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے نام پیغام

۱۸ جون ۱۹۴۵ء

مَیں نے اکثر یہ بات واضح کی ہے کہ اگر مسلمان باوقار اور لائق احترام لوگوں کی طرح سے زندہ رہنا چاہتے ہیں تو ان کے سامنے ایک ہی راستہ ہے : پاکستان کے لئے لڑیئے' پاکستان کے لئے زندہ رہیے اور اگر ناگزیر ہو تو حصول پاکستان کے لئے مرجایئے' یا پھر مسلمان اور اسلام دونوں تباہ ہو جائیں گے۔

ہمارے سامنے ایک ہی راہ ہے : اپنی قوم کی تنظیم کرنا' اور یہ ہم اپنی محنت' مصمم اور پُرعزم مساعی کے ذریعہ سے ہی قوت پیدا کر سکتے ہیں اور اپنی قوم کی حمایت کر سکتے ہیں' نہ صرف اپنی آزادی اور خودمختاری حاصل کر سکتے ہیں بلکہ اسے برقرار بھی رکھ سکتے ہیں' اور اسلامی آدرشوں اور اصولوں کے مطابق زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

پاکستان کا مطلب نہ صرف آزادی اور خود مختاری ہے بلکہ مسلم نظریہ بھی ہے جسے ہمیں محفوظ رکھنا ہے۔ جو ایک بیش قیمت تحفے اور سرمائے کے طور پر ہم تک پہنچا ہے اور ہم امید کرتے ہیں اور لوگ بھی اس میں ہمارے ساتھ شراکت کر سکیں گے۔

مسلم قوم کی احیاء اور اس کی باردگر تعمیر میں نوجوانوں کو لازمی طور پر ایک اہم کردار ادا کرنا ہو گا اور مَیں خلوص کے ساتھ دعا کرتا ہوں کہ آپ اپنا پورا کردار ادا کریں گے لیکن بغیر نظرانداز کئے اور غیر ضروری طور پر اپنا وقت ضائع کئے بنا اور ان سہولتوں کو ضائع کئے بنا جو طالب علم کی حیثیت سے آپ کو دستیاب ہیں یا آپ سے تقاضا کرتی ہیں۔ آپ کو بہت کچھ کرنا ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ ناکام نہیں ہوں گے۔ مَیں بصمیم قلب آپ کی اور آپ کے اجلاس کی مکمل

کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں۔ (دی ڈان' ۱۹ جون ۱۹۴۵ء)

۱۸۸۔ ویول تجاویز کے بارے میں اخبار نویسوں سے خطاب

شملہ' ۲۹ جون ۱۹۴۵ء

کسی بھی اہم معاملے میں کانگرس کو آسانی سے یہ حق دے دیا کہ وہ اچھوتوں اور سکھوں کو اپنا حامی شمار کر لے۔ ہم کسی عادلانہ اور معقول تصفیہ میں اپنا مکمل کردار ادا کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔کانگرس نے پہلے ہی سے یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ انہیں مسلم بلاک سے رکن چننے کا حق حاصل ہے اور کوئی اور جماعت یا جماعتیں بھی اس نوعیت کا دعویٰ کر سکتی ہیں۔ حل تلاش کرنے کی پوری خواہش رکھنے کے باوجود یہ ایک ایسا نکتہ ہے' یعنی کانگرس یا کسی اور تنظیم کو مسلم بلاک سے مسلمان کو منتخب کرنے کا حق' جسے ہم قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں' نہ اصول کی بنا پر اور نہ ہی ان حقائق کی بنیاد پر جو ہمارے سامنے موجود ہیں۔

مَیں آپ کو اس کا ذرا سا پس منظر بتا دینا چاہتا ہوں۔ اولاً مسلم لیگ نے مارچ ۱۹۴۳ء میں دہلی میں ایک قرارداد منظور کی جس میں ہم نے اپنے مطالبے کو شکل دی۔ مطالبہ یہ تھا کہ ہم جملہ تجاویز پر غور کرنے کے لئے تیار ہیں یا ہم کسی بھی جماعت کے ساتھ عبوری مرکزی حکومت میں مساوی نمائندگی کی بنیاد پر گفت و شنید کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ اس وقت جماعت سے مراد کانگرس تھی ـــــ بشرطیکہ حکومت اعلان کرے جس میں مسلمانوں کو حق خود ارادیت کی ضمانت دی جائے اور یہ عہد کیا جائے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کی قرارداد لاہور ۱۹۴۰ء میں مندرج اصولوں کے مطابق اسکیم کو جامہ عمل پہنانے کے ضمن میں مسلمانوں کے فیصلے کا پاس کیا جائے گا۔

ویول تجاویز متذکرہ بالا اعلان کے مطابق نہیں ہیں۔ وائسرائے کے نشریہ اور وزیرہند کے اعلان دونوں میں کچھ منفی یقین دہانی موجود ہیں۔

وزیر ہند نے حسب ذیل اعلان کیا:۔

"موجودہ مرحلے پر صرف یہ ہی عارضی اور عبوری بنیاد پر ممکن ہے۔ یہ حتمی آئینی تصفیہ پر مطلق اثر انداز نہیں ہو گا۔ وہ آدرش جسے ہم نے ہمیشہ پیش نظر رکھا' یہ ہے کہ کُل ہند یونین ہو جس میں ریاستیں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے یہ بھی تسلیم کیا ہند کے کسی بھی نوعیت کے اتحاد کے ضمن میں ہندو مسلم سمجھوتے کے امکانات بالکل معدوم ہیں۔ اس لئے کوئی بھی عبوری پیش رفت اس مسئلہ کے پیشگی فیصلہ پر مبنی نہیں ہونی چاہیے کہ حتمی تصفیے کی اساس متحدہ ہند پر ہو گی

یا منقسم ہند پر۔"

مسلمانوں کی ہمدردیاں اچھوتوں کے ساتھ ہیں

ویول تجاویز میں بنیادی طور پر ہندوؤں اور مسلمانوں کو مساوی رکھا گیا ہے۔ اس میں اچھوت مستثنٰی ہیں۔ ہمیں اس مساوات کے بارے میں کوئی خوش فہمی نہیں ہے۔ کیونکہ جیسا کہ تجویز کیا گیا ہے مجلس انتظامیہ میں مسلم کوٹہ ایک تہائی سے زیادہ نہیں ہو گا اور من حیث المجموع مجلس انتظامیہ میں مسلمان ایک تہائی کی اقلیت میں ہوں گے۔ اچھوتوں کی نمائندگی ہو گی اور سکھوں کی نمائندگی ہو گی' اور ابھی تک ہمیں علم نہیں کہ اور کس کس فرقے یا فرقوں کی نمائندگی ہو گی' چونکہ ابھی مجلس کے ارا کین کی تعداد کا تعین ہونا باقی ہے۔ یہی کیفیت اس کی ہیئت کے بارے میں بھی ہے جو ابھی متعین ہونی ہے۔ اب جہاں تک اچھوتوں کا تعلق ہے ان کی اصل شکایت ہندو معاشرے میں ان کے ساتھ معاشرتی ظلم اور معیشی جبر ہے۔ لیکن جہاں تک اچھوتوں کے سیاسی آدرش یا سیاسی نصب العین کا تعلق ہے' وہ ایک ہی ہے۔ پس ہماری طرف اچھوتوں کے نمائندے یا نمائندوں کا کوئی خاص میلان نہیں ہو گا۔ اگرچہ' مَیں اس بات کو دُہراتا ہوں' ہمیں ان سے پوری پوری ہمدردی ہے اور ہم ہمیشہ معاشرتی اور معیشی حالت کو بہتر بنانے کے ضمن میں ان کی مدد کے لئے تیار اور آمادہ رہیں گے۔ لہٰذا اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بہت سے اہم امور میں کانگرس اطمینان کے ساتھ ان کی حمایت پر انحصار کر سکے گی۔

جہاں تک سکھ نیابت کا تعلق ہے وہ پہلے ہی تقسیم ہند کے خلاف ہیں اور ان کے سیاسی تخیل اور نصب العین وہی ہیں جو کانگرس کے ہیں' اور اس لئے اس کا کوئی امکان نہیں کہ ان کا ہماری طرف کوئی خاص جھکاؤ ہو۔ کسی اور فرقے کا جہاں تک تعلق ہے ابھی مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں۔

پھر اس کے دو انگریز رکن ہوں گے' کمانڈر ان چیف اور وائسرائے۔ لہٰذا مجلس کی تشکیل اس نوع کی ہو گی جس سے کانگرس کو مستقل طور پر اکثریت کا اعتماد حاصل رہے گا۔

مجھے علم ہے کہ وائسرائے کو ویٹو کا اختیار حاصل ہو گا اور مجھے یہ بھی علم ہے کہ مسٹر ایمرے کہتے ہیں کہ اقلیتوں کے تحفّظ کے لئے ویٹو استعمال کیا جائے گا' لیکن مَیں یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر گورنر جنرل اور وائسرائے تسلسل کے ساتھ اور معمول کے کاروبار میں ویٹو استعمال کرنے لگے تو ان کی پوزیشن عجیب و غریب ہو جائے گی۔

مسٹر ایمرے نے دارالعوام میں قرطاس ابیض پیش کرتے ہوئے مجلس انتظامیہ کے اختیارات و فرائض اس طرح بیان کئے:۔

"تجاویز میں' اگر انہیں قبول کر لیا گیا' ایسی کوئی چیز نہیں جو مجلس کے اراکین کو مسئلہ تعمیرِ نو کو کُلی طور پر حسبِ دلخواہ طریق سے نمٹانے سے باز رکھ سکے۔ صنعتی' زرعی اور صحت سے متعلق حکمت عملی کا فیصلہ کرنا ان کا کام ہو گا وغیرہ وغیرہ۔ جہاں تک برطانوی ہند کا تعلق ہے یہ فیصلہ کرنا اس کے اختیار میں ہو گا کہ کن بیرونی دارالحکومتوں میں کون اس کی سفارتی نمائندگی کرے اور کس کس دارالحکومت میں ہند کو نیابت کی خواہش ہے۔ تجاویز' اگر قبول ہو گئیں' تو یہ کوئی ایسی پابندی یا ممانعت عائد نہیں کرتیں کہ اندرون یا بیرون ملک دنیا بھر میں ہند آزادی کے ساتھ اپنی راہ پر گامزن نہ ہو سکے۔"

لہٰذا اس امر کا کوئی اہتمام موجود نہیں کہ کانگرس اکثریتی رائے سے اپنے فیصلے مسلم بلاک پر مسلط نہ کر سکے۔ اس لئے ہمیں اس پر غور کرنا ہو گا کہ اس صورت حال کے خلاف کس طرح اہتمام کیا جائے۔ ہم کسی بھی منصفانہ اور معقول تصفیہ کے لئے مکمل کردار ادا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کانگرس یہ دعویٰ پہلے ہی کر چکی ہے کہ اسے مسلم بلاک سے ایک رکن یا اراکین کو چننے کا حق حاصل ہے۔ کوئی اور جماعت یا جماعتیں بھی اس نوع کے دعوے کر سکتی ہیں۔

درانحالیکہ ہماری پوری خواہش ہے کہ ہم کوئی حل دریافت کر لیں اور سمجھوتہ کر لیں لیکن یہ نکتہ کہ کانگرس یا کسی اور جماعت کو مسلم بلاک سے ایک مسلمان کو منتخب کرنے کا حق حاصل ہے جسے ہم اصولوں یا ان حقائق کی بنا پر قبول نہیں کر سکتے جو اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔

وہ کون ہیں اور وہ کہاں ہیں؟

مسلمانوں کی یہ دیانتدارانہ خواہش ہے کہ وہ کسی سمجھوتے پر پہنچ جائیں اور حقائق سے نہ کھیلیں اور مَیں نہیں سمجھتا کہ اس بات کی تردید کی جا سکتی ہے کہ ہند کے نوے فی صد مسلمان لیگ کے ساتھ ہیں۔ ہم نے تقریباً ۷۰ ضمنی انتخابات میں سے ماسوا ایک کے کوئی بھی ضمنی انتخاب نہیں ہارا۔ یہ ۱۹۳۷ء کے ابتدائی ایام کی بات ہے۔ تمام صوبائی اور مرکزی مجالس قانون ساز میں مسلمانوں کی کل نشستیں چھ سو ہیں جن میں پچاس کانگرسی مسلمان ہوں گے' ایک صوبائی مجلس قانون ساز میں یا دوسری میں۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ مرکزی مجلس قانون ساز میں مسلم حلقے سے ایک بھی کانگرسی مسلمان نہیں ہے۔ دو مسلمان ہیں جو مخلوط طریقہ انتخاب کے تحت منتخب ہوئے۔ لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ صرف تنہا مسلم لیگ کو ہی یہ حق حاصل ہے کہ وہ مسلم بلاک سے مسلمانوں کے نام وائسرائے کو پیش کرے۔ اس دنیا میں [کامل] اتفاق رائے نہیں ہو سکتا۔ میں نہیں سمجھتا کہ آپ کو دنیا بھر میں

کہیں بھی یہ ملے گا۔ مٹھی بھر مسلمان لیگ سے باہر ہوں گے اور کچھ مسلمان کانگرس میں ہوں گے، لیکن کتنے؟ مَیں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ چند سو۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ ایک اخبار میں جب یہ استدلال کیا جا رہا تھا کہ مسلمان کانگرس میں ہیں تو یہ دلیل دی گئی کہ ایک ابابیل سے تو ہند میں موسم گرما نہیں آجاتا۔ نہ ہی چند سو مسلمانوں کی موجودگی سے کانگرس کو من حیث المجموع ہند کی نیابت کا استحقاق حاصل ہو جاتا ہے اور نہ ہی یہ اس کے اس دعوے کی تائید ہوتی ہے کہ مسلم بلاک سے اراکین کے انتخاب میں اس کی بھی آواز ہونی چاہیے۔

مَیں توقع کرتا ہوں کہ جب مکمل اسکیم مرتب ہو جائے گی تو ہمیں کافی تحفظ حاصل ہو جائے گا تاکہ اس مسلم قوم کے لئے، جس کی وہ نیابت کرتے ہیں، قابل قبول ہو جائے۔

(دی ڈان، ۳۰ جون ۱۹۴۵ء)

۱۸۹۔ ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کے نمائندے سے ملاقات

شملہ ۳۰ جون ۱۹۴۵ء

مسٹر پرسٹن گروار نمائندہ ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کے ساتھ ایک ملاقات کے دوران مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہا کہ مسٹر گاندھی کو چاہیے کہ وہ موجودہ کانفرنس کو بھول جائیں اور مسلم لیگ کے ساتھ نئی مفاہمت کریں جس میں پاکستان ایک تسلیم شدہ اہتمام ہو۔

اس تجویز کے بارے میں مسٹر گاندھی کا رد عمل معلوم کرنے کے لئے ان سے رابطہ کی کوشش کی جا رہی ہے "اگر مسٹر گاندھی پاکستان کی اساس کو تسلیم کر لیتے ہیں تو ہمیں اس کانفرنس کے بارے میں تشویش کی زحمت نہ اٹھانا پڑے گی۔ مسٹر جناح نے کہا "تب ایک اور کانفرنس ہو گی جو ہماری اپنی ہو گی۔"

مسٹر جناح نے کہا "پھر کانگرس اور مسلم لیگ ایک ساتھ مل کر ہند کے سارے لوگوں کی آزادی اور خود مختاری کے حصول کے لئے کام کریں گی۔"

ایک طرح سے یہ مسٹر گاندھی کے لئے ایک دعوت ہے کہ جو مذاکرات انہوں نے گذشتہ موسم خزاں میں ہند میں قومی حکومت کے قیام کے سلسلہ میں کئے تھے (وہ از سر نو شروع کئے جائیں) یہ تجویز ایک قسم کی حیران کُن بات ہے۔

مسٹر جناح کے ساتھ یہ ملاقات مسٹر گاندھی کے اس بیان کا جواب حاصل کرنے کے لئے کی گئی تھی جس میں مسٹر گاندھی نے کل کہا تھا کہ اگر مسٹر جناح چاہتے ہیں کہ مَیں وائسرائے کی

کانفرنس میں شرکت کروں تو وہ اس کا مطالبہ کریں اور مَیں پہنچ جاؤں گا۔

مسٹر جناح نے اس ملاقات کا آغاز نہایت آسان انداز میں مسٹر گاندھی کے بیان کے اقتباسات پڑھ کر کیا۔ مسٹر گاندھی نے دیگر امور کے علاوہ یہ بھی کہا تھا کہ وہ کانفرنس میں اس لئے نہ گئے کہ ان کے لئے کانفرنس میں کوئی جگہ نہ تھی کہ وہ سرکاری طور پر صرف ایک مشیر ہیں رکن نہیں ہیں۔ مسٹر جناح نے کہا کہ وائسرائے نے انہیں دو بڑی سیاسی جماعتوں میں سے ایک ـــــ کانگرس ـــــ کے مسلّمہ رہنما کی حیثیت سے کانفرنس میں شرکت کے لئے مدعو کیا تھا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اپنے بیان میں بھی انہوں نے یہ کہا کہ کانگرس کی قانونی نمائندگی ہو رہی ہے' لہٰذا اس میں ان کی کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔ مَیں انہیں کانفرنس میں کیسے لے جا سکتا ہوں جب وہ یہ کہتے ہیں کہ اس میں ان کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

گاندھی بحیثیت ایک مشیر

مَیں اس بات سے پوری طرح متفق ہوں کہ تیکنیکی نکتے سے قطع نظر مسٹر گاندھی کی رضامندی کے بغیر جو معاملہ طے پائے گا اس کا انجام بخیر نہ ہو گا۔ ہم جانتے ہیں کہ کانگرس کے لئے ان کا مشورہ بمنزلہ حکم کے ہوتا ہے۔ لیکن اب میرا مشاہدہ یہ ہے کہ انہوں نے خود کو نہ صرف کانگرس بلکہ وائسرائے اور ان کے توسّل سے برطانوی قوم کا مشیر بھی مقرر کر لیا ہے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا آئین جمہوری طرز کا ہے اور اسے قواعد و ضوابط کے مطابق عمل پیرا ہونا چاہیے۔ اس میں مشیر کے لئے کوئی جگہ نہیں۔

مسٹر جناح نے پھر مسٹر گاندھی کی وائسرائے کانفرنس میں مراجعت کے معاملے سے رجوع کیا۔ جہاں تک مسٹر گاندھی کے اس بیان کا تعلق ہے کہ مَیں انہیں کانفرنس میں لے جا سکتا ہوں اور یہ کہ ہم دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر جا سکتے ہیں' اگر مسٹر گاندھی پاکستان کی بنیاد کو تسلیم کر لیتے ہیں تو ہمیں اس کانفرنس کے بارے میں تشویش کی چنداں ضرورت نہیں۔ تب ایک اور کانفرنس ہو گی اور وہ ہماری اپنی ہو گی۔ مجھے علم ہے کہ مسٹر گاندھی ہند کے لوگوں کی آزادی اور خودمختاری کے عاشق ہیں' اسی طرح سے مَیں بھی ہوں' اور مَیں نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ اس برصغیر میں جملہ بسنے والوں کی آزادی اور خودمختاری کے بغیر پاکستان کا قیام ممکن نہیں۔ پس جب ہم پاکستان کے لئے جدوجہد کرتے ہیں تو ہم ہند کے تمام لوگوں کی آزادی کے لئے لڑ رہے ہوتے ہیں۔ یہ بات آل انڈیا مسلم لیگ کی اس قرارداد میں مذکور ہے جو اپریل ۱۹۴۳ء میں دہلی میں منظور کی گئی۔"

بڑا مسئلہ

پھر وائسرائے کی عبوری حکومت کی تجویز کا حوالہ دیتے ہوئے، جس کے ضمن میں مذاکرات فی الوقت تعطل کا شکار ہیں، مسٹر جناح نے کہا کہ پتہ نہیں کہ مسٹر گاندھی کو اس امر کا احساس ہے یا نہیں کہ عبوری حکومت اس وقت تک ہی چلے گی جب تک کہ ہم باہمی مفاہمت سے یہ فیصلہ کر لیں کہ یہ منقسم ہند ہو گا یا متحد ہند، اور یہ کہ آیا ہم ایک دستور مرتب کریں گے یا دساتیر۔ لہٰذا پہلے یہ بنیادی مسئلہ، مسئلہ پاکستان کو پہلے طے کرنا ہو گا اور یہ جس قدر جلد طے ہو جائے گا اتنا ہی متعلقہ فریقوں کے لئے بہتر ہو گا۔ (ا-پ-ا) - (ڈان، ۲ جولائی ۱۹۴۵ء)

۱۹۰۔ جلسہ عام میں تقریر
شملہ یکم جولائی ۱۹۴۵ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے مسلمانان شملہ کا اس محبت اور شفقت کا شکریہ ادا کیا جو انہوں نے ان پر نچھاور کی۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو میری ذات پر مکمل اعتماد اور بھروسہ ہے۔ آج ہمارے سامنے نہایت سنگین مسائل ہیں جن کا آپ کو میرے اخباری بیان کے مطالعہ سے علم ہو گیا ہو گا۔ یہ موقع نہیں کہ میں آپ کے سامنے کوئی تقریر کروں۔ آپ سے جو کچھ مطلوب ہے وہ مسلمانوں میں اتحاد ہے۔ کنجی آپ کے ہاتھ میں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر مسلمان متحد ہیں اور ایک پلیٹ فارم پر جمع ہیں تو ہم یہ جنگ کبھی نہیں ہاریں گے اور دنیا کے سامنے سرخرو ہو کر نکلیں گے۔" (ڈان ۲ جولائی ۱۹۴۵ء)

۱۹۱۔ ضلع مسلم لیگ شملہ کے سپاسنامے کا جواب
شملہ ۹ جولائی ۱۹۴۵ء

"مسٹر ایم۔ اے جناح نے کہا کہ مسلم لیگ ایسی کسی چیز کو ترک نہیں کرے گی جو اس کی حکمت عملی کے مبادیات کے مطابق ہو۔

ویول تجاویز کے بارے میں مسٹر جناح نے کہا کہ اس وقت ہم خفیہ مذاکرات اور گفت و شنید کے مرحلے میں ہیں اور یہ بات بہترین نتائج، جن کے ہم سب متمنی ہیں، کے حق میں نہیں ہو گی کہ میں اس مرحلے میں جلسہ عام میں اس مسئلہ پر بحث شروع کر دوں۔

"میں سمجھتا ہوں کہ میں نے افشائے راز کا ارتکاب نہیں کیا، جس کا میں نے عہد کیا ہے اور جس پر سختی سے کاربند ہوں، جب ۲۹ جون کو میں نے ایک اخباری کانفرنس میں ان مسائل کی

نشان دہی کی تھی جن سے آج کل ہم نبرد آزما ہیں۔ یہ تصویر مَیں نے آپ کی اطلاع کے لیے پیش کی تھی۔ مکمل اور پوری تصویر ابھی تک سامنے نہیں آئی۔

اس کانفرنس میں ہم کم و بیش لارڈ ویول کے مشیروں کی سی حیثیت میں ہیں جنہوں نے ازراہ عنایت ہمیں مدعو کیا۔ اس امر کے پیش نظر کہ ہمارا مشورہ صائب ہو' چونکہ ایک دماغ کے مقابلے میں دو بہتر ہوتے ہیں' ہم نے لیگ کی مجلس عاملہ کے اراکین کی خدمات بھی طلب کر لی ہیں۔

"لیکن اس بات کو فراموش نہ کیجئے کہ ہم محض مشیر ہیں۔ جب بھی اصلی تصویر ہمارے سامنے اُبھرے گی اس کی آل انڈیا مسلم لیگ پابند نہیں ہو گی تاآنکہ ہماری تنظیم اس کی توثیق نہ کر دے۔ لہٰذا کسی وسوسے کو دل میں راہ نہ دیجئے۔

مسٹر جناح نے اس امر پر اظہارِ مسّرت کیا کہ ان کی ذات پر اعتماد کیا گیا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ روئے زمین پر کوئی شے ایسی نہیں جو مجھے ایسی تجاویز یا اسکیم قبول کرنے پر مجبور کر سکے جو ہماری منزل مقصود پاکستان کے خلاف عصبیت پر مبنی ہو' اس کے بارے میں پہلے سے فیصلہ صادر کر سکے یا اس کے لیے ضرر رساں ہو۔

قطعی طور پر یہ بات واضح کی جا چکی ہے کہ یہ صرف عارضی اور عبوری انتظام ہے۔ ہم مستقبل کا دستور ترتیب نہیں دے رہے ہیں۔ سارا مسئلہ یہ ہے کہ ذمہ داری سنبھالنے کی پوری خواہش کے باوصف ہم کسی ایسے انتظام میں شریک نہیں ہو سکتے جو ہمارے لیے عادلانہ اور معقول نہ ہو۔

آرام کی ضرورت

مسٹر جناح نے کہا کہ کام کے دباؤ نے ان کی صحت پر بُرا اثر ڈالا ہے اور انہیں کچھ عرصے کے لیے آرام کی ضرورت ہے۔ صحت کا بحفوظہ کم و بیش ختم ہو گیا ہے لیکن تھوڑے سے آرام اور آپ کی دعاؤں سے مَیں پھر اس قدر تندرست ہو جاؤں گا کہ تادمِ مرگ آپ کی خدمت کر سکوں۔

اب کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے ماسوا ان لوگوں کے جو احساس کے معاملے میں کور چشم واقع ہوئے ہیں اور یہ محسوس نہیں کرتے کہ آج صرف آل انڈیا مسلم لیگ ہی مسلمانانِ ہند کی واحد بااختیار اور نمائندہ تنظیم ہے۔ اس صداقت کا مظاہرہ کیا جا چکا ہے۔

لیکن ایسے مواقع پر جیسا کہ اس وقت موجود ہے اور ماضی میں ایسے بہت سے موقعوں پر ہم نے دیکھا کہ ہمارے اپنے مسلمان بھائی دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔

وہ مکمل طور پر بے نقاب ہوئے اور آج مٹھی بھر مسلمانوں سے زیادہ نہیں ہیں جو ہمارے مخالفین کے ہاتھوں میں کھیلتے ہیں۔

مسٹر جناح نے کہا کہ پوری مسلمان قوم مسلم لیگ کی حمایت کر رہی ہے اور ہمارے بدترین مخالفین اور دشمن بھی آج یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اگر ملک میں کوئی ایک بھی تنظیم موجود ہے جو پوری طرح کیل کانٹے سے لیس ہے اور جسے مسلمانوں کی ٹھوس حمایت حاصل ہے تو وہ آل انڈیا مسلم لیگ ہے۔

وہ ہمیں گالیاں دے سکتے ہیں لیکن ان کا دل گواہی دیتا ہے کہ میں نے آٹھ برس پیشتر جو پیش گوئی کی تھی وہ درست تھی۔ اور وہ یہ تھی کہ اس برصغیر میں تین قوتیں ہیں۔ ایک جو بہترین منظم اور طاقتور جماعت ہے وہ انگریز ہیں' جو فی الحقیقت اس ملک پر حکمران ہیں وہ انگریز ہیں۔ دوسری قوت کانگرس ہے(اور تیسری قوت مسلمان ہیں) کانگرس' اپنی تمام عیاریوں اور حربوں کے باوصف جو کبھی آزمائش پر پورا نہیں اتریں گے' ایک ہندو جماعت ہے۔ ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے۔

"لکھوکھا مسلمان ہمارے حمایتی ہیں اور ہم عمدہ طریقے سے منظم ہیں۔ ہم اپنے سفر کی پہلی منزل پر پہنچ گئے ہیں۔ ہم مسلمان پہلے ایک ہجوم تھے لیکن اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ آج ہم' ایک پرچم تلے ایک پلیٹ فارم پر ایک متعین منزل مقصود—— پاکستان کے ساتھ ایک قوم ہیں۔

"پاکستان کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ اس برصغیر میں جہاں جہاں ہم اکثریت میں ہیں ہم اپنی قومی ریاست قائم کرنے کا عزم کر چکے ہیں۔ مجھے اعتماد ہے کہ جیسے جیسے ہم منزل کی طرف گام زن رہیں گے ہم دنیا کو یہ دکھا سکیں گے کہ مخالفت کے باوجود ہم پاکستان قائم کرکے رہیں گے۔

مسٹر جناح نے کہا کہ انہیں ہند کے اطراف و جوانب سے ہزاروں برقیے اور خطوط موصول ہوئے ہیں جن میں لیگ کے ساتھ جذبات وفاداری کا اظہار کیا گیا ہے۔ انہیں مسلمانوں کے خیالات کا بخوبی علم ہے اور یہ کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ انہوں نے انہیں یقین دلایا ہے کہ وہ کسی ایسی چیز کو قبول نہیں کریں گے جو کسی طور پر بھی مسلمانوں کے حقوق کے لیے ضرر رساں ہو۔

[اے پی آئی۔ ڈان' ۱۰ جولائی ۱۹۴۵ء]

۱۹۲۔ یو۔ پی۔ اے کے نامہ نگار سے ملاقات

شملہ' ۱۱ جولائی ۱۹۴۵ء

مسٹر محمد علی جناح نے مسٹر اسٹیورٹ ڈینبسلے نامہ نگار یو۔ پی۔ اے متعینہ شملہ کے ساتھ

ایک خصوصی ملاقات کے دوران کہا کہ مسلم لیگ کے وائسرائے کو دینے کے لیے ایک مشترکہ پینل کی تیاری میں کانگرس کے ساتھ اشتراک عمل نہ کر سکنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کانگرس اس امر پر اصرار کرتی ہے کہ مسلم بلاک میں سے وہ دو مسلمانوں کا انتخاب کرے یا یہ کہ ہم اس بات سے اتفاق کر لیں کہ وہ مسلم بلاک سے دو مسلمانوں کو منتخب کریں۔

"اس طرح کانگرس ایک چھاپے کے ذریعہ اس بنیادی اصول کو کالعدم قرار دے رہی ہے جس پر تجاویز مبنی ہیں اور جسے انہوں نے تسلیم کر لیا ہے اور کانگرس مزید مسلم کویزنگ حاصل کر کے مسلمانوں کی اثر انگیزی کو گھٹا رہی ہے۔"

صوبائی انتظام

مسٹر جناح نے اس امر کا انکشاف بھی کیا کہ جہاں تک لیگ کا تعلق ہے مرکز میں کسی اہتمام کے ساتھ ساتھ اگر ایک لائق عمل انتظام مطلوب ہے تو صوبوں میں بھی فوراً معاہدات یا انتظامات ہو جانے چاہئیں۔

پینل کے انتخاب کے سوال سے رجوع کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا: "ویول تجاویز کے تحت ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں اور اچھوتوں اور ممکن ہے کہ کسی اور فرقے کے لیے بھی ہو، کے لیے فرقہ وارانہ بنیاد پر [نمائندگی کا] کوٹہ مقرر کیا گیا ہے اور ہمارا موقف یہ ہے — اور یہ تجاویز کے اصولوں پر مبنی ہے، کہ مسلم کوٹے کی مسلم لیگ سفارش کرے کیونکہ یہ ہی مسلمانوں کی ایک بااختیار اور نمائندہ تنظیم ہے۔

جہاں تک صوبائی انتظامات کا تعلق ہے مسٹر جناح نے زور دے کر کہا کہ "مرکز میں کوئی انتظام تسلی بخش طور پر نہیں چل سکے گا جب تک کہ صوبوں میں ایسے انتظامات نہ کر لیے جائیں جن پر دو بڑے فریق، ہندو اور مسلمان متفق ہوں، اگر دفعہ ۹۳ [گورنر راج کا قیام] کو ہٹانا مقصود ہے۔

پاکستان اوّل

مسٹر جناح نے اس بات پر دوبارہ زور دیا کہ لیگ کا بنیادی موقف یہ ہے کہ ہند کے [دستوری] مسئلہ کا کوئی مستقل حل پاکستان کو تسلیم کئے بنا حاصل نہیں کیا جا سکتا اور کانگرس کے اراکین کے ان بیانوں کو سراب قرار دیا کہ ویول تجاویز کی منظوری سے کل ہند قومی حکومت کی بسرعت تخلیق کی راہ ہموار ہو جائے گی۔

مسٹر جناح نے کہا: "ہم کسی صورت میں بھی کسی قسم کی متحدہ ہند کی قومی حکومت کے قیام

سے اتفاق نہیں کریں گے۔ چونکہ یہ ہندو قومی حکومت ہو گی جس میں سیاسی کی بجائے فرقہ وارانہ عظیم اکثریت ہو گی۔ پنڈت جواہر لال نہرو کے یو۔ پی۔اے کو دیئے گئے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہ ہند کے اقتصادی مسائل کا حل ایک قومی حکومت کے تحت ترقی پسند اشتراکیت کے نفاذ میں مضمر ہے' مسٹر جناح نے کہا کہ ایسی باتیں خارج از بحث ہیں کہ یہ اس غلط مفروضے کی پیش گوئی پر مبنی ہیں کہ ایک متحدہ ہند بھی ہو سکتا ہے۔

ترقی پسند حکومت

جہاں تک ترقی پسند حکومت کا تعلق ہے مسٹر جناح نے کہا "جب آخر کار ہمارا پاکستان منقسم ہند کی اساس پر قائم ہو جائے گا تو یہ عوام کی حالت بہتر بنانے اور سماجی' اقتصادی' تعلیمی اور سیاسی اصلاحات کے معاملے میں دنیا کی کسی مہذب حکومت سے پیچھے نہیں رہے گا۔ انہوں نے فی الوقت کسی بھی قطعی پروگرام کے خدوخال کی نشاندہی کرنے سے انکار کرتے ہوئے یہ بات زور دے کر کہی کہ پاکستان میں بلا کسی ذات پات' عقیدہ اور رنگ یا نسل کی تمیز کے عوامی حکومت ہو گی۔

(دی ایسٹرن ٹائمز' ۱۲ جولائی ۱۹۴۵ء)

۱۹۳۔ ویول منصوبہ ایک جال اور مسلمانوں کے لیے موت کا پروانہ
شملہ کانفرنس پر پریس کانفرنس میں بیان
شملہ ۱۴ جولائی ۱۹۴۵ء

حتمی جائزے اور تجزیئے کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ ویول منصوبہ ایک جال تھا۔ ایک اتحاد تھا گاندھی۔ ہندو کانگرس کا جو ایک ہند کی حیثیت سے ہند کی ہندو قومی آزادی کی قائل ہے' اور جغرافیائی وحدت کے تازہ ترین علمبردار لارڈ ویول اور گلینسی۔ خضر [گٹھ جوڑ] جو پنجاب کے مسلمانوں میں انتشار پھیلانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں اور ہمیں اس انتظام میں دھکیلنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ لارڈ ویول کی تجویز کے مطابق اگر ہم اسے قبول کر لیتے تو ہم نے اپنی موت کے پروانے پر دستخط کر دیئے ہوتے۔

ہمارا موقف یہ رہا ہے اور ۱۹۴۰ء سے اب تک ہم نے برطانوی حکومت پر یہ بار بار واضح کیا ہے کہ ہم غور نہیں کر سکتے یا کسی عبوری عارضی حکومت میں شامل نہیں ہو سکتے جب تک کہ برطانوی حکومت کی جانب سے ایسا اعلان نہ کر دیا جائے جس میں مسلمانوں کو حق خود ارادیت کی ضمانت نہ دی جائے۔ اور یہ عہد کیا جائے کہ برطانوی حکومت مسلم لیگ کی جانب سے مارچ ۱۹۴۰ء

میں منظور کردہ قرارداد کے بنیادی اصولوں کے مطابق پاکستان قائم کر دے گی۔ یہ تھی شرط اول ہمارے لیے کسی عبوری انتظام پر غور کرنے کی۔ شرط نمبر ۲ تھی کہ ہم ایک اقلیت نہیں ہیں بلکہ ایک قوم ہیں اور ہم جنگ کی وجہ سے پیدا شدہ موجودہ ضروریات اور لازمی مقتضیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی عبوری انتظام میں شریک ہو سکتے ہیں اور جنگ کو چلانے کے لیے مکمل تعاون کر سکتے ہیں اور یہ کہ کسی ایسے انتظام میں ہم نے مجوزہ انتظامیہ میں مساوی تعداد میں نشستوں کا مطالبہ کیا تھا۔

ویول تجاویز میں ان دونوں شرائط کو نظرانداز کر دیا گیا اور ہم سے کہا گیا کہ ہم سخت ترین قربانی پیش کر دیں۔ مجھے علم ہے کہ انہوں نے اپنے نشریے میں یہ کہا تھا کہ یہ تجاویز ہند کے آئندہ آئین یا آئینوں پر اثرانداز نہیں ہوں گی۔ ایک سانس میں ہم پر یہ تاثر ڈالا گیا کہ یہ تجاویز بغیر کسی تعصب کے ہیں اور مسئلہ پاکستان پر قبل از وقت کوئی فیصلہ صادر نہیں کرتیں۔ لیکن درحقیقت یہ منصوبہ دوسرے ہی سانس میں اپنی شرائط کے ذریعہ اس کی تردید کر دیتا ہے۔ کسی بھی ذہین شخص پر یہ بات بدیہی طور پر ظاہر ہے کہ اگر ہم اس انتظام کو قبول کر لیں تو مسئلہ پاکستان غیر معیّنہ مدت کے لئے سرد خانے کی نذر ہو جائے گا جب کہ کانگرس کو اس انتظام کے تحت وہ کچھ مل جائے گا جس کے وہ خواہشمند ہیں یعنی ہند کی ہندو قومی آزادی کی پیش رفت کے لئے ایک کھُلی راہ کیونکہ مستقبل کی انتظامیہ ہند کی واحدانی حکومت کی طرز پر کام کرے گی اور ہم جانتے ہیں کہ یہ عارضی یا عبوری انتظام ایک طریقہ سے غیر معیّنہ مدت کے لئے اپنے قدم جما لے گا اور مجوزہ انتظامیہ میں تمام قوتیں' جمع برطانوی حکومت کی معلوم حکمت عملی اور لارڈ ویول کی متحدہ ہند کے لئے زور داد ترجیح ہمیں خطرے سے دوچار کردیں گی۔ مَیں مسٹر ایمرے کا حوالہ دوں گا جنہوں نے بہت کوشش کی لیکن آخر کار جھوٹی تسلّی پر ٹرخا دیا اور ان کا بیان برطانوی حکومت کی حکمت عملی کی طرف بہت واضح اشارہ کرتا ہے۔ دارالعوام میں تقریر کرتے ہوئے جہاں انہوں نے قرطاس ابیض پیش کیا وہاں انہوں نے کہا:۔

"وہ آئیڈیل جسے ہم نے ہمیشہ پیش نظر رکھا وہ ہے کُل ہند یونین جس میں ریاستیں اپنا پورا کردار ادا کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے یہ بھی تسلیم کیا کہ ہند کے کسی نوع کے بھی اتحاد پر ہندو اور مسلمانوں کے مابین اتفاق رائے ناقابل حصول ہے' لہٰذا کسی بھی عبوری پیش رفت کو کسی طور سے بھی اس سوال کا فیصلہ نہیں کرنا چاہیے کہ آیا حتمی تصفیے کی بنیاد متحدہ یا منقسم ہند پر ہو گی۔"

پھر مجوزہ مجلس انتظامیہ میں ہم ایک تہائی کی اقلیت بن کر رہ جائیں گے۔ دیگر تمام اقلیتوں

مثلاً' اچھوتوں' سکھوں اور عیسائیوں کے وہی نصب العین ہیں جو کانگرس کے ہیں۔ اقلیتوں کی حیثیت سے ان کی اپنی شکایات ہیں لیکن ان کی منزل اور ان کا نظریہ متحدہ ہند سے مختلف نہیں' نسلی اور ثقافتی اعتبار سے وہ ہندو معاشرے سے بالکل منسلک ہیں۔ مَیں اس بات کے خلاف نہیں ہوں کہ اقلیتوں کے ساتھ' وہ جہاں کہیں بھی ہوں' پورا پورا انصاف کیا جائے اور انہیں پورا تحفظ دیا جائے اور ان کی مکمل حفاظت کی جائے۔ لیکن فی الحقیقت اصل کارکردگی کے دوران اور عملاً ان کی رائے ہمیشہ ہمارے خلاف ہو گی اور وائسرائے کے ویٹو کے سوا ہمارے پاس اور کچھ نہیں ہو گا جس کے بارے میں ہر ماہر آئین کو اس کا علم ہو گا کہ اسے روزمرہ کے کاروبار میں اکثریتی فیصلے کے خلاف رواروی میں استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ یہ فیصلے حکمت عملی اور اصولوں کے تعلق میں ہوں گے جن کا تعین کرنا ہو گا اور نظم و نسق اور قانون سازی کی ذیل میں اقدام کرنا ہوں گے۔

اس تکمیل میں یہ فہرست اونٹ کی کمر پر آخری تنکا! کہ فرقہ وارانہ بنیاد پر مسلمانوں کو جو پانچ نشستیں دی گئیں' جو ویول منصوبے کا ماحصل ہے' اس ضمن میں بھی ہمیں بتایا گیا کہ مسلم لیگ کو تمام مسلم نمائندوں کو منتخب نمائندوں کی حیثیت سے نامزد کرنے کا حق نہیں ہو گا' دو اور دعوے دار تھے۔ کانگرس نے دو کا اور گلینسی۔ خضر نے پنجاب کی جانب سے ایک کیلئے دعویٰ کیا۔ ان دونوں کی طرف سے یہ چال مسلم لیگ کی جڑ بنیاد' اس کے وجود' اس کی پوزیشن' اس کے کردار اور اس کے مرتبہ پر ضرب کاری کے مصداق تھی۔ آخرکار سلسلہ اس پر ٹوٹا کہ لارڈ ویول نے اصرار کیا کہ مسلمانان پنجاب کی نمائندگی کیلئے خضر حیات کا نامزد نمائندہ تو ہونا ہی چاہیے۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ صرف کوئی نابینا ہی ہو گا جو یہ نہ دیکھ سکے کہ آل انڈیا مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد بااختیار اور نمائندہ تنظیم ہے۔ اگر ہم نے لارڈ ویول کی پیش کردہ اس صورتحال کو قبول کر لیا ہوتا تو ہم اس کانفرنس سے ہر چیز کی نفی کرتے ہوئے برآمد ہوتے اور اپنی قوم سے مکمل بیوفائی کے مرتکب ہوتے۔ یہ ہماری جانب سے اپنے موقف سے کُلی پسپائی کے مترادف ہوتا اور یہ مسلم لیگ کیلئے موت کی گھنٹی بن جاتا۔ یہ تھی صورتحال جس سے ہم دو چار تھے اور ہم نے دیکھا کہ اس انتظام کو قبول کرنا ہمارے لئے ناممکن ہے۔ [ڈان' ۱۵ جولائی ۱۹۴۵ء]

۱۹۴۔ انتخابات کے لئے فنڈز کے بارے میں بیان

شملہ ۱۶ جولائی ۱۹۴۵ء

میں چند روز کے اندر اندر روانہ ہونے والا ہوں لیکن میں روانگی کی ٹھیک تاریخ کا اعلان نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے پہلے ہی بہت سے لوگوں کے پیغام موصول ہو چکے ہیں جو راستے میں

میرا استقبال کرنے کے خواہش مند ہیں۔ میں ان کا بہت شکرگزار ہوں لیکن میری صحت اس آزمائش سے گزرنے کی اجازت نہیں دیتی' بالخصوص اس لئے کہ گذشتہ تین ہفتوں کے دوران مجھے بہت سخت کام کرنا پڑا جس کا مجھ پر بہت بوجھ پڑا۔ ان حالات میں مسلمانوں کی اس حمایت' حوصلہ افزائی' محبت اور شفقت جو وہ میرے لئے رکھتے ہیں' بے حد شکریہ ادا کرتے ہوئے مَیں خلوص کے ساتھ ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ راستے میں کسی خیر مقدم یا مظاہروں کا اہتمام نہ کریں۔

میں اس موقع پر ان ہزاروں [افراد] کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھے حوصلہ افزائی اور حمایت کے تار اور خطوط ارسال کئے۔ مَیں انہیں مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اپنی تمام قوت اپنے لوگوں کو منظم کرنے اور انتخابات کا سامنا کرنے کی تیاری پر مرکوز کر دیں جو لوگوں کی سوچ سے جلد تر ہو کر رہیں گے۔

آپ کو علم ہے کہ انتخابات پیسے کے بغیر نہیں لڑے جا سکتے۔ لہٰذا اب سے ہر جگہ اور ہر ایک صوبے میں پیسے جمع کرنا شروع کر دیجئے اور اپنے لوگوں کی باقاعدگی کے ساتھ تنظیم شروع کر دیجئے۔

جہاں تک مرکز کا تعلق ہے ہم نے پہلے ہی سے مختلف صوبوں اور حلقوں کی مستعدی کے ساتھ مناسب امداد کے لئے ذرائع اور وسائل متعین کر لئے ہیں لیکن مرکزی فنڈ اور مرکزی تنظیم آزادی کے ساتھ اور علاحدہ کام کرے گی اور صوبائی تنظیم ہر صوبے میں علاحدہ کام کرے گی اور اپنے لئے روپیہ پیسہ اکٹھا کرے گی اور اس کا انتظام کرے گی۔ وہ لوگ جو اس کوشش میں اعانت کرنا چاہتے ہیں وہ مرکزی فنڈ کے لئے اپنے عطیات مجھے براہ راست ارسال کر دیں کہ اس کی ضرورت بھی ہے اور فوری احتیاج بھی۔

مَیں نے ۱۹۴۲ء سے اب تک فنڈز کے لئے کوئی اپیل نہیں کی کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن اب مَیں اپنے لوگوں کے ذہن نشین کرا دینا چاہتا ہوں کہ اب ہند کے وسیع و عریض برصغیر کے گیارہ صوبوں اور مرکز میں روپے پیسے کی واقعی ضرورت ہے۔ مجھے امید ہے کہ میری اپیل پر گرمجوشی اور فیاضی کے ساتھ لبیک کہا جائے گا۔ [ڈی ڈان' ۱۵ جولائی ۱۹۴۵ء]

۱۹۵۔ وائسرائے کا ویٹو کا اختیار ناکافی تھا

پہلی شملہ کانفرنس کے اختتام پر تقریر

جولائی ۱۹۴۵ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے کہا کہ کانفرنس کی ناکامی کے بارے میں

دیگر مدعوین نے جو نکات اٹھائے ہیں ان کے لئے ان کا جواب دینا غیر ضروری ہے۔ انہوں نے وائسرائے کی اس بات کی توثیق کی کہ حصول اتفاق رائے کی دشواری کو بدتر نہ بنایا جائے۔

لیگ اور کانگرس نے دو مخالف زاویوں سے مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی۔ پاکستان اور متحدہ ہند ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ مسلم لیگ نے اپنا دست تعاون برطانوی حکومت کو پیش کیا تھا۔ مسلمانان ہند نے حصول پاکستان کا عزم کر رکھا تھا۔

لیگ ایک عارضی حکومت کی تشکیل کی تجاویز پر غور کے لئے آمادہ تھی اگر ایک اعلان کر دیا جاتا جس میں مسلمانوں کو قرارداد لاہور کے مطابق حق خودارادیت دینے کی ضمانت دے دی جاتی اور لیگ کو نئی حکومت میں تمام جماعتوں کے مقابلے میں مساوی نمائندگی دے دی جاتی۔

وائسرائے نے کہا تھا کہ عارضی انتظام مسئلہ پاکستان کے خلاف تعصّب سے پاک ہو گا لیکن مسٹر ایمرے نے کہا کہ برطانوی حکومت کے ذہن میں ہند کے لئے ہمیشہ قلمرو کا رتبہ رہا۔

مسلمانوں کے لئے مضرت رساں

اگر لارڈ ویول کا پیش کردہ عارضی انتظام قبول کر لیا جاتا تو وہ غیر معینہ مدت کے لئے جاری رہتا اور مسلمانوں کے لئے مضرت رساں ہوتا۔ نئی مجلس انتظامیہ میں مساوات کی بجائے انہیں ایک تہائی نمائندگی ملتی۔ مسٹر جناح نے کہا کہ وہ چاہتے ہیں کہ ہر اقلیت کو پوری نمائندگی ملے۔۔۔ اقلیتوں نے مسلم لیگ کے نصب العین پاکستان کو تسلیم نہیں کیا۔ اس معاملے میں وہ کانگرس کے ساتھ ہیں۔ ان کا نظریہ اور مقصد وہی ہیں جو کانگرس کے ہیں۔ لہٰذا مجوزہ انتظام میں مسلمانوں کو کوئی تحفّظ نظر نہیں آتا۔ بلاشبہ وائسرائے کو ویٹو کا اختیار حاصل تھا۔ لیکن وہ کافی نہیں تھا وائسرائے کی تجاویز کا ماحصل تھا فرقہ وارانہ مساوات جس کے تحت مسلمانوں کو اپنے نمائندے چننے چاہئیں تھے۔

اگر ماسٹر تارا سنگھ اور دیگر اپنے نمائندے چُن سکتے تھے تو مسلم لیگ تمام مسلم نمائندوں کو چُننے پر اصرار میں حق بجانب تھی۔

مسلمانوں کا ایک قوم کا تصوّر دوسروں سے مختلف ہے۔ چونکہ مسلمانوں کو متاثر کرنے والے امور کی ذمہ داری مسلم لیگ کو اُٹھانا تھی' اسے اپنے نمائندے منتخب کرنے کی مکمل آزادی ہونی چاہیے تھی۔ لہٰذا انہوں نے پینل سسٹم کی مخالفت کی لیکن زیادہ وقیع اعتراض غیر لیگی مسلمان کو قبول کرنے پر تھا۔ وائسرائے کے نقطہ نظر سے یہ ایک چھوٹا سا نکتہ ہو سکتا ہے لیکن لیگ نے اسے ایک بنیادی نکتہ قرار دیا۔ مسٹر راج گوپال اچاریہ نے ایک عارضی انتظام تجویز کیا۔ اگر اسے قبول کر لیا جاتا تو کانگرس کو اکثریت حاصل ہو جاتی اور مسلمانوں کے نصب العین پاکستان کو ضعف

پہنچایا جاتا اور اس کا گلا گھونٹ دیا جاتا۔

۱۹۶۔ پہلی شملہ کانفرنس کے دوران وائسرائے کے ساتھ مراسلت

شملہ جولائی ۱۹۴۵ء

مکتوب منجانب سیکرٹری گورنر جنرل بنام مسٹر ایم۔ اے۔ جناح

شملہ ۲۹ جون

ڈیر مسٹر جناح!

۱۔ اگر آپ اپنی مجلس عاملہ سے صلاح مشورے کے بعد وہ تجویز قبول کر سکیں جو انہوں نے کانفرنس کے آج صبح کے اجلاس میں پیش کی تو ہزایکسی لینسی یہ چاہیں گے کہ حسب ذیل کارروائی عمل میں لے آئیں:۔

ان اراکین مسلم لیگ کے ناموں کی فہرست تیار کرنا اور انہیں ارسال کرنا جو آپ کے خیال میں (وائسرائے) کی مجوزہ مجلس انتظامیہ میں شمولیت کے لئے موزوں ہوں۔ اس فہرست میں ناموں کی تعداد آٹھ سے کم اور بارہ سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔

۲۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ مفید طور پر کسی اور فرقے کے لوگوں کے نام مجلس انتظامیہ میں ممکنہ شمولیت کے لئے تجویز کر سکتے جو مسلم لیگ کے رکن نہیں ہیں تو آپ کو اپنی فہرست میں ان کے ناموں کے اضافہ کی آزادی ہے۔ ان ناموں کو مسلم لیگ کے اراکین کے ناموں سے علیحدہ رکھا جائے۔

ہزایکسی لینسی امید کرتے ہیں کہ انہوں نے آج صبح یہ بات واضح کردی تھی کہ یہ کلیتاً" اختیاری ہے۔ ہزایکسی لینسی کاارادہ ہے کہ انہیں جو فہرستیں ارسال کی جائیں ان کا جائزہ لے کر اور ممکنہ طورپرکچھ خود اپنے ناموں میں سے کاغذ پر ایسی مجلس انتظامیہ تشکیل دے لیں جو جماعتوں اورملک معظم کی حکومت کیلئے قابل قبول ہو سکے۔ اگر ایسا ہو سکے تو پھر وہ آپ ہمیت رہنماؤں سے مشورے کے بعد یہ فیصلہ کریں گے کہ کانفرنس کے سامنے قطعی تجاویز پیش کرنا سودمند ہوگا۔

لنلتھ گو تجویز کی یاد دہانی

مکتوب منجانب مسٹر ایم۔ اے۔ جناح بنام لارڈ ویول

۷ جولائی ۱۹۴۵ء

ڈیر لارڈ ویول!

میں نے اپنی مجلس عاملہ کے سامنے وہ تجویز رکھی جو آپ نے کانفرنس کے آخری اجلاس میں

پیش کی اور آپ کے سیکرٹری نے ۲۹ جون کو مجھے ارسال کی۔ مجلس نے محتاط غور کے بعد مجھ سے خواہش کی کہ میں ان کی آراء آپ کو ارسال کر دوں جو [حسب ذیل] ہیں:-

[۱] مجوزہ مجلس عاملہ میں شمولیت کے لئے اراکین مسلم لیگ کے ناموں کا پینل ارسال کرنے کے ضمن میں آپ کی تجویز کے بارے میں مجلس عاملہ کی خواہش ہے کہ میں آپ کو یہ بتادوں کہ جب آپ کے پیشرو لارڈ لنلتھگو نے اپنی اگست ۱۹۴۰ کی پیش کش کے سلسلے میں ایسی ہی تجویز پیش کی تھی تو مجلس عاملہ نے اس کی مخالفت کی تھی اور جب ان اعتراضات کی لارڈ لنلتھگو کو اطلاع دی گئی تو انہوں نے اس تجویز کو رد کرتے ہوئے اپنے مکتوب مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۴۰ء بنام صدر آل انڈیا مسلم لیگ ایک متبادل تجویز پیش کر دی تھی۔ اقتباس حسب ذیل ہے :

> ''میں ان دقتوں کو سراہتا ہوں جن کی آپ نے میرے سامنے وضاحت کی اور جو آپ کو پینل تشکیل دینے میں درپیش ہیں جس کے بارے میں مَیں نے قبل ازیں تجویز کیا تھا۔ اور ہمارے مابین تبادلہ خیال کی روشنی مَیں میں اس پر اکتفا کرتا ہوں کہ نمائندوں کا انتخاب تو گورنر جنرل کی مرضی پر ہو لیکن مسلم لیگ کے ضمن میں [اور اگر دیگر جماعتیں بھی ایسا ہی چاہیں) اس کی بنیاد اس پینل پر نہ ہو جو رسمی طور پر پیش کیا جائے بلکہ اس رازدارانہ تبادلہ خیال پر ہو جو میرے اور متعلقہ جماعت کے رہنما کے درمیان ہو۔''

یہ متبادل [تجویز] مسلم لیگ کے لئے قابل قبول تھی۔ مجلس عاملہ کی رائے ہے کہ جو طریقہ کار پچھلے موقع پر طے ہو گیا تھا اسے ہی جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے، اس موقع پر بھی اختیار کیا جائے۔

[۲] مزید مجلس عاملہ کی یہ واضح رائے ہے کہ مجوزہ مجلس انتظامیہ کے تمام مسلم اراکین مسلم لیگ سے لئے جانے چاہئیں۔ یہ مشروط ہو گی اس خفیہ تبادلہ خیال سے جو آپ اور صدر مسلم لیگ کے درمیان ہو گا اور حتمی طور پر تقرری کے لئے تاج سے آپ کی سفارش سے قبل ہو گا۔ مجلس عاملہ اس نکتے کو پوری شدومد کے ساتھ محسوس کرتی ہے اور اسے بنیادی اصولوں میں سے ایک تصور کرتی ہے۔

[۳] مندرجہ بالا کے علاوہ بعض دیگر نکات بھی مجلس عاملہ میں زیر بحث آئے۔ خصوصیت کے ساتھ اکثریت کے نامنصفانہ فیصلوں کے خلاف موثر تحفظ کا سوال۔ ہر چند کہ مجلس عاملہ نے دارالعوام میں وزیر ہند کے بیان کے اس حصے کو سراہا کہ وائسرائے ویٹو کا اختیار اقلیتوں کے مفادات کی حفاظت کے لئے استعمال کریں گے، یہ محسوس کیا گیا کہ عبوری انتظام کو ہموار طریقے

سے چلانے کے مفاد میں کوئی اور موثر تحفظ بھی ضروری ہو گا۔ تاہم یہ خیال کیا گیا کہ یہ معاملہ [مجوزہ] مجلس انتظامیہ کی ہیئت اور اس کے اراکین کی تعداد کے تعین کے بعد طے کیا جا سکتا ہے۔

میں نے مندرجہ بالا پیراگرافوں میں اپنی مجلس عاملہ کی متفقہ رائے رقم کر دی ہے۔ اگر آپ کی خواہش ہو تو ان اسباب اور وجوہات کی وضاحت کے لئے آپ سے ملاقات کے لئے آمادہ اور تیار ہوں جن کی بنا پر مجلس عاملہ اس فیصلے پر پہنچی۔ (ایم۔ اے جناح)

مکتوب منجانب سرایون جینکنز بنام مسٹر ایم۔ اے۔ جناح (۹ جولائی)

ڈیر مسٹر جناح' ہزایکسی لینسی فرماتے ہیں کہ میں آپ کے مکتوب مرقومہ ۷ جولائی کے لئے آپ کا شکریہ ادا کردوں اور یہ عرض کروں کہ انہیں آج سہ پہر چار بجے یا آج ہی سہ پہر اس کے بعد اگر آپ کو اس میں زیادہ سہولت ہو' آپ سے ملاقات کر کے مسرت ہو گی۔ شاید آپ اتنی مہربانی کر دیں کہ اپنے سیکرٹری سے یہ کہہ دیں کہ وہ مجھے ٹیلی فون کر کے حتمی وقت کی اطلاع دے دیں۔

ضمانت دینے سے قاصر ہوں

مکتوب منجانب لارڈ ویول بنام مسٹر ایم۔ اے۔ جناح (۹ جولائی)

ڈیر مسٹر جناح!

کل شام ہماری گفتگو کے دوران آپ نے کہا کہ اگر میں آپ کے مکتوب مورخہ ۷ جولائی کا تحریری جواب بھیج دوں تو میں آپ کی مشکل کو آسان کر دوں گا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اب آپ کو اس خط کے پہلے اور تیسرے نکات پر تبصرے کی توقع ہے۔ ہماری گفتگو کا زیادہ تعلق دوسرے نکتے سے رہا کہ تقرری کے لئے تاج [ملک معظم کی حکومت] سے سفارش کرنے سے پیشتر مجوزہ مجلس انتظامیہ کے لئے مسلم اراکین کا انتخاب مسلم لیگ سے ہی کیا جائے۔

[۲] میں آپ کی مشکلات کو پوری طرح سے سراہتا ہوں لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی خواہش کے مطابق آپ کو ضمانت دینے سے قاصر ہوں۔ یعنی کہ مجوزہ مجلس انتظامیہ کے تمام مسلم اراکین لازمی طور پر مسلم لیگ کے رکن ہی ہوں گے۔ جیسا کہ میں نے آپ کے سامنے وضاحت کی کہ میں اس نوعیت کی ضمانت کسی اور جماعت کو دینے کے ضمن میں خود کو پابند نہیں کر سکتا۔

مجھے ایسی مجلس انتظامیہ تشکیل دینے کی کوشش کرنی ہے جو نمائندہ ہو' اہل ہو اور عام طور پر قابل قبول' لیکن بلاشبہ میں کسی فرد یا جماعت کو اپنے حل کے تعلق میں تعاون پر مجبور نہیں کر سکتا اگر وہ ایسا نہ کرنا چاہیں۔

اس سے میری بڑی مدد ہو جائے گی اگر آپ مجھے مسلم لیگ کے نام دے دیں گے اور میں پرخلوص امید کرتا ہوں کہ آپ ایسا کر دیں گے۔ میں نے[۵] آٹھ [نام] مانگے تھے لیکن یقیناً پانچ بھی قبول کر لوں گا اگر آپ زیادہ بھیجنا نہیں چاہتے۔ میں نے جو بھی حل پیش کیا اس پر آپ بعد میں غور کر لیجئے کہ وہ آپ کے لئے قابل قبول ہے یا نہیں۔

[۳] آئندہ دو یا تین برسوں کے دوران حکومت ہند کو زبردست اہمیت کے فیصلے کرنا ہوں گے، اس کی ہیئت خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ یہ فیصلے لام شکنی، اقتصادی ترقی محصولات، تجارت وغیرہ وغیرہ ہوں گے۔ یہ [فیصلے] انتظار نہیں کر سکتے۔ ملک معظم کی حکومت یہ توقع رکھتی ہے [وائسرائے کی] مجلس انتظامیہ جو ان کی ذمہ دار ہو ایسی ہونی چاہیے جس میں تمام بڑی پارٹیوں کی نمائندگی ہو، بلاشبہ یہ دیکھنا میرا اہم فریضہ ہو گا کہ نہ صرف مجوزہ مجلس انتظامیہ کی تشکیل میں بلکہ اسے چلانے میں بھی جملہ جماعتوں کے ساتھ انصاف کیا جائے۔

[۴] مجھے آپ کے رفقائے کار اور آپ کی سرگرم اعانت کی ضرورت ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ یہ مجھے عنایت کر دیں گے۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا کہ آپ اس خط کو اپنے رفقائے کار کو دکھا دیں لیکن یہ اشاعت کے ارادے سے نہیں لکھا گیا۔

بنیادی اصولوں کو قربان نہیں کیا جا سکتا

مکتوب منجانب مسٹر ایم۔ اے۔ جناح بنام لارڈ ویول

۹ جولائی

ڈیر لارڈ ویول!

میں آپ کے مکتوب مورخہ ۹ جولائی کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جسے میں نے اپنی مجلس عاملہ کے سامنے رکھ دیا۔ مجلس نے اس معاملے پر نہایت احتیاط کے ساتھ غور و خوض کے بعد یہ خواہش کی ہے کہ میں آپ کو یہ بتا دوں کہ اسے یہ نوٹ کر کے بہت دکھ ہوا کہ آپ اس امر کی ضمانت نہیں دے سکتے کہ مجوزہ مجلس انتظامیہ میں مسلم اراکین مسلم لیگ سے ہی لئے جائیں گے۔ میں نے اپنے ۷ جولائی کے مکتوب میں یہ ذکر کیا تھا کہ مجلس اسے بنیادی اصولوں میں سے ایک گردانتی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں مجوزہ مجلس میں شمولیت کے لئے مسلم لیگ کی جانب سے آپ کو نام نہیں بھیج سکتا۔

میں آپ کو یقین دلانا چاہوں گا کہ مجلس اور میری یہ دلی خواہش رہی کہ ہم ہر معقول طریقے سے آپ کی اعانت کریں لیکن اپنے بنیادی اصولوں سے انحراف ہمارے لئے ممکن نہیں۔ لہٰذا مجھے فی الوقت ان دیگر نکات کے بارے میں، جو اٹھائے گئے، کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

مکتوب منجانب سیکرٹری گورنر جنرل بنام مسٹر ایم۔ اے۔ جناح

۱۰ جولائی

ڈیر مسٹر جناح!

ہزایکسی لینسی فرماتے ہیں کہ میں آپ کے مکتوب مرقومہ ۹ جولائی کے لئے آپ کا شکریہ ادا کردوں۔ صورت حال پر غور کرنے کے لئے انہیں دو یا تین دن لگ جائیں گے۔ جب وہ یہ فیصلہ کرلیں گے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے' تب آپ کو لکھیں گے۔

۱۹۷۔ آزاد۔ ویول مراسلت جاری کی جائے

بمبئی ۳ اگست ۱۹۴۵ء

لیبر حکومت کو اس چاپلوسی سے گمراہ نہیں ہونا جو اس وقت کانگرسی رہنماؤں کی جانب سے کی جا رہی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ لارڈ ویول اور صدر کانگرس کو مراسلت جاری کر دینی چاہیے۔ یہ ضروری ہے کہ عوام کو اس بات علم ہو کہ وائسرائے اور صدر کانگرس کے مابین حقیقتاً کیا کچھ ہوا۔ میں مراسلت کے اجراء کا منتظر ہوں۔ جب تک یہ مراسلت شائع نہیں کی جاتی اس کا بدیہی مطلب یہ ہے کہ اسے دبایا جا رہا ہے اور ثبوت عوام سے چھپایا جا رہا ہے۔

(دی ڈان' ۵ اگست ۱۹۴۵ء)

۱۹۸۔ انگریز انہیں دو پارٹیاں کہتے ہیں فی الحقیقت یہ بڑی قومیں ہیں

بمبئی کے جلسہ عام میں تقریر

بمبئی ۶ اگست ۱۹۴۵ء

پہلا سوال یہ ہے کہ مسٹر گاندھی مسلمہ جماعتوں کے رہنماؤں میں سے ایک کی حیثیت سے شملہ کیوں گئے؟ وہاں جانے کے بعد انہوں نے کانفرنس میں شرکت کیوں نہ کی؟ وجہ آسان ہے۔ یہ ہے پیچھے سے تار ہلانے والے کا کردار ادا کرنے کے لئے۔ وہ صرف اس پر قانع نہ رہے کہ وہ کانگرس اور اس کی مجلس عاملہ کے مشیر کا کردار ادا کرتے بلکہ انہوں نے خود کو وائسرائے کا مشیر بھی بنا لیا اور ان کے ذریعے سے برطانوی قوم کے بھی مشیر بن گئے۔ صبح شام مجلس عاملہ کے اجلاس ہوتے اور وہ ان کی رہنمائی کرتے۔ جب ان کے مناسب حال ہو تو وہ کسی کی نمائندگی نہیں کرتے' وہ انفرادی حیثیت میں بات کرتے ہیں۔ وہ کانگرس کے چار آنے کے ممبر بھی نہیں۔ وہ

سیاسی مسائل حل کرنے کے لئے برت رکھ لیتے ہیں۔ وہ خود کو صفر کی حیثیت پر لے آتے ہیں' اور اپنی اندر کی آواز سے مشورہ لیتے ہیں۔ لیکن جب یہ بات ان کے حسب حال ہو تو وہ کانگرس کے آمر مطلق بن جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ سارے ہند کی نیابت کرتے ہیں۔

مسٹر گاندھی ایک چیستاں ہیں.... ہم ان کے ساتھ کس طرح سمجھوتہ کریں؟ مسلمانوں اور مسلم لیگ کے خلاف اس قدر غیظ و غضب تھا کہ کانگرس دو مقصدوں کی خاطر کسی حد تک بھی جانے کے لئے تیار تھی: اول مسلم لیگ کو کچلنے' اس کی تذلیل کرنے اور حوصلہ شکنی کے لئے۔ ہم سے ہتھیار ڈلوانے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا گیا' ذلیل کرنا' دباؤ ڈالنا اور دھمکانا۔ دوم' اس کا انتظام کرنا کہ مسلم لیگ کو نظرانداز کر دیا جائے اور اس سے پہلوتہی کر کے گزر جائیں اور اس مقصد کی خاطر پستی کی حد تک گر گئے اور اپنے اصولوں کو بھی خیرباد کہہ ڈالا۔

کانگرسی رہنما جو "ہند چھوڑ دو" اور "مکمل آزادی" کے علمبردار تھے اور جس کا انہوں نے ایسا ڈھونگ رچایا' شکست خوردہ' مایوس اور خوفزدہ شکل میں شملہ پہنچے اور صرف چند قلمدان حاصل کرنے کے لئے خود کو لارڈ ویول کے قدموں میں لا ڈالا۔ کیونکہ موجودہ آئین کے ڈھانچے میں حکومت خود مختاری کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ لارڈ ویول کی دائیں جانب [موافقت میں] ہونے کے لئے پہلے انہوں نے مسلم لیگ کو شکست دینے اور اسے ذلیل کرنے کی کوشش کی' دوم ان سے مسلم لیگ کو نظرانداز کرانے کے لئے انہوں (کانگرس) نے شملہ میں کوتاہ نظری اور غلط انداز حکمت عملی اختیار کی جو بالکل ناکام رہی۔ اب وہ لارڈ ویول پر الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے معاہدہ شکنی کی اور یہ اتہام لگاتے ہیں کہ انہوں (لارڈ ویول) نے مسلم لیگ کو نظرانداز کرنے اور اس سے پہلو تہی کرنے کی یقین دہانی کرائی تھی۔ میں اس پر یقین نہیں کرتا' اگر وہ ایسا نہ بھی کر سکتے۔

مسلمان ایک قوم ہیں

اس ملک میں صرف دو بڑی جماعتیں ہیں اور یہ لارڈ ویول کے نشریے سے عیاں ہے۔ مسٹر گاندھی کو اور مجھے اس بنیاد پر دعوت نامے جاری کئے گئے کہ ان جماعتوں میں سے ایک کے مسلمہ رہنما مسٹر گاندھی ہیں اور دوسری جماعت کا قائد میں ہوں۔ انگریزوں نے انہیں جماعتیں کہا لیکن فی الحقیقت یہ دو بڑی قومیں ہیں۔ بلاشبہ دیگر اقلیتوں کو بھی تحفظات کی یقین دہانی ہونی چاہیے' لیکن دس کروڑ مسلمانوں کے لئے یہ صورت حال نہیں جو شمال مغربی اور مشرقی منطقوں میں اکثریت میں ہیں اور جہاں وہ پاکستان قائم کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ انگریزوں نے شملہ میں کانگرس کی تجاویز مسترد کر دی تھیں اس لئے وہ برطانوی حکومت پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ یا تو یہ لوگ ویٹو کے معنی

سے نا آشنا ہیں یا وہ مسلم لیگ کی غلط ترجمانی کی کوشش کر رہے ہیں۔ ویٹو کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تجویز تھی ایک عبوری حکومت موجودہ آئین کے تحت۔ میں اس بارے میں پہلے ہی اپنی وجوہات بیان کر چکا ہوں کہ یہ نامنصفانہ اور غیر معقول تھی۔ کانگرس ہم سے یہ توقع نہیں کر سکتی کہ جو کچھ وہ چاہتے ہیں ہم اسے قبول کر لیں' خواہ وہ ہمارے مفاد کے لئے کتنی بھی نقصان دہ کیوں نہ ہو۔ کانگرس کیا چاہتی ہے؟ وہ ہندوراج قائم کرنا چاہتی ہے۔ لیکن لیگ ہندوستان اور ہندوستان کی آزادی کے لئے دعاگو ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم دو منطقوں میں پاکستان قائم کرنا چاہتے ہیں جہاں ہماری اکثریت ہے۔ جب تک مسٹر گاندھی اور کانگرس اپنے خواب کو خیرباد نہیں کہیں گے اور کسی نہ کسی حیلے اور فریب سے مسلمانوں کو اس میں لانے کی کوشش ترک نہیں کریں گے جس کے لئے وہ پورے عزم کے ساتھ مصروف کار ہیں' وہ ہم سے یہ امید نہیں کر سکتے کہ ہم خود کو برطانوی راج سے ہندوراج کے تحت منتقل کر دیں گے۔

کانفرنس ہمیشہ ہمیشہ کی لئے ختم ہو گئی

لوگ کہتے ہیں کہ کانفرنس ناکام ہو گئی ہے۔ میں کہوں گا کانفرنس ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔ ۱۹۴۰ء سے' جنگ کی وجہ سے' ہم نے دفاع اور جنگ چلانے کی غرض سے اپنا دست تعاون برطانیہ کی طرف بڑھایا۔ ہم ہٹلر یا میکاڈو کی طرف سے کسی جارحیت کے خواہاں نہیں تھے۔ لہٰذا ہم اپنے مفاد میں تعاون کے لئے آمادہ تھے۔ اس کے برعکس ہمیں کیا فائدہ حاصل ہوتا؟ دونوں جگہ شمال مشرقی اور شمال مغربی منطقوں میں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں' ہمارے گھر بار بمباری کا نشانہ بنتے۔ اگر ہٹلر کامیاب ہو جاتا تو ہم کڑاہی سے آگ میں جا گرتے۔ لہٰذا یہ جنگ کی ہنگامی ضرورت تھی جس نے جنگ کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے لئے ایک عبوری انتظام کا تقاضا کیا۔ جب لارڈ ویول انگلستان گئے تھے اس وقت یوروپ میں جنگ ختم نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اب یاد رکھیے کہ یوروپ میں جنگ ختم ہو چکی ہے' اور مشرق بعید میں تقریباً قریب الاختتام ہے —— جاپان سیکڑوں میل دُور اپنے وطن میں توجہ مرکوز کئے ہوئے ہے۔ اب عبوری انتظام کی باتیں کرنا چنداں سود مند نہیں ہو گا۔

مسئلہ پاکستان کا فیصلہ ہونا چاہیے

ہمیں ایک مستقل آئینی تصفیہ کے لئے اقدام کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیے۔ اگر ہند کی آزادی اور خود مختاری کے مسئلہ کا فیصلہ ہونا ہے تو پاکستان کا بھی فیصلہ ہو جانا چاہیے۔ ہم مسئلہ پاکستان کو ہرگز کسی کے حوالے نہیں کریں گے۔ چونکہ ہمارا دعویٰ منصفانہ اور مبنی برحقیقت ہے

اور [مسئلہ] ہند کا واحد حل ہے۔

ہم انتخابات اس لئے لڑنا چاہتے ہیں تاکہ ہم ان سب لوگوں کو قائل کر سکیں جنہیں ہمارے نیابتی کردار پر شبہ ہے۔ اگر آپ مناسب طریقے سے تنظیم کر لیں تو عوام کی حمایت کے ساتھ ہم انتخابات میں زبردست کامیابی حاصل کر لیں گے۔ مسلم لیگ کا نام ساری دنیا میں گونج رہا ہے اور مسلمان احساس قومیت کے ساتھ بیدار ہو رہے ہیں۔ اگر کانفرنس مسلم لیگ سے پہلوتہی کرنے میں کامیاب ہو جاتی تو میں انتخابات لڑنے کے لئے پیسے نہ مانگتا بلکہ اس سے سوا اپنی منزل پاکستان کے حصول کے لئے مکمل قربانی پیش کرنے کا تقاضا کرتا۔ [دی ڈان' ۸ اگست ۱۹۴۵ء]

۱۹۹۔ آزاد۔ ویول خط و کتابت کی اشاعت پر دوبارہ اصرار

بمبئی ۹ اگست ۱۹۴۵ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے ایک اخباری بیان کے ذریعے وائسرائے لارڈ ویول اور صدر کانگرس مولانا ابوالکلام آزاد سے اپیل کی ہے کہ وہ اس خط و کتابت کو اشاعت کے لئے جاری کر دیں جو ان کے مابین شملہ میں ہوئی۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ اس لئے ازبس ضروری ہے کہ مسلم لیگ کے خلاف سنگین الزامات عائد کئے جا رہے ہیں اور کانفرنس کی ناکامی کے ضمن میں ساری ذمہ داری مسٹر جناح اور مسلم لیگ کے سر تھوپی جا رہی ہے۔

مسٹر جناح کہتے ہیں : "کل کے اخبارات میں شائع شدہ اطلاعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صدر کانگرس نے ایسوسی ایٹیڈ پریس آف انڈیا کو بتایا کہ وائسرائے نے اپنے اور ان کے مابین ہونے والی مراسلت کو صیغہ راز میں رکھنے کی ہدایت دے دی ہے کیونکہ یہ کانفرنس کی کارروائی کا جزو ہے جو وائسرائے کے مطابق اشاعت کے لئے جاری نہیں کی جانی چاہیے۔ بدیہی طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کانگرس کا اس معاملے کے بارے میں کوئی دوسرا خیال ہے اور اس کے باوصف کانگرس کے صدر نے اس آسانی اور آمادگی کے ساتھ وائسرائے کی نام نہاد ہدایت کے تحت پناہ لے لی۔"

مسٹر جناح دریافت کرتے ہیں "کیا کانگرس پر عوام کی جانب سے کوئی فریضہ عائد نہیں ہوتا؟ کیا کانگرسی اخبارات اور کانگرسی رہنما صرف غلط ترجمانی اور مسلم لیگ پر الزام تراشی کے لئے ہی رہ گئے ہیں اور اس مراسلت کو عوام کی نظروں سے اوجھل رکھنے کے کھیل میں فریق بن گئے ہیں جس کی اشاعت سے عوام کو اس حقیقت کا علم ہو جاتا کہ شملہ کانفرنس میں کانگرس کا کردار اور رویہ کیا تھا۔

ماضی میں کانگرسی رہنما اور وائسرائے بھی مراسلت بغرض اشاعت جاری کرتے رہے ہیں اور اتنا اخلاق بھی نہ برتا گیا کہ شائع کرنے سے قبل دوسرے فریق کو بھی اطلاع کر دیتے۔

"مجھے علم نہیں کہ کس نے لارڈ ویول کو اس خط و کتابت کو "کارروائی کا جزو" قرار دینے کا مشورہ دیا۔ درحقیقت اس کا کانفرنس کی کارروائی سے کوئی تعلق نہیں۔ کانفرنس ۲۹ جون کو ۱۴ جولائی تک کے لئے ملتوی کی گئی۔ چونکہ کانگرس اور مسلم لیگ میں کوئی تصفیہ نہ ہو سکا تھا۔ یہ واقعہ میرے اور پنڈت پنت کے ساتھ ملاقات کرنے میں پہل کرنے کے بعد پیش آیا اور ان کے ساتھ دو ملاقاتیں ہوئیں اور ہربار یہ دو دو گھنٹہ پر محیط رہیں۔

اچانک اعلان

۲۹ جون کی صبح کو جب میری وائسرائے سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنی نئی ایگزیکٹو کونسل کے ناموں پر اتفاق رائے میں اعانت کی خاطر کانفرنس کے التوا کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے مختلف تجاویز پیش کیں اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ مدعوین ان کی امداد کریں اور اخیر میں' خود ان کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے" تاکہ یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ کانفرنس کے سامنے حتمی تجاویز پیش کرنا سود مند بھی ہو گا۔"

جب ۱۴ جولائی کو کانفرنس کا اجلاس ہوا تو انہوں نے فی الفور اپنی ناکامی کا اعتراف کیا اور اپنی کوششوں کے بعد کانفرنس کے سامنے کوئی تجویز پیش کئے بنا کانفرنس کے اختتام کا اعلان کر دیا۔ پھر' ہرنوع کی خیال آفرینی کے باوصف' اس خط کتابت کو کانفرنس کی کارروائی کا حصہ کس طرح سمجھا جا سکتا ہے؟

"تیکنیکی اور اخلاقی اعتبار سے وائسرائے اور صدر کانگرس دونوں اس امر کے پابند ہیں کہ وہ مراسلت عوام کے سامنے پیش کر دیں۔ سچ کا اظہار ہونا چاہیے اور اس دستاویزی شہادت کی روشنی میں عوام اور دنیا کو اس امر کا فیصلہ کرنا چاہیے کہ ان مذاکرات کے دوران' کانفرنس سے باہر' کانگرس نے کیا کردار ادا کیا۔

جہاں تک مسلم لیگ کی جانب سے میری اور وائسرائے کی خط و کتابت کا تعلق ہے' سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ نے ۱۴ جولائی کی شام کو وائسرائے کے پرائیویٹ سیکرٹری کو اطلاع دی کہ وہ اس مراسلت کو اشاعت کی غرض سے جاری کرنا چاہتے ہیں تو پرائیویٹ سیکرٹری نے سرسری طور پر سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ نوابزادہ لیاقت علی خاں کو اطلاع دی کہ وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ اور یہ مراسلہ اسی رات کو شائع کر دی گئی۔ پھر یہ ناقابل فہم بات ہے کہ وائسرائے لارڈ ویول اس خط و کتابت کی اشاعت پہ اعتراض کریں جو صدر کانگرس اور ان کے مابین ہوئی۔

شبہ قوی تر ہوتا ہے

اس سے یہ شبہ قوی تر ہو جاتا ہے کہ صداقت کو عوام سے چھپایا جا رہا ہے۔ میں ایک بار پھر صدر کانگرس سے کہتا ہوں کہ اگر وائسرائے اعتراض کر بھی رہے ہیں تو بھی وہ اس معاملے پر دوبارہ غور کریں اور خط و کتابت کو اشاعت کے لئے جاری کر دیں۔ یقیناً صدر کانگرس اپنی رائے اور فیصلے کو وائسرائے کی رائے کے تابع کرنے سے بچ نہ سکیں گے۔ اور لارڈ ویول اس خط و کتابت کے بارے میں چاہے جو کچھ کہیں' وہ [صدر کانگرس] اس کی پناہ نہ لے سکیں گے' چونکہ انہوں نے شملہ میں کانفرنس کی ناکامی کے بعد بار بار یہ بات کہی کہ وہ وائسرائے کے ساتھ اپنی خط و کتابت کو شائع کر دیں گے۔

اب وہ اس درجہ غلامی پر کیوں مصر ہیں اور اپنے اس حق کو وائسرائے کی خواہشات کی تعمیل میں کیوں غصب کرا رہے ہیں کہ انہیں عوام کے سامنے پورا سچ پیش کر دینا چاہیے۔

"میں وائسرائے سے بھی اپیل کرتا ہوں کہ وہ صورت حال پر دوبارہ غور کریں اور مسلم لیگ کے ساتھ انصاف کی خاطر خط و کتابت کو شائع کرنے کے لئے جاری کر دیں۔ چونکہ مسلم لیگ کے خلاف سنگین نوعیت کے الزامات لگائے جا رہے ہیں اور کانفرنس کی ناکامی کی تمام تر ذمہ داری غلط طور پر مجھ پر اور مسلم لیگ پر ڈالی جا رہی ہے۔ [ایسوسی ایٹیڈ پریس آف انڈیا۔]

[دستاویزات قائداعظم فائل ۱۰۲۲ صفحات ۵۹ تا ۶۱ اور ڈان' ۱۰ اگست ۱۹۴۵ء]

۲۰۰۔ الزامات کانگرس کی بازیگری ہے

تھیلی اور عطیات پیش کرنے کے لئے منعقدہ جلسہ عام سے خطاب

بمبئی ۱۲ اگست ۱۹۴۵ء

الزامات کو کانگرس کی بازی گری قرار دیتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے انہیں یکے بعد دیگرے نمٹایا۔ یعنی پہلا الزام کہ برطانوی حکومت نے انہیں ویٹو کا اختیار دے دیا۔ دوسرا کہ ان کا رویہ ہٹ دھرمی پر مبنی تھا اور یہ کہ وہ ہند کی آزادی کے حصول کی راہ میں رکاوٹ ڈال رہے تھے' چونکہ وہ "برطانوی سامراج کا کھیل کھیل رہے تھے" اور اس طرح یہ اتہام لگانا کہ وہ "برطانیہ کی خواہشات کی تکمیل کر رہے تھے۔"

یہ سارا کچھ جھوٹ ہے اور جو اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں وہ جانتے ہیں اور انہیں جاننا چاہیے' زیادہ متانت سے غور کریں گے تو انہیں اس کا احساس ہو جائے گا کہ یہ جھوٹا پروپاگنڈا کس

قدر احمقانہ بات ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ان کے تمام حیلوں اور ریشہ دوانیوں کا مقصد مسلم صوبوں کو عارضی یا مستقل کل ہند یونین میں شمولیت پر مجبور کرنا ہے' حیلے سے یا فریب سے۔ مزید برآں وہ برطانوی سنگینوں کا آسرا تکتے ہیں کہ وہ ان کا یہ کام کر دیں اور اسی لئے وہ مختلف طور طریقے استعمال کرتے رہتے ہیں۔ چاپلوسی کریں گے اور گالیاں دیں گے۔ قدم بوسی کریں گے اور برطانی حکومت کو دھمکیاں بھی دیں گے۔

ہندو راج کی مزاحمت کی جائے گی

ہم نے عزم کر رکھا ہے کہ ہم کل ہند یونین کی کسی اسکیم کو قبول نہیں کریں گے' عارضی ہو یا اس کے برعکس' اور ہم مسلمانوں پر ایسی یونین کے تسلط کی مزاحمت کریں گے۔ ہماری جانب سے ایسی مزاحمت کو انہوں نے نام دیا ہے کہ میں ویٹو استعمال کر رہا ہوں۔ یہ بات نظر بظاہر بے ہودہ ہے اور جو لوگ یہ باتیں کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہ ایسی ہی ہے۔ یہ کہنا کہ ہمارے رویہ کا مقصد ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے حصول آزادی میں رکاوٹ ڈالنا ہے' بالکل جھوٹ ہے۔ کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ ہندو ہند اور مسلم ہند دونوں آزاد ہوں۔ لیکن ہم کسی ایسے انتظام سے اتفاق نہیں کر سکتے جس کا مطلب ہندوؤں کے لئے آزادی اور 'ہندو راج' کا قیام ہو اور مسلمانوں کے لئے غلامی --- مسلم ہند کی برطانوی راج سے ہندو راج کو منتقلی ہو' یہ ہے اصل مسئلہ۔

کرپس کا بیان

مسٹر جناح نے سر سٹیفورڈ کرپس کا ایک حالیہ بیان یاد دلایا جو انہوں نے ۱۷ جولائی کو رائیٹرز کو دیا تھا۔ سر سٹیفورڈ نے کہا تھا: یہ بدرجہا بہتر ہے کہ ان ذرائع کو بروئے کار لانے میں عجلت سے کام لیا جائے جو ایسے مستقل انتظام تک پہنچا دیں جس میں مسئلہ پاکستان کو ایک بڑے عنصر کی حیثیت حاصل ہو۔ کسی اقلیت کو' خواہ وہ کتنی ہی بڑی اور اہم کیوں نہ ہو اس امر کی اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ ہند کی حکومت خود اختیاری کے حصول کی راہ میں رکاوٹ ڈال سکے۔ صرف اتنا ہی درست ہو گا جتنا وقت مسلم اکثریتی صوبوں کو نئے دستوری نظام میں جس پر انہیں بنیادی نوعیت کا اعتراض تھا' شمولیت پر مجبور کرنے میں صرف ہوتا ہے۔

کانگرس جو کچھ چاہتی ہے وہ یہ ہے کہ مسلم اکثریتی صوبوں کو ایک آل انڈیا یونین میں شامل ہونے پر مجبور کر دیا جائے جس پر ہمیں نہ صرف بنیادی نوعیت کا اعتراض ہے بلکہ جس کی ہم اپنی پوری قوت کے ساتھ مزاحمت کریں گے اگر اسے ہم پر زبردستی مسلط کیا گیا۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہندوؤں کا زیادہ سنجیدہ طبقہ کم سے کم اتنا تو محسوس کر ہی لے گا کہ وہ برطانی حکومت سے یہ

توقع کرے کہ وہ مسلم ہند کو ہندوراج کے حوالے کر دے یا مسلم ہند پر ہندو نظریے سے مطابقت رکھنے والا ایک دستور زبردستی نافذ کر دے اور پھر برطانی سنگینوں کے بل پر اسے قائم رکھے۔

واحد حل

لہٰذا ہند کے دستوری مسئلے کا منصفانہ اور واحد حل پاکستان اور ہندوستان کے قیام میں مضمر ہے۔ لہٰذا یہ کانگرس ہے جو جملہ اقوام ہند کی آزادی کی راہ میں رکاوٹ ڈال رہی ہے اور حقیقتاً جمود کی ذمہ دار ہے۔ کیونکہ وہ چاہتی ہے کہ اسے سارا کچھ مل جائے یا کچھ نہ ملے۔ یہ ایسا خواب ہے جو کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہو گا۔

نہرو کے حربے

مسلمانوں کی مختلف انجمنوں اور ارکان کا انتخابی فنڈ میں فیاضانہ عطیات پر شکریہ ادا کرنے کے بعد مسٹر جناح نے مختصر احوال ان مسائل کا بیان کیا جو ان کے خیال میں مسلمانوں کو درپیش ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پنڈت نہرو نام نہاد مسلمان رہنماؤں کو مدعو کر رہے ہیں۔ اطلاعات کے مطابق وہ ان سے صلاح مشورہ کر رہے ہیں۔ لہٰذا آپ کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ کانگرس آپ کے لئے ممکنہ طور پر مہیب ترین طوفان کھڑا نہیں کرے گی۔ پھر آپ کے سامنے مسٹر گاندھی کا تعمیری پروگرام بھی ہے۔ جو لفظ وہ استعمال کرتے ہیں اس کے معنی بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ کانگرس کے پاس نہ صرف لاکھوں روپے ہیں بلکہ ان اعداد و شمار کا حساب تو کروڑوں تک کیا جا سکتا ہے۔

جب مسٹر گاندھی تعمیری پروگرام کی بات کرتے ہیں تو فی الحقیقت ان کی مراد مسلمانوں کے لئے تباہی کا پروگرام ہوتا ہے۔

وہ اپنی پوری کوشش کریں گے کہ مسلمانوں میں تفرقہ ڈال دیں' انہیں منقسم کر دیں' انہیں ضمیر فروش بنا دیں' انہیں گمراہ کریں اور پھانسے دیں۔ وہ ہر ذریعہ اور ہر ممکن ترکیب کو آزمائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں' اِلاّ یہ کہ مسلمانوں کے بارے میں میرا اندازہ غلط ہو اور یہ کہ میں انہیں گذشتہ سات برس سے کافی قریب سے جانتا ہوں' کانگرس اور ہمارے دشمنوں کی ان تمام کوششوں کا مقدر ناکامی بن چکا ہے۔ کاش ان کے پاس جو گرانقدر رقوم ہیں انہیں مسلمانوں میں نفاق پھیلانے کی بجائے کسی بہتر مقصد کے لئے صرف کیا جا سکتا۔ لیکن مجھے اس باب میں شبہ ہے کہ چیتا بھی کبھی اپنے داغ دھبے تبدیل کر سکتا ہے۔ بہر نوع ہمیں حالات کا سامنا کرنا ہو گا اور مجھے امید ہے کہ آپ کے تعاون اور دانائی کی بدولت ہم اس مرحلے سے بھی سرخرو ہو کر نکلیں گے۔

اس موقع پر بمبئی میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں کے اس اجتماع سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بحیثیت مسلمان ہی یہاں جمع ہوئے ہیں- میں دیکھتا ہوں کہ آج یہ واضح ہو گیا ہے کہ شیعہ اور سنی' بوہرے' خوجے اور مومن ایک ہیں- کسی قسم کے اختلاف کا سوال ہی نہیں ہے-

اختلافات کا وقت نہیں ہے

اگر آپ سمجھ گئے ہیں اور اگر میری بات مسلم ہند تک پہنچ سکے تو آپ محسوس کریں گے کہ دشمن دروازے پر ہے- ایسے میں ہم اختلافات کی عیاشی کے متحمل نہیں ہو سکتے- اس وقت ہمیں اپنی صفوں کو درست کرنا چاہیے اور ایک متحدہ قوم کی طرح مضبوطی کے ساتھ کھڑے ہو جانا چاہیے- تب آپ نہ صرف اپنے قومی کردار کی ذمہ داریوں سے بلکہ اپنے قومی مطالبے سے بھی عہدہ برآ ہو سکیں گے-

اس ضمن میں مسٹر جناح نے وضاحت کی [دوسری جنگ عظیم کے دوران] انگریز قوم نے ناگہانی اور اچانک حملوں کے دوران مصائب برداشت کئے لیکن اپنے اتحاد کی وجہ سے جنگ میں کامیاب رہے' جبکہ وہ صرف ۳۵ ملین تھے اور آپ تو دس کروڑ ہیں' ان سے تین گنا- پھر آپ کے ساتھ تو آپ کی ماضی کی تاریخ اور سطوت بھی ہے- ہمیں آپس میں لڑنے کے لئے فرصت میسّر آئے گی جب یہ اختلافات طے ہو جائیں گے- جب زیادتیوں کا درماں اور تکالیف کا ازالہ ہو چکا ہو گا- ہمیں داخلی پروگرام اور حکمت عملی وضع کرنے کے لئے وقت ملے گا- لیکن پہلے حکومت تو حاصل کر لیجئے- یہ ایک قوم ہے جس کے پاس نہ ملک ہے نہ حکومت-"

مسٹر جناح نے انتخابات لڑنے کے لئے فنڈز کے لئے اپیل کی اور کہا' مجھے آپ سے "چاندی کی گولیاں" مطلوب ہیں- "مجھے چاندی کی گولیاں دے دیجئے اور لیگ کام مکمل کر دے گی-

مسٹر جناح نے کہا کہ تین لاکھ گیارہ ہزار روپے کی رقم جو آج عطیہ کے طور پر پیش لی گئی ہے' یہ ظاہر کرتی ہے کہ ان کے پاس کوئی شے موجود ہے جو زیادہ اعلیٰ و ارفع اور زیادہ مضبوط ہے- وہ ہے ان کی سیاسی بیداری' سوجھ بوجھ اور مسائل کا ادراک- مسٹر جناح نے ایک بیرسٹر کی حیثیت سے اپنے ابتدائی ایّام کا ذکر کیا جب ان سے کہا گیا کہ وہ بلدیاتی انتخاب لڑیں' اور کس طرح وہ کامیابی سے ہمکنار ہوئے- اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بمبئی کے مسلمانوں نے ہمیشہ ان کی مدد کی ہے- انہوں نے کہا کہ اب تو مسئلہ بہت بڑا ہے "اب میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے خیال سے اتفاق کریں' آپ کی مدد اور حمایت شامل حال رہیں تو ہم کبھی بھی ناکام نہیں ہوں گے' ہمارے مخالفین کے حربے اور ان کی چالیں خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہوں-"

(دی ڈان' ۱۳ اگست ۱۹۴۵ء)

۲۰۱- آزاد- ویول مراسلت پر بیان

۱۴ اگست ۱۹۴۵ء

میری توجہ اس انٹرویو کی جانب مبذول کرائی گئی ہے جو صدر کانگرس نے ایسوسی ایٹیڈ پریس کو دیا اور جو آج اخبارات میں شائع ہوا' جس میں کہا گیا کہ وہ راز دارانہ طریقے پر مجھے اس خط و کتابت کے بارے میں اعتماد میں لے سکتے ہیں جو ان کے اور لارڈ ویول کے مابین ہوئی- یہ ایک بے سود اور بچکانہ پیش کش ہے- یہ ان کے اور میرے درمیان کوئی خاندانی معاملہ تو ہے نہیں- یا دو افراد کے مابین کوئی نجی معاملہ ہے- کانگرس کے صدر کی حیثیت سے یہ ان کا بنیادی فرض اور ذمہ داری ہے جسے ان میں یہ شعور اجاگر کر دینا چاہیے کہ یہ ان پر عوام کا حق ہے کہ وہ اس خط و کتابت کو شائع کرا دیں تاکہ پوری حقیقت رائے عامہ کے سامنے آجائے-

میں یہ پہلے ہی ثابت کر چکا ہوں کہ وائسرائے کا کوئی فیصلہ' اگر انہوں نے کوئی دیا ہو' قانونی' اخلاقی اعتبار سے اور حقیقتاً غلط ہے- لارڈ ویول اور میرے مابین خط و کتابت کی اشاعت کی اجازت بغیر کسی چون و چرا کیوں دی گئی؟ مزید برآں یہ کوئی ایسا سوال نہیں کہ جس پر ایک فریق دوسرے فریق کے خلاف فیصلہ سنا دے- کانگرس کے صدر کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ اپنی صوابدید اور اپنے فیصلے کے مطابق کام کریں اور وہ پبلک لائف کے ہر قاعدے اور کلیّے کے مطابق اس بات کے پابند ہیں کہ وہ عوام کو اپنے اعتماد میں لیں' بالخصوص اس صورت حال کے پیش نظر کہ کانگرس کے ذمہ دار رہنماؤں اور مجلس عاملہ کے ممتاز اراکین نے بے دھڑک الزامات عائد کیے ہوں-

ڈاکٹر سیتا رامیہ پٹابھی نے مسولی پٹم میں منعقدہ ایک جلسہ عام میں ۲۳ جولائی کو شملہ کانفرنس کے ضمن میں کہا "وائسرائے نے شروع ہی میں صدر کانگرس کو بتا دیا تھا کہ کسی ایک پارٹی یا رہنما کو محض اس کی ضد کی وجہ سے شملہ کانفرنس کو تباہ کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور یہ اس بات سے مماثلت رکھتی ہے جو کرپس پیشکش برائے وزارتی حکومت کے ضمن میں سر سٹیفورڈ کرپس نے صدر کانگرس سے ملاقاتوں کے دوران کہی تھی- دونوں صورتوں میں برطانیہ کے نمائندے اپنی بات سے پھر گئے- شملہ کانفرنس کی تصویر میں یہی ایک سیاہ دھبّہ ہے- جیسا کہ لارڈ ویول نے اجازت دی کہ مسٹر جناح کی ہٹ دھرمی کانفرنس کے پروگرام میں بھی رکاوٹ ڈال سکے-

مسلم لیگ اور مجھے مطعون کیا جا رہا ہے اور ہماری غلط ترجمانی کی جا رہی ہے- نہ صرف یہ کہ کانفرنس کی ناکامی کا الزام لیڈر کے سر منڈھا جا رہا ہے بلکہ یہ الزام بھی لگایا جا رہا ہے کہ ہم

نے برطانوی حکومت کا کھیل کھیلا۔

آج کے اخبارات نے یہ اطلاع شائع کی ہے کہ مسٹر کرپلانی جنرل سکرٹری کانگرس نے' اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ مجلس عاملہ کے رکن بھی ہیں' بمبئی میں ترقی پسند گروپ کو خطاب کرتے ہوئے یہ بات کہی کہ ' برطانی حکومت نہیں چاہتی تھی کہ یہ کانفرنس کامیاب ہو چنانچہ یہ کامیاب نہیں ہوئی۔

صدر کانگرس عوام کو یقین دلاتے ہیں کہ یہ مراسلت جب بھی شائع ہو گی تو اس میں کوئی ایسی بات ظاہر نہیں ہو گی جو ہرکس و ناکس کو تمام جماعتوں کے لئے کانگرس کے خیرسگالی کے جذبات کے بارے میں اطمینان نہ دلا سکے۔ اگر یہ خط و کتابت اس درجہ برے اثرات سے پاک اور بے ضرر ہے تو پھر یہ شوروغوغا کیوں؟ پھر اسے اشاعت کے لئے کیوں جاری نہیں کیاجاتا؟

میں توقع کرتا ہوں کہ میں نے جو کچھ اوپر کہا ہے اس کی روشنی میں لارڈ ویول یہ محسوس کریں گے' کہ اس مراسلت کی اشاعت پر مسلسل پابندی' بے جواز ہے۔ اب یہ ان پر منحصر ہے کہ وہ ان بے حد سنگین الزامات کا جواب دیں جو کانگرسی رہنماؤں نے کھلم کھلا لگائے ہیں۔

(دی ڈان' ۱۵ اگست ۱۹۴۵ء)

۲۰۲۔ لیڈیٹرانچارج ہفت روزہ 'وکیل'

بمبئی ۱۷ اگست ۱۹۴۵ء

آپ نے اپنے ہفت روزہ وکیل کے بارے میں جو کچھ کہا ہے میں نے اسے نوٹ کر لیا ہے۔ مجھے یہ معلوم ہو کر بڑی مسرت ہوئی کہ اس کی حکمت عملی حصول پاکستان کی خاطر آل انڈیا مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد کی حمایت کرنا ہے اور عام طور سے مسلم لیگ کی حکمت عملی اور پروگرام کو مقبول عام بنانا ہے۔ اس صورت میں مَیں آپ کے جریدے کی کامیابی کے لئے دعاگو ہوں اور میں امید کرتا ہوں کہ ہفت روزہ ' وکیل' کی انتظامیہ وفاداری کے ساتھ آل انڈیا مسلم لیگ کا ساتھ دے گی۔

۲۰۳۔ خان عبدالقیوم خان کے ساتھ اپنی مراسلت کا اجراء

بمبئی ۲۲ اگست ۱۹۴۵ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے حسب ذیل مراسلت کو اخبارات میں شائع کرنے کے لئے جاری کیا جو ان کے اور خان عبدالقیوم خاں کے مابین ہوئی [جو پچھلے دنوں

تک مرکزی مجلس قانون ساز میں کانگرس پارٹی کے ڈپٹی لیڈر رہے]

مکتوب من جانب مسٹر عبدالقیوم خان

لکھنؤ ۱۶ اگست ۱۹۴۵ء

"ڈیئر قائداعظم' میں پیشہ ورانہ دورے پر یہاں آیا ہوں اور ۲۵ اگست ۱۹۴۵ء تک قیام کروں گا اس دن میں پشاور روانہ ہو جاؤں گا اور امید ہے کہ ۲۷ اگست کو وہاں پہنچ جاؤں گا۔ میں آپ کی خدمت میں وہ فیصلہ پیش کرنا چاہتا ہوں جو میری زندگی کا اہم ترین فیصلہ ہے جو نتیجہ ہے دل کی گہرائیوں میں جھانکنے اور مسلسل غور و فکر کا۔

میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں مسلم لیگ میں شامل ہو جاؤں۔ میں باور کرتا ہوں کہ آپ نے جو موقف اختیار کیا ہے وہ بالکل درست ہے اور یہ کہ جو کوئی بھی مسلمان آپ کی مخالفت کرتا ہے وہ ہند میں اسلام کے مقصد سے غداری کرتا ہے۔ اب میں آپ کے احکام کا منتظر ہوں اور آپ جو حکم دیں گے اُسے بجا لاؤں گا۔

آپ کا مخلص

عبدالقیوم خان

برقیہ منجانب مسٹر جناح بنام مسٹر عبدالقیوم

بمبئی ۲۰ اگست ۱۹۴۵ء

آپ کا مکتوب مرقومہ ۱۶ اگست' بہت بہت شکریہ۔ آپ کے مسلم لیگ میں شامل ہونے کے فیصلہ سے مجھے مسرت ہوئی۔ میں آپ کے خیالات کو سراہتا ہوں جن کا آپ نے اپنے مکتوب میں کمال صاف گوئی سے اظہار کیا۔ شملہ کانفرنس کے بعد کسی دیانتدار مسلمان کے لئے کانگرس میں رہنے یا اس کی حمایت کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ گئی' میں امید کرتا ہوں کہ اور لوگ بھی آپ کی مثال کی تقلید کریں گے اور ہماری قومی تنظیم آل انڈیا مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں گے بالخصوص اس نازک مرحلے پر اور مسلم ہند کے قومی کاز اور اس سب کچھ کے لئے جس کا اسلام حامی ہے بے لوثی سے خدمت کریں گے ــــ جناح [دستاویزات قائداعظم فائل ۸۱۰/ص ۱۴۹]

۲۰۴۔ بمبئی سے کراچی روانگی سے قبل مسلمانوں کے لئے پیغام

بمبئی ۲۸ اگست ۱۹۴۵ء

میں مسلمانوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اپنی تمام تر توانائیوں کو ہمارے عوام کو منظم کرنے اور تیار ہو جانے پر مرکوز کر دیں۔" [ڈان ۲۹ اگست ۱۹۴۵ء]

۲۰۵۔ مسلمانوں سے مسلم لیگ میں شمولیت کی اپیل

۳۰ اگست ۱۹۴۵ء

سرفیروز خاں نون نے کچھ عرصے سے مجھ سے رابطہ قائم کر رکھا ہے اور انہوں نے مجھے اپنے مکتوب مورخہ ۲۱ اگست کے ذریعہ رازدارانہ طریقے سے یہ اطلاع دی کہ انہوں نے ۱۵ ستمبر سے وائسرائے کی مجلس عاملہ کے رکن کی حیثیت سے مستعفی ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور یہ کہ وہ واپس پنجاب جا کر مسلم لیگ میں شمولیت اور اس کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔

بعض رسمی کارروائیوں کے مکمل ہونے تک مَیں اس امر کا مکلف نہیں تھا کہ میں اس اطلاع کو منظر عام پر لا سکوں۔ لیکن اب کہ ان کا استعفیٰ منظور ہو گیا ہے اور حکومت نے اس ضمن میں اعلانیہ بھی جاری کر دیا ہے' مجھے مسرت ہے کہ سرفیروز ہماری صفوں میں شامل ہو گئے ہیں' اور مجھے اس باب میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ہماری تنظیم کے لئے بے لوثی کے ساتھ کام کریں گے اور مسلم ہند کی پبلک لائف' میں بالخصوص مسلم پنجاب میں ایک آبرومندانہ کردار ادا کریں گے۔

مَیں ہر مسلمان کو خوش آمدید کہتا ہوں اور خلوص کے ساتھ اس سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس نازک مرحلے میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کرے۔ مسلم لیگ کو کسی سے کوئی خصومت نہیں اور نہ ہی اتنی عظیم تنظیم منتقم مزاج یا بدلہ لینے کی خوگر ہو سکتی ہے۔ ہم کسی بھی مسلمان میں پُرخلوص تبدیلی کا خیر مقدم کریں گے۔

فوری طور پر آئندہ انتخابات مین جو اہم مسائل ہمارے سامنے ہیں' وہ ہیں: (۱) پاکستان (۲) مسلم لیگ مسلمانان ہند کی واحد بااختیار اور نمائندہ تنظیم ہے۔ ہم انہی دو مسائل پر آنے والے انتخابات لڑیں گے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم اس امر کا انتظام کریں گے کہ ہمارے بہترین افراد منتخب ہوں اور یہ کہ امیدواروں کا انتخاب معیار' عدل اور انصاف کی بنیاد پر کیا جائے۔ ہمیں اس امر کے لئے اپنی بہترین کوشش صرف کرنی چاہیے کہ ہم اول درجہ کی ٹیم منتخب کرائیں جو مختلف مجالس قانون ساز میں خلوص کے ساتھ عوام کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرے اور آل انڈیا مسلم لیگ کا وقار اور اس کی عزت کو برقرار رکھے۔

۲۰۶۔ پریس کانفرنس میں بیان

کراچی ۶ ستمبر ۱۹۴۵ء

کوئٹہ جاتے ہوئے ۲۸ اگست کو یہاں پہنچنے پر میرا ارادہ یہ تھا کہ میں یہاں مختصر سا قیام

کروں- چند رہنماؤں سے ملاقات کروں اور ان کے ساتھ سندھ کے معاملات پر تبادلہ خیال کروں لیکن دیگر افراد اور گروہوں نے مجھ پر اس قدر زور دیا کہ مجھے اپنے قیام کو بڑھانا پڑا- میں ممتاز رہنماؤں اور مختلف گروہوں سے ملا اور سینکڑوں مسلم لیگیوں سے فرداً فرداً اور گروہوں کی شکل میں ملاقاتیں کیں اور یہ دیکھا کہ مرد' عورت اور بچہ' ان سب میں' زبردست اتفاق رائے پایا جاتا ہے- وہ نہ صرف ہماری محبوب منزل پاکستان کی حمایت کرتے ہیں بلکہ اس کے حصول کے لئے کوئی بھی اور ہر قربانی کے لئے آمادہ ہیں' اور یہ کہ وہ پورے خلوص دل سے مسلم لیگ کے ساتھ ہیں جو مسلمانان ہند کی واحد بااختیار اور نمائندہ تنظیم ہے- وہ اپنے اختلافات کو ختم کرنے' ماضی کو بھولنے اور معاف کرنے' اور مکمل اتحاد اور نظم قائم کرنے' اپنی صفوں میں استحکام پیدا کر کے آئندہ انتخابات پر پوری توجہ مرکوز کرنے کے لئے تیار ہیں-

ہمارے نئے دستور اور قواعد میں یہ مذکور ہے کہ صوبائی مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ کی تشکیل ہونی چاہیے جو سات ارکان پر مشتمل ہو' جو حسب ذیل ہے: بورڈ کے دو ارکان بلحاظ عہدہ اور پانچ کا انتخاب عمل میں لایا جائے- ایک کو لیگ اسمبلی پارٹی منتخب کرے اور چار کو صوبائی مسلم لیگ کونسل- جہاں تک بلحاظ عہدہ دو ارکان کا تعلق ہے ان میں سے ایک سر غلام حسین ہدایت اللہ ہوں گے' بحیثیت قائد مسلم لیگ پارلیمانی پارٹی اور دوسرے مسٹر جی- ایم- سیّد بحیثیت صدر سندھ صوبہ مسلم لیگ- اس بات پر عام اتفاق رائے پایا جاتا تھا کہ لیگ اسمبلی پارٹی سے سفارش کی جائے کہ وہ مسٹر کھوڑو کو منتخب کر لے اور سندھ صوبہ مسلم لیگ کونسل سے سفارش کی جائے اور اسے ترغیب دی جائے کہ وہ میر غلام علی خان تالپور' سید خیر شاہ' مسٹر غلام نبی پٹھان اور پیر الٰہی بخش کو اپنے نمائندوں کی حیثیت سے بورڈ کے رکن منتخب کرلے- امید کی جاتی ہے کہ کونسل ان کی سفارش پر صادر کر دے گی اور انہیں منتخب کر لے گی-

یہ بورڈ جب تشکیل پا جائے گا اور مکمل ہو جائے گا تو وہ مرکزی پارلیمانی بورڈ کے وضع کردہ قواعد و ضوابط اور طریقہ کار کے مطابق اپنا کام شروع کر دے گا اور درخواست دہندگان میں سے حتمی طور پر امیدوار منتخب کرے گا- بورڈ ہر درخواست پر جو اسے پیش کی جائے گی مناسب غوروفکر کرے گا- اور جن امیدواروں کا انتخاب عمل میں آجائے گا وہ مسلم لیگ کے سرکاری امید وار قرار پائیں گے- لیکن جس امیدوار کو مسلم لیگ کا ٹکٹ نہیں ملے گا اور وہ صوبائی پارلیمانی بورڈ کے فیصلے سے غیر مطمئن ہو گا' اسے حق ہو گا کہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے مرکزی پارلیمانی بورڈ کے سامنے اپیل دائر کر دے جو یہ حتمی فیصلہ کرے گا کہ مسلم لیگ کا امیدوار کون ہو گا اور کسے لیگ کا ٹکٹ ملنا چاہیے- مرافعہ کے متعلق ٹریبونل کا فیصلہ حتمی ہو گا-

نہایت عمدہ جذبہ

مجھے مسرت ہے کہ جس کسی سے بھی ملا میں نے اسے نہایت عمدہ جذبے سے سرشار پایا۔ تمام رہنماؤں نے یہ پکا وعدہ کیا ہے کہ اگر کونسل اور اسمبلی پارٹی نے مجوزہ بورڈ کو قبول کر لیا' جیسا کہ توقع ہے کہ یہ دونوں ادارے اپنا کام ہمواری اور خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے لیں گے اور ایک دوسرے پر بھروسے اور اعتماد کا اظہار کریں گے اور بورڈ کے اراکین بھی امیدواروں کا انتخاب پورے احساس ذمہ داری' مسلمانوں اور ہمارے کاز کے بہترین مفاد میں اور تمام درخواست دہندگان کے ساتھ پورے عدل اور انصاف کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے پورے غور و خوض کے بعد عمل میں لائیں گے۔ جیسے ہی بورڈ تشکیل پا جائے گا اور مکمل ہو جائے گا' محولہ بالا نئے قواعد و ضوابط کے مطابق کام شروع کر دے گا۔

میں سمجھتا ہوں کہ پارلیمانی اسمبلی پارٹی اور صوبائی مسلم لیگ کونسل کے اجلاس پہلے ہی طلب کئے جا چکے ہیں جو ۱۵ ستمبر کو منعقد ہوں گے۔ مجھے قوی امید ہے کہ وہ جن متذکرہ بالا پانچ ناموں کی سفارش کی گئی ہے' ان کی تصدیق کر دیں گے اور صوبائی پارلیمانی بورڈ کے تشکیل پا جانے کے فوراً بعد وہ ان مسلم لیگیوں سے درخواستیں طلب کریں گے جو لیگ کے امیدوار کی حیثیت سے کھڑا ہونا چاہتے ہیں۔ درخواست دینے والوں کو معقول وقت دیا جائے گا۔ درخواستوں کی وصولی کی آخری تاریخ گزر جانے کے بعد بورڈ فی الفور انتخاب کا کام شروع کر دے گا اور اپنے فیصلے کا اعلان کر دے گا۔ اس کے بعد اگر کوئی امیدوار صوبائی پارلیمانی بورڈ کے فیصلے سے غیر مطمئن ہو گا یا یہ محسوس کرے گا کہ اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے تو اسے یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ مرکزی پارلیمانی بورڈ کے روبرو اپیل دائر کر دے اور ہم یہ انتظام کریں گے کہ مرکزی پارلیمانی بورڈ اگر ممکن ہو تو کراچی میں طلب کر لیا جائے۔ اس سے جملہ فریقوں کو سہولت رہے گی۔ پھر ٹری ہوٹل کے ارکان اس وقت تک یہیں قیام کریں جس وقت تک ان کا کام اس کا متقاضی ہو۔

اہم مسئلہ

دریں اثناء میں مختلف حلقہ ہائے انتخاب کے رائے دہندگان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ کسی سے کوئی وعدہ نہ کریں تاوقتیکہ انہیں حتمی طور پر یہ معلوم نہ ہو جائے کہ مسلم لیگ نے کن لوگوں کو اپنے امیدوار کی حیثیت سے کھڑا کیا ہے۔ اس کے بعد میں ہر رائے دہندہ سے اپیل کروں گا کہ وہ ہر حلقہ انتخاب میں لیگ کے امیدوار کی کامیابی کو یقینی بنانے کے لئے جو کچھ اس کے بس میں ہو کر گزرے۔ ہم نہایت اہم اور بہت بڑے مسئلے سے دوچار ہیں اور یہ ایک نہایت اہم معیار

ہو گا جس سے ہند اور بیرون ہند رائے عامہ بڑی حد تک متاثر ہو گی اور یہ منجملہ دیگر ایک بڑی آزمائش ہو گی جس کے ذریعہ سے ہم یہ ثابت کر سکیں گے کہ ہم نہایت مضبوطی اور عزم مصمم کے ساتھ پاکستان کے حق میں ہیں۔ اس فیصلے کی دوررس اہمیت ہو گی اور اس کا اثر نہ صرف آل انڈیا مسلم لیگ کے قومی کردار' اس کی حیثیت اور مرتبہ پر مرتب ہو گا بلکہ یہ ہمارے قومی مطالبے پاکستان پر بھی اثرانداز ہو گا' جس کے لئے ہم' مرد' عورت اور بچہ' جدوجہد کر رہے ہیں اور جس کے لئے ہم نے ان پچھلے برسوں میں کام کیا ہے۔

مجھے بھروسہ ہے کہ مسلمانان سندھ اس مسئلہ کی اہمیت کو محسوس کریں گے اور وہ ناکام نہیں ہوں گے۔ اور مجھے ہند کے طول و عرض میں کامیابی کی پوری امید ہے۔ لیکن ہمیں اپنی پوری قوت اور طاقت کے ساتھ کام کرنا ہو گا کیونکہ طاقتور قوتیں ہماری مخالفت کریں گی۔ کوئی خطرہ مول نہ لیجئے۔ نگہداشت' ہم آہنگی' باقاعدہ منظم طریقے اور مکمل نظم و ضبط اس مسئلہ پر ہماری کامیابی کے ضامن ہوں گے۔

کھوڑو کو کوئی مشورہ نہیں دیا گیا

بعض اخبارات میں خبر شائع ہوئی ہے کہ مسٹر جناح نے خاں بہادر کھوڑو کو یہ مشورہ دیا ہے کہ سیشن جج نے اپنے فیصلے میں ان کے خلاف جو اہانت آمیز بات کہی چیف کورٹ میں درخواست دے کر اسے حذف کرادیں اور یہ کہ بعض مقامی وکلاء نے مسٹر جناح کی رہنمائی میں ایک درخواست بھی تیار کر لی ہے۔ مسٹر جناح نے اس کی پُرزور تردید کی۔ مسٹر جناح نے اسے "کلیتاً" جھوٹ قرار دیا'

انہوں نے ایک اور اطلاع کی بھی تردید کی کہ انہوں نے خان بہادر حاجی مولا بخش کو لیگ ٹکٹ کی پیش کش کی اگر وہ لیگ کے عہد نامے پر دستخط کر دیں۔ مسٹر جناح نے کہا کہ ایسا کہنا نہ صرف مسٹر مولا بخش کی توہین ہے بلکہ خود ان کے خلاف سنگین الزام ہے۔ یہ میرے لئے بہت ہی بے قاعدہ بات ہو گی کہ میں پارلیمانی بورڈ' خواہ وہ صوبائی ہو یا مرکزی' یا لیگ کے قائم کردہ کسی نری بیوتل کی سرگرمیوں' کارروایوں اور فیصلے میں مداخلت یا ان پر اثر انداز ہونے کی کوشش کروں۔ کسی بھی شخص کو خواہ وہ کتنا بڑا کیوں نہ ہو مسلم لیگ میں شامل ہونے کے لئے کوئی ترغیب یا تحریص نہیں دی جا سکتی۔ ایسا کرنا بدعنوانی ہو گی اور کوئی بھی دیانتدار شخص ایسے معاملے میں فریق نہیں بن سکتا۔"

جب ان کی توجہ سندھ میں ایک متوازی مسلم لیگ کے وجود کی جانب مبذول کرائی گئی تو مسٹر جناح نے کہا کہ صوبائی مسلم لیگ صرف ایک ہی ہو سکتی ہے۔ یہ صحیح طور پر کام نہیں کر رہی

ہے۔ لیکن یہ میرا معاملہ نہیں ہے۔ یہ آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا کام ہے کہ وہ اس کا الحاق ختم کر دے یا ایسا اقدام کرے جسے وہ مناسب خیال کرے۔ مجھے اس میں اور کوئی اضافہ نہیں کرنا۔"

(دی ڈان ' ۷ ستمبر ۱۹۴۵ء)

۲۰۷۔ مسلمانان ہند کے نام عید کا پیغام

کراچی۔ ۸ ستمبر ۱۹۴۵ء

اس نہایت مبارک اور پُر مسّرت موقع پر مَیں مسلمانان ہند کو من حیث المجموع اور ہر مسلمان کو فرداً فرداً امن' مسرت اور خوشحالی کے ساتھ عید مبارک کہتا ہوں۔

ماہ رمضان المبارک جو سخت قسم کی قیود —— روزہ نماز —— کڑی پابندیاں عائد کرتا ہے' ابھی ابھی تمام ہوا اور آپ اس میں سے صبر و تحمّل اور اعتماد کے ساتھ سرخرو ہو کر نکلے۔ صبح عید نے جس کے آپ ذوق و شوق سے منتظر تھے تمام مسلمان گھرانوں میں مسرت و شادمانی کی روشن اور شاندار کرنیں بکھیر دی ہیں۔

ماہ رمضان میں ہم سب کے لئے ایک عظیم سبق پنہاں ہے۔

فی نفسہٖ یہ ایک عظیم ادارہ ہے۔ یہ مسلمانوں کو یہ سبق دیتا ہے کہ مسرت اور کامیابی اور کسی فریضے کی تکمیل مشکلات' محنت اور صعوبت کے بغیر نہیں ہو سکتی اور یہ کہ ہم قربانیاں دیے بنا اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم خود کس طرح اپنی خواہشات' بھوک اور حرص و ہوس پر قابو پا سکتے ہیں اور کس طرح ان چیزوں کی مزاحمت کر سکتے ہیں جو اخلاقی طور پر غلط اور ناپسندیدہ ہیں۔ یہ ارفع ترین نظم و ضبط ہے بغیر کسی لچک کے اور بالخصوص ہم مسلمانان ہند تو ماہ رمضان کے دوران جو سخت نظم طے کیا گیا ہے اس سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

آپ کے لئے میرے گذشتہ پیام عید سے اب تک دنیا اور ہند میں زبردست تبدیلیاں آئی ہیں۔ انسانی تاریخ کی سب سے زیادہ خون آشام جنگ اختتام کو پہنچی۔ میں امید کرتا ہوں کہ جمہوریت اور عدل و انصاف کی قوتیں امن و امان لے آئیں گی اور حقیقی معنوں میں کامیاب و کامران ٹھہریں گی۔ مسرت کے اس موقع پر گذشتہ بار جب میں آپ سے مخاطب ہوا تھا اس وقت سے اب تک مسلمانوں اور مسلم لیگ نے زبردست ترقی کی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ لیگ مضبوط سے مضبوط تر ہو کر آگے بڑھ رہی ہے اور یہ کہ مسلم ذہن زیادہ سے زیادہ راہیں اور ذرائع تلاش کرنے پر مرتکز ہے اور انہوں نے قومی تعمیر کے کاموں کا' جیسے معاشرتی' تعلیمی اور اقتصادی' آغاز کر دیا ہے۔ یہ کم اہم بات نہیں ہے کہ ہمارے وطن۔ پاکستان میں —— صنعتی تعمیر نو کے راستوں

اور ذرائع کی تلاش اور ان کے جائزوں کا کام بھی شروع ہو گیا ہے۔ ہر جہت میں مسلمان اپنی ذمہ داریاں زیادہ سے زیادہ محسوس کر رہے ہیں۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی احکام صرف مذہبی اور اخلاقی امور تک محدود نہیں ہیں۔ گبن کے بقول "اطلانتک سے گنگا تک قرآن کو ایک بنیادی ضابطے کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے' نہ صرف دینیات کے اعتبار سے بلکہ سول اور فوجداری ضابطوں اور ایسے قوانین کے لحاظ سے جو بنی نوع انسان کے افعال اور املاک پر اللہ تعالٰی کے غیر مبدل قوانین کے طور پر محیط ہے۔ جہلاء کے سوا ہر شخص اس امر سے واقف ہے کہ قرآن کریم مسلمانوں کا عام ضابطہ حیات ہے۔ ایک دینی' معاشرتی' سول' تجارتی' فوجی' عدالتی' فوجداری ضابطہ ہے۔ رسوم مذہب ہی سے متعلق نہیں بلکہ روزانہ زندگی سے متعلق بھی۔ روح کی نجات سے لے کر جسمانی صحت تک' حقوق العباد سے لے کر فرد واحد کے حقوق تک' اخلاقیات سے لے کر جرائم تک اس دنیا میں سزا سے لے کر عقبیٰ میں سزا تک۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لازمی قرار دیا کہ ہر مسلمان کے پاس قرآن کریم کا ایک نسخہ ہونا چاہیے تاکہ وہ اپنی رہنمائی خود کر سکے۔ لہٰذا اسلام محض روحانی عقائد اور نظریات یا رسم و رواج کی ادائیگی تک محدود نہیں ہے۔ یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور پورے مسلم معاشرے پر محیط ہے' زندگی کے ہر شعبے پر من حیث المجموع اور انفرادی طور پر جاری و ساری ہے۔"

ہم یقین رکھتے ہیں کہ حق خودارادیت مسلمانوں کا پیدائشی حق ہے اور ہم نے قطعی طور پر یہ طے کر لیا ہے کہ آزادی کے حصول اور وقار اور خودداری کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لئے اس عظیم برعظیم کے مسئلہ کا ایک ہی حل ہے کہ ہمیں اپنے اوطان یعنی ان تمام صوبوں میں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں' پاکستان قائم کرنے کی آزادی حاصل ہو۔۔۔۔ ہند کے شمال مغربی اور شمال مشرقی منطقوں میں۔ اس کے معنی ہیں ہندو اور مسلمان دونوں کی آزادی۔ بعینہٖ ہندوؤں کی باقی ماندہ ہند میں یہی صورت حال ہو گی جس سے انہیں اس برعظیم کا تین چوتھائی حصہ مل جائے گا' مزید برآں ہند کا بہترین حصہ۔

اس وقت ہمیں موجودہ دستور کے تحت عام انتخابات کا سامنا ہے اور ان کے نتائج قیام پاکستان کے ضمن میں ہمارے عزم پر نہایت اہم اثر مرتب کرے گا۔ انتخابات' پاکستان بنے یا اکھنڈ ہندوستان رہے' کے مسئلہ پر لڑے جائیں گے اور مسلمانوں کے فیصلے کا' جہاں تک کہ موجودہ مشینری اور رائے دہندگان کے ذریعہ سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے' نہایت دوررس اہمیت کا اثر مرتب ہو گا۔ لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ مسلمان نہایت مضبوطی کے ساتھ متحد ہو کر کھڑے ہو جائیں گے اور ہمارے قومی کردار اور مطالبے کو صحیح ثابت کر دیں گے' اور مسلم لیگ کا جس نے

گذشتہ سات برسوں کے دوران مسلم ہند کی ہر شعبہ حیات میں انتھک خدمت کی ہے' وقار اور اس کی عزت برقرار رکھیں گے۔ ہم اعلان کر چکے ہیں اور واضح کر چکے ہیں کہ ہم غیر ملکی تسلط کو ختم کرنے اور مسلمانوں اور اس برعظیم کے دیگر باشندوں کی غلامی کے عرصہ کو طویل تر نہ کرنے کیلئے وہ سب کچھ کرنے کو تیار ہیں جو ہم کر سکتے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی بھی اب کسی بہانے یا کسی دلکش لیبل کے تحت عبوری قومی حکومت یا ہنگامی قومی مرکزی حکومت کی بات کرے۔ ہم چاہتے ہیں' اور ایسی کوئی وجہ نہیں کہ ہم نہ چاہیں' کہ مستقل اور حتمی طور پر دستوری مسئلہ کو پاکستان کی بنیاد پر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حل کر دیا جائے اور جس قدر جلد یہ کام کر دیا جائے گا اتنا ہی ہم اس عظیم سرزمین پر بسنے والوں کی آزادی اور خودمختاری کے نزدیک پہنچ جائیں گے۔

آخر میں مَیں ہر مسلمان سے اپیل کروں گا کہ وہ اپنی پوری توانائی آنے والے انتخابات پر مرکوز کر دے اور دنیا پر یہ واضح کر دے کہ ہم ایک منظم اور نظم و ضبط کی پابند قوم ہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے کسی قربانی کو عظیم تر تصور نہ کیا جائے۔ لہٰذا میں ہر مسلمان پر زور دیتا ہوں کہ وہ مصیبت اٹھانے اور ہر قربانی کے لئے تیار ہو جائے۔ اگر ضرورت پڑے تو اس نازک مرحلے میں مجموعی مفاد اور قومی مقصد کی خاطر ذاتی مفاد' آسائش اور اقتدار کی خواہش کو تج دے۔

ایک بار پھر میں آپ کو عید مبارک کہتا ہوں اور دعا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ وقت دور نہیں جب ہم آزاد اور خودمختار پاکستان میں عید منائیں گے۔ (دی ڈان' ۱۱ ستمبر ۱۹۴۵ء)

۲۰۸۔ کشمیر کی سنگین صورت حال پر بیان

کراچی ۱۱ ستمبر ۱۹۴۵ء

مجھے نہایت موثق ذرائع سے اطلاعات موصول ہو رہی ہیں کہ جب سے سابق وزیراعظم سر بی۔ این۔ راؤ نے ریاست کی ملازمت ترک کی ہے کشمیر کی صورت حال حیدمنا بہت سنگین ہو گئی ہے۔ مَیں نے پہلے ہی وائسرائے کو ایک بہت سخت عرضداشت ۲۲ اگست ۱۹۴۵ء کو ارسال کی ہے اور مجھے قوی امید ہے کہ مقتدر اعلیٰ مداخلت کرنے اور حالیہ واقعات کی تحقیقات کرانے کے سلسلے میں فوری اقدام کریں گے جن کے نتائج خون خرابے اور کشمیری عوام اور اخبارات کے خلاف حکومت نے ظلم اور جبر روا رکھا۔ مجھے جن احوال کی روئیداد موصول ہوئی ہے ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ کشمیر میں فکر اور تقریر کی کوئی آزادی موجود نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ لارڈ ویول اپنی واپسی کے فوراً بعد وہ اپنا جواب مجھے بھجوا دیں گے' جس میں غالباً زیادہ تاخیر نہیں ہو گی۔

(دی ڈان' ۱۳ ستمبر ۱۹۴۵ء)

۲۰۹۔ لیگ ٹکٹ کے حصول کے طریقہ کار کی وضاحت

کوئٹہ ۱۵ ستمبر ۱۹۴۵ء

متوقع انتخابات کے ضمن میں بعض لوگوں کے ذہنوں میں کچھ الجھاؤ ہے اور میں اس کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں۔ اول : بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے مجھے لکھا اور برقیے ارسال کئے جن میں کہا گیا کہ انہیں لیگ کے ٹکٹ دے دیئے جائیں۔ [اس ضمن میں] ہمارے قواعد و ضوابط بالکل واضح ہیں۔ جہاں تک صوبائی مجالس قانون ساز کے انتخابات کا تعلق ہے یہ صوبائی پارلیمانی بورڈوں کا کام ہے۔ جس کسی کی درخواست صوبائی پارلیمانی بورڈ کی طرف سے مسترد ہو جائے اس فیصلے کے خلاف مرکزی پارلیمانی بورڈ کے سامنے اپیل کی جا سکتی ہے۔ میں ان دو بورڈوں کے کاموں اور فرائض میں مداخلت نہیں کر سکتا۔ مرکزی پارلیمانی بورڈ کا فیصلہ حتمی ہو گا۔

مزید برآں جہاں تک مرکزی مجلس قانون ساز کا تعلق ہے' مرکزی پارلیمانی بورڈ کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ امیدواروں کی درخواستوں کو نمٹائے۔ اس کے فیصلوں کے خلاف مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم لیگ کے روبرو اپیل دائر کی جا سکتی ہے۔

دوم : بعض حلقوں میں ایک نکتہ اور اٹھایا گیا ہے کہ آیا مجالس قانون ساز کے برخواست ہو جانے کے بعد وہ صوبائی پارلیمانی بورڈ برقرار رہیں گے جنہیں صوبائی مجالس قانون ساز کی پارلیمانی پارٹیوں نے منتخب کیا تھا۔ میرے خیال میں یہ بورڈ برقرار رہیں گے کیونکہ مجلس قانون کی برخواستگی ہمارے قواعد و ضوابط پر اثر انداز نہیں ہو سکتی جن کے تحت پارلیمانی پارٹی کی تشکیل عمل میں آتی ہے اور جن کے تحت سے ہمارے قواعد کے مطابق اسے ایک انتخابی ادارے کا اختیار عطا ہوتا ہے کہ وہ لپنے میں سے ارکان پارلیمانی بورڈ منتخب کر سکے۔ لہٰذا انہیں یہ اختیار حاصل رہتا ہے قطع نظر اس سے کہ مختلف صوبوں میں مجلس قانون ساز یا مجالس قانون ساز برخواست کر دی جائیں۔

[ایسوسی ایٹیڈ پریس آف انڈیا (ڈان' ۱۶ ستمبر ۱۹۴۵ء)]

۲۱۰۔ ان ہندی فوجیوں کے بارے میں بیان جو دشمن سے جا ملے تھے

کوئٹہ ۱۵ ستمبر ۱۹۴۵ء

اخبارات میں جو اعلانیہ شائع ہوا ہے اس سے مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ اس وقت حکومت ہند اس سوال پر غور کر رہی ہے کہ ان ہندی فوجیوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے جو دشمن کی فوج سے جا ملے تھے' اور میں امید کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ اس نرمی کا سلوک کیا جائے

گا جو فاتح کی شان کے شایان ہوتا ہے اور انصاف میں نرمی کی آمیزش کر دی جائے گی۔

مسلم لیگ اور میں دونوں ان ہندی فوجیوں کی فلاح و بہبود اور اصلاح احوال کے لئے وہ سب کچھ کریں گے جو ہم سے بن پڑے گا۔ جو اس دلیری اور بہادری سے لڑے اور سب ہی نے' افسر ہوں یا جوان' داد شجاعت دی۔ اب جب وہ فوجی ملازمت سے سبکدوش ہو کر واپس آ رہے ہیں اور عنقریب اپنے گھروں پر پہنچ جائیں گے۔"

(دستاویزات قائداعظم فائل۔ ۱۰۲۲/ صفحہ ۷۱ اور ڈان' ۱۶ ستمبر ۱۹۴۵ء)

۲۱۱۔ لارڈ ویول کی نشری تقریر کے ضمن میں بیان

کوئٹہ' ۲۰ ستمبر ۱۹۴۵ء

لارڈ ویول کی نشری تقریر اور دستوری مسائل پر ملک معظم کی حکومت کی حکمت عملی کی توضیح کے سلسلے میں برطانوی وزیراعظم مسٹر ایٹلی کی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے کہا: "میں شائع شدہ شکل میں ان کا جائزہ لینا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں۔ ہمیں ان مختلف نکات پر احتیاط کے ساتھ غور کرنا ہو گا جو ان تقریروں میں اٹھائے گئے ہیں۔"

مسٹر جناح نے سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا: "لیکن ایک بات واضح ہے کہ پاکستان کی اساس کے سوا کوئی کوشش کامیابی سے ہمکنار نہ ہو گی اور یہ ایک بڑا مسئلہ ہے جسے ان لوگوں کو حل کرنا ہے جو ہند کے خیرخواہ ہیں اور جو ہند کی حقیقی آزادی اور خودمختاری کے حصول کے تعلق میں مخلص ہیں۔ اور اس امر کا جتنی جلد احساس ہو جائے گا اتنا ہی بہتر ہو گا۔

"ہند کے اس بے حد پیچیدہ آئینی مسئلہ کا واحد حل ہند کی تقسیم ہے" مسٹر جناح نے گفتگو ختم کرتے ہوئے کہا "یہی وہ راہ ہے جو اس برصغیر میں آباد چالیس کروڑ انسانوں کو خوشی' خوشحالی' فلاح و بہبود اور آزادی کی منزل تک لے جاتی ہے۔" (ڈان' ۲۱ ستمبر ۱۹۴۵)

۲۱۲۔ مختلف مسلم تنظیموں کے نمائندوں کے جلسے میں تقریر

کوئٹہ ۲۴ ستمبر ۱۹۴۵ء

ہم کوئٹہ شہر کے لیے ایک منتخب بلدیاتی ادارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ آج مرکزی مجلس قانون ساز میں بلوچستان کا ایک نمائندہ بھی موجود ہے۔ اگرچہ یہ عوام کا منتخب نمائندہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کا عوام کی رضا سے انتخاب عمل میں آیا' تاہم اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت نے اصول کو تسلیم کر لیا ہے۔ حکومت کو اس امر کا احساس دلا دیا گیا کہ مرکز میں

بلوچستان کی آواز ہونی چاہیے۔ ہمیں یہ امید کرنی چاہیے کہ جلد ہی مرکزی مجلس قانون ساز میں آپ کا منتخب کردہ نمائندہ اپنی نشست سنبھال لے گا۔

مسٹر جناح نے اپنے سامعین کو اس امر پر ابھارا کہ وہ سست روی اور تساہل کو راہ نہ دیں اور انہیں اپنی اور آل انڈیا مسلم لیگ کی جانب سے یقین دلایا کہ وہ بلوچستان کے لیے حکومت پر دباؤ جاری رکھیں گے۔ انہوں نے حاضرین سے اپیل کی کہ وہ متحد رہیں اور مسلمانان بلوچستان کو منظم کریں تاکہ وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو سکیں۔

غیر لیگی مسلمان

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ اس نازک مرحلے میں غیر لیگی مسلم تنظیموں مثلاً احرار' جمعیتہ العلماء اور خاکساروں کو مسلم لیگ میں شامل کرنے کی غرض سے کیا اقدام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ مسٹر جناح نے کہا کہ گذشتہ تین ہفتوں کے دوران انہوں نے اخبارات اور پلیٹ فارم کے ذریعہ سے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ ملّت اسلامیہ کی تاریخ کے اس نازک لمحے میں مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں۔ بہت سے لوگ پہلے ہی آ گئے ہیں اور اب بھی آ رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ نے کانگرس کو چھوڑا اور بعض نے سرکاری ملازمت کو خیرباد کہا۔ لیکن جو لوگ بددیانتی کے درد میں مبتلا ہیں ان کے لیے ہمارے پاس کوئی درماں نہیں۔ اگر کسی کو لیگ کی حکمت عملی سے اختلاف ہے تو وہ انہیں لیگ کو قائل کر سکتا ہے کہ لیگ کی حکمت عملی مسلمانوں کے مفاد کے خلاف ہے۔

مسلمان کاشتکار اور مزدور

ایک اور سوال کے جواب میں کہ لیگ مسلمان کاشتکاروں اور مزدوروں کی فلاح و بہبود اور ان کی حالت سدھارنے کے لیے کیا کرنا چاہتی ہے؟ مسٹر جناح نے کہا: میرے قبضے میں الہ دین کا چراغ تو نہیں ہے۔ اس مسئلہ سے محتاط طریقے سے نمٹنا ہو گا اور اس میں وقت لگے گا۔ مجلس عمل اس سوال پر غور کر رہی ہے اور جلد ہی یہ مسئلہ آل انڈیا مسلم لیگ کے زیر غور آ جائے گا اور مجلس عمل کی سفارشات کو جامہ عمل پہنا دیا جائے گا۔ لیگ عوام کی حالت سدھارنے کے لیے جو کچھ اس کے بس میں ہوگا اور جو کچھ اس سے بن پڑے گا یقیناً کرے گی۔

مسٹر جناح نے توقع ظاہر کی کہ مسلمان تعلیم' تجارت اور کاروبار پر اپنی توجہ مرکوز کریں گے اور اپنے لیے راہ تلاش کر لیں گے۔

شیعہ تنظیم کی مسلم لیگ میں شمولیت

اس مرحلہ پر شیعہ تنظیم کے سکرٹری نے اعلان کیا کہ تنظیم نے مسلم لیگ میں شمولیت کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تنظیم کے سکرٹری کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ ستم کی بات یہ ہے کہ بعض مسلمان مسلم لیگ کے خلاف غلط الزامات لگا رہے ہیں۔ ایک مسلمان وہ سنی ہو، شیعہ ہو، وہابی ہو یا صوفی، بہرحال اس کا ایمان ایک خدا، ایک کتاب اور ایک رسولؐ پر یقیناً ہو گا چنانچہ منقسم اور متفرق نہیں رہ سکتے۔

مسٹر جناح نے مزدوروں کے رہنماؤں کو یقین دلا دیا کہ لیگ ایک عوامی جماعت ہے اور ہر شخص کو عوام کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کرنا ہو گا۔ (اے۔ پی۔ آئی ڈان، ۲۵ ستمبر ۱۹۴۵ء)

۲۱۳۔ جنوبی افریقہ کے مسلم لیگی رہنما کا برقیہ اور اس کا جواب

کوئٹہ ۲۶ ستمبر ۱۹۴۵ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے حسب ذیل برقی پیغام اخبارات کو بغرض اشاعت جاری کئے ہیں۔ یہ پیغامات مسٹر اسمٰعیل داؤد کو داؤدیہ چیئرمین مسلم لیگ بیتھل کے برقیے اور اس کے جواب پر مشتمل ہیں۔ مسٹر اسماعیل داؤد کو داؤدیہ نے ۱۸ ستمبر کو بیتھل (جنوبی افریقہ) سے حسب ذیل برقیہ ارسال کیا: کیا کانگرس نے پاکستان قبول کر لیا؟ اس بارے میں تفصیلی اطلاعات کے لئے بے چینی سے انتظار ہے۔ آئندہ انتخابات میں آپ کی زندگی بھر کی کوششوں کی عظیم کامیابی کے خواہش مند ہیں اور اگر ضروری ہو تو ہم مسلم لیگ کی انتخابی مہم کے فنڈ میں چندہ دینے کی خواہش بھی رکھتے ہیں۔ جنوبی افریقہ کے جملہ مسلمان آپ کی حمایت کرتے ہیں۔

برقیہ منجانب مسٹر جناح، ۲۶ ستمبر ۱۹۴۵ء از کوئٹہ:

"آپ کے برقیہ کا بہت بہت شکریہ آپ کی حمایت مسلم لیگ اور میرے لئے حوصلہ افزا ہے۔ کانگرس قطعی طور پر پاکستان کے خلاف ہے۔ ہمیں اس کے لئے جدوجہد اور جہاد کرنا ہو گا۔"
جناح۔ (دستاویزات قائداعظم فائل ۸۱۰/صفحہ ۱۳۴)

۲۱۴۔ پروپاگنڈہ سیکرٹری شیعہ کانفرنس کے ساتھ مراسلت

مسٹر جناح اور پروپاگنڈہ سیکرٹری شیعہ کانفرنس لکھنؤ کے مابین حسب ذیل برقی پیامات کا تبادلہ ہوا: برقی پیام کانفرنس کے سیکرٹری کی جانب سے مسٹر جناح کے نام:

"شیعہ آل پارٹی کانفرنس کے تعلق میں ہمارا دعوت نامہ جاری ہو گیا ہے۔ قائدین کی

موجودگی کی اشد ضرورت ہے۔ تار کے ذریعہ منظوری کی اطلاع دیجئے۔"

مسٹر جناح کا جواب "آپ کا برقیہ۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ شیعہ کانفرنس کے منتظمین کو ہمارے دشمنوں نے گمراہ کیا ہے اور ان کی غلط رہنمائی کی ہے۔ ہر شیعہ کے لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ اس نازک مرحلے پر اسے غیر مشروط طور پر مسلم لیگ میں شامل ہو جانا چاہیے۔ دوسری راہ عام طور پر مسلمانان ہند کے لئے نقصان دہ اور شیعہ مفاد کے لئے اور بھی زیادہ مضرت رساں ہو گی۔ مسلم لیگ اور میں نے متعدد بار یہ بات واضح کی ہے کہ ہم مسلمانوں کے ہر فرقے اور غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ عدل اور انصاف کے قائل ہیں۔ مسلم لیگ پہلے ہی عہد کر چکی ہے کہ جملہ مذاہب اور فرقوں کے لئے آزادی اس کا بنیادی اصول ہے۔ مسلم لیگ کبھی بھی مسلمانوں کے کسی فرقے یا غیر مسلموں اور اقلیتوں کے ایمان اور عقیدے میں مداخلت نہیں کرے گی۔ اس کے برعکس مسلم لیگ کے اہم اور بنیادی اصول' جن کا لاہور کی قرارداد مارچ ۱۹۴۰ء میں واضح الفاظ میں تذکرہ کیا گیا ہے' اقلیتوں کے مذہبی حقوق اور انکی آزادی کے لیے موثر تحفظات اور حفاظت فراہم کرتے ہیں۔ شیعوں کی عظیم اکثریت اور اگر انہیں کوئی جائز شکایت ہے تو یہ ہمارا داخلی معاملہ ہے اور آل انڈیا مسلم لیگ اسے ایک داخلی معاملے کے طور پر نمٹا سکتی ہے۔"

۲۱۵۔ مسٹر ایٹلی وزیر اعظم برطانیہ کے نام برقیہ

مستونگ۔ ۲ اکتوبر ۱۹۴۵ء

فلسطین میں یہودیوں کی آمد کے بارے میں صدر ٹرومین کی تجویز' جو اخبارات میں شائع ہوئی' ناجائز' دوسرے ملک کے معاملے میں مداخلت' خوفناک اور نہایت غیر منصفانہ ہے۔ قرطاس ابیض اور برطانیہ کے عہد سے ماوراء کوئی اقدام نہ صرف [مذہبی] بے حرمتی اور مسلمانان ہند کے ساتھ عہد شکنی ہو گی بلکہ برطانوی وقار کی آزمائش بھی ہو گی۔ میں یہ اطلاع دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ یہودیوں کی خوشامد کے لئے عربوں کو قربان گاہ کی بھینٹ چڑھانے کی سعی کی عالم اسلام اور مسلم ہند میں بے حد خفگی کا باعث ہو گی اور اس کی زبردست مزاحمت ہو گی اور اس کے نتائج نہایت تباہ کن ہوں گے۔ (دی ڈان' ۳ اکتوبر ۱۹۴۵ء)

۲۱۶۔ احمد یار ہائی اسکول مستونگ کے طلباء کے سپاسنامہ کا جواب

مستونگ ۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء

"پاکستان ہند کے آئینی مسئلہ کا واحد حل ہے اور ہند کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے

وقار اور آزادی کے ساتھ رہنے کا واحد راستہ ہے۔" یہ بات مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے کہی۔ وہ احمد یار ہائی اسکول مستونگ' ریاست قلات کے طلباء کی جانب سے پیش کردہ خیرمقدمی سپاسنامے کا جواب دے رہے تھے' جہاں وہ خان قلات کے مہمان کی حیثیت سے قیام پذیر ہیں۔

مسٹر جناح نے کہا: "آپ کی حمایت اور دعا اللہ تعالیٰ کی نصرت سے انشاء اللہ ہم پاکستان حاصل کرلیں گے جس کے لئے ہم برطانوی ہند میں جدوجہد کر رہے ہیں۔"

مسلمانوں کے لئے تعلیم کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "میرا آپ کے لئے مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنے لوگوں کو تعلیم سے لیس کریں" کیونکہ کوئی قوم اس کے بغیر کوئی ترقی نہیں کر سکتی۔ مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ مسلمان بیدار ہیں اور کام کر رہے ہیں' ہند کے طول و عرض میں اور مستونگ جیسے دور افتادہ قصبے مین بھی۔ اب ہر مسلمان یہ محسوس کرتا ہے کہ اسے قومی جدوجہد میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔" (ڈان' ۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء)

۲۱۷۔ مسٹر گاندھی سچ کے محافظ مگر جھوٹ کے وکیل!

بلوچستان مسلم لیگ کے زیر اہتمام جلسہ عام سے خطاب

کوئٹہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء

"مسٹر گاندھی جو اعلان تو یہ کرتے ہیں کہ وہ سچ کے محافظ ہیں' در حقیقت وہ جھوٹ کی وکالت کرتے ہیں۔ کون ایسا شخص ہو گا جو یہ یقین کرنے پر آمادہ ہو جائے گا کہ مسٹر گاندھی اور پنڈت جواہر لال نہرو جیسے لوگ پاکستان کو نہیں سمجھتے؟ میں ان سے دریافت کرتا ہوں کہ اگر وہ یہ نہیں سمجھتے کہ پاکستان [کا مطلب] کیا ہے؟ تو پھر وہ کیا چیز ہے جسے انہوں نے مسترد کیا اور جس کے خلاف وہ رات دن پروپاگنڈا کر رہے ہیں؟"

"درحقیقت وہ "بھارت ماتا" کو تقسیم کرنے یا اس کے ٹکڑے کرنے سے ڈرتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو ہندوراج کے اندر رکھنا چاہتے ہیں تاکہ وہ ان کا وہی حشر کر سکیں جو جرمنی میں یہودیوں کا ہوا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ مسلمان کبھی بھی ہندوراج میں نہیں رہ سکتے اور یہ کہ دو سو برس کے انگریزی راج کا تسلط ہندو غلبے سے خوف زدہ کرنے کے لئے کافی ہے' اور اسی لئے ہم نے پاکستان کا مطالبہ کیا ہے جو ان تمام امراض کا علاج ہے جن میں ہند مبتلا ہے۔"

مسلم لیگ کی کامیابی

"ہم نے چار چیزیں حاصل کیں۔ اول: بلوچستان کا ایک نمائندہ مرکزی مقننہ میں لے لیا گیا۔ دوم: کوئٹہ کے لئے ایک منتخب میونسپل کمیٹی کی تجویز سے اتفاق کر لیا گیا۔ سوم: تعلیم کے لئے ۹ لاکھ روپے مختص کر دیئے گئے' اور چہارم: حکومت ہند نے یہ وعدہ کیا ہے کہ جنگ کے بعد ایک کمیشن مقرر کیا جائے گا جس میں غیر سرکاری ارکان کی اکثریت ہو گی جو صوبے میں اصلاحات نافذ کرنے کے تعلق میں سفارشات پیش کرے گا۔ یہ سارا کچھ ایک برس کے عرصے میں ہو گیا جس کے بارے میں پہلے کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ وہ کیا چیز تھی جس کی وجہ سے حکومت یہ سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو گئی؟ اس کا ایک ہی جواب ہے' اور وہ یہ ہے کہ مسلم لیگ ایک طاقت ہے جسے حکومت نظر انداز نہیں کر سکتی۔

حکومت لیگ کو نظرانداز نہیں کر سکتی

اب مسلم لیگ ایک قوت ہے اور حکومت اس کے مطالبات کو نظرانداز نہیں کر سکتی۔ یہ سب کچھ آپ کے لئے لیگ نے حاصل کیا ہے اور مزید جو کچھ ہو گا وہ بھی مسلم لیگ ہی حاصل کرے گی۔ کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ بلوچستان میں کانگرس کے ایجنٹوں نے آپ کے لئے کیا کیا؟ مرکزی مقننہ میں بلوچستان کے مسئلہ پر کانگرس خاموش رہی اور یہی رویہ یورپین ارکان نے ایوان میں اختیار کیا۔ کانگرس ایک ہندو تنظیم ہے۔ بلوچستان کا مسئلہ کس طرح ان کی دلچسپی کا باعث بن سکتا تھا جبکہ یہ ایک مسلم اکثریتی صوبہ ہے؟

پروپاگنڈہ کے مراکز

لیگ کی تنظیم نے چند برسوں میں ہی ایک معجزہ کر دکھایا۔ مسلمانوں کو اس انداز سے منظم کیا گیا جیسا کہ وہ اس سے قبل گذشتہ دو سو برس کے دوران کبھی نہیں ہوئے تھے۔ آج لیگ مسلمانوں کی واحد بااختیار اور نمائندہ تنظیم ہے۔ ہندو یہ جانتے ہیں اور برطانی حکومت یہ محسوس کرتی ہے اور اللہ کے لطف و کرم سے روز بروز امید بڑھتی جاتی ہے۔ آپ نے یہ سنا ہو گا کہ لیگ کی ایک شاخ برطانیہ میں بھی کھل گئی ہے۔ مجھے امریکہ سے بھی اطلاع موصول ہوئی ہے کہ امریکہ میں بھی ایک شاخ قائم ہو گئی ہے جو باقاعدگی سے کام کر رہی ہے۔

مسٹر جناح نے کہا کہ ان کے ڈاکٹر کا آرام کا مشورہ مجھے دوسری بار بلوچستان لے آیا۔ لیکن جب انہیں لوگوں کی اس خواہش کی اطلاع دی گئی کہ وہ ان کی تقریر سننا چاہتے ہیں تو انہیں عوام کے مطالبے کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ انہوں نے کہا کہ ان کی زندگی صرف ان کی خدمت

کے لئے ہی تو وقف ہے۔

مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد کی بدولت اب بلوچستان کل ہند معاملات میں ایک اہم حیثیت کا حامل ہے۔ اب یہ ممکن نہیں کہ کسی مسلم صوبے کی غلط ترجمانی کی جا سکے' کیونکہ مسلم مفادات کے بارے میں آواز صرف آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے ہی بلند کی جاتی ہے جو مسلم ہند کی واحد نمائندہ تنظیم ہے۔ جو مسلمان ہندو اداروں کی گود میں بیٹھے ہیں وہ بہت کم ہیں اور ان کی تعداد تیزی کے ساتھ کم ہو رہی ہے' کیونکہ مسلمان ہندوراج ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ میں مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ لیگ کو ووٹ دیں کیونکہ یہ ایک نہایت اہم مسئلہ ہے جس پر ہم انتخاب لڑ رہے ہیں۔ ذاتی رقابتیں اور لڑائیاں اٹھا کر الگ رکھ دی جائیں۔ خود کو اجتماعی بہبود کے لئے زیادہ سے زیادہ قربانیاں دینے کے لئے تیار کیجئے تاکہ آپ آزاد اقوام کے لوگوں کے سامنے سربلند کر سکیں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ آپ کو لیگ کا ٹکٹ نہیں مل سکا۔ آخر کار کتنے ارکان کو بھیجا جا سکتا ہے۔ لیکن آپ سب کو اپنے مستقبل کی بھلائی کی خاطر اسلام کی خدمت کے لئے منظم سپاہیوں کی طرح کام کرنا چاہیے۔

لیگ کے خلاف پروپاگنڈہ

میں آپ کے سامنے اس بات کی بھی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ کانگرس اخبارات میں جو ہندوؤں کے ہاتھ میں ہیں' لیگ کے خلاف یہ جھوٹا پروپاگنڈہ کر رہی ہے کہ لیگ نوابوں' سروں اور کوٹھی والوں کی ایک جماعت ہے وغیرہ وغیرہ' اور جمعیتہ العلماء' احرار اور مومن وغیرہ لیگ کے ساتھ نہیں ہیں۔ یہ بات وہ صرف پاگل لوگوں کو ہی بتا سکتے ہیں۔ سرکاری دستاویزات میں حکومت نے یہ تسلیم کیا ہے کہ مسلم لیگ مسلم ہند کی واحد نمائندہ تنظیم ہے۔ جو لوگ مسلم لیگ کی حکمت عملی اور پروگرام سے اتفاق کرتے ہیں ہم ان کا پرتپاک خیرمقدم کریں گے۔ مسلم لیگ میں شامل ہونے کے لئے کوٹھی والوں کے خلاف کوئی پابندی تو نہیں۔ اس کے دروازے تمام مسلمانوں کے لئے کھلے ہیں۔ پرجوش کارکنوں کی' خواہ وہ نواب ہوں یا کوئی اَور' جیب میں چابی ہو گی۔

لیگ ایک جمہوری تنظیم ہے ہر مسلمان جو مطالبہ پاکستان سے اتفاق کرتا ہو اور عمر میں ۱۸ برس سے بڑا ہو اور لیگ کے نصب العین اور حکمت عملی کی پیروی کرنے کا اعلان کرے وہ اس کا رکن بن سکتا ہے اور مَیں اسے روک نہیں سکتا۔ یہ ایک عوامی تنظیم ہے اور عوام کے ہاتھوں میں اس کی کنجی ہے۔ اگر آپ کو کوئی پسند نہیں تو آپ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اسے ٹھوکر مار کر باہر کر سکتے ہیں۔

بیرونی ممالک میں کانگرس یہ پروپاگنڈہ کر رہی ہے کہ وہ ہند میں سیاسی رائے عامہ کی واحد

تنظیم ہے لیکن آئندہ انتخابات اس جھوٹ کے خلاف لوگوں کی آنکھیں کھول دیں گے۔

قربانی کیا ہے؟

ہم پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ ہم نے اپنے مقصد کی خاطر کوئی قربانی نہیں دی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم اس طرح کی قربانیاں نہیں دے سکتے جس طرح کی قربانیوں کی کانگرس عادی معلوم ہوتی ہے۔ قیادت حاصل کرنے کے لئے، پولیس لاٹھی چارج کے دوران بکری کی طرح نیچے بیٹھ جاؤ، پھر جیل چلے جاؤ، پھر وزن کم ہونے کی شکایت کرو، پھر جیل سے رہائی پانے کے لئے بندوبست کرو (زبردست قہقہہ) میں اس طرح کی جدوجہد پر یقین نہیں رکھتا۔ لیکن جب ابتلا کا وقت آئے گا تو میں پہلا شخص ہوں گا جو سینے پر گولیاں کھائے گا۔

ہم پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ ہم برطانی حکومت کے آلہ کار ہیں۔ لیکن شملہ کانفرنس سے ان لوگوں کی آنکھیں کھُل جانا چاہئیں جنہوں نے ہمارے خلاف اس طرح کے الزامات سنے۔ کیا میں کانگرس سے یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ اب ان کی "ہند چھوڑ دو" کی قرارداد کہاں گئی؟ کانگرس اس پستی میں کیوں گری کہ انہوں نے شملہ میں لارڈ ویول سے کہا: "جناب آپ ہمارے قائد ہیں (قہقہہ) ہم آپ کی مجلس عاملہ چلائیں گے (دوبارہ قہقہہ) ؟ اصل مقصد یہ تھا کہ لیگ کو نظرانداز کرا دیا جائے، اور مجھے اور لارڈ ویول کو مشکلات سے دو چار کرا دیا جائے۔ وہ ان کے بوٹ چاٹ رہے تھے کہ انہیں گدی پر براجمان کرا دیا جائے۔ اس وقت یہ تھی صورت حال، کہاں ہے ہند چھوڑ دو کی قرارداد؟ کانگرس کا اصل مقصد یہ ہے کہ گدی لے کر اقتدار پر قبضہ کر لو اور پھر برطانوی سنگینوں کے ذریعہ مسلمانوں کو تباہ کر دو۔

کانگرس کی چالیں

ان کی تمام چالیں اور حربے، اور لارڈ ویول سے ان کی محبت، صرف ایک مقصد کے لئے تھیں، اور وہ یہ تھا کہ لیگ کو نظرانداز کر دینا چاہیے۔ اور یہ کہ کانگرس کو مجلس عاملہ میں اکثریت دے دی جائے اور مسلم نشستوں میں سے بھی دو نشستیں ان کے حوالے کر دی جائیں۔ حد تو یہ ہے کہ راشٹرپتی نے جن کا نام آزاد ہے، ایک خط لکھا جس میں انہوں نے کہا کہ اگر ان سے کہا جائے گا کہ وہ مجلس کی رکنیت قبول کر لیں تو وہ کر لیں گے۔ تیس برس سے وہ پورنیہ سوراج کی بڑک مار رہے ہیں۔ اور ہر سال آزادی کی قسم اٹھا رہے ہیں، لیکن وہ سب کچھ کہاں ہے؟ لیکن اب جبکہ وہ ناکام ہو گئے ہیں تو انہوں نے لیگ اور لارڈ ویول کو بھی گالیاں دینی شروع کر دی ہیں۔ یہ ان کا پُرانا کھیل ہے۔ اگر آپ ان کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں اور ان کے دھوکے میں نہ

آئیں تو وہ آپ کو گالیاں دیں گے۔ جب انگلستان میں لیبر پارٹی نے حکومت بنائی تو راشٹرپتی نے تار بھیجا جس میں انہیں ہدیۂ تبریک پیش کیا گیا۔ لیکن جب لارڈ ویول انگلستان گئے اور اپنی تجاویز کے ساتھ واپس آئے اور برطانوی حکمت عملی کا اعلان کیا تو کانگرسی اخبارات اور رہنماؤں نے برطانوی حکومت کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ کہا گیا کہ وہ تو ٹوڈیوں [قدامت پسند پارٹی] سے بھی بدتر ہیں۔ وہ لوگوں کو اس طرح گالیاں کیوں دیتے ہیں؟ اس کا ایک ہی جواب ہے۔ یہ سب کچھ سیاسی بلیک میل ہے تاکہ برطانوی حکومت پر یہ دباؤ ڈالا جا سکے کہ وہ مسلم لیگ کو نظرانداز کر دے۔ یہ سب کچھ اسی طرح چلتا رہے گا تاآنکہ لارڈ ویول انہیں گدی پر بٹھا دے۔ وہ یہی چاہتے ہیں۔ لیکن وہ کبھی بھی حقائق کا سامنا نہیں کریں گے اور اس بات کو نہیں مانیں گے کہ لیگ مسلمانوں کی نمائندگی کرتی ہے۔

تاہم ہمارا مطالبہ پاکستان واضح ہے۔ ان علاقوں کو جن میں مسلمان تعداد کے لحاظ سے اکثریت میں ہیں' اکٹھا کر کے ایک آزاد مملکت تشکیل دے دی جائے۔

پنڈت نہرو نے دوبارہ عوام سے رابطہ شروع کر دیا ہے۔ انہیں چند مسلمان یہاں چند وہاں مل جائیں گے وہ دولت اور مضبوط پریس کے بل بوتے پر آگے بڑھائیں گے۔ اگر وہ لیگ کی مخالفت کرنا چاہتے ہیں تو وہ کانگرس کے ٹکٹ پر مسلم امیدواروں کو کھڑا کریں اور بہادری کے ساتھ سامنے آئیں۔ پھر اگر مسلمانوں کا فیصلہ پاکستان کے خلاف ہوا تو میں خاموشی سے بیٹھ جاؤں گا۔ لیکن مجھے بھروسہ ہے کہ مسلمان اکھنڈ بھارت کے لیے رائے نہیں دیں گے اور لیگ بڑی شان سے انتخابات جیتے گی۔

پاکستان کی حمایت میں متحد ہو جائیے

سوال یہ نہیں ہے کہ وزیراعظم کون بنے گا اور وزیر کون اور کون مقننہ میں جائے گا۔ آخرکار وزارتیں کتنی ہیں یا پھر کتنی نشستیں ہیں؟ مسلم لیگ نے اپنے ٹری بیونل مقرر کر دیئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ ان کے حتمی فیصلوں سے بھی غیر مطمئن ہوں' لیکن یہ آپس میں لڑنے بھڑنے کا وقت نہیں ہے۔ جب ایک بار فیصلہ ہو گیا تو سب کو یہ طے کر لینا چاہیے کہ وہ لیگ کے سرکاری امیدوار کو ہی رائے دیں گے۔ آپ ایوان میں بیٹھ کر یا ایک بہت خوبصورت تقریر کر کے اپنے لوگوں کی خدمت نہیں کر سکتے۔ مجھے بھروسہ ہے کہ مسلمان متحد ہو جائیں گے اور دنیا کو یہ دکھا دیں گے کہ ان میں سے ہر ایک پاکستان کا حامی ہے۔

انڈونیشیا سے دور ہٹو

مسٹر جناح نے پھر امور فلسطین اور انڈونیشیا کی جدوجہد آزادی کی جانب اپنی توجہ مبذول کی اور کہا: یہودی بھی اسی مرض میں مبتلا ہیں، جس میں کانگرس گرفتار ہے۔ لوگوں کی مرضی کے خلاف پانچ لاکھ یہودی بیت المقدس میں آباد کئے جا چکے ہیں۔ کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ اور کس ملک نے انہیں بسایا ہے؟ مجھے یہودیوں کے ساتھ بہت ہمدردی ہے اور میرے دل میں یہودیوں کے خلاف کوئی بغض نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ بیت المقدس میں اس نیت سے داخل ہو رہے ہیں کہ وہ اسے برطانوی اور امریکی افواج کی امداد سے دوبارہ فتح کر لیں [جسے انہوں نے ۲ ہزار برس پہلے ہار دیا تھا] - مَیں امید کرتا ہوں کہ یہودی اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ برطانیہ عظمیٰ اور امریکہ مداخلت نہ کریں' پھر میں دیکھوں گا کہ یہودی کس طرح بیت المقدس کو فتح کرتے ہیں۔ عالم اسلام کا ہر مسلمان مرد اور عورت اپنی جان دے دے گا اس سے پہلے کہ صیہونیت بیت المقدس پر قبضہ کرے۔ ہم غلام اور محکوم نسل ہیں لیکن ہمارے دل اور ہماری روحیں ان لوگوں کی ہمدردی سے مملو ہیں جو اپنی آزادی کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ ہمیں توقع کرنی چاہیے کہ فلسطین کے عوام اور انڈونیشی اپنی آزمائشوں سے بچ نکلیں گے۔ اگر اب بھی تسلط اور استحصال جاری رکھا گیا تو نہ امن قائم ہو گا اور نہ جنگوں کا خاتمہ۔ اور اگر چھوٹی قوموں کا استحصال اس خونی جنگ کے بعد بھی جاری رکھا گیا تو پھر ہمیں خدا سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ اس دنیا کا کام تمام کرنے کے لئے ایٹم بم سے بھی زیادہ تباہ کن قوت بھیج دے۔

(دی ڈان' ۱۷' ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء)

۲۱۸۔ اگر انتخابات آزاد اور منصفانہ ہوئے تو مسلمانوں کی عظیم اکثریت پاکستان کی حامی ہو گی

بلوچستان مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے زیر اہتمام جلسہ سے خطاب

کوئٹہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء

میرے ذہن میں اس باب میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر انتخابات آزاد اور منصفانہ انتخابات کے طور پر ہونے دیئے گئے اور اس میں افسر شاہی یا کانگرس کی جانب سے حربوں اور چالاکیوں کے ذریعہ کوئی رکاوٹ نہ ڈالی گئی تو ہمارے پاس پاکستان کی حمایت میں مسلمانوں کی ایک عظیم اکثریت ہو گی۔

میں دیکھتا ہوں کہ قوتیں ہمارے خلاف کام کر رہی ہیں اور کانگرس ان مسلمانوں کی مدد سے

مسلمانوں میں افتراق پھیلانے پر تُلی بیٹھی ہے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ مسلمان ہمارے ساتھ نہیں ہیں بلکہ ہمارے دشمنوں کے ساتھ ہیں اور وہ انہیں باقی مسلمانوں کو جال میں پھنسانے کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ وہ ہر طرح سے ہندو ہیں صرف نام کے مسلمان ہیں۔ بلاشبہ کانگرس کے پاس دولت ہے' طاقتور تنظیم ہے اور اخبارات ہیں' لیکن حق ہمارے ساتھ ہے' خدا ہمارے ساتھ ہے اور انشاء اللہ ہم کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔

اسی طرح پنجاب میں بھی لوگوں کا ایک گروہ ہے' اگرچہ وہ تعداد اور حیثیت کے لحاظ سے غیر اہم ہے لیکن ان کے پیچھے ایک خفیہ ہاتھ ہے اور لوگوں کا یہ چھوٹا سا گروہ آلہ کار ہے۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی پس و پیش نہیں کہ یہ ہاتھ گورنر گلینسی اور نوکر شاہی کے ہاتھ ہیں جو مسلم لیگ کے خلاف اپنا بد سے بدتر حربہ آزمائیں گے۔ وہ لیگ کو ہرانے کے لئے ہر جتن آزمائیں گے۔ اس کی مطلق پرواہ نہیں کریں گے کہ وہ کیا کھوتے ہیں۔ لیکن لیگ کو ہرانے کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ غلط اندازے لگا رہے ہیں اور مہیب دشواریوں کے باوصف پنجاب کے مسلمان ناکام نہیں ہوں گے۔

جہاں تک کانگرس کا تعلق ہے مجھے ان کی ذہنیت پر تعجب ہوتا ہے۔ پنڈت نہرو کہتے ہیں' یہ اخبارات میں شائع ہوا ہے کہ' اگست ۱۹۴۲ء کے ہنگاموں میں مسلم لیگ ——وہ یہ نہیں کہتے کہ مسلمان —— ہنگاموں سے الگ تھلگ رہے۔ یہ مسلم ہند تھا جو فرد واحد کی طرح الگ تھلگ رہا' اور مجھے فخر ہے کہ انہوں نے اس رہنمائی کو قبول کیا جو مسلم لیگ نے انہیں بہم پہنچائی۔ کیا یہ غلط تھا؟ کیا ہمیں موردِ الزام گردانا چاہیے؟ جب پنڈت نہرو اور کانگرسی رہنماؤں کا برلا ہاوس بمبئی' میں جو اجتماع اگست ۱۹۴۲ء میں ہوا جو مالا بارہل پر میرے گھر سے زیادہ دور نہیں' اور قرارداد مرتب کی گئی اور جب وہ آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے سامنے پیش کی گئی تو کیا میں پنڈت نہرو کو یاد دلا سکتا ہوں کہ انہوں نے قرارداد کی حمایت کرتے ہوئے کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا تھا کہ "لیگ ایک رجعت پسند جماعت ہے اور تمام مسلمان کانگرس کے ساتھ ہیں اور دنیا دیکھے گی کہ وہ کانگرس کی رہنمائی کو قبول کریں گے۔"

وہ کہتے ہیں کہ وہ پاکستان کو نہیں سمجھتے۔ اگر تم اسے نہیں سمجھتے تو پھر تم مخالفت کس چیز کی کرتے ہو؟ اس کے برعکس میں دیکھتا ہوں کہ ایک بارہ یا تیرہ برس کا بچہ بھی اسے سمجھتا ہے۔ جب میں مسلمان لڑکوں کو پاکستان کے حق میں نعرے لگاتے دیکھتا ہوں تو میں اکثر ان سے دریافت کرتا ہوں کہ پاکستان کیا ہے' باور کیجئے میں بالکل مبالغہ نہیں کر رہا ہوں' وہ مجھے بالکل صحیح جواب دیتے ہیں۔

پھر مسٹر جناح نے بیان کیا کہ کراچی میں وہ بارہ برس کے ایک لڑکے سے ملے اور کس طرح اس نے مختلف سوالوں کے جواب دیئے۔ مسلمان بچے بھی اسے سمجھتے ہیں اور نہیں سمجھتا تو یہ عظیم رہنما نہیں سمجھتا' ایک عظیم بین الاقوامی معاملات کا ماہر نہیں سمجھتا' جو کہتا ہے کہ وہ پاکستان کو نہیں سمجھتا! پاکستان کا مطلب ہے تقسیم' پاکستان کا مطلب ہے بٹوارہ۔ اس کے معنی ہیں کہ آپ اپنے ہندو صوبے لے لیجئے اور مسلم صوبے چھوڑ دیجئے' جہاں ہم اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سب دکھاوے اور بہانے پریشان کرنے کے لئے' پریشان کرنے' پریشان کرنے کے لئے ہیں۔ آپ پہیلیاں بجھوانے کی بجائے سیدھی صاف بات کیوں نہیں کرتے۔ ہم پاکستان لینا چاہتے ہیں۔ جس قدر جلد سے جلد ہم لے سکیں گے اور انشاء اللہ ہم پاکستان لے کر رہیں گے۔

نہرو نے سوچا کہ مسلمان آج بھی ویسے ہی لاعلم ہیں جیسے وہ ماضی میں تھے' اور وہ سمجھتے تھے کہ وہ مسلمانوں میں ہل چل مچا دیں گے جیسے کہ انہوں نے پہلے مچائی' ایک بار نہیں بلکہ ایک سے زیادہ بار۔ وہ اپیل جس نے مسلمانوں میں ۱۹۲۱ء اور ۳۱۔ ۱۹۳۰ء میں ہیجان برپا کر دیا تھا وہ ہماری آزادی اور خود مختاری کے لئے تھی۔ انہوں نے ان تحریکوں میں حصہ لیا اور عظیم ترین قربانیاں پیش کیں' جیسا کہ آپ سب کو علم ہے۔ ہندوؤں نے سوچا کہ وہ تیسری مرتبہ بھی مسلمانوں کو جھانسا دے سکیں گے۔ آپ کسی کو ایک بار یا دو بار بے وقوف بنا سکتے ہیں لیکن تین بار نہیں۔ ہم سے کیا کرنے کو کہا گیا تھا؟ ہم سے کس چیز کی حمایت کرنے کو کہا گیا تھا؟ ہم سے کس چیز کے لئے جدوجہد میں شرکت کے لئے کہا گیا تھا؟ اکھنڈ بھارت کے مطالبے کے لئے؟ وہ قرارداد جس کی حمایت اور قربانیوں کے لئے آپ نے ہماری تائید طلب کی اس کا مطالبہ تھا کہ مرکز میں ایک وحدانی طرز کی حکومت قائم کی جائے اور ہند کے واسطے ایک دستور مرتب کرنے کی غرض سے ایک مجلس دستور ساز کا قیام۔ آپ کس طرح یہ توقع کرتے ہیں کہ مسلمان آپ کی حمایت کریں گے؟ کوئی بھی شریف اور دیانتدار مسلمان جس میں شمہ برابر بھی عقل ہو ہرگز اس مخاصمانہ قرار داد کی تائید نہیں کر سکتا۔ بمبئی میں اس پر بے حد محتاط غور و خوض کے بعد ہم نے فیصلہ کیا کہ یہ مسلمانوں کے مفاد کے خلاف ہے اور لہٰذا ہم نے ان [مسلمانوں] سے کہا کہ وہ اس [قرارداد] سے الگ تھلگ رہیں۔ میں نے پنڈت نہرو سے کہا کہ آپ قرارداد پاکستان قبول کر لیں' پھر دیکھیں عظیم ترین قربانیاں کون پیش کرتا ہے۔

مسٹر جناح نے بلوچستان کی موجودہ صورت حال کا حوالہ دیا جیسا کہ فیڈریشن کے سپاسنامے میں ذکر کیا گیا تھا اور کہا کہ میں نے بلوچستان کے مسلمانوں اور طلباء میں زبردست بیداری دیکھی ہے۔ انہوں نے اس توقع کا اظہار کیا کہ حکومت ان کے مطالبے کو تسلیم کرے گی۔ بلوچستان کی

انتظامیہ کو نیم فوجی اور نیم سیاسی قرار دیتے ہوئے مسٹر جناح نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ اپنے مطالبات پر مسلسل اس وقت تک زور دیتے رہیں جب تک انہیں منظور نہیں کر لیا جاتا۔

اس سوال کو نمٹاتے ہوئے کہ کیا طلباء کو سیاست میں حصہ لینا چاہیے' مسٹر جناح نے رائے ظاہر کی کہ انہیں سیاست کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے لیکن انہیں اس مطالعہ کو اپنی تعلیم کا جزو سمجھنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ اگر حکومت نے انہیں باز رکھنے کی کوشش کی تو خود حکومت کے لئے اچھا نہیں ہو گا۔

آغاز ہی میں مسٹر جناح نے یہ بات کہی کہ آج ہمیں جس پہلے اور نہایت اہم سوال کا سامنا ہے وہ آنے والے انتخابات کا معاملہ ہے اور یہ اس مرحلہ پر نہایت اہم اثرات کا حامل ہے۔ یہ ایک آزمائش ہو گی۔ یہ نہ سمجھیں کہ یہ واحد یا حتمی آزمائش ہے بلکہ یہ ایک آزمائش ہو گی موجودہ رائے دہی اور دستور کے تعلق میں۔ ہمیں رائے دہندگان کا' مسلمانوں کا' جیسی کہ آج اس کی شکل ہے' فیصلہ مطلوب ہے' آیا وہ پاکستان چاہتے ہیں یا وہ ہندوراج کے تحت ایک مفروضہ اقلیت کی حیثیت سے رہنا چاہتے ہیں۔ اور اس کا فیصلہ ہو گا رائے دہندگان کے فیصلے کے بعد۔

(دی ڈان' ۱۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء)

۲۱۹۔ انڈونیشی تحریک آزادی کے متعلق لیگ کی رائے

کراچی ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۵ء

ایسوسی ایٹیڈ پریس آف انڈیا کے نمائندے کے ساتھ ایک ملاقات کے دوران مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے انڈونیشیا کی تحریک آزادی اور انڈین نیشنل آرمی [آئی۔ این۔ اے] کے بارے میں مسلم لیگ کے نقطہ نظر کی وضاحت کی:

انہوں نے کہا کہ ہماری حمایت اور ہمدردی انڈونیشیا کے باشندوں کے لئے وقف ہو گی جو اپنی آزادی کے حصول کی جدوجہد میں مصروف ہیں اور اگر ہالینڈ نے وہاں اپنی سامراجیت باردگر قائم کر دی تو یہ ایک المیّہ ہو گا۔ ہمیں ان ملکوں سے پوری ہمدردی ہے جو اپنی آزادی حاصل کرنے' اور کسی دوسرے ملک یا قوم کے تسلط' استحصال اور سامراجیت سے نجات حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔

دوسروں کے ساتھ تعاون کے لئے تیار ہیں

انہوں نے کہا مسلم لیگ اس ضمن میں اس ملک میں کسی اور تنظیم یا جماعت سے ہرگز پیچھے نہیں رہے گی' جب کوئی کارروائی ضروری ہو گی تو مسلم لیگ کسی بھی تنظیم اور جماعت کے

تعاون کی خاطر آمادہ ہو گی تاکہ ان ملکوں کے ساتھ' جو اپنی آزادی کے حصول کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں' اپنی تمام ہمدردیوں کو جامہ عمل پہنا سکیں۔

انڈین نیشنل آرمی کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ وہ اس ضمن میں آل انڈیا مسلم لیگ کی حکمت عملی اور رویے کی پہلے ہی وضاحت کر چکے ہیں اور صرف یہ توقع ظاہر کی کہ دیگر جماعتیں اس نعرے کی تکرار ہی نہیں کرتی رہیں گی کہ یہ ایک فرقہ وارانہ مسئلہ نہیں ہے "مجھے یہ مشورہ دیا گیا تھا اور میں نے جان بوجھ کر' ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے' جن پر اب مقدمہ چلایا جانے والا ہے' اپنے پچھلے بیان میں انہیں ہندی بیان کیا۔ مسٹر جناح نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا "تاہم میں اب بھی یہ دیکھتا ہوں کہ بعض ذمہ دار حلقوں میں نیشنل آرمی کے افسروں اور جوانوں کے ساتھ ہماری پوری ہمدردی کو فرقہ وارانہ رنگ دیا جا رہا ہے۔

آئی۔ این۔ اے کے جوانوں کی اعانت

صوبہ پنجاب مسلم لیگ نے بلا امتیاز رنگ و نسل اور ذات پات کے ان لوگوں کی اعانت کرنے کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ مسلم لیگ سے جو کچھ بن پڑے گا وہ کرے گی۔

مزید برآں میں نے اس بات کی وضاحت کر دی تھی کہ جو فوجی ملازمت سے علیحدہ کئے جائیں گے ان کی اعانت کے لئے بھی ہم اپنی پوری کوشش صرف کریں گے اور ان خاندانوں کے لئے بھی اور ان لوگوں کے رشتہ داروں کے لئے بھی جو بدقسمتی سے آج ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں۔ [اے۔ پی۔ آئی] دی ڈان' ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء

۲۲۰۔ سردار بلدیو سنگھ کی الزام تراشی کے جواب میں

کراچی ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۵ء

مسٹر ایم اے۔ جناح نے اس کہانی کو بالکل جھوٹ قرار دیا کہ جب وہ شملہ سے نیچے آرہے تھے تو انہوں نے اس ٹیکسی میں سفر کرنے سے انکار کردیا تھا جسے ایک سکھ ڈرائیور چلا رہا تھا۔

مسٹر جناح نے جو پنجاب کے ایک وزیر سردار بلدیو سنگھ کے ایک بیان کا جواب دے رہے تھے کہا کہ سکھ ڈرائیور کی ٹیکسی میں سفر کرنے سے انکار کی بجائے انہوں نے خود ٹیکسی منتخب کی اور سکھ ڈرائیور اور وہ ایک دوسرے سے بہت خوش رہے۔

مسٹر جناح نے مزید کہا کہ سردار بلدیو سنگھ کی حیثیت کے آدمی کے لئے حقائق معلوم کئے بنا اس طرح کا جھوٹا الزام لگانا فی الحقیقت لائق مذمت بات ہے۔ سکھ فرقے کے جذبات کو مشتعل

کرنے کی غرض سے یہ ایک سوچی سمجھی کوشش ہے۔ سکھوں کے لئے ایک فرقے کی حیثیت سے میرے دل میں بے حد ستائش کا جذبہ رہا ہے اور اب بھی ہے' شملہ کانفرنس کے دوران اور اس کے بعد بھی میں نے بہت سے سکھ رہنماؤں کے ساتھ بہت ہی دوستانہ مذاکرات کئے۔

پاکستان کے بارے میں

پاکستان کے خلاف سردار بلدیو سنگھ کے استدلال کے بارے میں مسٹر جناح نے کہا یہ پنجاب کے ہندو پریس کے معروف خیالات کی جگالی کے سوا کچھ نہیں۔ اس نے [پنجاب کے ہندو پریس] ہمارے خیالات کو توڑنے مروڑنے اور ہماری غلط ترجمانی کو اپنا وطیرہ بنا رکھا ہے۔ اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے' ماسوا اس کے کہ انہوں نے [سردار بلدیو سنگھ نے] مسئلہ کو سمجھنے کے ضمن میں اپنی بہت کم علمی کا مظاہرہ کیا ہے۔

میں نہیں سمجھتا کہ سردار بلدیو سنگھ "سب نیشنل گروپ" کے آئینی اور سیاسی مطلب کو سمجھتے ہیں۔ میں نے یہ ترکیب یقیناً استعمال کی اور اس کا اطلاق برصغیر کے مختلف علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں اور دیگر غیرہندوؤں پر یکساں طور پر ہوتا ہے۔ میں ان پر زور دیتا ہوں کہ وہ سکھوں اور مسلمانوں کے مابین مفاہمت کے مسئلہ پر غیرجانبداری' منصفانہ اور دوستانہ انداز میں غور کریں۔

[دی ڈان' ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء]

۲۲۱۔ پاکستان ہمارے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے
گجرات کے اضلاع کی طرف سے ۲ لاکھ روپیہ کا چیک پیش کرنے کی تقریب میں تقریر

احمد آباد' ۲۷ اکتوبر

پاکستان ہمارے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے۔ میں پاکستان کے لئے زندہ رہوں گا اور پاکستان کے لئے ہی مروں گا۔ میں نے انتخابی مہم لڑنے کے لئے چاندی کی گولیاں طلب کی تھیں اور احمد آباد نے بمبئی کے بعد اس اپیل پر لبیک کہا ہے۔ بمبئی' احمد آباد کے مقابلے میں نسبتاً زیادہ دولت مند شہر ہے۔ یہ رقم برلاؤں۔ ڈالمیاؤں۔ کستور بھائیوں اور امبالالوں نے فراہم نہیں کی بلکہ غریب مسلمانوں نے جمع کی جس سے اس عطیے کی قدر و قیمت ایک کروڑ روپے سے بڑھ گئی۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام مسلمان' مرد۔ عورتیں اور بچے' شیعہ اور سنی سب مسلمان ایک خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ ایک قوم ہیں۔ وہ پاکستان چاہتے ہیں اور اسے حاصل کر کے رہیں گے۔

یہ ان کا تعویذ ہے' ان کا سحر جو ان کی قوت اور ان کے وقار میں اضافہ کر سکتی ہے۔

اس وقت مسلم لیگ ایک انتخابی مہم چلا رہی ہے۔ اگر وہ اس میں کامیاب ہو گئی تو وہ ساری دنیا کو دکھا دے گی کہ مسلمان مسلم لیگ کے پیچھے ہیں اور اس طرح ان مخالفوں کی زبانیں گنگ ہو جائیں گی جو مسلم لیگ کے اس دعوے کو تسلیم نہیں کرتے۔ مختلف مقامات پر پارلیمانی بورڈ قائم کئے جا چکے ہیں جو مسلم لیگ کے امیدواروں کو نامزد کریں گے۔

اگر ان بورڈوں کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ مقامی تعصبات سے متاثر ہو گئے ہیں' تو اپیل کے لئے مرکزی پارلیمانی بورڈ موجود ہے۔ یہ مقامی تعصبات سے بالاتر ہو گا اور اس کے فیصلے کو حتمی تصور کیا جانا چاہیے۔ یہ ہر مسلمان کا فریضہ ہو گا کہ وہ اس امیدوار کی حمایت کرے جسے مسلم لیگ کا ٹکٹ دے دیا گیا ہے' یہ نظم و ضبط کا معاملہ ہے۔

جب ایثار کا وقت آئے گا تو مجھے یقین ہے کہ وہ پاکستان کے لئے سب کچھ قربان کر دیں گے۔ پاکستان کا چاند چمک رہا ہے اور ہم اس تک پہنچ جائیں گے۔ (دی ڈان' ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء)

۲۲۲۔ مسلم لیگ اور آئندہ انتخابات

اے۔ پی۔ آئی سے ملاقات کے دوران بیان

بمبئی ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء

مسلم لیگ آئندہ انتخابات آئینی اور قانونی طریقے سے لڑنا چاہتی ہے اور یہ کہ لیگ کو آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کے ذریعہ فیصلہ مطلوب ہے۔

میں نے انتخابی جلسوں میں ہنگاموں کی اطلاعات [اخبارات میں] دیکھی ہیں۔ میں نے بعض مقامات پر جہاں جمعیتہ العلماء' احرار اور خاکساروں کے جلسے ہوتے ہیں' واقعات کے رونما ہونے کی اطلاعات بھی دیکھی ہیں۔ میں نے تحقیقات کی اور میری اطلاع کے مطابق یہ اطلاعات بہت مبالغہ آمیز ہیں اور بعض صورتوں میں درست نہیں ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان جلسوں میں مسلم لیگ کو گالیاں دی جاتی ہیں اور لیگی رہنماؤں پر ذاتی نوعیت کے حملے کئے جاتے ہیں۔

تاہم مسلم لیگیوں اور ان مسلمانوں کے لیے جو لیگ سے ہمدردی رکھتے ہیں اور اس کی حمایت کرتے ہیں' واحد صحیح راستہ یہ ہے کہ وہ ان جلسوں میں شرکت سے اجتناب کریں کیونکہ انہیں اس بات کا تو علم ہونا ہی چاہیے کہ جلسوں کا انتظام کس نے کیا ہے اور مقررین کون لوگ ہیں۔ اگر کوئی شخص ایسے جلسہ میں شریک ہوتا ہے اور وہ یہ دیکھتا ہے کہ تقریروں میں گالیاں دی جا رہی ہیں یا حملے کئے جا رہے ہیں تو اس کے لیے صحیح راستہ یہ ہو گا کہ وہ اس جلسہ سے اٹھ کر

چلا جائے۔

ہمیں ان انتخابات کو آئینی اور قانونی طریقے سے لڑنا ہے اور ہمیں ملک کے طول و عرض میں آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کے ذریعہ فیصلہ مطلوب ہے۔ لہٰذا میں مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے دشمنوں کے ہاتھوں میں نہ کھیلیں اور مسلمانوں میں برادر کُش تصادم سے بچیں۔

(دی ڈان' ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۵ء)

۲۲۳۔ انتخابی مہم کی افتتاحی تقریر

بمبئی' ۳۱ اکتوبر ۱۹۴۵ء

"میں نے مرکزی مجلس قانون ساز کی رکنیت کا انتخاب لڑنے کی غرض سے مسلم لیگ کا ٹکٹ حاصل کرنے کے لیے مرکزی پارلیمانی بورڈ کو درخواست بھیجی۔ میری درخواست منظور ہو گئی۔ اب میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں مسلم قوم کی خدمت کرنا اپنا فریضہ سمجھتا ہوں۔ اگر آپ مجھے ووٹ دیں گے تو میں مسلم قوم کے کاز کے لیے کام کرنے کو تیار ہوں۔ اگر آپ مجھے ووٹ نہیں دیں گے تب بھی میں آپ کے لیے کام کرتا رہوں گا۔"

"آج ہند کے مسلمانوں میں ہندوؤں سے زیادہ سیاسی شعور ہے۔" یہ اعلان مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے مسلمانان بمبئی کے ایک عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ مسٹر ایم۔اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ انتخابی مہم کا افتتاح کرتے ہوئے پہلے انتخابی جلسہ عام میں تقریر کر رہے تھے۔

انہوں نے کہا "انتخابات ہند کے مستقبل کا فیصلہ کریں گے۔ یہ اس یا اس امیدوار کے لیے ووٹ دینے کا سوال نہیں ہے بلکہ یہ تو دس کروڑ مسلمانوں کے مستقبل کا سوال ہے۔"

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا: "انتخابات اس مسئلہ کا واضح فیصلہ کر دیں گے کہ آیا مسلم ہند پاکستان کا حامی ہے یا اکھنڈ ہندوستان کا۔ لہٰذا یہ مسلمانان ہند کے لیے زندگی اور موت کا سوال ہے۔"

انہوں نے کہا "اگر ہمیں انتخابات میں شکست ہو گئی تو ہم کہیں کے نہ رہیں گے۔ لیکن مجھے آپ پر پورا بھروسہ ہے اور میں نہایت واضح طریقے سے دیکھ رہا ہوں کہ مسلمانان ہند اس مسئلہ کو بخوبی سمجھتے ہیں جو آج انہیں درپیش ہے۔ ہمارے پاس اخبارات نہیں ہیں۔ وہ مالی اعانت بھی میسر نہیں جو کانگرس کو حاصل ہے۔ لیکن ہم مسلمان ان دشواریوں کے باوصف آج ہندوؤں سے زیادہ سیاسی شعور کے حامل ہیں۔"

پھر مسٹر جناح نے اس طریقہ کار کی وضاحت کی جو مرکزی مجلس قانون ساز کے انتخابات کے

لئے مسلم لیگ امیدوار چنتے ہوئے اختیار کیا گیا اور کہا کہ جن لوگوں کے ناموں کو صوبائی مسلم لیگی پارلیمانی بورڈوں نے مسترد کر دیا تھا انہیں مرکزی پارلیمانی بورڈ کے سامنے اپیل دائر کرنے کی آزادی تھی اور آخری اپیل میرے نام بحیثیت صدر آل انڈیا مسلم لیگ کے بھیجنے کی بھی آزادی تھی۔ انہوں نے نظم وضبط کے ناطے سے مسلمانوں سے کہا کہ وہ صرف انہیں امیدواروں کو ووٹ دیں جنہیں مسلم لیگ نے سرکاری طور پر چن لیا ہے۔ اور یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ یہ انتخابات پاکستان کے سوال پر لڑے جا رہے ہیں۔

مسٹر جناح نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ نئی مرکزی مجلس قانون ساز میں بہت اہم مسائل زیر غور آئیں گے۔ مثلاً تعمیر نو مابعد از جنگ' اسٹرلنگ کے بقایہ جات کا لین دین' فوج کا ہندیانہ اور منصوبہ بندی' اور کانگرس اور برطانوی حکومت اپنے اپنے مفادات کی نگہداشت کریں گی۔ مسلمانوں کو اپنا نمائندہ ایسے شخص کو چننا چاہیے جو ان کی رہنمائی اور ان کے مفادات کا تحفظ کر سکے۔ لہٰذا انہوں نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ لیگ کے امیدوار کو ووٹ دیں جس کے ہاتھوں میں مسلمانوں کے مفادات محفوظ ہوں گے۔ [اے۔ پی۔ آئی۔ دی ڈان' ۲ نومبر ۱۹۴۵ء]

۲۲۴۔ مسلم لیگ مرکز کے علاوہ بنگال' پنجاب اور سرحد میں عظیم اکثریت سے کامیاب ہو گی

ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کے نمائندے سے ملاقات میں اظہار خیال

بمبئی' یکم نومبر ۱۹۴۵ء

دراز قد چھریرے بدن کے مسلم قائد نے اپنی بے عیب انگریزی میں کہا کہ انہیں اعتماد ہے کہ لیگ کو بنگال' پنجاب اور شمال مغربی صوبہ سرحد کے انتخابات میں فیصلہ کن اکثریت حاصل ہو گی جسے غیر جانبدار مبصرین "مشکوک" قرار دیتے ہیں کہ ان علاقوں میں شکست بھی ہو سکتی ہے۔

انہوں نے پیش گوئی کی مرکزی مجلس قانون ساز کی مسلم نشستوں پر مسلم لیگ کو زبردست اکثریت حاصل ہو جائے گی۔

بنگال میں مجھے بہت بھروسہ ہے کہ لیگ کو اکثریت حاصل ہو جائے گی۔ مجلس قانون ساز بنگال کی ۱۱۹ نشستوں میں شاید عظیم اکثریت۔ پنجاب کے صوبائی ایوان میں ۸۵ نشستیں ہیں۔ ہمیں اعتماد ہے کہ ہم ان کی بھاری اکثریت لے جائیں گے۔

انہوں نے پیش گوئی کی کہ مسلم لیگ ثابت کرے گی کہ شمالی مغربی صوبہ سرحد کی مجلس قانون ساز میں وہ اکثریتی جماعت ہے۔

مسٹر جناح نے تفصیل کے ساتھ پاکستان کے مقاصد اور ان وجوہ پر روشنی ڈالی جن کی خاطر وہ اس کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس انتخاب میں پاکستان کو 'واحد مسئلہ قرار دیا' انہوں نے زور دے کر کہا کہ اس طوفانی انتخابی مہم کے آغاز میں جو ہنگامے ہوئے ہیں اس کی وجہ پاکستان کے واحد مسئلہ پر لوگوں کی جذباتیت ہے۔ انہوں نے محکم انداز میں یہ بات کہی کہ یہ ہنگامے رائے دہی کے رجحان پر اثر انداز نہیں ہوں گے۔

اکھنڈ بھارت کا خواب

انہوں نے کہا کہ "کانگرس پارٹی ایک متحدہ ہند کی مہم چلا رہی ہے لیکن وہ [ہند] اس طرح متحد نہیں ہو سکتا جس طرح کانگرس چاہتی ہے۔" اور پیش گوئی کی کہ دونوں کا حتمی شمار یہ ظاہر کر دے گا کہ مسلم ہند کی اکثریت کی نیابت کانگرس پارٹی نہیں بلکہ مسلم لیگ کرتی ہے۔

کانگرس کے ہندو رہنما متحدہ ہند میں مسلمانوں کے ساتھ اتحاد اور بھائی چارے کی بات کرتے ہیں لیکن حال یہ ہے کہ وہ ہمارا کھانا نہیں کھا سکتے اور اگر ایک ہندو مسلمان کے ساتھ مصافحہ کر لے تو بعد میں وہ [مل مل کر] ہاتھ دھوتا ہے۔

ہم [ہندو اور مسلمان] ہر بات میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ہم اپنے مذہب' اپنی تہذیب و تمدن' اپنی تاریخ' اپنی زبان' اپنے فن تعمیر' موسیقی' اصول قانون اور قوانین' ہماری خوراک' ہمارا معاشرہ' ہمارا لباس۔ ہر طرح سے ہم ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ہم صرف بیلٹ باکس میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

ہندو کا مقصد

ہندوؤں کا یہ مطلوب [وحدانی طرز حکومت] ہے کیونکہ اس صورت میں انہیں تین اور ایک کی نسبت سے دائمی اکثریت حاصل ہو گی اور اس طرح ایک معاشرہ اپنی عددی اکثریت کی وجہ سے دوسرے معاشرے یا ایک قوم یعنی مسلمانوں پر حکمرانی کرے گا' کیونکہ وہ ہمیشہ اقلیت میں رہیں گے۔

آسان الفاظ میں ہمارا موقف یہ ہے کہ "ہمیں اپنے انداز سے زندگی بسر کرنے دیجئے اور آپ اپنے طور پر زندگی بسر کر لیجئے۔" مسلمان اپنے ملک پاکستان میں خودمختار ہوں گے جو جدا اور علیحدہ ہو گا ملک بھارت سے۔

مسٹر جناح نے کہا کہ وہ منصوبہ پاکستان کے ان نقادوں سے اتفاق نہیں کر سکتے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ اس بنا پر ناقابل عمل ہے کہ اس کا ایک حصہ شمال مغربی ہند میں ہو گا اور دوسرا شمال مشرقی

ہند میں' دونوں حصے ایک طرح کے جزیرے ہوں گے ایک دوسرے سے سینکڑوں میل دور اور درمیان میں بھارت کی سرزمین ہو گی۔ انہوں نے کہا کہ دونوں حصے ہمواری کے ساتھ کام کر سکیں گے اور نظم و نسق کے مسئلہ کو بغیر کسی بڑی دشواری کے حل کر لیا جائے گا۔

مسٹر جناح نے کہا کہ جیسا کہ انہوں نے پیش گوئی کی ہے اگر انتخاب نے یہ ظاہر کر دیا کہ مسلم لیگ مسلم ہند کی اکثریت کی ترجمانی کرتی ہے "ہمارا اگلا قدم یہ ہو گا کہ برطانیہ سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ اس بات کو تسلیم کر لیں۔"

"برطانیہ نے پہلے ہی اس عہد کا اعلان کر دیا ہے کہ ہند متحد ہو یا منقسم' اسے قلمرو کا مرتبہ دے دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ تقسیم کی صورت میں دو یا اس سے زیادہ قلمرو تشکیل پا جائیں گی۔ ہر ایک کو یہ حق ہو گا کہ وہ جس وقت بھی چاہیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں۔ اگر دو یا دو سے زیادہ قلمرو ہوں گی تو انہیں یہ فیصلہ کرنے کا حق ہو گا کہ وہ برطانوی دولت مشترکہ میں رہنا چاہتی ہیں یا نہیں۔"

مسٹر جناح سے دریافت کیا گیا کہ کیا انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ علیحدگی چاہتے ہیں؟

اس سوال کا فیصلہ پاکستان کی مجلس دستور ساز یا پاکستان کی مرکزی مقننہ کرے گی' جنہیں پاکستانی منطقے کے باشندے منتخب کریں گے۔

ہنگاموں کی مذمت

مسٹر جناح نے ان تشدد آمیز واقعات پر تشویش کا اظہار کیا جو اب تک انتخابی مہم کے دوران ہو چکے ہیں اور اس امر کا اعادہ کیا کہ وہ اپنے پیرو کاروں کو یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ وہ ان جلسوں سے اجتناب کریں جن میں ان کے کاز کے خلاف اشتعال انگیز تقریریں سننے کو ملیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ ان سے یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ ایسے جلسے سے خاموشی سے اٹھ کر چلے جائیں۔

انہوں نے کہا کہ وہ ان افواہوں کی تحقیقات کرا رہے ہیں کہ بمبئی میں حالیہ فرقہ وارانہ فسادات کا باعث' جن میں ۳۰ افراد سے زیادہ ہلاک ہوئے اور خنجر زنی کے واقعات بعد ازاں بھی جاری رہے' سیاسی سازش یا کم سے کم سیاسی کشیدگی تھی۔ آج تک اس تحقیقات' ان فسادات کی وجوہ پر کوئی روشنی نہیں پڑی۔

(دی ڈان' ۲ نومبر ۱۹۴۵ء)

۲۲۵- پاکستان: مختلف پہلوؤں کے بارے میں وضاحتیں

ایسوسی ایٹیڈ پریس آف امریکہ کے نمائندے سے ملاقات

بمبئی، ۸ نومبر ۱۹۴۵ء

مسٹر جناح نے ایک سے زیادہ مرتبہ اس بات پر زور دیا کہ وہ اپنی جانب سے بحیثیت ایک شہری اور صدر مسلم لیگ بات کر رہے تھے۔ لیکن پاکستان کی قوتوں کے قائد کا ایسا کوئی ارادہ نہیں کہ وہ مجلس دستور ساز یا پاکستان کی مجالس قانون ساز کو ہدایات دینے کی کوشش کریں گے اور نہ ہی وہ کوئی ایسا تاثر چھوڑنا چاہتے ہیں کہ وہ اب ایسا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

تنازعہ پاکستان کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں ان کے بیانات کی چند نمایاں باتوں کا ماحصل حسب ذیل ہے:

جغرافیائی اعتبار سے ہند کے شمال مغرب میں پاکستان شمال مغربی صوبہ سرحد، بلوچستان، سندھ اور پنجاب کے تمام اجزاء پر مشتمل ہو گا۔ ہند کے مشرق میں پاکستان کا دوسرا حصہ بنگال اور آسام پر مشتمل ہو گا۔

سیاسی اعتبار سے پاکستان ایک جمہوری ملک ہو گا۔ مسٹر جناح نے کہا کہ ذاتی طور پر وہ یہ توقع کرتے ہیں کہ اس [پاکستان] کی بڑی صنعتوں اور عوامی ضرورت سے متعلق خدمات کو اشتراکی میلان سے ہم آہنگ کر دیا جائے۔ پاکستان کے اجزائے ترکیبی یا صوبوں کو خود مختاری حاصل ہو گی۔

اقتصادی اعتبار سے مسٹر جناح نے اپنا موقف بیان کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان دو منطقوں میں منقسم ہونے کے باوصف اتنا ہی مستحکم ہو گا جتنا کہ وہ اس صورت میں ہوتا کہ وہ ایک ملک ہوتا اور اس کے تمام ریاستی اجزاء ایک ہی بلاک میں ہوتے۔ یہ کہ اس کے قدرتی وسائل اور اس کی آبادی اسے دنیا کی ایک عظیم قوت بنانے کے لیے کافی ہوں گے۔

بہت طاقتور ملک

یہ اعلان کرتے ہوئے کہ پاکستان کی آبادی سو ملین افراد پر مشتمل ہو گی، مسٹر جناح نے کہا: انگلستان ایک قوت بن گیا تھا جبکہ اس کی آبادی صرف ۳۵ ملین تھی۔ پاکستان اقتصادی اعتبار سے بہت طاقتور ملکوں میں سے ایک بن سکتا ہے۔"

"اس وقت بھی مسلم لیگ کی ایک کمیٹی پاکستانی ریاستوں کی ایک قوم کے طور پر ترقی کے میدان کا جائزہ لے رہی ہے۔ ایک عظیم مستقبل اس کا منتظر ہے۔ اس کے لوہے، پیٹرول،

گندھک' کوئلے اور دیگر معدنی ذخائر کو ابھی چھوا بھی نہیں گیا- ان میں سے بہت سے نقشہ پر ظاہر کئے جا چکے ہیں- پنجاب دنیا کا عظیم ترین پن بجلی کا اسٹیشن قائم کر رہا ہے اور اس کا مطلب ہو گا دہی علاقوں میں بجلی پہنچانا اور صنعتی ترقی کا پروگرام-

اس موقف میں کوئی صداقت نہیں کہ بہت سے افراد کو صنعت کے میدان میں لانے سے زراعت میں کام کرنے والے مزدوروں کی قلت ہو جائے گی اور یہ غذائی اجناس کی کمی یا قحط کو دعوت دینے کے مترادف ہو گا-

منصفانہ محاصل کا نظام' جو معاشرتی عدل کے تقاضوں کے مطابق ہو گا' ہمیں اتنی آمدنی فراہم کر دے گا کہ ہم دنیا کے اچھے ملکوں کی طرح اپنا ملک چلا سکیں اور ان بہت سے ملکوں سے بہتر ہو گا جو آج خود مختار ملکوں کی حیثیت سے دنیا کے نقشہ پر موجود ہیں-

یہ ایک مسلم ریاست ہو گی جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے- ہندوؤں یا کسی اور کے خلاف کسی قسم کی معاشرتی حد بندیاں نہیں ہوں گی- مسلمان ایسی قوم ہے جو انسانی مساوات اور اخوّت کے بنیادی اصول پر یقین رکھتی ہے اور اس پر عمل بھی کرتی ہے-

خدمات اور صنعتوں کی اشتراکی سے ہم آہنگی

آپ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ جو کچھ حکومت کرے گی میں اس کی تعبیر پیش کر دوں- لیکن میں ذاتی طور پر اس بات قائل ہوں کہ آج کل کے جدید زمانے میں اہم اور کلیدی صنعتیں ریاست کے کنٹرول اور زیر انتظام ہونی چاہئیں- اس کا اطلاق عامتہ الناس کے لئے خدمات پر بھی ہوتا ہے- لیکن کلیدی صنعت کیا ہے اور عامتہ الناس کے استعمال کی کون سی خدمات ہیں' ان کی نشاندہی کرنا قانون سازوں کا کام ہے' میرا نہیں-

ایک پارٹی حکومت نہیں ہو گی

مسٹر جناح نے کہا کہ انہیں یہ توقع نہیں کہ پاکستان میں ایک پارٹی کی حکومت ہو گی اور یہ کہ وہ ایک پارٹی کی حکمرانی کی مخالفت کریں گے- حزب اختلاف سے متعلق ایک پارٹی یا پارٹیاں کسی بھی پارٹی کے لئے جو برسراقتدار ہو اصلاح کا اچھا کام سرانجام دیتی ہیں-

پاکستان میں ہندو اقلیتوں کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ ان کے حقوق کا تحفّظ کیا جائے گا- اقلیتوں کو تحفّظ اور اعتماد کا مکمل شعور عطا کئے بنا کوئی مہذب حکومت کامیابی کے ساتھ نہیں چل سکتی- انہیں یہ احساس دلا دینا چاہیے کہ کاروبار شہریاری میں وہ بھی شریک ہیں اور ایسا کرنے کے لئے حکومت میں ان کی مناسب نمائندگی ہونی چاہیے- پاکستان (اقلیتوں کو) یہ نمائندگی . گا

پاکستان کا نظریہ اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ قومی حکومت کی وفاقی وحدتوں کو وہ تمام خود مختاری میسّر ہو گی جو آپ ریاستہائے متحدہ امریکہ، کینیڈا اور آسٹریلیا کے دساتیر میں دیکھتے ہیں۔ لیکن بعض اہم اختیارات مرکزی حکومت کے پاس رہیں گے، جیسے مالیاتی نظام، قومی دفاع اور دیگر وفاقی ذمہ داریاں۔

وفاق سے منسلک ہر ریاست یا صوبہ کی اپنی مقننہ، انتظامیہ اور اپنا عدالتی نظام ہو گا اور حکومت کی یہ تین شاخیں آئینی اعتبار سے الگ الگ ہوں گی۔

قومی دفاع

برطانیہ مضبوط ہے، اس امر کے باوصف کہ اس کی سلطنت چار دانگ عالم میں بکھری ہوئی ہے۔ ہم بھی پاکستان میں مضبوط ہو سکتے ہیں، اس صورت میں کہ اس کے منطقوں میں سے ایک ہند کے مغرب میں ہو گا اور ایک مشرق میں۔ ہم برطانوی دولت مشترکہ کے مقابلے میں زیادہ قریبی رشتے میں منسلک ہوں گے۔

اور اس بات کو بھی نہ جھٹلائیں کہ ہندی فوج کا ۵۵ فی صد سے زیادہ حصہ پنجاب سے آتا ہے، اور ان میں زیادہ تر مسلمان ہوتے ہیں۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ فرض کیجئے کہ مسلم لیگ ان انتخابات میں یہ ثابت کر دیتی ہے کہ وہ ہند کے مسلمانوں کی اکثریت کی ترجمانی کرتی ہے، دستوریہ کے قیام اور ایک ملک قائم کرنے کے لئے پہلا قدم کب اٹھایا جائے گا؟

اس کا انحصار برطانوی رویّہ پر ہو گا

اس کا انحصار برطانوی حکومت اور کانگرس پارٹی پر ہو گا۔ برطانوی حکومت نے کہا ہے کہ ہند میں دو یا اس سے زیادہ قلمروؤں کو آزادی دے دیں گے۔ (دی ڈان، ۹ نومبر ۱۹۴۵ء)

۲۲۶۔ رائے دہندگان سے اپیل

بمبئی، ۱۰ نومبر ۱۹۴۵ء

میں آنے والے انتخابات میں مرکزی مجلس قانون ساز کے بمبئی شہر مسلم حلقے سے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر امیدوار ہوں۔ آئندہ انتخابات کی اہمیت پر ضرورت سے زیادہ زور نہیں دیا جا سکتا۔ وائسرائے نے عبوری دور کے لئے اپنی مجلس عاملہ از سر نو تشکیل دینے کی غرض سے شملہ کانفرنس طلب کی تھی۔ چونکہ کانگرس اور پنجاب کی یونینسٹ پارٹی نے مسلم لیگ کے جائز اور منصفانہ دعوے کو کہ آل انڈیا مسلم لیگ ہی مسلمانان ہند کی واحد بااختیار اور نمائندہ تنظیم ہے اور صرف

اسے ہی ان کی ترجمانی کا حق حاصل ہے' غلط طریقے سے باطل قرار دیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے اپنے دعویٰ کو درست ثابت کرنے کے لئے نئے انتخابات منعقد کرانے کا مطالبہ کیا۔ ہمارے صوبے میں یہ انتخابات ۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء کو منعقد ہوں گے۔ مسلم حلقے کی شمالی قسمت سے مسلم لیگی امیدوار پہلے ہی بلا مقابلہ منتخب ہو چکے ہیں۔ مسٹر حسین بھائی اے۔ لالجی تنہا باقی دو انتخابی حلقوں بمبئی شہر اور اس صوبے کی جنوبی قسمت سے مسلم لیگی امیدواروں کے مقابلے میں انتخاب لڑ رہے ہیں۔

۲۔ مَیں پہلے ہی کئی سال تک مرکزی مجلس قانون ساز میں بمبئی کے مسلمانوں کی نمائندگی کر چکا ہوں اور دوبارہ انتخاب لڑ رہا ہوں۔ مسلم لیگ نے مسلمانان ہند میں ایک بے مثال انداز میں سیاسی شعور پیدا کیا ہے اور آج ہم میں انگریزوں کے اس ملک میں غلبہ حاصل کرنے کے بعد سے اب تک سب سے زیادہ اتحاد موجود ہے۔ کانگرس جس نے شملہ کانفرنس میں وائسرائے کی مجلس عاملہ میں دو کانگرسی مسلمانوں کی شمولیت کا مطالبہ کیا تھا بڑی دانشمندی کے ساتھ اس انتخابی مقابلے سے بھاگ کھڑی ہوئی ہے کیونکہ اسے یقین تھا کہ اگر اس نے کانگرس کے ٹکٹ پر مرکزی مجلس قانون ساز کے مسلم حلقے سے اپنے امیدوار کھڑے کئے تو اسے رُسوا کُن شکست کا سامنا کرنا ہو گا۔

بعض آزاد امیدواروں نے مسلم لیگ کے امیدواروں کے خلاف انتخاب لڑنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اب یہ مسلمانان ہند کا کام ہے کہ وہ دنیا پر یہ ثابت کر دیں کہ آل انڈیا مسلم لیگ ہی اس ملک میں مسلم قوم کی نمائندگی کرتی ہے۔ ہر مسلم ووٹ جو مسلم لیگی امیدوار کی موافقت میں ڈالی جائے گی مسلم یک جہتی کے حق میں ووٹ تصور کی جائے گی اور برصغیر ہند کے مستقل دستوری مسئلے کو سہل تر بنا دے گی۔

۳۔ دس برس پہلے جب مرکزی مجلس قانون ساز کے انتخابات منعقد ہوئے اس وقت سے حالات بڑی سُرعت سے آگے بڑھے ہیں۔ اس باب میں کوئی شبہ نہیں کہ برطانوی حکومت کو رضامندی یا نارضامندی سے اپنے اقتدار سے ہاتھ دھونا پڑیں گے لیکن اہم سوال یہ ہو گا کہ وہ اقتدار کسے منتقل کریں۔ برطانوی حکومت کے سامنے کانگرس نے جو انتقال اقتدار کا مطالبہ رکھا ہے اس میں اصرار کیا گیا ہے کہ ایک مرکز کے ساتھ وحدانی طرز حکومت ہو۔ اس مشترکہ مرکز میں ہندوؤں کی دائمی اکثریت ہونے کے باعث وہ پورے ہند پر حکومت کر سکیں گے اور اپنی آزادی حاصل کر لیں گے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے اس مرکز میں وہ مستقل طور پر اقلیت میں رہیں گے اور ان کے لئے اس کا مطلب ہو گا آقاؤں کی تبدیلی' انگریزوں کی جگہ ہندو۔ برعکس ازیں آل انڈیا مسلم لیگ یہ چاہتی ہے کہ انتقال اقتدار اس طور پر ہو کہ مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں کو آزادی مل جائے کہ

وہ اپنے اپنے اکثریتی صوبوں میں خود اپنے آقا ہوں۔ مختصراً ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی آزادی کا تیز اور مختصر ترین راستہ ہند کو ہندوستان اور پاکستان میں تقسیم کرنا ہے۔

۴۔ یہ ضروری ہے کہ مسلم لیگ مرکزی مجلس قانون ساز کی جملہ مسلم نشستیں جیت لے تاکہ مسلم حلقہ ہائے انتخاب سے منتخب ہونے والے تمام نمائندے ایک آواز سے بول سکیں اور ہر سوال کو جو مرکزی مجلس قانون ساز میں اٹھے خالصتاً مسلم قوم کے نقطہ نظر سے دیکھ سکیں۔

۵۔ متعدد سوالات مثلاً تعمیر نو مابعداز جنگ اور منصوبہ بندی اگلی مرکزی مجلس قانون ساز کے سامنے آئیں گے۔ چنانچہ مسلمانوں میں یک جہتی از بس ضروری ہے تاکہ ان اور دیگر نہایت اہم امور میں مسلمانان ہند کے دعوے کو یقینی پذیرائی حاصل ہو سکے اور دیگر بہت سے اہم امور کو نظر انداز یا تعصب کی بھینٹ نہ چڑھایا جا سکے۔ لہٰذا میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ ۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء کے آنے والے انتخاب میں مجھے اپنی ووٹ دیں اور اگر میں منتخب ہو گیا تو مَیں ہر طریقے سے، جیسا بھی میرے لئے ممکن ہو گا، مسلم ہند کی خدمت کروں گا۔

آپ کا۔ حلقہ بگوش اسلام

ایم۔ اے۔ جناح

[دستاویزات قائداعظم فائل ۹۸۷/ صفحہ ۳۲]

۲۲۷۔ انڈونیشیا سے ہندی فوج کو واپس بلایئے

ایسوسی ایٹیڈ پریس سے ایک ملاقات

بمبئی، ۱۲ نومبر ۱۹۴۵ء

"میں برطانوی حکومت سے پُرزور مطالبہ کرتا ہوں کہ ہندی فوج انڈونیشیا میں مزید استعمال نہ کی جائے اور جو فوج وہاں تعینات ہے اسے فوراً واپس بلا لیا جائے۔" یہ بات مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایسوسی ایٹیڈ پریس کے ساتھ ایک ملاقات کے دوران کہی۔

انہوں نے کہا "ہمیں انڈونیشیا کے باشندوں کے ساتھ جو اپنی آزادی کے حصول کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں اور ہالینڈ کی سامراجیت کے شکنجے سے نجات چاہتے ہیں، زیادہ سے زیادہ ہمدردی ہے۔ مجھے امید ہے کہ برطانوی حکومت یہ محسوس کرے گی کہ انڈونیشیا میں ولندیزی استعمار کو دوبارہ مسلّط کرانا ان کے لئے نہایت غیر منصفانہ فعل ہو گا۔ اور ایسا کرنے سے ان مقدس اعلانات کی بھی تکذیب ہو جائے گی جو جنگ کے دوران وقتاً" فوقتاً" کیے گئے اور عام آدمی کا جو خون بہا وہ بھی رائگاں چلا جائے گا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ ہند کے دس کروڑ مسلمان انڈونیشیا کے چار کروڑ مسلمانوں سے ان کی حصول آزادی کی جدوجہد میں بے پناہ ہمدردی رکھتے ہیں۔ یہ کوئی مذہب کا سوال نہیں ہے' بلکہ یہ تو ہر مسلمان کا پیدائشی حق ہے کہ وہ آزادی کی خالص فضا میں سانس لے۔ انڈونیشی آزادی کا اصول غیر مبہم طور پر مسلّمہ ہے۔ مَیں ہر انڈونیشی سے اپیل کرتا ہوں کہ مذاکرات کی میز کی طرف بڑھے اور مفاہمت کی تفصیلات طے کر لے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کو انڈونیشیا کی امداد کرنے میں بے پایاں مسرت حاصل ہو گی۔

انتخاب کے امکانات

مسٹر جناح نے' جو بمبئی سے دہلی روانہ ہو رہے ہیں' کہا کہ جو اطلاعات موصول ہو رہی ہیں ان سے انہیں یہ بھروسہ ہو گیا ہے کہ مسلم لیگ کو بنگال' آسام' سندھ' شمال مغربی سرحدی صوبہ اور پنجاب کی حمایت حاصل ہو جائے گی۔ ان کا خیال تھا کہ بنگال میں تو لیگ کو ۷۵ سے ۸۰ فی صد حلقوں میں کامیابی حاصل ہو جائے گی۔

جہاں تک پنجاب کا تعلق ہے' مسٹر جناح نے کہا کہ مجھے مطلق شبہ نہیں کہ اگر انتخابات آزاد اور منصفانہ ہوئے تو ہم بھاری اکثریت سے انتخابات جیتیں گے۔ خطرہ محض سرکاری مداخلت کا ہے اور مجھے امید واثق ہے کہ گورنر اور وائسرائے دونوں یہ دیکھیں گے کہ لوگوں کو سرکاری مداخلت کے بغیر ووٹ ڈالنے کا موقع ملے۔ میرے پاس رُکاوٹیں کھڑی کرنے کے ثبوت موجود ہیں' جن کی وجہ سے ہمیں ہزاروں ووٹوں سے محروم ہونا پڑا۔ میں نے یہ دیکھا ہے کہ شمال مغربی سرحدی صوبہ میں ایسے قدم اٹھائے گئے ہیں کہ سرکاری اہلکار جانبداری کا رویہ اختیار نہ کر سکیں اور ان اقدامات کا عام اعلان بھی کیا جا چکا ہے۔ [اے۔ پی۔ آئی دی ڈان' ۱۴ نومبر ۱۹۴۵ء]

۲۲۸۔ عید کا پیغام مسلمانان ہند کے نام

بمبئی ۱۵ نومبر ۱۹۴۵ء

مسٹر محمد علی جناح نے مسلمانان ہند کے نام اپنے پیام عید میں اس بات پر زور دیا ہے کہ وہ اپنی محبوب منزل—— پاکستان اور اپنی قومی تنظیم کی حمایت کی خاطر اُٹھ کھڑے ہوں۔ مسٹر جناح نے تمام مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ آنے والے انتخابات میں مسلم لیگی امیدواروں کی حمایت کریں۔ اس اپیل کا پورا متن حسب ذیل ہے:

"مَیں مسلمانان ہند —— ان میں سے ہر ایک کو عید الضحیٰ کے موقع پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ مَیں نہیں سمجھتا کہ اس مبارک دن کی عظیم اہمیت کی تفصیلات بتانے کی کوئی حاجت ہے۔

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ وہ اپنی عزیز ترین شے کی اللہ کے نام پر قربانی پیش کریں تو انہوں نے اپنی رضامندی اور آمادگی کے ساتھ اپنے نہایت محبوب فرزند حضرت اسمٰعیل کی قربانی کی پیش کش کر دی۔ سارے عالم اسلام میں اسی واقعہ کی یاد منائی جاتی ہے۔

اس میں مسلمانوں کے لئے اور بالخصوص اس مرحلے پر مسلمانان ہند کے لئے ایک عظیم سبق پوشیدہ ہے۔ میں اسے آپ کے سامنے بہت زیادہ زور دار طریقے سے واضح نہیں کر سکتا۔ ہند کے طول و عرض میں میرے مسلمان بھائیو! ہم اس وقت بے حد نازک دور سے گزر رہے ہیں۔ لیکن مجھے اعتماد ہے کہ اگر مسلمانوں نے اسلام کے کاز کی خاطر ایثار اور قربانیاں پیش کرنے کے ضمن میں اس مرحلہ پر اپنا فریضہ ادا کر دیا[تو معاملات سیدھے ہو جائیں گے] اللہ تعالیٰ ہمیں اتنی قوت عطا فرمائے کہ ہم اپنا فریضہ بلا کسی پس و پیش کے ادا کر سکیں اور اس طرح ہم اپنے قومی ملک پاکستان میں آزادی اور خود مختاری حاصل کر سکیں۔

میں ہر مسلمان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مسلم لیگی امیدوار کی حمایت کرے' خواہ اس سے مرکزی پارلیمانی بورڈ کے قطعی فیصلے کے پیش نظر انفرادی رائے کی تسکین نہ ہوتی ہو۔ کسی بھی معاملے میں قطعیت تو لازمی سی چیز ہے اور صوبائی اور مرکزی پارلیمانی بورڈوں کے فیصلوں کے بعد نظم و ضبط اور قومی تنظیم کی عزت اور اس کے وقار کا تقاضا یہ ہے کہ ہم مسلم لیگ کے سرکاری امیدوار کی حمایت کریں اور اسی کے حق میں اپنی ووٹ دیں۔ مزید برآں ہمارے کاز اور ہماری منزل۔ پاکستان کا مطالبہ بھی یہی ہے۔ مسلم نشستیں چند ہیں اور امیدوار بہت زیادہ' چنانچہ اتنے بہت سے ناموں کو مسترد کرنا پڑا۔ پس ہم میں مایوسی اور بے اطمینانی پیدا ہونا تو فطری سی بات ہے لیکن ان لوگوں کو [جو مسترد ہوئے] بے غرضی کے ساتھ اپنے کاز اور ان اہم مسائل کو پیش نظر رکھنا چاہیے جو ہمیں درپیش ہیں۔ سچے سپاہیوں کی طرح انہیں اپنا فریضہ بغیر کسی پس و پیش اور بلا جنبش لب اور پوری دلجمعی کے ساتھ مسلم لیگ کے سرکاری امیدوار کی حمایت کرنا چاہیے۔ اگر ضرورت ہو تو اس عمل کو ان کے ایثار کی علامت تصور کر لی جائے۔ ایک بار پھر میں آپ سب کو عید مبارک کہتا ہوں۔ [اے۔ پی۔ آئی ڈان' ۱۸ نومبر ۱۹۴۵ء]

۲۲۹۔ سردار ولبھ بھائی پٹیل کے بیان کا جواب

نئی دہلی ۱۸ نومبر ۱۹۴۵ء

کانگرس کی آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے اپنے حالیہ اجلاس منعقدہ بمبئی میں اپنے دو ممتاز ترجمانوں پنڈت جواہر لال نہرو اور سردار ولبھ بھائی پٹیل کے مطابق قطعی طور پر یہ بات طے کر دی

کہ وہ لیگ کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں رکھیں گے' لیگ کے ساتھ کسی بھی سمجھوتے کے ضمن میں کوئی گفت و شنید نہیں کریں گے' اور مزید واضح کیا کہ وہ لیگ کو تباہ کر کے رکھ دیں گے اور مسلم لیگ کو نظرانداز کرتے ہوئے مسلم عوام سے رابطہ قائم کرنے کا کام شروع کر دیں گے۔

مجھے بتایا گیا تھا کہ امریکی اخبارات یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ہمارا مطالبہ ہے کیا؟ میں نے ان کے لئے پاکستان کے خدوخال بیان کر دیئے۔

مجھے اس بات پر حیرت ہوئی کہ ولبھ بھائی پٹیل یہ کہتے ہیں کہ ذاتی طور پر وہ پاکستان سے خوفزدہ نہیں ہیں۔ حالانکہ انہیں کہنا یہ چاہیے تھا کہ مسٹر جناح کی بیان کردہ تعریف کے مطابق پاکستان ہرگز وجود میں نہیں آ سکتا۔ میں نے امریکی پریس سے جو کچھ کہا تھا وہ من و عن مسٹر گاندھی کے سامنے رکھ دیا گیا تھا۔ شاید مسٹر ولبھ بھائی پٹیل نے اس خط و کتابت اور بیان کو نہیں پڑھا جو میرے اور ان [مسٹر گاندھی] کے مابین ہوئی جس میں تین ہفتے کے قریب صرف ہوئے اور جسے میں نے مذاکرات کے ناکام ہو جانے کے فوراً بعد اشاعت کے لئے جاری کر دیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی ایک وجہ ان کا جیل میں ہونا ہو اور انہوں نے اسے پڑھنے کی زحمت گوارا نہ کی ہو۔

نکتہ چینی کرنے سے پیش تر اگر وہ اب بھی اسے پڑھ لیں گے تو وہ محسوس کریں گے کہ پاکستان کے خدوخال بیان کرنے میں پانچ برس صرف نہیں ہوئے۔ لیگ کے اجلاس منعقدہ مارچ ۱۹۴۰ء میں' جس میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی' میرے خطبہ صدارت کے دوران ہمارا مطالبہ بالکل واضح کر دیا گیا تھا۔ جہاں تک ان کی دیگر شعلہ بیانیوں اور استدلال کا تعلق ہے وہ صرف اتنی پرانی باتوں کا اعادہ ہے جو ہندو پاکستان کے خلاف کرتے رہتے ہیں۔ اب ان میں سے کسی استدلال میں زور باقی نہیں' اور ان کا مکمل طور پر بطلان کیا جا چکا ہے۔

پاکستان کی منطق

وہ استدلال' جو اب کراہت کی حد تک چلا گیا ہے کہ جناح کس طرح یہ توقع کر سکتے ہیں کہ مسلم اکثریتی صوبوں کے ہندو کس طرح حکومت پاکستان کی یقین دہانیوں کو قبول کر لیں گے جبکہ وہ خود ہندی وفاق کے دستور کی اسی نوع کی یقین دہانیاں قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں؟ یہ دریافت کیا جاتا ہے : کیوں نہ پاکستان کی منطق کا سارے ہند پر اطلاق کر دیا جاتا؟ یقیناً یہ بات بالکل واضح ہے کہ پاکستان کی بنیادی اساس یہ ہے کہ ہم مسلم صوبوں کو ہندو راج کے تسلط سے بچانا چاہتے ہیں جو وحدانی یا وفاقی مرکز کے ذریعہ قائم کیا جا رہا ہے۔

پاکستان میں ایسے منطقے ہیں جن کی سرحدیں متعین ہیں اور جہاں مسلمانوں کی آبادی عظیم اکثریت میں ہے۔ لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ ان منطقوں کو جداگانہ شکل دے دی جائے اور باقی

ماندہ ہند سے علیحدہ کر دیا جائے یا منقسم کر دیا جائے۔ ہم اس پوزیشن میں ہیں کہ ہم ان منطقوں میں آزاد اور خودمختار ریاست قائم کر سکیں۔ ان منطقوں میں ہندو اور غیر مسلم اقلیت میں ہیں اور جیسا کہ مَیں نے پہلے کہا، ہم ہندو اکثریتی صوبوں میں مسلمانوں کے لئے وہ تحفظات اور محافظت قبول کر سکتے ہیں جو منصفانہ ہوں۔ اس استدلال کا سقم اس مفروضے میں مضمر ہے کہ سارا ہند ہندوؤں کی ملکیت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلم اکثریت صوبوں میں ہندو مسلم اکثریتی کو یونین اور مرکز میں وفاقی یا وحدانی طرز کی حکومت کا قیام تسلیم کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔

اس وقت یہ برطانوی حکومت ہے جو سارے ہند پر (بشمول ہندوستانی ریاستیں) حکومت کرتی ہے۔ کیا کانگرس ہندوستانی ریاستوں پر بھی اپنا حکم چلا سکتی ہے یا انہیں مجبور کر سکتی ہے کہ وہ اس کے نظریے کے مطابق ہند میں مرکزی وفاقی یا وحدانی حکومت کو تسلیم کر لیں، یا ان کے تخیل کے مطابق کل ہند یونین کو قبول کر لیں۔ کیا ہندو اکثریتی صوبوں میں مسلم اقلیتیں اپنے اس فیصلے کو نافذ کرنے کی مجاز ہوں گی کہ کسی طرح کی بھی کوئی یونین نہیں ہو گی، جس طرح کانگرس یہ موقف پیش کرتی ہے کہ اگر ہندو اقلیت کے فیصلے کی بنا پر مسلم اکثریت کو یونین میں شامل ہونے پر مجبور کیا جا سکتا ہے، اور یہ بھی بدیہی بات ہے کہ ہندو صوبوں میں مسلم اقلیتوں کے کاندھوں پر ہندوراج کا دوہرا جوا ہو گا، ایک ہندو اکثریتی صوبوں کا اور دوسرا مجوزہ مرکزی حکومت کا مرکز میں۔

کیا اقلیت کا حکم چلے گا؟

کیا ہندو صوبوں میں مسلم اقلیت کا نقطہ نظریا ان کی رائے حاوی ہو گی؟ کیا اسی طرح مسلم صوبوں میں ہندو اقلیت کی رائے چلے گی؟ اس صورت میں تو دونوں جگہ، ہندوستان اور پاکستان میں اقلیت اکثریت پر اپنا حکم چلائے گی جس سے پوری صورت حال مضحکہ خیز ہو جائے گی۔

جہاں تک ان کے دیگر نعروں کا تعلق ہے کہ ہندو اور مسلمان بھائی بھائی اور ایک قوم ہیں، سردار پٹیل جتنی کم بات کریں اتنا ہی بہتر ہو گا۔ بہرنوع یہ بات کچھ انہیں زیب نہیں دیتی کیونکہ سردار ولبھ بھائی پٹیل نے بمبئی میں پیراکی اور غسل کے ایک گوشہ کا افتتاح نہیں کیا جو خاص طور پر ہندوؤں کے لئے مختص ہو گا؟ کیا وہ یہ بھول گئے کہ کچھ نوجوانوں نے اس گوشہ کی رسم افتتاح میں ان کی شمولیت کے خلاف احتجاج کیا تھا جس سے مسلمان بھائیوں کو سمندر کے پانی میں شراکت سے بھی باہر رکھا گیا۔ ان تمام باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کانگرس کی دیانتداری کے ساتھ مسلم لیگ کے ساتھ مفاہمت کی کوئی خواہش نہیں ہے۔

مسٹر ولبھ بھائی نے، جیسا کہ اخبارات میں شائع ہوا، کہا: "ہم ان کے ساتھ مفاہمت کے لئے تیار ہیں لیکن لیگ کے ساتھ مفاہمت کا اس وقت تک کوئی امکان نہیں جب تک کہ اس کا قائد

اپنے طور طریقوں میں اصلاح نہیں کر لیتا۔" فی الحقیقت یہ وہ دلیل ہے جس سے مجھے ایسپ کی کہانی 'بھیڑیا اور میمنا' یاد آجاتی ہے۔ مسٹر گاندھی کی میرے ساتھ تین ہفتے کے قریب ملاقاتیں رہیں۔ دیگر ہندو رہنماؤں نے بھی مجھ سے ملاقاتیں کیں۔ اور میں ہمیشہ انہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ لیکن اگر میں نے ان کے جھانسے میں آنے سے انکار کیا اور وہ ناکام رہے تو اس میں تو میرا کوئی قصور نہیں۔ مسٹر گاندھی نے شروع ہی میں یہ کہہ کر صورت حال کو دشوار بنا دیا کہ وہ انفرادی حیثیت میں مجھ سے ملاقات کر رہے ہیں اور یقیناً مجھے طور طریقوں اور خوش خلقی کے وہ آداب سیکھنے کے لئے سردار پٹیل کے سامنے زانوے ادب طے نہیں کرنا جو میں نے ان لوگوں کے ساتھ برتے جنہوں نے مجھ سے ملاقات کی۔ (دی ڈان' ۱۹ نومبر ۱۹۴۵ء)

۲۳۰- سرحد مسلم لیگ کانفرس کے اجلاس میں تقریر

پشاور ۲۰ نومبر ۱۹۴۵ء

آپ نے جو کل میرے اعزاز میں ایک منفرد قسم کے جلوس کا اہتمام کیا اور آج رات اس زبردست اجتماع سے خطاب کرنے کا جو موقع بخشا اس کا بھرپور انداز میں شکریہ ادا کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں - اس صوبے کے پٹھانوں نے جو محبت اور اُنسیت مجھ پر نچھاور کی میں اس پر فخر محسوس کرتا ہوں۔

- انسانوں کے اس بحر ذخار کو دیکھ کر جو اس وقت میرے سامنے موجود ہے مجھے اس باب میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ شمال مغربی سرحدی صوبے کے مسلمان عمل پیرا ہیں اور اس صورت حال کے مضمرات کو بخوبی سمجھتے ہیں جس کا اس وقت ہند میں مسلم قوم کو سامنا ہے۔

میں پچھلی بار ۱۹۳۶ء میں پشاور آیا تھا۔ اس وقت میں یہاں دس دن ٹھیرا تھا۔ نو برس بعد آج پھر میں آپ کے درمیان موجود ہوں۔ میں واضح طور پر اس زبردست تبدیلی کو دیکھ رہا ہوں جو اس عرصے کے دوران اس صوبے میں رُونما ہوئی۔

اس کا سبب کیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ کانگرس کے فریب کا پردہ چاک کیا جا چکا ہے۔۔۔ مکمل اور حتمی طور پر۔ اب آپ کانگرس کے جال سے آزاد ہیں۔ ۱۹۳۶ء میں یہاں مسلم لیگ کی کوئی تنظیم موجود نہیں تھی۔ لیکن ہم نے کام کیا اور کام کیا کہ آج ہند میں ہر آدمی' عورت اور بچہ یہ جانتا ہے کہ مسلم لیگ سو ملین مسلمانوں کی واحد نمائندہ اور بااختیار تنظیم ہے۔ کروڑوں مسلمان مسلم لیگ کے ساتھ ہیں [تالیاں]

مسلمان ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں' وہ ایک کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور ایک رسول

[صلی اللہ علیہ وسلم] کے پیروکار ہیں- مسلم لیگ یہ کوشش کر رہی ہے کہ انہیں سیاسی طور پر ایک پلیٹ فارم پر اسلام کے سبز پرچم تلے منظم کر دیا جائے [تالیاں]

ہمارا یہاں کوئی دوست نہیں ہے- نہ انگریز ہمارے دوست ہیں اور نہ ہی ہندو- ہمارے ذہنوں میں یہ بات صاف ہے کہ ہمیں ان دونوں سے لڑنا ہے [طویل تالیاں]- اگر یہ دونوں [بنئے ہونے کے ناطے] ہمارے خلاف متحد ہو گئے ہیں' ہم ان سے خوف زدہ نہیں ہوں گے- ہم ان کی متحدہ قوت سے لڑیں گے' اور انشاء اللہ آخر میں فتح ہماری ہو گی- [اللہ اکبر]

گذشتہ چند برس کے دوران ہند میں کیا ہوا' اس وقت میں اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا- اتنا کہنا کافی ہو گا کہ شملہ میں کانگرس کے فریب کے غبارے میں حتمی طور پر سوئی چبھو دی گئی جب وہ لوگ جو ہند کی کامل اور غیر مشروط آزادی کی قسم کھاتے تھے' لارڈ ویول کے قدموں میں گر پڑے- ۱۹۴۲ء میں انہوں نے "ہند چھوڑ دو" کی قرارداد منظور کی اور اس وقت سے مسلمانوں پر یہ الزام لگا رہے تھے کہ وہ ان کی آزادی کے لئے ان کی قومی جدوجہد میں شامل نہیں ہوئے- شملہ نے دنیا کو یہ موقع عطا کیا کہ وہ کانگرس کے صحیح قد کاٹھ کا اندازہ لگا سکے- اس نے جب تک مسلمانوں کو فریب' دھوکہ' چالبازی اور دیسہ کاری کا شکار بنا رکھا تھا-

کانگرس کا کھیل

کانگرس کیا چاہتی تھی؟ وہ لارڈ ویول کی قدم بوسی کر سکتی تھی اور اسے اپنا قائد تسلیم کر سکتی تھی- ملحوظ خاطر رہے کہ دو برس سے تھوڑا عرصہ قبل وہ ہند میں برطانوی اقتدار کے مکمل خاتمے کی باتیں کر رہے تھے اور اس ضمن میں سرگرم عمل بھی تھے- کانگرس نے کہا: "ہم ایک قومی تنظیم ہیں' ہم جملہ مفادات کی نمائندگی کرتے ہیں پس ہمیں پانچ ہندو نشستوں کے علاوہ مسلم کوٹہ میں سے دو نشستیں اور دیجئے تاکہ ہمارے قومی کردار کا جواز مہیا ہو سکے [شرم شرم] خدا کے لطف و کرم سے ہندو کانگرس ناکام ہو گئی- خدا کی عنایت سے وہ اپنے اصل رنگ میں دنیا کے سامنے آگئے- یہ سب کچھ اس کے باوصف ہوا کہ کانگرس لارڈ ویول کی قدم بوسی کا عہد کر چکی تھی-

ہمارا دعویٰ

ہمارا دعویٰ کیا تھا؟ ہم نے کہا: مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد تنظیم ہے جو مسلمانوں کی طرف سے لین دین کر سکتی ہے- ہم نے مطالبہ کیا اور بجا طور پر' کہ پانچوں کے پانچ مسلمان مسلم لیگ کے نامزد کردہ ہوں گے- یہ [مطالبہ] قبول نہیں کیا گیا اور کانفرنس دھوئیں میں تحلیل ہو گئی- پھر کانگرس نے اپنی بے پناہ دولت اور طاقتور پریس کے بل پر لیگ کو بدنام کرنے کی مہم شروع کر

دی۔ ہندو اخبارات میں نمایاں اور بڑی بڑی سرخیاں لگائی جاتیں جن میں ہمارے نمائندہ کردار کو چیلنج کیا جاتا اور یہ دریافت کیا جاتا کہ ہمیں مسلمانوں کی نمائندگی کا اختیار کس نے دیا ہے۔

ہم چونکہ اقتصادی اور تعلیمی طور پر پس ماندہ تھے اور اخبارات کے اعتبار سے کمزور تھے اس لئے ہم نے مطالبہ کیا کہ عام انتخابات کرائے جائیں۔ ہماری صورت حال یہ تھی: بہت اچھا' آیئے ہم عام انتخابات کرالیں اور دیکھ لیں کہ مسلمان پاکستان چاہتے ہیں یا اکھنڈ بھارت میں ہندو راج۔

کیا آپ کو پاکستان مطلوب ہے یا نہیں؟ [اللہ اکبر کے نعرے] بہتر ہے اگر آپ کو پاکستان مطلوب ہے تو لیگ کے امیدوار کو ووٹ دیجئے۔

یاد رکھئے کہ سارے مسلمان اسمبلی میں نہیں جا سکتے۔ مجلس قانون ساز میں مسلمانوں کی ۳۸ نشستیں ہیں۔ پارلیمانی بورڈ ان تمام امیدواروں کو ٹکٹ نہیں دے سکتا جنہوں نے لیگ کے ٹکٹوں کے لئے درخواستیں دی ہیں۔ ان میں سے کچھ کو مسترد کرنا ہو گا۔ اگر آپ دیانتدار ہیں' بے لوث ہیں اور مسلم قوم کی خدمت کرنا چاہتے ہیں تو آپ کے سامنے اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں کہ آپ لیگ کے امیدوار کو ووٹ دیں۔

پٹھان نظم و ضبط کے خوگر ہیں

پٹھان ایک گروہ کی حیثیت سے دوسروں کے مقابلے میں نظم و ضبط کے زیادہ خوگر ہیں۔ سبب بدیہی ہے۔ ان کی غلامی کی مدت نسبتاً کم ہے۔ میں آپ سے اپیل کرتا ہوں [اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ میری اپیل آپ کے دل میں گھر کر جائے] کہ آپ اپنی قوم کے تعلق میں اپنے فرض کو محسوس کریں اور اس کے شانہ بشانہ کھڑے ہو جائیں۔ ہم یہ انتخابات پاکستان کے مسئلہ پر مسلمانوں کا فیصلہ حاصل کرنے کے لئے لڑ رہے ہیں۔ اگر آج ہم اپنا فرض ادا کرنے میں ناکام ہو گئے تو آپ شودر بن جائیں گے اور اسلام ہند میں ختم ہو جائے گا۔

کانگرس نے حملے کے لئے مجھے اپنا خاص ہدف مقرر کیا ہے۔ ان کی نظروں میں سب سے بڑا گناہ گار ہوں' کیوں؟ چونکہ میں مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر منظم کر رہا ہوں۔ مجھے اس پلیٹ فارم سے یہ اعلان کرنے دیجئے کہ مسلمان ہندوؤں کے مقابلے میں ہزار گنا زیادہ آزادی حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں' لیکن ہندو چاہتے کیا ہیں۔ وہ انگریز کے غلام رہنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ہمیں اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو دُہرا غلام بنا لیں۔

پاکستان کی وضاحت

مسلمانوں کو پاکستان مطلوب ہے، جس کا مطلب ہے کہ اقلیتوں کے لئے مناسب اور موثر تحفظات کے ساتھ مسلم اکثریتی صوبوں میں مسلم اکثریت کی حکمرانی۔ ہمارا دین، ہماری تاریخ اور روایات غیر مسلموں کے سیاسی اور مذہبی حقوق کے تحفظ کی مضبوط ترین اور موثر ترین ضمانت ہیں۔ ان کے ساتھ زیادہ منصفانہ سلوک کیا جائے گا(تالیاں) ہم چاہتے ہیں کہ ہندو آزاد ہو جائیں اور ہم اپنے لئے بھی آزادی کے خواہاں ہیں۔ لیکن ہندو اکھنڈ بھارت میں حکمرانی کرنا چاہتے ہیں۔ وہ "اکھنڈ بھارت" کو اپنی ناقابل تقسیم میراث سمجھتے ہیں۔ ہم نے اس سرزمین پر آٹھ سو برس حکومت کی ہے۔ یہ تمہاری جائیداد نہیں ہے۔ آج آپ نشہ میں ہیں، کیونکہ مسلمان دوڑ میں پیچھے رہ گئے ہیں اور آپ ان پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

"یاد رکھئے مسلمانوں کو ہرگز کچلا نہیں جا سکتا۔ گزشتہ ہزار برس کے دوران کوئی قوت انہیں کچل نہیں سکی۔ یہ ایک خواب ہے اور ایک بھیانک خواب! اسے تج دیجئے اور جب تک آپ اسے نہیں تجیں گے کانگرس ہند کی آزادی کے حصول کی راہ میں مزاحم رہے گی۔ ہمارا دین، ہمارا تمدن اور اسلامی تصورات حصول آزادی کے لئے ہماری قوت محرکہ ہیں [اللہ اکبر کے نعرے]

زندہ رہو اور زندہ رہنے دو

پس میں کانگرس سے کہتا ہوں کہ آپ اپنے اوطان میں اپنی طرز زندگی کے مطابق عزت کے ساتھ زندہ رہیں اور ہمیں اپنے اوطان میں عزت اور آزادی کے ساتھ زندہ رہنے دیں۔ انتخابات حصول مقصد کا آغاز ہیں۔ اگر مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ وہ پاکستان کی حمایت کرتے ہیں تو گویا آدھی جنگ جیت لی گئی۔ اگر ہم جنگ کے پہلے مرحلے میں ناکام ہو گئے تو ہم ختم ہو جائیں گے۔ یہ پہلا قدم ہے۔ یہ آپ کی آزمائش ہے۔ اگر آپ عزم بالجزم اور مستقل مزاجی کے ساتھ کھڑے رہے پھر ہم اللہ تعالیٰ کی اعانت کے ساتھ پاکستان قائم کر لیں گے۔ (اللہ اکبر کے طویل نعرے)

وہ دریافت کرتے ہیں کہ "مسٹر جناح اور مسلم لیگ نے کونسی قربانیاں دی ہیں"؟ درست ہے کہ میں کبھی جیل نہیں گیا۔ پرواہ نہ کیجئے، میں ایک برا آدمی سہی، لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ۲۱-۱۹۲۰ء میں کس نے قربانیاں پیش کیں؟ مسٹر گاندھی نے ہمارے سروں پر سوار ہو کر قیادت کی گدی حاصل کی۔ لیکن ہوا کیا؟ علی برادران کو جو اسلام کے مخلص خادم تھے کانگرس نے استعمال کرنے کے بعد ٹھوکر مار کر باہر نکال دیا، مسٹر گاندھی کہا کرتے تھے کہ "میں تو علی برادران کی جیب میں ہوں"۔

اب میں آپ کے صوبے میں آیا ہوں۔ آپ نے یہاں ۲۱-۱۹۲۰ء میں قربانیاں پیش کیں

اور اس میں سے مسلمانوں کو کیا ملا؟ ۱۹۲۴ء میں جب مسلم لیگ آپ کے صوبے کے لئے اصلاحات کے لئے لڑ رہی تھی تو کانگرس مرکزی مجلس قانون ساز میں اس مسئلہ پر مسلم لیگ کی مخالفت کر رہی تھی۔ دوبارہ مسلم لیگ کے آپ کے صوبے کے لئے اصلاحات کے مطالبے پر کانگرس کا رویہ مخاصمانہ تھا' اور یہ اس مسئلہ پر ہندوؤں کے عام رویہ کے عین مطابق تھا۔

یہ کہا جاتا ہے کہ کانگرس نے ۳۱۔ ۱۹۳۰ء میں آپ کی امداد کی۔ جی ہاں' وہ آج بھی آپ کی امداد کر رہے ہیں۔ کانگرس نے حال ہی میں خان عبدالغفار خان کو پچیس ہزار روپیہ کی رقم دی۔ یہ ایک سیاسی کھیل ہے۔ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کانگرس نے مسلمانوں کے لئے کیا کیا؟ ایک آواز: انہوں نے لام بوٹ چاٹنے کا کام ہمارے ذمہ لگا رکھا ہے۔

جی ہاں! آپ کو اس طرح کا اور بہت کچھ ملے گا اگر آپ بیدار نہ ہوئے۔

واحد جواب جو آج آپ دے سکتے ہیں یہ ہے کہ آپ متحد ہو جائیں۔ مسلم لیگ کو مضبوط بنائیں۔ انشاء اللہ انگریز رخصت ہو جائے گا۔ کانگرس کہتی ہے کہ مسلم لیگ نے ان کی اگست کی جدوجہد میں ان کا ساتھ نہیں دیا۔ ہم کس طرح ان کا ساتھ دے سکتے تھے؟ قرارداد اگست کے معنی ہیں ہندو کی آزادی اور ہماری غلامی۔ آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کو بے وقوف نہیں بنا سکتے۔

آپ ہماری آزادی کے لئے ہمارا مطالبہ تسلیم کر لیجئے' پھر ساری دنیا کو منصف ٹھیرا دیجئے کہ کون قربانیاں دینے میں سبقت لے گیا۔ [تالیاں]

جدوجہد کا وقت

جب تک میں زندہ ہوں مسلم خون کا ایک قطرہ بھی بے کار نہیں گرنے دوں گا۔ میں ہرگز مسلمانوں کو ہندوؤں کا غلام نہیں بننے دوں گا۔ [اللہ اکبر کے نعرے] آپ اس امر کو فراموش نہ کیجئے کہ آپ کا جرنیل یہ بات جانتا ہے کہ قربانیاں پیش کرنے کا صحیح وقت کون سا ہے۔ جب وہ وقت آتا ہے تو میں مطلق پس و پیش نہیں کروں گا اور ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹاؤں گا۔

میں اس بات کا قائل نہیں کہ جیل جانے کے لئے کوئی تحریک شروع کر دی جائے۔ باور کیجئے کہ میرے لئے چھ سات ماہ کے لئے جیل جانا کوئی مشکل نہیں۔ آخر کار مسٹر گاندھی کو کیا ہوا۔ انہیں آرام اور آسائش کے ساتھ آغا خان کے محل میں ٹھیرا دیا گیا۔ ان کے پرائیویٹ سکرٹری ان کے ہمراہ تھے۔ درحقیقت ان کا تمام خاندان ان کے ساتھ تھا۔ لیکن گولیاں کون کھائے گا؟ یہ میرے بھائی ہوں گے۔ جیل کے اندر سے ان کے لئے یہ کہنا بہت سہل ہو گا: ہم نے تشدد کا پرچار نہیں کیا۔ جیل کے باہر وقتی طور پر خود کو یہ کہنے پر آمادہ کر لیں گے: آپ کو تشدد کا سہارا

نہیں لینا چاہیے تھا' کانگرس نے آپ سے ایسا کرنے کے لیے تو نہیں کہا تھا۔ اور پھر دوسرے سانس میں وہ یہ کہہ سکتے ہیں :' شاباش! آپ نے تو کمال کر دیا!

یہ فریب ہے۔ یہ سیاست نہیں ہے۔ (تالیاں) جب ہم اپنی تحریک شروع کریں گے تو ہم جیتیں گے' اور اگر ہم ہار بھی گئے تو بھی یہ آبرومندانہ شکست ہو گی۔ (تالیاں)

آخر میں مَیں مسلم لیگ میں وزارت والوں کو انتباہ کرنا چاہتا ہوں۔ خدا کے لئے اپنی سازشی اور جتھہ بندی کی ذہنیت کو خیرباد کہہ دیجئے۔ مسلم لیگ وزارت سازی کے مرحلے سے گزر چکی ہے۔ ہمیں ایک مقدس فریضہ سرانجام دینا ہے۔ ہمیں سو ملین مسلمانوں کی قوم کو بچانا ہے۔ خبردار! اگر آپ ناکام ہو گئے' نہ صرف یہ کہ آپ سو ملین مسلمانوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائیں گے بلکہ آپ وزرائے اعظم بننے کے لئے خود بھی باقی نہیں رہیں گے۔

۲۳۱۔ سرحد مسلم لیگ کانفرنس سے خطاب

پشاور ۲۱ نومبر ۱۹۴۵ء

مجھے مسرّت ہے کہ سرحد کے پٹھانوں نے اپنے نصب العین پاکستان کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے اور اب وہ بیرونی تسلّط اور ہندو غلبے سے پاک آزاد زندگی بسر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ۱۹۳۶ء کے مسلمانوں اور آج کے مسلمانوں میں ایک عظیم فرق ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر فخر محسوس ہوتا ہے کہ سرحد کے مسلمان اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے مکمل طور پر بیدار ہیں۔ جب میں پچھلی بار ۱۹۳۶ء میں سرحد آیا تھا اور دس روز یہاں قیام کیا تھا اس وقت لوگ ہندو کانگرس کے سحر میں مسحور تھے اور اس کے فریب کا شکار تھے۔ لیکن آج ہر مسلمان' مرد عورت اور بچہ' نہیں نہیں بلکہ خود ہندو بھی یہ سمجھتے ہیں کہ صرف مسلم لیگ ہی مسلم ہند کی واحد بااختیار اور نمائندہ جماعت ہے اور یہ دس لاکھ آدمی جو آج یہاں موجود ہیں اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ہمیں دو مورچوں پر لڑنا ہے۔ ایک ہندو کانگرس کے خلاف اور دوسرے برطانوی استعمار کے خلاف' یہ دونوں سرمایہ دار ہیں۔ مسلمان پاکستان کا مطالبہ کرتے ہیں جہاں وہ اپنے ضابطہ حیات' اپنے تمدنی ارتقا' روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق حکومت کر سکیں۔

برعکس ازیں ہندو کانگرس کو اکھنڈ بھارت مطلوب ہے جس میں وہ مرکزی حکومت میں دس کروڑ مسلم اقلیت پر ہندو اکثریت کو مسلّط کر سکیں اور ہر طرح سے مسلم قوم کے ارتقاء کو روک سکیں۔ سو ملین مسلمان اسے ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ کانگرس کے سامنے دو ہی راستے کھلے ہیں' یا تو وہ پاکستان قبول کر لیں یا مسلمانوں کو کچل دیں۔ لیکن ... ملین مسلمانوں کو اب کچلا نہیں جا

سکتا۔"

پاکستان کی حمایت کیجئے

مسلم ہند توقع کرتا ہے کہ ہر مسلمان ہماری محبوب منزل مقصود ـــــ پاکستان اور ہماری قومی تنظیم لیگ کی حمایت کرے گا۔ مجھے پورا بھروسہ ہے کہ اسلام کی خاطر قربانیاں پیش کرنے کے لئے پٹھان بھی دیگر ہندی مسلمانوں کے شانہ بشانہ چلیں گے اور ہم نہایت شاندار اور پُروقار کامیابی حاصل کرلیں گے۔ ہمیں اپنا صریحی فیصلہ مسلم لیگ کی موافقت میں صادر کر کے دوسرے لفظوں میں قیام پاکستان کے حق میں اعلان کر کے بلا کسی پس و پیش اپنا فریضہ اس انداز سے ادا کرنا چاہیے کہ مسلمانوں کی جملہ صفیں مسلم لیگ کے پرچم تلے متحد ہوں۔ صرف اسی صورت میں مسلمانوں کو یقین ہو سکتا ہے کہ ان کے وطن میں ان کا سیاسی اور اقتصادی مستقبل ان کے اپنے ہاتھوں میں ہو گا۔ وگرنہ ہندو اکثریتی صوبوں میں ان کا مستقبل نہایت غیر یقینی ہو گا۔"

کانگرس کی منافقت

"جب ابتلا کا وقت آئے گا تو سب سے پہلے میں اپنے سینے پر گولی کھاؤں گا۔ میں جیل جا کر اور کسی نہ کسی طرح رہائی حاصل کر کے اسے قربانی کا نام دینا اور قیادت کو چمکانے پر یقین نہیں رکھتا۔ جیسا کہ کانگرس نے، معلوم ہوتا ہے، اپنا وتیرہ بنا رکھا ہے۔"

کانگرس کے اعتراضات کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "کیا میں کانگرس سے دریافت کر سکتا ہوں کہ "ہند چھوڑ دو" کی قرارداد کہاں غائب ہو گئی۔ شملہ کانفرنس میں کانگرس نے زمین بوسی کر کے اتنی ذلت کیوں اٹھائی؟ وہ لارڈ ویول کی قدم بوسی کیوں کر رہے تھے؟ اس سب کچھ کا اصل مقصد تھا اقتدار کی گدی پر مسلّط ہونا اور اس طرح طاقت حاصل کرنا اور مسلمانوں کو کچلنا۔"

مسٹر جناح نے کہا کہ اب مسلمانوں میں سے بہت کم لوگ کانگرس کے ساتھ ہیں۔ ایسے لوگوں کی تعداد میں نہایت سُرعت کے ساتھ کمی واقع ہو رہی ہے۔ مسٹر جناح نے انکشاف کیا کہ حال ہی میں صوبہ سرحد میں خان عبدالغفار خان کو بمبئی کانگرس کی جانب سے سرحد میں آشرم قائم کرنے کے لئے پچیس ہزار روپے کی رقم ملی ہے۔ اس طرح سے کانگرسی مسلمانوں کو کانگرس کی جانب سے رشوت دی جا رہی ہے۔ کانگرس کے پاس مضبوط پریس بھی ہے اور دولت بھی۔ یہ دونوں چیزیں ان کی تحویل میں ہیں اور وہ ہند اور بیرون ہند جھوٹا پروپاگنڈا کرنے میں مصروف ہیں۔ لیکن انہیں یقین ہے کہ سرحد میں موجودہ بیداری کے پیش نظر کانگرس سرحد کے پٹھانوں کو مزید فریب نہ دے سکے گی۔

کانگرس ہمارے مطالبہ پاکستان سے متفق ہو کر دیکھ لے کہ کون قربانیاں زیادہ پیش کرتا ہے، سرحد کا پٹھان یا ہندو۔ [پٹھان زندہ باد، لیگ زندہ باد، جناح زندہ باد کے فلک شگاف نعرے]

لیگ کو ووٹ دیجئے

تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ مسلم لیگ کے امیدواروں کو ووٹ دیں جنہیں انتخابی بورڈ نے چنا اور مرکزی [پارلیمانی] بورڈ نے ان کی حتمی منظوری دی کیونکہ یہ ووٹ مسلمانوں کی یک جہتی کے لئے ووٹ ہو گی اور اس سے مستقبل اور مسلم ہند کے آخری سیاسی مسئلہ کا حل سہل ہو جائے گا۔ نظم و ضبط کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کو لیگ کے سرکاری امیدواروں اور پاکستان کی حمایت کرنی چاہیے اور اس طرح ہماری قومی تنظیم کا وقار، نظم و ضبط اور اس کی عظمت کو برقرار رکھنا چاہیے۔ مسٹر جناح نے تمام رہنماؤں کو انتباہ کیا کہ وہ بے لوثی، دیانتداری، سچائی اور خلوص کے ساتھ کام کریں۔ انہوں نے کہا کہ اگر انہوں نے اس اعتماد کو ٹھیس پہنچائی جو دس کروڑ مسلمانوں نے ان پر کیا ہے تو انہیں یقینی طور پر بھاری نقصان اٹھانا پڑے گا۔ (ہفت روزہ "خیبر میل" پشاور ۲۳ نومبر ۱۹۴۵ء)

۲۳۲۔ جلسہ عام سے خطاب

پشاور، ۲۱ نومبر ۱۹۴۵ء

"ایک بار مسلمانوں سے ان کے وطن میں آزادی کا وعدہ کر لیا جائے تو وہ ہندوؤں سے بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کریں گے۔ مسلمانوں سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنی غلامی کے لئے بھی اپنا خون بہائیں۔ جب تک میں زندہ ہوں میں مسلم خون کا ایک قطرہ بھی اس مقصد کے لئے نہ گرنے دوں گا جو مسلمانوں پر ہندوؤں کی حکمرانی پر منتج ہو۔"

یہ بات مسٹر جناح نے پشاور کے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔

مسٹر جناح نے کہا کہ یہ فیصلہ کرنا قائد کا کام ہے کہ اس کے پیرو کب ضرب لگانے کے لئے تیار ہیں۔ ایک اچھا جرنیل اس وقت تک حملہ نہیں کرے گا جب تک اسے فتح یا کم سے کم عزت مندانہ شکست کا یقین نہ ہو۔ وہ اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ پہلے لوگوں کو اشتعال دلاؤ کہ وہ گولیاں اور جیل کی ہوا کھائیں اور پھر جیل سے نہایت معصوم انداز میں اعلان کریں کہ اس سارے معاملے میں ان کا تو کوئی ہاتھ نہ تھا۔ اگرچہ جیل سے رہائی کے بعد لوگوں کی قربانیوں کا سہرا اپنے سر باندھ لیں۔ یہ کوئی اچھی سیاست نہیں ہے۔

انہوں نے کہا کہ یہ کہنا غلط ہے کہ مسلمانوں نے کوئی ایثار نہیں کیا۔ ۱۹۲۱ء کی شورش کے

دوران مسلمان جدوجہد کے پیش رو دستے میں تھے۔ ۱۹۳۰ء میں یہ سرحد کے مسلمان ہی تو تھے جنہوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ اس وقت ہندوؤں نے صوبہ سرحد میں اصلاحات کے نفاذ کی بھی مخالفت کی۔ انہوں نے گول میز کانفرنس میں بھی اس کی مخالفت کی۔

پٹھانوں کے نقطہ نظر میں تبدیلی

مسٹر جناح نے کہا کہ میں نو برس بعد پشاور آیا ہوں۔ میں نے پٹھان نقطہ نظر میں ایک عظیم تبدیلی دیکھی ہے۔ مسلم لیگ نے تقویت حاصل کی ہے۔ یہاں مسلمان کانگرس کی چالبازیوں کے جال میں پھنس گئے تھے۔ اب انہوں نے خود کو ان کی ریشہ دوانیوں کے چکّر سے آزاد کرا لیا ہے۔ مسلمان ایک اللہ، ایک کتاب اور ایک رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیگ کی کوشش یہ ہے کہ وہ انہیں ایک پلیٹ فارم پر ایک پرچم تلے، جو پاکستان کا قائل ہے، جمع کر دے۔

ہمارا کوئی دوست نہیں

انہوں نے کہا "ہمارا کوئی دوست نہیں۔ نہ ہم انگریز پر انحصار کر سکتے ہیں نہ بنئے ہندو پر۔ درحقیقت یہ دونوں ہی بنئے ہیں۔ ہم ان دونوں سے لڑیں گے خواہ وہ ہمارے خلاف متحد ہی کیوں نہ ہو جائیں۔"

ویول کی پاپوش بوسی

مسٹر جناح نے کہا "شملہ میں کانگرسی رہنما جو ہر سال یوم آزادی مناتے ہیں اور "ہند چھوڑ دو" کے قائل ہیں، لارڈ ویول کے سامنے گھٹنوں کے بل جھک گئے جب انہیں اپنا قائد بنانے کا اعلان کیا [دراصل] ہندو مسلمانوں کو فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن اب یہ حربے ہرگز کامیاب نہ ہوں گے۔ شملہ میں کانگرس کا اصل مقصد تو مسلم لیگ پر دباؤ ڈالنا تھا اور جب کانگرس مسلم لیگ کے عزم کو متزلزل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی تو انہوں نے ویول کی پاپوش بوسی کی کوشش کی تاکہ ان سے یہ کہلوایا جا سکے کہ حکومت بھی لیگ کے خلاف ہے۔ لیکن وہ ناکام رہے۔

لیگ کا انتخاب

صوبہ سرحد میں انتخابات کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ کل مسلم نشستیں ۳۸ ہیں جن کے لئے سو سے زیادہ درخواستیں تھیں۔ لیگ کے انتخابی بورڈ نے زیادہ سے زیادہ موزوں امیدوار چننے کی کوشش کی۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ جن لوگوں کو لیگ کے ٹکٹ نہ مل سکے وہ

وفاداری کے ساتھ لیگ کی کامیابی کے لئے کام کریں گے۔ "اگر آپ دس کروڑ مسلمانوں کے ساتھ غداری کرتے ہیں تو آپ خود وزیراعظم یا وزیر بننے کے لئے تو باقی نہ رہیں گے۔" [اے۔ پی۔ آئی (دی ایسٹرن ٹائمز ۲۲ نومبر ۱۹۴۵ء)]

۲۳۳۔ مردان کے جلسہ عام سے خطاب

مردان' ۲۴ نومبر ۱۹۴۵ء

"ہمیں کسی بھی قیمت پر پاکستان حاصل کرنا ہو گا۔ اسی کی خاطر ہم زندہ ہیں اور اسی کے لئے مریں گے۔" یہ بات مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے مردان میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔

انہوں نے کہا کہ اس امر کی وضاحت کرنے کے لئے کہ پاکستان کیا ہے کسی لمبی چوڑی تقریر کی ضرورت نہیں۔ ایک بچہ بھی یہ سمجھتا ہے اور ہندو تو مسلمانوں سے بھی بہتر سمجھتے ہیں۔ مسلمانوں کو جدوجہد کرنا ہو گی اور اپنی آبرومندانہ بقا کے لئے سخت جدوجہد کرنا ہو گی۔

"یہ چند نشستیں جیت لینے یا وزارت سازی کا سوال نہیں ہے۔ ایشواس سے کہیں زیادہ پیچیدہ اور اہم ہے۔ ساری دنیا کی نظریں پاکستان کے بارے میں آپ کے فیصلے پر لگی ہوئی ہیں۔ اگر یہ پاکستان کے حق میں ہوا تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اس سے محروم نہ رکھ سکے گی۔

"اپنے اختلافات جھٹک دیجئے اور کانگرس کے خلاف متحد ہو جائیے جو مسلمانوں کی دشمن ہے۔ جہاں مسلم لیگ مسلمانوں کی آزادی کے لئے لڑ رہی ہے وہاں کانگرس ہندو تسلّط میں رکھ کر انہیں کچُل دینا چاہتی ہے۔ ہم اسے ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔"

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا "میں نو سال بعد صوبہ سرحد آیا ہوں۔ اب بہت بڑا فرق ہے۔ سرحد کا پٹھان پوری طرح بیدار ہے۔ اب وہ کانگرس کے سحر سے آزاد ہے۔ لیکن آپ کو کام کرنا چاہیے اور سخت کام کرنا چاہیے اور مسلم لیگ کو مزید مضبوط تر بنا دیجئے۔ ایسا کر کے نہ صرف آپ کروڑوں مسلمانوں کے وقار کو چار چاند لگائیں گے بلکہ پاکستان کی آزاد مسلم مملکت کے حصول میں بھی اپنا کردار ادا کریں گے جہاں مسلمان اسلامی فرمانروائی کا نظریہ پیش کر سکیں گے۔"

مسٹر جناح نے اس توقع کا اظہار کیا کہ یہ انتخابات اس امر کا واضح مظاہرہ کر دیں گے کہ ہندی مسلمانوں کی اصل قوت پاکستان کی حامی ہے۔ انہوں نے اپنی تقریر اس اپیل پر ختم کی کہ سب مسلمان اپنے ووٹ مسلم لیگی امیدواروں کے حق میں دیں گے۔ ایسا کرنے سے وہ کسی فرد کے

حق میں ووٹ نہیں دیں گے بلکہ لیگ کے لئے اور پاکستان کی خاطر ووٹ دیں گے۔"

(دی ایسٹرن ٹائمز' ۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء)

۲۳۴۔ اسلامیہ کالج پشاور میں خطاب

۲۵ نومبر ۱۹۴۵ء

جونہی مسٹر جناح کی کار اسلامیہ کالج پشاور کے صدر دروازے کے قریب پہنچی طلباء کے ایک گروہ نے ڈرائیور کو کار روکنے کا اشارہ کیا۔ جیسے ہی کار رُکی طلباء نے صف بنائی اور اپنی پستولوں سے ہوا میں گولیاں چلائیں۔

یہ خیر مقدمی رسم ختم ہوئی تو چند جوشیلے نوجوانوں نے مسٹر جناح کی کار کو دھکیلا۔ کار میں مسٹر جناح کے علاوہ خان عبدالقیوم خاں' مسٹر عبداللطیف اور سردار عبدالرب نشتر تشریف فرما تھے۔ کار آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی۔ درجنوں پٹاخے اور آتشبازی کے گولے چلائے گئے۔ راستے کے دونوں جانب منظم طلبا کے گروہ نے پُرجوش انداز میں تالیاں بجا کر مسٹر جناح کا استقبال کیا۔ ایک مرحلے پر ہندی فوج کے ایک چاق و چوبند دستے نے مسٹر جناح کو سلامی پیش کی۔

صاحبزادہ ہال کے قریب پہنچ کر مسٹر جناح کار سے اُتر گئے اور جونہی وہ پنڈال میں داخل ہوئے حاضرین سرو قد کھڑے ہو گئے اور زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے ان کا استقبال کیا۔

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے اسلامیہ کالج کے طلباء سے جو خطاب کیا اسے ان کا بہترین خطاب قرار دیا جا سکتا ہے۔ ان کی تقریر نوعیت کے اعتبار سے نہایت زوردار تقریر تھی جو صاف گوئی پر مبنی تھی۔ حاضرین میں طلباء کے علاوہ صوبہ سرحد کے معاشرے کے بہترین افراد موجود تھے جن کی تعداد تیس ہزار نفوس سے زیادہ تھی۔ پردے کے پیچھے بہت بڑی تعداد میں خواتین بھی موجود تھیں۔ ستر منٹ کے اس خطاب میں سب سے پہلے مسٹر جناح نے پرنسپل اور طلباء کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے ان کا "شفقت آمیز خیر مقدم کیا جس میں سے محبت اور اُنسیت کی خوشبو آتی تھی۔ آپ نے جو خراج عقیدت پیش کیا اس سے بڑھ کر کسی بھی شخص کے لئے اور کیا حوصلہ افزا بات ہو سکتی ہے۔"

صوبہ سرحد ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۵ء تک

اپنی قوم کے ایک سچے خادم اور انتہائی جمہوریت پسند مسٹر ایم۔ اے۔ جناح نے ۱۹۳۶ء سے لے کر اس وقت تک کے واقعات کی مختصر سی روئداد بیان کرتے ہوئے کہا جب میں نے ۱۹۳۶ء میں اس صوبے کا دورہ کیا تو مسلمان تعلیمی' معاشرتی' اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے تن مردہ کی طرح

تھے۔ اس وقت مسلم لیگ کا وجود نہیں تھا۔ تمام ہند میں مسلمان جیسے غیر مملوکہ زمین پر گردش کر رہے ہوں اور ہر قابض انہیں استعمال کر رہا تھا۔ نوکریوں کے متلاشی اور موقع پرست افسر شاہی اور کانگرس کیمپ کی جانب رواں دواں تھے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے وہ ایک فٹ بال کی مانند تھے جسے اِدھر سے اُدھر ٹھوکر لگائی جا رہی ہو۔

آج سو ملین نفوس کے اس ہجوم میں سے ہم نے ایک قوم تشکیل دی اور اسے مستحکم کیا۔ اب ہند کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس قوم کی رگوں میں خون زندگی گردش کر رہا ہے اور زندگی دھڑک رہی ہے۔" (تالیاں)

مسٹر جناح نے مسلم لیگ کے ارتقاء کے مختلف مراحل کا مختصراً ذکر کرتے ہوئے کہا کہ پھر مسلم لیگ نے پاکستان کو اپنا سیاسی نصب العین قرار دے دیا۔

مسلم لیگ اس بات کی قائل ہے کہ ہند میں جہاں مسلمانوں کی عددی اکثریت ہے ایسی ریاستیں تشکیل دے دی جائیں جہاں مسلمان اسلامی قانون کے تحت حکومت کر سکیں۔ (تالیاں)

مسٹر جناح نے مخالفین پاکستان کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا کہ ان کی ہر دلیل کا مسکت جواب دیا گیا اور پوری طرح سے بطلان کیا گیا۔ (تالیاں) مسلمانوں کی آواز پوری دنیا میں گونج رہی ہے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کیا سات برس قبل آپ کی کوئی پرواہ بھی کرتا تھا؟

پھر مسٹر جناح نے تعلیمی' اقتصادی اور منصوبہ بندی کی ذیلی کمیٹیوں کا تذکرہ کیا جو مسلم لیگ نے قائم کیں اور جو مواد اکٹھا کر رہی ہیں تاکہ مسلم تعلیم' مسلم صنعت اور تجارت کی مناسب' درست اور لازماً اسلامی اساس پر تعمیر نو کی جا سکے۔

مسٹر جناح نے خصوصیت کے ساتھ اس بات کا تذکرہ کیا کہ ہند کے گوشہ گوشہ میں آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے زیر اہتمام مسلم نوجوانوں کی تنظیم نو کی جا رہی ہے۔

زبردست خطرہ

سیاسی صورت حال کے حوالے سے مسٹر جناح نے ایک زبردست خطرے کا ذکر کیا جو ۱۹۳۹ء میں مسلمانوں کے مستقبل کو لاحق ہو گیا تھا۔ مسٹر جناح نے کہا: اب میں اس کے بارے میں سوچتا ہوں تو لرز جاتا ہوں۔ مسٹر گاندھی اور لارڈ لنلتھگو کے مابین مفاہمت ہو گئی تھی کہ قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء کے وفاقی جزو کو جامہ عمل پہنا دیا جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے امداد فرمائی اور ستمبر ۱۹۳۹ء میں جنگ چھڑ گئی۔

لیگ کا ارتقاء

اس وقت ہم اتنے طاقتور تھے کہ ہمیں "کیلیتا" نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ عصری ہند کی

تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ وائسرائے نے مسٹر گاندھی اور مجھے ملاقات کی دعوت دی' چونکہ میں ایک قوت کی نمائندگی کرتا تھا۔ { تالیاں }

مسٹر جناح نے یاد دلایا کہ ۱۹۳۶ء میں پنڈت نہرو نے نہایت گرجدار آواز میں کہا کہ ہند میں دو قوتیں ہیں ایک برطانوی حکومت اور دوسری کانگرس۔ انہوں { مسٹر جناح } نے ایک میمنے کے انداز میں کہا ایک تیسری جماعت (مسلمان) بھی ہے! { قہقہہ }

پھر مسٹر جناح نے ۱۹۳۹ء سے شملہ کانفرنس کے انعقاد تک رونما ہونے والے مختلف واقعات کا تذکرہ کیا جن کا نتیجہ مسلم لیگ کی قوت اور وقار میں اضافے کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس ضمن میں انہوں نے خاص طور پر اگست ۱۹۴۰ء کے اعلانیہ کا ذکر کیا جس میں اس امر کی ضمانت دی گئی تھی کہ سیاسی ترقی کا انحصار ملک کے مختلف مفادات میں مفاہمت پر ہے۔

مسٹر جناح کے مطابق کرپس کی پیشکش میں پاکستان کا ایک جرثومہ موجود تھا۔ اگرچہ عیاں طور پر تو نہیں لیکن مبہم طریقے سے ہند میں ایک سے زیادہ قلمروؤں کے قیام کا امکان موجود تھا۔

مسٹر جناح نے کہا: ہم ابھی تک دفاعی انداز اختیار کئے ہوئے ہیں اور نہایت محتاط انداز میں چوکسی کر رہے ہیں کہ کہیں بیرونی عناصر ہم سے بالا بالا آپس میں کوئی مفاہمت نہ کر لیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آئینی ترقی کے ضمن میں مسٹر جناح کے پاس ویٹو ہے۔ میری خواہش ہے کہ کاش میرے پاس ویٹو ہوتا۔

شملہ میں کانگرس کے حربے

شملہ کانفرنس کے حوالے سے مسٹر جناح نے کانگرس پر بڑی تباہ کن تنقید کی اور لہا لہ وہ بالکل بے نقاب ہو گئی۔ مسٹر جناح نے کہا کہ اپنے نصب العین۔ پورنیہ سوراج۔ مکمل آزادی کو خیرباد کہتے ہوئے وائسرائے کی مجلس عاملہ میں شامل ہونے کے لئے انہوں نے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ ان کے رہنماؤں نے قلمدانوں کی بات چیت شروع کر دی۔ پنڈت نہرو کے لئے امور خارجہ اور مولانا ابوالکلام آزاد امور داخلہ سنبھالنے والے تھے۔ { تالیاں }

پہلے تو کانگرس لیگ کو تباہ اور ذلیل کرنا چاہتی تھی پھر اسے بدنام کرنے کی کوشش کی گئی۔ کانگرسی رہنماؤں کے دوسرے حربے کا مقصد لارڈ ویول کو مسٹر جناح کے خلاف مشتعل کرنا تھا تاکہ وہ مسلم لیگ کو نظر انداز کر کے کانگرس کے رہنماؤں کی مرکز میں وزارتی نوکریاں سنبھالنے میں مدد کر سکیں۔ { شرم شرم } مسٹر جناح نے کہا کہ وہ بڑے شرمناک طریقے سے ناکام رہے۔"

ہم اب بھی پُرامن اور باوقار مذاکرات کے لئے میدان میں موجود ہیں۔ مسٹر جناح نے لیگ کے ساتھ "مفاہمت" کی کوششوں کو مجھے فریب اور دھوکہ دینے اور اپنے جال میں پھنسانے کا نام

دیا۔ انہوں نے کہا ہر بار وہ مجھے دھوکہ دینے میں ناکام رہے۔

مسٹر جناح نے کہا اب کانگرس کے لئے مَیں شاہ چارلس کی طرح ہوں جس کا سر انہیں مطلوب ہے۔ اب میں ان کی فہرست میں مجرم نمبر ایک ہوں۔ [شرم۔ شرم]

میں اپنے خلاف مقدمے کا سامنا کروں گا' اگر وہ کبھی دائر ہوا۔ لیکن اپنی قوم کی طرف سے جو فریضہ مجھ پر عائد ہوتا ہے اس کی ادائیگی میں ہرگز ناکام نہیں رہوں گا۔ [تالیاں]

مسٹر جناح نے یاد دلایا کہ کس طرح مسلمانوں کو بے وقوف بنانے کی اپنی مہم میں وہ انہیں 'فراخدلانہ پیش کش' کیا کرتے تھے کہ وہ انہیں قومی حکومت کا پہلا وزیر اعظم بنائیں گے۔

کانگرس کو انتباہ اور اپیل

مسٹر جناح نے کانگرس کو انتباہ کیا کہ "وہ لیگ کو دھوکہ اور دھمکیاں دینے کے اپنے 'گندے طریقوں' کو تج دے۔" انہوں نے اعلان کیا کہ "دنیا کی کوئی طاقت لیگ کو تباہ نہیں کر سکتی۔" انہوں نے اپیل کرتے ہوئے کہا "صرف ایک ہی راستہ ہے' وہ ہے پُرامن مذاکرات۔ آیئے' ہم دو قوموں کے برابر کے نمائندوں کی حیثیت سے مل بیٹھیں اور ہند کی عظیم قوموں کے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کر لیں۔ یا تو خوش اسلوبی سے پاکستان دے دیجئے یا پھر ہم خود لے لیں گے۔" [تالیاں]

پاکستان کیا ہے

پاکستان کی تعریف بیان کرتے ہوئے جناح نے کہا "ہم برطانیہ سے گلوخلاصی چاہتے ہیں لیکن ہم آقاؤں کی تبدیلی نہیں چاہتے۔ ہند کا تین چوتھائی ہندو لے لیں جہاں وہ اپنی خواہش کے مطابق حکمرانی کریں اور مسلمانوں کو ہند کا ایک چوتھائی دے دیں جہاں ہماری اکثریت ہے۔ ہم دونوں آزاد ہو جائیں ۔ اس میں قباحت کیا ہے؟"

مسٹر جناح نے کہا کہ گاندھی' نہرو' پٹیل اور دیگر لوگوں کو سارے ہند پر حکمرانی کے بھدّے خواب کو خیرباد کہہ دینا چاہیے جو حتمی طور پر ختم ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے اسے زمین پر پٹخ دیا ہے۔ چند غداروں کے سوا سارے مسلمان پاکستان کے حامی ہیں۔"

ووٹ دیجئے لیگ کو' پاکستان کو

اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر جناح نے پُرخلوص اپیل کی کہ لیگی امیدواروں کو صوبہ سرحد کی مجلس قانون ساز میں بھیج کر پاکستان کے حق میں اپنا فیصلہ دے دیجئے۔ "اب آپ کو اپنی قوم کو

ناکام نہیں کرنا چاہیے اور ہم پاکستان لے لیں گے' انشاء اللہ۔" [مسلسل تالیاں]

(دی مارننگ اسٹینڈرڈ' ۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء دی ڈان' ۴ دسمبر ۱۹۴۵ء)

۲۳۵۔ اب دنیا کا کوئی شخص مسلم لیگ کو تباہ نہیں کر سکتا

سرحد مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے زیر اہتمام پشاور میں جلسہ عام سے خطاب

پشاور ۲۵ نومبر ۱۹۴۵ء

"ہم اس مرحلے میں پہنچ گئے ہیں جہاں کرۂ ارض کا کوئی شخص مسلم لیگ کو کچل نہیں سکتا۔ ہم اب بھی دو قوموں کی حیثیت سے آبرومندانہ مفاہمت کے لئے گفت و شنید کے میدان میں موجود ہیں۔ یا تو پاکستان کے لئے ہمارے مطالبے کو خوش اسلوبی کے ساتھ تسلیم کر لیجئے یا پھر ہم خود اسے لے لیں گے۔

"جب میں ۱۹۳۶ء میں سرحد آیا تھا تو بہت مایوس ہوا تھا۔ اس وقت یہاں صرف دو کیمپ نمایاں طور پر موجود تھے۔ ایک افسر شاہی کا کیمپ اور دوسرا کانگرس کا۔ موقع پرست اول الذکر کیمپ کا رخ کرتے اور نوکریوں کے متلاشی گاندھی کیپ پہنتے اور کانگرس میں شامل ہو جاتے۔ مسلمان ایک فٹ بال تھا جسے اِدھر اُدھر ٹھوکر لگا دی جائے۔ آج اس ہجوم کو جو ہمارے حصہ میں آیا' ہمیں اسے مستحکم کرنا ہے اور قوم کی تخلیق کرنا ہے۔ اب جبکہ مجھ میں یہ کہنے کا حوصلہ ہے کہ مسلمان اقلیت نہیں ایک قوم ہیں' کتنی دردناک چیخیں بلند ہو رہی ہیں۔ کیونکہ اگر آپ ہندو کی غلامی کا طوق نہ پہنیں تو آپ ایک اقلیت ہیں۔

ایک قوم ہوا میں تو نہیں رہ سکتی۔ اس کے پاس ایک علاقہ بھی ہونا چاہیے۔ جب ہم نے ۱۹۴۰ء میں اپنی منزلِ مقصود کا اعلان کیا تو طرح طرح کے دلائل پیش کئے گئے۔ پاکستان کو مضحکہ خیز حماقت کا نام دیا گیا۔ لیکن ان تمام دلیلوں کا بطلان کر دیا گیا۔ ہم مسلم ہند کو ایک پرچم تلے ایک اسٹیج پر لانا چاہتے ہیں جن کی ایک منزل ہو۔ کیا کوئی ایک بھی دیانتدار آدمی ہے جو میری تردید کر سکے؟ دس کروڑ مسلمانوں کی آواز مسلم لیگ کے توسّل سے ساری دنیا میں گونج رہی ہے۔"

انہوں نے کہا کہ یہ سوچ کر کہ ۱۹۳۹ء میں کیا ہونے ولا ہے وہ کانپ گئے۔ مسٹر گاندھی اور لارڈ لنلتھگو کے مابین ایک مفاہمت ہونے والی تھی۔ خدا نے ہماری مدد کی۔ جنگ جسے کوئی بھی پسند نہیں کرتا' ہمارے لئے مرحمت ثابت ہوئی۔ دریں اثناء ہم نے کام کیا اور ہم اتنے مضبوط ہو گئے کہ کوئی بھی ہمیں مکمل طور پر نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

ناگوار خاطر

مسٹر گاندھی اور کانگرس نے ہمیں کچلنے کی پوری پوری کوشش کی لیکن تمام ہتھکنڈے ناگوار خاطر معاملات ثابت ہوئے۔ انہوں نے اشتعال انگیزی کا حربہ آزمایا۔ لیکن برطانوی حکومت سخت پریشانی میں مبتلا تھی۔ کرپس کی تجویز پیش کی گئی۔ اس میں پاکستان کا ایک جرثومہ موجود تھا۔ برطانوی حکومت ہند میں ایک سے زیادہ قلمروؤں کے قیام پر آمادہ تھی۔ مسٹر ایمرے نے اس پروپاگنڈے کی بھی تردید کی' برطانوی حکومت پاکستان کے خلاف تھی۔

لیکن سب سے بڑی بات یہ کہ اگر کوئی جماعت شملہ میں شرمناک طریقے سے بے نقاب ہوئی تو وہ کانگرس تھی۔ اس کے 'ہند چھوڑ دو' کا کیا بنا؟

'پورنیہ سوراج' ایک فریب آمیز اور بددیانتی پر مبنی موقف' جس کے ذریعہ وہ ہند کے مسلمانوں بالخصوص صوبہ شمال مغربی سرحد کے مسلمانوں کو بے وقوف بنا رہے تھے' یہ ایک حربہ تھا جس کا مقصد مسلم لیگ کی تذلیل تھا۔ اس کے ناکام ہونے کے بعد انہوں نے لارڈ ویول کو اپنا قائد تسلیم کر لیا۔

مسٹر جناح نے کہا کہ کانگرسی رہنما کبھی بھی آبرومندانہ مفاہمت کے لئے ان کے پاس نہیں آئے۔ جب کبھی بھی وہ آئے انہیں دھوکہ دینے یا اپنے جال میں پھنسانے کے لئے آئے۔

دشمن نمبر ایک

"اب انہوں نے اپنی فہرست میں میرا نام دشمن نمبر ا کے طور پر لکھا ہوا ہے۔ میں اسے ایک اعزاز سمجھتا ہوں۔ لیکن یہ مجھے خوف زدہ نہیں کر سکتا' یا مجھے اپنے قومی فریضے کی ادائیگی کی راہ سے نہیں ہٹا سکتا۔ ایک بار مجھے عبوری حکومت کی وزارت عظمیٰ کی پیشکش کی گئی تھی۔ اب میں دشمن نمبر ایک ہوں۔ دونوں میں سے کسی کا بھی مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اب انہیں ایک بات کا یقین ہو گیا ہے کہ وہ مجھے دھوکہ نہیں دے سکتے۔ لیکن ایک بات بالکل واضح ہے کہ ہندو نہیں چاہتا کہ مسلمان کو آزادی ملے۔"

"پیالی ہونٹوں کے بالکل قریب تھی۔ مجرم نمبر ایک نے اسے گرا دیا' اب وہ سکتے کے عالم میں ہیں' اور سوچتے ہیں کہ وہ انہیں مل جائے گی۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چلی گئی اور دوبارہ ہرگز ان کے پاس نہیں آئے گی۔"

"مسلم لیگ نے مسلمانوں کو نہ صرف سیاسی لحاظ سے بیدار کیا بلکہ اقتصادی اور تعلیمی اعتبار سے بھی۔ کیونکہ بغیر پیسے کے فاقہ ہے اور بغیر تعلیم کے تاریکی۔ مسلم لیگ منصوبہ بندی کمیٹی کام کر رہی ہے اور مفید اسکیمیں تیار کر رہی ہے۔"

۲۳۶- پشاور میں خواتین سے خطاب

پشاور' ۲۶ نومبر ۱۹۴۵ء

مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے پشاور میں خواتین کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا: "مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ ہماری خواتین آگے آ رہی ہیں۔ ہماری لڑکیوں کی تعلیم بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی لڑکوں کی تعلیم۔ خواتین ہمیشہ اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جو ہاتھ پنگورا ہلاتے ہیں وہی قوم پر حکمرانی بھی کرتے ہیں۔ صرف روشن خیال اور تعلیم یافتہ خواتین ہی ایسے بچے پروان چڑھا سکتی ہیں جو قوم کے شایان شان ہوں۔ ہماری اسلامی تاریخ یہ ظاہر کرتی ہے کہ خواتین نے ہمیشہ مردوں کے شانہ بشانہ کام کیا۔ کوئی قوم اس وقت تک کوئی بڑی کامیابی حاصل نہیں کر سکتی جب تک کہ اپنی خواتین کو ساتھ لے کر آگے نہ چلیں۔"

مسٹر جناح نے خواتین کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے ان کی قیادت پر اعتماد کا اظہار کیا۔

(دی ایسٹرن ٹائمز' ۲۸ نومبر ۱۹۴۵ء)

۲۳۷- ایڈورڈز کالج پشاور کے طلباء کے سپاسنامے کا جواب

پشاور ۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء

"ہم پاکستان کے لئے لڑ رہے ہیں۔ ہم اس برعظیم کے ہر فرد کی آزادی کی خاطر لڑ رہے ہیں۔ یہ ہندو کانگرس ہے جو اپنے غلبے کے لئے ہم سب کی آزادی کے حصول کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔" اس خیال کا اظہار مسٹر محمد علی جناح نے ایڈورڈز کالج کے طلباء کے خیرمقدمی سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے کیا۔

انہوں نے کہا: "کہ مَیں نے اپنی بہترین اہلیت کے ساتھ کردار ادا کرنے کی کوشش کی کہ قیام پاکستان کے ضمن میں کوئی بھی عزت مندانہ مفاہمت ہو سکے اور جہاں مسلمان [پاکستان میں] احساس تحفظ اور اعتماد کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔ ہند کا آئینی مسئلہ نہایت پیچیدہ ہے اور دنیا کے کسی اور حصے میں اس کی نظیر موجود نہیں۔ ہم نے غلط خطوط پر آغاز کار کیا۔ ہم نے اس مفروضے کی بنیاد پر کام شروع کیا کہ ہند ایک ملک ہے اور اس کی آبادی یک جنسی ہے۔ لیکن یہ ایک ملک نہیں ہے۔ یہ ایک قومی ریاست نہیں ہے۔ یہ قومیتوں کی سرزمین ہے جن میں دو بڑی قومیں ہندو اور مسلمان ہیں۔ ہم نے اس کو آبرومندانہ اور منصفانہ طور پر سلجھانے کی کوشش کی لیکن ناکام

رہے' اور ناکام ہونا ہی تھا۔ اب ایک ہی راگ کو الاپنا بے سود بات ہے۔ اب ہمیں ایک درست زاویے سے اس مسئلے کا جائزہ لینا چاہیے۔"

"ہم دو بڑی قومیں نہ صرف مذہبی اعتبار سے مختلف ہیں بلکہ دو بالکل مختلف ثقافتوں کے حامل بھی ہیں۔ ہمارے دین میں ایک مکمل ضابطہ حیات موجود ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کرتا ہے اور ہم انہیں اقدار کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ہندو قیادت "رام راج" قائم کرنے اور مسلمانوں کو ایک اقلیت بنانے کا تہیہ کئے بیٹھی ہے۔"

"کیا آپ نے کبھی سنا ہے کہ دس کروڑ لوگوں کے ساتھ اقلیت کا سا سلوک روا رکھا جائے؟ ہمیں آمادہ کیا جاتا ہے' خوشامد درآمد کے ذریعہ بتایا جا رہا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ ہم جنگ آزادی میں شرکت کریں۔ اور اس جنگ میں فتح کی قیمت میں ہمارا حصہ یہ ہو گا کہ ہمارا تبادلہ برطانوی تسلط سے ہندوؤں کے زیر تسلط کر دیا جائے گا۔"

مسٹر جناح نے کانگرسی قیادت سے اپیل کی کہ وہ مسلمانوں سے دور ہٹیں اور دو مساوی فریقوں کی حیثیت سے آبرومندانہ مفاہمت کر لیں جو ہندوستان کو خوشحالی اور عظیم بنا دے گا اور پاکستان کو بھی خوشحالی اور عظمت عطا کر دے گا۔" [اے۔ پی۔ آئی دی ڈان' ۲۸ نومبر ۱۹۴۵ء]

۲۳۸۔ مسلمانان صوبہ سرحد کے نام پیغام

پشاور' ۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء

مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے صوبہ سرحد کے مسلمانوں کے نام ایک پیغام میں کہا: "مسلم لیگی امیدوار کے حق میں ہر ووٹ کا مطلب ہے پاکستان۔ مسلم لیگی امیدوار کے مخالف کے حق میں ہر ووٹ کا مطلب ہے ہندو راج۔ ہمارے سامنے صرف یہی ایک راہ اور یہی واحد الیشوع ہے۔ مجھے یقین ہے کہ صوبہ سرحد کے مسلمان موقع کی مناسبت سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور پاکستان کے پیش رو دستے کی حیثیت سے اپنا شاندار کردار ادا کریں گے۔

"مجھے صوبے سرحد میں آئے ہوئے ایک ہفتہ سے زیادہ بیت گیا۔ اس دوران میں نے بہت سے لوگوں سے ملاقات کی' ہزاروں لوگوں سے خطاب کیا اور سینکڑوں سے گفتگو کی اور مجھے یہ کہتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے جملہ طبقوں کے لوگوں کی ایک مضبوط جماعت متحد ہے اور اب بلا کسی شک و شبہ کے پوری دلجمعی کے ساتھ مسلم لیگ کی پشت پر اور اس کے ساتھ ہے۔ اس صوبے کے مسلمانوں میں جو انقلابی تبدیلی آئی ہے وہ تقریباً معجزاتی بات ہے۔ مجھے بھروسہ ہے کہ اس مکمل اتحاد کی جس کا میں نے مشاہدہ کیا ہے ہمارے رہنماؤں نے صحیح طور پر

رہنمائی کی تو ہم صوبہ سرحد کے انتخابات میں بازی لے جائیں گے۔ فتح ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اب یہ ہمارے رہنماؤں کا کام ہے کہ وہ اسے مسلّمہ حقیقت کی شکل دے دیں۔ اس صوبے کے ہر مسلمان کے نام میرا پیغام اور میری اپیل یہ ہے کہ امیدواروں کے چناؤ کے ضمن میں مرکزی پارلیمانی بورڈ کے حتمی فیصلے کے بعد کسی کی ذاتی یا انفرادی رائے خواہ کچھ بھی ہو اسے مسلم لیگ کے سرکاری امیدوار جس کے پاس ٹکٹ ہو، کی حمایت کرنی چاہیے اور ہر ووٹ اس کے حق میں دی جانی چاہیے۔ اس حمایت اور ووٹ کے یہ معنی نہیں کہ آپ نے کچھ لوگوں کو منظور کر لیا اور کچھ کو مسترد کر دیا۔ نظم و ضبط کا تقاضا یہ ہے کہ آپ مسلم لیگی امیدوار کی موافقت میں ہی ووٹ دیں۔ جس جماعت کے ساتھ وابستگی کا ہمیں شرف حاصل ہے اس کی عظمت و سطوت اور وقار کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم لیگی امیدوار کی ہی حمایت کریں خواہ وہ بجلی کا کھمبا ہی کیوں نہ ہو۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہمیں اس وقت اپنے مقصد کے لئے بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم دنیا پر یہ ثابت کر سکیں کہ مسلمانوں نے قطعی طور پر پاکستان حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

"آج میری روانگی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ صوبہ سرحد کے مسلمانوں نے جس جوش و خروش کے ساتھ اور شاہانہ انداز میں میرا استقبال کیا اور جس زبردست طریقے سے میری پذیرائی کی اور ہر جگہ جہاں کہیں بھی میں گیا مجھ پر شفقت اور محبت نچھاور کی، اس پر پورے خلوص کے ساتھ ان کا شکریہ ادا کروں۔ میں مسلمانان صوبہ سرحد کا بے حد شکرگزار ہوں انہوں نے مجھے وہ حوصلہ بخشا ہے کہ میں دو چند توانائی کے ساتھ اپنی منزل پاکستان کے حصول کے لئے کام کروں۔

[دستاویزات قائداعظم فائل ۱،۲۲ صفحہ ۷۲-۷۳]

۲۳۹۔ گورنر جنرل کے ایجنٹ متعینہ بلوچستان کے بیان کا جواب

نیو دہلی ۳۰ نومبر ۱۹۴۵ء

گورنر جنرل کے ایجنٹ متعینہ بلوچستان کرنل ڈبلیو۔ آر۔ ہے کے ایک بیان کی جانب میری توجہ مبذول کرائی گئی جو انہوں نے ایک پریس کانفرنس میں جاری کیا اور روز نامہ اسٹیٹس مین کی ۲۹ نومبر ۱۹۴۵ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔ واضح طور پر انہیں میری اس تقریر کی درست رپورٹ موصول نہیں ہوئی جس کا انہوں نے حوالہ دیا ہے۔

مہینوں کی تاخیر کے بعد اس پر تنقید عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے۔ یہ سمجھنا مشکل ہے کہ انہیں اچانک اس کا خیال کیوں آیا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ تو درست ہے کہ مسلم لیگ کے ایک رکن

نے ایک قرارداد پیش کی جسے مجلس قانون ساز میں منظور کر لیا گیا لیکن حکومت ہند نے ایسا کوئی عندیہ نہیں دیا کہ وہ اصلاحات کی تجویز پیش کرنے کی غرض سے ایک کمیٹی بلوچستان بھیجے گی۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یا تو انہوں نے مجلسِ قانون ساز کی روئیداد کا مطالعہ نہیں کیا یا ان کی فوجی ذہنیت اس کی اہمیت کا اندازہ نہیں کر سکتی۔

حکومت نے رائے شماری کا مطالبہ نہیں کیا اور قرارداد متفقہ طور پر منظور ہو گئی۔ سراولف کیروِنے حکومت کی جانب سے قرارداد پر تقریر کرتے ہوئے کہا: "جناب والا مجھے قرارداد کے رسمی حصے کی مخالفت کرنی چاہیے جس میں کہا گیا ہے کہ اس ایوان کی ایک کمیٹی بلوچستان کا دورہ کرے۔" یہ واحد نکتہ تھا جس کی طرف اشارہ کیا گیا اور اس کا تعلق کمیٹی کی ہیئت کے اصولوں سے تھا۔

انہوں نے مزید کہا "آپ ایک جنگ کے دوران ہیں" اور ان دشواریوں کا ذکر کیا جو اس کام کے لئے فوری طور پر ایک کمیشن کے قیام کی راہ میں حائل ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک اطمینان بخش بات یہ کہی کہ حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ مرکزی مقننہ میں بلوچستان کا ایک نمائندہ نامزد کر دے گی۔ اور یہ کہ انہوں نے اس امر سے اتفاق کیا کہ کوئٹہ کے بلدیاتی ادارے میں انتخاب کا طریقہ کار رائج کر دیا جائے۔ کیا کرنل جے کا مطلب یہ ہے کہ بلوچستان میں اصلاحات کی تجاویز پیش کرنے کے لئے کوئی کمیٹی مقرر نہ کی جائے۔ مَیں نے جو حقائق اوپر پیش کئے ہیں ان کی روشنی میں یقیناً حکومت ہند کا ایسا رویہ نہیں تھا۔

لیگ کی کامیابیاں

مجھے فی الحقیقت حیرت ہوئی کہ کرنل جے نے یہ بیان دیا کہ مسلم لیگ تعلیم کی مد میں اضافہ شدہ گرانٹ حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ بظاہر انہوں نے اس تمام زبردست دباؤ کو نظر انداز کر دیا جو مسلم لیگ جولائی ۱۹۴۳ء سے حکومت ہند پر ڈال رہی ہے۔ جب میں بلوچستان میں تھا تو مَیں نے اس وقت کے اے۔ جی۔ جی کو مختلف نکات پر مبنی ایک بہت سخت عرضداشت پیش کی تھی جس پر بعد میں مقننہ میں بحث ہوئی۔

بلوچستان کے مقدمے کی تشہیر ایک بہت سوچے سمجھے پمفلٹ کے ذریعہ کی گئی جسے ۱۹۴۴ء کے اوائل میں مقننہ میں تقسیم کیا گیا۔ مَیں اس پر قائم ہوں کہ یہ مسلم لیگ کا دباؤ تھا جس کی وجہ سے یہ چند چیزیں حاصل ہو سکیں: بلدیاتی ادارہ کوئٹہ میں انتخاب کا طریقہ کار کا تسلیم کیا جانا۔ مرکزی مقننہ میں بلوچستان کی نمائندگی اور تعلیم کی مد میں زیادہ رقم ملنا۔

مَیں کرنل جے کو موردالزام نہیں ٹھہراتا کیونکہ ان کی انتظامیہ نیم فوجی نوعیت کی ہے اور وہ

صرف اسی کے لئے مناسب ہیں۔ اور جب تک وہ ایسی انتظامیہ کے سربراہ ہیں جسے یہ شعور ہی نہیں کہ سول انتظامیہ کیسی ہونی چاہیے امید کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ مرکزی مقننہ میں بلوچستان کی نمائندگی کی تجویز بے معنی ہو کر رہ گئی کیونکہ ایوان بالا کے لئے جس شخص کی سفارش کی گئی اور جس کی نامزدگی عمل میں آئی وہ تقریباً جاہل ہے اور پارلیمانی کام سمجھنے کے نااہل ہے۔ اس کی واحد اہلیت یہ ہے کہ وہ ایک بڑا خان ہے لیکن ہمیں جو مطلوب ہے وہ عوام کا نمائندہ ہو' سجاوٹ کے کام آنے والا شخص نہیں۔

تجاویز سرد خانے کی نذر

مارچ ۱۹۴۴ء میں حکومت ہند نے بحث کے دوران کوئٹہ کے بلدیاتی ادارے کے لئے انتخابی طریقہ کار کا جو اعلان کیا تھا وہ کسی اسکیم کی شکل میں سامنے نہیں آیا اور نہ ہی رائے عامہ سے مشورہ کیا گیا۔ بعد از جنگ تعمیر نو اور منصوبہ بندی کے ضمن میں بلوچستان میں چار کروڑ روپیہ خرچ کرنے کی تجویز ہنوز ایک راز ہے اور عوام کو اس بارے میں بھی اعتماد میں نہیں لیا گیا کہ یہ خطیر رقم عوام کی فلاح و بہبود پر کس طرح صرف کی جائے گی۔ جہاں تک تعلیمی گرانٹ میں اضافہ کا تعلق ہے مجھے اس خیال کا حامی رہنے میں مطلق پس و پیش نہیں کہ یہ اس دباؤ کا نتیجہ ہے جو مسلسل حکومت ہند پر ڈالا جاتا رہا۔ مجھے اس بات پر مسرت ہوئی کہ بہرکیف کرنل ہے بھی یہ کہتے ہیں کہ وہ بلوچستان کے لئے زیادہ تعلیمی گرانٹ کا خیرمقدم کریں گے۔ (دی ڈان' یکم دسمبر ۱۹۴۵ء)

۲۴۰۔ برطانی پارلیمانی وفد کے دورہ ہند کے اعلان پر بیان

بمبئی ۶ دسمبر ۱۹۴۵ء

مسٹر جناح نے تجویز پیش کی کہ برطانوی حکومت کو اپنا ذہن قطعی طور پر ہند کی تقسیم اور پاکستان اور بھارت کے قیام پر لگانا چاہیے جس کا مطلب ہے ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لئے آزادی۔

اب مَیں نے اس بیان پر غور کیا ہے کہ جو لارڈ پیتھک لارنس نے دارالامرا میں ہند پر دیا اور اخبارات میں شائع ہوا۔ اس میں جس واحد نئی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ برطانوی پارلیمانی وفد ایمپائر پارلیمانی ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ہند بھیجا جا رہا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ ایسوسی ایشن پارلیمانی نمائندوں اور اس ملک کی بڑی سیاسی جماعتوں کے ساتھ صلاح مشورے کے بعد منتخب کیا جائے گا۔

اس وفد کے مرتبے اور اس کے دائرہ کار کے بارے میں نہ کوئی وضاحت کی گئی ہے اور نہ

کوئی اشارہ' اور بعد میں دارالعوام میں کونسل کے لارڈ پریذیڈنٹ مسٹر ہربرٹ مار۔سن سے' جو سوالات کئے گئے' جنہوں نے دارالعوام میں دارلامراء کی طرز پر بیان دیا' اور حکومت کی جانب سے جو جوابات دیئے گئے' ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خیال ڈھیلے ڈھالے انداز میں سوچا گیا اور لیبر پارٹی کی حکومت نے اس کا اعلان کر دیا۔

مسٹر مار۔سن نے کہا کہ یہ ایمپائر پارلیمانی ایسوسی ایشن کا ایک وفد ہے ایک خاص نوعیت کا' جیسا کہ میں سمجھتا ہوں اس کا ایک مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ روابط قائم کرے اور معلومات اکٹھی کرے جو اس صورت حال میں ممد معاون ثابت ہو۔ "میں توقع کروں گا کہ ان کی واپسی پر سپیکر انہیں یہ موقع فراہم کر سکتے ہیں کہ ان کی ملاقات ملک معظم کی حکومت سے کرا دی جائے جس کے دوران وہ اپنے خیالات اور تاثرات پیش کر دیں اور ہم اس امر پر غور کر سکتے ہیں کہ مزید کیا کارروائی کی جا سکتی ہے۔"

ہند کے مسئلہ کی جڑ

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لیبر حکومت ابھی تک ہند کے آئینی مسئلہ کی اصل جڑ کے بارے میں تاریکی میں ہے اور اس پیچیدہ طریقے سے روشنی حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ سالہا سال کے تبادلہ خیال کے بعد اس رویہ کو سمجھنا مشکل بات ہے۔

آخر کار ایوان میں مختلف سوالات کے دباؤ کے تحت مسٹر مار۔سن نے یہ کہہ کر اپنی بات مکمل کی "اگر ایوان عام کا تاثر یہ ہے کہ حکومت وفد کے مرتبے کے بارے میں معمول کے ذرائع کے توسل سے صلاح مشورہ کرے تو میں اس نکتے پر آراء وصول کرنے پر آمادہ ہوں گا۔ پس یہ چھوٹا سا چوہا ہے جو لیبر حکومت کی محنت شاقہ کے بعد پیدا ہوا اور حکومت فی الحال تعطل کا شکار ہے جہاں تک کہ [وفد کی] ہیئت ترکیبی' مرتبے اور اس کے کام کا تعلق ہے یا اس کے دائرہ کار کے متعلق بھی کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ اور [بہر نوع] اس ضمن میں مزید حالات کے رونما ہونے اور حتمی نتیجہ پر نظر رکھیں گے۔

پاکستان کا مسئلہ

میری خواہش ہے کہ ملک معظم کی حکومت' جس کے پاس اب تک ہند کے مسئلے کے بارے میں جملہ حقائق کا لب لباب موجود ہو گا اپنا ذہن اصل مسئلہ پر لگائے۔ ۱۵ جولائی ۱۹۴۵ء کے دن شملہ کانفرنس کی ناکامی کے بعد سرسٹیفورڈ کرپس نے اپنے بیان میں یہ بات واضح کر دی تھی کہ جب تک پاکستان کا مسئلہ حل نہیں ہو جاتا کوئی سمجھوتہ ممکن نہیں۔ جب تک کہ ملک معظم کی

حکومت اور وزیرِ ہند لارڈ پیتھک لارنس جرات مندی اور واضح طریقہ سے پاکستان کی اساس پر مستقل مفاہمت کے لئے تدبیر نہیں کرتے' جو بڑا مسئلہ ہے اور ہند کے آئینی مسئلہ کا واحد حل ہے' جمود بنفسہٖ اپنا حل خود نکال لے گا۔

لہٰذا میں ملک معظم کی حکومت سے مخلصانہ سفارش کروں گا کہ وہ ہند میں پاکستان قائم کرنے کے عزم کا اعلان کرے۔

مسلم ہند کبھی بھی ایک مجلس دستور ساز کے ذریعے سارے ہند کے لئے ایک دستور وضع کرنے کے کسی طریقے کو قبول نہیں کرے گا جس میں وہ ایک مایوس کُن اقلیت میں ہوں گے' اور جس کے فیصلوں کا پہلے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ نہ ہی وہ کسی ایسے دستور کو منظور کریں گے جو وفاقی ہو یا غیر وفاقی' جس میں ایک مرکز ہو اور جس میں پھر انہیں ایک مایوس کُن اقلیت کی حیثیت حاصل ہو اور وہ دائمی ہندو اکثریت کے رحم و کرم پر اور ان کے زیرِ تسلط ہوں۔

مرکز میں کوئی عبوری یا ' قومی' حکومت کے نام سے قائم کرنے کی مزید کوشش' ہمارے لئے ناقابلِ قبول ہو گی' جو مطالبہ پاکستان کے خلاف تعصّب یا مخاصمانہ جذبے کی حامل ہو' جیسا کہ ہندو ہند کی خواہش ہے۔

اگر لیبر حکومت اس برصغیر کے لوگوں کو آزادی دینے کے ضمن میں اپنے ارادے کو درست ثابت کرنا چاہتی ہے تو اسے اصلیت اور ان حقائق کا جیسے کہ وہ موجود ہیں' سامنا کرنا ہو گا:

اول: ہندو اور مسلمان دو بڑی قومیں ہیں جو اس برصغیر میں آباد ہیں اور یہاں مسلم صوبے اور ہندو صوبے موجود ہیں' اور وہ وقت آ گیا ہے جب برطانی حکومت کو اپنا ذہن ہند کی تقسیم اور قیام پاکستان اور بھارت پر لگانا چاہیے۔ جس کے معنی ہیں دونوں کی آزادی' جبکہ متحدہ ہند کا مطلب ہے برصغیر کے طول و عرض میں مسلمانوں کی غلامی اور استعمار پسند ہندو جاتی کا ہندوراج۔ یہی وہ چیز ہے جو ہندو کانگرس سب کو ہر روز دھمکیاں دے کر حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کی اپنی پوری قوت کے ساتھ ہم نے مزاحمت کرنے کا عزم کر رکھا ہے۔

۲۴۱۔ رائٹر کے خصوصی نامہ نگار ڈنکن ہوپر سے ملاقات

بمبئی ۷ دسمبر ۱۹۴۵ء

مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے آج مجھے بتایا: "پاکستان کا ایشوع طے ہونے سے قبل میں یقیناً کسی بھی آئین ساز ادارے میں شرکت سے انکار کر دوں گا۔ مَیں اس امر کا قائل ہوں کہ مسئلہ ہند کے منصفانہ اور پائیدار حل کے ضمن میں پاکستان واحد امید ہے۔ اس

ملک میں جو جمود موجود ہے وہ اتنا زیادہ ہند اور برطانیہ کے درمیان نہیں ہے۔ یہ ہندو کانگرس اور مسلم لیگ کے مابین ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ کانگرس کے زیادہ سے زیادہ اراکین نے یہ سوچنا شروع کر دیا ہے کہ معاملے کی جڑ بنیاد یہی ہے۔ اور مزید یہ کہ جب تک پاکستان تسلیم نہ کر لیا جائے گا کچھ بھی نہ حل ہو سکتا ہے نہ حل ہو گا۔"

مسٹر جناح نے مزید کہا: "برطانوی حکومت گھوڑے کے آگے گاڑی جوت رہی ہوتی ہے جب وہ یہ تجویز کرتی ہے کہ مسئلہ پاکستان کو حل کئے بنا سارے ہند کے لئے ایک دستور ساز ادارہ تشکیل دے دیا جائے۔ سب سے پہلے ہمیں پاکستان کے بارے میں اتفاق رائے حاصل کرنا ہو گا تب کہیں جا کر ہم دوسرا قدم اٹھا سکتے ہیں۔ مگر دستور ساز ادارے ایک نہیں بلکہ دو ہوں گے ایک ہندوستان کے لئے دستور ترتیب دے گا اور فیصلہ کرے گا' دوسرا پاکستان کے بارے میں دستور کی تدوین اور فیصلہ کرے گا۔

مسٹر جناح نے کہا: "مَیں نہیں سمجھتا کہ مَیں اس تعلق میں غیر معقول بات کر رہا ہوں اور مَیں نہیں سمجھتا کہ میری طرف سے اس ضمن میں کوئی مفاہمت کی بات کی جا سکتی ہے۔ یہ دراصل کانگرس ہے جسے اپنے رویئے میں لچک پیدا کرنی ہو گی۔"

جب ان سے دریافت کیا گیا کہ اگر برطانوی حکومت کوئی مفاہمت زبردستی ٹھونسنے کا فیصلہ کرلے تب کیا ہو گا؟ انہوں نے کہا کہ "ہونے کو تو ناممکنات بھی ہو جاتی ہیں' لیکن یہ پائیدار اور وقتی طور پر بھی مضبوط حل نہیں ہو گا' اور اس طریقے کے جو بے حد تباہ کُن نتائج ہوں گے ان کا تو کوئی ذکر ہی نہیں۔

ہند کی قسمت کے فیصلے کے اس مرحلے پر پیوند کاری کے طریقوں سے کام نہیں چل سکتا۔ جس شے کی ضرورت ہے وہ حقیقی تدبر اور حقائق کا سامنا کرنے کی اصلی کوشش ہے۔ ہم ہند کا مسئلہ دس منٹ میں حل کر سکتے ہیں اگر مسٹر گاندھی یہ کہہ دیں "مَیں اتفاق کرتا ہوں کہ پاکستان ہونا چاہیے۔ مَیں اتفاق کرتا ہوں چھ صوبوں' سندھ' بلوچستان' پنجاب' صوبہ سرحد اور بنگال پر مشتمل ایک چوتھائی ہند کو اپنی موجودہ جغرافیائی سرحدوں کے ساتھ پاکستان تشکیل کرنا چاہیے۔

اس کے بعد سارا معاملہ بالکل سہل ہو جائے گا کہ دوستوں کی طرح بیٹھ کر اس عظیم برصغیر کی دو بڑی قوموں کے مابین دوستانہ اور ہمسایانہ زندگی کی تفصیلات طے کر لی جائیں۔

کینیڈا اور امریکہ بھی تو ساتھ رہتے ہیں۔ ہندو اور مسلمان کیوں نہیں؟ تسلیم! لین دین کے ہزاروں معاملات ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہی کہ کہیں انتقال آبادی بھی ہو جائے اگر یہ خالصتاً رضاکارانہ بنیاد پر ہو۔ بلاشبہ سرحدوں میں بھی رد و بدل ہو سکتا ہے جہاں ہندو اور مسلم اراضی

ہندوستان یا پاکستان کے ساتھ ملحق ہو' جو بھی صورت ہو' یہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ لیکن پہلے یہ ضروری ہے کہ موجودہ صوبائی سرحدوں کو آئندہ کے پاکستان کی سرحدیں تسلیم کر لیا جائے۔ ہماری حکومت پاکستان غالباً وفاقی طرز کی حکومت ہو گی جو خودمختار صوبوں کی بنیاد اور کلیدی قوت دفاع' امور خارجہ وغیرہ مرکز کی تحویل میں' کے اصولوں پر وضع ہو گی' لیکن اس کا انحصار تو مجلس دستور ساز پر ہو گا۔ ہماری مجلس دستور ساز ہی اس کا فیصلہ کرے گی۔

"ذاتی طور پر میں برطانوی حکومت کے خلوص پر شبہ نہیں کرتا' لیکن میں ان لوگوں کے اخلاص پر یقیناً شک کرتا ہوں جو مسلمانان ہند کو پورا پاکستان دیئے بنا امید مفاہمت کا دعوٰے کرتے ہیں۔" (دستاویزات قائداعظم فائل ۸۱۰/صفحہ ۱۱۳-۱۱۴)

۲۴۲- کلکتہ میں وائسرائے کی تقریر پر بیان

بمبئی ۱۱ دسمبر ۱۹۴۵ء

"ان کی تقریر میں مَیں نے ایک خاص بات محسوس کی اور وہ یہ ہے کہ وہ یہ محسوس کر رہے ہیں کہ ہندو کانگرس نے یہ عزم کر رکھا ہے کہ وہ دھمکیوں کے ذریعے اپنی شرائط منواتے ہیں اور یہ کہ انہیں مذاکرات کے لئے کوئی دیانتدارانہ خواہش نہیں۔ جب تک کہ وہ عدم تشدد اور پُرامن مزاحمت کے پردے میں' جس کے بارے میں وہ جانتے ہیں کہ وہ درست نہیں ہے' عوامی سول نافرمانی کی تلوار لہراتے رہیں گے کوئی پیش رفت ہونا مشکل بات ہے۔ دوسری بات جس نے مجھے متاثر کیا یہ ہے کہ ہزایکسی لینسی نے ہند کی سیاسی صورت حال کو سمجھنا شروع کر دیا ہے جب وہ کہتے ہیں: "مَیں آپ کو خلوص کے ساتھ یقین دلاتا ہوں کہ برطانوی حکومت اور برطانوی قوم دیانتداری اور خلوص کے ساتھ یہ چاہتے ہیں کہ ہند کے لوگوں کو اپنی سیاسی آزادی حاصل ہو اور اپنی پسند کی حکومت یا حکومتیں حاصل ہو جائیں۔

"مَیں نے وائسرائے کی تقریر کی رپورٹ پڑھی ہے جو انہوں نے ۱۰ دسمبر کو ایسوسی ایٹڈ چیمبرز آف کامرس کے اجلاس منعقدہ کلکتہ میں کی جس میں انہوں نے بہت سے اہم امور کو نمٹایا۔ ان متعدد نکات سے جیسے جیسے وہ سامنے آئیں گے' نمٹنے کے لئے جن کا انہوں نے حوالہ دیا' محتاط مطالعے کی ضرورت ہے۔ ہم ان کے مناسب ارتقاء کے ضمن میں یقیناً اپنا کردار ادا کریں گے' جب وہ قطعی شکل میں ہمارے سامنے آئیں گے۔

میری خواہش ہے کہ وہ اگلی مرتبہ ذرا تھوڑی اور وضاحت کر دیں کہ ہند کی تقسیم ناگزیر ہے اور صرف یہی ہند کے سیاسی مسئلہ کا حل ہے۔ وہ اس بات کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں کہ صرف

کانگرس ہی ہند کی بہت بڑی سیاسی جماعت نہیں ہے' اور ان کی جانب سے مسلمانوں کا تذکرہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے' جب وہ یہ کہتے ہیں: "اقلیتیں جن میں مسلمان تعداد میں بہت زیادہ اور بے حد اہم ہیں۔"

مسلمان اقلیت نہیں ہیں اور مسلم لیگ بلاشبہ مسلمانان ہند کی واحد بااختیار اور نمائندہ تنظیم ہے۔ سیاسی جماعتوں کی اہمیت کا اندازہ ان کے اراکین کی تعداد سے نہیں لگانا چاہیے۔ جہاں تک مسلم آبادی کی تعداد کے مقابلے میں ہندو آبادی کی تعداد کا تعلق ہے یہ کہنے کی حاجت نہیں کہ ہندو کانگرس ہمیشہ ہند کی سب سے بڑی سیاسی جماعت رہے گی۔ لیکن سروں کی گنتی ہی واحد آزمائش نہیں ہے اور لارڈ ویول یہ جانتے ہیں ماسوا اقلیتوں کے کانگرس اور مسلم لیگ دو بڑی سیاسی تنظیمیں ہیں جو علی الترتیب ہندوؤں اور مسلمانوں کی عظیم اکثریت کی نمائندگی کرتی ہیں۔ مسٹر جناح نے کہا کہ میں ہمیشہ اس بات کا قائل رہا ہوں کہ مختلف اقلیتیں اس ملک کی سیاسی زندگی میں اہم عناصر کی حیثیت رکھتی ہیں اور جب مفاہمت کی گفتگو ہو تو ان کی آواز بھی سنی چاہیے اور ان کے ساتھ انصاف ہونا چاہیے۔ (دی ڈان' ۱۲ دسمبر ۱۹۴۵ء)

۲۴۳۔ بمبئی کے جلسہ عام سے خطاب

بمبئی ۲۰ دسمبر ۱۹۴۵ء

جو مسلمان آل انڈیا مسلم لیگ کی حکمت عملی اور پروگرام سے اختلاف رکھتے ہیں انہیں آزاد اور علیحدہ مسلم تنظیمیں قائم کرنی چاہئیں لیکن انہیں دشمن یعنی کانگرس کے کیمپ میں شامل نہیں ہونا چاہیے۔

مسٹر جناح نے بڑی تفصیل کے ساتھ پنڈت جواہر لال نہرو کی ان تقریروں کا جواب دیا جو انہوں نے حال ہی میں آسام میں کیں۔ انہوں نے مسٹر نہرو کو "جلد باز پنڈت کا خطاب دیا اور کہا کہ وہ نہ کسی سیکھی ہوئی چیز کو بھلا سکتے ہیں یا کبھی بھی کوئی چیز سیکھ سکتے ہیں اور کبھی بڑے نہیں ہوتے۔" [ہمیشہ بچے ہی رہتے ہیں] انہوں نے کہا پنڈت نہرو پیٹرپین کے سوا کچھ نہیں۔" [پیٹرپین: ایک افسانوی کردار جو نہ کچھ بُھلا سکتا' نہ کچھ سیکھ سکتا تھا اور نہ بڑا ہوتا تھا]

مسٹر جناح نے کہا مرکزی مجلس قانون ساز کے انتخابات نے ان لوگوں کے منہ پر وہ گھونسہ رسید کیا جس نے انہیں چاروں شانے چت گرا دیا' جو قوم پرست مسلمانوں کا روپ دھارے رکھتے تھے لیکن فی الحقیقت کانگرس کے حاشیہ بردار تھے۔

مسٹر جناح نے اعلان کیا کہ اگر آزاد اور منصفانہ انتخابات کا موقع دیا گیا تو مسلم لیگ ہر

صوبے میں آنے والے انتخابات بھاری اکثریت کے ساتھ جیتے گی۔

قوم پرست مسلمان' جو یہ جانتے ہیں کہ ان کے مقدر پر مُہر لگ گئی ہے اور ان کا مستقبل تاریک ہو چکا ہے' مسلم لیگ کے حامیوں کو مشتعل کرنے کی کوشش کریں گے اور فتنہ و فساد پھیلائیں گے۔ انہوں نے مسلم لیگ کے حامیوں سے اپیل کی کہ صوبائی مجالس قانون ساز کے انتخابات کے دوران صبر و تحمّل سے کام لیں اور نظم و ضبط کے اسی جذبہ کا مظاہرہ کریں جس کا مظاہرہ انہوں نے مرکزی مجلس قانون ساز کے انتخابات کے دوران کیا تھا۔

مسٹر جناح نے کہا: ہم نے اپنی جنگ کا پہلا مرحلہ مرکزی مجلس قانون ساز کے انتخابات کے ذریعہ مکمل کر لیا ہے۔ کانگرس نے ایک نہایت ہی بزدلانہ حکمت عملی اختیار کی۔ وہ کسی مُسلمان کو صاف' سیدھے سادے اور دیانتدارانہ طریقے سے کانگرس کے ٹکٹ پر کھڑا کرنے کی جرأت نہ کر سکی۔

کانگرس کیوں بھاگ کھڑی ہوئی؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ وہ جانتی تھی کہ ان کا حشر بھی وہی ہو گا جو ان کے نام نہاد قوم پرست ساتھیوں کا ہوا۔ آج وہ بیخ و بُن سے اکھڑ چکے ہیں۔ مسلمانوں نے ثابت کر دیا ہے کہ ان کا فیصلہ واضح ہے۔ ہم پاکستان کی حمایت کرتے ہیں۔ مسلمانوں نے واضح کر دیا کہ مسلم ہند بیدار ہے۔

مسٹر جناح نے کہا آپ چاندی کی گولیاں دیجئے اور مَیں "کام پورا کر دوں گا۔"

نہرو سے سوال

اخباری اطلاعات کے مطابق پنڈت نہرو نے کہا ہے کہ کانگرس کے انتخابی منشور نے ہند کے مستقبل کی تصویر دے دی ہے۔ ہم جو کچھ جاننا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ آپ ہند میں کس قسم کا دستور اور حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ آج وہ آزادی چاہتے ہیں۔

اب مَیں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا کوئی ایسا باشندہ ہے جس میں کچھ عام سوجھ بوجھ اور ذہانت ہو جو اس برصغیر کی آزادی اور خود مختاری کا طلب گار نہیں ہے؟

سوال یہ ہے کہ کس کی آزادی اور غلامی؟ مسئلہ یہ ہے کہ وہ ہیئت حاکمہ کونسی ہے جسے حکومت منتقل کی جائے گی؟ ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ پنڈت نہرو اور دیگر کانگرسی رہنما یہ بات اپنی تقریروں میں صاف طور پر کہتے ہیں کہ یہ اعلیٰ ذات کی ہندو کانگرس ہو گی۔

اس مرحلہ پر مسٹر جناح نے پنڈت نہرو کے بیان کا حوالہ دیا کہ کانگرس نے مسلم لیگ سے سمجھوتہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس کی کوششیں ناکام بنا دی گئیں۔ سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ اگر کانگرسی قیادت خوابوں کی دنیا میں بستی ہے اور اگر انہوں نے

مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوششیں کیں اور اگر یہ کوششیں ناکام بنا دی گئیں تو مجھے فخر ہے کہ ایسا ہوا۔ جب تک کانگرس خوابوں کی اس نگری میں آباد ہے وہ آزادی کی جنگ میں کوئی پیش رفت نہیں کر سکے گی۔

برادر کُشی نہ کیجئے

اگر قوم پرست مسلمان دیانتدار مسلمان ہیں تو ان کی جگہ مسلم لیگ کے دشمنوں کے زیر سایہ نہیں ہے۔ انہیں مسلمانوں کی قومی تنظیم مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر کے اس کی رہنمائی کرنی چاہیے۔ اگر انہیں مسلم لیگ کی حکمت عملی اور پروگرام سے اختلاف ہے تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنی علیحدہ اور آزاد تنظیم قائم کر لیں اور مسلمانوں کے پاس جائیں اور اپنی حکمت عملی اور پروگرام ان کے سامنے پیش کریں۔ ہمیں برادر کشی نہیں کرنی چاہیے۔ اگر مسلمان ان کے پروگرام سے اتفاق کریں اور یہ سوچیں کہ مسلم لیگ کا پروگرام مضرت رساں ہے تو وہ مکمل طور پر ان کی حمایت کریں گے۔

اگر ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ ہمارے بھائی دیانتداری کے ساتھ لڑ رہے ہیں تو مسلم لیگ پہلی جماعت ہو گی جو اپنی اصلاح کرے گی۔ لہٰذا آپ اندر آ کر ہمیں اپنا ہم خیال بنائیے' اگر آپ بنا سکتے ہیں۔

مسٹر جناح نے اس بات کی تردید کی کہ مسلم لیگ نے معاشرے کے اعلیٰ طبقوں سے تشکیل پائی ہے۔ اور کہا کہ یہ عوام ہیں جو مسلم لیگ کے پس پشت ہیں۔ مسلمانوں کی اس قومی نشاۃ ثانیہ کی اس لہر' اس طوفان کو دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ ہم اپنی منزل پاکستان اور اپنی آزادی کی جانب بڑھتے چلے جائیں گے۔ (دی ڈان' ۲۱ دسمبر ۱۹۴۵ء)

۲۴۴- اپنی سترہویں سالگرہ کی تقریب سے مسٹر جناح کا خطاب

بمبئی ۲۷ دسمبر' ۱۹۴۵ء

اگر ہندوؤں نے ہماری جدوجہد آزادی میں ہمارے ساتھ شمولیت نہ کی تو اس ملک کے مسلمان اور مسلم لیگ اپنی منزل مقصود پاکستان اور آزادی کی جانب تنہا رواں دواں ہو جائیں گے۔ اس امر کا اعلان مسٹر ایم۔ اے۔ جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے بمبئی میں ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ تقریب کا اہتمام ایوان تجارت میمن تاجران کی جانب سے مسٹر جناح کی سترہویں سالگرہ کے موقع پر ان کے اعزاز میں چائے کی ضیافت دے کر کیا تھا۔

مسٹر جناح نے ہندوؤں سے کہا "حقائق کا سامنا کیجئے" اور انہیں دعوت دی کہ وہ ہندوؤں

اور مسلمانوں دونوں کی آزادی کے لئے ہمارے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلیں۔

ہند میں ہندو اور مسلمان دونوں انگریز فرمانرواؤں کی ایڑی کے تلے غلام ہیں' جب ہم پاکستان کے لئے لڑتے ہیں تو ہماری لڑائی انگریز کے خلاف ہوتی ہے ہندو کے خلاف نہیں۔ ہمیں انگریزوں سے اپنی آزادی حاصل کرنی ہے اور پاکستان قائم کرنا ہے' ہندوؤں سے نہیں۔ پاکستان سے ہماری جدوجہد کا مطلب ہے ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لئے آزادی' لہٰذا ہمیں آزادی کی منزل کی جانب قدم سے قدم ملا کر چلنا چاہیے۔

تکلیف دہ جھوٹ

مسلم لیگ انگریزوں کے خلاف لڑ رہی ہے ہندوؤں کے خلاف نہیں۔ یہ کہنا کہ ہم ہندوؤں کے خلاف لڑ رہے ہیں ایک تکلیف دہ جھوٹ ہے۔ ہم عظیم ہندو فرقے کے خلاف نبرد آزما نہیں ہیں۔ ہم کانگرس کی اعلیٰ قیادت کے خلاف برسر پیکار ہیں جو مسلمانوں کی آزادی کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر رہی ہے اور ہندوؤں کی آزادی کی راہ میں بھی۔ ہندو آئیں اور ہماری جدوجہد آزادی میں ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں۔ اگر وہ ہمارے ساتھ شریک نہیں ہوں گے تب بھی ہم اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے اور اپنی منزل پاکستان اور آزادی کی جانب تنہا رواں دواں رہیں گے۔

انگریزوں کے آلہ کار نہیں ہیں

اس الزام کا جواب دیتے ہوئے کہ مسلم لیگ والے برطانوی استعمار کے ہاتھوں میں ایک آلہ ہیں' مسٹر جناح نے کہا کہ یہ کھلا اور شرارت آمیز جھوٹ ہے۔ اب ہمارے دشمنوں کے پاس ہمارے خلاف یہی استدلال باقی رہ گیا ہے۔ مسلمانوں کی ایک عظیم نمائندہ تنظیم کے خلاف یہ الزام نہیں لگا سکتے کہ وہ برطانوی استعمار کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے۔ اس طرح تو وہ مسلمانوں کے خلاف یہ الزام لگا رہے ہیں کہ برطانوی فرمانرواؤں کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔

ناعاقبت اندیشانہ دھمکیاں

صوبہ متوسط کے ایک سابق وزیراعظم مسٹر آر۔ ایس۔ شکلا کی ایک حالیہ تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے جس میں انہوں نے مبینہ طور پر کہا تھا کہ اقلیتی صوبوں میں مسلمانوں کو غیر ملکی تصور کیا جائے گا اور ان کے ساتھ غیر ملکیوں کا سا ہی سلوک کیا جائے گا۔ مسٹر جناح نے کہا کہ یہ حیرت انگیز بات ہے کہ کانگرسی رہنما اس طرح کی ناعاقبت اندیشانہ اور غیر ذمہ دارانہ دھمکیاں دے رہے ہیں۔

کانگرسی رہنماؤں کی طرف سے اس طرح کی دھمکیاں دینا اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں کو

خوف زدہ کرتا ہے۔ لیکن اس نوع کی دھمکیوں سے انہیں کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ طریقے نہیں جن کے ذریعے کانگرسی رہنما اس ملک کے لئے آزادی حاصل کرنے کی امید کر سکتے ہیں۔

تاجروں کا کردار

مسٹر جناح نے کہا مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ مسلمانوں کا تاجر طبقہ اس قومی جدوجہد میں حصہ لے رہا ہے جو مسلم لیگ چلا رہی ہے۔ انہوں نے اس ملک کے ہر مسلمان سے کہا کہ وہ قومی زندگی اور اپنی قومی تنظیم —— مسلم لیگ میں اپنا صحیح مقام حاصل کرے۔ (دی ڈان' ۲۸ دسمبر ۱۹۴۵ء)

۲۴۵۔ مرکزی انتخابات میں صد فی صد کامیابی پر قوم کو مبارکباد

بمبئی' ۳۰ دسمبر ۱۹۴۵ء

اب بنگال سے مرکزی مجلس قانون ساز کی باقی ماندہ دو نشستوں کے انتخاب کا سرکاری طور پر اعلان کر دیا گیا ہے۔ مَیں ہند کے مسلمانوں کو ملک کے طول و عرض میں صد فی صد مرکزی نشستیں جیتنے کی شاندار اور بے نظیر کامیابی پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اس کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی بہت سے مخالف امیدوار اور بنگال میں ہر ایک خواہ وہ ناقابل ذکر بدبخت نام نہاد قوم پرست مسلمان ہو یا کانگرس کی جانب سے کھڑا کیا ہوا کوئی ایک امیدوار دونوں اپنی اپنی ضمانتیں ضبط کرا بیٹھے۔

ششدر کُن شکست

اس شرمناک اور ششدر کن شکست سے ہمارے مخالفین کو یہ احساس ہو جانا چاہیے کہ انہیں ہندو کانگرس' اس کے اخبارات اور دولت کی حمایت سے مسلمانوں میں پھُوٹ ڈالنے کی بے کار کوششیں ترک کر دینا چاہئیں' مطالبہ پاکستان کے حق میں مسلم ہند کا یہ نہایت واضح فیصلہ ہے اور اس سے ثابت ہو گیا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانان ہند کی واحد بااختیار اور نمائندہ تنظیم ہے اور یہ کہ کانگرس ماسوائے اونچی ذات ہندوؤں کے نہ مسلمانان ہند کی اور نہ ہی کسی اور فرقے کی نمائندگی کرتی ہے۔

ہندو مہاسبھا جو ہندو کانگرس کی ایک ذیلی جماعت تھی' ہَوا میں تحلیل ہو گئی اور اس پر سے وہ مُلمّع کہ وہ کانگرس مخالف جماعت ہے اُتر کر اسے بالکل ننگا کر گئی اور بلا کسی شک و شبہ یہ ثابت ہو گیا کہ ہندو مہاسبھا ایک ہی سکّے کا دوسرا رُخ ہے جس کا مقصد نازک مواقع پر کام آنا اور مسلم مطالبہ کے خلاف ڈھنڈورچی کا کام دینا تھا جبکہ صفائی سے لیپا پوتی اور مسلم لیگ کے مسلم ہند کے

مطالبہ کے خلاف ہر لحاظ سے اونچی ذات کے ہندوؤں کا رویّہ اختیار کرنا کانگرس کا کام تھا۔

ہماری شاندار کامیابی

اس بے مثال اور شاندار کامیابی پر اظہار مسرت کے لئے میں نے سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ کو ہدایت کی ہے کہ وہ مسلم لیگ کی تمام صوبائی، ضلعی اور ابتدائی شاخوں کے نام ہدایات جاری کر دیں کہ سارے ہند میں جمعہ ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء کو پہلے راؤنڈ میں اپنی شاندار کامیابی پر اظہار تشکّر اور یوم مسرّت کے طور پر منائیں۔ اس دن عام جلسے منعقد کئے جائیں اور ان تک اپنی کامیابی کا پیغام پہنچا دیا جائے اور انہیں پابند نظم و ضبط اور نہایت منظم قوم کی حیثیت سے صوبائی مجالس قانون ساز کے انتخابات کا دوسرا راؤنڈ لڑنے کے لئے تیار کیا جائے، جو اب ہمیں درپیش ہے تاکہ ہم اپنی مکمّل کامیابی حاصل کر سکیں اور لیگ کے سرکاری امیدواروں کے حق میں اپنے ووٹ دے کر اور حمایت کر کے ہر صوبے میں (مسلم لیگ کو) بہت بھاری اکثریت دلائیں۔

مجھے بھروسہ ہے کہ انشاء اللہ ہم ہند کے طول و عرض میں کانگرس اور ناقابل ذکر، نام نہاد قوم پرست مسلمانوں جو ہمارے دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں، کے حربوں اور چالبازیوں اور طاقتور ہندو کانگرس کے اخبارات اور بے پناہ دولت اور دیگر وسائل کے باوجود جو انہوں نے اس جنگ میں جھونکے، انتخابات کی جنگ میں ہم سُرخرو ہو کر نکلیں گے۔

اب میں ہر مسلمان مرد، عورت سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ہر صوبے میں مسلم لیگی امیدواروں کی کامیابی کے لئے اپنی پوری توانائی، بہترین اعانت، حمایت اور ووٹ مرکوز کر دے۔

(دی ڈان، ۳۱ دسمبر ۱۹۴۵ء)

